بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

'ھُوَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃ'

۱۹۸۳ء

سوانح رفاقتی

حضور پُر نور امین شریعت خیر الامّت بحر حقیقت برکۃ العصر قطب العالم مولانا الحاج شاہ رفاقت حسین محبوب خدا قدس سرہ کے مبارک احوال، محاسن و کمالات اور فیوض و برکات دینی جد و جہد کے بیان میں ایمان افروز محققانہ کتاب

کاروانِ رفاقت

درگاہ شریف حضرت امین شریعت ٹرسٹ

اسلام آباد، بھوانی پور، مظفر پور

نام کتاب	:	سوانح رفاقتی
سال اشاعت	:	۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ءنومبر
صفحات	:	۶۹۲
قیمت	:	
تعداد	:	۱۱۰۰(گیارہ سو)
نام کمپوزر	:	جناب سید شاہ شہاب احمد منعمی قمری
کمپوزنگ	:	منعمی کمپیوٹر، دریاپور، پٹنہ-۴
		موبائل: 9334317926
زیرِاہتمام	:	محمد زاہر اشرف فرزندخورد حضرتِ مؤلف
		حاجی محمد صابر رفاقتی زمزم والا

ملنے کے پتے:

☆ محمد حنیف خان رفاقتی مسجد رفاقتی روڈ، لکھیم پور یوپی

☆ سُنّی مرکز، دارالعلوم شاہ رفاقت، چھالا، گاندھی نگر

☆ K.G.N. ہائیڈرویر، مہدی حسن چوک، برہم پورہ، مظفرپور

☆ مولانا شاہ مشتاق احمد رفاقتی، مدھوپور، جھارکھنڈ

☆ محمد ظہور الدین انجینئر ،امین شریعت اسٹریٹ، ہمت نگر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفصیلی فہرس مضامین

صفحہ	عنوان	نمبر شمار

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان	نمبر شمار

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
206	مسائل وہابیت پر رسائل اور مناظرے	۱۷۴
207	خانوادۂ حقّی کے اکابر کا ردِّ اسماعیلّت	۱۷۵
207	علماء فرنگی محل کا ابطالِ اسماعیلّت	۱۷۶
209	شاہ ابوالحسن فرد پھلواروی کا کئی سو علماء کے مجمع میں مولوی اسماعیل سے مناظرہ	۱۷۷
210	صوبہ پنجاب کے علماء کا ردِّ عمل	۱۷۸
212	مولوی اسماعیل کے علم کی ناپ تول	۱۷۹
213	شاہ عبدالقادر کی صاحبزادی نے گمراہ کہا	۱۸۰
215	امکان کذبِ باری تعالیٰ اور امتناعُ النظیر ﷺ	۱۸۱
217	جامع مسجد دہلی کا تاریخی مناظرہ	۱۸۲
219	جہاد اور اس کا انجام	۱۸۳
221	اسماعیلی وہابی فتنہ گری کے مراکز صادق پور اور مدراس ٹونک	۱۸۴
221	شیخ المحدّثین مولانا شاہ محمد مخصوص اللہ محدث کی ترجمانِ حق تحریر	۱۸۵
225	خانقاہِ نقشبندیہ مجددی دہلی کے اولیاء اور ردِّ وہابیت	۱۸۶
227	تعدُّدِ خواتم اور تحقُّقِ امثال کا آتش فتنہ	۱۸۷
227	شیخوپورہ بدایوں میں تاریخی مناظرہ:	۱۸۸
228	فتاویٰ بے نظیر کی اشاعت، ساڑھے تین سو علماء کا متفقہ فتویٰ	۱۸۹
228	بریلی میں تحریری مباحثہ:	۱۹۰
232	دارالعلم رام پور کے علماء کا متفقہ فتویٰ	۱۹۱
235	مولوی نانوتوی پر کیا گزری	۱۹۲
236	مسجدوں سے وہابیوں کے اخراج کا فتویٰ	۱۹۳
238	دیوبند مدرسہ کی چھیڑ چھاڑ	۱۹۴
241	حضرت حاجی شاہ امداد اللہ کا رجوع کی ہدایت کا ردِّ عمل	۱۹۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۹۶	انحراف اور حاجی صاحب پر بدعتی کا دعویٰ	241
۱۹۷	حضرت حاجی صاحب کا مسلک، مسلکِ عزیزی	243
۱۹۸	فیصلہ ہفت مسئلہ میں تحریف اور انکار و احراق	244
۱۹۹	اِمداد الٰہی ولطفُ الٰہی علماء کا رڈ عمل	247
۲۰۰	"مناظرہ امروہہ اور صلح کے پردے میں وہابیہ کی شکست"	249
۲۰۱	**باب ۶**	256-298
۲۰۲	**کانپور میں ورود کے فیضان و برکات**	256
۲۰۳	سنیچر ۱۶ شوال ۱۳۶۹ھ جولائی ۱۹۵۰ء	256
۲۰۴	مدرسہ احسن المدارس کی صدارت تدریس اور سر پرستی	258
۲۰۵	قدیم خانقاہوں کے صاحبزادگان کی آمد	259
۲۰۶	طریقۂ درس کا فیضان	261
۲۰۷	چند شاگردوں کے نام	263
۲۰۸	مدرسہ احسن المدارس کا دورِ جدید	264
۲۰۹	صدارتِ تدریس مدرسہ منظر اسلام کے لیے اصرار	265
۲۱۰	دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کی علمی سربراہی کی پیشکش	267
۲۱۱	قبول ومعذرت	267
۲۱۲	مدرسہ مظہر اسلام، بریلی شریف	268
۲۱۳	دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد میں رونق افروزی	269
۲۱۴	حضرت محدّثِ اعظم کی تحریر ستائش	271
۲۱۵	کام کا سُنّی عالم	272
۲۱۶	مشرّف بقدم تختِ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم	273
۲۱۷	حیاتِ حضرت مخدوم شاہ عالم محبوب باری قدس سرہ پر تقریظ	274

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۴۰	دینی جدو جہد	299
۲۴۱	اثباتِ حق، اعلانِ حق	299
۲۴۲	بحیثیت ایک سپاہی کے بھی کون ان کا مقابل؟	299
۲۴۳	خدمت دین کے لیے ایک کارڈ بہت ہے	301
۲۴۴	مناظرے اور مُباحثے	302
۲۴۵	مسجدوں کا تحفظ اور مناظرہ	302
۲۴۶	جماعت رضائے مصطفی کا اِحیاء	304
۲۴۷	قرآن مجید کے درس کی ہفتہ وار مجلس	305
۲۴۸	مولود شریف کی محفلیں	306
۲۴۹	مقبولیت، مرجع فتاویٰ اور مفتی اعظم قاضی شرع	310
۲۵۰	کارروائی جلسۂ عام مسلمانان کانپور	310
۲۵۱	مسلمانانِ کانپور کو فتنۂ قادیانیت سے پریشانی	311
۲۵۲	حضرت مفتی اعظم کانپور کا اعلان	311
۲۵۳	قادیانی کذّاب	313
۲۵۴	گزارشِ واقعی	314
۲۵۵	مدّعیوں کا خروج	318
۲۵۶	مرزا قادیانی کے دعاوی	319
۲۵۷	نبی ہے اور نبی نہیں ہے	322
۲۵۸	مرزا کی کذب بیانیاں اور نام والقاب	322
۲۵۹	بد بخت ومفتری	323
۲۶۰	جھانسی مناظرہ میں قادیانیوں کی عبرت ناک شکست	323
۲۶۱	قصبہ بھدوھی بنارس میں قادیانیوں کی شورش	332

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۲۸	حضرت امین شریعت کا ایک اہم پیغام	422
۳۲۹	اہل سنت کے نوجوان علماء اور مذہبی کارکنوں کے نام	422
۳۳۰	بنگال دیناج پور ضلع میں وہابیوں کی شورش	424
۳۳۱	ست نگر مناظرہ میں وہابی کی گستاخی اور اقرار وانکار	425
۳۳۲	شدید علالت، اور مستشفیٰ میں داخلہ	429
۳۳۳	مفتی اعظم ہند کی جانشینی کی مجلس شوریٰ	431
۳۳۴	فقیہ اسلام کتاب کی رسم اجراء	434
۳۳۵	شرح مشکوٰۃ کا اجرا	434
۳۳۶	سُنّی کون؟ کا رسم اجراء	435
۳۳۷	سوادِ اعظم اہلِ سُنّت کی قیادتِ اعلیٰ	435
۳۳۸	تقسیم سے قبل اور بعد	435
۳۳۹	آل انڈیا سُنّی کانفرنس	436
۳۴۰	مرکزی دار الافتاء	441
۳۴۱	تقسیم ہند کے بعد قیادت اعلیٰ	443
۳۴۲	خاکساران حق کی سربراہی	446
۳۴۳	باب۵	448-530
۳۴۴	خصائل وفضائل اور محاسن ومکارم	448
۳۴۵	صفات وکمالات کی جامعیت	448
۳۴۶	ایمان کا دوام، دین کا قیام، جسم کا اعتدال	449
۳۴۷	علم نافع کے ثمرات	450
۳۴۸	اتباعِ سُنّت، علمِ نافع، عملِ صالح، خیر کثیر قلب ذاکر	453
۳۴۹	سکینتِ قلب اور ضبطِ نفس	464

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۹۵	دارالخیر، دارالافتاء	555
۳۹۶	موئے مبارک کی تشریف فرمائی کا جشن	557
۳۹۷	تصویر کا مسئلہ	557
۳۹۸	کانٹھا شریف	558
۳۹۹	کالاواڈ	559
۴۰۰	ویراول بندر	561
۴۰۱	مدھوپور اور، گریڈیہہ	565
۴۰۲	بال اور ناخون کی نمودگی	569
۴۰۳	مولانا محبوب علی خاں کی رہائی کی بشارت	570
۴۰۴	باب۱۱	571
۴۰۵	حج وزیارت کے سفر	571
۴۰۶	حج وزیارت کا پہلا سفر	571
۴۰۷	نجدی قاضی اور قاضی القضاۃ سے مکالمہ ومناظرہ مکہ مکرمہ میں	575
۴۰۸	مدینہ منورہ میں قاضی القضاۃ سے مباحثہ ومناظرہ	579
۴۰۹	عدم اقتداء کی وجہ، عملی اور اعتقادی اختلافات	581
۴۱۰	محفل مولود شریف اور قیام	584
۴۱۱	یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم	585
۴۱۲	ایک بات نکتہ کی	586
۴۱۳	آخر سوال	586
۴۱۴	ابن عبدالوہاب نجدی کے عقائد	588
۴۱۵	مسئلہ مرغوب کی تائید وتوثیق	590
۴۱۶	”سلطان المناظرین، اُستاذ الاساتذہ مفتی زمانہ	591

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

حضرت امین شریعت کی شان اور پہچان

کلمۃ المختار

قدسی منزلت، غوث العصر، تاجدار اہل سنت مخدوم المشائخ

حضرت مولانا سید شاہ محمد مختار اشرف قدس سرہ

سجادہ نشین کچھوچھا مقدسہ

"حضرت امین شریعت کا خانوادہ اشرفیہ کچھوچھا مقدسہ سے گہرا اور والہانہ تعلق خاطر تھا اور یہ تعلق آخر دم تک قائم رہا، وہ شبیہ غوث الثقلین اعلیٰ حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد علی حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین سرکار کلاں متوفی ۱۳۵۵ھ ۱۹۳۶ء کے مرید اور نامور خلیفہ تھے، اُن کے فیضان نظر نے حضرت امین شریعت کو اس مقام پر پہنچا دیا۔ جہاں وہ اپنے تمام معاصرین میں ایک امتیازی شان رکھتے تھے۔

- وہ اگر ایک طرف درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے تھے،
- تو دوسری طرف تصوف ومعرفت اور سلوک کی تعلیم بھی اُن کے فرائض میں شامل تھی،
- سلسلہ، عالیہ اشرفیہ کی اشاعت وتوسیع میں ان کی خدمات بے بہا ہیں، یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جا سکتی ہے، کہ حضرت امین شریعت ایک ہی وقت میں زبردست خطیب، بے مثال مقرر، گراں

قدر فقیہ، بالغ نظر شیخ الحدیث اور عظیم رمز آشنائے سلوک وتصوف تھے،

- انہوں نے خداداد صلاحیتوں کو نام ونمود، یا شاگردوں اور مریدوں کی لمبی قطار کھڑی کر کے کسی منصوبہ بند اسکیم سے ہمیشہ دور رکھا،
- وہ اہل سنت وجماعت کی ہر تحریک اور تنظیم سے بالواسطہ یا بلا واسطہ ربط رکھنے کے باوجود اس میں مدغم نہیں ہوئے اور یہی ان کی سب سے بڑی پہچان ہے۔
- انہوں نے مسلک حقّہ کی ترویج میں کوئی کوتاہی نہیں کی، ہزاروں گم کردہ راہ کے عقائد کی تطہیر کی اور انہیں صراط مستقیم پر لگایا۔
- ایسی باوقار شخصیت روز روز نہیں پیدا ہوتی، یہ تو رب تبارک وتعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے، کہ اہلِ سنت و جماعت کی اصلاح وتربیت اور سلسلۂ عالیہ اشرفیہ، کے فروغ واستحکام کے لئے ایک جامع اور جاندار شخصیت کو حضرت امین شریعت کی صورت میں پیدا فرمایا، جن کی ایک جانب علوم وفنون پر دسترس تھی تو دوسری جانب تصوف وطریقت کے اسرار ورموز سے بھی گہری موانست تھی دوسرے لفظوں میں حضرت امین شریعت، کی ذات گرامی علم وعمل کا ایک حسین مرقع تھی، جس کی دوسری مثال اس پُر آشوب دور میں بمشکل پیش کی جاسکتی ہے"۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتساب

کلمۂ طیبہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ

اور

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اور

ایۃ الکرسی شریف

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ۚ لَا تَاۡخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوۡمٌ ؕ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ ؕ یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡھِمۡ وَمَا خَلۡفَھُمۡ ۚ وَلَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ کُرۡسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ۚ وَلَا یَـُٔوۡدُہٗ حِفۡظُھُمَا ۚ وَھُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ (۲۵۵)

بچپن میں بعد نماز عشاء اپنی آغوشِ عطوفت میں لٹا کر پڑھانے اور سکھانے والی

اپنی محترمہ معظمہ مشفقہ اماں جان علیہ الرحمۃ کے نام نامی

اور

سیدی الوالد الکریم شیخی ومرشدی واستاذی بحر حقیقت خیر الامت امین شریعت مفتی اعظم قدس سرہ
کی تعمیر احوال اور تنویر قلبی کی توجہ، اور تلقین وتربیت فیوض وبرکات کے حضور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

زلافِ حمد ونعت اولیٰ است برخاکِ عدم خفتن
سجودے می تواں کردن، درودے می تواں گفتن

تقدیم

جدی ومرشدی قبلۂ جسم وجان، کعبۂ دین وایمان، خیر امت سیدی حضور امین شریعت بحرِ حقیقت مفتیِ اعظم قدس سرہ وقدسنا اللہ بسرہ وعلاکی ذات مبارک معدنِ سرِّ نبوی تھی آپ پر سلطانِ حقیقت کا غلبہ تھا، آپ توحید کے چوتھے درجے فناء الفنا پر فائز ہوئے، آپ کا قلیل کثیر، حقیر جلیل اور ضعیف قوی اور آپ کا مسکین غنی تھا، جس پر اہلِ دل واقف ہوئے، آپ کی ذات مبارک ان میں سے ہے، جن کے ذکر پر رحمت کا نزول ہوتا ہے اور جن کی محبت سے مغفرت کی امید ہوتی ہے، آپ اپنی دنیاوی زندگانی میں بے نیاز دنیا تھے اور دنیائے فانی سے شغف نہیں رکھتے تھے، نام ونمود اور شہرت وپذیرائی کی طلب سے بے نیاز تھے، اسی طرح حیاتِ اُخروی کی منزل میں اس سے بے نیاز ہیں کہ آپ کا چرچا کیا جائے، لیکن ہم پر لازم ہے کہ ہم آپ کے صفاتِ حمیدہ کو یاد رکھیں اور آپ کے دینی کمالات کا ذکر کریں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو شانِ محبوبی اور اجتبائی سے سرفراز فرمایا۔

۱۳۵۱ھ تا ۱۴۰۳ھ باون برسوں تک اسلامی ہند کا اُفق آپ کے فیوض وبرکات سے سے تابندہ رہا، خیر الامت حضور امین شریعت بحرِ حقیقت قدس سرہ اہلِ سنت وجماعت کے اکبر الکبار، افضل الفضلاء علماء اولیاء کے طبقہ علیاء میں بلند مقام ہیں، دین پاک نے آپ سے سر بلند پائی اکابر کبار علماء اخیار فرماتے حضرت امین شریعت مفتیِ اعظم کا فتویٰ تو فتویٰ عمل ہی فتویٰ تصور کیا جاتا ہے اور مزید یہ کہ آپ کی احتیاط اور تقویٰ شعاری واطواری نے آپ کو تقویٰ کا محسوس ومبصرّ بنا تھا دیا، اہلِ باطل وہابی دیوبندی، قادیانی، ورافضی آپ کے سامنے زیروزبر رہتے، احقاقِ حق، اعلانِ حق، اعلائے حق کے لیے باون برسوں تک سرگرم جدوجُہد رہے، اہل سُنّت وجماعت کی ہر تنظیم وجماعت کی نصرت وتائید فرمائی ارضِ ہند

کے تمام اہم ترین اجلاس اور ملّی و جماعتی مفادات کی مشاورتی مجلسوں میں آپ کی شرکت لازمی سمجھی جاتی تھی۔
جماعتی حیثیت سے آپ نے جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف کو اہمیت دی، اسی میں شامل ہونے کے لیے اوروں پر زور دیتے، اس کی توسیع پر توجہ دلاتے، دوسری تنظیم کل ہند تبلیغ سیرت الہ آباد تھی، قدم قدم پر ان دونوں کے لیے کارنامے انجام دیئے، جماعتِ رضائے مصطفیٰ کا حضور قبلہ گاہی کی برکتوں سے احیاء ہوا اور آپ نے اس کو فروغ دیا ورنہ ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۴ء کے انسدادِ فتنۂ ارتداد کے بعد اس کا کام ختم ہو چکا تھا، نام کی حیثیت سے اس کا وجود باقی تھا۔
حضور قبلہ گاہی خیر الامت، امین شریعت، بحرِ حقیقت قدس سرہ خطابت میں اپنے معاصرین ممتاز تھے، بلند علمی مضامین کو سادگی بیان سے عوام اہلِ اسلام کے ذہن کے قریب کر دیتے، اللہ تعالیٰ جل شانہ نے صورت کی زیبائی بھی عطاء فرمائی، وجاہت جو خاندانی بھی تھی اور ہیبت حق جو نشانِ ولایت کبریٰ ہے اس کی وجہ سے ہزاروں ابرار و اخیار علماء و اولیا کی مجلسوں میں سر بلند دکھائی دیتے، دل ربائی ایسی پائی تھی کہ دل موہ لیتی مختصر یہ کہ چودھویں کا نصف آخر آپ کے فیوض و برکات سے منور و معمور ہوا، اور اب بھی آپ کے انوار کی تابشیں پھیلی ہوئی ہیں، سیدی الوالد الماجد رہبر شریعت، عارف حقیقت عارف باللہ حضرت مولانا الحافظ المفتی شاہ محمود احمد صاحب قبلہ قادری رفاقتی دامت برکاتہم نے جس قلبی شغف سے برسوں مسلسل صبح تا شام خود رہ کر اپنی نگرانی میں درگاہ معلیٰ کی تعمیر کرائی اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر قلبی توجہ سے جدّی مرشدی حضور امین شریعت مفتیِ اعظم کے کمالات علمی و روحانی عظیم کارہائے دینی و اسلامی اور بلند مقامی کے احوال میں کتابِ حاضر تالیف فرمائی جبکہ عام حالات کی تحریر ہی بے حد مشکل کام ہے، چہ جائیکہ عارف محقق، علامہ اجل، برکۃ العصر، خاتمۃ اہل الورع، حسنات الدھر قدسی صفات ذاک پاک کے احوال کی تحریر کا کام، سیدی الوالد الماجد قبلہ دامت برکاتہم کی نسبت باطنی اور علم و فضل و معرفت کی بلندی نے ان احوال کو ضبط تحریر میں لا کر صفحۂ قرطاس پر محفوظ کر دیا۔

تھا ضبط بہت مشکل اِس سیل معانی کا
کہہ ڈالے قلندر نے اسرار کتاب آخر

خصائل ومحاسن ومکارم اور دینی جدو جہد اور رشد وارشاد کے بیان میں حضرت قبلہ کی طرز نگارش اور حقائق نگاری نے وہ روش اختیار فرمائی ہے جس کے مطالعہ سے طبیعت پر سوز وگداز کی حالت طاری ہوتی ہے، ان سب مراحل کے طے ہو جانے کے بعد احوال مبارک کی یہ کتاب اب طباعت کے مرحلہ سے گزرنے والی ہے۔سلسلۂ عالیہ قادریہ، رفاقتیہ کے اہلِ دل اہل قبول والبستگان کو اس کی طباعت کا شدت سے انتظار تھا، بعض اہل اخلاص راہ دیکھتے دیکھتے، سفر آخرت پر روانہ ہو گیے، جو باقی اور زندہ ہیں، ان کی تعداد بھی کثیر درکثیر ہے، کتابِ حاضر کا مطالعہ ان کی زندگانی کا مزید رخ سنوارے گا، عمل صالح کا مزید جذبہ پیدا ہوگا، کتاب میں بہت سے فوائد بھی جمع ہو گیے ہیں، اہل قرب ووصول کے مبارک احوال جس قدر بھی لکھنے میں آتے ہیں لکھے جاتے ہیں کہ اس سے رہبری حاصل ہوتی ہے، ہدایت کی راہ ملتی ہے اور بندہ قربِ ووصول کی منزل میں داخل ہوتا ہے، اسی کو سیر الی اللہ بھی کہا جاتا ہے، یہی عبدیت کا خاص مقام ہے ۔

اللہ اللہ! وہ مقام خاصِ عبدیّت رضا   بندہ ملنے کو قریب حضرتِ قادر گیا

بندہ ملنے کو قریبِ حضرتِ قادر گیا   لمعۂ باطن میں گمنے، جلوۂ ظاہر گیا

راقم الحروف غفرلہ واصلح حالہ نے اپنی باتوں کے بیان میں بہت وقت لے لیا اب وہ کتاب اور صاحب کتاب اور ناظرین کے درمیان کی جگہ خالی کرتا ہے، تعمیر سیرت اور تجلیۂ احوال کے لیے براہ راست مطالعہ وملاحظہ کریں اور راقم الحروف اور اس کے اخوان واخوات اور والدین کریمین اور جملہ اہلِ اسلام اہل سنت کے حق میں دعاء خیر کریں و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی حبیبہ الکریم والہ المطھرین واصحابہ المکرمین اجمعین فقط۔

بندۂ عاجز

محمد عامر رفاقتی غفرلہ واصلح حالہ

جاروب کش

درگاہ شریف حضرت امین شریعت قدس سرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حمد و شکر و التجا

خدارا انتظارِ حمدِ ما نیست ﷺ محمد چشم بر راہ ثنا نیست
مناجاتے اگر باید بیان کرد ﷺ بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد
محمد از تو می خواہم خدارا ﷺ خدایا از تو نور مصطفیٰ را

حرف و حکایت

قبلۂ جسم وجان، کعبۂ دین وایمان سیدی الوالد حضور امین شریعت مفتی اعظم قدس سرہ کی مبارک سیرۃ وسوانح کی ترتیب وتالیف، آپ کی پاک باز زندگانی، دینی علمی روحانی کمالات وفیضان اور ریاء ونمود سے پاک ملّی کارناموں کے علاوہ آپ کی تربیت وعطوفت اور دینی ایمانی روحانی احسان فرمائی کی وجہ سے مجھ فقیر پر واجب ولازم تھی، سیرت وسوانح کی ترتیب کا خیال وصال شریف کے بعد ہی سے قائم ہوا، چنانچہ عرس چہلم کے موقع پر ایک مختصر سی کتاب ضروری احوال پر لکھ دی جو شائع ہوگئی چہلم شریف کی محفل شریف کے انعقاد سے بہت پہلے محترم ومکرم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ تربت پاک کی دید وزیارت اور تعزیت کے لیے آئے تو مسجد شریف میں فقیر کو متوجہ کر کے فرمایا کہ:

”آپ اللہ والے ہیں، آپ نے سینکڑوں اہل اللہ کے احوال وکمالات لکھے ہیں، ایک بہت ہی معیاری سیرۃ وسوانح حضور امین شریعت رئیس المتکلمین قدس سرہ کی بھی لکھ دیجیے، اپنی جماعت اہل سنت کے لیے یہ آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہوگا، تیس پینتیس برسوں کے واقعات آپ کے علم میں ہوں گے، یہی زمانہ

حضور امین شریعت کی سرگرم دینی جدو جہد اور برکات و فیوض کا ہے، وعدہ کیجیے
مسجد میں وعدہ کیجیے، ہاں کہیے۔
میں بھی وعدہ کرتا ہوں کہ جب آپ اس کام کو مکمل کرلیں گے، تو میں بھی
ایک جامع مقدمہ لکھوں گا، یہ کام بے حد ضروری ہے چہلم کے عرس کے بعد
اس کام کو شروع کر دیں"۔

قائد اہل سنت مبلغ اسلام کے مشورہ کو فقیر نے سمعنا و اطعنا کہہ کر قبول کرنا واجب جانا، ضرورت کے مطابق درگاہ شریف اور مہمانوں کے قیام کے لیے خانقاہ شریف کی جدید عمارت کی تعمیر کا اولین کام پیش نظر رہا شروع میں کام خوب ہوا، تکمیل میں دیر لگی، بحمدہ تعالیٰ اس کی تعمیر و تکمیل سے فراغت ہوئی اسی درمیان میں دار العلوم حضرت امین شریعت اور غریب نواز اسکول کی تعمیر کا کام شروع کرادیا، اس کی بنیاد حضور قبلہ گاہی نے فقیر کی گزارش پر وصال شریف سے تین برس پہلے رکھی تھی۔

حضور قبلہ گاہی کے حکم کی تعمیل میں خاندانی مسجد شریف کی پختہ عمارت تعمیر کروائی تھی، اس سادہ سی مسجد شریف کے تمام تر مصارف حضور قبلہ گاہی نے دیے تھے، اس کی چھت ٹپکنے لگی تھی، اس کی طرف بھی توجہ ضروری تھی، فقیر نے اپنی ذاتی زمین سے بدل کر زمین حاصل کی اور وسیع وعریض رقبہ پر مسجد شریف کی توسیع کروائی، اس توسیعی کام میں چھپے ڈھکے اشرار حاسدین نے رکاوٹ ڈالی، آزار پہنچایا، قتل کی بھی سامنے آکر جسارت کی، لاکھوں کا پتھر اس بے جا حرکت کی وجہ سے مسجد شریف میں لگنے کے بجائے باہر رکھا ہوا ہے، مانعین مسلمان ہیں، مسجد شریف کی زمین پر قابض ہیں شوکتِ اسلامی کے اظہار کا ذرا بھی خیال نہیں، بہر حال جب وقت آجائے گا مسجد شریف کی تعمیر تکمیل پاجائے گی بکرمہ۔

سیرۃ و سوانح کی تحریر کا کام شروع ہو چکا تھا، وہ ان ایام ہموم میں بھی جاری رہا، اکثر اجزاء کی کتابت بھی ہوگئی، اس کے پہلے باب میں حضور پُر نور قبلہ گاہی قدس سرہ کے آقائے نعمت حضور مخدوم الاولیاء اشرفی میاں قدس سرہ کے خاصے احوال شامل تھے، اس کی شمولیت کے بعد خیال آیا کہ استقامت

ڈائجسٹ کانپورایڈیٹر صاحب نے اولیاءنمبر نکالنے کا فیصلہ کیا تو فقیر سے مضمون طلب کیا، میں نے "آئینۂ حسنِ خوباں" کے عنوان سے مضمون لکھ کر دیدیا اور وہ اولیاءنمبر حصہ اوّل میں چھپ گیا فقیر نے حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کو ملاحظہ کے لیے پیش کیا تو انبساط وخوشی سے پورا مضمون پڑھا اور فرمایا تھوڑی اور تفصیل سے سوانحیات لکھنے کی کوشش کرو، اس خیال کے آنے پر توجہ اس طرف ہوگئی، ۱۹۹۶ء کے اواخر میں کتاب مکمل ہوگئی، یہ ایک اربعین کی برکت ہوئی، آخر شعبان ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰ء کے اواخر میں عزیزی قرۃ عینی محمد عامر میاں سلمہ نے اس کو طبع کرایا تو ۴۶۸ صفحات کو کتاب محیط ہوئی اس وقفہ میں سیرۃ وحیات حضور امین شریعت کے کتابت شدہ اوراق بھی منتشر ہوکر نگاہ سے اوجھل ہو گئے، حیات مخدوم الاولیاء کی طباعت واشاعت کے بعد دارالاسلام دارالخیر درگاہ معلّٰی اجمیر مقدس میں حاضر تھا، جب محب گرامی پیر بھائی معظم حاجی عثمان مرزا رفاقتی علیہ الرحمہ نے بڑی منتوں سے کہا کہ دادا پیر ومرشد کی کتاب لکھ دی گئی چھپ بھی گئی، آج دربار میں حاضری دے کر پیر ومرشد قبلۂ عالم حضور امین شریعت کی سوانح مبارک کی بسم اللہ شریف لکھ دیجیے۔ اس طرح زیرنظر سیرۃ وسوانح کی بسم اللہ شریف کی تحریر کا آغاز اس عالم انوار میں ہوا۔

سیرۃ وسوانح طیبہ کی تحریر کا جب باضابطہ آغاز ہوا لکھتا گیا، جب اپنے خیال میں لکھنا تمام ہوا اور نظر پلٹ کر ڈالی تو معلوم ہوا کہ کچھ بھی نہیں لکھا گیا، مرقع ناتمام ہے۔ یہ منظر دماغ پر بار بن گیا، اس وقت عطاء خواجہ کی کرم فرمائی ہوئی اور اس کے بعد ایک دن قرۃ عینی محمد عامر میاں سلمہ کو ذاتی خاندانی ذخیرہ کتب کے کمرہ میں ایک پرانی بوری میں سے کچھ پرانے کاغذات دستیاب ہوئے انہوں نے لاکر دیے، دیکھنے کے بعد بڑے کام کے نکلے، اُن سے بے حد مدد ملی، اس کے بعد وقفہ وقفہ سے اضافہ کے لیے معلومات ومواد فراہم ہوتے گئے اور ان کی تسوید ہوتی گئی، حضور پُرنور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ کی مبارک زندگانی کے احوال (باصطلاح عرفاء) جن کی معرفت من وجہہ نصیب تھی، ان ہی سے مرقع تیار کیا، اگرچہ مرقع چھوٹا ہی سہی، اور رنگ بھی ہلکا سا، مگر رنگ اصلی، مشاہدات جس طرح دل میں اترتے ہیں، وہ پوری طرح بیان میں نہیں آتے اور جب ان کی تحریر کی باری آتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ رنگ وآہنگ

ہلکا اور ادھورا اترا ہے، یہی حال یہاں بھی ہے، پس ایک بڑا مبارک کام انجام پا گیا، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی زندگانی رشد و ارشاد و تبلیغ و اہتدا، کی زندگانی تھی، اس مرقع میں اُنہیں خطوط و نقوش کو منتقل کرنے کی جدو جہد کی گئی از اول تا آخر افادہ مدنظر رہا۔

-❁-

آخر میں یہ کہ آپ کی ذات سے محبت اور آپ کے حالات و کمالات و خصائص و واقعات میں مشغولیت اور آپ کے مرتبۂ عالی سے نسبت فقیر بے نوا کو

مِمَّنْ سَبَقَتْ لَهُمُ الْحُسْنٰی

میں بنائے گی اور اس کے صلہ میں اللہ رب العزت کی مغفرت اور اس کا بے پایاں فضل میسر آئے گا، عرفاء رب العزۃ جل شانہ دریا کی مانند ہیں، ان کے پاس بیٹھنے والا کبھی پیاسا نہیں رہ سکتا، جو جس کسی سے محبت رکھتا ہے، اس کا شمار بھی اُنہیں میں ہوتا ہے، اگرچہ اعمال یقینی میں وہ اُن جیسا نہ ہو، جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو حضور پُر نور قبلہ گاہی کی محبت عطاء کی ہے اور آپ کی خدمت کا موقع عنایت فرمایا ہے اور یہی خیر کی سب سے بڑی دلیل ہے والحمد للّٰہ الذی ھدانا لھٰذا وما کنّا لنھتدی لولا ان ھدانا اللّٰہ متوقع ہوں کہ آپ کی محبت سے، ہم کو دارین کی سعادت نصیب ہوگی اور اُنہیں صلحاء کے زمرہ میں ہمارا حشر ہوگا، آقاء مولیٰ ﷺ کا مبارک ارشاد ہے المرء من احبّ انسان اُنہیں کے ساتھ ہوگا، جن سے وہ محبت رکھتا ہے، سیدی امام نووی قدس سرہ حواشی مسلم شریف میں لکھتے ہیں:

"حدیث شریف میں صالحین کی محبت کی یہ شرط نہیں رکھی گئی ہے، کہ اعمال بھی اُنہیں جیسے ہوں اگر محبت کرنے والے والاعمل میں بھی اُنہیں جیسا ہوتا تو اُنہیں سے ہوتا"۔

سیدی علامہ امام البوئی قدس سرہ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ہر روز صالحین کے قلوب پر اتنی اتنی بار نظر فرماتا ہے، جب ان کے

دل میں کسی بندہ کی محبت اور تعلق پاتا ہے، تو اس بندہ کا اکرام فرماتا ہے اور اس کی لغزشوں سے درگزر فرما کر اس بندہ کو بھی اُنہیں میں شامل فرما دیتا ہے"۔

عارف باللہ سیدی مولانا امام جامی قدس سرہ السامی نے تحریر فرمایا کہ:

"عرفاء وصالحین کی حکایات واحوال کے مطالعہ اور سماعت کا کم سے کم فائدہ یہ ہے کہ طالبِ حق، جب یہ دیکھتا ہے کہ میرے افعال واحوال واقوال ان کے حوال وافعال کی طرز وروش پر نہیں ہیں، تو خود بینی، اس سے جاتی رہتی ہے اور ان کے کردار کے مقابلہ میں اپنے اندر تقصیر پاتا ہے تو غرور وریا سے بچ جاتا ہے"۔

سیرۃ وسوانح کی ترتیب تمام ہوئی تو کمپوزینگ کے لیے اپنی کتابوں کے کمپوزر عزیز گرامی قدر **سید شہاب احمد صاحب منعمی قمری**، خانقاہ شریف، **منعمیہ قمریہ**، میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی کو مسودہ سپرد کیا ان کا ممنونیت کے ساتھ ذکر ضروری ہے کہ وہ اپنی خاندانی شرافت ونجابت اور سعادت اطواری کی وجہ سے محبت وتوجہ سے کام کرتے ہیں اور خندہ جبینی کے ساتھ ہماری طرف سے درپیش دشواریوں کو برداشت کرتے ہیں شکریہ کے ساتھ ان کے لیے دارین کی صلاح وفلاح کی دعاء ہے۔

کمپوزینگ کے مراحل طے ہونے کے بعد طباعت کے لیے محب دلی صوفی احمد حسین امام خسرو شاہ رفاقتی اور عزیز دلی سعادت اطوار حاجی محمد امین انجینئر سلمہٗ ہمیشہ کی طرح مستعد وسرگرم ہوئے۔ توسیع وتعمیر درگاہ شریف مسجد شریف میں کارہائے نمایاں میں ممد ومعاون رہے، سالانہ عرس شریف کی تقریبات کے مصارف کے منصرم بھی ہیں انہیں خدمات کی پرخاش میں ۲۰۰۲ء میں حاسدوں اور شر پسندوں نے عین آغاز تقریب عرس مبارک کے وقت درگاہ شریف کے اندر ان کو مارا بھی لیکن ان دونوں کے قدم کو تزلزل نہیں ہوا، بلکہ استقامت نصیب ہوئی۔

ان خدمات میں ان کی وابستگی کو کوئی بھی نہیں پہنچتا تعمیرِ درگاہ شریف تعمیر خانقاہ شریف،

تعمیرِ دار العلوم حضرت امین شریعت میں ان کے نمایاں کارنامے ہیں ہمارے یہ دونوں عزیز ہماری دعاؤں کے خاص مستحق ہیں، یہ دونوں عزیز شروع سے ہی ہمارے دینی کاموں کے معاون اور دست و بازو ہیں اور قدرے قلیل جو بھی کام کیا ہے اس میں دونوں شریک غالب ہیں۔

جناب سید امداد حسین رفاقتی تو درگاہ شریف کی تعمیر کے بعد دارِ بقا کو کوچ کر گئے، فدائے حضور امین شریعت حاجی محمد عثمان مرزا رفاقتی اور مولوی شاہ محمد رفاقتی جیسے مخلص بھی دارِ آخرت کے لیے روانہ ہو گئے، ان دونوں نے سیرت و سوانح کا اکثر کمپوز شدہ حصہ دیکھا تھا، ان کی تمنا جلد تر طباعت کی تھی، افسوس ہے کہ جب یہ مرحلہ طے ہو رہا ہے، اور کتاب چھپنے جا رہی ہے وہ دنیا میں موجود نہیں، ان کے لیے بھی مغفرت اور قرب خاص کی دعاء ہے۔

-۞-

قرۃ عینی فرزند اکبر مولانا محمد عامر میاں سلمہ کو کتابت شدہ کا پیاں سپرد کرتا ہوں کہ یہ اپنے مقتدائے اسلام حضرت داداجان قدس سرہ کی سیرۃ و سوانح طیبہ کی کتاب کو حسب سابق دیدہ زیب، خوبصورت چھپوا کر اہل قبول حضرات اہل سنت اور برادران طریقت، سلسلۂ عالیہ قادریہ چشتیہ رفاقتیہ کے سالکوں کی دینی روحانی، ایمانی تربیت و انبساط کا اہتمام کریں کیا عجب کہ اس سے اس دور کے بے علم صوفیہ اور مدارس کے بے نسبت و عمل علماء کو بھی فائدہ پہنچے۔ واللہ ولی التوفیق۔

بندہ ناتواں کی قرۃ عینی عامر میاں سلمہ کے لیے رب العزۃ جل شانہ کی بارگاہ کرم میں حضور صاحب لولاک حبیب پاک اکرم الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے التجا ہے کہ وہ اپنے کرم سے ان کو عالی مقام اور نیک نام فرمائے، حقیقت و عرفان، عمر دراز صحت و سلامتی، قبولیتِ خلائق کی نعمتوں، برکتوں سے ارجمند و سرفراز فرمائے اور ان سے دین پاک کی عالی سے عالی تر خدمات انجام دلائے اور ان کو اپنے محبوبِ بارگاہ حضرت جد امجد کی صفات و حسنات کا مبصر و محسوس پیکر بنائے، دین و دنیا کے حسنات کا جامع

عالم باعمل، درویش باشغل بنائے اور مجھ بندہ بے نوا کے لیے ذخیرہ آخرت بھی، اٰمین اٰمین بجاہِ حبیبہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

استاذ الہند قطب الاقطاب علامہ امام نظام الدین محمد سہالوی لکھنوی قدس سرہ بانی درس بابرکت، درس نظامی نے اپنے شیخ پیر ومرشد کے مناقب کی مبارک کتاب مناقب رزاقیہ کے مقدمہ کے اختتام پر جو جملے تحریر فرمائے تھے اور دعاء والتجاء کی تھی اُنہیں بابرکت جملوں پر اپنے معروضات کو ختم کرتا ہوں جو بلاشبہہ بابرکت ہے، اللّٰھمّ اَفِضْ علیَّ انوار عطوفۃ الشیخ الاجلّ افاضتًا بعد افاضتاً، واکرمنی بتلالؤ لآلی فیضہ تلالوءاً بعد تلالوءٍ۔ واحینی، والقلب فی ذکرہ، وَامتنی فی الوقت الموعودِ، والروح یقضان بمطالعۃ جمالہ، واحشرنی والسریرۃ تحیی بمشادۃ ذاتہ وادخلنی فالدارین فی زمرۃِ احبّائہ۔

گدائے خواجہ پاک

فقیر قادری محمود احمد رفاقتی غفرلہ واصلح حالہ

خاک روب

خانقاہ رفاقتی، اسلام آباد

بھوانی پور، ضلع مظفرپور

خصائص وفضائل

حسناتُ الدهر، برکۃ العصر، زینۃ الدیار والامصار، قوۃ الاسلام، شوکتِ اہل سنت، رفیع الدرجۃ مختصریہ کہ بزم اہل سنت آپ کی ذات سے روشن ومنور ہوئی اسی اجمال کی تفصیل جس قدر بیان اور لکھنے میں آ سکی لکھی گئی۔

قبلۂ جسم وجان، کعبۂ دین وایمان سیدی الوالدالکریم قدس سرہ اسلامی ہند میں عظیم وجلیل شخصیت ومقتدا مانے گئے، وطن والے، مولانا صاحب کہتے اور حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر دامن کرم سے وابستہ ہونے والے حضرت صاحب کہتے، بقیہ جو بزرگ خاندان تھے وہ روشن چراغ کہتے، علماء کے حلقہ میں، فخر الاماثل سلطان المتکلمین، سلطان المناظرین، شیخ الحدیث، مفتی اعظم کے خطاب سے معظم و مفتخر ہوتے تھے، مشائخ واولیاء کی معظم جماعت میں واصل وموصل اعلی واکمل، روشن ضمیر، صافی قلب، صاحب نسبت اور صاحب خدمت بزرگ مانے جاتے، ان محاسن میں زیادہ تر کمالات وفضائل وہبی تھے، اکتسابی فضل کی تحصیل، علوم وفنون کی حد تک تھی، جماعتِ اہل سنت کے اعاظم واکابر کی مسند پر جلوس فرما تھے، اعمالِ صالحہ، اخلاقِ حسنہ میں اسلافِ عالی قدر کی عظمتِ شان اور جلالتِ مکان کے محسوس ومبصّر پیکر تھے، کریم بندہ نواز نے سیرت کے ساتھ، صورت بھی مثالی عطا فرمائی تھی، جو تنویرِ قلبی کی بھی ظاہری نشانی تھی اور وجاہت، عطائے کریم بندہ نواز تھی، وہ اہلِ دل، اہلِ محبت کو گرویدگی سے ہمکنار کرتی، ہزاروں میں بالاواعلیٰ دکھائی پڑتے، سلطان المتکلمین تھے، تو غزالی صفت بھی تھے، اپنی ذات وصفات سے اپنے عہد میں رونق اسلام اور مذہبِ اہل سنت وجماعت کی شان تھے، حضرت قبلہ گاہی نے سریرِ تدریس پر رونق افروز ہو کر علوم وفنون اسلامی کی تدریس فرمائی، مسندِ افتاء پر رونق افروز ہو کر احکام اسلامی کے نفاذ کی جدو جُہد کی، رونق ممبر ہو کر اسلام کی دعوت کا پرسوز داعیانہ حق ادا فرمایا، اعلاء کلمۃ الحق بلاخوف لومۃ لائم فرمایا، وسادہ ارشاد پر جلوس فرما کر اہل اسلام کے قلوب کو مطہر ومنور فرمایا، مسلسل مجاہد ومسافر رہے، حضرت قبلہ گاہی

منیبین میں تھے،ان کا ہر کام خاص اللہ ذوالجلال جل شانہ کی طرف رجوع تھا،آپ اہل تمکین اور اہل یقین تھے،سکینیت خاص صفت تھی،دنیا سے بے رغبت،بے نیاز اور بے طمع تھے اور اعلیٰ درجہ کے ذکی وفہیم مُدّبر تھے۔آپ کی زندگانی امام ومقتدا کی زندگی تھی،جس کو ہزاروں نے اپنا کر اپنی دنیا اور اپنی آخرت سنواری۔آپ علمائے آخرت میں تھے۔

-۞-

حضرات صحابہ کرام میں فضیلت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تمام امت کا اجماع واتفاق ہے،قرنِ تابعین کرام میں افضلیت پر اختلاف ہے،ایک گروہ کی رائے ہوئی کہ نسب وعبادت کے لحاظ سے حضرت امام علی زین العابدین رضی اللہ عنہ افضل ہیں،بعض نے فقروزہد اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دیا اور بعض نے ترویج شریعت وتجدید ملت کا لحاظ کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ترجیح دی اور بعض نے طریق طریقت کے اجراء کے لحاظ سے حضرت خواجہ حسن بصری کو بہتر کہا ہے۔

ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است

ایسی بحث ہر دور میں موضوع بنی رہی،اسی سلسلہ میں برکۃ الزماں سیدی امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے متنبہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا:

"تصانیف کی قلت وکثرت نہ وجہ مفضولیت نہ وجہ افضلیت،رحمت الٰہی نے ہر کسی کے حصے مقرر فرما دیے ہیں کسی کو خدمتِ الفاظ،کسی کو خدمتِ معانی اور کسی کو حصولِ مقاصد اور کسی کو ــــــ ایصال الی المطلوب"۔

کتابِ حاضر میں جو فضائل بیان میں آئے ہیں اُن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے فضائل،فضل رب اور عطائے مصطفائی ہیں،مدرسہ کا انتساب،جماعتوں کی سربراہی نہیں بلکہ دونوں آپ سے روشن ہوئے اور بلندی پائی۔

باب ا

بزرگانِ خاندان

حضرت مخدوم خواجہ سید جلال الدین ابدال چشتی قدس سرہ

حضرت مخدوم خواجہ سید جلال الدین چشتی قدس سرہ ہمارے خاندان کی اولین ذات گرامی ہیں جو سب سے پہلے مشہد مقدس سے لاہور اسلامی ہند میں تشریف لائے۔ حضرت مخدوم صاحب کو حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعتِ ارادت کا شرف حاصل ہوا۔ مشہدِ مقدس، قصبہ ہرون ضلع نیشاپور سے قریب تر ہے۔ اس لیے قیاس کا مقتضٰی ہے کہ مشہد مقدس میں جو مرجع انام ہے یہ شرف حاصل ہوا ہو۔ حضرت خواجہ نے خلافت سلسلۂ عالیہ علیہ حضراتِ چشت اہل بہشت کی عطا فرمائی۔ حضرت مخدوم صاحب نے برسوں خدمت میں حضوری و حاضری کی سعادت پائی۔ تکمیل سلوک اور عطائے خلافت کے بعد حضرت خواجہ نے تبلیغ اسلام کے لیے حضرت مخدوم صاحب کو مشرقی ہند کے مشہور خطۂ "ترھُت" کی ولایت عطا فرما کر اس دیار میں اقامت کا حکم فرمایا اور حضرت خواجہ نے حضرت مخدوم صاحب کی دلداری اور حوصلہ فرمائی

کے لیے اس دیار میں قدم رنجہ بھی فرمایا۔ حضرت خواجہ عثمان ہارون چشتی رضی اللہ عنہ کا وصال ۶۱۷ھ میں ہوا، ۹۱ برس عمر ہوئی یہ شرف شاید خطہ ترہت و بہار ہی کو حاصل ہے کہ ان دونوں ولایتوں میں حضرت خواجہ ہارونی قدس سرہ کے مریدوں کی بڑی تعداد موجود تھی پھلچھی شریف میں حضرت خواجہ ہارونی کا چلہ بھی قائم ہوا۔

آثاراتِ پھلواری شریف کے مؤلف حضرت مخدوم صاحب کے سلسلۂ اولاد میں تھے وہ لکھتے ہیں کہ "حضرت مخدوم خواجہ سید جلال الدین چشتی قدس سرہ مشہدِ مقدس سے لاہور تشریف لائے تھے، وہاں سے صوبۂ بہار میں بغرضِ رشد وارشادِ خلق تشریف لائے اور قصبہ حاجی پور ضلع مظفر پور میں مقیم ہوئے" محترم مؤلف کے اتباع میں حاجی پور اور ضلع مظفر پور کی روایت کو اور دیگر حضرات نے بھی دھرایا ہے، ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ اس وقت حاجی پور قائم بھی نہیں ہوا تھا مظفر پور قصبہ ۱۷۷۰ء میں معرضِ وجود میں آیا ضلع بعد میں بنا۔ فتح ترہت ۶۹۹ھ میں ہوا اور ۴۵ برسوں بعد ۷۴۴ھ میں حاجی الیاس ملقب سلطان شمس الدین بھنگرہ نے حاجی پور قائم کر کے اس کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور قلعہ تعمیر کرایا۔ حضرت مخدوم خواجہ سید جلال الدین ابدال چشتی کا سن وصال معلوم نہ ہوسکا، مگر وصال کی تاریخ میں چودھویں شعبان المعظم کو عرس مبارک کا فیض آج تک قائم ہے، سلطان شمس الدین بھنگرہ، کو حضرت مخدوم صاحب سے کمال درجہ کی عقیدت تھی، اس نے جب قلعہ تعمیر کرایا تو حلقۂ درگاہ معلّٰی کو قلعہ کے اندر شامل کرلیا اور روزانہ حاضر ہو کر فیض و برکت حاصل کرتا اور سالانہ عرس کا اہتمام کراتا، قلعۂ شمسی کے آثار مٹ چکے ہیں، لیکن مزار مبارک اب بھی چبوترہ پر موجود ہے، اب وہ علاقہ شہزاد پور قلعہ کہلاتا ہے، زائرین و حاضرین کی آمد و رفت جاری ہے۔ ۱۴ شعبان کو بڑے تزک و احتشام سے سالانہ عرس منعقد ہوتا ہے، خلق فوج در فوج زیارت و برکت کے لیے حاضر ہوتی ہے۔

حضرت مخدوم خواجہ سید ابراہیم چشتی قدس سرہ

حضرت مخدوم خواجہ سید جلال الدین ابدال چشتی قدس سرہ کے فرزند ارجمند حضرت مخدوم خواجہ سید ابراہیم چشتی قدس سرہ کی ذات گرامی بہت فیض بار تھی، یہ اپنے والد ماجد کے مرید وخلیفہ اور جانشین ہوئے، ان کی شادی موجودہ گردنیا چوک جروحا شریف حاجی پور سے پورب جانب واقع چشتی محلہ یا محلہ چشتیانہ میں ہوئی، اس کے بعد یہاں ہی اقامت گزیں ہوئے، خانقاہ قائم ہوئی مخلوق کی کثرت سے آمد ہوتی، لوگ دور دور سے حاضر ہوتے اور فیض یاب ہوتے، پریشان حال پانی دم کرا کے لے جاتے، اُن کے ازدحام کو ملاحظہ فرما کر حضرت مخدوم ابراہیم چشتی نے بڑا پختہ حوض تیار کرایا روزانہ کچھ پڑھ کر پانی پر دم کر کے حوض میں ڈال دیتے صبح وشام حاجت منداس میں سے پانی لے جاتے اور شفاء پاتے تھے۔ وہ حوض اب بھی موجود ہے، چشتی حوض یا چشتیانہ سے اب بھی مشہور ہے۔ جماعت خانہ بھی قائم تھا، جس میں مقیم رہ کر ذاکرین وشاغلین اللہ اللہ کرتے، آپ کا سن وصال دریافت نہ ہوسکا، محرم ۱۴۲۸ھ میں فقیر راقم الحروف زیارت کے لیے حاضر ہوا، تو لوگوں سے معلوم ہوا کہ گیارہ سیڑھیاں چڑھ کر قبر مبارک کی زیارت ہوتی تھی، مگر حال ہی میں وہ پورا علاقہ بک گیا اور خریدنے والے نے سب چبوترہ اور قبر مبارک کو کھود کر زمین کے برابر کر ڈالا، ہمراہیوں کے ساتھ فقیر نے ایصال ثواب کیا اور بادیدہ پُرنم واپس ہوا "مرحوم حاجی پور" کے مصنف لکھتے ہیں:

> "جروحہ میں ایک بڑا محلہ چشتی ہے، جہاں اگلے زمانے میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے خاندان کے افراد بستے تھے۔ آج اس محلہ میں ایک مسلمان بھی کسی قوم کا نہیں ہے"۔

سلسلہ ارادت، حضرات چشت اہل بہشت کے ساتھ خاندانی قرابت بھی رہی ہو، جس کی تفصیل دستیاب نہیں ہے۔

حضرت مخدوم سید آدم صوفی چشتی قدس سرہ

حضرت مخدوم سید آدم صوفی چشتی قدس سرہ کی ولادت ۵۸۳ھ میں محلہ چشتیانہ میں ہوئی، ان کو بیعت وخلافت اور جانشینی اپنے حضرت والد قدس سرہ سے تھی، آپ بڑے اولوالعزم بلند پرواز تھے، اس لیے والد ماجد کی رحلت کے بعد حضرت مخدوم سید شہاب الدین سہروردی پیر جگ جوت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب فیض کیا، حضرت پیر جگ جوت کی بے نہایت شفقت اور اپنی عقیدت کی بنا پر ان کے قدموں میں عالم پور جٹھلی شریف جا ٹھہرے۔ ایک سو تیرہ برس کی عمر میں گیارہویں صفر ۶۸۷ھ کو وصال فرمایا، "پکّی درگاہ" کے نام سے درگاہ معلّٰی مشہور ہے، سالانہ عرس ہوتا ہے، زائرین و حاضرین کی آمدورفت جاری ہے۔

حضرت مخدوم آدم صوفی چشتی قدس سرہ کو حضرت بابا شیخ فریدالدین چشتی گنج شکر رضی اللہ عنہ (وصال ۶۷۰ھ) نے بھی سلسلۂ عالیہ چشتیہ کی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی تھی۔

حضرت مخدوم خواجہ سید حمیدالدین صوفی چشتی قدس سرہ

حضرت خواجہ سید حمیدالدین صوفی چشتی قدس سرہ کا عقدِ نکاح حضرت مخدوم پیر جگ جوت قدس سرہ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت مخدومہ سیدہ بی بی جمال عرف بی بی جمالو قدس سرہا سے ہوا، حضرت پیر جگ جوت کی کوئی اولادِ نرینہ نہ تھی، اس لیے حضرت پیر جگ جوت کے وصال ۲۱ ذیقعدہ ۶۶۶ھ کے بعد وصیت کے مطابق ان کے جانشین ہوئے۔ آپ کی عمر شریف سو برس سے زیادہ ہوئی۔ نویں محرم الحرام ۷۷۰ھ کو وصال فرمایا، والد ماجد کے پاس قبر مبارک ہے۔

حضرت مخدوم خواجہ تیم اللہ سفید باز چشتی قدس سرہ

حضرت مخدوم خواجہ سید حمید الدین صوفی چشتی کی دیگر اولادوں کی تفصیل دستیاب نہیں ہے، صرف ایک فرزند حضرت مخدوم خواجہ سید تیم اللہ چشتی سفید باز کا ذکر حالات اولیاء میں ملتا ہے، آپ شاگرد مرید وخلیفہ اپنے حضرت والد ماجد کے تھے، والد ماجد کے بعد ۷۷۰ھ میں والد اور نانا حضرت مخدوم پیر سید شہاب الدین پیر جگجوت قدس سرہ کی مسندِ ارشاد پر مسند نشین ہوئے، انہوں نے مسند ارشاد پر رونق افروز ہو کر خلائق کے قلوب میں محبت الٰہی کی جوت جگائی، خلائق کی خدمت کا جذبہ فرواں پیدا کیا، ان کے نفس قدسی کی برکتوں سے صوبہ بہار میں سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ کا شیوع بہت ہوا۔ آپ کے زمانے کے تمام اولیاء صلحا، آپ کی علو باطنی کے معترف ومداح تھے۔ خدا طالبوں اور سالکوں کے طبقہ میں آپ "سفید باز" کہے جاتے تھے یعنی جو کوئی بھی آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوا، وہ خدا تک جلد پہنچا، اُن کے فرزند اکبر حضرت مخدوم خواجہ فیض اللہ چشتی قدس سرہ متوفی ۸۳۱ھ تھے، وہ اگرچہ جٹھلی شریف اور بہار شریف کے سجادہ نشین ہوئے مگر ایک عرصہ کے بعد انہوں نے کرجی شریف میں خانقاہ کی بنیاد ڈالی جو جماعت خانہ کے نام سے مشہور تھی۔ یہاں آٹھ پشتوں تک کے بزرگوں نے مخلوق خدا کی خدمت کی اور اُن میں خدا کی رضا کی طلب کا جذبہ صادقہ پیدا فرمایا۔

حضرت مخدوم خواجہ سفید باز قدس سرہ کے دوسرے ممتاز اور عالی قدر مرید وخلیفہ حضرت سید شاہ شمس الدین کنتوری چشتی تھے متوفی ۸۵۰ھ تھے۔ ان کا فیضان زوروں میں پھیلا اور فیض رساں ہوا، اِنہیں حضرت مخدوم خواجہ سفید باز قدس سرہ نے اپنے حقیقی خالہ زاد بھائی اور مرشد ارشاد مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد فردوسی قدس سرہ کے مشورہ کی تعمیل میں ارول شریف کی ولایت عطاء فرما کر وہاں کی اقامت کا حکم وامر فرمایا، انہوں نے حکم کی تعمیل میں تبلیغ دین کا کام شروع فرمایا، انہوں نے دو خانقاہیں قائم کیں

ایک ارول شریف میں دوسری سہاور میں، ارول شریف کی خانقاہ اب بھی قائم ہے اور رشد وارشاد کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرت کے تیسرے خلیفہ حضرت صوفی ضیاء الدین متوفی ۸۲۸ھ بن شیخ نورالدین بن قطب الدین منور بن برہان الدین صوفی بن حضرت جمال ہانسوی چشتی تھے، ان کا دورِ ارشاد بھی فیض رساں تھا۔

حضرت مخدوم خواجہ سفید باز قدس سرہ پر حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چشتی چراغ دہلی قدس سرہ وصال ۷۵۷ھ کی بھی خاص نظر تھی۔ ایک عرصہ تک ان کی خدمت میں حاضری وحضوری کی برکتوں، سعادتوں کی عظمت سے سرفراز رہے، حضرت چراغ دہلی نے خلافت کے ساتھ خرقہ بھی عطاء فرمایا، آپ کی شادی حضرت مخدوم خواجہ شیخ شہاب الدین گنج علم ابن حضرت شیخ کبیر بابا فریدالدین گنج شکر چشتی قدس سرہ کے خانوادہ اخلاف میں قصبہ بہار شریف کے محلہ چشتیانہ میں ہوئی، شادی کے بعد آپ نے یہاں ہی رہائش اختیار کرلی۔ مخزن الانساب میں ہے "درایں مقام مرکزِ بزرگانِ دین وفقراء وپیشوایان بودہ ست"، آپ کا وصال ۹ محرم ۷۹۰ھ کو ہوا، مزار مقدس "حوض علاء الدین" پر ہے۔

حضرت کی دو صاحبزادیاں تھیں، بی بی منورہ حضرت شاہ عبدالوہاب جیلانی چشتی محلہ چشتیانہ بہار کو بیاہی تھیں اور بی بی عابدہ حضرت مخدوم سید احمد چرمپوش کے صاحبزادے کو منسوب تھیں اُنہیں کے نواسوں میں حضرت مخدوم معزالدین کرجی شریف بھی تھے وہ سلسلہ چشتیہ کے اکابر مشائخ میں تھے۔ ان کے بھائی کے نواسہ حضرت مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ پھلواروی کے والد شاہ ظہور اللہ تھے خود حضرت شاہ محمد مجیب اللہ پھلواروی ان کے خلیفہ تھے۔ صاحبزادگان میں حضرت شاہ فیض اللہ اور حضرت شاہ نعیم اللہ صاحبان کے نام تذکروں میں محفوظ ہیں ایک تیسرے فرزند حضرت سید شاہ میر عبداللہ علیہ الرحمہ بھی تھے اُن کے خلف اکبر حضرت سید میر دھائی تھے، اس معروف نام کی وجہ یہ تھی کہ اس اطراف کی مخلوق آفات کے وقت ان کے نام کی دھائی دیتی تھی۔ میر دھائی اپنی مصاہرہ میں حاجی پور سے جانبِ مغرب جا کر آباد ہوئے، اور وہ جگہ

اُنہیں کے نام سے میر دُھائی چک نام زد ہے۔

بعد کے ادوار میں حضرت مخدوم سفید باز چشتی کے اخلاف کی شادیاں حضرت مخدوم سید عطاء اللہ قادری بغدادی خلیفۂ اعظم حضرت نور قطبِ عالم پنڈوہ شریف اور حضرت مخدوم سید فرید الدین چشتی طویلہ بخش کے خانوادوں میں بھی ہوئیں، حضرت مخدوم طویلہ بخش قدس سرہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ کے حقیقی برادر عم زاد حضرت مخدوم سید ابراہیم بخاری کے بیٹے تھے، مخدوم سید ابراہیم چشتی کو حضرت سلطان المشائخ نے تعلیم وتربیت کے لیے حضرت مخدوم اخی خواجہ سراج الدین عثمان آئینۂ ہند کو سپرد فرمایا، وہ اپنے ہمراہ لکھنوتی لائے ان کی شادی بیاہ اپنے مرید مخدوم علاء الدین گنج نبات کی اہلیہ کی بہن سے کرائی اور ان کی پرورش کرتے رہے۔ یہ بی بی صاحبہ حضرت مخدوم بدر عالم زاہدی کی بہن تھیں۔

حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز چشتی کے اخلاف فاطمی حسنی، حسینی، صدیقی، فاروقی، عثمانی، جزئیت سے بھی سرفراز ہیں لیکن اصلاً فاطمی حسینی ہیں۔

شجرہ نسبی

حضرت مخدوم خواجہ سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ کا شجرہ نسبی ماضی قریب کے بھی بہت سے لوگوں نے لکھا ہے، جناب شاہ عطا حسین منعمی گیاوی نے کنزالانساب میں حضرت مخدوم سفید باز چشتی کو حضرت سیدنا قاسم بن علی اصغر بن امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد بتایا ہے، آثارات پھلواری شریف کے مؤلف نے جو اسی خانوادہ کے فرد ہیں، انہوں نے حضرت علی اصغر کے بعد عمر اشرف کا اضافہ کیا ہے، حضرت مخدوم خواجہ سفید باز چشتی کا شجرۂ نسبی جو خاندانوں میں رائج ہے، وہ اس طرح ہے:

حضرت مخدوم خواجہ سفید باز چشتی قدس سرہ کے دادا محترم حضرت مخدوم آدم صوفی چشتی تھے ان کے والد ماجد حضرت مخدوم خواجہ سید ابراہیم چشتی تھے ان کے والد ماجد حضرت مخدوم خواجہ سید جلال الدین

چشتی مشہدی قدس سرہ کے جدامجد حضرت سید محمود بن یعقوب کے جدامجد مشہور بزرگ حضرت ابراہیم ادھم ثانی تھے اور وہ حضرت مخدوم ابراہیم ادھم بلخی کے نواسے ہیں امتیاز کے لیے ان کے نام کے ساتھ ثانی کا اضافہ کیا جاتا ہے اور روایت مشہورہ کے مطابق حضرت ابراہیم ادھم بلخی فاروقی ہیں، اور حضرت بلخی کا یہی شجرہ عام طور پر رائج ہے۔

حضرت مخدوم خواجہ سید تیم اللہ سفید باز چشتی ابن مخدوم خواجہ سید حمید الدین صوفی چشتی ابن حضرت مخدوم آدم صوفی چشتی ابن مخدوم سید ابراہیم چشتی ابن حضرت مخدوم خواجہ سید جلال الدین چشتی ابن سید حسن ابن سید محمود ابن ابراہیم ادھم ثانی ابن سید سفیان ابن سید ناناصر ابن سید محمود ابن یعقوب ابن سید احمد ابن اسحاق ابن سید امام عمر زاہد ابن محمد صوفی ابن امام قاسم ابن امام علی اصغر ابن امام عمر اشرف ابن حضرت امام علی زین العابدین رضی اللہ عنہم۔

یہی شجرہ رئیس العشاق مولانا امام مظفر بلخی قدس سرہ کا بھی ہے۔ خاندانی محققین انساب کی تحقیق ہے کہ اس شجرہ میں مادری بزرگوں کے نام بھی شامل ہو گئے ہیں، اور ان کا امتیاز دشوار تر ہے، مگر خاندان میں یہی شجرہ رائج ہے۔ حضور پُرنور قبلہ گاہی امین شریعت قدس سرہ بھی ایسا ہی فرماتے تھے۔

نانہالی شجرہ

حضرت پیر جگجوت اوران کے نواسے

حضرت مخدوم خواجہ سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ کی حضرت والدہ ماجدہ مخدومہ سیدہ بی بی جمال عرف جمالو حضرت مخدوم سید شہاب الدین پیر جگجوت سہروردی قدس سرہ کی سب سے چھوٹی اور محبوبہ بیٹی تھیں، حضرت پیر جگجوت قدس سرہ کاشغر سے ایران اور ایران سے لاہور تشریف لائے، ہندوستان کی آمد سے پہلے ایک مدت تک طلب حق کی غرض سے حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کی خدمت میں

حاضر رہے، بیعت کی اور تکمیل سلوک کے بعد اجازت وخلافت سے فیض یاب ہوئے، پھر حضرتِ شیخ کے حکم سے دیارِ ہند کی سیاحت فرماتے ہوئے، اس مقام پر اقامت فرمائی، جو بعد میں حاجی پور کہلایا عرصہ کے بعد عالم پور تشریف لے گئے، جو جٹھلی شریف سے مشہور ہے یہاں رشد وارشاد کا سلسلہ جاری فرمایا، آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ طاہرہ بی بی مریم عرف ملکہ جہاں بنت سید وجیہ الدین کاشغری اور آپ کی چار صاجزادیاں ایک خادمہ اور چند رفقاء شریک سفر تھے۔

حضرت پیر جگجوت قدس سرہ صوبۂ بہار کے بہت متقدم بزرگ ہیں آپ کی ذات برکات سے صوبۂ بہار میں فقر وعرفان کا بہت شیوع ہوا، صدہا طالبین، مرتبۂ کمال کو پہنچے، صدہا خدارسیدہ مشائخ واولیاء آپ کی صحبتِ پاک کے فیض سے فیض یاب ہوئے، حضرت مخدوم آدم صوفی چشتی اور حضرت شیخ احمد یحییٰ، حضرت مخدوم خواجہ سید حمید الدین صوفی چشتی قدست اسرارہم مشائخ ومحبوبان بارگاہ حضرت رب العزت جل شانہ، شیخ وقت اور صاحب نسبت اور صاحب سلسلہ بزرگ تھے لیکن یہ حضرت پیر جگجوت سے فیض یاب ہو کر خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔

حضرت پیر جگجوت قدس سرہ بہت بافیض اور کثیر الذریۃ بزرگ تھے، صوبۂ بہار میں شاید ہی کوئی ایسا خاندان ہوگا جس کو آپ کی جزئیت نہ پہنچی ہو، آپ کی خصوصیات میں ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کی اولاد میں صدہا اولیاء اللہ اور مخدومانِ وقت ہوئے ہیں۔ اس لیے اہل تصوف آپ کو حضرت ابراہیم علی نبینا وعَلَیْہِ السَّلام کے نقش قدم پر تصور کرتے ہیں، یعنی جس طرح حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ عَلَیْہِ السَّلام کی ذریات طیبات میں انبیاے کرام عَلَیْہِمُ السَّلام ہوئے ہیں، اسی طرح حضرت کی اولاد میں کثیر در کثیر اولیاء اللہ ہوتے رہے، جود جواد کریم جل شانہ کے کرم سے امید ہے، قیامت تک یہ سلسلۂ فیض جاری رہے گا۔

حضرت مخدوم پیر جگجوت قدس سرہ کی چاروں صاجزادیاں ولیہ کاملہ تھیں، اور ان چاروں کی شادیاں بھی مخدومان وقت سے ہوئیں، حضرت مخدومہ بی بی جمال کا ذکر ہو چکا۔

مخدومہ بی بی رضیہ

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ تاج فقیہی

حضرت مخدومہ بی بی رضیہ کی شادی حضرت مخدوم احمد یحییٰ منیری تاج فقیہی متوفی ۶۹۰ھ سے ہوئی جن کے فرزند اکبر شیخ الاسلام والمسلمین سلطان المحققین مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہ متوفی ۶ شوال ۷۸۲ھ کی جلالت شان مسلّم ہے بکثرت تذکروں میں آپ کے احوال مرقوم ہیں ۔آپ کی نسل نواسوں سے جاری ہے۔

مخدومہ بی بی حبیبہ

حضرت مخدوم سید احمد چرمپوش تیغ برہنہ قدس سرہ

حضرت مخدومہ بی بی سیدہ حبیبہ کی شادی حضرت مخدوم سید موسیٰ ہمدانی قدس سرہما سے ہوئی، اکثر تذکرہ نگاروں نے اُن کو ہمدان کا حکمراں لکھا ہے، انہوں نے ترک امارت کر کے فقر ومعرفت کی راہ اپنائی، حضرت مخدومہ بی بی حبیبہ کے بطن مبارک سے تین فرزند حضرت سید احمد حضرت سید محمد اور حضرت سید محمود کی ولادت ہوئی، حضرت مخدوم سید احمد کی ولادت ۶۵۷ھ میں ہمدان میں ہوئی، ان کا طفولیت کا زمانہ بزرگ نانا کے زیر سایہ گزرا، مخدوم سید احمد نے تبت جا کر تبلیغ اسلام فرمایا، آپ تیغ برہنہ کے لقب سے بھی مشہور تھے، آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا کوئی جملہ خالی نہیں جاتا تھا، سلطان محمد تغلق، بنگال جاتے ہوئے مشائخ بہار کی زیارت کے ارادے سے مونگیر کی ندی پار کر کے قصبہ بہار پہنچا، وہاں حضرت مخدوم سید احمد چرم پوش اور مخدوم جہاں شیخ شرف الدین کی ولایت و بزرگی کا عام شہرہ تھا، سلطان نے خیال کیا کن بزرگ کے آستانہ پر حاضری پہلے دوں، یہ خیال آ کر یہ تجویز اس کے ذہن میں آئی کہ ہاتھی کو چھوڑ دوں وہ جس آستانہ کے

دروازے پر جا کرٹھہرے پہلی زیارت اُنہیں بزرگ کی کروں، ہاتھی حضرت مخدوم سید احمد چرم پوش کے آستانہ پر جا کرکھڑا ہوگیا، سلطان عمائدین کے ساتھ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت مخدوم پاک درازی سن وعمر اور ضعفِ جسمانی کی وجہ سے پاوں پھیلائے بیٹھے ہوئے تھے، سلطان کے وزیر نے سلطان کا تعارف کرایا، اور بنگال کی بغاوت پر قابو پانے کی دعاء کی درخواست پیش کی حضرت مخدوم پاک نے گوڈری کا ایک ٹکڑا لپیٹ کر سلطان کی طرف پھینک دیا اور ایک مٹھی بُھنا ہوا چنا عطاء فرما کر رخصت کیا، یہاں سے وہ حضرت مخدوم جہاں کے دربار میں حاضر ہوا، دعاء کی درخواست پیش کی حضرت مخدوم جہاں نے دعاء فرمائی اور بادشاہ کی ضیافت کے لیے ایک مرغ عطاء فرمایا، بادشاہ نے کہا میں مرغ نہیں کھاتا حضرت مخدوم جہاں نے فرمایا ہمراہی کھالیں گے، اور بوقت رخصت بادشاہ کو آگے کیا اور خود پیچھے چلے، یعنی پشت پناہی کی بنگال چند گھنٹوں میں سلطان نے فتح کرلیا۔

حضرت مخدوم جہاں کی روایت سے یہ واقعہ مرقوم ہے، کہ ایک شوخ آدمی حضرت مخدوم جہاں کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ الولی یُحْیِی وَ یُمِیْتُ ولی زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے یہ کیسے؟ حضرت مخدوم جہاں نے فرمایا اس کا جواب بھیا یعنی مخدوم سید احمد چرمپوش دیں گے، ان کے پاس جاؤ، وہ وہاں کے لیے چل کھڑا ہوا، اور ایک مکھی مار کر ہاتھ میں لیتا گیا، در دولت پر حاضر ہو کر اس نے الولی یحیی و یمیت ولی زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے کہہ کر مکھی والا ہاتھ آگے بڑھا دیا حضرت چرمپوش قدس سرہ نے مکھی سے مخاطب ہو کر فرمایا زندہ ہو کر اُڑ جاوہ اڑ گئی، اب اس شوخ نے کہا، مارتا کیسے ہے؟ جواب میں فرمایا، ابھی پتا چل جائے گا، یہاں سے رخصت ہو کر دروازہ سے باہر ہوا تھا، کہ شور سنائی دیا ہاتھی پاگل ہو کر بے قابو ہوگیا ہے، ہٹو، بچو، بھاگو کی آوازیں فضاء کو پرشور کر رہی تھیں، قضارا ہاتھی نے اس کو پکڑا اور ران کے دو ٹکڑے کر دیے، حضرت مخدوم جہاں نے اطلاع پائی تو فرمایا بھیا نے خوب کرامت دکھلائی۔

چرم پوش لقب کی وجہ یہ تھی کہ جب آپ سیوان ضلع چھپرہ میں حضرت حسن پیارے قدس سرہ سے ملے تو اُن کے پاس اس دنبہ کا چمڑا موجود تھا جو حضرت سیدنا اسماعیل عَلَیہِ السَّلام کی جگہ قربان ہوا تھا، حضرت مخدوم چرمپوش کو حضرت حسن پیارے نے مرحمت فرمایا حضرت مخدوم سید احمد نے درمیان سے چاک کر کے گلے میں ڈال لیا، آپ سادات کاظمی میں ہیں حضرت مخدوم احمد چرمپوش کا وصال ایک سو اٹھارہ برس کی عمر میں ۲۶ صفر ۷۷۶ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک بہار شریف، انبیر شریف میں ہے پھاٹک کے پاس حضرت بی بی حبیبہ کی قبر مبارک ہے حضرت مخدوم جہاں آپ سے چھ برس چھوٹے تھے۔

مخدومہ بی بی ھدیّہ

مخدوم عطاء اللہ تاج فقیہی

ان مخدومہ کی شادی حضرت مخدوم جہاں کے چچا حضرت مخدوم عبد العزیز ابن مخدوم تاج فقیہ کے صاحبزادے حضرت مخدوم سلیمان لنگر زمین سے ہوئی، جن سے حضرت مخدوم عطاء اللہ اور مخدومہ بی بی کمال کاکوی کی ولادت ہوئی، بی بی کمال کے فرزند حضرت شاہ حسین ڈھکر پوش تھے، وہ حضرت مخدوم علاء الدین چشتی پنڈوی کے مرید وخلیفہ تھے، قصبہ بہار شریف کی حاضری کے موقع پر حضرت مخدوم سید اشرف سمنانی قدس سرہ ان سے ملاقات کرتے تھے۔

حضرت مخدوم خواجہ سید تیم اللہ سفید باز چشتی کے اخلاف

حضرت مخدوم خواجہ سفید باز قدس سرہ کے اخلاف اور نبی اعمام کی اولاد یں جروحا شریف، جٹھلی شریف، محلہ چشتیانہ، بہار شریف، کاکو شریف آبگلہ شریف وغیرہا میں آباد ہوئیں، حضرت میر عبداللہ چشتی کے پرپوتے، میر شاہ جلال الدین چشتی جروحا شریف سے ترہت کے علاقہ بسارہ پرگنہ کے معروف گاؤں، جہانی پور میں شاہ جہاں بادشاہ کے زمانے میں آئے، تھوڑے عرصہ کے بعد یمانی پور نام کے گاؤں میں منتقل ہو گئے، اُن کے ہمراہ ان کے صاحبزادگان اور بیوی اور ایک بیٹی کے علاوہ ایک نور باف خادم

مع اہل واعیال بھی یہاں آئے، اُنہیں پونے دوسوبیگھ زمین بصلہ دعاءگوئی ملی، شاہ جلال الدین چشتی کی آمد کے بعد یہاں اور دیگر اقوام کے مسلمان آ کر آباد ہوتے گئے۔ اب اُنہیں دوسروں کی تعداد زیادہ ہے، میر شاہ جلال الدین کے بیٹے شاہ خوشحال الدین تھے ان کے بیٹے شاہ محب اللہ تھے ان کے پانچ پوتے تھے، چوتھے پوتے میر رحمت اللہ تھے جوانی میں ان کا انتقال ہوگیا، شاہ تراب علی صاحب اپنے چاروں بھائیوں میں زیادہ متوکل اور پڑھے ہوئے تھے، لہٰذا مذکورہ جائداد تین بھائیوں اور ایک بہن میں تقسیم ہوئی۔ اور حضرت شاہ تراب علی چشتی نے اپنا حصہ ترک کیا۔

میر شاہ تراب علی کے ایک فرزند میر شاہ خدا بخش اور ایک دختر تھیں، میر شاہ خدا بخش مرحوم کی شادی اپنے دوسرے حقیقی چچا شاہ شرف الدین مرحوم کی دختر سے ہوئی، ان سے دو بیٹے اور ایک بیٹی کی ولادت ہوئی، بڑے فرزند مولانا شاہ حسین بخش صاحب تھے اور چھوٹے مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم تھے، یہ فارسی کے بڑے ماہروں میں تھے، جناب محمد شعیب بیکاؤ صاحب مرحوم کہتے تھے کہ رشتہ داری کے ایک گاؤں سیدھولی ضلع دربھنگا کے رشتہ دار دارالعلوم دیوبند سے پڑھ کر وہاں، مدرس اور ناظم تعلیمات مفتی اور کیا کیا ہوئے، وہ رشتہ داری کے مواضعات میں گھومتے ہوئے یہاں بھی آئے اور رحیمن مولوی صاحب سے بھی ملے، مولوی صاحب نے اُن سے پوچھا سنا ہے، کہ تم دیوبند مدرسہ سے فاضل پاس کر کے آئے ہو، مجھ سے فارسی میں بات کرو اور بات شروع کردی، فاضل دیوبند نئے نئے فاضل تھے گفتگو میں ساتھ نہ دے سکے مولوی صاحب نے کہا کیا خاک پڑھ کر آئے ہو؟ یہ مفتی عبدالحفیظ تھے جو آخر میں مدرسہ امدادیہ دربھنگا کے صدر مدرس اور مفتی ہوئے، مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم اپنے والد ماجد اور بڑے بھائی کے شاگرد تھے، اور یہ معلم تھے۔ علاقہ کے کائستھ ہندوان کے شاگرد تھے، اس علاقہ میں عارض پور کے مولانا محمد طاہر صاحب مرحوم عربی کے مشہور عالم تھے۔ مولوی رحیم بخش صاحب ان کی علمی فضیلت کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ عربی میں مولانا طاہر اور فارسی میں ہم، لیکن حیرت ہوتی ہے، جب اُن کے اخلاف کی طرف نظر جاتی ہے تو علم وتہذیب کا دور دور پتا نہیں ملتا۔

دادااور والد کا تعلیمی سلسلۂ تلمذ

مولانا میر حسین بخش صاحب مرحوم نے والد ماجد سے پڑھنے کے بعد جونپور کا رخ کیا، اور وہاں مدرسۂ حنفیہ میں جو نیا نیا قائم ہوا تھا درس لیا وہاں سے واپس لوٹے تو گاؤں ہی میں اقامت رکھی، عبادت و ریاضت اور گاؤں کی آبائی مسجد شریف کی امامت کراتے رہے انہیں بیعت کا شرف خانقاہ رشیدیہ جونپور کے سجادہ نشین سے حاصل تھا وہ مولانا شاہ عبد العلیم آسی غازی پوری کے پیر بھائی تھے، مولانا حسین بخش صاحب کی شادی منگر پال چھپرہ ضلع میں میر دہائی چک کے خاندانی اقرباء میں ہوئی، اُن کے دو فرزند اور دو دختر تھیں، فرزند اکبر مولوی محمد بخش صاحب مرحوم اور فرزند دوئم مولوی میر عبد الرزاق صاحب تھے، مولوی میر محمد بخش صاحب مرحوم اپنی مصاہرہ بلتھی رسول پور میں جا بسے اور انہوں نے یہاں بھی تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھا، صد ہزار افسوس کہ ان کی اولادوں سے علم کا آبائی سلسلہ جاتا رہا، سدا رہے نام اللہ کا۔

دادا مرحوم مولوی عبد الرزاق صاحب مرحوم نے اپنے والد ماجد اور بڑے بھائی صاحب سے پڑھا، اس کے بعد جونپور شریف گئے اور مدرسۂ حنفیہ میں علوم کی تحصیل و تکمیل فرمائی، وہ ضیاء الملۃ والدین اُستاذ العلماء مولانا محمد ہدایت اللہ خاں صدر المدرسین مدرسۂ حنفیہ کے شاگرد رشید تھے، ان کا زمانۂ تحصیل اور رئیس المتکلمین اعظم العلماء مولانا حاجی سید شاہ محمد سلیمان اشرف صاحب سابق صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کا زمانہ طالب علمی ایک ہی ہے، تحصیل علوم کے بعد بھی ایک عرصہ تک مدرسۂ حنفیہ میں رہے، والد ماجد کا انتقال ہوگیا تو وطن آئے اور ساری زندگانی وطن میں علم دین کی تعلیم اور امامت کی خدمت انجام دیتے رہے اور مختصر سی کاشت کی زمین پر قناعت کرتے بے طمع اور صابر و شاکر اور عابد و مرتاض اور کثیر الاشغال تھے۔

اُن کے زمانے میں غیر مقلد عالم، عبد العزیز رحیم آبادی کا بڑا دور دورہ اور شہرہ تھا۔ اُن کے والد شیخ احمد اللہ پہلے راسخ العقیدہ سُنی حنفی تھے مگر جب مولوی عبد العزیز رحیم آبادی دہلی میں میاں نذیر حسین سورج گڑھی مونگیری سے پڑھ کر واپس لوٹے تو پکے غیر مقلد وہابی اور مجادل تھے، باپ کو بھی وہابی غیر مقلد بنا لیا،

لیکن حضرت دادا مرحوم اُن سے مرعوب نہیں ہوئے۔ حمیّتِ مذہب میں اُن کے مدِّ مقابل آگئے، دادا جان مرحوم کو معلوم تھا کہ مولوی عبدالعزیز رحیم آبادی سن ۱۳۰۱ھ میں مرشد آباد بنگال کے مشہور سُنّی وہابی مناظرہ میں ضیاء الملۃ والملۃ شیخ الاسلام والمسلمین اُستاذ العلماء مولانا محمد ہدایت اللہ خاں علیہ الرحمہ کے مقابل عاجز و ساکت ہو گئے تھے، جناب محمد شعیب بیکا وَ صاحب مرحوم ہی بیان کرتے تھے کہ ابوالقاسم صاحب مختار کی شادی کی برات قریبی موضع نیر پور گئی، لڑکی والے مولوی رحیم آبادی کے مرید تھے، چنانچہ شادی کی تقریب میں وہ بھی مدعو تھے، نکاح کے وقت مولانا عبدالعزیز تقریر کے لیے کھڑے ہو گئے اور مسلک تقلید کے سلسلہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی شانِ ارفع میں زبان درازی شروع کی، مولانا عبدالرزاق صاحب سامنے بیٹھے تھے کچھ دیر تو وہ خاموش رہے، اُن کا عصا بھی اُن کے پاس تھا، اُنہوں نے اس کے جواب میں عصا سے بھرپور ضرب مولوی رحیم آباد کے سر پر لگائی شور مچ گیا، ہنگامہ کھڑا ہو گیا، مگر ہوتا کیا؟ آپ ابوالقاسم مختار نوشہ کے پھوپھا تھے معاملہ جلد ہی ٹھنڈا ہو گیا، اس کے انجام میں اس علاقہ میں مولوی عبدالعزیز کا دورہ بند ہو گیا۔

دادا مرحوم کی شادی، حاجی سید شاہ وارث علی صاحب علیہ الرحمہ ابن میر سید سعادت علی ابن شاہ نجیب اللہ کی دختر سے ہوئی وہ بڑے مرتاض اور عابد و زاہد بزرگ تھے، اُن کی ایک کرامت کا واقعہ ایک سلسلۂ بیان میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے بیان فرمایا کہ:

> "نانا مرحوم اپنے باغ کے جھونپڑے میں رہتے تھے، ایک دن صبح کے وقت ان کا خادم اُن کے جھونپڑے میں گیا، مگر ان کو نہیں پایا، کنوئیں میں دیکھا پتا نہیں، اعزہ اقرباء خبر پا کر دوڑے سب نے مل کر دیکھا مگر پتا نہیں، سب پریشان تھے، اتنے میں دیکھا کہ حاجی صاحب مسکراتے ہوئے جھونپڑے سے نکل رہے ہیں حاجی صاحب فارسی کے شاعر بھی تھے"۔

دادا مرحوم کے ۴ فرزند اور دو دختر تھیں۔ بڑے مولوی قطب الدین احمد صاحب حضرت سیدی الوالد قدس سرہ، مقبول احمد اور سب سے چھوٹے فرزند ڈاکٹر حبیب الرحمن صاحب مرحوم تھے۔

برادرِ بزرگ

بڑے ابا مولوی قطب الدین احمد صاحب بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے، جب ۱۳۴۴ھ ۲۵ جمادی الاخرہ بروز پنجشنبہ کو ۶۵ برس کی عمر میں دادا صاحب علیہ الرحمہ نے وفات پائی تو آپ ہی سب کے نگراں قرار پائے، آپ نے سب بھائیوں، بہنوں پر بڑی شفقت فرمائی، تلاش معاش میں کلکتہ گیے، دینی علمی ماحول میں پرورش پائی تھی، وہ ان کی مددگار ہوئی کلکتہ کی دینی شخصیتوں سے تعلق قائم کیا، خاندان اشرفیہ بلیمارن دہلی کے مشہور درویش عالم مولانا سید شاہ محمد طاہر اشرف صاحب رشد وارشاد کے سلسلے میں کلکتہ جاتے تھے اور ہفتوں قیام فرماتے تھے، کرم خداوندی سے اُن کے دامن دولت سے وابستہ ہو کر، جلد ہی مقربین کے زمرہ میں داخل ہو گئے، جو کمی تھی اس میں پختگی آتی گئی، دینیات کی کتابوں کا مطالعہ محبوب مشغلہ ہو گیا اور اد و وظائف اور طاعت و بندگی کی طرف رغبت بڑھتی گئی، شجرہ خوانی اور پر درد لمبی دعاء ان کے خصائص میں تھے، کلکتہ میں مولانا عبد العزیز خاں مولانا حاجی محمد لعل خاں ویلوری رئیس و تاجر کلکتہ، مجدد مأۃ حاضرہ امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے محبوب و مقرب خلیفہ و مرید کے خلیفہ اور بھتیجے تھے، اُن کے خاص دینی معاون اور رفیق کار بن گئے۔

بڑے ابا مولوی قطب الدین احمد صاحب فرماتے تھے کہ یہاں مولانا محمد حامد رضا خاں صاحب، مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی، حضرت محدث صاحب کچھوچھا شریف، مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب، مولانا غلام قطب الدین چشتی برہمچاری صاحب کی زیارت ہوا کرتی تھی، اور ان سب کی خدمت کرنے کا موقع بھی ملا کرتا تھا، ایک بار کی بات بتائی کہ ہم مولانا عبد العزیز خاں صاحب کے یہاں گئے، تھوڑی دیر کے بعد ایک نوجوان عالم آئے، میں تھوڑی دیر کے بعد واپس ہو کر سیڑھی سے اتر رہا تھا، کہ وہ نوجوان عالم بھائی صاحب بھائی صاحب کہتے ہوئے نیچے آئے اور کہا کہ آپ نے مجھے پہچانا، میں حبیب الرحمن اڑیسہ والا ہوں، یہ کہہ کر لپٹ گئے، میں نے کہا تم اجمیر شریف میں میرے بھائی کے ساتھ پڑھتے ہو، انہوں نے کہا جی ہاں میں وہی ہوں۔

بڑے ابا مرحوم دنیا کی بات کبھی نہیں کرتے تھے، وہ اپنی عمومی محفل میں بھی حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا، حضرت عبداللہ ابن عمر نے ایسا فرمایا، یا پھر بزرگانِ دین کی کرامات اور واقعات بیان فرماتے تھے کذب اور غیبت بدگوئی سے دور ونفور تھے، ان کو وعظ وتقریر تذکیر کا بھی خاصہ ذوق تھا، اکثر میلاد شریف کی محفلیں پڑھا کرتے تھے، آخر زندگانی کے دس برس تک علاقہ اسلام پور ضلع دیناجپور میں رہے، یہاں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے مریدین اُن کو لے گئے تھے وہ بڑے صابروشاکر تھے حضرت سیدی الوالد قدس سے ان کو غایت شفقت تھی۔ بڑے بھائی تھے، دس برس بڑے تھے، مگر حد درجہ اکرام کرتے تھے، کہتے بھائی عالم دین ہیں۔ نائب رسول ہیں، ان کا احترام ہم پر واجب ہے، ایک بار کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ اور بڑے ابا موجود تھے، بندہ نے اُن سے پوچھا کہ آپ بڑے ہیں کہ ابا جان؟ چونکہ آخر عمر میں کچھ سماعت کی قوت میں کمی آگئی تھی، میں نے اشارہ سے بھی، پوچھا فرمایا حضرت عباس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے بڑے چچا تھے، حضرت عبداللہ سے بھی بڑے تھے، کسی صحابی نے حضور پاک کی موجودگی میں اُن سے سوال کیا، آپ بڑے ہیں؟ یا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے میں پیدا ہوا، بڑے حضور ہیں، حضرت سیدی الوالد قبلہ گاہی کے متعلق فرمایا میں بابو صاحب سے پہلے پیدا ہوا، بڑا خدا نے اُن کو بنایا۔

بڑے ابا مرحوم شاعر نہیں تھے، مگر جذبات کی شدت نے ان سے حضرت سیدی الوالد قبلہ گاہی قدس سرہ کا ایک قصیدہ کہلوایا وطن میں بندہ نے تراویح میں ختم قرآن پاک کیا ختم شریف کی محفل ہوئی، اس میں وہ کھڑے ہوئے اور پڑھا، ع خدا نے بھر دیا سینہ رفاقت کا۔

اور پوری نظم سنائی، ابا جان نے فرمایا بھائی صاحب اب شاعر بھی ہو گئے ہیں بندہ جوان کی مثل اولاد ہے، بڑا اکرام فرماتے، برابر کہا کرتے میرا بھتیجا عالم دین ہے۔ اُن کی تعظیم ہمارا اسلامی فریضہ ہے۔

معاملات میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے ہمیشہ ان کا خیال قائم رکھا، اُن کی خدمت کرتے اُن کے حوائج کا خیال فرماتے، کبھی بھی کسی وقت بھی کوئی رنجش، خفگی ان تینوں بھائیوں کے

درمیان نہ دیکھی نہ سُنی، بھائی صاحب جانیں، اِدھر سے بابو صاحب جانیں یہ ایک مثالی حقیقت ہے، جس کا وجود یادگار ماضی بن کر رہ گیا ہے، حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا وصال اُن کے سامنے ہوا، اس سانحہ کے بعد وہ بالکل بجھ سے گئے تھے جب ذکر کرتے رو دیا کرتے، جب بندہ درگاہ شریف کے روضہ کی تعمیر کرواتا تھا، صبح تا شام پاس میں آ کر بیٹھے رہتے، کہتے کیسا زمانہ آگیا ہے، کیسے گھر کے لڑکے کیسے ہو گئے ہیں کوئی اس میں نہ حصہ لیتا ہے اور نہ آتا ہے، بڑی ہمت بندھاتے، تقریباً ۸۷ برس کی عمر میں دوسری رجب ۱۴۰۸ھ میں وصال فرمایا گودنی قبرستان میں والدین کی قبر کے پاس ان کی قبر مبارک ہے رحمہ رحمۃ واسعۃ و برد مضجعہ۔

اس باب کے آخر میں یہ بھی معروض کہ سیدی الوالد حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کا معمول وطریقہ نسب اور خاندان بتانے کا نہ تھا اور نہ ہی عمر نائیدار پائے دار کا ذکر فرماتے اور نہ ہی وطن فانی کا ذکر فرماتے، جنہیں معلوم تھا وہ اپنی معلومات پر مکتفی ہوتے، لیکن چونکہ یہ کتاب سیرت وسوانح کی ہے اس لیے اس کا ذکر کرنا ناگزیر ہو گیا۔

باب ۲
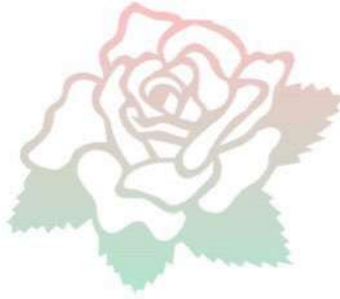
حیاتِ مبارک

ولادت، یسیری یتیمی، تعلیمی مراحل اور تکمیل اعلیٰ

سالہا باید کہ تا یک سنگِ اصلی ز آفتاب　　لعل گردد، در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

دورہا باید، کہ تا یک مردِ حق پیدا شود　　بایزید اندر خُراساں، یا اویس اندر قرن

عارف باللہ سیدی سنائی علیہ الرحمہ

ولادت وطفولیّت

قبلۂ جسم وجان کعبۂ دین وایمان سیدی حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی ولادت مبارکہ سے متعلق تمام تر معلومات حضرت قبلہ گاہی دین پناہی کے ارشادات وفرمودات پر مبنی ہیں، بندہ کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ ماہ کارتک ۱۳۱۶ سنہ فصلی میں پیدا ہوا، فصلی سن کی نشاندھی کی وجہ یہ ہوئی کہ اس عہد میں صوبۂ بہار کے اشراف ومشائخ خانوادوں میں بھی فصلی سن کا عام رواج تھا، اور یہ بھی فرمایا کہ نانا مرحوم نے ”رفاقت ذکی“ تاریخی نام رکھا تھا اصلی نام ”رفاقت حسین“ قرار پایا، ماہ کارتک یکم جنوری ۱۹۰۸ء سنہ ۱۳۲۶ھ

کے مطابق ہے، اور ہجری قدسی ۱۳۲۶ھ ماہ ربیع الاول مبارک ہے، قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ کی والدہ محترمہ کی ایک ہم جد بہن، سے معلوم ہوا کہ جمعرات چاندرات کو ولادت ہوئی۔ اس دن پیدا ہونے والے بچے اہل نجوم کے مطابق بااقبال، پرُامن ہوتے ہیں، حضرت قبلہ گاہی اس کے پورے پورے مصداق ہوئے، میری ناقص فہم میں "رفاقت ذکی" یا "رفاقت زکی" کے اعداد سنین فصلی وعیسوی وہجری کسی میں بھی نہیں پائے جاتے، نہ جانے حاجی صاحب علیہ الرحمہ نے تاریخ گوئی کی کس صنف کا استعمال کیا تھا۔

پہلا تعلیمی سفر

حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ کا بچپن عام بچوں سے الگ رہا، بندہ نے خاندان کے جن جن سن رسیدہ لوگوں سے معلومات حاصل کیں، انہوں نے بتایا کہ مولانا صاحب کو بھائی عبدالرزاق مرحوم ہمہ وقت ہمراہ رکھتے، مسجد شریف ساتھ لے جاتے، سات برس کے تھے جب ان کی والدہ ماجدہ نے وفات پائی، اور شفقت ومہر مادری سر سے اُٹھ گیا، اس وقت بڑے دادا مولوی محمد بخش صاحب مرحوم اپنی مصاہرہ بلتھی رسول پور سے آئے، اور چھوٹے بھائی کا بار بانٹنے کے لئے اپنے ہمراہ لے گئے، حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ اُن کے ہمراہ جانے سے پہلے اپنے نانا محترم سے پڑھتے تھے، قرآن مجید کا اکثر حصہ اُن سے پڑھا بندہ کے دریافت کرنے پر فرمایا آغاز تعلیم سے قرآن پاک ناظرہ کے بعد فارسی کی ابتدائی کتابوں کا اُن سے درس لینا یاد ہے، حضرت قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ اپنے عم گرامی کے ہمراہ گئے اُنہوں نے اعتبار پور نزد شرف الدین پور کے امام وخطیب مولوی محمد افضل صاحب مرحوم کے سپرد فرمایا، ایک بار بیل گاڑی پر سفر کرتے ہوئے اس طرف سے گزرے تو بندہ جو ساتھ تھا اس مسجد شریف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، یہاں میں نے چھ ماہ پڑھا تھا۔

دادا جان علیہ الرحمہ نے حضرت قبلہ گاہی کو برادر گرامی کے ہمراہ جانے تو دیا مگر بے ماں کے بچے کی یاد ان کو مضطرب رکھتی، چنانچہ وہ بلتھی رسول پور پہنچے اور اپنے ہمراہ لے آئے، راہ کی آسانیاں نہ تھیں تھوڑی سی مسافت پیدل چلنے پر کاندھے پر بٹھا لیتے، اس طرح سولہ میل کا سفر طے کر کے گھر پہنچے، اس وقت تک

حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ کے نانا محترم بھی انتقال کر چکے تھے، اس لیے خود ہی تعلیم پر متوجہ ہوئے۔

حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ کے بڑے ماموں خاندان کے پہلے فرد تھے جنہوں نے انگریزی پڑھی تھی اور زمانہ کے رجحان کو دیکھتے ہوئے اسی تعلیم کے موید بھی تھے، دادا جان کو بتائے بے غیر، اپنے ہمراہ لے جا کر قریب کے گاؤں مرچا اسکول میں داخل کرا دیا، درجۂ چہارم تک یہ سلسلہ جاری رہا دادا جان علیہ الرحمہ انگریزی تعلیم کے خلاف تو نہ تھے مگر پہلے دینی تعلیم کو اہمیت دیتے تھے، اسی جذبہ کے تحت عارض پور میں مولانا محمد طاہر صاحب کے سپرد کر دیا۔ مولانا صاحب کا درس بڑا با فیض تھا، جس نے بھی اُن سے پڑھا وہ محروم نہیں رہا، اس درس کے اکثر رفقاء کی دیدار کا بندہ کو موقع ملا پہلے یہ حضرات رفقاء مدرسہ تھے، دور ارشاد جاری ہوا تو وہ سب حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے، حضور قبلہ گاہی صبح کو جاتے اور شام کو واپس آتے، مولانا محمد طاہر صاحب مرحوم کی اہل خانہ بہت شفقت فرماتیں، کھانا بھی کھلاتیں ایک بار شام کو بادو باراں شدت سے ہوا، دادا جان علیہ الرحمہ لینے کے ارادے سے پہنچے مولانا صاحب کی بچیوں اور اہل خانہ نے حضرت قبلہ گاہی کو گھر کے اندر چھپا دیا اور مزاح کے طور پر کہہ دیا وہ تو کب کے گئے یہ سن کر ان کو بے چینی ہوئی، راہ میں تو ملے نہیں کہاں گئے، یہ خیال فرما کر رونے لگے، اتنے میں ان بچیوں نے حضرت قبلہ گاہی کو سامنے لا کر کھڑا کر دیا اس وقت حضرت قبلہ گاہی مسکرا رہے تھے، مولانا محمد طاہر صاحب مرحوم کی صاحبزادی حضرت قبلہ گاہی کے حلقۂ ارادت میں شامل تھیں وہ جب بھی آتیں، حضرت قبلہ گاہی ان کا اعزاز فرماتے، کھانا کھلاتے اور خدمت نقد سے بھی فرماتے، یہاں کے ایک ساتھی ماسٹر سید محمد مستقیم وارثی ہیڈ ماسٹر پوسا ہائی اسکول کو راقم نے بارہا حضور کے پاس آتے دیکھا تھا۔ ایک بار انہوں نے بہت خوش ہو کر کہا کہ مولانا صاحب کہتے تھے میں مفتی اعظم بنوں گا، دین کا رہبر بنوں گا، خدا نے ان کو اعلیٰ رتبہ بخشا۔

مدرسۂ احمدیہ مظفر پور

مولانا صاحب کا انتقال ہو گیا تو دادا جان علیہ الرحمہ حضرت قبلہ گاہی کو کاندھا پر بٹھا کر بارہ میل کا سفر طے کر کے مظفر پور پہنچے اور کلیانی محلہ کے مدرسۂ احمدیہ میں داخل کرا آئے، گھر واپس لوٹے تو چرچا سنا کہ یہ

مدرسہ غیر مقلد وہابیوں کا ہے، اب ان کو فکر ہوئی، ایک دن صبح سویرے مدرسہ احمدیہ کلیانی مظفر پور جا پہنچے اور مدرسہ کے ناظم مولوی محمود عالم سے ملے اور کہا میں بچے کو لینے آیا ہوں، انہوں نے وجہ پوچھی تو صاف صاف اپنی پریشانی کا ذکر کر دیا، ناظم نے بڑے اطمینان سے کہا آپ کی پریشانی بالکل بجا ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیے، لیکن اس کا موقع کہاں آیا ہے ابھی تو بالکل ابتدائی کتابوں کا درس ہو رہا ہے، ابھی یہاں پڑھنے دیجئے اور اگر آپ کو بے چینی اور اندیشہ ہے تو سال تمام ہو جانے دیں، شوال میں دوسری جگہ داخل کرا دیں، بچہ بے حد ذہین ہے، ہم سب کو یہاں تک کہ گھر والوں کو بھی اس سے مناسبت ہوگئی ہے۔

حضرت قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ کی زبان مبارک سے سنا گیا، کہ مدرسہ احمدیہ وہابیوں کی جماعت مجاہدین کا مرکز تھا، سرحد وغیرہ کے وہابیوں کی یہاں آمد و رفت رہا کرتی تھی، مدرسہ احمدیہ کو وہابیوں سے مالی مدد بھی ملتی تھی، ایک بار مشہور وہابی عالم محمد جونا گڑھی کی بھی آمد ہوئی، حضرت قبلہ گاہی کو جودت طبع کی وجہ سے جونا گڑھی سے خاص طور پر ملوایا گیا، انہوں نے شرح تہذیب کے چند مقامات سے متعلق سوالات کیے، پُر تشفی جواب سے مولوی جونا گڑھی بے حد خوش ہوئے، اور ناظم مدرسہ کو توجہ دلائی کہ اس بچے کی خاص تربیت کی جائے، اسی طرح مدرسۂ احمدیہ میں دوسرے مشہور وہابی عالم، ثناء اللہ امرتسری بھی پہنچے حضرت قبلہ گاہی کی ذہانت دیکھی تو بہت متاثر ہوئے، مختلف سوالات بھی کیے، اُنہوں نے بھی خاص توجہ رکھنے کی ہدایت کی، حضرت قبلہ گاہی کی زبان مبارک سے اساتذہ کی خدمت کی پُر کیف بات بار بار سُنی، آپ اپنے اساتذہ کی خدمت دل لگن کے ساتھ کیا کرتے تھے، مولوی محمود عالم ناظم مدرسہ کی گھریلو خدمات بازار سے متعلق بھی انجام دیا کرتے تھے، یہ رواں سال اسی مدرسۂ احمدیہ میں گزرا، جن کتابوں کا درس لیا گیا ان سب کا تو علم نہیں ہو سکا ذاتی کتابخانہ میں چند ذاتی کتابوں پر آغاز کی تاریخیں مرقوم دستیاب ہوئیں۔

* علم الصیغہ ۲۷ صفر ۱۳۴۳ھ کو شروع کی
* فصول اکبری ۱۲ جولائی ۱۹۲۳ء

✱ تاریخ الخلفاء بروز جمعہ ۱۳ رجب ۱۳۴۳ھ

✱ بلوغ المرام

بہار شریف کا پیادہ سفر

مدرسۂ عزیزیہ بہار شریف

قصبۂ متبرکہ حضرت بہار شریف میں رئیسۂ عظمیٰ مخیرہ صغریٰ بی بی تھیں، انہوں نے کارہائے خیر کے لئے ۱۳۱۲ھ میں اپنی صغریٰ اسٹیٹ کی سوالاکھ روپے کی جائداد وقف کی، ایک طرف اگر بہار کے بڑے بڑے زمیندار انگریزی تعلیم کی ترویج کی طرف متوجہ ہو کر فوائد دنیا اور اعزاز وسلطنت کی طرف رغبت رکھتے تھے تو بہت سے ایسے الوالعزم دیندار روساوامراء بھی تھے، جو اپنی دولت علومِ اسلامی کی ترویج پر خرچ کرنے کا جذبہ صادقہ رکھتے تھے، انہیں میں پٹنہ کے نواب سید نور الہدیٰ صاحب جج مرحوم بھی تھے، جنہوں نے اولاً درجۂ تفسیر، درجۂ حدیث، درجۂ فقہ، درجہ علوم معقول قائم کیے اور اس زمانے کے نامور اور عالی قدر مدرسین کو باعزاز وبہ صد احترام بلا کران درجوں کی سربراہی سپرد کی، مگر جس حادثہ وسانحہ سے مغموم ہو کر انہوں نے اپنے والد ماجد کے نام نامی پر مدرسۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ قائم کیا اس سے وہ مقصد حاصل نہیں ہو رہا تھا، جو انہیں مطلوب تھا اور جو ان کا مقصود تھا غم انگیز واقعہ یہ تھا کہ سید نور الہدیٰ صاحب مظفر پور میں سشن جج تھے گرمیوں کی تعطیل ہوئی، اپنی زمینداری کے کسی موضع میں میں دورہ پر گئے، وہاں کسی مسلمان کا انتقال ہو گیا جنازہ پڑھانے کے لیے دوسرے گاؤں میں حافظ صاحب کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا گیا اور وہ واپس آیا، خبر لایا کہ حافظ صاحب دوسرے گاؤں گئے ہوئے ہیں موجود نہیں ہیں، جنازہ کی امامت جج صاحب نے کی بار دیگر بھی ایسا ہی سانحہ پیش آیا کہا جاسکتا ہے کہ جج صاحب نے جنازہ کی نماز پڑھانے والوں کی تیاری کے لیے مدرسۂ شمس الہدیٰ قائم کیا، یہ دل کی بے مائیگی اور فکر کی کجی کی بات ہے، اصل حقیقت یہ ہے کہ جج صاحب نے بندہ مسلم کے ساتھ آخری حسنِ سلوک کے جذبہ کے ساتھ مدرسہ قائم کیا، یہ صد ہزار قابل تحسین وتبریک کام تھا، جس کا اجر خیر اور جزائے جمیل انہیں ملتا رہے گا۔

رئیسۂ عُظمیٰ، صغریٰ بی بی نے مرقومہ مصارف خیر میں خاصا حصّہ مدرسہ کے لیے مخصوص فرمایا، چودہویں صدی ہجری کے دوسرے عشرہ کے اوائل میں اُنہوں نے بڑے وسیع وعریض رقبہ پر مدرسہ عزیزیہ قائم کر دیا، اور ممتازِ عہد، علماء کبار اہل تقویٰ کو بلا کر تدریس کی مسندیں سپرد کیں، ان میں کوئی شمس العلماء علامہ محمد عبد الحق خیر آبادی کا خاص شاگرد تھا، تو کوئی آفتاب ہندوستان مولانا ابو الحسنات محمد عبد الحی فرنگی محلی کا ممتاز و قابل تلمیذ تھا، تو کوئی ضیاء الملۃ اُستاذ العلماء مولانا محمد ہدایت اللہ خاں فاضل جونپوری کا تلمیذ ارشد تھا، بہار شریف قصبہ کے علاوہ اطراف و دیار میں انہیں حضرات کبار کے تلامیذ دنیا طلبی سے دور ترویج علوم اسلامی اور تربیت و تذھیبِ ارواح میں مشغول تھے، برسوں قبل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انفاس العارفین میں تحریر فرمایا تھا کہ "بلدہ بہار مجمع علماء بود" تو اس کی وجہ یہ تھی، کہ اُن کے بزرگوں کے نانا اور اُستاد و شیخ حضرت حسن طاہر ملتانی نے اسی مقام پر علوم کی فضیلت حاصل کی تھی اسی بہار میں چودہویں صدی ہجری کا زمانہ بھی مجمع علماء و اولیا تھا ان کے فیوض کا دھارا بہہ رہا تھا۔

حضرت قبلہ گاہی، دین پناہی قدس سرہ العزیز نے ۱۳۴۳ھ کا سال مدرسۂ احمدیہ کلیانی محلہ مظفر پور شہر میں پورا کیا اور سالانہ تعطیل کلاں میں گھر واپس آگئے اور کسی دوسری جگہ جانے کا ارادہ کرنے لگے رائے مدرسہ عزیزیہ بہار شریف میں داخلہ کی قائم ہوئی چنانچہ سفر کر کے بہار شریف پہنچے آمد و رفت کی جو سہولتیں اس وقت میسر ہیں اس وقت نہیں تھیں، پیدل سفر کرنا پڑتا تھا، حاجی پور پہنچے، وہاں سے کشتی سے گنگا ندی پار کر کے پٹنہ اُترے، وہاں سے بہار شریف کے لیے پیادہ روانہ ہوئے اور مدرسہ عزیزیہ میں جا پہنچے۔

سفر ہے، شرط، مسافر نواز بہتیرا ہزار ہا شجر سایہ دار، راہ میں ہے

داخلہ کا امتحان ہوا، آزمائش میں پورے کھرے اُترے، داخلہ وظیفہ کے ساتھ مل گیا، اس وقت مدرسہ میں بہار شریف کے خانوادہ سادات کے ممتاز رکن رکین مولانا شاہ حبیب الرحمن علیہ الرحمہ مدرسہ عزیزیہ میں مشغول تدریس تھے۔ حضرت قبلہ گاہی، دین پناہی قدس سرہ نے

☪ شرح وقایہ ذی قعدہ ۱۳۴۳ھ میں مولانا شاہ حبیب الرحمن بہاری علیہ الرحمہ سے شروع کی

- آثارالسنن، حضرت مولانا المفتی محمد عبدالمتین علیہ الرحمہ سے پڑھی
- "ملا" کا امتحان اسی سال دیا، یہ امتحان اسی سال شروع ہوا تھا

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب سے بھی شرفِ تلمذ حاصل ہوا، مدرسہ عزیزیہ کے صدر المدرسین حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب علیہ الرحمہ تھے اور یہ دونوں بزرگوار مشہور ترین عالم اجل، متکلم اسلام اعظم العلماء مولانا حاجی سید شاہ محمد سلیمان اشرف صاحب علیہ الرحمہ پروفیسر مدرستہ العلوم علی گڑھ کے حقیقی چچا بھی تھے اور اُستاد بھی تھے یہاں ان کی ملاقات بھی حاصل ہوتی تھی۔ دادا مرحوم کی فرزندی کی نسبت معلوم ہوجانے پر تلطف فرماتے۔

والد ماجد کی وفات اور یتیمی

حضرت قبلہ گاہی، دین پناہی قدس سرہ مدرسہ عزیزیہ بہار شریف میں زیرِ تعلیم تھے جبھی آپ کے حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ علیل ہوئے اور علالت بڑھتی گئی، یہاں تک کہ تین نابالغ فرزندوں اور دو شادی شدہ بالغہ بیٹیوں اور ایک بالغ فرزند کو چھوڑ کر راہی ملکِ بقا ہوگئے یہ پنجشنبہ کا دن اور جمادی الاخرہ ۱۳۴۴ھ کی ۲۵ ویں تاریخ تھی ۶۵ برس کی عمر ہوئی گودنی قبرستان کے خاندانی خطیرہ میں مدفون ہوئے، اس طرح یتیمی کا ستارہ داغِ دل بن کر چمکا، سدا رہے نام اللہ کا۔

وصال کی یہ تاریخ حضرت قبلہ گاہی نے خود تحریر فرمائی۔ حضرت قبلہ گاہی، والد ماجد کی وفات کا دل گیر صدمہ لے کر واپس مدرسہ عزیزیہ گئے اور تعلیم میں مشغول ہوگئے مگر والد ماجد کی وفات کا صدمہ بار بار دل پر ٹھیس لگاتا تھا اور بچپن کی اس عمر میں بے چین ہو کر بہت رویا کرتے تھے، اس غم کو غلط کرنے کے لیے برادر گرامی مولانا شاہ قطب الدین احمد صاحب علیہ الرحمہ بار بار مدرسہ پہنچتے، حضرت قبلہ گاہی اپنے بھائی صاحب کی محبتوں شفقتوں کی یاد ہمیشہ کرتے۔ ایک بیاضِ خاندانی میں درج ذیل آیت کریمہ دادا جان کے وصال کی مرقوم ملی "اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ" ۱۳۴۴ھ (سورۂ دخان، پارہ: ۲۵)۔

مدرسۂ حنفیہ جونپور شریف کا اجمالی تعارف

اس تاریخی اہمیت کے مرکزی مدرسہ کی ایک زمانے میں بڑی شہرت تھی، دیارِ پورب میں اس مرکزی مدرسہ سے انتساب، فخر ومباہات کی امتیازی سند تسلیم کی جاتی تھی، مدرسہ کے بانی حاجی منشی امام بخش صاحب مرحوم انگریزی عہد کی ابتداء میں گورنمنٹ کے بڑے عہدیدار تھے، بڑے الوالعزم حامی وناصر اسلام اور دین دار رئیس تھے، انہوں نے اپنی زمینداری کے بڑے علاقہ کا چار آنہ حصہ علوم اسلامی کی ترویج وتبلیغ کے لئے وقف کیا، جس کی ماہانہ آمدنی پانسو روپے تھی، انہوں نے ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۲ء میں مدرسہ حنفیہ قائم کیا، سب سے پہلے مدرس کی حیثیت سے دار العلم والعمل حضرت فرنگی محل لکھنؤ کے نامور عالم مولانا محمد عبد الحلیم فرنگی محلی (مولود ۱۲۰۹ھ وصال ۱۲۸۵ھ) کو بلا کر صدر مدرس اور مہتمم مقرر کیا، انہیں کے زمانے میں منشی امام بخش صاحب نے ہجرت کے ارادے سے مکہ معظمہ کا سفر کیا حج وزیارت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ ۱۲۷۹ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی، حاجی صاحب نے اپنی روانگی سے پہلے مدرسہ کا انتظام وانصرام اپنے فرزند مولوی حیدر حسین صاحب مرحوم بیرسٹر کو سپرد کر دیا تھا، انہوں نے مدرسہ کی ترقی اور کار خیر میں سرگرم حصہ لیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مدرسہ حنفیہ علم دین کی ترویج اور تربیت وتعلیم میں سلاطین جونپور کی یاد دلانے لگا، حضرت ملا محمود اور حضرت دیوان رشید صاحب مناظرہ رشیدیہ کی سی صفات کے لئے علماء پیدا ہونے لگے، مدرسہ حنفیہ کے پہلے فارغ عالم ہندوستان کے مایۂ ناز، صاحبِ تدریس مرجع علماء مولانا محمد عبد الحئی فرنگی محلی متوفی ۱۳۰۴ھ نے اسی مدرسہ میں علومِ اسلامی کی تعلیم پائی، یہ اس مدرسہ کے پہلے فارغ تھے، اُن کے وجود نے آگے چل کر مدرسۂ حنفیہ، فرنگی محل اور ہندوستان کی عظمت میں چار چاند لگائے، دور عبد الحلیمی میں نامور عالم مولانا وکیل احمد سکندر پوری (مولود ۱۲۵۸ھ وصال ۱۳۲۲ھ) مہر سپہرِ علم وفضل پر چمکے، دور عبد الحلیمی کے بعد فرنگی محل ہی کے اُستادِ عصر عالم، مفتی محمد یوسف علیہ الرحمہ (وصال ۱۲۸۲ھ) کی تشریف آوری ہوئی، اسی دورِ علمی کی بہار حضرت علامۂ نامی مولانا محمد فاروق چریاکوٹی اور مولانا شاہ محمد عبد العلیم آسی رشیدی علیہ الرحمہ (مولود ۱۲۵۵ھ وصال

۱۳۴۲ھ) تھے، جن کا مثل دیکھنا بھی چرخ گردوں کو پھر نصیب نہ ہوا۔

مفتی صاحب فرنگی محلی نے ۱۲۸۶ھ میں حج و زیارت کا سفر مبارک کیا، مدینہ منورہ میں وفات پائی ان کے بعد اُستاذ العلماء ضیاء الملۃ والدین شیخ الاسلام والمسلمین مولانا محمد ہدایت اللہ خاں صاحب فاضل رام پوری (وصال ۱۳۲۶ھ) مدرسہ حنفیہ کے صدر المدرسین اور مہتمم ہوئے، حاجی امام بخش صاحب مرحوم کے پوتے، نواب عبد المجید صاحب بیرسٹر متولی مدرسہ تھے۔

اُستاذ العلماء فاضل رام پوری، خاتم الحکماء علامہ امام فضل حق خیر آبادی قدس سرہ کے ممتاز ترین شاگرد خاص تھے، آٹھ برس رام پور میں ۱۲۵۶ھ مطابق ۱۸۴۰ء تا ۱۸۴۸ء علامہ خیر آبادی سے تحصیل علوم کرتے رہے، اس کے بعد حضرت علامہ خیر آبادی جہاں بھی رہے، اکتسابِ کمال کے لیے حاضر رکاب سعادت رہے، ان کے عہد گرامی میں مدرسۂ حنفیہ کی شہرت و عظمت کا شمس جہات میں ڈنکا بج رہا تھا، ان کے علمی و دینی دربار سے اکتساب کمال کرنے والوں کی جماعت کی جماعت تھی، ان کی تعداد شماری گھٹاتے گھٹاتے چاہے، جتنی بھی کم کر دی جائے، جو اعداد شمار میں آئے گی وہ کم سے کم ہو گی، علم کا کمال دینی فضل و فضیلت والوں پر فضل حاصل کر کے رہے گا، دیکھئے ان ناموں کو:

☪ رئیس المتکلمین رأس المحدثین مولانا حاجی سید شاہ محمد سلیمان اشرف، اشرفی الجیلانی قادری چشتی اصدقی فخری استاذ محترم کے بعد مدرسۂ حنفیہ میں ان کی مسندِ علمی پر جانشیں ہوئے اس کے بعد ۱۹۰۹ء میں مدرسۃ العلوم علی گڑھ میں دینیات کے پروفیسر ہو کر علی گڑھ گئے، مدرسۃ العلوم مسلم یونیورسٹی بنا تو صدر شعبۂ دینیات اور صدر شعبۂ اسلامک اسٹڈیز ہوئے، مسلمانانِ ہند کے اس جدید علمی مرکز نے علمِ دین اور عالم دین کے مقام کا احترام اُن سے سیکھا۔ اکزیکیٹو کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۶ مارچ ۱۹۴۰ء کو صدر یار جنگ مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب شیروانی کی ایماء پر حاجی سید ابو الحسن صاحب، خزانچی یونیورسٹی کی یہ قرارداد منظور کی کہ ایک کتبہ جس پر مندرجہ عبارت کندہ ہو آدم جی پیر بھائی منزل کے شمالی برآمدے کے وسطی کمرے کے دروازے پر نصب کیا جائے چنانچہ اس کی تعمیل ہوئی۔

"مولانا سید سلیمان اشرف صاحب مرحوم و مغفور صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ متوطن بہار شریف (بہار)۔
تیس سال مسلسل آدم جی پیر بھائی منزل کے اس حصہ میں مستقل قیام فرمایا۔ اپنی حمیتِ دین، فضیلتِ علم، اصابتِ فکر اور ستودگی سیرت سے اس درسگاہ کو سر بلند رکھا اور سر بلند رہے۔

رہ روانِ شوق از ما، سالہا آرند یاد   نقشہا انگیخت، درراہ محبت گام ما

☪ استاذ العلماء مولانا سید شیر علی، اُستاذ کے مایہ ناز شاگرد تھے برسوں اُستاذ کی نگرانی میں اُن کی نیابت کا شرف حاصل کیا، بڑے بڑے نامی مدرسوں میں صدر المدرسین کے مسند کو ان سے رونق حاصل ہوئی یہ وہی استاذ العلماء مولانا سید شیر علی علی الرحمہ ہیں، جن کے بارے میں شبلی نعمانی نے صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی کو بڑے مباہات اور والہانہ سرخوشی سے لکھا تھا۔

"دارالعلوم اب جا کر رنگ پر آیا، بڑا رونا تعلیم کا تھا..... مولانا شیر علی صاحب جن کو میں نے زبردستی حیدرآباد سے بلایا ہے، ایسے شخص ہیں کہ دو ہی چار دن میں طلبہ کی آنکھیں کھل گئیں اور سمجھے کہ تعلیم اور فن اس کو کہتے ہیں"۔ (حیات شبلی، ص: ۲۲۵)

استاذ العلماء مولانا سید شیر علی ۱۹۰۹ء میں دوسری جدید درسگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے صدر المدرسین ہو کر تشریف لے گئے اور اسی برس تکمیل کا درجۂ معقول و ادب کھلا، اُستاذ العلماء ۱۹۱۲ء میں حیدرآباد واپس تشریف لے گئے، جامعہ نظامیہ کو سنبھالا، جب عثمانیہ یونیورسٹی قائم ہوئی، تو اولین صدر شعبۂ دینیات کی حیثیت سے تقرری ہوئی، ساتویں رجب ۱۳۵۴ھ میں وفات پائی۔

☪ اُستاذ العلماء حضرت مولانا سید شاہ ہادی حسن علیمی رشیدی قدس سرہ تا زندگی مدرسۂ حنفیہ میں مشغول تدریس رہے ۱۳۳۳ء میں وصال ہوا۔

☪ صدر الشریعہ مولانا حکیم حاجی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ آٹھ برس حاضر رہ کر ۱۳۲۲ھ میں بحر العلوم، فخر زمن، ہوئے، آپ اس زمانے میں داخل درس ہوئے، جب اُستاذ العلماء فاضل جونپوری، درازیٔ عمر کی

وجہ سے بہت کمزور ہو چکے تھے، اور کتب علیاء کی تدریس اپنے قابل فخر تلمیذ ارشد مولانا سید شاہ محمد سلیمان اشرف صاحب کو سپرد فرما کر خود ابتدائی کتابوں کی تدریس فرماتے تھے، مولانا امجد علی صاحب کے ہم جد بھائی مولانا محمد صدیق صاحب بھی پڑھتے تھے، ان کی تعلیم انہیں کے سپرد ہوئی، مگر کچھ ہی دنوں بعد مولانا امجد علی صاحب کی تعلیم میں لگن اور محنت کو دیکھ کر اُن کے اسباق اپنے پاس کر لیے، وہ اپنے دور میں معاملاتِ تدریس میں خیر آبادی سلسلۂ تلمذ کے فردِ فرید فیض رساں مدرس ہوئے اُنھوں نے بارہ تیرہ برس (۱۳۲۸ھ تا ۱۳۴۰ھ) مجدد دین وملت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ کے مدرسہ اہل سنت میں پڑھا کر ان کے اطمینان کی سند حاصل کی، ان کا مواج بحرِ علم درس چوالیس ہجری کے اواخر سے ۱۳۵۱ھ کے اواخر تک دار الخیر درگاہ معلی اجمیر مقدس کے دار العلوم معینیہ عثمانیہ میں جاری رہا، یہاں جو جماعت ان کے زیر تدریس آئی اس کا ہر فرد ممتاز ترعلمی دینی استعداد کا حامل ہوا اور اُنہوں نے اس پر ہمیشہ فخر لافخر کیا، تفصیل آگے آرہی ہے۔

☪ اُستاذ العلماء مولانا یار محمد بندیالوی علیہ الرحمہ (۱۲۹۷ھ وصال ۱۳۸۲ھ) اُن کی تعلیم مختلف مدارس میں ہوئی، اُنہوں نے مدرسہ حنفیہ پٹنہ میں اُستاذ العلماء مولانا سید عبد العزیز انبیٹھوی سے علوم وفنون کی متداول کتابوں کا درس لیا اُن کے جانے کے بعد اُستاذ العلماء مولانا محمد پردل خاں افغانی صدر مدرس ہو کر تشریف لائے تو تکمیل اُن سے کی، ماہنامہ تحفہ حنفیہ شاہد ہے کہ اس موقع پر دستار بندی (۱۳۲۲ھ) کا جلسہ بھی ہونا تھا اور امام اہل سنت فاضل بریلوی کی تشریف آوری بھی طے تھی مگر بریلی کے وہابیوں نے ان پر مقدمہ دائر کرادیا تھا، جلسے کی تاریخ میں مقدمہ کی تاریخ تھی اس وجہ سے شرکت نہیں ہوسکی اس لیے جلسہ دستار بندی ملتوی کردیا گیا۔

مولانا یار محمد صاحب مدرسہ حنفیہ پٹنہ سے تکمیل علوم کے بعد مدرسہ حنفیہ جونپور جا کر ضیاء الملۃ اُستاذ العلماء فاضل جونپوری کے درس میں شامل ہوئے اور آخر حیات تک اُن کی خدمت میں حاضر رہے، وہ حضرت مولانا شاہ محمد حسین چشتی صابری متوفی چھٹی رجب ۱۳۲۲ھ کے مرید وخلیفہ تھے۔ اُستاذ العلماء

مولانا یار محمد بندیالوی نے آخر میں اپنے وطن بندیال شریف ضلع سرگودھا پاکستان میں جامعہ امدادیہ قائم کر کے علوم اسلامیہ کی ترویج کا نہایت عظیم الشان کارنامہ انجام دیا وہ اپنے عہد میں پاکستان میں سب سے بڑے مدرس عالم مرجع طلبہ تھے۔ ان کے تلمیذ ارشد مولانا عطاء محمد صاحب تو ملک المدرسین کے لقب سے بین العلماء الکبار معروف و مفتخر تھے۔

☪ استاذ العلماء مولانا عبد القادر صاحب سرحدی مولانا یار محمد صاحب کے رفقاء درس میں تھے۔ انہوں نے بھی مدرسہ حنفیہ پٹنا میں علوم کی تکمیل کی تھی، اس کے بعد انہوں نے بھی حضرت اُستاذ العلماء فاضل جونپوری کے حضور میں زانوے ادب تہہ کیا تھا۔ حضرت اُستاذ العلماء سرحدی، آخر زندگانی تک مدرسہ حنفیہ میں مشغول تدریس رہے، وہ اعلیٰ درجہ کے پاک باطن کامل الفن عالم و مدرس تھے اور ان کی توجہ کے فیض سے اُن کے تلامیذ بھی فن داں ہوئے۔

مدرسہ حنفیہ جونپور میں داخلہ

بہار شریف اور اس کے اطراف کے اضلاع وقصبات و قریات میں اکثر علمائے نامدار خاندانِ علمی خیر آباد کے چشم و چراغ ضیاء الملۃ والدین اُستاذ العلماء مولانا شاہ محمد ہدایت اللہ خاں صاحب فاضل جونپوری قدس سرہ کے شاگرد تھے اس لیے ان اطراف وعلاقہ جات کے دینی علمی حلقوں میں حضرت اُستاذ العلماء اور مدرسہ حنفیہ دونوں کا شہرہ عام تھا، دوسری وجہ یہ بھی تھی، کہ حضرت قبلہ گاہی کے حضرت جدّ امجد اور حضرت والد ماجد دونوں نے اسی مدرسہ میں تعلیم کی نعمت پائی تھی، حضرت قبلہ گاہی شعبان المعظم کی تعطیل میں وطن تشریف لائے، اطراف کے چند طلبہ جن سے آپ کا علاقہ تھا گفتگو ہوئی، بات ٹھہری کہ جونپور دار السرور چلا جائے، چنانچہ دو اور طلبہ آپ کے ہمراہ لگے، جونپور پہنچ کر وہ دونوں محلہ اٹالہ کے وہابیوں کے مدرسہ میں چلے گئے اور وہاں سے دیوبند و ڈھابیل گئے، ان دونوں کو نہ علم حاصل ہوا اور نہ ہی اس کی حلاوت دین و دنیا دونوں سے غافل اور پکے دنیادار ہو کر اپنے مقر کو پہنچے، حضرت قبلہ گاہی مدرسہ حنفیہ امامیہ میں داخل ہو گئے، اس وقت مدرسہ حنفیہ کے صدر المدرسین مولانا مفتی محمد قائم صاحب فرنگی محلی

تھے، جوامام العلماء مولانا شاہ محمد عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہ کے تلمیذ ارشد واجل تھے اوراسی مدرسہ میں حضرت علامہ عبدالقادر صاحب سرحدی علیہ الرحمہ بھی پیرانہ سالی کے باوجود مشغول تدریس اور فیض رساں تھے۔

حضرت مولانا عبدالقادر سرحدی کی خاص توجہ

یہاں حضرت قبلہ گاہی نے ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ کو مشکوۃ شریف شروع فرمائی اسی زیر درس نسخہ پر اختتام کی تاریخ ۱۵ شعبان ۱۳۴۵ھ مندرج فرمائی، مشکوۃ شریف حضرت فرنگی محلی سے پڑھی، اصول فقہ کی معتبر ومعیاری کتاب نورالانوار کا مکمل درس حضرت مولانا سرحدی کے زیر تلمذ اتمام کو پہنچایا۔

حضرت قبلہ گاہی کی زبان مبارک سے بارہا سنا کہ مولانا سرحدی کے والدان بزرگوں میں تھے جنہوں نے مشہور غارت گرایمان کتاب، تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسماعیل اور اُن کے رفقاء کا سرحد میں خاتمہ کیا تھا، حضرت قبلہ گاہی نے یہ بھی فرمایا کہ مولانا سرحدی صاحب کو منطق وفلسفہ اوراصول میں بڑی مہارت تھی،، بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے تھے۔ حضرت قبلہ گاہی نے فرمایا مولانا سرحدی صاحب کی عنایت مجھ پر بہت تھی، نورالانوار اور ملاحسن ایسا پڑھایا کہ فن سے مناسبت پیدا کرادی اوران کی توجہ کا فیض فنون کی کتب علیا کی تحصیل وتکمیل میں معاون ومددگار رہا، اوراسی توجہ کا فیض تھا کہ کسی بھی فن کی کوئی بھی کتاب کیوں نہ ہو، بس ایک نظر دیکھ لینا کافی ہوگیا یہ ان کتابوں کے نام ہیں، جن کا ذکر حضرت قبلہ گاہی کی زبانِ مبارک سے سننے میں آئے یا آپ کی پڑھی ہوئی کتابوں میں دیکھنے کو ملے، جس وقت بندہ نے ذاتی کتب خانہ کا جائزہ لیا اس وقت بہت سی کتابیں غائب ہو چکی تھیں، حضرت قبلہ گاہی جب بھی مولانا سرحدی صاحب کا ذکر فرماتے گرویدگی صاف ظاہر ہوتی تھی اور ممنونیت کا صاف اظہار ہوتا تھا۔

جونپور کے دورِ قیام میں مشہور خانقاہ، خانقاہ رشیدیہ کی حاضری بھی معمولات میں شامل تھی، اس وقت مسندِ ارشاد پر حضرت شاہ شاہد علی شہود الحق رشیدی علیہ الرحمہ (وصال ۱۳۷۷ھ) مسند نشین تھے، ان کا اشارہ تھا کہ آپ بھی سلسلہ رشیدی میں داخل ہوجائیں لیکن آپ کا حصہ ان کے یہاں نہیں تھا، اس لیے اس کام کی نوبت نہیں آئی، اُن کے صاجزادے حضرت مولانا سید شاہ مصطفی علی شہید فاضل مصر علیہ الرحمہ سے خصوصی روابط تھے وہ بھی مدرسہ حنفیہ میں پڑھتے تھے۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ

روئیداد

افتتاح

مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف

بیادگار تشریف آوری اعلیٰ حضرت نظام الملک آصفی نواب میر محمد عثمان علی

خان بہادر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

باہتمام جناب میر نثار احمد صاحب متولی درگاہ معلیٰ

معتمد صدر مجلس مدرسہ مذکورہ

در مطبع اعلان الحق طبع شد

ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء

دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کی اجمالی تاریخ

دربارِ گہربار حضرت خواجۂ خواجگان چشت اہل بہشت دارالخیر اجمیر مقدس کے دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کے فیوض و برکات پر جب بفضل جو دخداوندی ہماری نظر گئی تو فیضان وحسنات کا ایک جہان اس سے مستفیض ہوتا ہوا نظر آیا اور اس وقت یہ حقائق بھی سامنے آئے کہ اسی دربار عرش آستان کے فیض یافتگان نے اسلامی ہند کو چودھویں صدی ہجری کے نصف آخر میں منور و مجلّٰی کیا۔ فیوض خواجۂ خواجگان کی برکات سے اسلامی ہند کے اس عہد میں انوار خداوندی کا اُجالا پھیلا، تو طلب ہوئی کہ ان کا مطالعہ کیا جائے۔ دربار معلّٰی کے بزرگوں کی مدد سے الحمدللہ افتتاحی جلسہ کی، روئداد دستیاب ہوگئی اُسی سے قدرے ضرورت اقتباس پیش کیے جاتے ہیں۔

سلطان العلوم نظامِ دکن کی حاضری کی یادگار

دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کی روئداد ۱۳۳۱ھ میں ہے کہ ماہ شوال ۱۳۳۰ھ سے خبریں گرم تھیں کہ اعلیٰ حضرت شاہ دکن از راہ عقیدت حاضرِ آستانہ عالیہ حضرت خواجہ غریب نواز ہونے والے ہیں۔ الحمدللہ کہ وہ وقت سعید رشک عید خیریت سے آیا اور خوبی سے گزرا، ۱۴ نومبر ۱۹۱۳ء کو عالی جاہ عالم پناہ ہزہائی نس اعلیٰ حضرت داخل اجمیر القدس ہوئے اور زمانہ قیام میں روزانہ حاضری آستانہ سے فارغ ہو کر مدرسہ میں مع خدم وحشم نزول اجلاس فرمایا اور مختلف علوم وفنون کا درس خاص دلچسپی سے مسموع فرمائے جاتے رہے، بلکہ بعض ایام میں دوسرے روز کی تدریس کے لیے فن بھی تجویز فرمادیا، چنانچہ اعلیٰ حضرت تشریف لا کر تاریخی مسائل، اصول حدیث، تفسیر، اصولِ فقہ کے اسباق بالترتیب متواتر ۳ روز تک مسموع فرمائے اور ہر روز ایک خاص دلچسپی کا اظہار فرماتے رہے، خصوصاً اصولِ فقہ کے سبق میں جب کہ جناب مولانا مولوی معین الدین صاحب صدر المدرسین نے آیۂ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ کے متعلق استدلال شافعیہ کی تقریر فرما کر جواب من جانب حضرت امام اعظم اور استدلال طریقۂ حنفیہ کا بیان، مدلل و مبرہن فرمایا اعلیٰ حضرت خلداللہ ملکہ نے بے حد مسرور ہو کر چند بار تحسین فرمائی نیز طرز تعلیم اور وسعت و

خوبیِ تقریر کی توصیف بدیں الفاظ فرمائی کہ:

"اس تفہیم کے لیے بھی فہمِ کامل اور استعدادِ کامل درکار ہے"

آخر روز معائنہ میں حضور پُرنور خلد اللہ ملکہ نے بتوسط جناب مولانا مولوی حاجی محمد انوار اللہ صاحب مبلغ ایک ہزار روپے مدرسین وطلبۂ مدرسہ کو بطور انعام مرحمت فرمایا، جس میں سے مبلغ ایک سو پچاس روپیہ بطور خلعت واختصاص جناب مولانا مولوی معین الدین صاحب کے لیے خاص فرمادیا گیا"۔

بانی شیخ الاسلام مولانا شاہ محمد انوار اللہ قدس سرہٗ

درگاہ معلی میں مدرسہ فخریہ معینیہ چشتیہ قائم تھا لیکن یہاں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ مدرسہ فخریہ کو مکتب اور ابتدائی درجات عربی وفارسی کا مدرسہ کہنا زیادہ سزاوار ہے، اس کی علمی وتدریسی خدمت مولانا عبد المجید صاحب دہلوی کے ذمہ تھی، شیخ الاسلام امام اہلِ سنت حضرت عارف باللہ مولانا حافظ شاہ محمد انوار اللہ قدس سرہ کی جدّ وجہد سے صاحبزادگان درگاہ معلی اور استاذ العصر مولانا محمد معین الدین الاجمیری مدرسہ فخریہ اور مدرسۂ معین الحق کے انضمام پر شہریار دکن کی حاضری درگاہ معلی کی یادگار اور ذخیرۂ آخرت کے پیش نظر دار العلوم معینیہ عثمانیہ کے قیام پر راضی ہوگئے۔ استاذ العصر مولانا معین الدین الاجمیری نے نہایت ہی جدّ وجہد سے فروغ دار العلوم کے لیے دن رات، سرد وگرم موسموں کا احساس کیے بغیر ایک کرڈالا، مالی استحکام کے لیے حسبِ تحریک حضرت شیخ الاسلام کلکتہ تک کا سفر کرڈالا، مصارفِ سفر سے دار العلوم کو زیر بار نہیں کیا اور ایک حبّہ دار العلوم سے لینے کے روادار نہ ہوئے، مولانا اجمیری نے ابتداءً اپنے خرچ پر "انجمن جمیعۃ انوار خواجہ" قائم کی، جمیعۃ المتکلمین، جمیعۃ المصلحین، جمیعۃ المفتیین، جمیعۃ المصنفین اس کے مجالس علمیہ تھے، انجمن جمیعۃ انوار خواجہ کی ایک غرض غریب الوطن طلبہ کی دستگیری تھی، زمانہ طاعون میں طلبہ بیمار ہوئے انجمن نے ان کا علاج اپنے ذمہ لیا، تیمارداری کی، اس زمانہ میں وظیفۂ دکن ملتوی رہا، انجمن نے دار العلوم کو قرض دے کر طلبہ کے وظیفے ادا کیے، اسی زمانے میں خزانہ خالی ہونے کی وجہ سے

چالیس بیرونی طلبہ کو وسطِ سال میں جب جواب دیا گیا مولانا اجمیری کے ایماء پر انجمن نے تمام روپے طلبہ کے مصارف پر صرف کردیے۔

درگاہِ معلیٰ میں دار العلوم کا افتتاحی اجلاس

"آج بتاریخ دس ذیعقدہ ۱۳۳۰ھ نومبر ۱۹۱۳ء روز سہ شنبہ بعد عصر اعلان از جانب متوسلین درگاہ شریف جلسہ مسلمانان، روبرئے بیگی دالان آستانہ غریب نواز قدس اللہ سرہ افتتاح مدرسہ معینیہ عثمانیہ بیادگار تشریف آوری اعلیٰ حضرت نظام الملک آصفی میر عثمان علی خاں صاحب خلد اللہ ملکہ وسلطنہ ہوا۔

حاضرین جلسہ

❁ مولانا مولوی حاجی محمد انوار اللہ صاحب مد فیوضہم ❁ دیوان سید شرف الدین علی صاحب ❁ میر نثار احمد صاحب متولی درگاہ معلّٰی ❁ مولوی دوست محمد صاحب ❁ میر عبد الجبار صاحب ❁ مولوی عبد الوحید صاحب ❁ میر محمد حنیف صاحب ❁ منشی سید زین العابدین صاحب ❁ حاجی سید رحمت علی صاحب ❁ حافظ سید مردان علی صاحب ❁ میر سرفراز علی صاحب ❁ حافظ شبیر علی صاحب ❁ شیخ حافظ اسلام الدین صاحب ❁ مولوی عابد حسین صاحب ❁ بابو محمد علی مرزا صاحب ❁ مولوی محمد اسرار عالم صاحب ❁ مولوی احمد حسین صاحب ❁ مولوی عبد المجید صاحب ❁ مولوی محمد نور الدین صاحب ❁ مولوی زین الدین صاحب حیدرآباد ❁ مولوی محمد رمضان صاحب ❁ قاری غلام نبی صاحب ❁ مولوی زاہد حسین صاحب۔

مولانا محمد معین الدین الاجمیری کے تلمیذ رشید مولانا محمد حسین صاحب نے دار الخیر اجمیر مقدس میں علمی برکات کے تین دور قائم کر کے ہر دور کے برکات علمی کی تفصیل لکھی ہے، دوسرے دور کا خاتمہ مولانا قمر الدین صاحب متوفی ۱۳۲۴ھ کی وفات پر کیا ہے، تیرے علمی دور کا آغاز مولانا معین الدین الاجمیری کی علمی جدّ و جہد سے کی ہے، مولانا اجمیری اُستاذ العلماء مولانا المفتی محمد لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ اور اُستاذ العلماء مولانا حکیم سید برکات احمد میر نگری عظیم آبادی ثم ٹونکی متوفی ۱۳۴۷ھ کے قابل فخر شاگرد تھے، وہ تعلیمی تحصیل کے بعد لاہور کی مشہور درسگاہ دار العلوم نعمانیہ میں صدر المدرسین

ہو کر چلے گئے، مولانا قمر الدین صاحب کی رحلت کے بعد حضرت خیر البلاد کی خالی علمی مسند کی رونق افروزی کا خیال ان کے علم افزا دل میں جاگزیں ہوا اور وہ لاہور کی آسائش کو چھوڑ کر چند مستعد شاگردوں کو لے کر اجمیر مقدس آگئے مولانا محمد حسین رقمطراز ہیں کہ:

"حضرت مولانا مدظلہ العالی مع ایک معتدبہ جماعتِ طلبہ اپنے وطن میں اجنبیانہ تشریف لائے اور قدر دان ہندوستان کے بیش قدر مشاہروں پر لنگر خواجہ کی سوکھی روٹی کو ترجیح دی ؎

یک کاسۂ آش جو صباحے بہتر ز ہزار مرغ و ماہی"

اور ۱۳۲۷ھ میں مدرسۂ معین الحق کی بنیاد ڈالی اور دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر تدریس میں مشغول ہوئے اقل قلیل مدت میں جید الاستعداد طلبہ تیار کر دیے، جن میں کے ایک مولانا محمد حسین صاحب نے اُستاذ العلماء مولانا سید برکات احمد صاحب کے مواجہ میں شرح سلم العلوم کا درس دے کر خراج تحسین حاصل کر کے مدرسہ معین الحق کی علمی عظمت کا سکہ قائم کیا۔

نظامِ دکن کا خسروانہ وظیفہ

مولانا اجمیری صاحب کے بڑے قدرداں شاہ دکن کے اُستاذ حضرت شیخ الاسلام مولانا شاہ محمد انوار اللہ صاحب تھے، مولانا اجمیری کی محنت اور طلبہ کی افزونی کے پیش نظر حضرت شیخ الاسلام نے ماہانہ وظیفہ پانسو سے بڑھا کر ہزار روپے کر دیے۔ مولانا اجمیری کا مشاہرہ دونا کر دیا، حضرت شیخ الاسلام سلطنت آصفیہ حیدرآباد، مولانا اجمیری کے تمام مشوروں کو منظوری دیتے تھے، مگر جب حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ نے ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۱۸ء کو جوار قدس کی راہ لی، قدر دانی کی جگہ دوسرا دور شروع ہوا، معتمد دار العلوم میر نثار احمد صاحب نے کبھی درجہ بندی اور کبھی رجسٹر حاضری پر دستخط کا شاخسانہ شروع کیا، آخر وہ دن بھی آگیا جب ایک دن مولوی محمد یونس میرٹھی منتظم دار العلوم مولانا اجمیری کی درسگاہ میں آئے اور تین طلبہ کو اپنے ہمراہ لے گئے، ان سے کمیٹی نظارت نے ایک تحریر لی، طلبہ واپس آئے اور مولانا

اجمیری سے کہا، ہم نے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا ہے کہ:

"سوائے بارگاہ جناب عالی کے دوسرے در کی جبہ سائی نہ کریں گے"۔

مولانا اجمیری بحالت قہر و جلال مدرسہ چھوڑ کر اپنے دولت کدہ تشریف لے گئے۔ بوقت شام بارگاہ معتمدی سے مراسلہ موصول ہوا کہ کیٹی نظارت نے ان چار طلبہ کا اخراج کر دیا۔ آپ حکم کی تعمیل کریں، دوسرے روز مولانا اجمیری صاحب معتمد صاحب کے مکان پر گئے، ان دونوں میں جو گفت گو ہوئی مولانا اجمیری کے قابل ترین شاگرد مولانا محمد حسین صاحب نے اس کے بارے میں لکھا:

- حضرت مولانا مدظلہ العالی جبکہ فقیر بھی کیٹی نظارت کا رکن ہے تو بغیر استصواب فقیر، کیٹی نے بالا بالا طلبہ کے اخراج کا کیوں حکم دیا؟
- میر صاحب، ذرا مسکرا کر، دیکھا میں کہتا تھا، کہ کیٹی نظارت میں کام کرنے کی اہلیت نہیں ہے"
- حضرت مولانا، پھر آپ نے باوصف کمال دانشمندی کیوں اس کی بے قاعدہ تجویز فقیر کو بھجوائی؟
- میر صاحب، اگر نہ بھجواتا تو آپ کو کیٹی نظارت کی نااہلیت کیونکر معلوم ہوتی؟

حضرت مولانا، جناب من! آپ کی آزمائش ہوئی، یہاں کام تمام ہو گیا، آپ کے دستخط سے مزین ہو کر باضابطہ مراسلہ فقیر کے پاس آیا۔ میں کیونکر اس کو بے قاعدہ سمجھ کر ردی کے ٹوکری میں ڈالتا، میں نے اس کی تعمیل کر دی بلکہ اخراج کا حکم سنا دیا۔

- میر صاحب، اس میں شک نہیں کہ میرے دستخط ضرور تھے، لیکن میری رائے اس میں کب تھی، رہا طلبہ کا اخراج اس کا مضائقہ نہیں، وہ اب بھی داخل ہو سکتے ہیں"۔

اس ملمع گفتگو سے حضرت مولانا نے خوب سمجھ لیا کہ یہ حضرت درجۂ توہین سے گزر کر استہزا کے مرتبہ میں آگئے ہیں، اب تک تو مقام تحمل تھا، لیکن اس کے بعد تملق کی حد ہے، اب عزت و آبرو کے ساتھ اس مدرسہ سے دست برداری بہتر ہے، اسی خیال سے حضرت مولانا اپنے دولت کدہ آئے اور ایک تحریر لکھی کہ وہی بالآخر استعفا ہو گئی"......

مولانا اجمیری صاحب آخری ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۱۹ء تک سات برس کی شاندار استعداد رساں فیض رسانی کے بعد صدر المدرسین کے منصب وعہدہ سے دست بردار ہو گئے۔ مولانا معین الدین الاجمیری کے عہد صدارت میں ”نو جامع فاضل تیار ہوئے“۔

- مولانا محمد حسین — تمام تلامیذ مولانا اجمیری میں محنت واستعداد میں فائق
- مولانا نور الدین اجمیری — مولانا اجمیری کے نائب مدرس
- مولانا سید امیر پنجابی — بعد میں دار العلوم میں مدرس ہوئے
- مولانا محمود حسن کراچوی
- مولانا غلام محی الدین اجمیری — برادر زادہ مولانا اجمیری بلا معاوضہ دار العلوم میں مدرس تھے۔
- مولانا انوار احمد اجمیری
- مولانا منتخب الحق بہاری مظفر پوری — کراچی یونیورسٹی میں صدر شعبہ اسلامیات ہوئے نادر منطقی اصولی عالم تھے۔
- مولانا محمد شمیم — دار العلوم میں مدرس مقرر ہوئے

مولانا اجمیری مرحوم حضرت صدر الشریعہ صدر مدرس ثالث کے استعفاء کے بعد ۱۳۵۱ھ میں بار دیگر صدر المدرسین مقرر ہوئے۔

دار العلوم کا اساسی اصول

بانی دار العلوم معینیہ عثمانیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد انوار اللہ قدس سرہ صدر الصدور دکن نے دس اصول اساسی مقرر فرمائے شہر یار دکن نے منظوری کی توثیق فرمائی، ان اصول عشرہ کی نقل اس طرح ہے:

(۱) یہ دینی مدرسہ، صرف بغرضِ ایصالِ ثواب روح پُرفتوح حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی قائم کیا گیا ہے جو اشاعت علوم دینیہ سے متعلق ہے، اس میں وہی تعلیم ہوگی جو قدیم علماء نے پائی اور اس وقت دینی تعلیم سمجھی جاتی ہے۔

(۲) جو قوانین کہ اس کے لئے مرتب کیے جاتے ہیں یا کیے جاویں گے اس کی پابندی کی ضرورت

ہوگی، ورنہ سرکار کو حق ہوگا کہ ماہوار مدرسہ موقوف کردے۔

(۳) اس مدرسہ کا انتظام بحیثیت مذہبی معین المہام امور مذہبی سے متعلق رہے گا۔

(۴) حساب وکتاب اور سالانہ رپورٹ اس مدرسہ کی معین المہام کے پاس آنے کی ضرورت ہوگی۔

(۵) اس مدرسہ کے اراکین اہل اسلام میں وہ لوگ ہوں گے جن کو علوم دینیہ سے خاص دلچسپی ہوگی۔

(۶) اس مدرسہ کے اراکین میں ہمیشہ دس صاحبزادوں میں سے اور دس اہل شہر میں سے رہیں گے۔

(۷) مدرسہ کمیٹی مذکورہ کے زیر نگرانی رہے گا اور اس کی حیثیت امور متعلق رہے گی اتفاق رائے اراکین پر ہر معاملۂ مدرسہ کا تصفیہ ہوا کرے گا اور اس کا اجراء معین المہام کی صوابدید پر ہوگی۔

(۸) صاحبزادوں کے لڑکوں کا وظیفہ ۲۰۰ سو روپے ماہانہ ہوگا، اس شرط پر ان کو وظیفہ دیا جائے گا کہ حاضری مدرسہ اور تمام روز کی پابندی کریں اور دو سو روپے بیرونی طلبہ کے لباس وخوراک میں بشرائط مذکورہ بالا دیے جاویں گے، باقی چھ سو روپے اساتذہ وغیرہ کی ماہواری اور دوسرے ضروری اخراجات کے لیے ہوں گے، اگر ہر دو قسم کے وظائف مذکورۃ الصدر سے کچھ رقم باقی رہ جاوے تو دوسرے کسی مصرف میں یا مفید مدرسہ امور میں صرف ہوں گے۔

(۹) اس مدرسہ کا سالانہ امتحان عرس شریف کے موقع پر ہوا کرے گا اور ممتحن زائرین میں سے مشاہیر علماء ہوں گے اور نتیجہ امتحان کا سالانہ رپورٹ شائع ہوا کرے گا۔

(۱۰) سرکار عالی کا سرکار عظمت مدار کے اعلیٰ عہدیداران سر رشتہ تعلیمات مدرسہ کا معائینہ کرکے اپنی رائے کتاب الرائے میں درج کرسکیں گے"۔

دار العلوم کی مجلس العلماء

دار العلوم معینیہ عثمانیہ کے اہتمام وانصرام کے لیے میر مجلس شیخ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد انوار اللہ علیہ الرحمہ کی منظوری سے "کمیٹی صدر"، "کمیٹی منتظم" کا قیام عمل میں آیا۔ مجلس العلماء کے قیام کی تجویز

مرجع انام حضرت مولانا شاہ قیام الدین محمد عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہ نے فرمائی، میر مجلس حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے اس تجویز کو غایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور منظوری عطاء فرمائی ایسے عظیم الشان اور مرکزِ اسلامیانِ ہند کی تعلیمی انصرام اور نگرانی کے لیے اکابرِ علم و معرفت اور اعاظمِ ہند اولیاء و علماء میں منتخب افراد منتخب کیے گئے جن کی تعداد تیرہ پر مشتمل تھی، مجلس العلماء ۱۳۳۶ھ میں قائم ہوئی اور اسی برس کی روئداد میں ان حضرات کے نام نامی مندرج ہیں بعد میں چند دوسرے حضرات کے ناموں کی بھی شمولیت ہوئی۔

(۱) حضرت مولانا شاہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ شریف، پنجاب

(۲) حضرت مولانا حکیم سید برکات احمد علیہ الرحمہ ریاست ٹونک، راجستھان

(۳) رئیس المتکلمین حضرت مولانا سید محمد سلیمان اشرف علیہ الرحمہ پروفیسر مدرسۃ العلوم، علی گڑھ

(۴) حضرت مولانا شاہ قیام الدین محمد عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ، مرکز علم و عمل حضرت فرنگی محل لکھنؤ

(۵) حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی، عظیم آباد، پٹنہ

(۶) حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ محدث الوری، لاہور

(۷) حضرت مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ، بریلی شریف

(۸) صدر الافاضل مولانا حکیم نعیم الدین علیہ الرحمہ، مرادآبادی

(۹) اُستاذ العلماء مولانا مفتی محمد عنایت اللہ فرنگی محلی، صدر المدرسین جامعہ، نظامیہ، فرنگی محل، لکھنؤ

(۱۰) مولانا مفتی محمد حفیظ اللہ علی گڑھی، صدر المدرسین مدرسہ لطفیہ، علی گڑھ

(۱۱) مولانا مفتی نثار احمد کانپوری، مفتی آگرہ

(۱۲) مولانا شاہ عبدالکریم چتوڑی، تلمیذ ارشد امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ

(۱۳) مولانا شاہ غلام محی الدین ویرم گامی

دارالعلوم کانصاب تعلیمی

جونصابِ تعلیمی مولانا محمد معین الدین الاجمیری نے اپنے قائم کردہ مدرسۂ معین الحق ۱۳۲۷ھ کے لئے مرتب کیا تھا میر مجلس دارالعلوم حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ مولانا حافظ حاجی شاہ محمد انوار اللہ فاروقی قادری چشتی قدس سرہ سلطنت آصفیہ نے اُسی کو برقرار رکھا اور مرجع انام مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلی (مولود ۱۲۹۵ھ وصال ۱۳۴۴ھ) نے بھی اُسے پسند فرمایا چنانچہ وہ نصاب دارالعلوم کا نظام تعلیمی قرار پایا۔

تعدادِ کتب بلادرجۂ تکمیل	۶۸ کتابیں
میعادِ تعلیم بلا تکمیل	۱۰ برس
میعادِ تعلیم مع تکمیل	۱۲ برس
تعدادِ اسباق	۴، ۱۱۵ اسباق
میعادِ کتبِ حدیث	۳ سال
آغاز کتبِ حدیث	از جماعت ہفتم میرزاہد ملا جلال، از حمد اللہ

تکمیل دینیات، تکمیل اعلیٰ

معتمد صاحب دارالعلوم اکابرِ عہد حضرات سے مسلسل نصابِ تعلمی کی اصلاح و درستگی کے لیے مشورے طلب کیا کرتے تھے، معتمد صاحب عالم نہ تھے، انہیں معلوم ہی نہ تھا کہ نصاب تعلیم میں اعلیٰ وارفع مقام طریقۂ تعلیم کا ہے اور درس نظامی کا یہی مابہ الامتیاز رہا ہے، دارالعلوم میں ایک درجہ "تکمیل دینیات کا" تھا جس میں ضروری معقولی کتابیں پڑھا کر تکمیل کرادی جاتی تھی دوسرا درجہ "تکمیل اعلیٰ" کا تھا، جس میں فن کی اُمّہاتِ کتب کا درس ہوتا تھا جب سالانہ جلسہ میں طلبہ کے امتحان کا جلسہ ہوتا اس میں دستار بندی کی رسم ادا کردی جاتی رودادوں میں اس کی صراحت ہے کہ یہ طلبہ تکمیل دینیات کے ہیں اور

یہ طلبہ تکمیل اعلیٰ کے ہیں۔ رپورٹ میں مندرج ہے کہ:

"درجہ بندی کے مطابق جملہ علوم وفنون کے لیے نہ تمام طلبہ کے اذہان وطبائع موزوں ہوتے ہیں نہ اتنی طویل فرصت رکھتے ہیں بنائً علیہ نصاب کے درجۂ ہفتم سے صرف دینیات کی تکمیل کے لیے دوسال کا نصاب جدا مرتب کر دیا گیا، تاکہ ضروری مبادیات سے فارغ ہو کر اگر طالب علم چاہے تو قلیل عرصہ میں دینیات کی سند حاصل کر سکے"۔

درس گاہ اکبری جامع مسجد

ابتداءً درسگاہ محفل خانہ میں تھی، اس کے بعد اکبری جامع مسجد میں منتقل ہوگئی، پہلے اس مقام پر سجادہ نشین حضرت خواجہ سید حسین کی حویلی تھی، اکبر بادشاہ نے ان سے حویلی کو حاصل کیا اور ۹۷۷ھ میں وسیع وعریض جامع مسجد تعمیر کرائی اسی مسجد اکبری کے دکھنی دالان میں درسگاہ تھی۔ حضور پُرنور قبلہ گاہی نے سنہ ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء میں احمد آباد جاتے ہوئے اجمیر شریف حاضری دی تو ساتھ لے جا کر راقم الحروف کو اپنے پڑھنے کی جگہ دکھائی تھی۔

دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کے صُدُورالمدرسین

علامۃ العصر مولانا معین الدین الاجمیری

قیام دارالعلوم معینیہ عثمانیہ درگاہ معلی ذی القعدۃ الحرام سنہ ۱۳۳۰ھ کے وقت بھی مولانا محمد معین الدین الاجمیری اپنے قائم کردہ مدرسہ معین الحق اجمیر مقدس میں صدرالمدرسین تھے، چنانچہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کے بھی صدرالمدرسین مقرر ہوئے یہاں تک کہ آخر ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۷ھ مطابق ماہ اگست سنہ ۱۹۱۹ء کو وہ مستعفی ہوئے جس کا ذکر گزر چکا ہے، مولانا اجمیری کے قابل ناز تلمیذ ارشد وعالی مولانا محمد

حسین مرحوم نے ۴۷ صفحات پر استعفاء کے وجوہ اور معتمد میر مجلس میر نثار احمد مرحوم کے استبدادی کارناموں کو بتفصیل بیان کر دیا ہے۔ شوال ۱۳۵۱ھ میں مولانا محمد معین الدین اجمیری کو میر نثار احمد مرحوم بار دیگر دارالعلوم کے منصب صدارت پر لائے، پہلی بار ارکان دارالعلوم ان کی علیحدگی کا سبب بنے تو اس بار سیاسی معاملات میں حصّہ لینے کی وجہ سے ۱۳۵۸ھ میں بحکم سرکار نظام آصف جاہ والی دکن صدارت کے منصب سے علیحدہ کیے گئے اور چند ماہ بعد مولانا اجمیری کا روز عاشورہ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ میں وصال ہوگیا مولانا اجمیری نے آخر دورِ حیات میں حیات خواجہ پر تحقیقی کتاب "نثار خواجہ" لکھی اور اس میں معتمد میر مجلس کے محاسن و محامد لکھے اور منتظم دارالعلوم مولوی محمد یونس میرٹھی امام مسجد شاہ جہانی نے آخر کتاب میں مولانا اجمیری کے فضائل سپرد قلم کیے، میر نثار احمد صاحب مرحوم کی توجہ سے اس کتاب نے صورت طباعت پائی۔

دارالعلوم کا پہلا جلسۂ دستار بندی

مولانا اجمیری سخت کوش محنتی مدرس و معلم تھے، نمازِ فجر کے بعد سے مغرب تک طلبہ کی تدریس کی طرف متوجہ رہتے، ان کی بالغ الاستعدادی، بلند طریقۂ تفہیم کی وجہ سے نہ صرف طلبہ گرویدہ تھے، بلکہ نظام دکن نے بھی داد و تحسین فرمائی کہ کیا زبردست تفہیم ہے۔ اس تفہیم کے لیے بھی فہم و استعداد کامل درکار ہے۔ مولانا اجمیری کی حسنِ توجہ نے صرف ڈیڑھ برس کی مدت (۱۳۳۳ھ) میں ہی تین جید الاستعداد علماء تیار کر دیئے جو الحاق کے وقت مدرسہ معین الحق سے داخل ہوئے تھے ان کی دستار بندی کا جلسہ ہوا۔ مخدوم الانام مولانا حکیم سید برکات احمد صاحب بہاری ٹونکی، مولانا شاہ مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی، مولانا سید دیدار علی شاہ محدّث الوری نے جلسہ میں شرکت فرما کر دستار فضیلت باندھی۔

استاذ العلماء مولانا مشتاق احمد فاضل کانپوری

صدر المدرسین ثانی

حضرت مولانا محمد معین الدین الاجمیری علیہ الرحمہ کی علیحدگی کے بعد رئیس المتکلمین اعظم العلماء مولانا

الحاج سید شاہ محمد سلیمان اشرف صاحب قبلہ قدس سرہ صدر شعبۂ دینیات وچیرمین اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور خطیب الامت مولانا شاہ محمد عبد الماجد قادری بدایونی علیہ الرحمہ کی سعی وکوشش سے ماہ صفر ۱۳۳۸ھ مطابق اکتوبر ۱۹۱۹ء میں اُستاذِ علوم وفنون اُستاذ العلماء الکبار زبدۃ الابرار حضرت مولانا حافظ شاہ مشتاق احمد چشتی صابری فاضل کانپوری علیہ الرحمہ صدر المدرسین کے منصب پر تشریف فرما ہوئے۔

اُستاذ العلماء فاضل کانپوری، یگانۂ عصر وعہد علامہ اور وحید الدھر امام علوم وفنون تو تھے ہی ان کو اُستاذ زمن حضرت مولانا الامام عارف باللہ متوکل علی اللہ مولانا الحافظ الحاج شاہ احمد حسن چشتی صابری فاضل کانپوری (عاشق و والہ وشیدا، خلیفۂ اجل واعظم حضرت محبوب الہ حاجی شاہ امداد اللہ چشتی صابری مہاجر مکی) کی اکبر فرزندیت کا شرف بھی حاصل تھا، اُستاذ العلماء فاضل کانپوری عالمی شہرت یافتہ درسگاہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں دس برس صدر المدرسین اور شیخ الحدیث رہے، مدرسۂ اسلامیہ عربی میرٹھ میں صدر المدرسین کے منصب کو سرفرازی بخشی، جامعہ شمس العلوم بدایوں شریف میں شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہے، مدرسۂ اہل سنت جامعہ نعیمیہ میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب باصرار بلا کر لے گیے، رئیس العلماء مولانا محمد عتیق الرحمن خاں علیہ الرحمہ بانی دار العلوم عتیقیہ، تلسی پور، ضلع گونڈہ، محدث شہیر مفسر کبیر حضرت مولانا الحاج احمد یار خاں نعیمی اشرفی بدایونی شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی نے اکتساب فیوض علمی کیا، صوبہ بہار کی مشہور ترین علمی واسلامی درسگاہ جامعۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے قیام کے بعد شیخ التفسیر ہوئے، اور صدر المدرسین آخر زمانہ میں مدرسۂ عالیہ کلکتہ میں شیخ التفسیر کے عہدہ کو منزلت عطاء فرمائی عیدگاہ کانپور کی امامت خاندانی تھی کلکتہ سے نمازِ عید الفطر پڑھانے کے لیے کانپور تشریف فرما ہوئے اِدھر عید کا چاند نکلا، اُدھر ماہتاب علم وفضل نگاہوں سے اوجھل ہوگیا، ۱۳۵۰ھ کا سال تھا، ۱۲۹۲ھ میں سہارنپور میں ولادت ہوئی اس وقت اُستاذ العلماء کے حضرت والد ماجد اُستاذ زمن، مدرسۂ مظاہر علوم میں شیخ المحدثین مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے نائب کی حیثیت سے فیض رساں تھے۔ ۱۳۳۸ھ سے شعبان ۱۳۴۴ھ تک استاذ العلماء فاضل کانپوری کا نہایت صدق وصفا اور انہماک سے دار العلوم

معینیہ عثمانیہ میں علمی فیض جاری رہا، دار العلوم کی مختصر سی روئداد سال ۱۳۴۴ھ کی راقم الحروف کی نظر سے گزر چکی ہے، اس میں مرقوم ہے کہ "مولانا موصوف تعطیل کلاں میں تشریف لے گیے اور حسبِ معمول شوال میں تشریف نہیں لائے اور نہ استعفا ہی ارسال فرمایا اور میرٹھ شہر کے مدرسہ عربی اسلامیہ میں رونق افروز ہو گئے"۔ ان کے سات سالہ دورِ قیام میں بکثرت جید طلبہ فارغ ہوئے۔

اُستاذ العصر مولانا حکیم امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ

صدر المدرسین ثالث

اُستاذ العصر مولانا حکیم امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ، اپنے زمانے کے کثیر الفیوض مدرس و عالم وفقیہ تھے، وہ خیر آبادی سلسلۂ علمی کے نامور اُستاذ ضیاء الملت والدین شیخ الاسلام مولانا محمد ہدایت اللہ خاں فاضل رام پوری ثم جونپوری کے نہایت ممتاز تر شاگرد تھے اور حضرت شیخ الاسلام فاضل رام پوری کے آخر عہد کے تلمیذ تھے، وہ علمی کمالات کی تحصیل کے فوراً بعد ہی ۱۳۲۸ھ میں مجدد دین وملت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچ گئے اور اپنی سعادت مندی اور خدمت گزاری کی وجہ سے موردِ الطافِ خاص بن گئے، امام اہل سنت فاضل بریلوی کے مدرسۂ اہل سنت منظر اسلام میں درس دیتے اور بڑی بڑی کتابیں پڑھاتے اور خود فاضل بریلوی کے بحرِ علم سے سیراب ہوتے یک در گیر، محکم گیر کے اصول پر آستانۂ رضویہ اُن کا ماویٰ تھا۔

اُستاذ العلماء فاضل کانپوری کے بلا اطلاع دوسری جگہ جانے کی وجہ سے دار العلوم معینیہ عثمانیہ کی علمی مسند کی صدارت خالی اور سونی پڑ گئی۔ رئیس المتکلمین اعظم العلماء مولانا سید شاہ محمد سلیمان اشرف علیہ الرحمہ ۱۳۳۵ھ سے بلا ناغہ عرس خواجہ غریب نواز میں حاضری کے لیے حاضر ہوتے اور دار العلوم معینیہ عثمانیہ کے سالانہ امتحان میں جو ۵ رجب کو منعقد ہوتا، شرکت فرماتے، روداد یں اس کی شاہد ہیں تکمیل

کے بعد امتحان میں فارغ ہونے والوں کی دستار بندی اُنہیں کے ہاتھوں سے کرائی جاتی تھی، حضرت رئیس المتکلمین دارالعلوم کی ہمہ جہت خدمت انجام دیتے، انہیں کی سعی سے نواب حاجی سر محمد مزمّل اللہ خاں وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی نے دورۂ حدیث کے طلبہ کے لیے نوّ روپے سالانہ وظیفہ کا اجراء منظور کیا۔

متولی درگاہ معلی اور معتمد مجلس میر نثار احمد مرحوم نے انہیں امور کی وجہ سے حضرت رئیس المتکلمین اعظم العلماء کو تفصیلی خط لکھا اور صدر المدرسین کی مسند کو پُر کرانے کے لیے ممتاز عالم مدرس کی تلاش و جستجو فرمانے کی اِستدعا کی، حضرت رئیس المتکلمین قدس سرہ نے خط پا کر بریلی شریف آستانہ رضویہ پر حاضری دی اور اپنے استاذ بھائی مولانا حکیم امجد علی صاحب اعظمی سے ملاقات کی اور دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کی مسند صدارت کی رونق افروزی کی بات کہی، مولانا اعظمی نے جواب دیا، پیر و مرشد برحق اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کا سپرد فرمایا ہوا کام چھوڑ کر کس طرح جایا جاسکتا ہے؟ ہر بار کے اصرار کا یہی جواب تھا، حضرت رئیس المتکلمین علیہ الرحمہ کا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ خاص اکرام واحترام ملحوظ فرماتے تھے، یہی اکرام واحترام امام اہل سنت کے جانشین حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا فاضل بریلوی مرعی رکھتے، حضرت رئیس المتکلمین اعظم العلماء نے ان سے ملاقات کی اور فرمایا اجمیر مقدس مولوی امجد علی صاحب کے جانے سے امام اہل سنت کے کاموں کو اور فروغ ملے گا، مرکزی جگہ ہے حضرت رئیس المتکلمین کی گفتگو قابل پذیرائی ہوئی اور حضرت حجۃ الاسلام نے اُن کو طلب فرما کر فرمایا کہ آپ اجمیر شریف چلے جائیں، وہاں آپ کے جانے سے اعلیٰ حضرت قبلہ کا دینی کام اور زیادہ بار آور ہوگا، حضرت ۱۳۴۴ھ کے اواخر ماہ شوال میں اجمیر مقدس پہنچے، آپ کا فیضان تدریس ۱۳۵۰ھ تک زور وشور سے جاری رہا پھر آپ مستعفی ہوئے، تفصیل آگے آرہی ہے۔

اُستاذ العلماء مولانا محمد شریف اعظمی علیہ الرحمہ

صدر المدرسین خامس

اُستاذ العلماء مولانا محمد شریف اعظمی، اُستاذ العلماء مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی عظیم آبادی (مولود

سنہ ۱۲۸۰ھ وصال سنہ ۱۳۴۳ھ) کے قابل ترین شاگردوں میں تھے اور خیرآبادی سلسلۂ علمی کے اپنے عہد میں ممتاز ترین نمائندے تھے مولانا اجمیری کی برطرفی کے بعد دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کی مسندِ علمی پھر سے خالی ہوئی نواب صدر یار جنگ مولانا محمد حبیب الرحمن شروانی مرحوم صدر الصدور امور مذہبی سلطنتِ آصفیہ حیدرآباد حضرت شیخ الاسلام کے بعد دارالعلوم کے میرِ مجلس ہوئے، مناظر احسن گیلانی اگرچہ مولانا حکیم سید برکات احمد صاحب کے شاگرد تھے اور خیرآبادی سلسلۂ علمی کی سرفرازیوں سے سرفراز تھے مگر دیوبند کی ان کی ایک سالہ طالب علمی نے عقائد و مسالک میں تزلزل ڈال دیا، بہرحال اس گام پر انہوں نے مولانا محمد شریف اعظمی کا نام دارالعلوم کی صدارت تدریس کے لیے پیش کیا۔ جو منظور ہوا مولانا اعظمی اجمیر شریف حاضر ہوئے اور دورِ تدریس جاری کیا، علمی امتیازات برقرار رکھا۔ دارالعلوم کو باذوق، ذہین و فطین طلبہ کا مرجع بنا دیا، مولانا اعظمی کے بعد مولانا محمد معین الدین صاحب کے شاگرد مولانا شفیع اللہ سہسرامی صدر المدرسین ہوئے، مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی۔

دارالعلوم آج بھی جاری ہے، مگر مرکزیت اور علمی دبدبہ و شوکت پانچویں صدر المدرسین کے عہد پر ختم ہو گیا۔
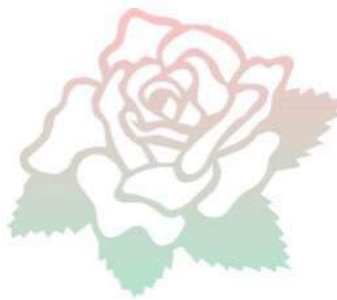
دارالخیر اجمیر مقدس میں حاضری وحضوری اور تکمیل اعلیٰ

دارالخیر اجمیر مقدس کا سفر

خاندانی ذخیرہ کتب میں جونپور"طبیّہ دواخانہ" کی دواوں کی فہرست کی سالانہ جنتری دیکھنے کو ملی، اس میں حضرت قبلہ گاہی کے قلم سے "جمعہ ۲۰ شعبان ۱۳۴۶؁ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۲۸؁ء ۲۴ ماگھ ۱۳۳۵؁ فصلی کو روانگی جونپور سے بھوانی پور" کا اندراج ہے، اگلے ماہ ۱۱ تاریخ ماہ رمضان المبارک مطابق ۲۴ فروری کو آپ کے برادرِ معظم اپنی ملازمت کے مستقر، کلکتہ سے گھر تشریف لائے، انہوں نے فرمایا، میں نے پیرومرشد مولانا سید شاہ محمد طاہر اشرف صاحب اشرفی جیلانی چشتی صابری، دہلوی علیہ الرحمہ سے ان کی کلکتہ تشریف آوری کے موقع پر معلوم کیا کہ اس وقت اپنی جماعت، اہل سنت وجماعت کے کن کن مدرسوں میں اچھی تعلیم ہوتی ہے، حضرت پیر صاحب نے فرمایا،"بریلی، مرادآباد اور اجمیر شریف میں"، پھر معلوم کیا ان سب میں بہتر تعلیم کہاں ہوتی ہے، فرمایا اجمیر شریف میں سب سے بہتر تعلیم ہوتی ہے، اس کے بعد میں نے عرض کیا تو پھر میں اپنے بھائی سے اجمیر شریف جانے کے لیے کہوں فرمایا، بہت بہتر اور اچھا مناسب ہوگا، بڑے ابا مرحوم نے اپنی گفتگو اور حضرت پیر صاحب کا مشورہ بتایا اور اجمیر شریف جانے کے لیے زور دیا، حضرت قبلہ گاہی نے اس مشورہ ورہنمائی میں دارالخیر کی حاضری وحضوری کا عزم فرمالیا، وطن سے روانہ ہو کر مدرسۂ حنفیہ حاضر ہوئے، مولانا سرحدی صاحب کی خدمت میں بھائی صاحب کا مشورہ عرض کر کے خط لکھنے کی گزارش کی، مولانا سرحدی صاحب نے حضرت صدرالشریعہ کے نام خط لکھا جس میں لکھا کہ:

"مولوی رفاقت حسین سلمہٗ نہایت ذکی وذہین اور اخاذ طبع ہیں، سعادت اطوار اور مستعد طالب علم ہیں علمی استعداد بہتر ہے، اُن کو مدرسہ میں داخل کرلیں اور ان پر خاص توجہ

کریں۔ یہ مولوی عبدالرزاق کے فرزند ہیں"۔

حضرت قبلہ گاہی، جونپور سے دہلی کے لئے روانہ ہوئے، دہلی پہنچ کر بلّیماران میں پہنچے اور حضرت مولانا پیر سید شاہ محمد طاہر اشرف صاحب کے درِ دولت پر حاضری دی، نام بتایا، نام سن کر پیر صاحب بہت خوش ہوئے۔

حضرت محبوب الٰہی میں پہلی حاضری

حضرت سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین محمد چشتی محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے آستانہ پر حاضری کی ہدایت فرمائی اور ایک آدمی کو ہمراہ کر دیا، یہ پہلا موقع تھا، جب حضرت محبوب پاک کے آستانہ پر حاضر ہوئے اور فیوضات و برکات سے بہرور ہوئے، تین دن کے قیام کے بعد حضرت پیر سید محمد طاہر اشرف صاحب نے اجمیر شریف حاضر ہونے کا اذن عطا فرمایا اور ایک خط بھی تحریر فرما کر عنایت فرمایا یہ خط صدرالشریعہ علیہ الرحمہ صدرالمدرسین دارالعلوم معینیہ عثمانیہ درگاہ معلی کے نام نامی تھا، جس میں علمی استعدا اور غیر معمولی ذہانت و ذکاوت کے ذکر ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ اس عزیز کے والدین جوار رحمت میں جا پہنچے ہیں، اس بنا پر بھی الطافِ خاص کے مستحق ہیں۔

دربار خواجہ میں پہلی حاضری

حضرت قبلہ گاہی، اجمیر مقدس حاضر ہو گئے، تھوڑے سامان اور کتابوں کو ساتھ لے کر بارگاہ خواجہ خواجگان میں حاضر ہوئے فرمایا، فاتحہ کے نذر کے بعد عرض کیا۔

"حضور! اس دنیا میں میرے ماں باپ نہیں ہیں، آپ کی بارگاہ میں بہت تمنائیں اور امیدیں لے کر حاضر ہوا ہوں، خاص نگاہِ کرم کا طالب رہوں گا"۔

امام صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضری

یہاں سے اُٹھ کر محفل خانہ میں پہنچے، حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضری دی اور دونوں خطوط پیش کیے، ملاحظہ فرما کر بہت التفات فرمایا، مدرسہ حنفیہ جونپور کا نام دیکھ کر مدرسہ کے حالات دریافت فرمائے، مدرسین کی خیریت معلوم کی اور زیرِ درس طلبہ سے فرمایا یہ میرے مدرسہ سے آئے ہیں۔ تھوڑی دیر زیر درس کتابوں کے متعلق سوالات فرمائے اور منتظم دارالعلوم مولوی محمد یونس امام شاہ جہانی مسجد کے نام تحریر لکھی کہ:

دارالعلوم معینیہ عثمانیہ میں داخلہ

"حامل رقعہ جونپور کے مدرسہ حنفیہ میں پڑھ کر آئے ہیں، استعداء قابل اطمینان ہے، ان کا نام رجسٹر داخلہ میں درج کرلیں"۔

مزید کرم یہ فرمایا کہ متولی درگاہ شریف معتمد دارالعلوم حاجی سید نثار احمد صاحب مرحوم سے کہ کر سرکار نظام دکن کے وظائف سے چار روپے ماہوار کا وظیفہ بھی مقرر کرادیا، اس رقم سے دو روپے ماہوار پر ہوٹل میں کھانے کا نظم کیا اور دوسرے دو روپے دوسرے اخراجات کے کام میں لاتے، راقم الحروف کے سوال پر فرمایا ایک سال تک بھائی صاحب دس روپے ماہوار بھیجا کرتے تھے۔

حضور امین شریعت کے تعلیمی دور کے اساتذہ

حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ العزیز دارالعلوم معینیہ عثمانیہ دارالخیر والبرکات درگاہ معلّٰی خواجۂ خواجگان، سلطانِ چشت اہل بہشت میں طلب علم کے لیے حاضر ہو کر طلبہ کے زمرہ میں داخل ہوئے، اس وقت صدارت مدرسین کے منصبِ رفیع پر اسلامی علوم وفنون کے شہرہ آفاق، عالم ومدرس اور

خیر آبادی سلسلۂ تلمذ کے نامور عالم، صدر الشریعہ، مولانا حکیم ابو العلا، امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ مصروف فیض رسانی تھے، اور ان کا مواج بحرِ علم لہریں لے رہا تھا حضرت ممدوح کے علاوہ دار العلوم میں یہ حضرات کریمہ بھی مصروف تدریس تھے۔

☪ مولانا عبد الحی افغانی علیہ الرحمہ نائب صدر المدرسین تھے، حضرت ملائے افغانی، استاذ العصر مولانا محمد پردل خاں کابلی کے درس کے فیض یاب تھے، قیامِ دار العلوم کے متصل زمانہ میں استاذ العصر مولانا حکیم سید برکات صاحب نے مولانا معین الدین اجمیری مرحوم صدر المدرسین کے پاس اُن کو بھیجا کہ ان کا میں نے انتخاب کیا ہے، یہ دار العلوم میں مقرر کر لیے جائیں، چنانچہ حضرت ملا افغانی شروع سے نائب صدر المدرسین رہے، ملا افغانی شفیق و کریم اور انتھک محنت کرنے والے مدرس تھے، علوم وفنون میں رسوخ تام حاصل تھا۔ ان کے پاس تکمیل اعلیٰ اور درجۂ علیاء کی کتابوں کی خواندگی ہوتی تھی۔

☪ مولانا مفتی امتیاز احمد انبیٹھوی درجۂ علیاء کے مدرس تھے اور دار الافتاء کے مفتی بھی تھے، وہ عابد و مرتاض بھی تھے اور متبحر عالم بھی تھے، تدریس کی مہارتِ تام کے حامل تھے۔

☪ مولانا شاہ عبد المجید دہلوی یہ دار العلوم کے قیام کے پہلے سے درگاہ معلّٰی کے مدرسہ میں مدرس تھے، دہلی کی فتحپوری مسجد شریف کے نامور عالی قدر امام مولانا محمد مسعود شاہ نقشبندی مجددی کے فرزند ارجمند تھے۔

☪ مولانا قاری عبد الرحمن صاحب عرب موصلی، یہ شہر بغداد کے باشندے تھے، معتمد دار العلوم نے عربی زبان وادب کے ماہر کی حیثیت سے اُن کو ادیب مقرر کیا تھا۔ عرب صاحب کی تمام تر تعلیم عالم عرب کے منہاج پر ہوئی تھی، ہندوستانی اسلامی مدارس کے علماء وطلبہ دقتِ نظر اور تعمق فکر کے حامل وخوگر تھے، عرب صاحب کا سابقہ ہندوستانی طلبہ سے پڑا تھا، جو زبان وادب سے زیادہ فنون

سے دلچسپی رکھتے تھے۔فن کے دقائق پر جن کی گہری گرفت تھی۔نتیجہ یہ ہوا کہ عرب صاحب ان کے درمیان اپنا سکہ نہیں بٹھا پائے بلکہ ان کا عجز ظاہر ہوا اس لیے تجوید کا شعبہ اور صندلی مسجد شریف کی امامت کی ذمہ داری اُن کو سپرد کی گئی۔

☪ ان کے علاوہ مولانا سید حامد علی صاحب مولانا عبد الباری صاحب معنی مولانا عزیز الاسلام صاحب، مولانا محمد یونس میرٹھی بھی مدرسین تھے، مولانا سید غلام علی صاحب معین المدرسین تھے۔
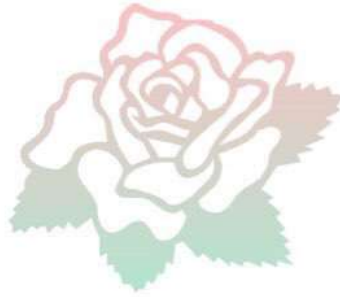
نقشۂ تعلیمی

شوال ۱۳۴۹ھ تا رجب ۱۳۵۰ھ

"جناب مولانا حاجی محمد امجد علی صاحب صدر المدرسین"

توضیح تلویح	از ابتداء تا صفحہ : ۸۰
مطوّل	از ابتداء تا صفحہ : ۱۰۰
ہدایہ آخرین	از ابتداء تا صفحہ : ۲۰۰
قاضی مبارک	از ابتداء تا صفحہ : ۱۲۵
خیالی مع شرح عقائد	از ابتداء تا صفحہ : ۱۰۰
شمس بازغہ	از ابتداء تا ختم

جناب مولانا محمد عبد الحی صاحب مدد گار اوّل

حمد اللہ	از ابتداء تا صفحہ : ۱۶۰
صدرا	از ابتداء تا ختم
میر زاہد مع غلام یحییٰ	از ابتداء تا ختم
میر زاہد ملا جلال	از ابتداء تا صفحہ : ۱۰۳
ملاّ حسن	از ابتداء تا صفحہ : ۱۲۵
ترمذی شریف	از ابتداء تا صفحہ : ۱۵۰

جناب مولانا محمد عبد المجید صاحب مدرس عربی

ہدایہ اولین	از ابتداء تا صفحہ : ۳۲۵

نورالانوار	ازابتداءتاصفحہ : ۱۶۶
حسامی	ازابتداءتاختم
بخاری شریف جلداول	ازابتداءتاختم
بخاری شریف جلدثانی	ازابتداءتاصفحہ : ۳۰
قطبی مع میر	ازابتداءتاختم

جناب مولاناامتیازاحمدصاحب مدرس عربی

تفسیرمدارک	ازابتداءتاصفحہ : ۱۶۰
شرح عقائدنسفی	ازابتداءتاختم
مختصرمعانی	ازابتداءتاصفحہ : ۳۰۴
میبذی	ازابتداءتاختم
شرح نخبۃالفکر	ازابتداءتاصفحہ : ۸۰
مشکوۃشریف	ازابتداءتاصفحہ : ۲۴۵
شرح ہدایۃالحکمۃ	ازابتداءتاصفحہ : ۱۳۳

جناب مولاناقاری عبدالرحمن صاحب (ادیب) عرب موصلی

مفیدالطالبین	ازابتداءتاختم
دروس الادب حصہ اول	ختم
دوم	ختم
سبعۂ معلّقہ	معلقات اربعہ

مقامات حریری	دس مقام
شرح جامی	بحث فصل ختم
اصول الشّاشی	ختم
دیوان حماسہ	باب الحماسہ ختم
تاریخ الخلفاء	از ابتداء تا صفحہ : ۵۷
تجوید القرآن	از ابتداء تا ختم
تجوید جزری	از ابتداء تا ختم

مولانا سید حامد علی صاحب مدرس عربی

دروس الادب	ختم
کافیہ	صفحہ : ۶۰
شرح جامی	بحث اسم ختم
صرف میر	ختم
فصول اکبری	ختم
نور الانوار	از ابتداء تا صفحہ : ۶۵
نفحۃ الیمن	تا درس ختم
مفید الطّالبین	ختم
ہدایۃ النحو	ختم
منیۃ المصلّی	از ابتداء تا صفحہ : ۶۰

جناب مولوی عزیز الاسلام صاحب مدرس عربی

کافیہ	تاختم
شرح جامی	ختم بحث حرف
منیۃ المصلی	تاختم
قدوری	تانصاب ختم
مرقاۃ	ختم
شرح تہذیب	تاصفحہ : ۱۰۷
ہدیہ سعیدیہ	تاصفحہ : ۵۵
قطبی تصدیقات	مختلطات
نحومیر	ختم
شرح مأۃ عامل	صفحہ : ۳۹

مولوی عبد الباری صاحب

شرح وقایہ جلد اوّل	تاختم
شرح وقایہ جلد دوم	
قلیوبی	تاختم
نفحۃ الیمن	باب ختم
شرح مأۃ عامل	تاختم
ہدایۃ النحو	تامبنیات
شرح جامی تابحث اسم	تاصفحہ : ۱۵۰
قطبی	تاصفحہ : ۱۳۰
مرقات	تاختم

جناب مولانا محمد یونس صاحب مددگار معتمد

ھدایہ جلد ۲	تاصفحہ : ۳۸۵،۲۷۳
قاعدۂ عربی	از ابتداء تاختم
علم الصّرف ہردوحصہ	تاصفحہ : ۴۰ ختم

جناب مولوی سید غلام علی صاحب معین المدرسین

شرح تہذیب	ختم
علم الصیغہ	ختم
کبری	ختم
ایساغوجی	ختم
ہدیہ سعیدیہ	ختم تانصاب
فصول اکبری	تاصفحہ : ۶۵
مرقاۃ	تاصفحہ : ۶۰
تاریخ الخلفاء	تاصفحہ : ۱۵۰
میزان	ختم
منشعب ۳۰	
کبریٰ	ختم

حضور قبلہ گاہی کی تحصیلی کتابیں، ذہانت و ذکاوت

شوال ۱۳۴۸ھ تا رجب ۱۳۴۹ھ

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی اعلیٰ ترین خصوصیات میں ذہانت و ذکاوت اور تدبّر اور حکیمانہ مزاجی بھی تھی، اور یہ سب پر ظاہر تھا، فقیر راقم الحروف مدرسہ اسلامی عربی اندرکوٹ میرٹھ میں صدر العلماء المحققین ملک المدرسین حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب قبلہ کی خاص خدمت میں پڑھتا تھا ایک دن دورانِ درس دہلی کی جامع مسجد فتحپوری بیگم دہلی کے مدرسہ عالیہ اور اس کے کبار علماء کا ذکر آیا تو فرمایا، دہلی بارگاہ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ سید نظام الدین محمد چشتی محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ خواجہ حسن نظامی صاحب کے اصرار سے میں بھی صدر المدرسین کے عہدہ کا امیدوار ہوا اور درخواست دے دی، مقررہ تاریخ پر طلبی ہوئی، انتخاب کے لیے دیوبندی اور سنی علماء اکٹھا ہوئے تھے، بہت سے سوالوں میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ:

”کہاں کے طلبہ ذہین ہوتے ہیں اور کہاں کے محنتی“؟

میں نے جواب دیا، بہار کے طلبہ بہت ذہین ہوتے ہیں اور پنجاب کے طلبہ و علماء بہت محنتی ہوتے ہیں، حضرت الاستاذ ملک المدرسین قدس سرہ سے فقیر راقم الحروف نے سوال کیا یہ آپ نے کس تجربہ کی بنیاد پر فرمایا تھا، بے ضغطہ زبان فرمایا، بہار کے تمہارے باپ ہیں ہمارے رفقاء میں ان کی ذہانت کو کوئی نہیں پہنچتا، مولوی سردار احمد پنجاب کے تھے، استنجاء کے وقت کتاب باہر رکھ کر ہی جاتے تھے، بندہ نے عرض کیا کیا اب بھی آپ کی چالیس ۴۰ برس کے بعد بھی یہی رائے ہے، فرمایا اور نہیں تو کیا؟

حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ نے بارہا ارشاد فرمایا، مجھے پڑھنے اور مطالعہ کرنے میں کبھی دقت نہیں ہوئی، مطالعہ میں سب حل ہو جاتا تھا۔ جس کتاب کو تعمق فکر سے پڑھنا ہوتا معلوم ہوتا سب پڑھا ہوا ہے، میرے سبھی اساتذہ مجھ پر شفیق تھے، صرف ایک بار کتاب کا دیکھ لینا کافی ہوتا تھا فن کی بڑی بڑی ادق کتابیں میرے رب نے مجھ پر آسان فرما دی تھیں۔

حضرت قبلہ گاہی امین شریعت قدس سرہ شوال ۱۳۴۶ھ کے اواخر میں دارالخیر اجمیر مقدس پہنچے۔ راقم الحروف نے ۱۳۴۷ھ تا ۱۳۴۸ھ کی روئداد حاصل کرنے کے لئے جدو جہد تو بہت کی، مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ جن صاحب کے یہاں روداد یں ہیں انہوں نے التفات کو پزیرائی نہیں فرمائی، بندہ کوا یک روئداد ۱۳۴۸ھ تا ۱۳۵۴ھ پر مشتمل جونا گڑھ کاٹھیاواڑ میں دستیاب ہوئی، بندہ نے حضرت قبلہ گاہی کو دکھایا تو بہت خوش ہوئے فرمایا نایاب چیز حاصل کی، پھر لے کر ملاحظہ فرمایا۔ فرمایا اس میں خیالی کا نام درج ہونے سے رہ گیا، اس میں میرے نمبر ۸۰ تھے، دوسری روئداد ۱۳۴۴ھ کی اجمیر مقدس میں دیکھی تھی، اب جبکہ سیرۃ وسوانح مختصرہ لکھنے بیٹھا ہوں، جونا گڑھ سے حاصل روئداد اور مولانا محمد حسین تلمیذ مولانا اجمیری کا رسالہ اور روئداد جلسۂ افتتاح کام آرہا ہے۔ حضرت سیدی قبلہ گاہی قدس سرہ نے شوال ۱۳۴۸ھ تا رجب ۱۳۴۹ھ میں مندرجہ ذیل کتابوں کی خواندگی کی

• قاضی مبارک • شمس بازغہ • امور عامہ • مسلم الثبوت

• محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ • استاذی الکریم صدر العلماء رئیس المحققین مولانا سید غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمہ • جلالۃ العلم اُستاذ العلماء مولانا حافظ عبدالعزیز مرادآبادی علیہ الرحمہ چاروں کتابوں میں شریک درس تھے۔

• حضرت مولانا محمد محسن فقیہ شافعی، • حضرت مولانا معین الدین محشر شیر گھاٹوی گیاوی، • حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب بلیاوی "شمس بازغہ" میں۔ مسلم الثبوت میں مولانا سید احمد علی اجمیری اور مولانا بلیاوی ہم درس تھے۔ قاضی مبارک کے ایک سو پچیس (۱۲۵) صفحے اور شمس بازغہ تا ختم کی خواندگی حضرت حجۃ العصر صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمہ سے کی۔ نقشۂ تعلیمی سالانہ میں ہر مدرس کے نام کے سامنے کتابوں کے ناموں کا اندراج ہے، لیکن امور عامہ اور مسلم الثبوت کا اندراج نقشۂ تعلیمی میں کسی بھی اُستاذ کے نام کے ساتھ نہیں ہے۔ حضرت صدر الشریعہ سے پڑھی ہو، یہ قرین قیاس ہے شاید یہ عدم اندراج بھی معتمد صاحب دارالعلوم اور منتظم دارالعلوم مولوی یونس میرٹھی کی مہربانیوں کی نذر ہو گیا ہو۔

ابتدائے شوال ۱۳۴۹ھ تا رجب ۱۳۵۰ھ کی خواندگی کتب

•ہدایہ آخرین• مطول• خیالی • توضیح تلویح

ان کتابوں کا درس حضرت امام العصر مولانا حکیم امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمہ کے پاس تھا، مذکورہ بالا چاروں حضرات کبار کے علاوہ اُستاذ العلماء مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری اور مولانا محمد یحییٰ اعظمی اُستاذ العلماء مولانا غلام یزدانی، مولانا اسد الحق مرادآبادی، مولانا رفیع اللہ سہسرامی، مولانا نجم الدین سہسرامی، مولانا احمد اللہ بھاگلپوری، مولانا عبد الرشید بہاری، مولانا محمد ایوب اجمیری ہدایہ میں شریک درس تھے۔ "مطول"، میں مذکورہ چاروں حضرات کرام کے علاوہ حضرت مولانا محمد محسن فقیہ صاحب شافعی اور مولانا غلام محی الدین صاحب بلیاوی، مولانا معین الدین محشر، مولانا محمد یحییٰ اعظمی مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری بھی رفقائے درس تھے۔

حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ کے "صدیق حمیم مخلص قدیم" مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ قدس سرہ المنان بھی رفقاء خصوصی میں تھے، مگر ان کا نام نامی روئداد میں درج نہیں، ممکن ہے کہ انہوں نے دار العلوم میں داخلہ نہ لیا ہو، اعزازاً شریک درس ہوتے رہے ہوں۔

معتمد دار العلوم کا استبداد اور طلباء کا احتجاج

معتمد دار العلوم معینیہ عثمانیہ درگاہ معلّٰی کی طبیعت مستبدّانہ تھی، دار العلوم کے اساتذہ، طلبہ اور ارکان ان کی طبع ایذارساں کی زد میں رہتے، چنانچہ ۱۳۵۰ھ میں ان کی اس روش نے طلبہ کو پریشان کیا، طلبہ نے باب عالی سرکار نظام پر دستک دی، وہاں سے حکم نامہ جاری ہوا کہ طلبہ کے وظائف جاری رکھے جائیں اور مطبخ سے کھانے کی تقسیم بھی جاری رہے، نواب اختر یار جنگ فرزند حضرت مفتی امیر مینائی لکھنوی ناظم تعلیمات جلد اجمیر مقدس پہنچ رہے ہیں۔ مگر معتمد صاحب نے حیلوں اور بہانوں سے اس حکم نامہ کی تعمیل نہیں کی، اختر یار جنگ کی تشریف آوری ہوئی انہوں نے تفصیلی معائنہ کیا اور طلبہ کو مظلوم پایا طلبہ پر ظلم و جبر و استبداد سے متاثر ہو کر حضرت صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی صاحب قدس سرہ نے جو

اپنے تلامذہ پر بے حد مہربان تھے انہوں نے استعفا لکھ دیا، مگر معتمد صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے، عمائد دارالخیر اجمیر مقدس نے مجالس کا انعقاد کر کے توجہ دلائی مگر سب لاحاصل، دور و نزدیک کے اخبارات نے توجہ دلائی سب بے سود، امرتسر پنجاب کے مشہور و معروف ہفتہ وار الفقیہ نے ۲۱ اگست ۱۹۳۲ء صفحہ دس میں طلبائے دارالعلوم کی فریاد اپنے نوٹ کے ساتھ چھاپی، اس سے اس دور کی پُر آشوبی کا اندازہ ہوتا ہے، مجلس انتظامیہ کی بدنظمی اور منتظم مولوی یونس میرٹھی کی فتنہ انگیزی کو مدیر اخبار مولانا معراج الدین نقشبندی جماعتی نے خوب بے نقاب کیا چنانچہ انہوں نے لکھا،

فریاد

طلبۂ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ، اجمیر شریف بآستانۂ خواجہ غریب نواز

"عرصۂ دراز سے دارالعلوم معینیہ عثمانیہ، منتظمین کی لاپرواہی اور بے اعتنائی کے سبب سے شمعِ سحر بن رہا ہے اس بدنظمی کی وجہ سے تین صدر مدرسین (مولانا معین الدین اجمیری، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا امجد علی صاحب) جو ہندوستان کے نہیں، بلکہ دنیا کے منتخب علماء سے ہیں، مستعفی ہو چکے ہیں اور ان کے استعفا کی بنیاد، صرف مدرسہ کی بدنظمی اور منتظم صاحب دارالعلوم ہذا کی فتنہ انگیزی ہے، اگر موجودہ صدر مدرسین صاحب کا استعفاء دستیاب ہوا تو ہدیہ ناظرین کیا جائے گا۔

دارالعلوم کے طلبہ بہت کسمپرسی کی حالت میں ہیں، ان کا اس غربت میں کوئی پُرسانِ حال نہیں، انہوں نے سب سے پہلے اپنی مظلومیت کی داستان جناب معتمد صاحب و اراکین دارالعلوم کی خدمت میں پیش کی اور اپنے مطالبات کا اظہار کیا، جب اراکین و جناب معتمد نے کچھ سنوائی نہ کی، تو یہ مظلوم طلبہ جن پر مدرسہ کی جانب سے طرح طرح کے مصائب اور ظلم کیے جاتے ہیں، خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے آستانہ شریف پر حاضر ہوئے اور اپنی فریاد سنائی، مجمع اور طلبہ پر ایک رقّت کا عالم طاری تھا، یہ ظاہری اسباب کچھ ایسے ہیں، جن سے مقصد برآئی اور مقبولیت کی امیّد ہے"۔

داستانِ غم

فلک آمادہ بیداد ہے، اجمیر کے خواجہ ❁ مدد کیجیے، دمِ امداد ہے، اجمیر کے خواجہ
ہماری آپ سے فریاد ہے، اجمیر کے خواجہ ❁ کرم کیجیے دمِ امداد ہے، اجمیر کے خواجہ
اُمیدوں میں تلاطم ہے، امیدیں کھینچ لائی ہیں ❁ ترے در پر، ستم کی داد ہے اجمیر کے خواجہ
کوئی پُرسانِ حال، اپنا نہیں ہے، ہائے غربت میں ❁ نئی بیداد پر بیداد ہے، اجمیر کے خواجہ
ہوے فاقے پہ فاقے، کیا بیاں ہو، ماجرائے غم ❁ کہاں اب طاقتِ فریاد ہے، اجمیر کے خواجہ
حصولِ علم کی خاطر، عزیز و اقربا، چھوڑے ❁ سفر میں ہم پہ، یہ بیداد ہے، اجمیر کے خواجہ
نظامِ مدرسہ ہے، آج کل کچھ ایسا، شاہ دیں! ❁ کہ ہر طالب کا دل ناشاد ہے، اجمیر کے خواجہ
وطن سے دور ہیں، مجبور ہیں، بےکس ہیں بے بس ہیں ❁ ہمارے غم کی یہ روداد ہے، اجمیر کے خواجہ
چمن میں آشیانہ، اب کدھر رکھیں بتا دیجیے ❁ اِدھر برق ہے، اُدھر صیاد ہے، اجمیر کے خواجہ
ہمارے غم کا نقشہ، آکے کھینچے، عین غربت میں ❁ کہاں اب! مانی و بہزاد ہے، اجمیر کے خواجہ
چمن میں آشیانہ، دیکھیے! رہتا بھی ہے باقی ❁ کہ ہر دم تاک میں صیاد ہے، اجمیر کے خواجہ
تمہارے جدّ امجد کی حدیثیں، پڑھ رہے ہیں جو ❁ اُنہیں پر خنجرِ بیداد ہے اجمیر کے خواجہ
زمانہ میں جو پھیلائیں گے، دینِ احمدِ مرسَل ❁ اُنہیں پر آج یہ بیداد ہے، اجمیر کے خواجہ
زبانِ حال سے ہے، مدرسہ اصلاح کا طالب ❁ تزلزل میں مگر بنیاد ہے اجمیر کے خواجہ

خدارا کیجیے اصلاح، اس کی مصلحِ اعظم
اگر کچھ مدرسہ کی یاد ہے اجمیر کے خواجہ

"دارالعلوم اجمیر شریف"

الفقیہ ہفتہ وار نے جلد ۱۵، شمارہ ۳۶، بابت ۲۶ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۳۲ء یوم چہارشنبہ، صفحہ ۸ میں خانقاہ بغیہ شریف میں سجادہ نشین حضرت شاہ عزیز الرحمن صاحب کی زیر صدارت ہونے والے جلسہ کی رپورٹ درج بالا عنوان سے شائع کی:

"آج خانقاہ بغیہ شریف میں بصدارت حضرت شاہ عزیز الرحمن صاحب سجادہ نشین معززین و اہل علم حضرات کا ایک جلسہ کثیر اجتماع کے ساتھ منعقد ہوا، جس میں دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے طلبہ کی پریشانی پر اظہارِ رنج وافسوس کیا گیا، اراکین دارالعلوم سے استدعاء کی گئی کہ وہ جلد تر طلبہ کی شکایات رفع کر کے مدرسہ کے نظام کو اختلاط سے بچائیں، متعدد اصحاب نے تقریریں فرمائیں اور حسبِ ذیل ریزولیوشن اتفاق رائے سے پاس ہوئے:

(۱) طلبہ کی دارالعلوم سے علیحدگی اور عرصہ تک ان کا پریشان رہنا اور اراکین کا اب تک ان کی رفع شکایات سے قاصر رہنا قابل افسوس ہے۔

(۲) اراکین کے طرز عمل سے ناراض ہو کر صدر مدرس صاحب کا استعفاء دینا، طلبہ کی شکایات کو بجا ثابت کرتا ہے۔

(۳) اراکین کا اس پر بھی رفعِ شکایات کی طرف ملتفت نہ ہونا اور استعفاء منظور کر لینا، انتظامی جماعت کو موردالزام بناتا ہے۔

(۴) یہ جلسہ اراکین کے اس طرز عمل اور مشدّدانہ پالیسی پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرتا ہے اور زور دیتا ہے، کہ وہ جلد اپنا غلط رویہ تبدیل کر کے دارالعلوم کو ویرانی سے بچائیں اور صدر محترم کو اپنے طرز عمل سے مطمئن کر کے واپس لائیں۔

(۵) یہ جلسہ مدرسہ دیوبند کے اس جلسہ کی مذمت کرتا ہے، جو فرقہ وارانہ تعصب کی بنا پر دارالعلوم اجمیر شریف کی ویرانی کو گزند پہنچانے کے لیے طلبہ کی مخالفت میں کیا ہے، دیوبندی

جماعتوں کو دارالعلوم اجمیر شریف کے متعلق ساکت رہنا چاہیے۔

(٦) یہ جلسۂ عربی علوم، سرکار نظام خلد اللہ ملکہ، کی طرف سے "تحقیقاتی کمیشن" بھیجے جانے پر اظہارِ اطمینان کرتا ہے، اور اس کمیشن کی تحقیق اور فیصلہ سے بہترین توقعات رکھتا ہے اور امید کرتا ہے، کہ اس کمیشن کا ورودِ مسعود، بیکس طلبہ کی مصیبتوں کا خاتمہ کر دے گا"۔ حکیم ذاکر حسین از مراد آباد ۱۵ستمبر ۱۹۳۲ء۔

"مجلسِ منتظمہ کا جور و استبداد

طلبۂ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کی حالتِ زار"

ہفتہ وار الفقیہ امرتسر نے ۲۱اکتوبر ۱۹۳۲ء صفحہ:۲۵ پر جناب مجیب الرحمن صاحب کا بعنوان بالا مضمون شائع کیا تھا وہ لکھتے ہیں:

"دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے طلبۂ شعبۂ فوقانی پر دو ماہ سے پیہم مظالم ہو رہے ہیں، منتظم مدرسہ کی فتنہ پردازی سے ان کا کھانا بند کیا گیا، اس پر طلبہ نے فریاد کی اور اہل شہر کو توجہ دلائی، تو شہر کے ذمہ دار اشخاص نے ایک جلسۂ عام منعقد کیا، اس جلسہ نے باتفاق رائے، ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کی، تا کہ معلوم کیا جاسکے، کہ طلبہ کا کھانا بند کرنا کہاں تک صحیح ہے، مگر کمیٹی دارالعلوم کا استبداد اس حد تک پہنچ چکا ہے، کہ باوجود اس کہ تحقیقاتی کمیٹی نے کوشش کی اور معتمد کو مراسلہ بھیجا کہ ہم کو اجازت دی جائے کہ ہم بھی اس معاملہ میں شریک ہو کر یہ اندازہ کریں کہ زیادتی کس کی ہے؟ مگر معتمد نے تحقیقاتی کمیٹی کی درخواست کو لطائف الحیل سے ٹھکرا دیا اور یہ وعدہ کیا کہ کمیٹی دارالعلوم ایک اطمینان بخش فیصلہ کرے گی اور کیا یہ کہ کثیر جماعتِ طلبہ کو جن کی تعداد چالیس ہے، مدرسہ سے بلا تحقیق و تفتیش اخراج کا حکم دیا۔ ان امور کی اطلاع خود تحقیقاتی کمیٹی نے بذریعۂ تار سرکار نظام کو دی، وہاں سے باوجود اس کے کہ دو تار معتمد کے نام آئے کہ اخراج نہ کیا جائے اور کھانا بدستور جاری رکھا جائے اور ہمارے فیصلہ کا انتظار کیا جائے مگر معتمد

صاحب نے اپنی شخصیت کے زعم میں ان تاروں کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور طلبہ پر مظالم کے سلسلے کو بدستور جاری رکھا، بلکہ اور زیادہ کر دیا اور سرکار نظام کو یہ غلط اطلاع دے دی کہ دار العلوم کی حالت بہتر ہے، یہاں کوئی خرابی نہیں ہے، مگر معتمد صاحب کی ان کارروائیوں سے محکمۂ امور مذہبی ریاستِ محروسہ حیدر آباد، دکن اب تک غیر مطمئن ہے اور وہاں سے بذریعہ اخبارات یہ خبر شائع ہو چکی ہے کہ نواب اختیار جنگ بغرضِ تحقیقات اجمیر شریف جانے والے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر تحقیقات ہوئی تو معتمد کے استبداد کا پردہ فاش ہوگا، اس لیے کوشش کی جارہی ہے کہ کسی طرح تحقیقات نہ ہو اور واقعات پر پردہ ڈالنے کے لیے یہ غلط پروپگنڈہ پھیلایا جارہا ہے کہ یہاں "رضائیت و وہابیت" کا جھگڑا ہے اور یہ جو کچھ ہے، رضائی طلبہ، کی مفسدہ پردازی ہے، وہ نہیں چاہتے کہ مدرسہ میں رضائی جماعت کے سوا دوسرے طلبہ رہیں، وغیرہ وغیرہ۔

اس پروپگنڈہ کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ فرقہ وارانہ اختلاف کو پسند نہیں کرتے، وہ اُن کے ہم نوا ہو جائیں اور کوشش کریں کہ ایسی جماعت کا اخراج ہی ضروری ہے، اخبارات میں اس قسم کے مضامین آنے لگے، اور اخبارات معتمد صاحب کی غلط کارروائی پر مبارکباد دینے لگے اور سرکار نظام کو توجہ دلانے لگے کہ معتمد کی کارروائی کو منظور کیا جائے اور دیوبند وغیرہ میں اس کے بارے میں جلسے ہونے لگے اور ان لوگوں نے ریزیولوشن پاس کرنے شروع کر دیئے۔

افسوس ہے ان بے چاروں کو اب تک یہ خبر نہیں کہ یہاں کے واقعات کی نوعیت کیا ہے، طلبہ کیوں خارج کیے گئے اور صدر مدرس صاحب ان کے عقائد میں موافق نہیں ہیں، بس کیا تھا، جوشِ تعصب میں یہ سب کچھ غلط اور غیر ذمہ دارانہ کارروائی کرنے لگے۔

اگر مسلمانوں کو اس آستانہ کی خصوصیت اور اہمیت کا کچھ خیال ہے اور علوم دینیہ کی اشاعت اس آستانہ عالیہ سے ضروری سمجھتے ہیں تو دار العلوم کے شعبۂ انتظامیہ کی خرابی اور اس کے استبداد کا جلد از جلد خاتمہ کرنے کی طرف متوجہ ہو جائیں ورنہ عن قریب ایسے دار العلوم کو خیرباد کہنا پڑے گا، کیونکہ ظلم کی یہی سزا ہے ؎

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعاء کردن اجابت از درِحق، بہر استقبال می آید

مولوی معین الدین صاحب کا یہ جدید بے ضابطہ تقرر، جس پر طبقۂ آزادگان، اظہار مسرت کر رہا ہے، ایک خاص غرض کے ماتحت ہے، جس کا راز عن قریب ظاہر ہونے والا ہے، باوجود ان تمام وجوہ کے موجود ہونے کے، جن کی بنا پر انہوں نے استعفاء دیا تھا، پھر مدرسہ میں آنا خالی از علت نہیں بلکہ اس وقت تو انتظامی خرابیاں پہلے سے زیادہ ہیں"۔

آخری امتحان اور اعلیٰ کامیابی

خیالی میں امتیاز

مولانا سید نثار احمد مہتمم و معتمدِ صدر، دار العلوم معینیہ عثمانیہ اور منتظم دار العلوم مولوی محمد یونس میرٹھی کی وجہ سے طلبہ اور خاص کر تکمیل اعلیٰ کے تمام طلبہ نہایت پریشان تھے، انہوں نے طے کر لیا کہ ہم آخری اور سالانہ امتحان میں شریک نہ ہوں گے بلکہ اس سے الگ رہ کر اپنا احتجاج درج کرائیں گے، لیکن اس گام پر حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے طلبہ کو مشفقانہ ہدایت فرمائی کہ امتحان کا مقاطعہ تم لوگوں کے مطالبۂ اصلاح کو نقصان پہنچا دے گا، مہتمم اور منتظم اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائیں گے ان کا مدّعا ثابت ہو جائے گا، کہ تکمیل اعلیٰ کے طلبہ مفسد ہیں، انہوں نے پڑھا نہیں اور صدر المدرسین نے پڑھایا نہیں، امتحان سے بچنے کے لیے یہ کارروائیاں ہیں، اس صائب رائے کو طلبہ نے بسر و چشم قبول کیا اور امتحان میں شریک ہوئے اور کس شان کا امتحان دیا ان کے حاصل کردہ نمبروں کو دیکھو اور حضرت ممتحن فاضل رام پوری کی رائے کو پڑھو۔ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کو موہبتِ عظمیٰ، اخاذ طبعی، ذکاوت و فراست کی وجہ سے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی تھی چنانچہ جب امتحان دے کر بارگاہ امجدی میں حاضر ہوئے تو اُستاذ مشفق نے فرطِ مسرت سے فرمایا، انت رجلٌ موھوبٌ محنت سے نہ پڑھنے پر یہ حال ہے، تھوڑی محنت اور کرتے تو کس درجہ کی کامیابی ہوتی؟

ہدایۃ آخرین

۱۔	حضرت مولانا سردار احمد قدس سرہ کو	۸۰ نمبر
۲۔	حضرت مولانا حافظ عبد العزیز مراد آبادی کو	۷۶ نمبر
۳۔	حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ کو	۷۵ نمبر
۴۔	مولانا معین الدین محشر گیاوی کو	۷۷ نمبر
۵۔	مولانا رفیع اللہ سہسرامی کو	۶۵ نمبر
۶۔	مولانا نجم الدین سہسرامی کو	۶۵ نمبر
۷۔	مولانا ایوب کو	۶۵ نمبر
۸۔	مولانا سید عبد الحیٔ اجمیری کو	۶۰ نمبر
۹۔	مولانا اسرار الحق مراد آبادی کو	۶۰ نمبر
۱۰۔	حضرت مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری کو	۵۰ نمبر
۱۱۔	حضرت مولانا قاضی شمس الدین جونپوری	۵۰ نمبر
۱۲۔	مولانا محمد یحییٰ اعظمی کو	۴۰ نمبر
۱۳۔	حضرت مولانا غلام یزدانی اعظمی کو	۳۵ نمبر

مطول،

۱۔	حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ کو	۸۰ نمبر
۲۔	حضرت سیدی قبلہ گاہی امین شریعت علیہ الرحمہ کو	۷۵ نمبر
۳۔	حضرت مولانا حافظ عبد العزیز مراد آبادی علیہ الرحمہ کو	۶۸ نمبر
۴۔	حضرت اُستاذی صدر العلماء مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمہ کو	۷۵ نمبر
۵۔	حضرت مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری علیہ الرحمہ کو	۵۵ نمبر

۶۔	حضرت مولانا محمد یحییٰ اعظمی علیہ الرحمہ کو	۵۰ نمبر
۷۔	حضرت مولانا محمد محسن فقیہ شافعی کو	۶۵ نمبر

خیالی -

۱۔	حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ کو	۷۵ نمبر
۲۔	حضرت قبلہ گاہی علیہ الرحمہ کو	۸۰ نمبر
۳۔	حضرت مولانا حافظ عبد العزیز علیہ الرحمہ کو	۷۵ نمبر
۴۔	حضرت صدر العلماء علیہ الرحمہ کو	۷۶ نمبر
۵۔	مولانا محمد محسن فقیہ کو	۲۵ نمبر
۶۔	مولانا محشر کو	۳۵ نمبر
۷۔	مولانا غلام محی الدین بلیاوی کو	۲۵ نمبر

توضیح تلویح

۱۔	حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ کو	۶۸ نمبر
۲۔	حضرت قبلہ گاہی امین شریعت علیہ الرحمہ کو	۷۰ نمبر
۳۔	حضرت مولانا عبد العزیز علیہ الرحمہ کو	۶۷ نمبر
۴۔	حضرت صدر العلماء کو	۷۵ نمبر
۵۔	مولانا اسد الحق کو	۵۰ نمبر

		مجموعی نمبر	درجہ کامیابی	انعام
۱۔	حضرت مولانا سردار احمد صاحب	۳۰۳	اعلیٰ	حاشیہ قاضی
۲۔	حضرت قبلہ گاہی علیہ الرحمہ	۲۹۳	اعلیٰ	حاشیہ قاضی
۳۔	حضرت مولانا عبد العزیز صاحب	۲۸۶	اعلیٰ	المعابدات والمخالفات
۴۔	حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب	۲۲۱	اعلیٰ	حاشیہ قاضی
۵۔	مولانا معین الدین محشر	۱۸۰	متوسط	
۶۔	مولانا اسد الحق مراد آبادی	۱۱۵	متوسط	
۷۔	مولانا محمد یحییٰ اعظمی	۱۶۰	متوسط	حاشیہ قاضی

مرتب روئداد نے حضرت معتمد صاحب کی یہ تحریر نقل کی ہے:

"سال مختتمہ کے جو نتائج ہیں، ان کا اجمالی خاکہ اور کتب تعلیمی کا تفصیلی نقشہ تو علماے کرام اور معززین قوم کے سامنے پیش کیا جا چکا ہے، جس میں دس مدرسین شعبۂ فوقانی کی اسم وار کتب تعلیمی پیش کی گئیں، جن کی تعداد ۸۲ ہے، ان میں

چار کتب درجۂ علیا کا تفصیلی امتحان

زیر صدارت خاتم المحققین، عمدۃ العلماء الراسخین حضرت مولانا مولوی حاجی محمد فضل حق صاحب پرنسپل مدرسۂ عالیہ رام پور دامت برکاتہم تکمیل پایا"،ص:۵۔

استاذ العصر مولانا معین الدین الاجمیری کے عہد ہی سے حضرت فاضل رام پوری امتحان لینے کے لیے تشریف لاتے تھے۔

ممتحن، حضرت فاضل رامپوری کی علمی تحسین

روشن استعداد جماعتِ طلبہ

حضرت فاضل رام پوری نے تحریر فرمایا:

"باعثِ تحریر آنکہ حسب الطلب جناب مولانا سید نثار احمد صاحب متولی و معتمد صدر دار العلوم معینیہ عثمانیہ حاضر اجمیر شریف ہوا اور حسبِ معمول، دار العلوم کی کتب تعلیمی میں سے

چار کتب درجۂ اعلیٰ کا امتحان لیا

نتیجۂ امتحان کا اندازہ ان نمبروں سے بآسانی ہوسکتا ہے، جو ہر طالب علم کے لیے تجویز ہوئے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جملہ ۳۳ طلبہ میں سے ۶ کامیاب درجۂ اعلیٰ

۱۳ درجۂ متوسط ـــــــ ۱۱ درجہ اولیٰ وادنیٰ ـ ۳ فیل

۳۳، اعلیٰ تعلیم کے طلبہ میں سے ۳۰ کی کامیابی اور وہ بھی ایک بڑے مجمع میں، جو مجتمع حواس کے لیے بھی پریشان کن ہے چہ جائیکہ سوالاتِ علمی، کے جواب اور اس میں کامیابی۔

لیکن میں طلبہ کے جوابات سے نہایت مسرور ہوا اور صداقت کے ساتھ میری رائے میں اساتذہ کی محنت قابل داد اور جناب صدر مدرس صاحب کی حسنِ سعی کا ثبوت ہے۔

میری نظر میں تعلیم قابل اطمینان ہے۔ اگرچہ "خیالی" کا امتحان باعتبار نتیجہ، سب سے زیادہ ممتاز رہا کہ ۹ طلبہ میں سے ۴ درجۂ اعلیٰ میں کامیاب ہوئے۔ لیکن سال گذشتہ اسی جماعت کی روشن استعداد سے جو امید ہوتی تھی، اس کا اقتضاء تھا کہ درجۂ اعلیٰ سے ایک فرد بھی کم نہ رہتا، اس لیے ۵ طلبہ کا درجۂ اعلیٰ سے کم رہنا، ضرور میری خوشی کو کم کرتا ہے" ص:۶۔

بُدہ در مرتبۂ اولیٰ بہ معقول

گذشتہ صفحات میں منتظم دار العلوم مولوی یونس میرٹھی کی تحریر گزری کہ طلبہ نے امتحان کا بائی کاٹ کیا تو سوال یہ ہونا لازمی ہوگا کہ دستار بندی کے لیے پیش کیے جانے کی تمنا اور خواہش کا اظہار کس بنیاد پر اور

حضرت ممتحن کی تحسین کی اساس کیا؟ روشن استعداد کا بیان کس بنیاد پر۔

حضرت قبلہ گاہی امین شریعت قدس سرہ کے تمام اسباق میں رفقاء حضرت محدثِ اعظم پاکستان، حضرت صدر العلماء المحققین فاضل میرٹھی۔ حضرت جلالۃ العلم اُستاذ العلماء محدث مراد آبادی قدس اسرارہم ہی تھے باقی حضرات بعض کتابوں میں رفیق دراست تھے۔

شوال ۱۳۴۸ھ تا رجب ۱۳۴۹ھ کے رفقاء دراست

- ۴۸ تا ۱۳۴۹ھ میں مولانا محمد محسن فقیہ شافعی شمس بازغہ میں شریک درس تھے انہوں نے حمد اللہ، ملا جلال، مولانا عبدالحیٔ افغانی سے پڑھی مناظرہ رشیدیہ بھی پڑھی امتحان بھی دیا انعام بھی پایا مگر مناظرہ رشیدیہ کا اندراج کسی بھی مدرس کے نام کے سامنے نہیں درج ہے۔ شاید یہ بھی منتظم دار العلوم کے کارناموں میں سے ایک کارنامہ ہو۔
- مولانا غلام معین الدین گیاوی، مسلم الثبوت میں حضرت قبلہ گاہی کے رفیق درس رہے لیکن اس کتاب کے نام کا اندراج کسی بھی مدرس کے نام کے سامنے مندرج نہیں، انہوں نے حمد اللہ، ترمذی شریف، مولانا افغانی سے پڑھیں، تفسیر مدارک شریف مولانا مفتی امتیاز احمد مفتی دار الافتاء سے پڑھی۔
- مولانا غلام محی الدین بلیاوی شمس بازغہ، مسلم الثبوت میں شریک درس تھے، تفسیر مدارک شریف مفتی صاحب سے پڑھی۔
- مولانا سید عبدالحیٔ اجمیری صرف مسلم الثبوت میں رفیق تھے، انہوں نے حمد اللہ مولانا افغانی سے ھدایہ اولین مولانا عبد المجید دہلوی سے پڑھی۔ ۱۳۵۳ھ میں مولانا اجمیری سے دینیات کی تکمیل کی دستار بندی ہوئی (مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ کو ان کے سوانح نگار نے ان کا شاگرد لکھا ہے)

شوال ۱۳۴۹ھ تا رجب ۱۳۵۰ھ کے رفقاء دراست

حضرات اربع کے علاوہ چاروں کتابوں میں رفقاء درس یہ حضرات تھے۔

- مولانا محمد محسن فقیہ علیہ الرحمہ
- مولانا معین الدین محشر گیاوی علیہ الرحمہ
- مولانا غلام محی الدین بلیاوی علیہ الرحمہ، ہدایہ آخیرین، مطول، خیالی میں رفیق درس تھے۔
- مولانا سید عبد الحیٔ اجمیری علیہ الرحمہ، صرف ہدایہ آخرین میں ترمذی شریف اور صدرا انہوں نے مولانا افغانی سے پڑھی۔
- مولانا اسد الحق مراد آبادی علیہ الرحمہ، ھدایہ آخرین اور توضیح تلویح میں رفیق تھے قاضی حضرت صدر الشریعہ سے اور صدرا مولانا افغانی سے۔
- مولانا محمد یحییٰ اعظمی، ہدایہ آخرین، مطول میں رفیق درس، صدرا اور ترمذی شریف مولانا افغانی سے پڑھیں۔
- مولانا غلام یزدانی اعظمی، ہدایہ آخرین میں رفیق درس، حمد اللہ صدرا، ترمذی شریف، ملا افغانی سے پڑھیں۔
- مولانا رفیع اللہ سہسرامی، صرف ہدایہ آخرین میں شریک درس، قاضی، حضرت صدر الشریعہ سے پڑھی، صدرا، ترمذی شریف ملا افغانی سے ۱۳۵۳ھ میں مولانا معین الدین سے تکمیل دینیات سے فارغ ہوئے۔
- مولانا محمد نجم الدین سہسرامی صرف ہدایہ اخرین میں شریک درس، صدرا، ترمذی شریف ملا افغانی سے پڑھیں۔
- مولانا محمد سلیمان بھاگل پوری مطول اور ہدایہ آخرین میں شریک درس، قاضی بھی صدر الشریعہ سے پڑھی، صدرا ملا افغانی صاحب سے پڑھا۔
- مولانا احمد اللہ بھاگلپوری، ہدایہ آخرین، مطول، میں رفیق قاضی بھی حضرت صدر الشریعہ

سے پڑھی، صدرا ملاافغانی صاحب سے ۱۳۵۳ھ میں مولانا معین الدین اجمیری سے دینیات کی تکمیل کی۔

- مولانا عبدالرشید بہاری ہدایہ میں شریک درس، قاضی حضرت صدرالشریعہ سے اور صدرا اور ترمذی ملاافغانی صاحب سے ۱۳۵۲ھ میں مولانا اجمیری سے تکمیل دینیات کی۔

-۞-

- مولانا محمد ایوب اجمیری، ہدایہ آخرین میں شریک درس تھے، حمداللہ، صدرا ملاافغانی صاحب سے شرح نخبۃ الفکر مفتی صاحب سے ۱۳۵۳ھ میں مولانا اجمیری سے دینیات میں تکمیل کی
- حضرت علاّ عبدالمصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ خلف حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ اوران کے رفقاء درس ۴۹ تا ۱۳۵۵ھ مولانا سید محمد علی اجمیری، مولانا محمد یونس اجمیری، مولانا سید خیرات الحسن اجمیری، مولانا سید اقبال اجمیری نے مختصر معانی، مفتی صاحب سے ہدایہ اولین، مولانا عبدالمجید دہلوی سے مشکوٰۃ شریف، مفتی صاحب سے، ملا جلال، ملاافغانی صاحب سے پڑھیں۔

-۞-

- حضرت اُستاذی مولانا محمد نظام الدین بلیاوی الہ آبادی ۱۳۴۹ھ کے آواخر میں دارالعلوم میں داخل ہوئے۔ ان کے رفقاء درس میں مولانا سید آل مصطفیٰ مارہروی، مولانا محمد ادریس رضا بریلوی تھے۔ ان حضرات نے قطبی مع میر، مولانا دہلوی سے میبذی، مفتی صاحب سے اور نورالانوار، مولانا دہلوی سے پڑھی۔ سالانہ امتحان میں علی الترتیب ۱۹۲، ۲۰۰، ۱۷۴ نمبر پا کر درجۂ متوسط میں پاس ہوئے۔

مولانا عبدالمجید صاحب دہلوی مولانا شاہ مفتی محمد مسعود صاحب دہلوی امام جامع مسجد فتحپوری دہلی کے چوتھے فرزند تھے اور دارالعلوم میں مدرس سوئم کے منصب پر مدتوں فائز رہے۔ ۱۳۵۳ھ سے روئداد میں ان کا نام درج نہیں ہے۔ ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۴ء کو وصال ہوا، اندر کورٹ قبرستان میں مدفون ہوئے۔ فرحمہ رحمۃ واسعہ۔

جلسۂ دستار بندی کا مقاطعہ اور تقسیمِ انعام میں شریک

۳ر جب ۱۳۵۱ھ کو دار العلوم کا سالانہ جلسۂ دستار بندی اور تقسیم انعام حویلی میر نثار احمد صاحب میں منعقد ہوا، مولانا شاہ سلیمان پھلواری نے صدارت کی، روئداد میں ہے کہ:

"جلسہ کی ابتداء رپورٹ سال تمام سے کی گئی اور اسی رپورٹ کے خاتمہ پر نقشۂ تعلیم سالِ تمام شعبۂ فوقانی اور نقشۂ کتب درجۂ عالیہ بغرض جانچ تعلیم اور نقشۂ کتبِ طلبہ فارغ التحصیل بغرضِ امتحانِ اخیر میں پیش کیا گیا، نیز نقشۂ تقسیم انعام شعبۂ فوقانی سال گذشتہ اور تحتانی سال حال معہ کتبِ انعامی بغرض تقسیم جناب صدر جلسہ کے ملاحظہ میں پیش کیا گیا اور درخواست کی گئی کہ امتحان و جانچ کے بعد اسناد و تقسیمِ انعام فرمایا جاوے۔

چونکہ انعام یاب طلبہ سال گذشتہ میں سے وہ طبقہ بھی بغرض تقسیم انعام شریک جلسہ تھا۔ جو عرصہ چند ماہ سے دار العلوم سے جدا ہیں اور شریکِ اسٹرائک ہیں، ان میں سے ایک طالب علم نے رپورٹ سالانہ کے مضمون مندرجہ بابت اسٹرائک طلبہ و استعفاے صدر مدرس صاحب پر اعتراض کرنے اور تردید کرنے کی اجازت صاحب صدر جلسہ سے طلب کی، جس کو عالی جناب شاہ حسین میاں صاحب اور حضرت صدر جلسہ نے فہمائش کر کے جلسہ میں شورش پیدا کرنے سے باز رکھا اور امتحان کی کارروائی شروع ہوئی" ص:۱۶۔

فقیر راقم الحروف نے قبلہ گاہی سیدی الوالد قدس سرہ سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا، اس جلسہ میں میں اور مولوی سردار احمد اور مولوی غلام جیلانی اور حافظ عبد العزیز صاحب موجود تھے، خلاف واقعہ رپورٹ کو سن کر میں نے شاہ سلیمان صاحب پھلواروی صدر جلسہ سے جواب دینے کی اجازت طلب کی، لیکن انہوں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا اس پر ان سے میری بحث بھی ہوگئی، ان کے بیٹے حسین میاں اور جعفر میاں مجھے باہر لے گئے اور کہا: رہنے بھی دیجئے، آپ نے اعلیٰ کامیابی حاصل کر لی ہے، یہی آپ لوگوں کی

بڑی کامیابی ہے، زمانہ اس کو سمجھ رہا ہے اور اہل علم اس کو خوب جان رہے ہیں۔

رپورٹ کا وہ حصہ جس پر حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے اعتراض کرنے کی صدر جلسہ سے اجازت طلب کی تھی وہ روئداد کے صفحہ ۲۵ پر مرقوم ہے، اس کی نقل یہ ہے:

"سوانح سالانہ میں جو سانحہ بلحاظ واقعہ ضروری الاظہار ہے، یہ ہے، کہ جو ذہنیت ایک عرصہ سے ہوائے ہند میں نشوونما پارہی ہے، اور جس نے بڑے بڑے مدارس اور مکاتب اور کالجوں کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا ہے، اس کے اثر سے دار العلوم بھی امسال محفوظ نہ رہ سکا، سال گذشتہ بھی طلبۂ دار العلوم کی باہمی فرقہ بندی کے بعض ناگوار اختلافات پیدا ہو کر اسٹرائک کا سبب بن گئے تھے جس کو کمیٹی دار العلوم نے کافی تحقیقات کر کے رفع کر دیا تھا۔

سال مختتمہ میں پھر اس کا اعادہ ہوا کہ ایک معتد بہ طبقۂ طلبہ نے ایک معمولی واقعہ کو اہمیت دے کر کھانا لینے اور امتحان دینے کا اسٹرائک کر دیا، اگرچہ بلحاظ واقعہ اس میں چنداں اہمیت نہ تھی، لیکن مقامی فرقہ بندی اور اختلال فضا نے اس کو یہاں تک طول دے دیا کہ

مولانا امجد علی صاحب بھی مستعفی ہوئے

اس انقلاب و خلفشار کے اسباب و وجوہ چونکہ اخباری زبان سے فریقین کی جانب سے آپ حضرات کے گوش زد ہو چکے ہیں، اس لیے جلسہ میں ان کی تفصیل تکلیف دہ سمجھ کر چھوڑ نا مناسب ہے۔

اس واقعہ کا اثر یہ ہے، کہ آج جلسہ میں صرف ان چار طلبہ کو فراغت کے لیے پیش کیا گیا، جو محض دینیات میں امسال فارغ کیے گئے ہیں اور جو طلبہ علوم و فنون میں تکمیل کر کے بغرض دستار بندی پیش کیے جاتے، افسوس ہے کہ وہ تین چار طلبہ بھی شریک

اسٹرائک ہیں اس وجہ سے پیش نہیں کئے گئے"۔

بے غیرکسی تعمق فکر کے بھی معلوم ہوجاتا ہے معتمد کی طرف سے منتظم کی پیش کردہ رپورٹ کا اگلا حصہ پچھلے حصہ کی تغلیط کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ منتظم نے طلبہ کے امتحان سے اسٹرائک کا بیان لکھ دیا۔ اور خود ہی نقشۂ امتحان میں نتائج امتحان بھی نمایاں طور پر چھپوا کر شائع کیا۔

ساری زندگی میں بس یہی ایک جماعت ملی

حضرت صدرالشریعہ حجۃ العصر برکۃ الزمان قدس سرہ، جونپور کے مدرسہ حنفیہ میں جس وقت داخل ہوئے اس وقت سلطان العلماء شیخ الاسلام ضیاء الملۃ والدین اُستاذ العلماء مولانا محمد ہدایت اللہ خاں حنفی فاضل رام پوری ثم جونپوری کا آخر دورِ حیات تھا۔ درازیِ عمر اور ضعف کی وجہ سے کتبِ عُلیا کی تدریس ممتاز شاگردوں کے سپرد کر کے خود ابتدائی کتابوں کا درس دیتے تھے، حضرت صدرالشریعہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، ان کی کتابیں اُن کے قریبی خاندانی بزرگ حضرت مولانا محمد صدیق اعظمی اور مولانا سید ہادی حسن صاحب رشیدی کے ذمے لگادیں، حضرت صدرالشریعہ کی محنت، تحصیل علم کا شغف اور ذکاوت اور قوت آخذہ ملاحظہ فرما کر حضرت فاضل رام پوری نے ان کے اسباق اپنے پاس کرلیے، وہ روایت جو متواتر ہم تک پہنچی ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت فاضل رام پوری نے فرمایا:

پڑھنے والا بھی ملا تو بوڑھاپے میں ملا

حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ نے دورۂ حدیث شریف مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت میں حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی سے کیا، مصباح العارفین حضرت مولانا سید شاہ مصباح الحسن علیہ الرحمہ آستانہ پھپھوند شریف ضلع اٹاوہ حضرت فاضل رام پوری سے تکمیل علوم وفنون کر کے دورۂ حدیث کے لیے حضرت محدث سورتی کے پاس ان کے آخر عہد میں پہنچے تو حضرت محدث سورتی نے حضرت صدرالشریعہ کے بارے میں فرمایا، یہاں جو کچھ تھا وہ لے گیا۔

حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ نے ۱۳۲۶ھ کے اواخر ماہ شوال سے تدریس کا آغاز پٹنہ عظیم آباد

کے مشہور روزگار دارالعلوم حنفیہ سے کیا یہاں ۱۳۲۷ھ شعبان تک اُمّہات کتب علوم وفنون کا پرشور درس دیا، ۱۳۲۸ھ سے ۱۳۴۰ھ تک مجددِ دین وملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فانی فی اللہ باقی باللہ قدس سرہ کی نگرانی وسرپرستی میں انہیں کے مدرسۂ اہل سنت منظر اسلام بریلی شریف میں علوم وفنون کی تدریس کی، اور تفقہ میں امتیاز کی تحسین سے سرفراز ہوئے، نادرۂ دھر، برکات عصر، مجتہدان علوم وفنون سے سرمایۂ علمی اور بلند مقامی کی سند پائی، حضرت صدرالشریعہ کی کیسی بصرت والی آنکھ تھی؟ اور کیسی عمیق فکر تھی؟ گوہر شناس، اپنے اجمیری دورِ تدریس کے شاگردوں کے بارے میں آخر زمانۂ حیات تک فرماتے رہے:

"ساری عمر میں بس یہی ایک جماعت ملی ہے، جس کے تمام طلبہ ذہین اور فطین اور تعلیم سے غایت دل چسپی رکھنے والے ہیں"۔

"نادرۃ العصر تلامیذ"

حضرت ممتحن فاضل رام پوری نے روشن استعداد کی سند لکھی، حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ کے جانشیں وفرزند ارجمند حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمہ کا مضمون ماہنامہ پاسبان الہ آباد بابت ماہ نومبر ودسمبر ۱۹۵۵ء میں "سوانح صدرالشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ" کے زیرعنوان شائع ہوا تھا اس میں حضرت ازہری صاحب قبلہ نے تحریر فرمایا تھا:

"حضرت کے شاگرد بہت سے ہیں، اور بہت سے وصال فرما چکے، سینکڑوں علماء و فقہا تھے۔ حواشی قدیمہ وجدیدہ جو غیر مطبوعہ ہیں

- مولانا غلام جیلانی صاحب
- مولانا سردار احمد صاحب
- مولانا رفاقت حسین صاحب وغیرہ

کو اجمیر شریف سے بریلی واپس آنے کے بعد پڑھایا کرتے تھے، آج کل کے علماء ان کتابوں کے نام سے بھی واقف نہیں، مضامین کا کیا پتا ہوگا"۔

تلامیذ امجدی شیوخ الحدیث اور اسلام کے مبلغ

حضرت مولانا محمد صدیق اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندار جمنداور دور اجمیر مقدس کے اولین شاگرد شیخ العلماء مولانا شاہ غلام جیلانی اعظمی تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کی تعلیم وتربیت سے بڑے بڑے جیدّ علماء فارغ التحصیل ہوکر ہندو پاک میں شیوخ الحدیث اور مبلغ اسلام ہو گئے، مثلاً:

- رئیس الاتقیاء، عمدۃ الفضلا ء حضرت علامہ سردار احمد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ
- فصّ خاتم الشریعہ نقاد جواھر الطریقہ حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ
- مجاہد ملت حضرت علامہ الحاج محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ
- صراح الذکاوۃ والفطانت حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ
- حافظ ملت حضرت علامہ حافظ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- رئیس الاذکیاء حضرت علامہ غلام یزدانی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
- شمس العلماء حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت فخر اماثل حضرت علامہ محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے"

کاروان علم وعمل مینارۂ علم وفن

محدث کبیر فرید العصر اُستاذ العلماء علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ فرزند وجانشین حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے بھی اجمیری دورِ مبارک کے تلامیذ کے اختصاص علمی امتیاز، تبحر وجلالتِ فضل وفضیلت اور نمایاں باطنی علو مقام ومنزلت کا بیان تحریر فرمایا ہے:

"فقیہ اعظم ابی المکرم حضور صدر الشریعہ مصنف بہارِ شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان فیض رسانی کے معاملہ میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، بے شمار افراد آپ کے فیض وتعلیم و

تربیت سے مالا مال ہوئے ـــــــ حضور صدر الشریعہ کے فیضان کی ایک منفرد خصوصیت یہ بھی رہی ہے کہ ایک طرف اگر آپ کے تلامذہ علم وعمل کے سنگم نظر آتے ہیں تو دوسری طرف روحانیت کے علم بردار اور تصوف واخلاق کی واضح پیکر بھی دکھائی دیتے ہیں ـــــــ آپ سے نسبت تلمذ کو عمل و کردار کی سند تصور کیا جاتا ہے جلیل الشان معاصرین نے بھی آپ کے علم و کردار اور مردم ساز شخصیت کا اعتراف کیا ہے، حضور صدر الشریعہ نے افراد سازی کے جو کارنامے انجام دیئے ہیں ان میں سب سے نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اجمیر مقدس کے دورانِ قیام تقریباً دس افراد پر مشتمل ایک ایسا کاروان علم وعمل ترتیب دیا جس کا ایک ایک فرد مینارہ علم وفن ثابت ہوا اور میدان عمل کا مردِ آہن بھی۔

☆ استاذ العلماء حضرت حافظ ملت
☆ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب
☆ حضور مجاہد ملت
☆ صدر العلماء، مولانا سید غلام جیلانی صاحب
☆ مفتی اعظم کانپور مولانا رفاقت حسین صاحب (مدظلہ العالی)
☆ شمس العلماء مولانا قاضی شمس الدین صاحب
☆ حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری علیھم الرحمہ وغیرہم

اسی مقدس قافلہ کے اہم ستون ہیں۔

خود حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اس جماعت پر ناز فرماتے تھے، اور انہیں اولاد نسبی سے زائد عزیز رکھتے تھے ان میں کا ہر ایک آسمان فضل وکمال اور علم وفن کا آفتاب و ماہتاب بن کر چمکا، یہ حضرات اپنے اپنے دور میں درس وتدریس، تعلیم وتربیت، رشد وہدایت، بیعت وارشاد، منزلِ سلوک کے امام شمار ہوتے ہیں"۔

روئداد کی روشنی میں افرادِ جماعت

حضرت خاتم الحکماء مولانا محمد فضل حق فاضل رام پوری علیہ الرحمہ پرنسپل مدرسۂ عالیہ ریاست رام پور نے جن نو طلبہ کی روشن استعدادی کا بیان تحریر فرمایا اور حضرت امام العصر صدر الشریعہ قدس سرہ نے جس جماعت پر ناز فرمایا اور جس کی تحسین فرمائی دار العلوم معینیہ عثمانیہ درگاہ معلی دار الخیر اجمیر مقدس کی روئداد کے مطابق اُن کے یہ اسماء مبارکہ ہیں:

- حضرت محدث اعظم پاکستان
- حضرت صدر العلماء رئیس المحققین
- حضرت امین شریعت مفتی اعظم کانپور قبلہ گاہی
- جلالۃ العلم اُستاذ العلماء محدث مراد آبادی
- مولانا محمد یحییٰ اعظمی
- استاذ العلماء مولانا غلام یزدانی اعظمی
- محسن العلماء مولانا محمد محسن فقیہ اشرفی
- اُستاذ العلماء مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری
- مولانا معین الدین محشر ابو العلائی شیرگھاٹوی، گیاوی
- شمس العلماء مولانا قاضی شمس الدین جونپوری

دار العلوم معینیہ عثمانیہ درگاہ معلی دار الخیر اجمیر مقدس نے مولانا معین الدین الاجمیری علیہ الرحمہ کے عہد اوّل میں ۹ "جامع فاضل" تیار کیے، جن کی علمی استعداد پر اُستاذ العلماء الکبار مولانا حاجی حکیم سید برکات احمد صاحب علیہ الرحمہ عظیم آبادی ثم ٹونکی نے کلمات تحسین تحریر فرمائے ان میں مولانا محمد حسین تھے جن پر مولانا اجمیری ناز فرماتے تھے، مگر علمی دنیا، ممتاز مدرسین کے حلقوں میں، علمائے کبار کی مجلسوں میں اور اسلامی کارناموں میں اُس دور کے کسی فارغ، فاضل کا نام نہیں آتا۔

دارالعلوم معینیہ عثمانیہ درگاہ معلی دارالخیر اجمیر کے سرمایۂ ناز فارغین

یہ سعادت عظمی امام العصر برکۃ الزمان حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ کے شاگردوں کے حصہ میں آئی مجلس اسلام، عرب وعجم اور مشرق ومغرب کی رونق دینی میں اُن کے علم وفضل ومعرفت کی ضوفشانی ہے، اور اُن کے کمالات کے تذکرے ہیں اور کارناموں کی برکتوں اور سعادتوں کی دھوم ہے یہ حضرات کبار عالم تھے، تو علوم دینی کی شان بھی تھے، علم کی پہچان بھی تھے، مقتداء اسلام بھی تھے تو اسلامی اقدار ان کے کارناموں سے مستحکم بھی تھے، حقائق کہتے ہیں کہ یہ حضرات کرام لاریب اسلام کے عہد اوّل کا اُجالا تھے، تقویٰ خشیت، طہارت، تقدس، طہارت قلبی، خدا طلبی جن کے اوصاف خاصہ تھے، وہ واصل تھے، تو موصل بھی تھے، انہوں نے خدمتِ اسلام کی، خداوند قدوس نے اُن کو مخدوم الانام کا مرتبہ عنایت فرمایا، اس وقت یہ سطریں لکھ رہا ہوں تو قلب وقلم کا وہ حال ہے جسے صدیوں پہلے حضرت سیدنا امام محمد غزالی قدس سرہ کا ذکر لکھتے وقت حضرت سیدی امام علامہ ابوالفلاح عبدالحیٰ ابن العماد اسنوی قدس سرہ نے شذرات الذھب مجلد رابع میں تحریر فرمایا تھا:

الغزّالی اِمامٌ بِاسمه تَنْشَرِحُ الصُّدُورُ وتَحْيَا النُّفُوسُ وبر سمه تُفْتَخِرُ الْحَابِرُ وتَهْتَزُّ الطُّرُوسُ، وبِسَمَاعِهٖ تَخْشَعُ الْاَصْوَاتُ و تَخْضَعُ الرُّؤُسُ۔

امام غزالی وہ امام ہیں، جن کے نام سے سینوں میں انشراح اور تقدس میں حیات ہوتی ہے۔ اوران کا حال لکھتے وقت دواتوں کو فخر ہوتا ہے اور اوراق جھوم جھوم اُٹھتے ہیں اور ان کا ذکر سنتے وقت آوازیں پست اور سر جھک جاتے ہیں۔ ۱۳۵۵ھ سے تا حال ان حضرات کا مثل ومثال کوئی فرد اکمل آج تک غیر منقسم ہندوستان میں پیدا نہ ہوا۔

حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ کی خدمت میں گرویدگی وشیفتگی

حضرت قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ ان نفوس قدسیہ میں تھے، جنہیں حضرت واہب الجود نے

استقامت کی نعمتِ اسنیٰ سے سرفراز فرمایا تھا، جس در کو پکڑا ایک دیگر محکم گیر کے محسوس مصداق بن گئے، قبلۃ التلامیذ امام العصر حجۃ الزماں حضرت سیدنا صدر الشریعہ قدس سرہ کی ذات بابرکات منبع حسنات و خیرات سے حضرت قبلہ گاہی کو فدائیت کا تعلق تھا، اُن کے بیکراں اور بے پایاں فیوض واحسانات میں غرق اور ممنون واحسان وکرم تھے، اُن کے اظہار کے بکثرت مواقع آئے، یوں بھی خیر آبادی سلسلۂ علمی کے تلامذہ کی اپنے اُستاذوں سے گرویدگی مشہور و مسلّم ہے۔

حضرت سیدنا صدر الشریعہ قدس سرہ کی جلالتِ علمی اور تدریسی شغف کا ذکر سن سن کر جہاں اور دیگر مدارس کے طلبہ حضرت دار الخیر اجمیر مقدس حاضر ہوتے، مدرسۂ اہل سنت جامعۂ نعیمیہ مراد آباد شریف کی مرکزی درسگاہ کے طلبہ نے بھی دار الخیر کارخ کیا اور حضرتِ سیدنا صدر الشریعہ قدس سرہ کی درسگاہ فیض رساں سے بھی فیضیاب ہوئے۔ فرمایا وہ طلبہ پڑھتے حضرت سے لیکن کبھی کبھی حضرت صدر صاحب کے سامنے بھی کہا کرتے کیا کہنا حضرت اُستاذ العلماء کا۔ حضرت صدر الشریعہ کے یہاں سبق پڑھ کر آئے تو میں تکرار کرا رہا تھا، ایک نے پھر سے وہی بات کہی دوسرے نے ہاں میں ہاں ملائی۔ انہیں میں ایک رفیق نے رفقاء درس کے سامنے بڑے ولولہ اور طنطنے کے ساتھ کہنا شروع کیا، کیا کہنا ہے،" اُستاذ العلماء کے درس کا" حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ اس وقت اُستاذ العلماء کے لقب سے ملقب ہوتے تھے ان رفیق کا اندازِ تکلم اس طرح کا تھا، جس سے حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کی شان تدریسی کا استخفاف ہوتا تھا، سبھی رفقاء درس موجود تھے، حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ کے لیے ان رفیق دراست کا بیان موجب تکلیف قلبی ہوا، اس کے جواب میں پہلا جملہ جو حضور قبلہ گاہی نے فرمایا وہ یہ تھا کہ "اگر تمہارا کہنا صحیح ہے تو تم کو خاک بھی نہیں آیا"، رفیق درس نے کہا کہ تم کو آتا ہے تو ان کتابوں میں سے کسی کتاب کا ایک صفحہ سمجھا دو، اُنہوں نے کتابوں میں سے ایک کتاب اُٹھائی وہ نور الانوار نکلی، اُنہوں نے کھول کر کتاب سامنے رکھ دی اور کہا اس کا ایک صفحہ سمجھا دو۔ حضرت قبلہ گاہی نے فرمایا میں نے شروع اور آخر اور درمیان صفحہ پر چند لمحہ نظر ڈالی، مالھا و علیھا کے ساتھ تقریر کر دی اور پھر کہا میں نے تم کو پڑھا دیا اب تم اس

سبق کو سنادو اس پر شرمندگی کے ساتھ وہ خاموش رہے۔جانتا تھا کہ ان میں اس کی یہ صلاحیت نہیں ہے۔

یہ واقعہ بیان فرما کر فرمایا کہ یہی وجہ تھی کہ فراغت کے بعد جلالت علمی کے باوجود یہ دونوں بے فیض ہی رہے۔کسی شخص کا نام لے کر اس کا ذکر کرنا آپ کا معمول نہ تھا لیکن استاذ کی عظمت مکان اور جلالت شان کی پاسداری کی وجہ سے حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ نے ان دونوں کا نام بھی لیا تھا مگر راقم نے ان بزرگوں کا نام نہیں لکھا،شیفتگی و گرویدگی کا ذکر مقصود تھا اس لیے لکھا گیا اس تعلق کا یہ عالم تھا کہ ابناء زمانہ اور بے فیض تلامیذ کی طرح کبھی بھی اور کسی وقت بھی تنقید و تنقیص شان کا تو کیا ذکر کسی قسم کے کنایے و اشارے میں بھی کبھی بھی کسر شان کا کوئی مکروہ لفظ زبان پر نہیں آیا،ہمیشہ ہمارے حضرت،ہمارے صدر صاحب ہمارے صدر الشریعہ ہی فرمایا۔حضور قبلہ گاہی کو امام صدر الشریعہ کی ادا سے بھی تعلق قلبی تھا،راقم الحروف کی نو دس برس کی عمر تھی،حکیموں کے طرز پر ناخونی پائجامہ سلوایا پہن کر سامنے گیا تو قلبی مسرت سے مسکرا کر فرمایا ہمارے حضرت صدر الشریعہ ایسا ہی پائجامہ پہنتے تھے۔

۱۳۸۰ھ میں حضور پُر نور قبلہ گاہی قدس سرہ نے راقم الحروف سے فرمایا کہ چاہتا ہوں کہ حضرت صدر الشریعہ کے احوال میں ایک مختصر جامع کتاب لکھ دوں،تم میرے ساتھیوں کو لکھو کہ حضرت کے بارے میں اپنی معلومات لکھ کر بھیجیں چنانچہ راقم نے حسبِ ہدایت خطوط حاضر کیے اور روز نامہ رفعت کانپور میں اعلان بھی شائع کرائے،خطوط کے جواب آئے مگر مضامین نہیں آئے،حضور قبلہ گاہی نے خاصہ خود لکھا وہ کہیں کتابوں کے انبار میں مستور ہیں گم ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کی گھریلو ضروریات کی بازار سے خریداری بالالتزام انجام دیتے، حضرت قبلہ گاہی کا بازار سے لایا ہوا گوشت حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کو بہت پسند آتا اس طرح شب میں بہت رات تک مطالعہ کے بعد اُستاذ عالی کو قیام گاہ تک پہنچاتے اور بدن دبانے کی خدمت کرتے، بار بار کہنے پر بھی دیر بعد واپس نہ ہوتے،جب ذرا لہجہ سخت کر کے فرماتے.بہت دیر ہوگئی ہے،اب جاؤ تب واپس جاتے۔

بندہ نے براہ راست تو حضرت قبلہ گاہی سے نہیں سنا، آپ کے تلمیذ مولانا خواجہ سید محمد اصغر چشتی پھپھوندوی علیہ الرحمہ نے سنایا کہ آخری سالانہ امتحان میں امتیازی نمبروں سے کامیابی کے موقع پر حضرت صدرالشریعہ نے حضرت سے مٹھائی کھلانے کی فرمائش کی اور اصرار فرمایا حضرت قبلہ گاہی، حضرت صدرالشریعہ کے مقام اقامت پر گئے اور اماں جان سے پانچ روپے مانگ لائے اور ان روپیوں کی مٹھائی لاکر حاضر خدمت کردی، حضرت صدرالشریعہ نے طلبہ میں بھی تقسیم فرمائی، حضرت صدرالشریعہ دولت کدہ تشریف لے گیے تو اہلیہ محترمہ سے فرمایا، مولوی رفاقت حسین کی طرف سے یہ مٹھائی ہے، انہوں نے ہنستے ہوئے بتایا، وہ تھوڑی پہلے آئے تھے اور پانچ روپے مجھ سے مانگ کے لے گئے ہیں یہ تو آپ کے روپے کی مٹھائی ہے، حضرت صدرالشریعہ مسکرائے اور فرمایا بہت خوب حضرت قبلہ گاہی کی موجودگی میں صدر صاحب نے طلبہ سے فرمایا مٹھائی کا کیا واقعہ ہے، حضرت قبلہ گاہی نے کہا میرے ماں باپ تو آپ ہی ہیں اماں جان سے روپے مانگ کر مٹھائی لے آیا اور کس در پر جاتا بھیک مانگنے، یہ سن کر حضرت صدرالشریعہ آبدیدہ ہو گئے فرمایا میں بھی تم کو ایسا ہی سمجھتا ہوں۔

افتاء کی تربیّت، دورۂ حدیث، فن طب کی تحصیل

دارالعلوم میں افتاء کا شعبہ حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب انبیسٹھوی کے حوالہ تھا، یہ حضرت مرشدالعالم مخدوم اشرفی میاں قبلۂ عالم کے مرید وخلیفہ تھے۔ ان کی نگاہ عنایت بھی حضور قبلہ گاہی پر بے نہایت تھی، اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے تو سوالوں کے کاغذ سپرد کر دیتے، جواب لکھنے کی ہدایت فرماتے، افتاء کے اصول بتاتے، جواب لکھتے تو پہلے حضرت امام صدرالشریعہ کو دکھا لیتے، جوابات کے متعلق فرمایا، کہ ابتداء میں قدرے تفصیل سے جواب لکھتا، حضرت صدرالشریعہ نے یہ نکتہ بتایا، کہ عامۂ مسلمین احکام شرع معلوم کرتے ہیں، دلائل کے طالب نہیں ہوتے، اس لیے جواب چند سطروں میں لکھیں، حضور قبلہ گاہی نے اس کی پابندی کی، فقہ وفتاویٰ سے تعلق ہی کی بنا پر، دارالعلوم منظر اسلام بریلی

میں تدریسی خدمت کے ساتھ دارالافتاء کی صدارت پر مامور فرمائے گئے، منظر اسلام کے دورِ قیام میں لکھے ہوئے جوابوں کی نقل پر بھی توجہ تھی، چنانچہ ایک مجلد چرمی میں، ان کی نقل کرتے ان میں اکثر جوابوں پر حضرت امام حجۃ الاسلام اور حضرت امام صدرالشریعہ قدس سرہما کی تصدیقات اور تعلیم خاص بھی تھیں، بندہ بےنوا نے اپنی طفولیّت میں دیکھا تھا۔—— دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کی روئداد میں دورۂ حدیث کا ذکر نہیں ہے، لیکن یہ حقیقت ہے، بعد ظہر مٹھا مسجد میں حضرت امام صدرالشریعہ نے آپ اور آپ کے رفقاء درس کو دورۂ حدیث شروع کرایا، یہ درس محدّثانہ طرز پر تھا، اسی طرز پر ختم پزیر بھی ہوا، حضرت امام صدرالشریعہ نے سندِ تحریری بھی عطا کی، اپنی سند نقل کے لیے دی نام کی جگہ خالی رکھنے کی تاکید کی، خالی جگہ پر اپنے قلم سے "العالم الجلیل" نام نامی سے پہلے تحریر فرمایا، یہ باتیں حضور قبلہ گاہی سے سنی گئیں۔ حضور قبلہ گاہی نے اپنے استاذ محترم حضرت امام صدرالشریعہ سے فن طب کی بھی تحصیل کی، حضرت صدرالشریعہ نے مدرسۂ تکمیل الطب لکھنؤ میں قیام کر کے باضابطہ طب کی تکمیل کی اور مطب بھی کیا تھا، حضور قبلہ گاہی جائس کے زمانۂ قیام میں فن طب بھی پڑھاتے تھے اور مطب بھی کرتے تھے۔

وعظ وتقریر اور مناظروں کے مشقی جلسے

دارالعلوم معینیہ میں تاسیس کے دور سے ہی وعظ وتقریر اور مناظروں کے جلسے طلباء کے منعقد ہوتے تھے، تمام مدرسین کرام، خصوصاً صدرالمدرسین ضرور تشریف فرما ہوتے، حضرت قبلہ گاہی کی طالب علمی کے زمانے میں بھی ان جلسوں کا انعقاد ہوتا تھا، یہ جلسے جمعہ کے دن صبح سے گیارہ بجے تک ہوا کرتے تھے، حضرت قبلہ گاہی ان جلسوں میں شرکت تو ضرور فرماتے لیکن تقریری مشقوں میں حصہ نہیں لیتے حضرت قبلہ گاہی کے "صدیق حمیم مخلص قدیم" حضرت سیدی مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ سے بارہا فرمایا "ہم لوگ بجد ہوتے لیکن حضرت تقریر نہ کرتے، لیکن اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو تقریر وخطابت بھی انہیں کے حصہ میں آئی، آج انہیں کا بول بالا ہے"۔

مشاعروں کے جلسے اور فکرِ سخن اور دو محفوظ قطعات تاریخی

دار الخیر اجمیر مقدس میں شعرو شاعری کا بھی بہت چرچا تھا، صاحبزادگان درگاہ معلّٰی میں بھی یہ ذوق تھا اُنہیں صاحبزادگان میں خواجہ سید اکبر حسین اکبر چشتی اجمیری بھی تھے، یہ باکمال اور صاحب فن صاحب کمال شاعر تھے اور علامہ سیماب اکبر آبادی کے ممتاز ترین شاگردوں میں تھے، ان کی وجہ سے اجمیر شریف میں خصوصاً درگاہ معلّٰی میں فکرِ سخن کا خاص ذوق پایا جاتا تھا اور آئے دن مشاعروں کی مجلسیں سجائی جاتی تھیں، ان کی ملاقات اور ان کے یہاں کی آمدورفت کی صحبتوں میں حضرت قبلہ گاہی بھی فکر سخن کی طرف مائل ہوئے فرمایا میں تو موزوں طبع نہ تھا شعر کی نقد و پرکھ میں یک گونا مناسبت ضرور تھی پھر بھی شعر کہتا تھا ایک بار درگاہ معلّٰی میں مشاعرہ منعقد ہوا طرح کا مصرع تھا ؎

نکلے کوئی صورت کہ رخِ یار کو دیکھوں

میں نے بھی غزل کہی اور مشاعرہ میں بھی پڑھی، میں نے مصرعہ لگایا تھا ؎

سو بار اُنہیں دیکھا، پھر بھی یہ تمنا ہے نکلے کوئی صورت کہ رخ یار کو دیکھوں

حضرت اکبر چشتی اجمیری نے بار بار پڑھوایا اور تحسین و ستائش کی برسات کر دی۔ پاسبانِ ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے اپنے ماہنامہ پاسبان الہ آباد کے شمارہ مارچ ۱۹۵۵ء میں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی روایت سے لکھا کہ

"ہم لوگ طالب علمی کے زمانے میں خود بزم مشاعرہ منعقد کرتے اور دوسرے مشاعروں میں بھی شریک ہوتے۔ سید العلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی بھی نعت و غزل پر طبع آزمائی فرماتے مگر ایک ہی شعر کا کوئی مصرعہ چھوٹا ہوتا کوئی بڑا، جب لوگ مولانا سے عرض کرتے کہ فلاں مصرعہ بڑھ گیا ہے، تو مولانا بڑی بے تکلفی سے جواب دیتے "کیا مضائقہ ہے، بڑھ گیا ہے، چھوٹا تو نہیں ہے"۔

اجمیر شریف میں ایک یادگار مشاعرہ کا ذکر حضرت قبلہ گاہی فرمایا کرتے تھے یہ مشاعرہ ماہ محرم

الحرام میں ہوا تھا سیماب اکبر آبادی کا یہ شعر حاصل مشاعرہ مان کر مشاعرہ ختم کرادیا گیا۔

آبِ خنجر، پیاس میں، جس نے پیا تھا وہ حسین
جس کا روزہ تیغ کے، پھل سے کھلا تھا وہ حسین

حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ العزیز کی زبانِ مبارک سے مذکورطرحی مصرع کے سوا کوئی مصرعہ یا شعر سننے میں نہیں آیا اور نہ ہی چھوٹی بڑی بیاض شریف میں کوئی شعر لکھا ہوا ملا، حضرت قبلہ گاہی کی تیسری بیاض مبارک کے سرورق پر یہ رباعی ضرور درج ملی

دارم دلیکہ غمیں بیا موز مپرس ، صد واقعہ درمکیں بیاز موز مپرس
شرمندہ شوم، اگر بپرسی عملم! ، اے اکرم الاکرمین، بیاز موز مپرس

قدمتُ على الكريم بغير زادِ ، من الحسناتِ والقلب الكريم
تحمل الزاد اقبح كلِّ شيئٍ ، اذا كان القدوم على الكريم

حضرت شیخ عبدالحق محقق دہلوی کی اخبارالاخیار شریف کے مطالعہ کے وقت معلوم ہوا کہ حضرت شیخ کے حضرت والد ماجد نے آخر وقت میں پڑھنے کی حضرت شیخ محدث کو تلقین فرمائی۔ دوسرا قطعہ حضرت مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ وجہٗ کا ہے۔

اجمیر مقدس میں سید نظر محمد صاحب نظر چشتی اجمیری تھے، اُن کے دو منتخبات شعری کے آخر میں حضرت قبلہ گاہی کا فرمودہ دو قطعہ تاریخی شامل ہے پہلے مجموعہ کا نام "عید کا چاند" ہے یہ مجموعہ کتب خانہ کی کتابوں کے ذخیرہ میں روپوش ہے، چونکہ کتابیں بے ترتیب ہیں فی الوقت ان کا ملنا بھی مشکل ہے صرف مطلع اور مقطع یاد رہ گیا ہے، وہ یہ ہیں

عجب دلکش، گلستانِ نظر ہے ، ہے منظور نظر پیش سخن داں
یہ سب ہے، خواجہ اکبر کا صدقہ ، رفاقت ہے، جو سرتاجِ سخن داں

دوسرا مجموعہ "غنچۂ رسول" ہے، اس میں حضرت نظر چشتی اجمیری نے حضرت قبلہ گاہی کا نام نامی

اس طرح لکھا ہے ”از نتیجۂ فکر، شاعر شیریں زباں، فصیح اللسان، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول، عالم بے بدل، فاضل اجل جناب مولانا مولوی رفاقت حسین صاحب رفاقت مظفر پوری تعلیم یافتہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر، صدرالمدرسین جائس، تلمیذ رشید حضرت خواجہ اکبر حسین صاحب اکبرؔ اجمیری:

لکھی کتاب، وصفِ رسالت مآب میں ۔ سچ ہے، یہ بیعدیل اور بے مثال ہے

مرغوبِ مومنین ہے، ہر دل پسند ہے ۔ تصنیف کا یہ آپ کی، ادنا کمال ہے

احباب کے لیے، سبب انبساط ہے ۔ بہرِ عدو، یہ باعثِ حزن وملال ہے

تم کو نظر ملے گی، خدا سے جزائے خیر ۔ اس کام کا تو آپ کے اچھا مآل ہے

تھک جائے، نکتہ چیں، تو نکالے نہ نکلے عیب ۔ سرتا بپا مرقعِ حسن وجمال ہے

پوچھے، جو تم سے رفاقتؔ توفی البدیہ ۔ کہ دو اُسے کہ، ”نغمۂ گلزار“ سال ہے
۱۳۵۴ھ

دارالخیر میں بیتے دنوں کے چند واقعات

دیوان صاحب کی عنایت

حضرت قبلہ گاہی بزرگانِ عالی وقار، اولیاپاک پروردگار کی عقیدتِ صادقہ راسخہ کی نعمت کی ارجمندیوں سے سرفراز تھے، دارالخیر میں درگاہ عرش آستاں کے مسند نشین حضرت دیوان سید آل رسول صاحب چشتی کی بارگاہ میں آمد ورفت بہت رکھتے تھے، حضرت قبلہ دیوان صاحب کی عنایتیں اور شفقتیں بھی بہت تھیں، حضرت قبلہ گاہی نے فرمایا میں روضۂ خواجہ پاک میں حاضر تھا اور حضرت دیوان صاحب بھی حاضرِ بارگاہ تھے، میں نے از خود تربت اطہر سے پھول اُٹھا لیے، حضرت دیوان صاحب نے فرمایا، یہ کیا کیا؟ یہ حق تو آپ کو نہیں ہے، یہ سن کر میں پھول رکھنے لگا، دیوان صاحب قبلہ نے فرمایا اب اُٹھالو، میں نے کہا اب تو آپ ہمیشہ کے لیے بلکہ قیامت تک کے لیے حق عطا فرمائیں گے تب ہی پھول اُٹھاؤں گا، دیوان صاحب قبلہ نے فرمایا ہاں! ہمیشہ کے لیے بلکہ قیامت تک کے لیے، تمہارے لیے ہماری طرف سے یہ حق ہے۔

مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب رفاقتی نے بیان کیا کہ بندہ حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ کی ہمرکابی میں مدرسۂ غوثیہ جامع مسجد سمستی پور کے جلسہ میں گیا، سیلاب کی وجہ سے راہ مخدوش ہوگئی تھی، اس لیے چند دن رکنا ہوگیا، ایک دن مدرسہ غوثیہ کے مدرسین نے عرض کیا، کہ کوئی ایسا واقعہ سنائیں جس نے آپ کی زندگانی کے لمحات میں خاص اہمیت حاصل کی ہو، اس پر فرمایا "میں جب اجمیر مقدس حاضر ہوا، تو بہت دنوں تک یہ طریقہ رہا کہ فاتحہ خوانی اور زیارت باہر ہی سے کیا کرتا تھا، وجہ یہ خیال میں تھی کہ بہت زیادہ قرب کو بے ادبی اور گستاخی سمجھتا تھا اور دوسرے یہ کہ روضہ میں مخلوط ہجوم بھی رہتا تھا، اسی درمیان میں حضرت مولانا حاجی سید محمد سلیمان اشرف صاحب صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا صاحب اجمیر شریف حاضر ہوئے ان حضرات نے حاضری بارگاہ کا ارادہ فرمایا حضرت سیدی صدر الشریعہ قدس سرہ نے مجھے بھی حکم فرمایا، میں بھی حاضر ہوا، حسبِ معمول وطریقہ روضہ شریف سے باہر کھڑے ہو کر، حاضری دی اور فاتحہ کا ثواب نذر کیا، اس وقت ایسا ہوا کہ یکا یک میں نے دیکھا کہ آسمان سے نور کی روشنی اتر رہی ہے اور قریب آ کر وہ روشنی روضۂ منورہ میں داخل ہوگئی، حاضری کے بعد جب واپس ہوا تو یہ مشاہدہ میں نے حضرت صدر الشریعہ سے عرض کیا، حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا، اب حاضری اس طرح دینا اور یہ دعاء پڑھنا اور ثواب نذر کرنا میں نے حاضری کے وقت ویسا ہی عمل کیا۔ اب جو انوار نازل ہوئے اس نے قریب آ کر مجھے گھیر لیا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ سب میرے دل میں سما گیے اور میرا عجب حال ہوگیا، اس کے بعد بہت قلبی انشراح حاصل ہوگیا اور ایک عظیم قلبی تبدیلی میرے دل میں پیدا ہوگئی اور خواجۂ بزرگ سے میرا رابطہ قلبی بہت بڑھ گیا، کتنا بڑھا وہ بیان کے بیان سے باہر ہے"۔

عمل صالح کی پختگی کا ایک خاص واقعہ

مدرسۂ احسن المدارس قدیم کانپور کے چند باہوش اور قابل لحاظ عمر کے طلبہ کی شکایت پیش ہوئی کہ یہ طلبہ فجر کی نماز میں عموماً غیر حاضر رہتے ہیں اور انہیں طلبہ میں سے ایک طالب علم شکایت کرنے

میں پیش پیش تھے،ان کو خاص طور پر مخاطب کر کے حضرت قبلہ گاہی نے فرمایا،ہم لوگ دارالاقامہ میں رہتے تھے،صبح کے وقت قضائے حاجت کے لیے،طلبہ کی لائن لگتی تھی ایک بار اُسی لائن لگنے کی وجہ سے میری فجر کی نماز قضا ہوگئی،جس کی وجہ سے بڑا املال دل میں پیدا ہوگیا۔مدتوں کی عادت بدل ڈالی، چالیس برس ہورہے ہیں دس بجے دن کا معمول معمول بن گیا۔

حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ کے ہمراہ بندہ کانپور سے گھر کے لیے آرہا تھا،کانپور اسٹیشن سے جب گاڑی چلی،ایک ذکر کے دوران آپ نے اپنے دو رفقاء درس حضرت مجاہد ملت عارف باللہ مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا صوفی محمد سردار احمد چشتی صابری علیہ الرحمہ محدثِ اعظم پاکستان کا ذکر فرمایا اسی ذکر میں فرمایا کہ

”مولوی حبیب الرحمن مستحبّات پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے،اور مستحبّات پر عمل مولوی سردار احمد کا مزاج بن چکا تھا“۔

اس ارشاد پر بندہ نے عرض کیا حضور نے ان بزرگ کا نام نامی نہیں لیا اور نہ ان کا ذکر شامل فرمایا،جن کی نگاہ ان دونوں بزرگوں کے عمل سعادت کی طرف مبذول رہی اس پر فرمایا ان دونوں کا بڑا مرتبہ ہے،اس حقائق نما ارشاد کو سن کر بندہ کا عجیب حال ہوگیا،اس وقت بھی اور اب بھی جب کہ یہ سطریں لکھی جارہی ہیں یہ صدائے جرس دل کے کانوں میں گونج رہی ہے،کہ ان حضرات کی نیکی اور سعادت طلبی کا جب زمانہ طالب علمی میں یہ خاص احوال رہا تھا تو دورکمال و اِکمال میں مراتب کے کن منازل پر فائز کیسے گیے ہوں گے۔

۞

حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ اور آپ کے رفقاءِ مجلس عصر کی نماز کے بعد اکثر و بیشتر صندلی مسجد میں نشست کیا کرتے تھے،حضرت قبلہ گاہی نے فرمایا،ہم لوگ صندلی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے،ایک ضعیفہ نے اسلامی شکل وصورت میں ہم لوگوں کو دیکھا،تو پاس آگئی،مولوی غلام جیلانی،مولوی حبیب الرحمن اور مولوی سردار احمد اور مولوی غلام زین العابدین سے ملی،اور اپنی پریشانی کا ذکر کیا،میں اس وقت

دوسرے گوشہ میں مشغول تھا، ان لوگوں نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ دربارِ خواجہ پاک میں تمہاری سفارش کر دیں گے تو تمہارا کام بن جائے گا، وہ ضعیفہ میرے پاس آئی اور بہت ہی عاجزانہ اپنی پریشانی کا ذکر کر کے رونے لگی اور کہا کہ آپ دعاء کر دیں گے تو میرا بگڑا ہوا کام بن جائے گا، حضرت قبلہ گاہی نے فرمایا، میں نے بہت انکار کیا اور کہا کہ ان سب نے مذاق کیا ہے، اور تم کو دھوکھا دیا ہے، مگر وہ کسی صورت بھی راضی نہیں ہوئی، اس کے اصرار سے مجبور ہو کر میں نے حضور خواجہ پاک کے دربار میں آپ کے توسُّل سے دعاء کی تو اس کو اطمینان ہو گیا، اس نے چلتے وقت کہا کہ میرا کام ہو گیا، اب اپنے گھر کلکتہ جاتی ہوں، خواجہ بزرگ کے کرم سے اس کا کام ہو گیا وہ مقدمہ میں کامیاب ہو گئی، شکر گزاری اور منت پوری کرنے کے لیے کچھ عرصہ کے بعد اجمیر شریف آئی لنگر نیاز پکوایا حضرت قبلہ گاہی سے نیاز و فاتحہ کرائی، اب وہ مُصر ہوئی کہ آپ میرے گھر کلکتہ چلیں، میرے انکار پر اس کا اصرار غالب رہا، اور میں کلکتہ گیا، اس کا خاندان اور ملازمین اس کے ہمراہ اسٹیشن پر استقبال کے لیے موجود تھے، ایک بگھی گاڑی خالی تھی، اس میں مجھے بٹھایا اور کوچوان سے کہا ان کو گھر لے چلو، یہ ضعیفہ پارسی مذہب کی پابند تھی، اس نے اپنے مسلمان ملازمین کے ذریعہ قیام وطعام کا انتظام کر رکھا تھا، اسی دن اس نے گیارہویں شریف کی نیاز کا بھی انتظام کیا تھا اور اس نیاز کا کرنا برسوں سے اس کا معمول تھا، یہاں بھی اس نے حضرت قبلہ گاہی سے فاتحہ دلوائی اور آپ نے الگ کھانے سے اس کو حصہ بھجوایا جب اس نے چکھا تو کہا، اس کھانے میں وہ مزا نہیں ہے، جو پہلے ملتا تھا حضرت قبلہ گاہی نے اصل نیاز سے اس کو حصہ بھجوایا کھا کر کہا پہلے سے بھی سے زیادہ لذت ہے اس ضعیفہ کا ایک جوان بیٹا تھا وہ مر چکا تھا، شوہر پہلے ہی مر چکا تھا، اس نے بہت منت والتجا کی کہ آپ اس کی منقول وغیر منقول جائدادوں کی ملکیت اپنے نام لکھوانا قبول فرمالیں لیکن آپ کی بے نیاز اور بے طمع زندگانی اور طرز فکر و عمل نے اس عمل کو گوارانہ فرمایا اور اجمیر شریف اپنے روحانی مستقر پر واپس آگئے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس ضعیفہ نے لاکھوں کی قیمت کی جائداد اور بینک اکاونٹس کے روپے آپ کے نام کروا دیے۔ ایک بار بندہ نے پوچھا کہ وہ جائدادیں اور بنک کی رقم کیا

ہوئی؟ فرمایا جب میں نے ان کی فکر نہ کی تو تم کو کیوں فکر ہوگئی؟

۞

خواجۂ خواجگان کے عرس مقدس کے موقع پر علاوہ عوام وخواص کے اولیاء اور علماء اور بڑی بڑی خانقاہوں کے سجادہ نشینان بڑی تعداد میں حاضر دربار ہوتے تھے اور حضرت قبلہ گاہی ان سب کی دید وملاقات سے بہرہ ور ہوتے تھے انہیں میں پیر سید شمس الدین صاحب غوثی گوالیاری بھی تھے، ان سے حضرت قبلہ گاہی اور آپ کے صدیق ورفیق حضرت صدر العلماء کے خصوصی تعلقات ہو گئے تھے اور وہ آپ حضرات کے پاس ٹھہرنے لگے، پیر صاحب نے از راہِ شفقت دونوں حضرات کو کیمیا کا نسخہ بتایا اور لکھوادیا حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ نے تو اس کی طرف متوجہ نہیں کی مگر حضرت الاستاذ صدر العلماء المحققین محدث میرٹھی نے اس طرف توجہ فرمائی اور اس نسخہ کا عمل سالانہ تعطیل کلاں میں اپنے مولد ریاست دادوں ضلع علی گڑھ میں کیا اگر چہ ناتجربہ کاری کی وجہ سے ڈھکن اڑ گیا مگر پھر بھی جب ذرات کو سنار نے جمع کیا تو ۱۶ اسو تولے سونا جمع ہو گیا۔

راقم الحروف حضرت الاستاذ صدر العلماء کی خدمت میں پڑھتا تھا، حضرت قبلہ گاہی کے دوستانہ تعلق اور مزید بندہ کی خدمت گزاری کی وجہ سے بے نہایت شفقت فرماتے تھے، شعبان کے اواخر میں پیر صاحب گوالیاری کا ذکر فرمایا اور پورا قصہ سنایا اور فرمایا رمضان شریف میں گھر نہ جاؤ، یہاں تراویح میں قرآن پاک سناؤ، بہت دن ہوگئے تراویح میں قرآن پاک سنے ہوئے، اسی میں اس نسخہ کو بنایا جائے گا مگر میری مجبوری یہ تھی کہ میں وطن کی خاندانی مسجد شریف میں تروایح میں قرآن پاک پڑھتا تھا اور حضرت قبلہ تراویح کی جماعت میں شامل ہوتے تھے، اس لیے اجازت کے بعد گھر آ گیا اور یہاں آ کر حضرت قبلہ گاہی کو وہ واقعہ سنایا تو فرمایا چھوٹی بیاض میں وہ نسخہ لکھا ہوا موجود ہے، پیر سید شمس الدین صاحب گوالیاری نے مجھے بھی لکھوادیا تھا، بہت ہی ضرورت کے وقت بھی میں نے اُسے نہیں بنایا، مولیٰ تعالیٰ کے جود کرم سے سب کام ہوتے گیے۔

۞

بندہ نے ایک موقع پر عرض کیا کہ مولانا محمد علی کانپوری مونگیری سابق ناظم مجلس ندوۃ العلماء کی سوانح میں پڑھا کہ ان کی خانقاہ مونگیر میں چار من چینی کا خرچ ماہانہ تھا، وہ خانوادہ برکاتیہ کے شیخ مولانا سید کرامت علی کالپوی سے پہلے مرید ہوئے تھے، اُنہیں نے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کا یا منعم کا عمل بتایا تھا، حضرت قبلہ گاہی نے سن کر فرمایا، چھوٹی بیاض میں یہ عمل لکھا ہوا موجود ہے، اسی طرح دستِ غیب کے چند عملیات کا ذکر فرمایا، جو بزرگانِ وقت نے عطا فرمائے تھے، مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں نے کبھی بھی ان کی طرف توجہ نہیں کی، مولیٰ تعالیٰ کا سب کرم ہے، ضروری ضروریات سب پورے ہوتے رہتے ہیں۔

ایک جن رفیق درس اور جن صحابی

دار الخیر درگاہ معلی کی حاضری کے زمانہ کا یہ واقعہ حضور قبلہ گاہی کے شاگرد و مرید مولانا قاری عباد الرحمن آسنسولی مرحوم اور مولانا محمد رفعت اللہ خاں گونڈوی مرحوم سے راقم الحروف نے بارہا سنا، ان دونوں نے حضرت قبلہ گاہی کے حوالہ سے بیان کیا کہ ہم لوگوں کے ساتھیوں میں اجمیر مقدس میں ایک جن لڑکا بھی تھا، اس لڑکے نے ایک بار دن میں جناتوں کا ذکر کیا اور کہا کہ جنات جس شکل میں چاہیں ظاہر ہو جاتے ہیں، شیر اور سانپ کی بھی شکل اختیار کر لیتے ہیں، ڈراتے اور دھمکاتے بھی ہیں، میرے ایک ہم سبق جو میرے پیر بھائی تھے، ان کا نام مولانا محمد محسن فقیہہ تھا وہ بھیمڑی کے رہنے والے تھے، انہوں نے کہا میں ہرگز نہیں ڈروں گا بلکہ مار ڈالوں گا، بات ختم ہو گئی، دیر رات گیے ہمارے حجرے میں ایک بڑا سانپ دکھائی پڑا مولانا محمد محسن فقیہہ نے دیکھتے ہی اُسے مار ڈالا، جب رات بہت گزر گئی حجرہ کا دروازہ جھٹکے کے ساتھ خود بخود کھل گیا، اور چند نامعلوم پُر ہیبت شکل وصورت کے افراد حجرہ میں داخل ہو گئے اور بڑی کریہہ اور ڈراونی آواز میں للکارا کہ میرے لڑکے کو کس نے مار ڈالا، سب طلبہ نے یک زبان کہا کہ ہم میں سے کسی نے بھی نہ کسی لڑکے نہ اور کسی فرد کو نہ مارا اور نہ قتل کیا ہے، تب ایک معمر اور طویل القد شخص نے کہا کہ میرا لڑا تم لوگوں کے ساتھ پڑھتا تھا وہ سانپ کی شکل میں تم لوگوں کو ڈرانے آ گیا تھا اور وہ مارا گیا، افسوس میرے تمام فرزند اسی طرح مارے گیے، مولانا محسن نے کہا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرمایا ہے کہ ایذا دینے والے کو ایذا پہنچانے سے پہلے مار ڈالو، یہ سننے کے ساتھ ہی جنات نے کہا میں نے یہ ارشاد حضور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے خود سنا ہے، لیکن افسوس ہزار افسوس کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر مشرف باسلام نہ ہو سکا، صدیوں کے بعد خواجۂ خواجگان کے دست مبارک پر مسلمان ہوا جب سے دن کو جہاں گردی کرتا ہوں اور شب کو اس آستانہ فیض کاشانہ پر حاضر رہتا ہوں، تم سب بھی میری اولاد کے مثل ہو تم سب جہاں بھی رہو گے میری قوم تمہاری پاسدار رہے گی۔

صندلی مسجد شریف

اس موقع پر وہ واقعہ بھی یاد آ گیا جو وطن کے ایک شخص کے ساتھ پیش آیا وہ صاحب باطن حضور قبلہ گاہی سے صاف دل نہ تھے، وہ ایک خاص غرض کے تحت گھر آئے اور حضرت قبلہ گاہی سے ملے اور کہا میرے ایک ہم پیشہ ایک سرکاری آفیسر عرصہ سے صاحبِ فراش ہیں۔ علاج بہت ہوا، افاقہ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی ہے معالج کا مشورہ ہے کہ کسی کامل عامل کو دکھایا جائے، میں نے ان کے گھر والوں سے آپ کے بارے میں بتایا سب کی خواہش ہے کہ آپ ان کو دیکھ لیتے۔ حضرت قبلہ گاہی مظفر پور شہر تشریف لے گیے، مریض سپلائی انسپکٹر تھے حضرت قبلہ گاہی کو دیکھتے ہی اُٹھ کر بیٹھ گیے اور سلام کے بعد مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا، بہت مدت کے بعد ملاقات ہوئی، حضرت قبلہ گاہی نے ان سے دریافت فرمایا، کہاں ملاقات ہوئی تھی وہ بولے، صندلی مسجد میں، فرمایا، اب ملاقات ہوگئی تو چلے جائیے اس کے معاً بعد بھاری بھرکم آواز بلند ہوئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے وصال کے چند برس کے بعد راوی نے بندہ کو واقعہ سنا کر پوچھا کہ صندلی مسجد کہاں پر ہے؟ بندہ نے اُنہیں بتایا کہ خواجۂ خواجگان خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے روضہ منورہ کے سرہانے کی جانب حضرت سلطان اورنگ زیب غازی رحمۃ اللہ علیہ کی بنوائی ہوئی عالمگیری مسجد کو صندلی مسجد بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد اُنہوں نے مذکورہ واقعہ سنایا۔

حضرت مولانا سید محمد سلیمان اشرف سے تلمذ

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ اجمیر شریف کے دورِ قیام میں رمضان شریف کی سالانہ تعطیل میں علی گڑھ تشریف لے جاتے تھے اور مولانا سید سلیمان اشرف صاحب اعظم العلماء کے پاس قیام کرتے تھے۔ ایک بار ماہ مبارک کے قیام میں قدیمہ وجدیدہ کے حواشی رئیس المتکلمین راس المحدثین مولانا سید شاہ محمد سلیمان اشرف صاحب اشرفی الجیلانی چشتی نظامی فخری پروفیسر دینیات مدرستہ العلوم علی گڑھ سے پڑھا ان اسباق میں آپ کے شریک مولانا مسعود الرحمن خاں شروانی فرزند اصغر صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی، رئیس حبیب گنج علی گڑھ بھی تھے۔ مولانا مسعود الرحمن شروانی نے برسوں حضرت رئیس المتکلمین کے ساتھ رہ کر علوم و فنون پڑھا تھا، حضور قبلہ گاہی کے پاس حواشی قدیمہ وجدیدہ کا جو نسخہ تھا وہ عطیہ سلیمان ذی جاہ کا تھا۔

جامعۂ ازہر میں پڑھنے کی خواہش

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے دل میں جامعۂ ازہر شریف مصر میں علوم کی تحصیل کا جذبہ پیدا ہوا اور آپ نے وہاں جانے کے لیے اور داخلہ لینے کی جدّ وجُہد شروع فرما دی، اس کام پر رئیس المتکلمین حضرت مولانا سید شاہ محمد سلیمان اشرف صاحب علیہ الرحمہ نے ہمت افزائی فرمائی اور دستگیری کا ہاتھ بڑھایا، ریاست بھوپال تعلیمی وظائف دیتی تھی، اور اس وقت سر سید بانی علی گڑھ کالج کے پوتے سر راس مسعود ریاست بھوپال میں وزیر تعلیم تھے، حضرت رئیس المتکلمین قدس سرہ نے ان کے نام خط تحریر فرمایا اس میں تحریر فرمایا

> ”حامل رقعہ مولوی رفاقت حسین صاحب جید الاستعداد نوجوان عالم ہیں، جامعۂ ازہر میں پڑھنے کی خواہش ہے، ریاست سے تعلیمی وظیفے کے خواستگار ہیں، میری شفارش ہے کہ یہ وظیفے کے ہر حیثیت سے مستحق ہیں، لہٰذا وظیفہ کی منظوری دی جائے“۔

حضور قبلہ گاہی کو زادِ سفر کے ساتھ بھوپال بھیج دیا۔ سر راس مسعود نے خط پڑھ کر پذیرائی کی اور کہا آپ نے بہت دیر لگادی امسال کے وظائف پورے ہو چکے ہیں۔ خصوصی وظائف بھی جاری ہو چکے ایسا کریں کہ اگلے برس کے لیے اُٹھا رکھیں۔ حضور قبلہ گاہی نے علی گڑھ واپس جا کر حضرت رئیس المتکلمین

مولانا سید شاہ محمد سلیمان اشرف صاحب علیہ الرحمہ سے سر راس مسعود کی گفتگو دھرا دی، حضرت رئیس المتکلمین کی رائے ہوئی کہ آپ علی گڑھ میں انہیں کے پاس قیام کریں، یا پھر ریاست دادوں ضلع علی گڑھ کے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ میں مدرس ہو کر چلے جائیں، یہاں رہنے کی صورت میں یونیورسٹی میں جگہ نکلنے پر شعبۂ دینیات میں جگہ دلوا دی جائے گی، اگلے برس پھر ریاست بھوپال جانے کی تیاری تھی جبھی جولائی ۱۹۳۷ء میں وزیر تعلیم سر راس مسعود کے انتقال کی اطلاع ملی، اس طرح جامعۂ ازہر شریف جانے کے امکانات ختم ہو گئے مگر وہاں جانے کا خیال قائم رہا اور حضور قبلہ گاہی نے بندہ کو جامعۂ ازہر بھجوا کر پڑھوانے کا ارادہ ظاہر فرمایا، مگر والدہ مشفقہ مانع آئیں۔

دستار بندی کی روایتیں

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی باضابطہ تحصیل علوم کا تکملہ دار الخیر اجمیر مقدس کے دار العلوم معینیہ عثمانیہ درگاہ معلیٰ میں ہوا اور بے ضابطہ تحصیل و تعلیم کا سلسلہ بریلی شریف میں بھی جاری رہا، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے رفقاء دراست کے سلسلے میں لکھنے والوں نے ۱۳۵۲ھ میں مدرسۂ اہل سنت منظر اسلام بریلی کے جلسۂ دستار بندی میں دستار بندی کا بیان لکھا ہے حضرت اُستاذی صدر العلماء محدث میرٹھی علیہ الرحمہ نے بشیر القاری بشرح البخاری میں دستار بندی کا ذکر نہیں فرمایا رسمی دستار بندی کا جلسہ دار العلوم معینیہ عثمانیہ میں منعقد ہوا، ان حضرات کی دستار بندی ہونے کی تیاری ہوئی، جلسۂ امتحان میں ان حضرات نے شرکت کی، مگر رسم دستار بندی سے علیحدہ رہے، جس کا بیان گزر چکا ہے خلاصۂ بحث یہ کہ ایسی رسمی دستار بندی نہیں ہوئی، اس موقف کی تائید اس وقت بھی ہوئی جب حضور قبلہ گاہی کے تلامیذ کی دستار بندی کا جلسہ صدر مجلس علمائے اہل سنت بریلی مولانا خواجہ سید عبد الصمد چشتی نظامی فخری علیہ الرحمہ کے آستانہ واقع پھپھوند شریف ضلع اٹاوہ میں بموقع عرس ہو رہا تھا، وہاں کے صاحب سجادہ حضرت مولانا خواجہ سید مصباح الحسن علیہ الرحمہ تھے، حضور قبلہ گاہی اُن کو آفتاب شریعت ماہتاب طریقت لکھتے تھے۔ وہ حضرت صدر الشریعہ کے استاذ بھائی تھے۔ حضرت سجادہ نشین نے افتتاحی تقریر میں فرمایا:

"حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور کی عنایت و توجہ سے یہ جلسۂ دستار بندی آستانہ عالیہ پر ہو رہا ہے، مفتی اعظم کانپور اگرچہ فارغ التحصیل اور متبحر عالم ہیں حضرت صدر الشریعہ کے رشتے سے مجھے چچا کہتے ہیں اور میں نے سنا ہے کہ ان کی دستار بندی نہیں ہوئی ہے، تو میرا حق ہے کہ میں ان کی دستار بندی کر دوں"۔

اس جلسہ میں حضرت مفتی اعظم بریلی شریف بھی تشریف فرما تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد عبد القدیر بدایونی مفتی اعظم ریاست حیدر آباد دکن بھی رونق افروز تھے حضرت صدر العلماء محدث میرٹھی بھی شریک جلسہ تھے، علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی بھی موجود تھے، ان کے علاوہ خواجہ غلام نظام الدین بدایونی، حضرت مولانا شاہ محمد عمر لکھنوی ماہنامہ سنّی لکھنؤ، بلبل ہند حضرت مولانا رجب علی صاحب نانپاروی وغیرہم مشاہیر علمائے اہلِ سنت تشریف فرما تھے، سب نے سنا اور مقرر رکھا۔

اساتذہ کرام

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے اساتذہ کرام میں درج ذیل حضرات کرام کے نام ملتے ہیں، جن کی تعلیمی ترتیب و فیضیان سے حضور قبلہ گاہی کی زندگانی علوم اسلامیہ کے جواہر زواہر سے آراستہ ہو کر دین پاک کی تقویت اور اس کے علوم و اقدار کی سربلندی کا سبب بنی۔

- حضرت والد ماجد
- نانا حضرت حاجی میر وارث علی صاحب
- مولانا محمد طاہر صاحب عارض پوری
- مولانا محمد افضل صاحب شرف الدین پوری
- حضرت مولانا شاہ حبیب الرحمن صاحب مدرسہ عزیزیہ، بہار شریف
- حضرت مولانا مفتی عبد المتین صاحب مدرسہ عزیزیہ، بہار شریف
- حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب صدر المدرسین مدرسۂ عزیزیہ، بہار شریف
- حضرت مولانا عبد القادر صاحب سرحدی مدرسہ حنفیہ، جونپور
- حضرت مولانا مفتی محمد قائم صاحب فرنگی محلی، صدر المدرسین مدرسہ حنفیہ، جونپور

- حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب، مفتی واستاذ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس
- مولانا عبد الحئی افغانی مدرس اوّل، دار العلوم معینیہ عثمانیہ دار الخیر اجمیر مقدس
- امام صدر الشریعہ صدر المدرسین دار العلوم اجمیر شریف
- شیخ الانام حجۃ الاسلام قدس سرہ، بریلی شریف
- اعظم العلماء رئیس المتکلمین حضرت مولانا سید شاہ محمد سلیمان اشرف صاحب، علی گڑھ

ان حضرات کے علاوہ ابتدائی اُستاذ مولوی محمود عالم وہابی ناظم مدرسہ احمدیہ کلیانی مظفر پور، ہندو ماسٹر، بھوتائی ابتدائی اسکولی اُستاذ تھے۔

معقولاتی سلسلۂ تلمذ

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کا معقولاتی سلسلۂ تلمذ خیر آبادی اور فرنگی محلی ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے:

- حضور قبلہ گاہی قدس سرہ
- حضرت صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۶ھ
- شیخ الاسلام ضیاء الملۃ عارف باللہ حضرت علامہ محمد ہدایت اللہ خاں قادری فاضل رام پوری متوفی ۱۳۲۶ھ
- امام الحکماء خاتم المحققین عارف باللہ علامہ فضل حق خیر آبادی چشتی متوفی ۱۲۷۸ھ
- علامہ امام فضل امام چشتی خیر آبادی متوفی ۱۲۴۰ھ
- حضرت مولانا عبد الواجد کرمانی چشتی خیر آبادی متوفی ۱۲۱۸ھ
- حضرت ملا اعلم سندیلوی چشتی متوفی ۱۱۸۶ھ
- حضرت ملک العلماء قطب زمانہ امام عبد العلی محمد بحر العلوم فرنگی محلی مدراسی متوفی ۱۲۲۵ھ
- حضرت مولانا کمال الدین سہالوی قادری رزاقی ۱۱۷۲ھ
- قطب الاقطاب استاذ الہند حضرت امام ملا نظام الدین محمد سہالوی فرنگی محلی متوفی ۱۱۶۵ھ

قدس اسرارھم و برّد مضاجعھم

منقولاتی سلسلۂ تلمذ

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے استاذ، حضرت امام صدر الشریعہ نے تفسیر حدیث شریف وفقہ وعلم کلام کی درسیات بھی حضرت علامہ رام پوری سے پڑھی تھیں اور انہوں نے حدیث پاک کا دورہ

- مسند الوقت مولانا الامام سید عالم علی نگنیوی مراد آباد سے کیا تھا ان سے مشہور محدث مولانا احمد علی سہارنپوری نے بھی دورہ کیا تھا
- اور ان سے حضرت مولانا الامام مسند الوقت شاہ وصی احمد محدث سورتی پیلی بھیتی نے دورۂ حدیث کیا تھا، حضرت محدث سورتی نے ● حضرت اُستاذ العلماء مرجع الطلبہ مولانا الامام المفتی محمد لطف اللہ علی گڑھی سے تمام درسیات پڑھیں تھیں، ان تمام حضرات کا سلسلۂ تلمذ منقولات، حضرت امام شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے واسطے سے حضرت سراج الہند امام شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تک پہنچتا ہے۔

اسنادِ حدیث کی اجازت

حضرت محدث سورتی نے حضرت مولانا الا مام شاہ فضل رحمن قطب زماں گنج مراد آبادی شیخ معمّر متوفی ۱۳۱۲ھ تلمیذ حضرت امام شاہ عبد العزیز محدث سے اجازتِ حدیث پائی، حضرت محدث سورتی کے اُستاذ، اُستاذ العلماء حضرت علی گڑھی نے مولانا بزرگ علی مارہروی سے پڑھا انہوں نے صحیح البخاری اور مسلم شریف کی قرأت شاہ محمد اسحاق دہلوی سے کی۔

- حضرت اُستاذ العلماء علی گڑھی نے مولانا امام عمدۃ المحدثین حضرت مولانا شاہ آل احمد پھلواروی محدث مہاجر مدنی متوفی ۱۲۹۲ھ سے بھی اسنادِ حدیث شریف پائیں اور اُن سے استاذ العلماء فاضل رام پوری نے بھی اسناد حدیث پائیں۔
- حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کو حضور پُرنور اعلیٰ حضرت فانی فی اللہ، باقی باللہ مولانا الامام عبد المصطفیٰ محمد احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ نے اجازات مرحمت فرمائیں، اُن کو حضرت عارف باللہ موصل الی اللہ شاہ آل رسول احمدی مارہروی سے اجازات حاصل ہوئیں یہ علم حدیث میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ ان کو دوسری اجازت حضرت شیخ محقق امام عبد الحق محدث کے

سلسلہ کی بھی حاصل تھی۔

● حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کو دوسری سندی حدیث حضرت امام حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب سے حاصل ہوئی اُن کو حضرت نور العارفین شاہ ابوالحسین احمد نوری کے علاوہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اور شیوخِ حرمین محترمین سے بھی اجازتین حاصل ہوئیں۔

● حضور قبلہ گاہی قدس کو تیسری اسناد حدیث، قطب مدینۃ المنورہ سے حاصل ہوئیں، ان کو کثیر در کثیر مشائخ سے اسناد حاصل تھیں۔

● چوتھی اسناد حدیث، مصباح المقربین مولانا خواجہ سید مصباح الحسن پھپھوند شریف نے مرحمت فرمائی۔

اہالیانِ وطن کی طرف سے استقبالیہ جلوس وجلسہ

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ شوال المکرم ۱۳۴۶ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۲۸ء موافق ۱۳۳۵ھ فصلی ماہ پھاگن میں وطن سے نکلے اور دارالخیر اجمیر مقدس حاضر ہو گئے اور وہاں کی سرکار میں پانچ برس سے زیادہ عرصہ تک شرف حاضری وحضوری حاصل رہی، ایک برس تقریباً بریلی شریف کی سرکار میں حاضر رہنے کے بعد چھ برسوں کے بعد وطن مالوف لوٹے، آنے کی اطلاع بہت قبل سے پہنچ چکی تھی، اطراف وجوانب اور قرابت داری کے مواضعات میں یہ خبر عام تھی، کہ حضور قبلہ گاہی خواجہ صاحب کے دربار میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اس لیے جب واپسی کی تاریخ کی اطلاع پہنچی، اسٹیشن پہنچنے کے لیے سب جمع ہونے لگے، ایک بڑا مجمع جمع ہوگیا گھوڑے اور ہاتھی اور بیل گاڑیوں کا طویل سلسلہ جلوس کی شکل میں اسٹیشن پہنچ گیا ٹرین آئی اور حضور قبلہ گاہی ٹرین سے باہر آئے، برسوں کی واپسی پر برادر گرامی اور برادر خورد اور دیگر اعزہ واقرباء سے معانقہ کیا اور اسٹیشن سے وطن مالوف ۸ میل کے فاصلہ پر ہے، واپسی میں جلوس کا تین میل کا طویل سلسلہ بندھ گیا، جس میں بڑی تعداد میں ہندو لوگ بھی شامل ہوئے، ہاتھوں میں جھنڈیاں تھیں، گاؤں میں تین مقامات پر گیٹ سجائے گئے تھے، ایک گاؤں کے داخلی طرف، دوسرا آپ کے بڑے ماموں کی طرف سے، تیسرا خود در دولت پر، ۸ میل کا طویل راستہ طے کر کے قافلہ ۴ بجے شام کو گاؤں میں داخل ہوا، شب میں مولود شریف کی محفل منعقد ہوئی، برادر گرامی اور ماموں کی طرف سے عام ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔

باب ۳

شرفِ بیعت کا حصول اور ذوقِ عرفانی

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کا طبعی میلان شروع ہی سے سلوک و اشغال اور راہ عرفان و تقرب الٰہی کی طرف تھا، اسی جذبۂ صادقہ و راسخہ کی وجہ سے اہل اللہ کی خدمت و عقیدت آپ کے دل عشق منزل میں جا گزیں تھی، خواجۂ خواجگان کے دربار معلّٰی میں بکثرت اہل اللہ کی حاضری ہوتی اور آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کے ارشادات سنتے اور فیضیاب ہوتے، مگر بیعت ارادت کا کسی کی طرف خیال بھی نہ جاتا تھا، اس راہ کے سالکوں، کی منزل مقصود کی طرف رہبری و رہنمائی کے لیے کسی اکمل و جامع فرد کی رہنمائی سنت الٰہیہ رہی ہے، اولیاء کبار پاک پروردگار میں کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جس کی اس راہ کی تحصیل و تکمیل کی کسی نے رہبری نہ کی ہو۔

غوثِ زماں اشرفی میاں کی دربار میں حاضری

حضرت کچھوچھا مقدسہ کی مشہورِ عالم چشتی غوثی خانقاہ معظم کے مشہور آفاق عارفِ موصل، غوث زمانہ مخدوم الاولیا حضرت حاجی سید شاہ علی حسین اشرفی میاں قدس سرہ کی اکثر درگاہ معلّٰی میں حاضری ہوا کرتی تھی، درگاہِ معلی کے خدام عمائد شہر اس دجلۂ انوار و فیوض کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہوا کرتے۔

دیدوزیارت کے ہجوم

دارالعلوم معینیہ عثمانیہ درگاہ معلی کے علماء طلبہ بھی ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے۔ وہ زمانہ ان کی زندگانی کا آخر زمانہ تھا، خلقت فوج در فوج ان کی غلامی کے لیے ٹوٹی پڑتی تھی، اس زمانے میں جو بھی دامن فیض بار سے وابستہ ہوا، قرب ووصال کی نعمتوں سے سرفراز ہوا، دین کا روشن چراغ بنا، ایک جہاں ان سے فیض یاب ہوا، چودھویں صدی ہجری کا اسلامی ہند اُن کے غلاموں سے منوّر رہا اور ان کی ضیاباری اب بھی جاری ہے۔

سَیر الی اللہ

حضرت قبلہ گاہی کا ایک طویل دورہ، گجرات و کاٹھیاواڑ کا ہوا، بندہ بھی ہم کاب خدمت تھا، کاٹھیاواڑ کے مشہور شہر دھوراجی میں حاجی سید بلال شاہ قادری کے دولت کدہ پر قیام تھا، بندہ نے معلوم حقیقت کی بنا پر عرض کیا کہ حضور اپنے پیرومرشد سے کس طرح سلسلہ میں داخل ہوئے ما قل و دل خیر الکلام حضرت قبلہ گاہی کا طرۂ امتیاز تھا۔ اس کے مطابق حددرجہ ایجاز سے فرمایا:

حضرت صدرالشریعہ کی ترغیب ورہنمائی

"حضرت صدرالشریعہ کی ترغیب سے" اتنا فرما کر خاموش ہوگئے، حضرت قبلہ گاہی کے اس وقت کے طور سے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اُس وقت کے احوال سامنے آگیے بندہ نے پھر عرض کیا وہ کس طرح؟ فرمایا حضرت صدرالشریعہ نے فرمایا، مولوی رفاقت حسین، حضرت اشرفی میاں قبلہ تشریف لائے ہوئے ہیں، اُن سے مرید جاؤ، اس رہنمائی و رہبری نے آپ کے دل میں حضرت پیرومرشد کی عقیدت و محبت کا تخم ڈال دیا، جو آگے چل کر تناور ثمر دار درخت بن گیا، انجذابِ احوال میں اسی وقت حضرت قبلہ گاہی رہنمائی کے مطابق حاضر بارگاہ اشرفی ہوئے اور بیعت کی درخواست پیش کی، فرمایا کس سلسلہ میں مرید ہونا ہے حضرت قبلہ گاہی نے فرمایا، کہ میں نے طالب علمانہ انداز سے عرض کیا، کہ سلسلۂ عالیہ قادریہ منوریہ میں مرید ہوں گا، یہ سن کر حضرت مخدوم الاولیاء نے انکار فرمایا، حضرت قبلہ گاہی نے فرمایا میں دوسرے دن پھر سے حاضر ہوا اور گزارش کی۔

نوازشات

حضرت نے فرمایا، بابو اس سلسلے کے مرید کی ستر برس کی تو عمر ہونا چاہیے، یہ سن کر میں نے عرض کیا اتنی عمر تو میری ہے، حضرت نے فرمایا جب اتنی عمر ہے تو آؤ مرید ہو جاؤ اور مرید کر لیا، یہ پنجشنبہ کا دن عصر کے بعد کا وقت تھا، مطبوعہ شجرہ جو بارگاہ شیخ سے عطاء ہوا اس میں پنجشنبہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۵ مارچ ۱۹۳۲ء مرقوم ہے، حضرت مخدوم الاولیاء قدس سرہ نے مطبوعہ شجرہ کی پشت پر شجرہ سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ معمریہ اپنے قلم سے تحریر فرمایا اور فرمایا بابو میں نے تم کو مرید بھی بنایا اور پیر بھی بنایا اور ملبوس سبز رنگ کا عباء اور ٹوپی اور عقیق کی قیمتی تسبیح مرحمت فرمائی۔ خواجہ سید اکبر چشتی اجمیری نے اس عطائے نعمت کی تاریخ ''مشیخت'' کہی اس وقت آپ کی عمر شریف کا بیسواں برس تھا۔ اجوانی میں پیری کی دولت ملی ہے۔

شجرۂ سلسلۂ عالیہ قادریہ منوّریہ معمّریہ

یا الٰہی مصطفیٰ و مرتضیٰ کے واسطے ۔۔۔ اور حسین و حضرت زینُ العبا کے واسطے

باقر و جعفر و کاظم اور رضا کے واسطے ۔۔۔ کرخی و سقطی، جنید پارسا کے واسطے

واسطے بوبکرُ و شبلی اور تمیم و بُوالفرح ۔۔۔ بوالحسن اور بوسعید باصفا کے واسطے

غوث اعظم شاہ دولہا[1] اور منور[2] کے لیے ۔۔۔ شاہ اَخُون[3] و امیر[4] بے ریا کے واسطے

واسطے بو احمد[5] فرزند غوثِ پاک کے ۔۔۔ دے رفاقت کو کمال اپنی عطا کے واسطے

حضرات ائمہ آل اطہار کرام کی شمولیت کی وجہ سے اس سلسلۂ عالیہ کو سلسلۃ الذھب اور سلسلۂ امامیہ بھی کہا جاتا ہے، کہ اس شجرہ میں حضرت غوث پاک اور حضور قبلہ گاہی کے درمیان صرف پانچ واسطے ہیں۔

سیدنا منور علی شاہ بغدادی الہ آباد

حضرت سیدنا منور علی شاہ بغدادی قدس سرہ حضرت شیخ عبد القاہر سہروردی کے بھانجے تھے، اُن کے والد حضرت سید عبد اللہ بن عبد الرحمن بن قاسم جنید بغدادی تھے، حضرت سیدنا منور علی شاہ نے

اپنی کتاب فقر العفیف میں تحریر فرمایا ہے کہ ۲۸ برس کی عمر میں ۲۱ ذی الحجہ ۵۱۹ھ روز یکشنبہ کو مغرب بعد حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعت توبہ سے مشرف ہوا، ۲۲ برس تک حضرت محبوب سبحانی کو وضو کرانے کی خدمت پر مامور رہا، بتاریخ ۲۷ شوال ۵۲۴ھ روز چہار شنبہ بوقت ظہر حضرت ممدوح کو وضو کرا رہا تھا جب عرض کیا، یا حضرت آب حیات کی کیا کیفیت ہے، جس کو نوش کر کے حضرت خضر علیہ السلام کو حیاتِ ابدی حاصل ہوئی حضرت ممدوح نے ایک جرعۂ آب سیدھے ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا اس وقت فقیر کے ہاتھ میں ساڑھے چھ سو برس کی عمر کا آبِ حیات ہے، تو نوش کر لے، میں نے اسی وقت نوش کر لیا اس وقت میری عمر پچاس برس کی تھی"۔

حضرت ممدوح تحریر فرماتے ہیں بتاریخ نویں ذیقعدہ ۵۴۸ھ بروز دوشنبہ بوقت عصر خدمت میں تھا، تو حسب حکم حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت شاہ کبیر الدین دولھا گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سرگرم عمل رہا، پھر قطب الاسرار حبیب اللہ شاہ دولھا گجراتی نے مجھے بتاریخ ۷ اربیع الاول ۵۸۷ھ روز دوشنبہ بوقت عصر خلافت سے مشرف فرمایا اور "نفس بفرمی" کا خطاب دے کر عبد الغفور ابدال کو خدمت کے لیے ساتھ کر دیا، کلاہ مبارک اور ایک جلد دعاے حرز یمانی کی عطاء فرمائی اور موجودہ مقام الہ آباد ہندوستان بھیج دیا اور خود بلدہ گجرات تشریف لائے کہ واقع سرحد ولایت افاغنہ میں ہے (بحوالہ انوار قطب مدینہ)۔

حضرت سیدنا منور علی شاہ بغدادی قدس سرہ کا ذکر درازیِ عمر کے سلسلے میں سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے ملفوظات شریفہ میں بھی ہے، حضرت بغدادی قدس سرہ کا وصال محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں ہوا۔

حضرت اخوند رام پوری

ان کے خلیفۂ اجل حضرت ملّا عبد الکریم اخوند سواتی قدس سرہ تھے ملّا فقیر اخوند لقب شہرہ عام ہے۔ یہ اپنے زمانہ کے کثیر الدرس اور وسیع الفیوض علامۂ اجل بزرگ ہیں، وہ بحکم حضرت والا، ریاست

رام پور تشریف لے گئے اور مصروف تدریس وارشاد ہوئے، دونوں کا بڑا شہرہ ہوا ان کے تلامیذ اور مسترشدین علماء اجل اور اولیاء پروردگار ہوئے، حضرت ملا فقیر اخوند صاحب کو حضرت اُستاذ الہند قطب الاقطاب ملا نظام الدین محمد سہالوی فرنگی محلی متوفی ۱۱۶۵ھ سے بھی خرقۂ خلافت واجازت حاصل ہوا۔

حضرت شاہ امیر کابلی

حضرت اخوند صاحب کے خلفاء اُن کے فرزندوں کے علاوہ بھی بہت تھے، انہیں میں حضرت ملا محمد امیر شاہ کابلی قدس سرہ (۱۲۹۵ھ) بھی تھے، انہیں نے سلسلۂ عالیہ قادریہ معمریہ منوریہ کی اجازت و خلافت موضع فاضل پور ضلع بلیا یوپی کے علاقہ میں حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ کے پیر و مرشد حضرت سیدنا مخدوم الاولیاء غوث زماں حضرت شاہ ابو احمد محمد علی حسین اشرفی الجیلانی قدس سرہ کو عطاء فرمائی، حضرت مخدوم الاولیاء قدس سرہ کے برادر اکبر و پیر و مرشد حضرت حاجی شاہ اشرف حسین صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے روز نامچہ میں تحریر فرمایا کہ

"بندہ نے دیکھا، کہ عزیزی سید علی حسین مُدٌعمرہ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ کی ایسی اجازت عطاء ہوئی ہے، جس میں حضرت محبوب سبحانی سے واسطے بہت ہی کم ہیں" اور برسوں بعد اس خواب کی تعبیر سامنے آئی تو روز نامچہ میں اس کا بھی ذکر فرما کر مسرت کا اظہار فرمایا۔

پیر و مرشد کے مرتبۂ و مقام کا بیان

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ وصالِ پُر ملال حسرت آیات سے ماہ ڈیڑھ ماہ قبل بسلسلۂ علاج سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوارِ پاک میں مقیم تھے، اسی زمانہ میں احقر راقم الحروف نے دریافت کیا، حضور نے اپنے پیر و مرشد کو کیسا اور کس رتبہ کا پایا، فرمایا، جائس میں شیخ حبیب میاں شیخ منصور احمد صاحب رئیس قصبہ کے بھتیجے تھے، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ شاہ علی حسن صاحب کے امام باڑہ میں غوث پاک کرسی پر تشریف فرما ہیں۔ صبح کو بازار جانے کے لیے اس

طرف سے گزرے تو اسی صورت کے بزرگ کو دیکھا۔ بازار گئے مٹھائی لاکر مرید ہو گئے۔ شیخ حبیب میاں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے محب خاص تھے، ایک بار اُن کو ساتھ لے کر پیر و مرشد کی زیارت کے لیے بعد نمازِ جمعہ جائس سے پیدل چلے، اگلی نماز جمعہ کچھو چھا مقدسہ میں حضرت پیر و مرشد کی اقتداء میں ادا کی نماز کے بعد قدمبوس ہوئے، سفر کی مشقت چہرہ سے ظاہر ہو رہی تھی، عارف حق بین شیخ نے اس کو ملاحظہ فرمایا تو ساحتِ سینہ سے لگا کر دونوں ہاتھوں سے آپ کے چہرہ پر پھیرا اور کہا ایسی تکلیف کی کیا ضرورت تھی، حضور قبلہ گاہی فرماتے الطاف و عنایات کی حد نہ تھی، اس موقع پر چالیس دن سے زائد حاضر خدمت رہ کر نوازشوں اور عنایتوں سے ارجمند و خورسند ہوتے رہے، حضور شیخ میں بار بار حاضر ہوتے اور حضوریِ خاص کا شرف پاتے، حضور قبلہ گاہی نے پیر و مرشد غوث الوقت حضور اشرفی میاں قدس سرہ کی زندگانی کے آخری تین برس چھ ماہ اور بارہ دن کا زمانہ پایا، جب پیر و مرشد کے وصال پُرملال کی جائس شریف میں اطلاع پائی، شیخ حبیب میاں کو ہمراہ لے کر کچھو چھا مقدسہ کے لیے چل پڑے، عرس چہلم کا انتظار نہیں کیا۔ کچھو چھا مقدسہ پہنچ کر تربتِ مرشد پاک پر حاضر ہوئے، بے تاب آنسوؤں سے تربت کے پائنتیں قدم بوس ہوئے، یادوں اور عنایتوں اور نوازشوں کے اوراق کھلنے لگے دید کی محویت کا ہجوم ہوا، صورت جاناں آنکھوں میں منعکس ہوئی ؂

جس میں سج دھج تھی نمایاں، خواجگانِ چشت کی
غوث الاعظم سے جو ملتی تھی وہ صورت کیا ہوئی

عرس چہلم کر کے دلِ بریاں اور چشمِ گریاں کے ساتھ واپس ہوئے اور جب تک زندگانی کے ماہ و سال گزارے حاضری و زیارت معمول میں شامل رہی۔

سلوکِ قادریہ کی سیر

سلسلۂ عالیہ قادریہ کے حضرات کرام نے سلسلۂ مبارکہ کے سلوک کا بیان منضبط فرما کر راہ سلوک کے سالکوں کے لیے ہدایت اور خدا جوئی اور مولیٰ طلبی کے طریقے آسان فرما دیے ہیں، ان کا ارشاد ہے کہ

رب العزت جلّ جلالہ وعم نوالہ تک رسائی کا تعلق صرف ذکروشغل میں منحصر نہیں ہے اور اس کے لیے کوئی خاص ذکروشغل بھی نہیں ہے، بارگاہ کبریائی تک رسائی کی بہت سی راہیں ہیں، جس راہ سے بھی خدائے عزوجلّ تک رسائی ہوجائے اور اطمینان ہوجائے وہی سالک کے لیے ذکروشغل ہے، اس کے لیے اسی کو اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ وراستہ سمجھ کر عمل کرنا چاہیئے۔ عرفائے کرام فرماتے ہیں، خدائے عزوجل تک رسائی کے راستے مخلوق کی سانسوں کے برابر ہیں، یعنی بے شمار ہیں اگر کسی کو یہ راستہ دینی کتابوں کے مطالعہ کی محویت سے حاصل ہو اور اس کو اطمینانِ قلب بھی نصیب ہو تو اس کے لیے وہی طریقہ وراہ ذکر وشغل ہے اور اگر کسی کو نیک اور صالحین بندوں کی صحبت نصیب ہوجائے تو یہی صحبت وحضوری اس کے لیے ذکروشغل ہے، اولیائے پاک پروردگار نے فرمادیا ہے کہ ذکر کی فضیلت صرف تسبیح وتہلیل میں منحصر نہیں، بلکہ کسی کام میں رب العزۃ جل جلالہ کی قلبی اطاعت کرنے والا ذاکروشاغل ہے، اس کو بہت مثالوں سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

سلسلہ قادریہ کے مقاماتِ سلوک

سلسلۂ عالیہ قادریہ میں سلوک کے مقامات کے یہ نام ہیں، ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت، ناسوت کو عالم شہادت، عالم خلق اور عالم جسمانی وغیرہ بھی کہتے ہیں ملکوت کو عالمِ امر، عالم ارواح، عالَم ملائکہ اور عالم آخرت وغیرہ بھی کہا جاتا ہے اور جبروت سے اسمائے صفات باری تعالیٰ مراد لیا جاتا ہے اور لاہوت سے عالَم ہویت اور عالم ذات بحت باری تعالیٰ مراد لیتے ہیں۔ سالک کو مجاہدے کے وقت ان تمام عالموں کی سَیر کرنا ضرور ہے، عالم لاہوت میں پہنچ کر سلوک تمام ہوجاتا ہے، سَیر الی اللہ سے فراغت ہو کر سَیر فی اللہ شروع ہوجاتی ہے، جس کی کوئی حد نہیں ہے، مقامات سلوک، اسرار وحقائق کے گنجینے ہیں، ان کے دقائق کا مرتبہ اور ادراک بھی محض مرشد کامل وموصل کے کرم سے حاصل ہوتا ہے۔

اللہ جل شانہ کے نیک وصالح بندوں کی سہولت وآسانی کے لیے مشائخ سلسلۂ قادریہ نے از راہ

شفقت ان مقامات کا بیان مقرر فرمایا ہے۔ ورنہ صرف ایک سیرِ لاہوت کی کافی ہے اور یہ سلسلۂ عالیہ علیّہ قادریہ کا مابہ الامتیاز ہے، یہ امر بھی واضح ہو کہ حضرات اولیاے پاک، پروردگار کے نزدیک حضرت باری تعالیٰ کی صفات عین ذات ہیں، صفات، حضرت باری تعالیٰ جل شانہ سے الگ نہیں ہیں، عالَم جبروت انہیں صفات کی سَیر کرنے کا نام ہے، سیر صفات، ہی سَیر ذات جو مقام لاہوت ہے، اُن کو الگ الگ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے، اس سے تو معلوم ہوتا ہے، کہ صفات، عین ذات سے جُدا ہیں، عین ذات نہیں۔ ان منازل کی شانیں جدا جدا ہیں اور نام علیحدہ علیحدہ مان لیے گئے ہیں۔ اس لیے کہ یہی اصل منزل ہے، معلوم ہوا کہ سَیر جبروت کا سَیر لاہوت سے جُدا ہونا یہ نہیں چاہتا، کہ صفاتِ حضرت باری تعالیٰ جل شانہٗ، ذاتِ حضرت باری تعالیٰ جل شانہٗ سے جُدا ہوں، متکلمین کرام کے نزدیک صفات نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات، اور حکماء فلاسفہ نے صفات کی نفی کر کے صفات کو عین ذات قرار دیا ہے، و اللہ اعلم۔

کسبِ سلوکِ قادریہ

حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ کی تعلیمِ طریقت اور کسب سلوک کی تلقین اسی طریقۂ خاص کے مطابق ہوئی، اس سلسلہ عالیہ کی تعلیمِ سلوک اگرچہ سخت ریاضت، مجاہدہ کی حامل ہے، لیکن سلوک کی تکمیل اس سے بہت جلد ہو جاتی ہے، اس کی تعلیم و تلقین ''ذکر خفی'' سے متعلق ہے۔ اور اس کا تعلق ''قلب مدوّری'' سے ہے، اس کا خاص طریقہ اس طرح ہے کہ چہار زانو نشست کے ساتھ سانس کو ناف پر روکا جاتا ہے اور لب و دم کی حرکت کے بغیر گردن کی حرکت سے ''قلب صنوبری'' پر اسمِ ذات کی ضرب لگائی جاتی ہے، اس کی انتہا، بطریقۂ مذکورہ قوت خیال کے ساتھ ایک سانس میں ہزار بار ''اسم ذات'' کی ضرب ہے، شبانہ روز میں بقول اصفیاء و اولیاء چوبیس ہزار سانس آتی ہیں، مشق کے بعد چوبیس ہزار سانس میں، رات دن میں یہ شغل تمام ہوتا ہے، غوث الوقت حضرت مخدوم شاہ محمد علی حسین اشرفی جیلانی قدس سرہ نے اس شغل کے فیوض و فوائد کے متعلق تحریر فرمایا ہے،

"اس شغل سے منزلِ ناسوت اور جبروت دونوں طے ہوجاتی ہیں اور قلب اتنا روشن ہوجاتا ہے، کہ اگر آدمی کی آنکھ میں پٹی باندھ کر بازار بھیجے کہ فلاں دوکان سے سودا لائے تو ہرگز راستہ نہ بھولے گا"، اس شغل کے سالک کے لیے شریعت مطہرہ کے اوامر واحکام کی پابندی اولین شرط ہے"۔

سلسلۂ عالیہ علیہ قادریہ کا پہلا فیضان، امور باطنی کی اتباع کا حصول ہے، جس سے باطن میں صفا اور لمعان پیدا ہوتی ہے، حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ سلسلۂ مبارکہ کے فیضان سے بہرہ کاملہ رکھتے، ان کی باطنی صفا اور لمعان درجۂ منتہیٰ پر تھی، اور ان کو یہ نعمتِ عظمی مرشد واصل وموصل کے فیض نور سے حاصل ہوئی۔

اَذکار واَشغال ومراَقبات

اذکار واشغال اور مراقبات کا اہل اللہ کے یہاں بڑا مرتبہ ہے، ذکر زبان کا فعل ہے اور شغل قلب کے فعل کو کہتے ہیں، مراقبہ کسی شئی کے تصور اور خیال پکڑنے کو کہا جاتا ہے، راہ سلوک کا سالک اذکار و اشغال میں جب لگتا ہے تو اذکار واشغال میں انوار پیدا ہوتے ہیں اور وہ انوار کئی صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں، دل کا نور زرد، چاند کی طرح ہوتا ہے اور وہ نور جو آفتاب کی طرح ہو اور دل میں تجلی ڈالے، وہ روح کا نور ہے، دل کا نور روح کے نور سے تجلی حاصل کرتا ہے اور جو نور قبلہ کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے، سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پاک کا نور ہے اور یہ نور پاک سالک کی رہنمائی کرتا ہے۔

وہ نور جو داہنے کاندھے سے ظاہر ہو، اچھے کاموں کے لکھنے والے کا نور ہے اور وہ نور جو بائیں کاندھے سے ظاہر ہو، گناہوں کے لکھنے والے کا نور ہے اور جو نور دائیں طرف گز دو گز کے فاصلے پر نظر آئے، وہ سالک کے مرشد پاک کا نور ہے اور یہ نورِ مرشدِ پاک سالک کو راستہ دکھاتا ہے اور بائیں طرف ایک گز اور دو گز کے فاصلے سے نظر آتا ہے، وہ ابلیس لعین کا ہے، جو سالک کو بہکاتا ہے اور شیطانی نور کے

ظاہر ہونے کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ اس کے ظاہر ہونے سے دل میں گھبراہٹ اور وحشت وخوف پیدا ہوتا ہے اور اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور وہ نور جو سینہ اور ناف کے سامنے دھوئیں اور آگ کی شکل میں ہوتا ہے، خناس کا نور ہے اور وہ نور جو کسی خاص طرف سے نہیں ہوتا ہے اور اطمینان وسکون پیدا ہو کر سالک پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے، کہ وہ اپنے آپ میں نہیں رہتا، ذوق وشوق کا غلبہ ہو جاتا ہے اور وہ نور کسی خاص سمت سے نہیں ہوتا بلکہ ہر سمت سے برابر رہتا ہے، وہ نور، نور احدی ہے اور یہی نور سالک کا مقصد ہے اور محبوب ومطلوب ہے اور یہ نورِ احدی تمام انوار سے پہلے نمودار ہوتا ہے، اس طرح جیسے کہ چمکنے والی بجلی، آسمانی بجلی جو کبھی روشن ہوتی ہے اور کبھی چھپ جاتی ہے، یا پھر نور احدی، شمع و قندیل اور چراغ یا آسمان کے تاروں کی طرح ہو وہ نماز وغیرہ کا نور ہوتا ہے، یا پھر ملاءِ اعلیٰ کے فرشتوں کا نور ہوتا ہے، ان انوار کی یادداشت بقوت کر لینی چاہیے تاکہ ابلیس لعین کے بہکاوے سے بکرمہ تعالیٰ نجات پائی جاسکے، یہ تمام انوار مجاہدہ سلسلہ عالیہ علیہ قادریہ میں ظاہر ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ بھی اور انوار ہیں جو شغل کے وقت سالک کو معلوم ہو جاتے ہیں۔

سلسلۂ عالیہ قادریہ میں اولیت ذکر مبارک کو ہے، اور اس میں بھی اولیت ذکر جہری کو ہے، مرشدانِ پاک ذاکرین کو ذکر جہر متوسط آواز سے اس طرح تلقین فرماتے ہیں کہ لا الٰہ کو مدّ وشدّ کے ساتھ بدن میں کھینچ کر، الَّا اللہ کی ضرب دل پر لگائے، اس طرح خلوت میں بیٹھ کر رات دن ورزش کرے، جس قدر چاہے، تکرار کرے اور ہر سیکڑہ پر محمد رسول اللہ ایک بار کہے، بہتر ہے کہ ایک جلسہ میں ایک ہزار ایک سو گیارہ بار ذکر کرے۔ چند روز میں جب مزاولت پیدا ہو جائے گی، عجب لذت ومحویت اور بیخودی حاصل ہوگی، اس کے بعد نفی واثبات کا طریق تلقین فرماتے ہیں، کہ سالکِ سلوک خلوت میں روبقبلہ دوزانو بیٹھ کر دونوں آنکھیں بند کر کے ناف کے نیچے سے لَا قوت کے ساتھ کھینچ کر لائے، اور داہنے شانے تک پہنچا کر الٰہ کو ام الدّماغ میں سے باہر نکالے، اور الا اللّٰہ کی نہایت زور سے دل پر ضرب لگائے اور لا الٰہ سے غیر اللہ کی معبودیت اور مقصودیت اور موجودیت کی نفی کا ملاحظہ کرے،

تا کہ نظر سے غیر کا وجود منتفی ہو جائے اور کلمۂ الا اللّٰہ سے اثباتِ وجودِ مطلق کا خیال کرے۔

اس ذکر کی مزاولت کے بعد نفی و اثبات بحبس دم کی تلقین فرماتے ہیں کہ سالک، نفس، ناف کے نیچے روکے اور لا کو ملاحظۂ نفی ماسوا کے ناف سے داہنے پستان کے برابر لے جا کر لفظ الہٰ کو دماغ سے نکال کر الّا اللّٰہ کی ضرب دل پر لگائے، اس کے بعد آہستگی اور نرمی سے **محمد رسول اللّٰہ** کہے اور سینے کی طرف اشارہ کرے، اول روز صرف تین سو بار، اس کے بعد روزانہ ایک کا اضافہ کرے، یہاں تک کہ دو سو سے زیادہ پر نوبت پہنچائے۔

اشغال میں طریقۂ عالیہ قادریہ میں اسم ذات کا شغل نہایت ہی نافع اور برکت والا ہے، اس کا طریقہ جو حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے تلقین فرمایا وہ اس طرح ہے، کہ قلبِ صنوبری کی سرخ یا نیل گوں تصویر **اللّٰہ** کھینچ کر اس میں اسم ذات لکھ کر اس پر نظر رکھی جائے، یہاں تک کہ یہ اسم، دلِ شاغل پر نقش ہو جائے۔ **یا اللّٰہ** یا صورت لفظ اللّٰہ کو دل پر لکھے اور ہمیشہ اس کی طرف متوجہ رہا جائے۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے، کہ قلب صنوبر کی صورت کا شغل خود لکھ کر اور لکھوا کر حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے بعض ذاکرو شاغل اور مرتاض مسترشدین کو عطاء فرمایا۔

مجاہدہ و ریاضت

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے مشائخ کبار اولیائے پاک پروردگار کے طرز و طریق پر مجاہدات و ریاضات کیے تقریباً بائیس برس ۵۷ ۱۳ھ تک سخت ریاضت و مجاہدات کا دور رہا، یہ تو ہمیشہ کا معمول رہا کہ چوبیس گھنٹوں میں تقریباً دس ہزار سے اٹھارہ ہزار تک اسم ذات کا شغل فرماتے، اس کے علاوہ درود شریف کا بھی بکثرت شغل تھا، سلسلۂ عالیہ قادریہ کے اکابر و اعاظم مشائخ کے کلمات بابرکات ہیں کہ ریاضت و مجاہدہ کا ثمرہ، خرق عادات و تصرفات و کرامات بھی ہیں، کثرتِ دوامِ ذکر کا حاصل، توجہ الی اللّٰہ تعالیٰ اور اتباع سنتِ باطنہ و ظاہرہ اور کثرتِ انوار برکات ہیں، ظاہر بیں عوام کی نظر خوارق کے ظہور پر مرکوز ہوتی ہے اور ان

کی اکثریت اسی کو درجہ کمال وقرب مانتی ہے، مگر جو خواص ہیں معنیٰ آگاہیں، وہ تصفیہ قلبی اور نسبت باطنی کے خواہش مند ہوتے ہیں۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے باطنی کمالات اور نمایاں صفات جو دیکھے اور سمجھ میں آئے اور عالی قدر حضرات نے ارشاد فرمائے اس کا بیان، باطنی کمالات اور نمایاں صفات کے باب میں آرہا ہے اس سے عالی منزلتی کا حال مزید معلوم ہوسکے گا قلبی مجاہدہ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی نمایاں صفات میں تھیں، حضور قبلہ گاہی نے بائیس برسوں تک جو کی روٹی اور وہ بھی قدرے قلیل پر گذارا، برسوں صائم النھار اور قائم اللیل رہے، قیامِ لیل کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

منسوباتِ شیخ کی تکریم وتعظیم واحترام

جانشین محدثِ اعظم رئیس المحققین حضرت مولانا سید شاہ محمد مدنی، اشرفی الجیلانی دامت برکاتہم نے تحریر فرمایا کم وبیش باون برس پہلے کی بات ہے، جب میں احمد آباد میں پہلی بار قدم رکھ رہا تھا، اس وقت میری عمر کم وبیش برس کی تھی، میری ٹرین احمد آباد اسٹیشن پر پہنچی، پلیٹ فارم پر احباب ومعتقدین کا ہجوم نظر آیا، ہجوم میں ایک سفید ریش، سن رسیدہ بزرگ نمایاں طور پر دکھائی پڑے، شیروانی اور پائجامہ میں ملبوس ہاتھ میں عصا لیے ہوئے سر پر عمامہ باندھے ہوئے، چہرہ نہایت بارعب اور پُرکشش، پیشانی تقویٰ اورطہارت کے انوار سے معمور، شخصیت وجیہ، پورا اسراپا رفعت علم وفضل کا آئینہ دار، جیسے ہی میں پلیٹ فارم پر اُترا، وہ باوقار انداز میں آگے بڑھے، دوسرے لوگ ہٹ گئے، پھر انہوں نے شفقت ومحبت سے مصافحہ کیا، مصافحہ کرتے وقت جیسے ہی مجھے احساس ہوا کہ وہ میرے ہاتھوں کو چومنا چاہتے ہیں، میں نے اپنی جوانی کی تیزی دکھائی اور ان کے مبارک ہاتھوں کا بوسہ لے لیا، اس پر ان کے لبوں پر ایک مشفقانہ مسکراہٹ کی لہر دوڑ گئی، پھر انہوں نے مجھے اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کے بعد اور لوگوں سے ملنے ملانے کا سلسلہ شروع ہوا، سب اسٹیشن سے باہر نکلے۔ چلتے وقت میں نے لاکھ کوشش کی کہ وہ

بزرگ میرے آگے رہیں، مگر میں اس میں کامیاب نہ ہوا"۔

اسٹیشن کے باہر دو گھوڑے کی بگھی تیار کھڑی تھی اس پر ہم دونوں کو لوگ بٹھا کر خانقاہ اشرفی کی طرف رواں دواں ہو گئے، ہم دونوں کے ملنے کے انداز سے سب دیکھنے والوں نے یہی محسوس کیا ہو گا کہ ہم دنوں کی بہت پرانی جان پہچان ہے جس کا نتیجہ ہے کہ اگر میری طرف سے بے پناہ عقیدت کا مظاہرہ ہو رہا ہے تو دوسری طرف ان کی مجھ پر کمال شفقت کا مظاہر ہو رہا ہے، مگر آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ یہ سب کچھ ہو گیا، مگر میں پہچان نہ سکا، کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ اس سن رسیدگی اور اس عظمت و جلالت کے باوجود یہ شفقتیں صرف خورد انوازی ہی ہے تو پھر ایک بچے کے سامنے یہ متواضعانہ طرزِ عمل کیا معنیٰ رکھتا ہے، آخر میرے دل میں اس ذات کی طرف والہانہ جھکاؤ کیوں ہے، بہت سارے علماء ومشائخ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، اور میں بحمدہ تعالیٰ ہر ایک کی بارگاہ میں مقرب ہی رہا مگر کسی ذات کی طرف طبعی میلان کی وہ کیفیت نہیں پائی جو یہاں سے محسوس ہو رہی ہے آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ خانقاہ اشرفی میں پہنچنے کے بعد مجھے جیسے ہی پتا چلا کہ یہی ـــــ حضور مفتی اعظم کانپور ہیں اتنا سنتے ہی ذہن کے سارے دریچے کھل گئے۔ ہر سوال کا جواب مل گیا میری عقدیت اور ان کی شفقت کا راز کھل گیا، صرف صورت آشنائی نہیں تھی، میں آپ کی ذات ستودہ صفات اور آپ کے اسم گرامی سے غائبانہ طور پر بخوبی واقف تھا ـــــ بایں ہمہ میرے سامنے آپ کی متواضعانہ روش اور آپ کا مؤدبانہ طرزِ عمل میرے لیے باعثِ حیرت واستعجاب رہا، اور میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ حیرانی کب تک رہتی اگر خود ہمارے ممدوح مکرم کے شاہزادہ والا تبار جلالۃ العلم حضرت مولانا محمود میاں مدظلہ العالی اس راز کی گتھی نہ سلجھا دیتے۔ مولانا موصوف کے ارشادات یہ ہیں کہ آپ کی ہدایت تھی، کہ اپنے شیخ کے آثار ومنسوبات سے والہانہ محبّت کو لازم سمجھا جائے اور شیخ سے نسلی رابطہ رکھنے والے کو اپنا پیر ہی سمجھا جائے اور ان کا ادب واحترام بجالانے میں صرف اپنے شیخ کی نسبت کا پاس ولحاظ کیا جائے۔

مرکز اہل سنت بریلی

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے تحصیل و تکمیل علومِ اسلامی کے بعد مرکزِ اسلام دارالخیر اجمیر مقدس سے مرکز اہل سنت بریلی شریف کی طرف عزم سفر کیا، چونکہ حضرت قبلہ گاہی کے اُستاذ معظم حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ میں منصب صدارت تدریس سے مستعفی ہونے کے بعد بریلی شریف کے مدرسۂ اہل سنت منظر اسلام میں تشریف لے گیے، طلبہ بھی ہمراہ گیے لیکن حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ کے بارے میں یقینی طور پر بتانا ممکن نہیں، مگر قرائن اور شواہد سے معلوم ہوتا ہے، کہ مرکز اہل سنت کا سفر رجب ۱۳۵۱ھ کے بعد ہوا، راقم الحروف کی نظر سے اہل سنت احناف کا موقر ومعروف ہفتہ وار اخبار الفقیہ امرتسر ۱۳۵۱ھ کا ایک شمارہ گزرا جس سے معلوم ہوا کہ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ اوران کے بعض رفقاء سالانہ تعطیل کے بعد بھی چند ماہ تک اجمیر شریف میں حاضر رہے۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے بریلی شریف میں ورود اور وہاں کے گزرے ہوئے ماہ وسال کے احوال معلوم کرنے کا راقم الحروف کو اتفاق نہیں ہوا، مگر اس زمانے کے مدرسۂ اہل سنت منظر اسلام کے طلبہ حضرات سے بعض بعض کوائف معلوم ہوئے، جس سے معلوم ہوا کہ اول اول حضور قبلہ گاہی قدس سرہ آستانہ عالیہ علیہ رضویہ کے پوربی شمالی حجرہ میں مقیم ہوئے، اس اقامت کے متعلق شیخ الحدیث مولانا تقدس علی خاں صاحب نے عرس رضوی میں حاضری کے موقع پر راقم الحروف سے ارشاد فرمایا تھا، کہ اسی حجرہ میں مفتی اعظم کانپور کا قیام تھا۔ ایک موقع پر کھانے کا ذکر آیا، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا مولوی اعجاز ولی خاں مجھ سے قطبی وغیرہ پڑھتے تھے، ان کے گھر سے کھانا آتا تھا، ان کی والدہ کے ہاتھ کا پکا کھانا بہت لذیذ ہوتا تھا۔

ڈاکٹر ضیاء الدین احمد سے ملاقات

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی خدمت میں علماء حاضر تھے، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فانی فی اللہ

باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں علی گڑھ مدرسۃ العلوم علی گڑھ کے پرنسپل ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد صاحب مرحوم کی حاضری کا ذکر ہورہا تھا، بعض حضرات اس حاضری کی روایت پر شک کا اظہار کر رہے تھے، اس وقت حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے فرمایا، بریلی کے نواب ضمیر احمد صاحب مرحوم ڈاکٹر ضیاء الدین احمد کے ہم سبق اور دوست تھے، نواب صاحب نے بتایا کہ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب جب اعلیٰ حضرت قبلہ سے ملاقات کی غرض سے علی گڑھ سے بریلی پہنچے تو معمول کے مطابق میرے گھر پر مہمان ہوئے تھے، اور یہ بھی فرمایا، کہ میرا قیام نواب صاحب کے یہاں تھا، کہ ڈاکٹر ضیاء الدین بریلی آئے اور نواب صاحب کے مہمان ہوئے، اس وقت میں نے اعلیٰ حضرت قبلہ سے ملاقات کے بارے میں دریافت کیا، ڈاکٹر صاحب نے بڑی گرویدگی کے ساتھ اعلیٰ حضرت کا ذکر شروع کر دیا اور کہا عالموں میں ایک اعلیٰ حضرت کو دیکھا اور اعتقاد قائم ہوا، دوسرے اپنے مدرسۃ العلوم علی گڑھ کے پروفیسر دینیات مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کو دیکھا اور اُن کے سامنے دل جھکا۔

حضرت حجۃ الاسلام کی عنایات

شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا قدس سرہ کا ذکر آیا تو حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے فرمایا، وہ مرجع تھے، ان کے یہاں میری حاضری زیادہ ہوتی تھی، دل ان کی طرف کھنچتا تھا، فرمایا صفی پور شریف کے حضرت شاہ خلیل احمد صاحب اور حضرت پیر و مرشد بہت خوبصورت اور نورانی شکل تھے حضرت کا جمال بے نظیر تھا، مولانا فضل کریم صاحب فیض پوری حامدی علیہ الرحمہ مقیم پٹنہ رئیس القضاۃ ادارۂ شرعیہ مدرسۂ اہل سنت منظر اسلام میں پڑھتے تھے اور حضرت حجۃ الاسلام کے خادم بھی تھے، اُنہوں نے راقم الحروف سے فرمایا، حضرت حجۃ الاسلام قبلہ، حضرت امین شریعت کا بے حد اکرام فرماتے تھے، میں دیکھتا تھا کہ حضرت امین شریعت جب بھی حضرت حجۃ الاسلام قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت اُن کو دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے اور جب خدمت سے واپس جاتے، اس وقت بھی کھڑے ہو کر رخصت

فرماتے، یہ سلوک برابر دیکھ کر ہم حاضر باشوں میں سے ایک نے پوچھ ڈالا حضور! یہ نوجوان عالم ہیں، اس قدر ان کے اکرام کی وجہ کیا ہے؟ حضرت حجۃ الاسلام قبلہ نے فرمایا یہ بڑے رفیع المرتبت، عالی نسبت اور باصاحبِ باطن ہیں، ایک وقت آئے گا، جب ان کا ظہور ہوگا اُن کا فیض عام ہوگا، اور مذہب اسلام کو ان سے تقویت ملے گی۔

مولانا المفتی الحاج انیس عالم صاحب سابق مفتیِ نیپال، مقیم سیوان ضلع چھپرہ نے فرمایا، میں مدرسہ اہل سنت منظرِ اسلام میں پڑھتا تھا، اسی زمانے میں حضرت امین شریعت اجمیر شریف سے بریلی آئے، حضرت حجۃ الاسلام نے مدرسہ میں اُن کو تدریس کی خدمت تفویض فرمائی اور دارالافتاء کا صدر مفتی بھی مقرر فرمایا اور ان کے یہ مناصب و اعزاز تھے کہ۔ حضرت حجۃ الاسلام اکثر اُن کو اپنے ہمراہ لے جاتے، ایک بار میرے سامنے حضرت امین شریعت سے فرمایا، مولانا آپ کو ایک جگہ میرے ساتھ چلنا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد شیروانی عبا پہن کر آجائیے حضرت امین شریعت، صرف شیروانی پہن کر آگئے، حضرت حجۃ الاسلام نے دیکھا تو فرمایا، مولانا! آپ کو عبا سے کیوں ابا ہے۔ ہم چند طلبہ بھی معیت میں گیے، جب اس جگہ پہنچے اور حاضرین نے دیکھا تو نعرہ تکبیر و نعرہ رسالت سے استقبال کیا اور حضرت حجۃ الاسلام کا نام بھی پکارا، حضرت حجۃ الاسلام نے فرمایا، مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب کا بھی نعرہ سے استقبال کیجئے نعرہ لگائیے۔

حضرت حجۃ الاسلام سے شرفِ تلمذ

شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا قدس سرہ کی ذات گرمی، بندوں کے درمیان اللہ عزوجل کی رحمتوں کی خاص نشانی تھی، وہ علوم و حقائق کے معلم و محقق تھے دوسری طرف علم و فضل کا محسوس، پیکر بھی تھے، رشد و ہدایت کے ساتھ مروّجہ و غیر مروجہ علوم کا درس بھی دیتے تھے، اُنہیں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ سے راست تلمذ کا خصوصی شرف حاصل تھا، فقہ و معارف و حقائق کے علاوہ تفسیر اور عربی ادب میں کمال اختصاص سے سرفراز تھے، حضور قبلہ گاہی کے دلِ پاک منزل میں علوم تفسیر کے حقائق و دقائق کے

غوامض اسرار کے حصول کا جذبہ پیدا ہوااور خواہش ہوئی کہ حضرت حجۃ الاسلام کے حضور، زانوے تلمذ بچھا کرعلوم وحقائق کو حاصل کروں، اس غرض سے اپنی تمنا کا اظہار کر دیا، جواب ملا اس کی کیا ضرورت ہے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے فرمایا، چار پانچ دن کی گذارش پر پڑھانا منظور فرمایا، جب پڑھنے بیٹھا اور بیضاوی شریف کھولی، تو پھر فرمایا کہ پڑھے ہوئے کو کیا پڑھنا ہے؟ اور آپ کو اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔ آپ کی خواہش پوری ہوگئی۔ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے فرمایا، میں نے عرض کیا اصل غرض حضور سے تلمذ کا باضابطہ شرف حاصل کرنا تھا، سو بحمدہ تعالیٰ وہ حاصل ہوگیا، اب ان علوم قرآنی سے سرفراز فرمائیں جو حضور کے سینہ مخزنِ اسرارِ ربانیہ میں مکنون ہیں، تفسیر کا درس شروع ہوا، پانچ دنوں تک مسلسل کئی کئی گھنٹے درس ہوتا رہا، اسرار حق کا امواج دریا موج زن رہا، عرض کردوں کہ ان حقائق کو حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے قلمبند بھی کرلیا تھا اور جب ۵ دن بعد یہ سلسلہ بند ہوا تو حضرت حجۃ الاسلام شیخ الانام قدس سرہ نے فرمایا:

> ''جمیع اوفاق، اعمال، اذکار واشغال اور اسانید حدیث وتفسیر وفقہ وغیرہا اور سلاسل طریقت جن کا میں اپنے مشائخ کی طرف سے مجاز ہوں ان کی آپ کو اجازت عامہ، تامہ، مطلقہ دیتا ہوں، آپ اُن کو قبول کریں اور مجھ کو اپنی خاص دعاوں میں یاد رکھیں''۔

فقہ حنفی کی وہ سندِ عالی بھی عطا فرمائی جس میں امام طحاوی سے حضرت حجۃ الاسلام کے درمیان صرف تین واسطے ہیں حضرت حجۃ الاسلام کو یہ سند حضرت علامہ امام سید خلیل مربوطی مدنی قدس سرہ نے خاص مدینہ طیبہ میں عطاء فرمائی۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے فرمایا، ان جملوں کی ادائیگی کے وقت حضرت کی حق نگر آنکھیں پُرنم تھیں، اس کے بعد حضرت نے اپنے کچھ خاص ملبوسات وتبرکات بھی مرحمت فرمائیے۔

حضرت شیخ الانام حجۃ الاسلام قدس سرہ کے خلف اسعد وارشد اکبر، عارف باللہ، ہادی الی اللہ حضرت مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا جیلانی میاں قدس سرہ قطب زمن کی حضور قبلہ گاہی قدس سرہ سے کثرت

سے مجالست رہتی تھی، حضرت حجۃ الاسلام ملاحظہ فرماتے تو مسرور رہتے، ایک دن فرمایا "جیلانی سلمہٗ آپ کی دوستی سے مسرور و محظوظ معلوم ہوتے ہیں تو آپ ان کو علمی فوائد بھی پہنچائیے، ان سے علمی مباحثہ بھی فرمائیے"۔ حضور قبلہ گاہی نے حکم کی تعمیل فرمائی، حضرت جیلانی میاں بادشاہ دین سے علمی بحث کا سلسلہ شروع فرمادیا۔ روزِ مباحثہ میں کتابوں میں حوالہ کی تلاش کا باب وا ہوتا، بحث و مباحثہ کے وقت آواز کی بلندی حضرت حجۃ الاسلام کے کانوں میں پہنچ جاتی، اس وقت آپ ان بحثوں کو متوجہ ہو کر سماعت فرماتے، اس کے بعد جب حضور قبلہ گاہی حاضر خدمت ہوتے تو حضرت حجۃ الاسلام سوال فرماتے کہ آج جیلانی سے کس مسئلہ پر بحث ہو رہی تھی اور آپ دونوں کے کیا مباحث تھے، تفاصیل سن کر مسرت کا اظہار فرماتے۔

اہل علم و معرفت کا ایک خاص طبقہ اس سے بخوبی واقف ہے کہ حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ کس بلند پایہ کے مدرس و معلم اور محدث و مفسر اور معلم اخلاق اور مبلغ اسلام اور ہادی الی اللہ تھے، لیکن یہاں اس امر کا اظہار شہادت حق کے طور پر لکھنا سزاوار ہے، کہ حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ کی خدمتِ دین پاک و علم پاک کا جیسا اعتراف اور جیسی قدر حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ نے کی اس کی نظیر نہیں، دینی خدمات کے بیان میں ان کی تفاصیل آگے آئیں گی۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ مدرسہ اہل سنت منظر اسلام میں علوم فنون کی اعلیٰ کتابوں کا درس دیتے، دارالافتاء میں فتاوے تحریر فرماتے، اور خود بھی اپنے اُستاذ محترم حجۃ العصر امام صدر الشریعہ قدس سرہ سے قدماء کی نایاب و نادر متداول کتابوں کا درس لیتے۔

باب ۴

دینی علوم کی تدریس

دینی درسگاہوں کی صدارت

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ ابتدائے تحصیل علمی کے وقت سے نیچے درجوں کے طلبہ کو پڑھانے اور سبق کا اعادہ کرانے کے شائق تھے، مدرسہ احمدیہ کلیانی محلہ مظفر پور، مدرسۂ عزیزیہ بہار شریف، مدرسۂ حنفیہ جونپور اور دار الخیر اجمیر مقدس اور مدرسۂ اہل سنت منظر اسلام میں یہ ذوق کارفرما رہا، اپنے رفقاء دراست سے تکرار پابندی سے کرتے تھے، تدریس کا باقاعدہ آغاز مدرسہ محمدیہ جائس شریف ضلع رائے بریلی صوبہ اودھ سے ہوا، یہاں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ سے پہلے حضور قبلہ گاہی کے رفیق درس اور صدیق حمیم اُستاذ مکرم حضرت صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی قدس سرہ صدر المدرسین ہو کر تشریف لائے تھے، مگر شوال کے بعد حضرت صدر الافاضل مولانا حکیم سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے اُن کو مدرسۂ احسن المدارس قدیم کانپور بھیج دیا، مدرسہ محمدیہ کی جگہ خالی ہوئی تو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے شیخ الانام

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی تجویز و مشورہ سے حضور قبلہ گاہی کو مدرسہ محمدیہ کی صدارت تدریس کے لیے مامور فرما کر روانہ فرمایا، یہاں حضور قبلہ گاہی کے تدریسی اور علمی و دینی کارناموں اور فیضان کے بیان سے پہلے تھوڑا سا حال احوال جائس شریف اور یہاں کے سادات اور علماء اور اشراف کی تاریخی حیثیت کا لکھ دینا مناسب مقام معلوم ہوتا ہے۔

جائس شریف میں دینی و علمی فیضان

جائس شریف تاریخی اہمیت کا قصبۂ اشراف و علماء ہے اس کی عظمت شان حضرت میر عماد الدین کی مرہون منت ہے حضرت میر عماد الدین فاتح جائس ہیں، یہاں مشرک راجگان کی حکمرانی تھی، مشہور روایت کے مطابق "جائے عیش" کا جملہ فتح کی تاریخ کا ہے، جس سے ۳۹۴ھ برآمد ہوتا ہے، میر صاحب کا احترام و اکرام اب بھی اطراف و جوانب اور اہل قصبہ کے دلوں میں پایا جاتا ہے۔

اس شہر میں مشہور آفاق درویش حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے مبارک قدوم بھی بار بار پڑے، اور آپ نے اپنے پوتے حضرت حاجی سید احمد صاحب کو اقامت کی اجازت دے کر یہاں کی قطبیت کی بشارت سنائی، جب سے حضرت حاجی سید احمد جیلانی اور ان کی اولاد کا فیضان یہاں جاری ہے، حاجی سید احمد صاحب میں شان مصطفائی تھی، ان کی اولادوں میں جلیل القدر علماء کا سلسلہ شروع ہوا، یہ حضرات نہ صرف عالم اجل تھے بلکہ سلوک و معرفت کے حلقوں میں بلند مراتب تسلیم کیے جاتے رہے معلوم ناموں میں ملا سید غلام مصطفیٰ عرف ملا سید باسو بھی ہیں جن سے حضرت سلطان محی الدین محمد عالمگیر اورنگ زیب غازی علیہ الرحمہ نے بھی اکتساب علوم کیا تھا، حضرت عالمگیر نے اُنہیں سلطان العلماء خطاب دیا تھا۔ ۱۰۵۰ھ میں ان کا وصال ہوا۔

اُن کے صاحبزادے حضرت ملا سید محمد باقر تھے سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے اُنہیں ملک العلماء کے خطاب سے یاد کیا۔ اسی عہد عالمگیری میں حضرت ملا سید علی قلی اشرفی بھی تھے، جن کے

فیض درس سے اُستاذ الہند حضرت ملا نظام الدین محمد سہالوی فرنگی محلی علیہ الرحمہ فیض یاب ہو کر مرجع عالم ہوئے، کوئی عہد اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا، جس میں خانوادہ اشرفی احمدی با کمالوں سے خالی گیا ہو، اس قصبہ میں صدیقی شیوخ کی بھی کثرت تھی اور وہ سب کے سب صاحب علم وثروت وجاہ تھے، عربی النسل انصاریوں کی بھی یہاں کثرت تھی، حفاظ جس قدر اس برادری میں گزرے ہیں، وہ قابل ذکر وستائش ہیں، یہاں کی پوری آبادی سنی حنفی مذہب کی پابند تھی، مگر جب شاہانِ اودھ کا دور دورہ ہوا، ان کے زیر اثر بعض خاندانوں کے طمّاع لوگ شیعی المذہب بن گئے، اس طرح ان کو شاہان اودھ سے خصوصی مراعات حاصل ہوئے، جاگیریں اور اعلیٰ عہدے ملے، یہ سب ہوا، لیکن یہاں کی غالب اکثریت سنی المذہب ہی رہی، بعض لوگ تفضیلی مذہب کے بھی پابند ہوئے، اس طرح وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازیبا لفظوں کا استعمال کرتے تھے، اس کی تفصیل آرہی ہے قصبہ جائس شریف اور اس کے اطراف وجوانب کی آبادیاں، مواضعات وقریات علم وعرفان کے مراکز رہ چکے تھے اور وہاں اب بھی برگزیدہ، ہستیاں موجود تھیں، حضور قبلہ گاہی کو ان حضرات کے درمیان قبولیت عامہ حاصل ہوئی خانوادہ سادات حسنی احمدی اشرفی اور مشائخان صدیقی اور دیگر اشراف واعیان قصبہ نے ٹوٹ کر پزیرائی کی۔

جامع مسجد جائس شریف کے امام وخطیب حافظ سراج احمد صاحب مرحوم کو راقم الحروف نے دیکھا ہے، اُن کو قرآن مجید بہت اچھا یاد تھا، اُنہوں نے نقاد طبیعت پائی تھی، انہوں نے جہازی سائز کے دفتر میں جائس کے عمائد اور ساکنوں کی تاریخ کو محفوظ کیا ہے، ان کے فرزند مولانا سعید احمد صاحب کے فرزند نے دیگر کتابوں کے ساتھ وہ دفتر بھی راقم الحروف کو دے دیا اگر تعریضات وتنقیصات کے حصوں کو الگ کر دیا جائے، تو بے حد کار آمد چیز ہے، تقریباً چار سو صفحات کو محیط یہ رجسٹر ہے، اس دفتر میں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ سے متعلق معلومات کا بھی بڑا ذخیرہ موجود ہے اور بہت سے واقعات کے سنین وماہ بھی مندرج ہیں اسی دفتر میں ایک مقام پر حافظ سراج احمد صاحب مرحوم نے لکھا ہے کہ:

"مولانا رفاقت حسین صاحب کو جائس کے تمام طبقات میں خواہ وہ سادات ہوں، شیوخ

صدیقیاں ہوں چاہے، غوری پٹھان ہوں، دھوبی ہوں، حجام، موچی و حلوائی دھنے،
جلاہے، گوجر، یکہ تانگہ والے ہوں، سبھوں میں زبردست قبولیت حاصل ہے۔ سبھی
عام و خاص ان کے مداح و معتقد ہیں اور جائس میں انہیں کا سکّہ جاری ہے"۔

مدرسہ محمدیہ جامع مسجد کی صدارتِ تدریس

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ جائس تشریف لائے، مدرسہ محمدیہ میں صدارت تدریس کا منصب سنبھالا، اور تدریس کے ساتھ، مدرسہ کی ترقی کے لیے بھی سرگرم ہوئے، بہت جلد اس کے اثرات ظاہر ہونے لگے، اطراف و جوانب اور خاص جائس کے طبقۂ اشراف کے افراد پڑھنے کی طرف متوجہ ہوئے، دیکھتے ہی دیکھتے طلبہ کا جم غفیر جمع ہوگیا، ترقی کی طرف بڑھتا ہوا مدرسہ، جامع مسجد کے امام و خطیب اور مدرسہ کے مہتمم کی طبیعت پر ناگوار ہوا، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کا دو ہی کام تھا، طلبہ کی تعلیم و تربیت کی طرف پوری توجہ اور مدرسہ کی ترقی کے اسباب کی جستجوئے پیہم، امام صاحب کو رائے عامہ کے خوف سے کوئی کاروائی کرنے کی ہمت تو نہ ہوئی لیکن ایک مناسب ترحیلہ سوجھا، مدرسہ کی چھت مخدوش ہو رہی تھی حافظ صاحب نے چھت کھلوادی، جناب عبدالخالق صاحب خازن مدرسہ جامع مسجد ساکن محلہ قضیانہ کلاں حضور قبلہ گاہی کے خصوصی معتقد تھے، ان سے کہا کہ مدرسہ کی چھت تعمیر ہونے تک مدرسہ آپ کے محلہ کی مسجد میں جاری رہے تو کیا حرج ہے، اس تجویز پر مدت گزر گئی مگر چھت کی تعمیر نہ ہونا تھی اور نہ ہوئی۔

جس وقت حضور قبلہ گاہی قدس سرہ مدرسہ محمدیہ کے صدر المدرسین ہو کر تشریف لے گیے تھے، اس وقت ایک حافظ صاحب اور ایک معلم مکتب مصروف خدمت تھے، جب مدرسہ ترقی کی طرف گامزن ہوا، طلبہ کی تعداد بڑھی، تعلیم کا معیار بلند ہوا تو مدرسین کا بھی اضافہ ہوا، حافظ سراج احمد صاحب مرحوم ہی کے دفتر سے معلوم ہوا کہ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے اپنے اجمیر شریف کے دور طالبِ علمی کے رفقاء دراست حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب اشرفی بھاگلپوری اور اُستاذ العلماء مولانا حکیم غلام یزدانی صاحب

اعظمی قدس سرہما کو بلوایا، یہ حضرات کس پایہ کے عالم اور مدرس ہوئے، زمانہ کو اس کا اعتراف و اقرار ہے، جب مدرسہ محمدیہ جامع مسجد سے مسجد قضیانہ کلاں، منتقل ہوا، یہ دونوں حضرات بھی یہاں آگئے، جب عرصہ گزر گیا، جامع مسجد کے مدرسہ محمدیہ کی عمارت نہیں بنی اور نہ ہی مشاہروں کے ادائیگی ہوئی، تو حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے اہالیانِ جائس کی عمومی اور ساکنان قضیانہ کلاں کی خاص مجلس بلائی اور سبھوں کی موجودگی میں صورت حال بیان کی اور فرمایا جو صورت حال ہے، اس کی موجودگی میں ہم لوگوں کا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے قدیم ترین تلمیذ جناب مولوی حکیم حاجی خلیل احمد صاحب مرحوم ریڈر طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ نے اس سلسلہ میں لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"دورِحیات میں ہمارا قصبہ جائس بھی اہل فضل وکمال کی موجودگی پر نازاں تھا، وہ بہار تو اب یہاں نہ تھی لیکن اس کے روشن آثار بہر حال موجود تھے، حضرت الاستاذ جائس تشریف لائے، یہ جائس والوں کی خوش نصیبی تھی، علمی ماحول اور دینی فضا میں پھر سے بہار آئی لیکن افسوس ہے کہ ناظم مدرسہ کی بے توجہی سے مدرسہ کے حیات کے آثار ختم ہوتے نظر آنے لگے اور کچھ دنوں کے بعد وہ مدرسہ بھی ختم ہوگیا، حضرت الاستاذ کی جائس میں تشریف آوری کا عہد، عہدِ شباب تھا، زہد وورع، طاعت وبندگی اور تقویٰ و طہارت، پاکبازی اور قلب ونظر کی طہارت سے شاداب ومنور لمحات اور لیل ونہار کے بھی شباب وعروج کا دور تھا یہی وجہ تھی، کہ جائس کے ساداتِ کرام، عمائد عظام اور اہل علم وصلاح بے حد متاثر تھے، غوریانہ محلہ کے مدرسہ کے سقوط کے بعد سبھوں نے باصرار جائس میں قیام کی استدعا کی، حضرت الاستاذ نے مخلصوں کی بات مانی اور یہاں کی اقامت منظور کرلی، حضرت الاستاذ نے محلہ قضیانہ کلاں کی مسجد کو ہی درس و تدریس اور رشد وہدایت کا مستقل مستقر قرار دیا، درسگاہ قائم ہوئی اس نئے مدرسہ کا نام

مدرسہ تاج المدارس

رکھا گیا، احقر راقم الحروف خلیل احمد قادری رفاقتی کو پہلے پہل اسی درسگاہ میں حضرت الاستاذ کی خدمت میں تحصیل علم کا شرف حاصل ہوا اور یہیں سے علمی زندگانی کا آغاز ہوا، مدرسہ تاج المدارس میں مستقل طور پر

ناظرہ وتحفیظ قرآن پاک کے لیے ایک حافظ صاحب اور متوسطات کے لیے ایک عالم کا تقرر عمل میں آیا، قابل ذکر بات یہ ہے کہ آمدنی اور اخراجات کا بہت بڑا حصہ حضرت الاستاذ کی توجہ سے پورا ہوتا تھا، ایک خدمت گزار بھی جو باضابطہ تنخواہ دار نہ ہونے کے باوجود اپنی جملہ ضروریات کے لیے حضرت الاستاذ ہی کا ممنون کرم تھا، سالہا سال تک حضرت الاستاذ نے جس استقلال، خوش اسلوبی اور کمالِ عزیمت کے ساتھ مدرسہ کے اخراجات فراہم کیے یہ آپ ہی کی ہمت وتدبر کا ثمرہ تھا، اس سے بھی زیادہ حیرت میں ڈال دینے والی یہ بات تھی، کہ مدرسہ تیز رفتاری سے ترقی کے مراحل طے کر رہا تھا، حتیٰ کہ مدرسہ کے فارغین کی دستار بندیوں کا جشن وجلسہ بھی نہایت تزک واحتشام سے منایا جاتا تھا، عقلیں محو حیرت تھیں، کہ مدرسہ کے اخراجات بڑھتے جارہے تھے، لیکن آمدنی کے ذرائع سربستہ راز تھے، ایسے حالات میں فکر وتشویش کی کوئی ادنیٰ جھلک بھی کبھی محسوس نہ ہوتی تھی، اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کے اسباب بھی مفقود ہوں، دراصل آپ کی پُر وقار صابر وقانع اور خاموش طبعی اور تحمل مزاجی نے کبھی کسی کو اندر جھانکنے کا موقع ہی نہیں دیا، پھر بھی اگر کبھی حالات کے جھونکوں نے چند لمحات کے لیے کچھ پردے اُٹھا دیئے تو رونگٹے کھڑے کر دینے والے عبرت انگیز واقعے سامنے آجاتے تھے۔ کھانے کا انتظام ایک عقیدت مند پڑوسی کے یہاں تھا، مدت کے بعد جب آپ جائس سے کانپور تشریف لے گیے، ان صاحب نے یہ راز فاش کیا کہ حضرت الاستاذ اکثر بحالت صوم رہتے تھے، لیکن سخت راز داری کی ہدایت تھی۔

زندگانی کے اصول وخطوط

زندگی گزارنے کے جو اصول وخطوط حضرت الاستاذ نے مقرر فرما لیے تھے، اس سے نفس پر قابو کی قدرت کا اندازہ ہوتا تھا، وعظوں اور تقریروں کے موقع پر پیش کیے جانے والے نذرانے اور طب یونانی اور ہومیوپیتھی میں مہارت، مدرسہ اور آپ کے لیے بہت سے مسائل کا حل بن سکتی تھی، لیکن یہاں بھی لذتِ ایثار سے آشنا طبیعت اور مروت کے اُبلتے ہوئے سوتے اپنے بہاؤ میں سب کچھ بہالے جاتے، مدرسہ

کے دالان میں بچھی ہوئی کھجور کی ایک چٹائی آپ کی نشستگاہ بھی تھی، تدریس کے لیے جائے درس بھی، حلّ مسائل کے لیے دارالافتاء بھی، اور ہجوم کار سے میسر آنے والے چند لمحات کے لیے جاے استراحت بھی، قصبہ اور دیہات سے انصاف کے طالبوں کے لیے دارالقضا بھی اور جائے ملاقات اور مطب بھی۔

مطب، مدرسہ، دارالافتاء

مطب کے وقت دالان، مریضوں سے بھرا رہتا تھا، جن کو صرف نسخہ اور مشورے ہی نہ دیے جاتے، بلکہ یونانی اور ہومیوپیتھی دوائیں بھی فراہم کی جاتیں، بڑی بات یہ ہے کہ صاحبِ حیثیت مریض بھی اس سراپا مروت وسخا کے کرم ومروّت سے فیض یاب ہوتے، کچھ سمجھ دار افراد تھوڑی بہت رقم چٹائی پر ڈال کر واپس ہوجاتے، تو کسی محفوظ جگہ رکھنے کی ضرورت ونوبت نہیں آتی تھی اس احقر کی آنکھیں اس ایثار و بے نیاز طبع درویش کے توکل اور استغنا کے عملی نمونہ کو سالہاسال دیکھتی اور سبق لیتی رہی ہیں، نماز کا وقت آجاتا مسجد شریف تشریف لے جاتے شب میں اس حال میں استراحت فرماتے کہ دروازہ کو بھیڑا جاتا نہ زنجیر لگائی جاتی اور نہ اس کی ضرورت محسوس فرماتے، نہ تالا نہ کنجی لگائی جاتی حتّٰی کہ مدرسہ سے باہر گھنٹوں اور پہروں کے لیے تشریف لے جاتے لیکن چٹائی پر پڑا رہنے والا سامان اور بکھری رقم چٹائی پر پڑی رہتی، غرضکہ رات دن کا بیشتر حصہ معمولاً یوں ہی گذرتا تھا، سود وزیاں کے اندیشوں کا کوئی گزر نہ تھا، ایسے حال میں چند ایسے لوگ بھی تھے، جو حضرت الاستاذ کے عادات وخصائل سے واقفیت کی بنا پر چٹائی پر پڑی رقموں اور سامانوں میں اپنا حصہ بھی سمجھتے تھے، ایسے مواقع پر مقتدر افراد واشخاص تفتیش کا ارادہ کرتے تو حضرت الاستاذ اُسے منظور نہ فرماتے، جذبۂ ایثار اور سپردگی کا یہ عالم تھا کہ ایسے مواقع پر فرماتے کہ میری ہی طرح وہ بھی حاجت مند ہوں گے اور ان کی ضرورت شاید میری ضرورت سے زیادہ رہی ہو، جب ہی اس پر مجبور ہوئے رہنے دیجے اچھا ہوا ان کا کام ہوگیا، دنیا اور اسباب دنیا سے استغنا کے بے شمار واقعات ہیں، دو چار ماہ بعد ہم لوگ بھی صفائی کرتے، تو بلا مبالغہ ہر طاق اور دیوار میں لگی لکڑی کے

ریکوں اور الماریوں پر چھوٹے بڑے مختلف سکے اور کتابوں میں نوٹ مل جاتے، اور یہ رقم بھی ہم لوگوں کی ضیافت کا سامان فراہم کرتی، صفائی کے دوران اکثر قیمتی کپڑے، دری اور ضروری چیزیں کرم خوردہ اور خراب شدہ ملتیں، لیکن حضرت الاستاذ کو ایسی باتیں سننی گوارا نہ تھیں۔

حلم و مروت کا ایک عجیب واقعہ اگرچہ ہمارے یہاں کے اکثر قربت رکھنے والوں کو معلوم ہے، لیکن مجھے قصبہ کی ایک مقتدر شخصیت اور مذہب اہل سنت کے ایک مثالی فرد فرید محترمی حاجی عبدالوحید خاں صاحب سے معلوم ہوا، موصوف نے واقعہ بیان کر کے مجھے ہدایت کی کہ محلہ قضیانہ کلاں کے حاجی عبدالسبحان صاحب سے مزید تصدیق کر لینا چنانچہ یہ واقعہ دونوں بزرگوں کی تصدیق سے پیش کر رہا ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ کسی صاحب خیر نے ایک خطیر رقم اور کچھ اثاثہ مدرسہ کی خدمت کے ارادہ سے حضرت الاستاذ کو سپرد کی۔ قریب ہی میں ایک مکان فروخت ہو رہا تھا، حضرت الاستاذ نے مالک مکان سے بات چیت کرنے کے بعد ایک پڑوسی اور ہر وقت کے حاضر خدمت رہنے والے ایک معمر شخص کو تحصیل جا کر تکمیل کاغذات پر مامور کیا، مطلوبہ رقم لے کر وہ صاحب تحصیل پہنچے اور کاغذات کی تکمیل اپنے نام کرا لی، واپسی پر حضرت نے کاغذات طلب فرمایا تو بے خبر اور بے جھجھک ہو کر کہا، کہ چونکہ آپ کے والد صاحب کا نام یاد نہیں رہا، لہذا اپنے نام کرا لیا ہے آپ ہر گز کوئی اندیشہ دل میں نہ لائیں، حضرت نے نہایت نرمی سے فرمایا ضروری معلومات نوٹ کر کے کاغذات مدرسہ کے نام کرا دیجئے، یہ رقم مدرسہ کی ہے، وہ صاحب بہت بہتر ہے ابھی کرا کے حاضر ہوتا ہوں، کہہ کر واپس گئے اور عرصہ تک نہ آئے، پھر آہستہ آہستہ ان کی حاضری میں کمی آنے لگی، اس درمیان میں نت نئے بہانے تراشتے رہے، آخر کار قانونی مدت گزر جانے کے بعد وہ صاحب مکان پر قابض ہو گئے، حضرت الاستاذ نے معاملہ کو سدھارنے کی کمال سعی فرمائی لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا، اس پُر فریب حرکت نے حضرت کو بے حد متاثر کیا اور یہ پہلا موقع تھا جبکہ آپ کے چہرے بے بشرے سے تشویش و پریشانی کے آثار محسوس کیے گیے، مدرسہ کے اثاثہ کی

بربادی کے کرب نے آپ کو اتنا مغموم کیا کہ پھر اس کے بعد آپ کا دل جائس میں نہ لگا اور آپ وطن تشریف لے گیے، حضرت کا جائس چھوڑنا اور اس کی علمی موت دونوں مترادف الفاظ ہیں، اس واقعہ کے بعد جائس میں نہ کوئی دارالعلوم قائم ہوا اور نہ ہی مدرسہ تاج المدارس کو قائم رکھنے کی کوشش کی گئی۔(ان صاحب کا نام قیام الدین تھا)

مذکورہ واقعہ کو سنانے کے بعد عم محترم حاجی عبدالوحید خاں صاحب نے ایک گہری خاموشی کے بعد سر اُٹھا کر ٹھنڈی سانس لی اور کہا، میں نے بہت سفر کے، سینکڑوں علماء کی خدمت کا شرف حاصل کیا، بڑے بڑے صوفیہ اور محدثین کی پابوسی کی ہے لیکن حضرت کی زندگی کے مختلف پہلو میرے دین وایمان کو نئی کرن اور نئی زندگی بخشتے رہے، حاجی صاحب نے کہا بیٹا میرا حافظہ بہت کمزور ہوگیا ہے، پھر بھی صرف جائس کے دوران قیام کے عجیب وغریب واقعات اب بھی میرے خزانۂ ذہن میں محفوظ وموجود ہیں، ان کو اگر تم لکھو اور میں لکھواؤں، تو پوری ایک کتاب تیار ہوجائے، یہ سارے واقعات چھتیس برس کی عمر کے اندر کے ہیں۔ جب حضرت جائس تشریف لائے تھے، اس وقت آپ کی عمر ۲۵،۲۶ برسوں سے زیادہ نہ ہوگی۔

قصبہ جائس میں حضرت الاستاذ کے بیتے ہوئے دنوں کا بیان اور اس کا جائزہ اور گوناگوں خدمات کا بیان تفصیل کے بغیر ممکن نہیں ہے، ابھی ہمارے قصبہ میں وہ اشخاص وافراد موجود ہیں، جن کے سینے ان خصوصیات واوصاف کی واقفیت کے خزائن ہیں، یہ احقر اپنی اپنی مقدرت ومعلومات کی حد تک کچھ لکھنے کی کوشش کرے گا۔

یہ حقیقت واقعیہ ہے کہ جائس میں حضرت الاستاذ کو راحت وآرام کبھی حاصل نہیں ہوسکا، مدرسہ کی ترقی وبقا کی شب وروز فکر، مصروف جدو جہد رکھتی تھی، اس کے علاوہ آپ کا بے پایاں جذبۂ خدمتِ دین، فتوحاتِ دینی اور روحانی کے لیے نئے نئے میدانوں کی تلاش کرتا تھا اور آپ اپنی ذات کو خطرہ میں ڈال کر حق وباطل کے معرکوں میں اعانت حق کے لیے نکل پڑتے تھے، مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ تقریباً پچاس برسوں پہلے حضرت الاستاذ، صاحب المعالی، نہایت پابندی سے ہر جمعرات وجمعہ کو

نمازیوں کا جمِ غفیر لیے ہوئے، ہر ہفتہ ایک نئے محلہ میں تشریف لے جاتے، اور گھر گھر پہنچ کر دستک دیتے اور محلہ کی مسجد میں آنے کی دعوت دے کر مسجد میں پہنچ جاتے تھوڑی دیر میں محلہ کی مسجد نمازیوں سے اتنی بھر جاتی کہ لوگوں کو جگہ حاصل کرنا مشکل ہو جاتا، نماز کی جماعت کے بعد وعظ فرماتے اور خاص طور پر نماز کی فضیلت، برکت اور ضرورت بیان فرماتے اور ترک نماز کی وعیدیں سناتے، نماز کی پابندی کی طرف توجہ دلاتے، میں نے ان مجلسوں میں بکثرت آنکھوں کو نم ناک اور شرمسار دیکھا۔

تبلیغ و اہتداء کی جدو جہد کا یہ سلسلہ صرف جائس کے قصبہ تک محدود و محصور نہ تھا بلکہ خطۂ اودھ کے تقریباً سبھی مقامات آپ کی تبلیغی تگ و دو سے سرفراز تھے، سلطان پور، رائے بریلی، پرتاب گڑھ فیض آباد وہ علاقے تھے جہاں آپ کی تبلیغی جدوجُہد جاری تھی، مقامی تبلیغ کے سلسلے میں ایک یکّہ بان تقریباً طے تھا سفر کے سارے مصارف حضرت الاستاذ کے جیب خاص سے ادا ہوتے تھے، احقر راقم الحروف کو اکثر ان مبارک سفروں میں خدمت کا موقع ملتا تھا، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ میلوں تک کچی سڑکوں پر گرد و غبار سے اَٹی ہوئی فضا میں، آندھیوں میں، اور جھکڑوں میں، تیز لُو والی ہواوں میں، سفر کیا جاتا، حسّاس طبع، نازک اور نفاست پسند مزاج ان مخالف طبع مواقع پر طبیعت پراگندہ تو کیا ہوتی، ہلکی گراں باری کا اظہار بھی نہ ہوتا تھا مسکراتے چہرے اور پُر ثبات قدموں کے ساتھ منزل کی طرف بڑھتے جاتے احقر کا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ پیدل سفروں میں عام حالات سے زیادہ چہرے پر بشاشت اور مسرت و شادمانی کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔ آج مذکورہ علاقوں میں خادمانِ دین جو قدم جمائے ہوئے دینی علوم کی تدریس اور تبلیغ کا فریضہ انجام دینے میں کامیاب ہیں یہ سب حضرت الاستاذ ہی کی دینی جدوجُہد کا فیض ہے اور آپ ہی کی ہموار کی ہوئی زمین ہے، دین کے شجر ثمر دار ہیں اور یہ جوت آپ ہی کی جگائی ہوئی ہے"۔

محترم استاذ الحکماء فاضل اجل حکیم خلیل احمد صاحب نے حضور قبلہ گاہی کی قدس سرہ کی حیات میں ہی مفصل و مرتب مقالہ لکھ کر بھیجا تھا، زیرِ نظر سیرۃ و سوانح طیبہ کی تحریر کے وقت حکیم صاحب ممدوح کی تحریر کے اکثر اوراق کتابوں میں گم ہیں، لیکن اس کے بکثرت واقعات احقر راقم الحروف کی یادداشت میں

محفوظ ہیں۔ مگر اس مقام پر احقر پہلے ان واقعات کو لکھے گا جو حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی زبان مبارک سے مختلف اوقات میں سنے تھے۔

قبولیت و مرجعیّتِ عام

یہ حقیقت ہے کہ فرقۂ باطلہ کے عقائد باطلہ کے ابطال کے سوا، آپ نے کبھی بھی کسی کی مخالفت میں زبان نہیں کھولی اور نہ کسی کی طرف سے تکلیف پہنچانے پر شکوے گلوے کے کلمات ادا کیے اور نہ ہی کبھی کسی سے ذاتی مصائب بیان کیے، لیکن ایسا بھی نہیں تھا، کہ آپ کا کوئی مخالف نہ تھا، مخالفت کی ابتداء آپ کی طرف سے ہرگز نہیں ہوتی تھی، لیکن اس مخالف یا کسی بھی مخالف کا نام آپ کی زبان سے کبھی بھی مسموع نہ ہوا، اگر کسی مخلص نے اس کا ذکر چھیڑ دیا تو صرف اتنا فرما کر خاموش ہو گیے کہ یہ ان کی ذاتی راے ہے یا پھر یہ فرمایا کہ اُن کو غلط فہمی ہوگئی ہے، بلکہ اکثر ایسے مواقع پر خاموش ہی رہتے گویا کہ بات سنی ہی نہیں، جائس شریف میں جہاں مداحوں اور محبوں کی کثرت تھی وہاں بدگویوں اور بدخواہوں کا بھی ایک قلیل گروہ موجود تھا۔ حافظ سراج احمد صاحب مرحوم کا دفتر دیکھیے تو صاف پتا چلے گا کہ وہ محاسن کو بھی ،معائب کے پیرایۂ بیان میں ادا کرنے کے عادی تھے ان کا ایک بیان لکھا جاچکا ہے دوسرا بیان یہاں نقل کیا جاتا ہے حافظ صاحب لکھتے ہیں:

> ”یہ عجیب بات ہے، کہ جائس کی ہر برادری کے لوگ مولانا رفاقت حسین کے ماننے والے ہیں، گرویدہ ہیں حالانکہ ان کی عمر بہت کم ہے اور تو اور جائس کے سادات اشرفیہ اور یہاں کا طبقۂ اشراف و عمائد بھی ان سے متاثر ہے، کاشتکار اور موچی و دھوبی، نائی، حجام اور جولاہے، سب ان کے والہ و شیدا ہیں، ان کے یہاں کے حاضر باش ہیں، باہر کے مشائخ اور پیرِ صاحبان بھی جن کی جائس میں آمد ہوتی ہے، مولانا سے بہت مانوس ہیں ان کی التفات کی نظر بھی ان کی طرف بہت ہے۔

حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب قبلہ دیوہ شریف کے مخصوص مرید ونظر کردہ مولانا شاہ محمد شفیع صاحب وارثی اٹاوی جن کی ولایت اور وعظوں کی دھوم ہے، مولانا دلہن وارثی کے لقب سے ان کی شہرت ہے، مولانا سے بہت محبت کرتے ہیں۔ ہر جگہ دعوت میں اُن کو بلا کر ساتھ لے جاتے ہیں، شاہ شفیع صاحب کہتے ہیں، مولانا رفاقت حسین مفتی اعظم ہیں اس نوعمری میں ملک العلماء ہیں، جائس کے ملا سید مبارک اشرف ملا باسو، ملا سید علی قلی ہیں، ولی کامل ہیں، تم لوگ ان کو کیا جانو کہ یہ کیا ہیں اور کیا ہونے والے ہیں، میں نے بہت علماء دیکھے ہیں، یہ اپنی مثال آپ ہیں"۔

مشہور خطیب مولانا غلام مصطفی وارثی جائسی کانپوری حضرت شاہ شفیع وارثی کے فدائی مریدوں میں تھے، انہوں نے فرمایا ہمارے پیر و مرشد نے مولانا صاحب کو سلطان الواعظین کا خطاب دیا تھا، حضرت شاہ شفیع وارثی صاحب بااثر مرجع انام بزرگ تھے مدرسہ اہل سنت منظرِ اسلام بریلی کے سالانہ جلسوں میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ دعوت دے کر بلایا کرتے تھے۔ ان کا وصال ۱۹۴۴ء میں ہوا۔

شاہ نقی علی صاحب: جائس شریف کی خانقاہ اشرفیہ احمدیہ کے سجادہ نشین حضرت شاہ نقی اشرف صاحب فرماتے مولانا مجموعۂ خوبی ہیں اتنی کم عمری میں باکمال انہیں کو دیکھا ہے، عالم کہنا اُن کو روا ہے، حضرت شاہ نقی صاحب حاضر باشوں کو حاضری کی تاکید فرماتے۔ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے جب تحریک نماز شروع فرمائی شاہ صاحب کی خدمت میں دعاء کے لیے تشریف لے گیے، شاہ صاحب نے فرمایا آپ کی طرف میری رغبت ہی میری دعاء اور شرکت ہے۔ کام شروع کیجیے ایک بار اُنہوں نے اپنے مخلصوں سے فرمایا کام کے یہی ایک عالم یہاں آئے ہیں، ان کی قدر کرو انہوں نے اپنے نواسے مولانا شاہ نعیم اشرف کو تعلیم کے لیے سپرد فرمایا۔

حضرت شاہ حضور اشرف: حضرت سید شاہ حضور اشرف صاحب قدس سرہ سجادہ نشین تو دل و جان سے فدا اور نثار تھے، عمر و سن کے کافی تفاوت اور سر حلقۂ مشائخ ہونے کے باوجود والہ و شیدا تھے، ان

کی بابرکت محفلوں میں "ہمارے مولانا" سے مراد حضور قبلہ گاہی کی ذات والاتھی حضرت شاہ حضور اشرف صاحب جائس تشریف فرما ہوتے، صبح ہی صبح آجاتے اور عشاء بعد واپس جاتے، بکثرت ایسا ہوتا تھا کہ کئی کئی دن تک محلسرانہ جاتے، ان کی گرویدگی کا عام چرچا تھا، وہ کثیر الفیوض وسیع حلقہ شیخ وہادی تھے، ان کے بارے میں مشہور عام ہے کہ وہ مستجاب الدعوات تھے مگر مریدوں کو تعویذ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ سے دلواتے۔

جائس شریف کے بکثرت مخلصوں نے بیان کیا کہ ایک راجہ کے یہاں اولاد نہیں ہوتی تھی، اس راجہ اور اس کی ریاست کا نام بھی بتایا تھا مگر اس وقت یاد نہیں آتا، حضرت شاہ حضور اشرف صاحب سے دعاء کا طالب اور تعویذ کا خواستگار ہوا، انہوں نے فرمایا تمہارا یہ کام مجھ سے نہ ہو سکے گا لیکن میں تمہارا کام کرادوں گا وارث ریاست پیدا ہو جائے گا لیکن اتنے ہاتھی اور گھوڑے تم کو نذر کرنے ہوں گے، راجہ نے کہا ان کی خوراک کے لیے گاؤں بھی نذر کروں گا۔ حضرت شاہ صاحب کریمن پور سے جائس تشریف لائے، حضور قبلہ گاہی کے پاس پہنچے اور اور بولے مولانا! ایک موٹے کو مرغا بنانا ہے، بس آپ دام دید یجیے، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا بات تو کہئے کہ کیا ہے، بولے، اولاد ہونے کے لیے ترکیب کر دیجئے اور ایک نقش بھی دید یجیے، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا یہ سب آپ ہی کر دیں، شاہ صاحب نے فرمایا لکھا ہوا تو آپ کے نام سے ہے، حضور قبلہ گاہی نے حکم کی تعمیل کر دی، انقضاے مدت کے بعد راجہ کے یہاں بیٹا پیدا ہو گیا، راجہ نے کریمن پور شریف فوراً اطلاع بھجوا دی اور مذکورہ ہدایا بھی نذر کے بھجوائے اور باصرار دعوت دے کر بلوایا، بہت سے تحفے تحائف نذر کیے، ان ہدیہ و ہدایا کو حضرت شاہ صاحب نے خدام کے سپرد کیا اور خود جائس آگئے، پیچھے سے وہ سامان بھی آگئے، حضور قبلہ گاہی نے یہ خدم وحشم ملاحظہ فرمایا تو اس کو درویش کی موج سمجھا، پھر بھی پوچھا، شاہ صاحب یہ سب کیا ہے؟ فرمایا سب آپ کا ہے، حضور قبلہ نے فرمایا، یہ سب میرے کس کام آئے گا، آپ رئیس ہیں جاگیر دار ہیں۔ یہ سب آپ کے کام کے ہیں۔ بڑے اصرار پر صرف ایک گھوڑا رکھنا قبول کیا۔

حضرت شاہ حضور اشرف صاحب کو حضور قبلہ گاہی سے جو اختصاص تھا، وہ مشہور عام و خاص ہے،

حضور قبلہ گاہی جب کانپور تشریف لے گیے، حضرت شاہ صاحب مریدوں کی جماعت کے ساتھ دید و ملاقات کے لیے کانپور تشریف لے گیے، حضور قبلہ گاہی کی محفلوں میں بھی ان کا ذکر بہت آتا تھا۔ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ دوسرے حج و زیارت اور مقاماتِ متبرکہ کی زیارتوں کے سفر میں ہندوستان سے باہر تھے، جب حضرت شاہ حضور اشرف صاحب کا ۱۷ جون ۱۹۵۸ء کو وصال ہوگیا، درگاہ معلی اشرفیہ میں چلّہ مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے گنبد کے اتر جانب ممتاز خطیرہ میں ان کی قبر مبارک ہے، حضور قبلہ گاہی سفر حج و زیارت سے واپس آئے ان کی اہلیہ اولادوں سے تعزیت کے لیے جائس پہنچے ان کے دولت کدہ پر گیے، راقم الحروف ہمرکاب تھا، صاحبزادگان تو کریمن پور شریف میں تھے، اہلیہ سے تعزیت فرمائی اور فرمایا کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھے کہلوائیں، ان محترمہ نے فرمایا، میاں صاحب کہتے تھے، ہمارے مولانا جب حج سے لوٹیں گے تم کو مرید کرادیں گے، حضرت شاہ صاحب کے فرزندوں نے حضور قبلہ گاہی سے پڑھا، بڑے صاحبزادے نے تکمیل بھی کرلی تھی شاہ صاحب کے پاس کانپور میں خطوط آیا کرتے تھے ایک خط بہت محبت بھرا تھا، چاہتا تھا کہ اس کو ان کی قلمی یادگار کے طور پر محفوظ کردوں، مگر اس تحریر کے وقت وہ نہیں مل سکا۔

باباشاہ عبدالصمد صاحب بھیکی پور شریف: جائس شریف سے بجانب مغرب بھالے سلطانی مسلمانوں کا گاؤں بھیکی پور مسلم آبادی پر مشتمل ہے، صدیوں پہلے یہاں کے راجپوت خاندان نے بزرگان خاندان اشرفیہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، یہی خاندان ”بھالے سلطانی“ کہلاتا ہے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ عبدالصمد خاں صاحب ناگ پور میں گورنمنٹ کی ملازمت میں پٹواری تھے، ان پر کرم باری تعالیٰ ہوا، حضرت بابا سید تاج الدین صاحب کی بارگاہ میں حاضری و حضوری کے شرف نے سلوک و معرفت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ خلافت بھی ملی۔ حکم ہوا، نوکری چھوڑ کر گھر جاؤ، وہاں لوگوں کو فیض پہنچاؤ، وطن آئے، قبولیت بلندیوں پر پہنچی حضرت تاج الاولیاء کی خدمت میں اس کے بعد جو بھی جاتا بھیکی پور شریف بھیج دیا جاتا، پھر تو دیکھتے دیکھتے پروانوں اور حاجت مندوں کا ہجوم و قافلہ آندھی طوفان بن گیا بابا

عبدالصمد صاحب کے دست مبارک کی چٹکی کی خاک اکسیر کا حکم رکھتی تھی، گورنمنٹ نے جائس کے اسٹیشن پر ڈاک گاڑی کے ٹھہرنے کا حکم جاری کیا، سڑک پختہ بن گئی، ۴، ۵ بیل گاڑی مٹی روزانہ صبح سے عشاء تک چٹکی چٹکی تقسیم ہوجاتی، باباشاہ عبدالصمد صاحب تاجی کے اس دورِ عروج میں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کا جائس میں ورود ہوا، دونوں کی ملاقات ہوئی ربط قائم ہوا، جو بڑھتا ہی گیا، بڑھتا ہی گیا ایک دن باباشاہ عبدالصمد صاحب نے فرمایا مولانا صاحب میرا ایک بیٹا ہے۔ آپ سے ملنے کے بعد میرا دل چاہتا ہے، کہ آپ اس کو عالم بنادیجئے تا کہ وہ مجھے شریعت کی ہدایت دے اور راہ دکھائے، باباشاہ عبدالصمد صاحب فنافی الشیخ تھے، باطنی اتباع نے ان کو صورۃً بھی حضرت باباسید تاج الدین صاحب کا ہم صورت بنادیا تھا جناب حاجی عبدالوحید صاحب ابن حاجی عبدالسبحان صاحب نے بیان کیا، ایک بار عرس کے موقع پر حضور قبلہ گاہی پیر ومرشد قبلہ کے ہمراہ بھیکی پور شریف گیا، باباصاحب نے حسب معمول تکریم کی، ان کے حجرہ میں باباتاج الدین صاحب کی بڑی سی تصویر لگی ہوئی تھی، فوراً بولے مولانا صاحب آپ یہاں کیا بیٹھیں گے اور اپنے فرزند مولانا جلال الدین صاحب سے فرمایا، حضرت کو فلاں کمرے میں ٹھہراؤ، میں بھی وہاں آتا ہوں، حاجی صاحب نے بیان کیا، کہ یہ تو باباصاحب نے حضور پیر ومرشد سے بارہا فرمایا، کہ مولانا صاحب فقیروں کی اور عالموں کی کبھی نہیں بنی لیکن نہ جانے کیا بات ہے کہ میرا دل آپ کی طرف کھنچتا ہے۔

جب محلہ قضیانہ میں مدرسۂ تاج المدارس قائم ہوا، باباصاحب ہی کی تجویز پر اس کا نام تاج المدارس قرار پایا، باباصاحب کا تعاون ہمیشہ مدرسہ کے لیے جاری رہا، جائس اور اس کے اطراف ونواح میں دینی اقدار کے فروغ میں حضور قبلہ گاہی کے جو کارنامے ہیں، ان میں باباصاحب کا بھی حصّہ ہے۔

بابامراری شاہ بابا: حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی مجالس ومحافل میں اس علاقہ کے ایک مجذوب وسالک بزرگ حضرت بابامراری شاہ علیہ الرحمہ کا ذکر اکثر ہوا کرتا تھا، حضور قبلہ گاہی کے مخلص مرید وخادم ساںڈاوالے باباجی امام علی شاہ نے روایت کی کہ حضور کسی جگہ تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں بابامراری شاہ کا گاؤں آگیا حضور نے ہمراہیوں سے فرمایا بابا سے ملاقات کرتے چلیں قریب پہنچے تو بابامراری شاہ

نے دیکھا اور فوراً کھڑے ہوگئے، بڑی خوشی ظاہر کی جذبی کیفیت میں محبت کا اظہار کرتے رہے، مور مولانا مور مولانا (میرے مولانا میرے مولانا) کی رٹ لگائی، اپنے مٹکے کی طرف دیکھ کر حاضرین کو اشارہ کرتے یہ مٹکا تھا، جس میں آنے والے ہدایا ڈالے جاتے تھے، دودھ، دہی، گڑ، چاول، کھیر سبھی اسس میں ڈال دیے جاتے تھے، ہفتوں مہینوں کے ہدایا اس میں جمع رہتے تھے، بار بار کے اشارے پر حاضر خدمت نے بتکلف تھوڑا سا نکال کر حضور کے سامنے رکھا، حضور پیر و مرشد نے خود بھی کھایا اور ہمراہیوں کو بھی کھلایا، حضور قبلہ فرماتے تھے نہ لذت میں فرق تھا، نہ اس میں کسی قسم کی بدبو تھی، بس اور ہی لذت تھی، حضور قبلہ کی ان سے بہت ملاقاتیں ہوتی تھیں۔

مشہور آفاق عارف باللہ حضرت حاجی شاہ عبداللطیف صاحب چشتی نظامی فخری قدس سرہ ستھن شریف ضلع سلطانپور مراری شاہ بابا کو ایک بار زبردستی پکڑ کر جمعہ پڑھوانے پر مُصر ہوئے بابا مراری شاہ کہتے اے لطیفوا مان جا مور نماج پڑھے آوت نہیں، کاہے کا مورسے نماج پڑھے کا کہت ہے، بجلی گر پڑی، شاہ صاحب نے فرمایا کوئی حرج نہیں لیکن جمعہ کی نماز پڑھنے چلو، اگر بجلی گرے گی نقصان نہ ہوگا جب امام نے تکبیر کہی بابا مراری شاہ نے آسمان کی طرف دیکھا اور مذکورہ جملے کہہ کر اللہ اکبر کی آواز بلند کی، بلا ابر و باد کے بجلی کڑکی اور مسجد شریف کے بائیں مینار کو چیرتی ہوئی نیچے آکر غائب ہوگئی، کسی بھی نمازی کو نقصان نہیں پہنچا مگر مراری شاہ بابا عین نماز سے نکل کر بھاگ گیے حافظ سراج احمد صاحب مرحوم نے اپنے دفتر میں ان کا سن وصال ۱۹۳۶ء لکھا ہے، فرحمہ رحمةً واسعةً۔

رئیس قصبہ شیخ منصور احمد صاحب: جائس کے امراء و روسا کے طبقہ میں شیخ منصور احمد صاحب مرحوم بڑے صاحب اقتدار و جاہ و منزلت رئیس تھے، ان کا دولت کدہ محلہ قضیانہ کلاں میں تھا، شیخ صاحب حضور قبلہ گاہی کے فدائی تھے، پشت پناہ بھی تھے، ان کی سسرال نوابان بھوپال کے خاندان میں تھی مگر ان کی کوئی اولاد نہ تھی، بھائی بھیجتے تھے ان سب کی موجودگی میں اپنی حویلی، باغات اور جائداد حضور قبلہ گاہی کے نام کردی تھی۔ اس وقت راقم الحروف اور ایک بہن تھیں، ہم دونوں اُن کو دادا ابا کہا

کرتے تھے، ہم دونوں پر ہی منحصر نہ تھا، پورے محلہ کے بچے اُن کو دادا ابا کہا کرتے تھے، ان کا آخر زمانہ تھا جب حضور قبلہ گاہی کانپور منتقل ہوئے اسی کے ایک برس بعد رجب ۱۳۷۱ھ میں شیخ صاحب کا انتقال ہوگیا، اطلاع ملنے پر ان کی سیوم کی مجلس میں حضور قبلہ گاہی جائس تشریف لے گئے اور احقر کو بھی ساتھ رکھا۔

جشن عید معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے

عالم ربانی حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھا شریف اور فخر العلماء مولانا سید شاہ محمد فاخر اجملی الہ آبادی کی جدو جہد سے جشن عید معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلسے شہر شہر ہونے لگے تھے، معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن جائس میں بھی پوری تیاریوں سے منایا جاتا تھا۔ مشاہیر عصر علماء و مشائخ کے مواعظِ حسنہ خوب خوب ہوتے تھے، حضور قبلہ گاہی کے زمانہ برکت میں رونق افروز ہونے والوں میں، بریلی شریف، کانپور، الہ آباد و لکھنؤ کے علماء کرام ہوتے تھے سہ روزہ اجلاس ہوتا تھا ان جلسوں میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں رحمۃ اللہ، حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری بھی ہوتی تھی، زیادہ تر حضرت مولانا سردار احمد صاحب اور مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن صاحب اور مولانا عبد الحفیظ صاحب حقانی مفتی آگرہ کی آمد ہوا کرتی تھی، نوائے حبیب کلکتہ کے مجاہد ملت نمبر میں مولوی حکیم حاجی خلیل احمد صاحب جائسی کا ایک مضمون شامل ہے، اس میں اُنہوں نے جائس کے جلسہ کے متعلق لکھا ہے کہ مجاہد ملت لباس میں پائجامہ نہیں بلکہ لنگی استعمال کرتے تھے حضرت الاستاذ کے اصرار اور مواقع کی حکمت بتانے کی بنا پر حضرت الاستاذ ہی کا پائجامہ پہن کر جلسہ میں گئے اور تقریر فرمائی۔

حضرت صدر الشریعہ کی رونق افروزی اور عنایات

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے ایک دوسرے موقع پر حضرت صدر الشریعہ کو تشریف لانے کی دعوت بھیجی، آپ تشریف لائے، مثالی استقبال ہوا، قیام حضور قبلہ گاہی کے قیام گاہ پر رہا، قصبہ کے اشراف و عمائد اور اہل اخلاص زیارت کے لیے کثرت سے آتے حضور قبلہ گاہی کی ترغیب سے، بہت سے لوگ

مرید بھی ہوئے انہیں میں حکیم مولوی خلیل احمد صاحب کے والد مولوی عبدالحفیظ صاحب مرحوم بھی تھے، ان کے مذہبی حالات وہابیت زدہ تھے، حضور قبلہ گاہی کی اثر صحبت کے فیض سے صالح الاعتقاد ہوئے فتاویٰ امجدیہ میں اکثر سوالات جائس کے انہیں مولوی عبدالحفیظ کے ہیں انہیں لوگوں میں حاجی بشیر قریشی بھی تھے، جن کو حضور قبلہ گاہی نے پہلے سے کہہ رکھا تھا، اس مجلس میں اُن سے بھی بیعت ہو جانے کے لیے فرمایا وہ بولے مولانا صاحب میں تو آپ ہی سے بیعت ہوں گا، حاجی صاحب کا یہ جواب حضور قبلہ کو ناگوار گذرا، لیکن حضرت صدر الشریعہ نے مسکرا کر فرمایا، یہ ٹھیک کہتے ہیں،" ان کا اعتقاد مولانا آپ ہی سے ہے، آپ ہی انہیں بیعت کرلیں"۔

حضرت امام صدر الشریعہ یہاں گئی رات تک مخلصوں کی محفل میں مصروف ارشاد رہتے اس کے بعد سونے کے لیے لیٹتے تھے، حضرت والدہ ماجدہ کریمہ شفیقہ نے فرمایا رات رات بھر خدمت کی وجہ سے تمہارے اباجان کے انگوٹھے سوج گیے تھے۔ حضور قبلہ گاہی نے فرمایا اس رات جب سب لوگ رخصت ہو گئے، حضرت آرام کرنے کے لیٹے تو پہلے حاجی بشیر کا ذکر کر کے فرمایا آپ کو میری طرف سے میرے تمام سلاسل طریقت کی بھی اجازت وخلافت عامہ ہے اُن کو بیعت کرلیں، صبح کو حاجی صاحب سے بھی تاکید فرمائی اور مجھ سے بھی فرمایا حضور قبلہ گاہی نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حضرت کو معلوم نہ تھا کہ، مجھے اجازت وخلافت حاصل ہے۔

معمولات اور ورزش سلوک

مدرسہ کا انتظام وانصرام، تدریس کے فرائض، مریضوں کا علاج ومعالجہ، پریشاں حالوں کے لیے نقوش وتعویذات، احقاق حق کے لیے دوروں کے سلسلوں کے ہجوم میں ورزش سلوک بھی جاری تھی، ایک بار حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہ کے ذکر پاک کے دوران فرمایا، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے سلوک وتصوف کے سلسلے کے جتنے رسائل ہیں ان کا مطالعہ کیا کرتا تھا اور اد واشغال کی مداومت، تلاوت قرآن پاک کی پابندی کے ساتھ جسمانی صحت کا بھی خیال ملحوظ تھا اوراد واشغال اور ذکر وتہجد کے

بعد سیر کے لیے نکل جاتے، آمدورفت میں ۳ میل کا فاصلہ طے کر لیتے، اس کے بعد ورزش جسمانی کرتے، اتنے میں اذان فجر کا وقت ہو جاتا تو مؤذن کو جگاتے، یا پھر خود ہی اذان دیتے، فجر کی نماز کے بعد سلسلہ کے اوراد و وظائف مشرق رخ بیٹھ کر ادا کرتے ایک جز قرآن پاک کی تلاوت فرما کر مطب کا سلسلہ شروع فرماتے، اس سے فراغت کے بعد تدریس کی طرف متوجہ ہوتے، گیارہ بجے تک یہ معمول ختم ہو جاتا، نماز ظہر کے بعد سے اذانِ عصر تک درس وتدریس کا دور پھر شروع ہو کر ختم ہوتا۔

شیعی فتنہ اور اس کا استیصال

اودھ کے اشراف وعمائد کے خانوادہ کا مؤثر حلقہ نوابانِ اودھ کی نوازشوں کی طمع ولالچ میں رافضی وشیعی بن گیا، جائس شریف کے بھی اشراف وعمائد خانوادہ کا ایک قلیل ترین گروہ بھی اقتدار اور دولت کے حصول کی طرف بڑھا، اور شیعی ہو گیا۔ حافظ سراج احمد امام جامع مسجد جائس نے اپنے دفتر میں شیعیت کے اثر ونفوذ اور اہلِ جائس کے مذہب اہل سنت سے خروج پر بھرپور تبصرہ لکھا ہے اور اس کی تفاصیل کو قلم بند کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

> ”اگرچہ یہاں کے باشندوں کی غالب اکثریت عقیدۂ رفض سے محفوظ و مامون رہی، مگر عقیدۂ تفضیل کی زد میں بہت سے افراد آگئے، حاکم شام حضرت امیر معاویہ کی شانِ رفیع میں ناملائم اور نامناسب کلمات کی ادائےگی عام سی بات تھی“ حافظ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ ”رافضیوں سے اختلاط وارتباط کی وجہ سے خاندانِ اشرفیہ کے سادات بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں دشنام سے باز نہیں رہتے تھے، تفضیلی عقیدہ تو بعد کی بات تھی مولوی ننھے اشرف (نعیم اشرف) اس بلاء سے محفوظ ہیں تو اس کی وجہ مولانا رفاقت حسین صاحب کی شاگردی ہے“۔

مولانا سید ظل حسن صاحب کچھوچھوی نے اس ذکر پر فرمایا حضرت اُستاذ محترم کو ہمارے خاندان کا

حال معلوم تھا اس لیے جب ہم لوگ حضرت سے پڑھتے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر آتا تو ان کے نام کے ساتھ حضرت اور رضی اللہ عنہ کہلواتے ہم لوگ یعنی ماموں جان مولانا سید محمد اکمل حسین غازی بھی حضرت اُستاذ محترم کی وجہ سے اس بلا سے محفوظ ہیں۔

جائس شریف اور نصیر آباد کے رفاض اہل ثروت بھی تھے اور اہل علم بھی تھے اس امتیاز کی وجہ سے انگریزی عہد میں بڑے بڑے عہدوں اور منصبوں پر فائز تھے۔ اور آبادی میں اقتدار بھی رکھتے تھے۔ اسی حاکمانہ قوت کی وجہ سے محرم کی مجالس اور جلوس میں "تبرا" کی بُری رسم میں جری و بے باک تھے، ظاہر ہے، اس فاسقانہ فعل کا کیا ردعمل ہوتا تھا اہل سنت کے قلب مجروح ہوتے تھے، امن و امان خطرے میں پڑتا تھا، حکیم خلیل احمد صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت الاستاذ نے رافضیوں کے عقیدۂ فاسدہ کا شدومد سے رد فرمایا، مولانا غلام مصطفی وارثی مدح صحابہ کا جلوس نکالتے تھے، حضرت الاستاذ نے ان کی سرپرستی فرمائی، اس گام پر بقول حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی شیعوں کے "قلیل و ذلیل" گروہ میں اشتعال پیدا ہوا، اور اُنہوں نے خاص اہل سنت کے محلوں سے تبرا کا پرجوش و مشتعل جلوس نکال کر آسمان سر پر اُٹھالیا، اس گام پر حضور قبلہ گاہی نے اپنے اعوان و انصار اہل سنت کو دفاع پر آمادہ فرمایا اہل سنت نے تھوڑی ہی دیر میں شیعوں کو پسپا کر دیا اور وہ بھاگے، گورنمنٹ کے کارندوں نے گرفتاریاں کیں، دوطرفہ گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ حضور قبلہ گاہی کو بھی حراست میں لیا گیا اور مولانا وارثی کو بھی گرفتار کیا، اس گام پر شیخ منصور احمد صاحب کے زبردست اثر و رسوخ کا اثر ظاہر ہوا، حکومت وقت پابند استبداد تھی حضور قبلہ گاہی نے فرمایا، شیخ صاحب کے زبردست دباؤ کی وجہ سے کلکٹر دم بخود تھا اور یہ بھی فرمایا کہ کلب مصطفی شیعی لیڈر اپنے گروہ کے لوگوں کی خبر گیری کے لیے جیل خانہ پہنچا تو میرے پاس بھی آیا، اور کہا مولانا آپ کو یہاں دیکھ کر مجھے بڑا افسوس ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا اس نے تحریک کی کہ حضور قبلہ گاہی کو جانے کی اجازت دیدی جائے، شیخ منصور احمد صاحب کا اور ان کے خسر محترم کا زبردست دبدبہ تھا، اُن کے خسر صاحب وائسرائے کی کونسل کے ممبر اور نوابان بھوپال کے خاندان کے ممتاز فرد تھے، وہاں کا

حاکم کلکٹر، جیل پہنچا اور رہائی کا حکم سنایا، حضور قبلہ گاہی نے رہائی کی خبر پا کر فرمایا، جب تک سب اہل سنت رہا نہ ہوں گے، میں انہیں کے ساتھ رہوں گا، اقتدار کے پس منظر میں کلکٹر مجبور تھا، سب سے جانے کے لیے کہہ دیا، شیعی بھی چھوڑ گئے، اس میں کوئی شک نہیں کہ شیعی عام حالات میں بڑا احترام کرتے، حضور قبلہ گاہی نماز جمعہ کے لیے جامع مسجد جاتے اُنہیں کا محلہ اور حویلیاں راہ میں پڑتیں، جھک کر آداب بجالاتے مگر حضور قبلہ گاہی نظریں جھکائے اور خاموشی سے گزر جاتے تھے، چند بار اس طرف سے احقر کا بھی گزر ہوا، شیعوں نے یہی سلوک مرعی رکھا۔

تذکرۃ الفاروق

روافض، حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ والا میں بڑی جرأتیں دکھاتے ہیں، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے ان کے فضائل ومحاسن ومحامد میں ایک مختصر مؤثر، جامع اور عام فہم کتاب تحریر فرمائی، موضع موہنا ضلع مدار کا پروا کے رئیس حاجی محمد جعفر خاں صاحب مرحوم نے بیان کیا، حضرت پیر ومرشد نے غریب خانہ پر پندرہ دن قیام فرمایا اسی میں یہ کتاب لکھی اس کتاب کا نام تذکرۃ الفاروق مقرر فرمایا، اس کی تحریر کا کام ۱۳ ذی الحجہ ۵۳ سنہ ۱۳ھ کو مکمل ہوا، اس کی طباعت فرنگی محل لکھنؤ کے دار العلم کے پریس، مطبع یوسفی میں ہوئی اور بلا ہدیہ تقسیم ہوئی۔

مولانا شاہ جلال الدین صاحب بھیکی پور شریف نے اپنی کتاب "ناگپور کا چاند" میں شیعی فرقہ کے رد وابطال اور استیصال کی جدو جہد کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر حضرت الاستاذ نہ ہوتے تو جائس کی آبادی شیعیت اور وہابیت سے زبردست متاثر ہوتی۔ مولانا انوار احمد نعیمی جلال پوری لکھتے ہیں:

"نوابان اودھ نے شیعیت کا پرچار زور شور سے کیا اور اس کی ترویج کے لیے ہر حربہ بروئے کار لائے، زر، زمین، زن کا سہارا لیا۔ اکثر خانقاہوں اور درگاہوں سے وابستہ

افراد اس سیلاب میں بہہ گیے۔ حضور امین شریعت نے ایسے ماحول میں نہایت فہم وتدبُّر سے کام لیااور خانقاہی لوگوں سے مضبوط روابط قائم فرمائے اکثر خانقاہی خانوادے کے لوگوں کو ہم نے برملا اعتراف کرتے سنا ہے کہ اگر حضرت امین شریعت کی رہنمائی اوران کی صحبت ہم لوگوں کو نہ ملی ہوتی تو ہم لوگ بھی شیعہ ہو گیے ہوتے وہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوا کہ حضور امین شریعت کی بافیض صحبت مل گئی کہ ہم لوگ بچ گیے۔ حضرت امین شریعت کی ارشاد وتبلیغ کا جو بہتر اسلوب تھا کم از کم ہم لوگوں کو تو اور کہیں اس کی نظیر نہیں ملتی''۔

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی عنایت

جائس شریف میں شیعہ فرقہ کے ردو استیصال کا تذکرہ تھا، اس وقت فرمایا۔ میر محمد صاحب ساکن کنبھی ضلع راے بریلی، ریاست کدورہ باؤنی میں اعلیٰ عہدیدار تھے ریاست کی خدمت سے سبکدوش ہونے پر جائس میں مقیم تھے، انہوں نے مجھ سے عربی اور دینیات پڑھنے کی خواہش ظاہر کی، میں نے کہا، ہم دونوں ایک دوسرے کے اُستاذ ہو جائیں۔ آپ مجھے انگریزی پڑھادیں، میں آپ کو عربی اور دینیات پڑھادوں ہم دونوں نے پوری توجہ سے پڑھا، میں نے اُن کو عربی اور فقہ اور اصول فقہ پڑھایا ان کی استعداد تشفی بخش ہو گئی اور میری انگریزی اس وقت کے میٹرک کے معیار کی ہو گئی، انگریزی میں اسلامیات کی کتابوں کا مطالعہ آسانی سے کر لیتا تھا لیکن ان سب کے باوجود میر صاحب میں ایک نقص اور کمی بھی تھی، وہ راسخ العقیدہ نہیں تھے، یہ صرف خالص انگریزی تعلیم اور علی گڑھ کا اثر تھا، ایک دن وہ صبح صبح آئے، اب ان کا حال بدلا ہوا تھا نشست کا طریقہ اور گفتگو کا طور بھی بدلا ہوا تھا، میں نے کہا خیر تو ہے، اس ادب وآداب کا معاملہ کیا ہے، کہا بس معاف کر دیجئے، بڑی گستاخیاں ہوئیں، بس ایک ہی درخواست ہے کہ معاف فرمادیں، میں نے کہا، آپ کا اصرار ہے، تو معاف کیے دیتا ہوں تب میر محمد

صاحب نے کہنا شروع کیا۔

مولانا! کیا عرض کریں، شب کے آخر حصہ میں کس مشاہدہ سے گزرا ہوں، کیا اور کیسے عرض کروں دل کے تلاطم کا عجیب حال ہے، اب پھر ایسے مشاہدہ سے گزروں گا یا نہیں، بڑا نورانی منظر تھا، آپ کے ایمانی اور روحانی مراتب سے بھی واقف کرایا گیا ہوں، بڑی ندامت ہے۔ بس معاف کردیں، قسمت آخر شب میں بیدار ہوئی، دیکھتا ہوں اس زیریں حصہ میں نورانی شکلوں کا انبوہ مجمع جمع ہے۔ ایک سرے پر تخت بچھا ہوا ہے، لیکن خالی ہے۔ کسی کی آمد کے سب منتظر ہیں، اتنے میں زبردست روشنی پھیلی وہ بزرگ تخت نشیں ہوئے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ بزرگ گویا ہوئے مولانا رفاقت حسین صاحب کو بلاؤ، آپ کچھ دور پر کھڑے تھے، وہ افرادِ نورانی آپ کی طرف دوڑے اور آپ کو بلا لائے، اسی درمیان میں نے معلوم کیا کہ یہ تخت نشین بزرگ کون ہیں؟ ایک صاحب بولے، تم ان کو نہیں جانتے، یہ حضرت مولیٰ علی، مشکل کشا، شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں مولانا آپ تخت کے قریب جا پہنچے، آپ کو تخت پر آنے کا حکم ہوا، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے آپ کے سر پر عمامہ باندھا اور فرمایا جائیے، میرے اِن نام نہاد محبوں کو ہدایت کیجئے خدائی نصرت آپ کے ساتھ ہے بس میری آنکھ کھل گئی"۔ حضرت قبلہ گاہی نے فرمایا میر صاحب یہ سب کہہ کر مسکرائے۔ حضور قبلہ گاہی نے فرمایا، اس کے بعد ایک دم میر محمد صاحب کے حال میں تغیر ہوا اور دینی تصلب اور پابندی احکام شرع مطہرہ بڑھ گئی۔

مواعظ حسنہ کی مجلسیں اور سامعین کی حالتیں

مولوی حکیم حاجی خلیل احمد صاحب جائسی کی تحریری یادداشتوں کے چند اوراق ان سطور کی تحریر سے تھوڑی دیر پہلے علمی کاغذات سے جھانکتے ہوئے دیکھائی پڑے حکیم صاحب لکھتے ہیں:

"میں نے حضرت الاستاذ کی ایمان افروز مجالس وعظ میں بارہا جوق جوق نیک دلوں کو توبہ کی سرمدی دولتوں کو حاصل کرتے دیکھا ہے۔ ان میں وہ بھی ہوتے تھے، جن کے قلوب ایمان کی روشنی کی

نعمتوں سے خالی ہوتے تھے، اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوئے، سارے مناظر کی تفصیل لکھوں تو سلسلہ دراز ہوجائے گا، ایک مرتبہ ایک تبلیغی سفر میں احقر راقم الحروف ہمرکاب خدمت تھا، سلطانپور کی ایک مسلم ریاست میں حضرت الاستاذ کا ورود ہوا، رئیس کو خبر ہوئی، ان کے کارندے حاضر ہوئے، شب میں محفل مولود شریف کا انعقاد طے پایا، رئیس کے خاندان کے ایک فرد بے حد مئے نوش تھے، لوگوں کے ذریعہ حضرت الاستاذ کو اس کی اطلاع مل چکی تھی، ان صاحب کی شرافتِ طبع کی وجہ سے حضرت ان سے مانوس تھے، مگر جب ان کی مے نوشی کا حال معلوم ہوا اس وقت چہرے پر ملال کے آثار ظاہر ہوئے، محفل میں وہ رئیس زادے بھی باادب حاضر تھے، وعظ شروع ہوا تو حضرت الاستاذ نے منہیاتِ شرعیہ کی دنیوی اور دینی نقصانات اور مضرات پر عجب جذبۂ ایمانی و روحانی سے لبریز تقریر فرمائی، مقصد کی سنجیدگی نے جلد ہی مجمع کو اپنی تاثیر میں لپیٹ لیا، گہری خاموشی اور ایک دوسرے سے بے خبری کا عجیب مکیّف سماں طاری ہوگیا، سنجیدگی و خاموشی نے جلد ہی گریہ و بکا کا ماحول بنا دیا، تقریر ختم ہوئی، رئیس زادے صاحب قابو سے باہر تھے، ان کی حالت بہت قابل رحم تھی، ان کے ہاتھ جو سامان سرمستی اور جام و سبو اور پیمانہ کی طرف اُٹھا کرتے تھے اب توبہ کے لیے حضرت الاستاذ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ میں اس وقت کی منظر کشی سے عاجز ہوں"۔

مولوی حسین احمد صدر دیوبند کے روبرو احقاقِ حق

احقاقِ حق، اثباتِ عقائد حصہ، اصلاح اعمال اور تزکیۂ نفس اور ابطالِ باطل کے مواقع پر قوت سے متوجہ ہوتے مسلم لیگ اور کانگریس کی آویزش کے زمانے میں جائس شریف کے قلیل گروہابیہ کے کانگریسی لوگوں نے مولانا حسین احمد دیوبندی کو کانگریس کی حمایت و نصرت کے لیے بلایا۔ وہ آئے تو جمعہ کا دن تھا، ان کے مذہب کے لوگوں نے چاہا کہ جامع مسجد میں قبل جمعہ یا بعد نماز جمعہ اُن کو تقریر کرنے کی اجازت دی جائے، حضور قبلہ گاہی نے اختلاف فرمایا اور فرمایا کہ انہوں نے اور ان کے اکابر

نے بارگاہ رب العزت جل جلالہ میں اوراس کے حبیب پاک علیہ الصلوۃ والتسلیم کی بارگاہ میں صریح گستاخیاں کر کے دائرہ اسلام سے اپنے آپ کو خارج کرلیا ہے اور مولوی حسین احمد دیوبندی ان عقائد و عبارات کفریہ کے مصدِق و مبلغ و موید ہیں اگر وہ توبہ کرلیں اوراس کا اعلان بھی کر دیں تو بخوشی وہ تقریر کریں بصورت دیگر تقریر کی اجازت نہیں، پھر اس کے بعد کیا ہوا اس کا بیان دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم ابوالحسن علی ندوی وہابی نے اپنی کتاب "پرانے چراغ" میں لکھا ہے۔

"مسلم پارلی منٹری بورڈ کے زمانے میں ایک حلقہ انتخاب میں معیت و ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا ہمارے ضلع رائے بریلی کا دورہ کرنے والے تھے ـــــ جائس کے حلقہ میں دورہ تھا، کار کا سفر تھا، امیدوار صاحب بھی جو یو۔ پی کے ایک مشہور مسلمان بیرسٹر ہیں ہمراہ تھے، جمعہ کی نماز قصبہ کی جامع مسجد میں پڑھی۔

خطیب صاحب حضرات دیوبند کی تکفیر کرنے والوں میں تھے، انہوں نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر بعض بزرگوں کے متعلق بہت کچھ کہا، مولانا سنتوں سے فارغ ہو کر خاموش بیٹھے تھے، نماز ختم ہوئی، خاموشی سے تشریف لے آئے، سفر کے آخر تک بھول کر بھی خطیب صاحب کا تذکرہ نہیں کیا"۔

مولوی دیوبندی بول بھی کیا سکتے تھے، رائے بریلی، پرتاب گڑھ، سلطان پور اہل سنت کی غالب اکثریت والے علاقے تھے، اگر بولتے اور زبان کھولتے تو سید پور کے بنگالی مسلمانوں کے طرز عمل سے سابقہ پڑ سکتا تھا، مولانا ندوی کا آبائی گاؤں ضلع رائے بریلی کے تکیہ نامی گاؤں میں تھا مگر تازندگی ان کو پورب کی طرف تگ و دو بڑھانے کی جرأت نہیں ہوئی۔

سلطانپور کی جامع مسجد میں امامت و تدریس و تبلیغ دین
وہابیت کا قلع قمع

سلطان پور میں ایک ڈپٹی کمشنر بنام مسلم کا تقرر ہوا، وہ لکھنؤ کے مشہور خارجی وہابی عالم، عبدالشکور

کاکوروی کا معتقد تھا۔اس وجہ سے مولوی صاحب کاکوروی کے بھائی مولوی عبدالرحیم کی وہاں آمد ہونے لگی،ایک زمانہ پہلے سلطان پور شہر میں نصیر آباد کے غالی اور متشدد مولوی محمد امین کا دورہ ہوتا تھا،یہ محفل مولود شریف کے انعقاد کے سخت مخالفین میں تھے اگر کسی نے محفل مبارک کی مجلس منعقد کرلی،ان کے اور ان کے مریدوں کے تشدد اور زدوکوب کا شکار بنتا،وہ اس طریقۂ نازیبا کو"توحید خالص" کا جذبۂ کاملہ کہتے تھے یہ سب کچھ ہوتا تھا،اہل سنت پٹتے تھے مگر محفل پاک ضرور منعقد کرتے۔

سلطان پور شہر بھی حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی تبلیغی سرگرمیوں میں داخل وشامل تھا،جب مولوی عبدالرحیم کاکوروی کی آمد بہت بڑھی،تو طبقۂ اہل سنت میں بھی بے چینی بڑھی،ان حضرات کا حضور قبلہ گاہی پر اصرار بڑھا اور وہ حضرات سلطان پور کی اقامت پر مُصر ہوئے،دینی مصالح کی بنیاد پر حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے سلطان پور میں قیام منظور فرمالیا،حافظ سراج احمد صاحب امام جامع مسجد جائس شریف کے دفتر میں سلطان پور میں وردو کا سنہ موجود ہے تاریخ کا اندراج تو نہیں ہے مگر اگست ۱۹۴۴ءسنہ ضرور مرقوم ہے،حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے یہاں پہنچ کر جامع مسجد میں قیام فرمایا،امامت وخطابت کے ساتھ تبلیغ اور تدریس کا سلسلہ شروع کیا،حضرت شاہ حضور اشرف صاحب کے فرزند مولانا سید جلال الدین اشرف مولانا سید نعیم اشرف مولانا حکیم خلیل احمد صاحب جائسی،مولانا حکیم بشارت حسین صاحب نہال گڑھ مولانا جلال الدین تاجی بھی پہنچ گئے اور تدریس کا پر جوش سلسلہ جاری ہوا۔

جامع مسجد سلطان پور کی تاسیس وبنا کا واقعہ بھی عبرتوں اور نصیحتوں کے دفتر سے خالی نہیں ہے۔اس مقام پر جہاں آج جامع مسجد کی نور بار عمارت کھڑی ہے،وہ مقام سطح زمین سے بلند ایک چبوترہ تھا،سلسلۂ چشتیہ فخریہ کے باثر درویش حضرت حاجی شاہ عبداللطیف صاحب عرب شریف کے چالیس سال کے قیام کے بعد سیاحتِ عالم فرماتے ہوئے،واپس ہندوستان تشریف لائے اور نواحِ سلطان پور کے نامی گاؤں ستھن شریف کو اپنا مستقر بنا کر دورہ شروع فرماتے ہوئے سلطان پور بھی رونق افروز ہوئے،حضرت شاہ صاحب محفل مولود شریف کے انعقاد کے والہ وشیدا تھے،سلطان پور میں اس چبوترہ پر

مولود شریف کرانے کاارادہ فرمایا،مقررہ وقت پر چبوترہ پر تشریف فرما ہوئے،تو بڑا مجمع موجود پایا،لوگوں نے بتایا،یہ لوگ مولوی امین کے جرگے کے افراد ہیں،محفل مولود شریف کے انعقاد سے مانع ہیں، حضرت شاہ صاحب نے فرمایا اگر یہ لوگ محفل مولود شریف کے انعقاد کو روکتے ہیں تو نہ کرو،گھر میں کرلیں گے،لیکن اس کے بعد اس مقام پر یہ محفل مبارک ہوا کرے گی اور کسی کے روکے سے بھی نہ رکے گی، چنانچہ عاشقانِ محفل مولود شریف نے مدّت بعد اس مقام پر مسجد شریف تعمیر کرائی اور حضرت شاہ صاحب نے اس مسجد شریف میں پہلی جماعت کی نماز پڑھائی اور مولود شریف پڑھوایا۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی دینی جدوجُہد نے وہابیت کی راہ میں بندھ باندھ دیا،اُن کے اصل عقائد سے واقف ہوہو کر مسلمان الگ ہونے لگے،اہل سنت کی قوت واقتدار کے آگے وہابیت بے بس ہوئی،اس بے بسی میں استمداد کے منکروں نے المدد یا پولس کی گوہار لگائی ڈپٹی کمشنر سے خفیہ ساز باز ہوئی اس نے چال چلی مولوی عبدالرحیم اور حضور قبلہ گاہی کے نام حکم نامہ جاری کیا،کہ دونوں سلطان پور خالی کردیں،چنانچہ حضور قبلہ گاہی ۱۹۴۵ء کے اواخر میں جائس واپس تشریف لے گئے،مگر اہل سنت کی صلابت مذہبی اور جرأت قلبی نے یہاں پر اہل سنت کا مضبوط قلعہ قائم کر دیا۔

ایک داروغہ کا احتیاط وتقویٰ

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے سلطان پور کے ایک داروغہ صاحب کی دینداری اور احتیاط وتقویٰ کے بارے میں فرمایا کہ یہاں ایک داروغہ صاحب آئے،وہ گھوڑا کی سواری میں دورہ کرتے،جہاں جاتے وہاں گھوڑے کو یونہی چھوڑ دیتے،ایک بار کسی مقام کے دورے میں گیے اور گھوڑا یونہی کھلا چھوڑ دیا،لوگوں نے کہا داروغہ صاحب گھوڑا بندھوا دیں چنے کی فصل ہے،گھوڑا کھیت میں چرنے لگے گا،داروغہ صاحب نے کہا کہ جس دن گھوڑے نے کسی کے کھیت میں منہ ڈال دیا میں سمجھوں گا میری کمائی میں حرام مال شامل ہوگیا ہے حضور قبلہ گاہی نے یہ فرما کر بڑے تاثر کے ساتھ فرمایا ایسی احتیاط اور ایسا تقویٰ تو اب خانقاہوں میں بھی نہیں ہے۔

جنّاتوں کی حکایات

عبدالمجید صاحب مرحوم ساکن محلہ قضیانہ کلاں، جن کی والدہ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی اولین مریدہ تھیں، انہوں نے راقم الحروف کو بتایا کہ مدرسہ میں ایک لڑکے کا قرآن پاک ختم ہوا، تو اس نے کہا، کہ قرآن پاک ختم کرنے کی خوشی میں ہمارے والد صاحب نے میلاد شریف کی محفل منعقد کی ہے آپ کی دعوت کی ہے اور آپ کو بلانے کے لیے بھیجا ہے، عصر کے بعد اس کو ہمراہ لے کر جائس سے جانب شمال چلے، آبادی سے باہر جا کر لڑکے نے کہا، حضرت، جنات آنکھ بند کرا کر سفر طے کر دیتے ہیں، ہم دونوں آنکھ بند کر کے دیکھیں کوئی جنات راستہ طے کرادے۔ حضرت نے اس کی خوش طبعی کی بات سن کر آنکھ بند کی، آنکھ کھولی تو ایک غیر مانوس مقام پر ایک محل کے سامنے اپنے کو کھڑا پایا، لڑنے کہا حضرت آپ یہاں ٹھہریں، میں ابھی آتا ہوں، تھوڑی دیر بعد وہ لوگوں کے ساتھ واپس آیا، ایک معمر شخص نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا اور کہا حضرت یہ میرا لڑکا ہے اس نے قرآن پاک ختم کیا اس کی خوشی میں یہ محفل ہو رہی ہے، ہم لوگ قوم اجنّہ سے ہیں محفل کے اختتام پر، بہت سے تحفے تحائف کے ساتھ وہ لڑکا ہمراہ آیا۔

قصبہ جائس سے جانب شرق وجنوب، شرفاء، واہل علم وفضل کی بستی، قصبہ ''کنبھی'' ہے۔ حضرت سلطان اورنگ زیب غازی کو یہاں سے خاص تعلق رہا، یہاں کی دینی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لیے حضور قبلہ گاہی نے اپنے تلمیذ رشید مولانا سعید احمد جائسی کے خاص شاگرد اور حامی سنّت عالم، مولانا محمد عبد السلام صاحب فتحپوری کا انتخاب کیا، وہ یہاں تشریف فرما ہو کر دین کی خدمت میں لگے، دعوتِ اسلامی کے بانی اور امیر مولانا محمد الیاس قادری کو انہیں سے پہلی خلافت حاصل ہوئی، مولانا محمد عبد السلام صاحب نے راقم الحروف سے بیان فرمایا، یہاں کنبھی میں کثرت سے جنّات آباد ہیں، ایک بار حضرت سلطان المناظرین مفتی اعظم کانپور قبلہ یہاں تشریف فرما ہوئے، اور بندہ نے عرض کر کے قیام اپنے یہاں رکھا، شب کے آخر حصہ میں باتیں کرنے کی آواز سنائی دی، تو آنکھ کھل گئی کچھ دیر آوازیں سننے کے بعد حاضر ہوا تو میرا آنا حضرت کو

ناگوار ہوا ایسا چہرہ کے اُتار چڑھاؤ سے معلوم ہوا، حضرت پلنگ پر آرام فرما تھے دس بارہ افراد نیچے بیٹھے تھے، جن کو پہلے کبھی دیکھا نہ تھا، میں بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد وہ سب رخصت ہوگئے۔ان کے جانے کے بعد میں نے عرض کیا یہ لوگ کہاں کے تھے میں نے کبھی اُن کو دیکھا نہیں، فرمایا یہ لوگ نہیں تھے، اجنہ تھے اور یہاں ہی کے ہیں، سلسلہ میں داخل ہونے آئے تھے، کچھ مسئلہ پوچھا اور اوراد حاصل کیے۔حضرت مولانا محمد عبد السلام نے فرمایا، ایسا میں نے کئی بار دیکھا تو سمجھ گیا، کہ یہ حضرت مفتی اعظم امین شریعت شیخ الانس والجن کے مرید ہیں۔

کانپور کے دورِ قیام میں عبد الجبار قریشی چوڑی والی گلی مول گنج کی بھتیجی کو آسیبی خلل ہوا، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ سفر سے واپس ہوئے، عبد الجبار بھائی اس کو ہمراہ لے کر گھر والوں کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے، آنے کے ساتھ ہی اس کے سر سے جنات نے بلند آواز سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا حضور قبلہ گاہی نے جواب دیا معاً بولا مولانا بہت دن کے بعد ملاقات ہوئی، حضور قبلہ گاہی نے پوچھا، کہاں ملاقات ہوئی تھی، وہ جنّات بولا، جائس میں ملاقات ہوئی تھی، فرمایا ملاقات ہوگئی کہا جی ہاں ملاقات ہوگئی، فرمایا جب ملاقات ہوگئی تو جاؤ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کی آواز بلند ہوئی اور وہ لڑکی سنبھل کر بیٹھ گئی۔

متحدہ بنگال گورنمنٹ میں منصب افتاء

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے بڑے ماموں، بڑے با اثر اور ممتاز عمائدین میں تھے، اُن کے سسرالی رشتہ دار ڈاکٹر فضل الرحمن غیر منقسم ہندوستان کے بنگال میں پہلے انسپکٹر آف اسکولز تھے، پھر ڈائریکٹر آف ایجوکیشن ہوگیے وہ ایک بار آئے تو آپ کے ماموں نے بلا بھیجا، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بنگال حکومت، مفتی اعظم کا عہدہ قائم کرنے والی ہے، آپ تیار رہیں جب میں خط لکھوں، آپ انٹرویو کے لیے کلکتہ آجائیں، کچھ عرصہ کے بعد خط ملا فلاں تاریخ تک کلکتہ پہنچیں حضور قبلہ گاہی جائس شریف سے کلکتہ گیے اور انٹرویو میں شریک ہوئے، شفارشیں بڑی تھیں تقرر کا قوی امکان تھا، واپسی میں اپنے اُستاذ مکرم حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت طلب کی جواب ملا ”کیا لغو ارادہ ہے،

مولانا مشتاق احمد صاحب کانپوری کے ساتھ کیا گیا ہوا، مدرسۂ عالیہ کلکتہ کے شیخ التفسیر ہوئے جگہ مستقل ہوئی، تنخواہ بڑی ہوئی، مگر آئے دن پابندی کے احکامات جاری ہونے لگے، اور ان کی زبان پر پابندی لگ گئی''، تفصیلات کا علم نہیں کہ پھر اس عہدہ کا کیا ہوا۔

ڈھاکا یونیورسٹی میں صدارتِ شعبۂ دینیات

ڈھاکا یونیورسٹی میں شعبۂ اسلامیات کی اسامی خالی ہوئی، ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب نے پھر توجہ دلائی اور کہا کہ یہ علمی شعبہ ہے، کیا حرج ہے درخواست دیجیے اور مسلم لیگ کے کسی بے حد بااثر شخص کا شفارشی لیٹر بھی حاصل کیجیے، مولانا حسرت موہانی مرحوم سے اجمیر مقدس کے دورِ طالب علمی سے خاصے تعلقات تھے، اس وقت وہ اپنے پیر خانہ حضرت فرنگی محل لکھنؤ میں مقیم تھے، اُن سے جا کر ملے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے بارہا فرمایا، ایسی شفارشی تحریر میں نے آج تک کسی کی نہیں دیکھی، چھوٹے چچا مرحوم ڈاکٹر حبیب الرحمن صاحب انگریزی کے ان الفاظ کو بڑی مسرت سے دہراتے تھے، اور اُنہوں نے اپنے مضمون میں بھی اس کو لکھا ہے، مگر اس گام پر بھی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی ناراضی کا سامنا ہوا، بڑے ابا مرحوم اس معاملہ میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے ناخوش تھے۔

جائس شریف کا آخری سفر اور نم دیدہ واپسی

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ جب یہاں سے کانپور تشریف لے گئے، یہاں کے مخلصین سے روابط قائم رہے اور رشد و ارشاد اور ہدایت و تبلیغ دینی کا اس دیار میں برابر سلسلہ جاری رہا، ایک زمانے میں ایک ماہ میں کئی کئی بار دورہ ہوتا تھا، عام طور پر سال میں پانچ چھ بار ضرور تشریف لے جاتے تھے، شادی غمی کی محفلوں کی تقریبات میں شرکت فرماتے تھے، لیکن یہاں پر ہم اس دورہ کا خاص طور پر ذکر کر رہے ہیں، جو اس دیار کا آخری دورہ اور آخری سفر تھا، وصال شریف سے سال بھر پہلے وہاں تشریف لے گیے، یہاں کے مخلصین کے سامنے اپنی ظاہری زندگی کے اختتام کا بار بار ذکر فرماتے اور کہتے اب ہم بھی جلد ہی

جانے والے ہیں، یہ ہمارا آخری سفر ہے، پھر نہ آوں گا، اسی موقع پر مخلصین کے جم غفیر میں فرمایا، اس سفر کے بعد آپ لوگ ہم کو نہ دیکھ سکیں گے، جس کو سلسلہ میں داخل ہونا ہو، ہو جاے، اس فرمانے کی خبر تیزی سے پھیلی اور ارباب اخلاص مور و ملخ کی طرح آ آ کر سلسلہ میں داخل ہونے لگے، حاجی عبدالوحید صاحب ابن حاجی عبدالسبحان صاحب مرحوم ساکن، محلہ قضیانہ کلاں اور دیگر اہل اختصاص افراد نے راقم الحروف کو بتایا کہ اس بار کا دورہ ایک خاص شان سے ہوا، آپ نے فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ جائس کو چاروں طرف سے دیکھ لوں، قدیم ترین یکہ والے کو بلا کر اپنی خواہش کا اظہار فرمایا، وہ مقررہ وقت پر یکہ لے کر حاضر ہو گیا، چند مخلصین یکہ پر ساتھ بیٹھے اور باقی سے فرمایا، کہ تم لوگ فلاں مقام پر جاؤ چاروں طرف کا دورہ ہوا، اس کے بعد سب کے ساتھ جائے قیام پر واپس آئے، جب واپسی ہوئی، جم غفیر رخصت کرنے کے لیے اسٹیشن پہنچا، رخصت کرنے کے مناظر پہلے بھی سامنے آتے تھے، مگر اس بار آپ واپسی کے وقت نم دیدہ تھے اور جب ریل گاڑی چلی آپ کھڑکی سے سر، باہر نکال کر اس وقت تک مخلصین کو دیکھتے رہے، جب تک گاڑی نے رخ نہیں بدل دیا۔

باب ۵

کانپور میں دینی اور علمی ثروت وشوکت

اسلامی ہند میں علم ومعرفت کا مرکز

حضور قبلہ گاہی امین شریعت قدس سرہ کے وجود گرامی کی برکتوں سے کانپور اور ارض ہند میں جو دینی علمی روحانی معاشرتی کارنامے انجام ظہور پذیر ہوئے، ان کے ذکر سے پہلے قدرے واجب کانپور کی دینی وعلمی ثروت وشوکت اور سربلندی کا بیان بھی ضروری ہے، اس پس منظر میں کارناموں کی قدر وقیمت بھی معلوم ہو سکے گی اور یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ اس شہرِ علم وفضل میں علم ومعرفت کے کیسے کیسے جواہر زواہر مدفون ہیں اور رجالِ دینی کا کیسا کیسا اثر ونفوذ تھا اور خود حضور قبلہ گاہی کی ذات مقدسہ سے کیسا فیضان جاری ہوا اور کانپور سے کس طرح اہل سنت کا بول بالا ہوا اور وقارِ سنّیت اور تقدس وعظمت حق کا کیسا قطب مینار بلند ہوا۔ جس نے ہندوستان میں کانپور کو اہل سنت کی قیادت کا مستحکم مرکز بنایا۔

اودھ کی نوابی کے زمانے میں گنگا ندی کے کنارے دور دور تک انگریزوں کی فوجی چھاؤنی

تھی اور وہ علاقہ ملٹری کیمپ کہا جاتا تھا یہی کیمپ، کمپو کہلایا، پھر کثرت استعمال سے کانپور ہو گیا، اب وہ علاقہ وخطہ پرانا کانپور کہا جاتا ہے، انگریزی چھاونی کی وجہ سے یہاں کی آبادی میں بڑی ترقی ہوئی، تیزی سے آبادی بڑھی، تاجر طبقہ نے بھی اس کی طرف توجہ کی، یہاں ان کا خاصا بڑا طبقہ آ کر کے آباد ہوتا گیا، ان تجارتی سامانوں کی رعایت سے وہ محلّے انہیں کے نام سے موسوم ہوتے گئے۔ بانسمنڈی بانس اور لکڑی کے تاجروں کا علاقہ کہلایا، اونٹ وہاتھی کے خرید وفروخت کا خطہ شتر خانہ کے نام سے نامسزد ہوا، سبزیوں کی تجارت کا مرکز سبزی منڈی مشہور ہوا، جمالوں اور قلیوں کی بود وباش کا محلہ قلی بازار کہا جانے لگا، پھونس اور سرکی کی تجارت والا علاقہ سرکی محال، کمہاروں کے کاروبار کا خطہ کھپرا محال، بکرے کا گوشت بازار، بکرمنڈی، مصری وشکر کا بازار مصری بازار، ناچنے گانے والوں کا محلہ، ناچ گھر، اور بڑے گوشت کا بازار، بوچڑ خانہ کلاں اور بوچڑ خانہ خورد اور دودھ مکھن کے سامانوں کا علاقہ مکھنیا بازار، لوہے کے کاروبار والا جرنیل گنج، غرض یہ کہ اپنے اپنے مالوں اور سامانوں کی وجہ سے وہ علاقے اُسی نام سے موسوم ہوتے گیے، یہاں کے منتشر تاریخی حوالوں سے یہ حقیقت متحقق ہے کہ، یہاں کے تاجروں کے دل نیکی کے جذبات سے معمور تھے، وہ اپنی پاک کمائی کو دین کی نصرت کے لیے خرچ کرنے کا بھی فراواں جذبہ رکھتے تھے، اُن کے جذباتِ صادقہ علمائے حقانی کے قدوم کو سر کا تاج بنانے کو اپنی سعادتمندی اور نصیبہ کی ارجمندی سمجھتے تھے، تاجروں کے طبقوں نے اپنے اپنے علاقوں اور خطوں میں مسجدیں تعمیر کروائیں، اور ان میں مدارس جاری کرائے، ان کی پاک نیتوں کی برکتیں تھیں کہ علمائے حقانی نے بھی اس مقام کا رخ کیا، اور وسادۂ تدریس وارشاد بچھا کر فیض رسانی میں مشغول ہوئے۔

رونق بہارِ دینی، علماء وعرفاء

راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق اس سرزمین پر علماء وعرفاء کے طبقہ میں سے سب سے پہلا قدم میمنت لزوم حضرت مولانا شاہ سید غلام رسول رسول نما نقشبندی معروف بہ دادا میاں متوفی ۱۲۱۲ھ کا آیا،

ان کی ولایت و بزرگی کا عام چرچا تھا، آپ ہتگام ضلع فتحپور ہسوہ کے ذی اقتدار سادات کے خانوادہ کے رکن رکین تھے، ان کا آستانہ اب بھی مرجع خلائق ہے، آپ کے بڑے صاجزادے شمس العلماء مولانا سید عبدالحق کانپوری صفِ اوّل کے عالم و درویش تھے، دہلی، الور اور لکھنؤ میں مرجع انام حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی قدس سرہ کے ساتھ رہ کر علوم کی تحصیل کی اور تبحّر تام حاصل کیا۔ اس کے بعد حج وزیارت کے لیے گیے، واپسی پر کانپور میں مجلسِ تدریس علوم برپا کی، شیریں کلام ذہین وفطین اور صاحب تقویٰ تھے، ان کے علوم و معرفت کی تحسین وتعریف حضرت علامہ خیرآبادی کی زبان مبارک سے سن سن کر والئی ریاست رام پور نواب حاجی کلب علی خاں علیہ الرحمہ نے تشریف لانے کی دعوت بھیجی، حضرت علامہ کی تائید پر رام پور تشریف لے گیے اور مدتوں وہاں مشغول رشد وہدایت رہے، وہاں سے نواب وقار الامراء نے دعوت دے کر حیدرآباد دکن بلایا وہاں تشریف لے گیے، انہوں نے اپنے محل، فلک نما میں آپ کے مواعظ کی تقریب منعقد کی اور اس محفل پاک میں آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور اقامت پر اصرار کیا، اس کو آپ نے منظور فرمایا اور تا زندگی وہاں تشریف فرما رہ کر ۱۳۱۳ھ میں وصال فرمایا۔ مولوی اسماعیل دہلوی کے والہ وشیدا مولوی حیدر علی ٹونکی برسوں بعد مولوی اسماعیل کی ناجائز طرفداری میں ان سے بھی گری زبان میں وسوسۃ الخناس لکھ کر بارگاہ رسالت مآب میں تقصیرات کے مرتکب ہوئے۔ اس وقت آپ نے تحفظ ناموس رسالت ﷺ میں چند رسالے لکھے جسے اکابر اسلام دہلی و رام پور نے قبول کی نظروں سے دیکھا اور تائید وتصدیق تحریر فرمائی۔

دوسرا قدم تاج العلماء العرفاء، زبدۃ المحدّثین حضرت مولانا شاہ محمد سلامت اللہ کشفی بدایونی قدس سرہ (وصال ۱۲۸۱ھ) کا آیا۔ حضرت ممدوح نے محلہ "پرانے ناچ گھر" میں قیام فرمایا، ان کو زبردست قبول عام حاصل ہوا، اُن کو حضرت مولانا سید مجدالدین عرف ملا مدن شاہ صاحب شاہ جہانپوری اور علماء بدایوں سے تلمذ کا شرف حاصل تھا، حضرت ممدوح دہلی کی اس مشہور درسگاہ کے بھی فیض یافتہ تھے۔ جس کے مسند ارشاد وتدریس کی رونق اس وقت حضرت شاہ رفیع الدین محدث (وصال ۱۲۳۳ھ) تھے، ان سے علوم حدیث کی

درسی کتابیں تمام کیں تھیں اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث نے سند واجازت مرحمت فرمائی، سلوک باطن اور تجلیۂ روح اور تطہیر قلب کے لیے، عالم قلب عارف رب حضرت شاہ آل احمد برکاتی اچھے میاں قدس سرہ (وصال ۱۲۶۲ھ) کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب کرم ہوئے، تکمیل باطن کے بعد اجازت وخلافت کی برکتوں سے سرفراز کیے گیے، حضرت ممدوح حضرت اچھے میاں قدس سرہ کے منتخب روزگار خلیفہ و مسترشد تھے، حضرت اچھے میاں نے اپنے برادر زادہ اور ہونے والے جانشین موصل الی اللہ حضرت شاہ آل رسول احمد قدس سرہ کی خدمت تدریس سپرد فرمائی، حضرت شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ (وصال ۱۲۹۶ھ) فرماتے بحمدہ تعالیٰ میرے تمام اساتذہ عرفاء پاک پروردگار تھے، حضرت مولانا بدایونی زمانے تک لکھنؤ میں مقیم رہے جہاں روافض کا غلبہ تھا، وہاں آپ نے ردّ روافض میں ایک کتاب لکھی، جس کی وجہ سے روافض درپے آزار ہوئے، اس وقت آپ نے نقل مکانی فرمایا اور کانپور آگیے، یہاں پہنچ کر مسجد و مدرسہ تعمیر کرایا، جس کی تکمیل ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء کو ہوئی، حضرت ممدوح نے علوم کی تدریس اور تفسیر وحدیث کا فیض پوری قوت سے جاری فرمایا، اطراف وکناف کے طالبان علوم کا ہجوم ہوا، ان میں کے بہت سے کامل واکمل اور مکمّل بھی ہوئے اور مرجع اہل اسلام بنے۔ طریقۂ عزیزی کے مطابق ہفتہ میں دو بار وعظ فرماتے، جمعہ کی نماز سب مساجد سے آخر میں ہوتی اس کے بعد عصر تک وعظ فرماتے خلائق مور وملخ کی طرح جمع ہوتی، بیعت وارشاد اور تزکیہ باطن کا سلسلہ بھی مواج تھا، اگر ایک طرف آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر تھی تو دوسری طرف خلفاء ومجازین بھی بکثرت تھے، تصنیف دینی کی طرف بھی توجہ تھی، ۱۱۹۸ھ سال ولادت ہے اور ۳ رجب ۱۲۸۱ھ کو وصال فرمایا، حسب وصیت مسجد شریف کے صحن اور مدرسہ کے درمیان مدفون ہوئے۔ حضرت ممدوح کے تلامیذ کرام میں حضرت شاہ آل رسول صاحب مارہروی حضرت مولانا شاہ سید محمد عبداللہ بلگرامی اور حضرت مولانا شاہ محمد عادل ناروی الہ آبادی اسلام کے سرمایۂ گراں قدر تھے قدس اللہ اسرارہم۔

حضرت شاہ سلامت اللہ محدث بدایونی کی جانشینی کی مسند ان کے تلمیذ ارشد واعظم حضرت مولانا شاہ

محمد عادل صاحب کے حصہ میں آئی، ان کی ولادت گیارہویں ربیع الثانی ۱۲۴۱ھ میں نارہ الہ آباد میں ہوئی، چھ برس کی عمر میں اپنے والد مولوی شیخ محی الدین بخش صاحب منصف عدالت فتحپور ہسوہ کے پاس آگیے، یہاں کے علماء سے علوم کی تحصیل کی ۲۰ برس کی عمر میں ۱۲۷۱ھ میں حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ محدث کی خدمت میں حاضر ہوئے، تحصیل علوم میں شاغل ہوئے، ۱۰ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ کو فضیلت کی سند پائی، ۱۲۹۲ھ میں دہلی کے مشہور ہادی و مرشد حافظ شاہ عبد العزیز صاحب متوفی ۱۲۹۶ھ سے بیعت ارادت حاصل کی اور اسی مجلس میں مجاز بھی بنائے گئے۔ ۱۲۹۷ھ میں حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی نے بھی اجازت وخلافت عطاء فرمائی مولانا شاہ محمد عادل صاحب بھی مرجع انام تھے فتاوے انہیں سے حاصل کیے جاتے تھے، ان کے فتاویٰ کے نقول کی ضخیم ضخیم جلدیں تھیں، جو دیمک کی نذر ہوئیں، مہر کا سجع "حاکم محکمۂ شرعی محمد عادل تھا، ۱۳۲۵ھ میں وفات پائی اور اُستاذ کے قدموں میں جگہ پائی حضرت ممدوح کا بھی دریائے علم مواج رہا، ان کے صاجزادے حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب تھے ان کی ولادت ۱۲۹۲ھ میں ہوئی ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ کو وصال ہوا۔

حضرت مولانا مفتی عنایت احمد کاکوروی اور ان کے تلامیذ کبار

حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ محدّث قدس سرہ کے آخر زمانۂ حیات میں حضرت مولانا مفتی عنایت احمد ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۰ء میں کانپور تشریف فرما ہوئے، انہوں نے مفتی رام پور حضرت مولانا شرف الدین تلمیذ حضرت بحر العلوم امام عبد العلی محمد فرنگی محلی اور حضرت مولانا نور الاسلام از اخلاف کبار حضرت شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی سے اکتساب علوم کر کے مولانا بزرگ علی مارہروی کی خدمت میں علوم ریاضی کی مزید تحصیل کی، مولانا مارہروی علاوہ دیگر اساتذہ کے حضرت شاہ سلامت اللہ صاحب سے بھی فیض یاب ہوئے تھے استاذ صاحب ریاست ٹونک ۱۲۶۲ھ گیے تو جامع مسجد نواب ثابت خان کول کا مدرسہ ان کے سپرد کیا، انگریزی حکومت نے بھی مفتی مقرر کر دیا پھر عدالتِ منصفی کا منصف بنایا،

یہاں سے پھپھوند ضلع اٹاوہ کی منصفی پر تبادلہ ہوا، یہاں سے بریلی بھیجے گیے۔ اب صدرالصدور بن گیے، جہاں بھی رہتے، طلبہ کی ایک جماعت ہمراہ رہتی، بریلی میں بھی تدریس کا سلسلہ بدستور جاری رکھا۔ ۱۸۵۷ء میں ہنگامہ برپا ہوا، مفتی صاحب ناحق ملزم گردانے گیے، گرفتاری کا حکم جاری ہوا، گرفتار ہوئے۔ جیسے بیٹھے تھے، اُٹھ کر چل دیئے۔ کالاپانی کی سزا ہوئی وہاں پہلا کام یہ کیا کہ حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں "تاریخ حبیب الہ" ۱۲۶۹ھ تصنیف فرمائی۔ حافظ وزیر علی صاحب داروغہ جیل کو پڑھانے کے لیے علم صرف کی بابرکت کتاب علم الصیغہ بنام تاریخی ۱۲۷۶ھ تحریر فرمایا۔ کالاپانی کے ایک بڑے انگریز افسر کی خواہش پر تقویم البدان کا اردو ترجمہ لکھا، اس نے سعی کر کے مفتی صاحب کو رہائی دلائی بلکہ عہدہ پر بحال اور صدرالصدوری کے منصب کا پروانہ بھی منگوا کر دیا، مگر آپ نے معذرت کی، اصرار بڑھا تو قبول فرمالیا لیکن جہاز میں بیٹھتے ہی پروانہ کو پھاڑ کر پھینک دیا یہ اولوالعزمی تھی، کہ اس زمانے کے آٹھ سو روپے ماہوار کی تنخواہ کو لات ماری، اُستاذ العلماء مولانا محمد لطف اللہ صاحب شاگرد ارشد نے تاریخ کہی "اِنّ اُستاذی نجا"۔

حضرت مفتی صاحب نے واپس ہونے پر مدرسہ جاری کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اویس زماں حضرت مولانا شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادی کے مشورہ سے کانپور کے تاجروں نے مفتی صاحب کو کانپور آ کر مدرسہ قائم کرنے کی ترغیب دی حضرت مفتی صاحب نے اپنے تلمیذ خاص مولانا مفتی لطف اللہ صاحب اور مولانا سید حسین شاہ نجاری اور مولانا نواب عبدالعزیز خاں بریلوی کو بلا کر مشورہ کیا اور سب کے اتفاق سے مکھنیا بازار کی مسجد شریف میں جو، اب گھڑے والی مسجد کے نام سے موسوم ہے، مدرسہ جاری فرمایا اور مدرسۂ فیض عام نام قرار پایا، یہ نام کسی اور کا تجویز کردہ معلوم ہوتا ہے اگر حضرت مفتی صاحب نے یہ نام رکھا ہوتا تو ضرور تاریخی نام ہوتا۔

۱۸۵۷ء کے بعد یہ پہلا عظیم الشان مدرسہ تھا، جو کانپور میں قائم ہوا اور اُس نے جلد ہی شہرت کے پر پر شہرت حاصل کرلی۔ دو ڈھائی برس بعد آپ نے حج و زیارت کا عزم و ارادہ ظاہر فرمایا وطن سے

روانہ ہوئے، بمبئی سے جہاز سے چلے، جدّہ کے قریب ۷ شوال المکرم ۱۲۹۷ھ کو جہاز پہاڑ سے ٹکرایا اور غرق ہوگیا، آپ بھی بحالتِ احرام غریق بحرِ رحمت ہوئے۔ آپ امام عصر عالم تو تھے ہی عاشق وذاکر رسول اللہ ﷺ بھی تھے۔ "تاریخ حبیب الٰہ"، "فضائل درود وسلام" ان کے احوال باطن اور قرب کا ترجمان ہے۔ "وظیفۂ کریمہ" اوراد وظائف کا رسالہ موجزہ ہے، ان کے بہت سے شاگرد تھے، سفرحج وزیارت کے موقع پر مولانا سید حسین شاہ بخاری اور مولانا مفتی لطف اللہ صاحب کو مدرسہ سپرد فرما گیے، مولانا بخاری صاحب چند برسوں کے بعد بھوپال چلے گیے۔

حضرت استاذ العلماء علی گڑھی

اسلامی علوم کے شہریار

مدرسہ کو ترقی وفروغ اُستاذ العلماء مولانا محمد لطف اللہ صاحب کی ذات سے ہوا، اُنہوں نے یہاں سات برس قیام فرمایا ۱۲۸۵ھ میں اُن کے وطن کول علی گڑھ میں ان کے شاگرد اور نامور وکیل مولوی خواجہ محمد یوسف صاحب تھے، وہ سرسید کے ابتدائی رفقاء میں سرگرم تھے اور کالج جو اس وقت اسکول تھا، اس کے عہدیدار تھے، مذہب کے تعلق سے بے اعتنائی ہی نہیں خطرناک عزائم سے وہ واقف ہوئے تو انہوں نے تحفظِ اسلام اور علوم دین کے فروغ وتحفظ کے لیے جامع مسجد کے مدرسہ کو دوبارہ جاری کیا اور استاذ العلماء کو باصرار بلایا، چنانچہ وہ وہاں تشریف لے گیے۔ آپ کا تشریف لے جانا بابرکت ثابت ہوا، آپ کی درسگاہ ہیرا تراش تھی دوسری طرف سرسید کے عزائم پر بھی بند، بندھ گیا اُستاذ زمن مولانا شاہ احمد حسن پنجابی اوران کے رفقاء بھی ہمراہ گیے اور وہاں ہی علوم کا تکملہ فرمایا، اس عہد کا شاید ہی کوئی علامۂ اجل ہوگا، جس نے علی گڑھ جا کر اپنی دستار کے طرہ میں اس اکمل کی بارگاہ سے تکمۂ امتیاز نہ لگوایا ہو۔

استاذ زمن مولانا شاہ احمد حسن فاضل کانپوری قدس سرہ

دینی وعلمی سروری

اُستاذ زمن حضرت مولانا شاہ احمد حسن فراغت کے بعد بھی برسوں مدرسۂ جامع مسجد میں مشغول

تدریس رہے۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری جب میرٹھ کے رئیس خان بہادر شیخ الٰہی بخش مرحوم کی ریاست کی ملازمت سے حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب کی ترغیب سے الگ ہو کر درس حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں مسندِ درسِ حدیث بچھائی اور طلبہ کا ہجوم درسِ حدیث کے لیے اکھٹا ہوا، اس وقت ان کو پختہ استعداد ذکی وفہیم نائب کی ضرورت پیش آئی مولانا محدث سہارنپوری کی شاگردی کا دعویٰ تو بہتوں کو تھا، مگر ان میں سے کوئی ایک بھی تدریس کی اکمل قوت کا حامل دستیاب نہ ہوا، انہوں نے اُستاذ العلماء سے کہا، حضرت اُستاذ العلماء نے استاذ زمن حضرت مولانا حافظ شاہ احمد حسن صاحب بٹالوی کو مولانا احمد علی صاحب محدث کے نائب کی حیثیت سے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا مدرس دوئم بنا کر روانہ فرمایا، حضرت اُستاذ زمن ۱۲۹۲ھ سے ۱۳۰۰ھ تک سہارنپور میں مشغولِ فیض رسانی رہے۔ ان کے یہاں کے دور کے تلامیذ علمائے کبار ہوئے، اس عرصہ میں مدرسہ فیض عام، ذی استعداد مدرسین سے خالی ہوتا گیا، مولانا شاہ وصی احمد محدث، پیلی بھیت چلے گیے اور مدرسۃ الحدیث قائم فرما کر نشر حدیث پاک میں مشغول ہوئے، مولانا سید محمد علی کانپوی نے درویشی وعزلت پر قناعت کرلی، ایسے گام پر اُستاذ العلماء استاذ الکل مولانا محمد لطف اللہ صاحب نے توجہ فرمائی، اور حضرت اُستاذ زمن کو کانپور پہنچنے کا حکم وامر فرمایا۔ جب وہ یہاں آگیے مسند تدریس کی زینتِ رفتہ واپس آئی، طلبہ کا ازدحام ہوا، حضرت اُستاذ زمن کا فیض درس ۲۲ برسوں تک یہاں مواج رہا، عرب وشام اور افغانستان، چین وروس اور جاوا، انڈونیشیا کے طلبہ کے قافلے کے قافلے پہنچنے لگے اور اندرونِ ملک، بنگال و بہار اور مدارس و پنجاب و دکن اور سندھ کے تقریباً ہر ضلع میں ان کے شاگردوں کے حلقے قائم ہوگیے، حضرت اُستاذ زمن نے اسی عرصہ میں ایک برس مدرسہ لطیفیہ ویلور شریف علاقہ مدراس میں پڑھایا یہ زمانہ ۱۳۰۷ھ کا تھا، ۱۲۹۲ھ میں حج وزیارت کا سفر کر کے حضرت شیخ العرب والعجم حافظ حاجی شاہ امداد اللہ چشتی صابری سے مرید ہو کر سرفراز خلافت بھی ہوچکے تھے، ۱۳۰۳ھ کا پورا سال مکہ معظمہ حاضر رہے اور حضرت حاجی صاحب کی مجالس مثنوی شریف کے مشہور درس میں شریک ہو کر جواہر زواہر جمع کیا اور حاجی صاحب

کی مثنوی کے حواشی سے بھی فیض یاب ہوئے اور معتد بہ حصہ ملفوظات کا بھی جمع فرمایا، اہل وعیال کی موجودگی میں ترک دنیا پر تحسین حضرت حاجی صاحب نے فرمائی، مثنوی شریف کا درس حضرت حاجی صاحب کے یہاں کا درس سلوک تھا، حضرت حاجی صاحب نے اپنے حواشی برائے اشاعت حضرت اُستاذ زمن کو عطاء فرمائے، انہوں نے منشی محمد رحمت اللہ مرحوم متوفی ۱۳۲۹ھ سنہ ۱۹۰۹ء سے خوب بصورت طباعت کرا کر خوشنودی حاصل کی۔ اس کی طباعت پر اس زمانے میں سولہ ہزار روپے کے مصارف آئے تھے اور یہ روپے حضرت اُستاذ زمن نے میرٹھ کے رئیس اعظم حاجی بھیا بشیر الدین صاحب (متوفی رجب ۱۳۶۱ھ/ ۲۹ جولائی ۱۹۴۲ء) لال کرتی میرٹھ سے قرض لیے تھے، ان کی اہلیہ حضرت اُستاذ زمن کی مریدہ کانپور میں ہم محلہ تھیں، حضرت حاجی شاہ امداد اللہ چشتی قدس سرہ نے اس اقدام پر تحسین و آفریں فرمائی، کہ باوجود ترک دنیا اور بے سروسامانی کے یہ اہم کام کر گزرے"۔

امام اہل سنت حضرت اُستاذ زمن قدس سر حضرت حاجی صاحب کے عاشق زار مرید تھے، مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی لکھوایا ہے کہ وہ حضرت حاجی صاحب کے عاشق زار مرید تھے۔ جس برس ۱۳۱۷ھ میں حضرت حاجی صاحب نے سفر دار آخرت اختیار فرمایا، حضرت اُستاذ زمن نے اس برس بھی حج و زیارت کا عزم فرمایا اور شاہ غلام محی الدین گیلانی گولڑہ شریف نے بیان فرمایا کہ:

"میں نے کسی معمّر بزرگ کو ایسی نورانی اور جاذبِ نظر شکل و شباہت کا نہیں دیکھا جیسے حضرت مولانا احمد حسن کانپوری تھے، شفّاف گندمی رنگ، کشیدہ قامت، سفید ریش اور اعلیٰ درجہ کی نفاست پسندی، گفتگو کے وقت گویا منہ سے پھول جھڑتے تھے، اس شانِ علم پر اخلاص و انکسار بے حد مولانا نے مکہ معظمہ میں اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مزار پر چھ ماہ قیام کیا اور ہر روز اپنی ریش مبارک سے مزار کو صاف کیا کرتے تھے۔

سبحان اللہ، اپنے وقت کے اُستاذ الکل کی اپنے شیخ کے ساتھ یہ نسبتِ نیاز عقیدت آج کے کل علماء و زعماء کے لیے مقام عبرت و نصیحت ہے ؎

کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے   بوسہ زن بر آستانِ کاملے"

حضرت اُستاذِ زمن کے فیض تدریس سے بڑے بڑے رجال دینی پیدا ہوئے، اسی زمانۂ تدریس میں ۱۳۱۰ھ میں دس ممتاز اور بالغ الاستعداد اور فخر روزگار طلبہ فارغ التحصیل ہوئے، دستار بندی کا جلسہ منعقد ہوا، مولانا سید شاہ محمد فاخر اجملی الہ آبادی اُستاذ العلماء مولانا محمد منیر الدین ناروی الہ آبادی کی فراغت ہوئی، اسی برس وہابی عالم ثناء اللہ امرتسری نے بھی درسیات سے فراغت پائی۔ اس موقع پر مولانا حکیم شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی، مولانا حکیم شاہ سلیمان پھلواروی اور مولانا محمد علی کانپوری اور حافظ الٰہی بخش صاحب مہتمم مدرسۂ فیض عام کے درمیان مشورہ ہوا کہ اصلاحِ ملت اور رفع نزاعِ باہمی کے لیے علماء کی ایک انجمن

انجمن ندیۃ العلماء کی بنا، مفاسد کا حدوث

قائم کی جائے، اس انجمن میں علی گڑھ مدرسۃ العلوم کے پروفیسر شبلی نعمانی (۱۳۳۲ھ) کی شرکت کیسے ہوگئی، یہ ایک معمہ ہے، جس کا راز ابھی تک نہیں کھلا، بہر حال جب آئندہ سال شوال المکرم ۱۳۱۱ھ میں مدرسۂ فیض عام کا جلسۂ دستار بندی ہوا اور ۱۴ علماء فارغ ہوئے، مدرسۂ فیض عام سنۂ حال کی مشترکہ روئداد ہمارے پیش نظر ہے، اس میں عطاء کی ہوئی سند نقل ہے، اس پر مولانا شاہ محمد عادل صاحب کانپوری، اُستاذ زمن، مولانا عبد الغنی صاحب مولانا عبد الغفار کانپوری اور شاہ سلیمان پھلواروی اور امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں رئیس بریلی اور صدر جلسہ اُستاذ العلماء حضرت علی گڑھی کے دستخط ثبت ہیں اس جلسۂ دستار فضیلت کے لیے حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی "فضیلت علم وعلماء" پر مضمون لکھ کر لے گیے تھے، جسے شبلی نعمانی نے بلطائف الحیل ٹال دیا کہ یہ تحریر مجلس علماء میں پیش کی جائے گی مجلس ندوۃ العلماء کے دار العلوم کے اہل قلم اس طرف برسوں سے تاریخ نگاری کے بجائے تاریخ سازی کر رہے ہیں، فاضل بریلوی کے اس مضمون کا حوالہ مجلس ندیۃ العلماء کے حوالے سے بار بار دھرایا جا رہا ہے حالانکہ وہ مدرسۂ فیض عام کی دستار بندی کے جلسے کے لکھا گیا تھا اور اسی کی روئداد میں مطبوع بھی ہے۔

دعویٰ اور اعلان کیا گیا تھا کہ یہ مجلس رفع نزاعِ باہمی کے لیے قائم کی جارہی ہے، معاملہ اس کے برعکس ہوا، ارکان مجلس اپنے ہی علماء ومشائخ کے سوادِ اعظم سے کٹ گیے اور اُنہیں سے ارکانِ مجلس کی نزاع ٹھہر گئی اور سب کے سب نے ارکان مجلس ندیۃ العلماء کو تنقید کا ہدف بنایا، سوادِ اعظم احناف اہل سنت الگ ہوئے، علی گڑھ کی نیچری پارٹی، غیر مقلد وہابی، روافض سے وداد کی ٹھہری، امرتسر کے اجلاس میں قادیانی بھی شریک کیے گیے، بنائے دارالعلوم کے موقع پر مرزا بشیر الدین خلیفہ قادیان اور کمال الدین احمدی لاہوری پارٹی نے دعوت پر شرکت کی، استاذِ سلطانِ دکن مولانا مسیح الزماں خاں شاہ جہان پوری اختلاف مذہبی کی وجہ سے مجلس ندتیہ العلماء کی نظامت سے مستعفی ہوئے، اجلاس ہشتم پٹنہ منعقدہ ۱۳۱۸ھ کے بعد مجلس کے صدر دوئم امام اہل سنت استاذ زمن حضرت مولانا شاہ احمد حسن قدس سرہ بھی آزردہ خاطر ہوکر الگ ہوئے۔ اجلاس نہم کلکتہ کے صدر اُستاذ العلماء مولانا غلام رسول امرتسری الگ ہوئے اجلاس دہم مدراس کے صدر امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے صدارت قبول کرنے کے بعد صدارت سے انکار کر دیا، یہ سب ریکارڈ میں محفوظ وموجود ہیں۔

مدرسہ فیض عام، مرکزی دارالعلوم کی حیثیت کی تجویز وتحریک

مجلس ندیۃ العلماء کے اجلاس ۱۳۱۱ھ کے موقع پر بھی اور بعد میں بھی یہ صدا گشت کرتی رہی کہ مدرسۂ فیض عام کو اس کی عام فیض رسانی کی بنا پر مرکزی دارالعلوم کی حیثیت دی جائے، چند برسوں بعد جب حضرت اُستاذ زمن نے ناراض ہوکر مدرسہ فیض عام چھوڑا اور مسجد رنگیان بکرمنڈی میں مشہور عالم "دارالعلوم" قائم فرمایا، اس کے بعد بھی برسوں بعد تک تجویز وتحریک کا یہ سلسلہ جاری رہا کہ دارالعلوم کانپور کو ہندوستان کا مرکزی دارالعلوم مان لیا جائے، اس تحریک کا دارالمصنفین اعظم گڑھ کے ترجمان ماہنامہ معارف میں بار بار ذکر ملتا ہے۔ مدرسہ اور دارالعلوم نام بلند پایہ علمی درسگاہ کا ہے تو یہ فضل وفضیلت ضرور اس درسگاہ دارالعلوم کانپور کو حاصل رہی، دیوبند کا مدرسہ عربیہ جو ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو قائم ہوا تھا تقریباً پچاس برس بعد ۱۳۳۰ھ سے اس کا نام دارالعلوم پڑا۔

کانپور کے مدارس اور اس کے بانی علماء

نئی آبادی کے بعد کانپور میں پہلا مدرسہ حضرت شاہ غلام رسول رسول نما نقشبندی مظہری مجددی کی خانقاہ میں قائم ہوا جب ان کے صاحبزادے حضرت مولانا سید شاہ عبد الحق نقشبندی علامہ فضل حق آبادی سے پڑھ کر آئے تو ان کا درس زوروں میں شروع ہوا اُنہیں کی درسگاہ میں مشہور مفسر و علامہ، مولانا عبد الحق حقانی نے درس لیا۔ ۱۲۸۸ھ میں جب وہ ریاست رامپور تشریف لے گئے، یہاں کی درسگاہ بند ہوگئی، مولانا شاہ سلامت اللہ کی درس گاہ مولانا شاہ محمد عادل صاحب کی وفات کے مندرس ہوگئی، اب دور حضرت اُستاذ زمن کا آیا۔

مدرسہ احسن المدارس

امام اہل سنت حضرت اُستاذ زمن مولانا شاہ احمد حسن صاحب قبلہ کے فیضانِ تدریس نے جید الاستعداد علماء کی کثرت کر دی، ان فارغ التحصیل علماء کے وجود نے کثرت سے مدارس اسلامیہ کے قیام کا سلسلہ قائم کر دیا، خاص کانپور میں مدرسوں کا قیام ہوا، بوچڑ خانہ خورد نئی سڑک کی مسجد شریف میں ۱۳۱۴ھ میں مدرسہ احسن المدارس قائم ہوا، اس کی علمی سر براہی حضرت اُستاذ زمن کے تلمیذ ارشد نومسلم برہمن زادہ حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی صابری مرید و خلیفہ حضرت مہاجر مکی نے سنبھالی ان کی رحلت کے بعد انہیں کے اُستاذ برادر عارف باللہ مولانا فقیر محمد صاحب اعظمی نے اس منصب کو رونق بخشا۔

مدرسہ امداد العلوم

حضرت استاذ زمن کے تلمیذ اجل اُستاذ العلماء مولانا قاضی عبد الرزاق صاحب نگینوی کے لیے بانسمنڈی کے اہل خیر تاجروں نے مدرسہ امداد العلوم قائم کیا، موصوف بھی حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت اُستاذ العلماء کے درس سے فیضیاب بڑے بڑے علماء ہوئے، مولانا شاہ محمد عادل صاحب کے فرزند مولانا شاہ حبیب الرحمن صاحب اُنہیں کے تلمیذ تھے۔

مدرسۂ فیض احمدی

حضرت اُستاذ زمن قدس سرہ کے عالی قدر تلمیذ اعظم عارف باللہ مولانا شاہ محمد عبید اللہ صاحب چشتی نظامی فخری تھے۔ برسوں ان کا فیضان مدرسۂ فیض عام اور مدرسۂ دار العلوم مدرسۂ فیض احمدی میں جاری رہا، حضرت اُستاذ زمن کے صاحبزادگان اُستاذ العلماء مولانا مشتاق احمد صاحب رئیس المفسرین مولانا مفتی نثار احمد صاحب مولانا عبد الرحمن صاحب کے یہ خصوصی تعلیمی مربی اور اُستاذ رہے، آخر میں مسجد صوبیدار پریڈ بازار میں جہاں ان کا قیام تھا مدرسہ قائم ہوا، ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین صاحب نے ان دونوں سے متداول کتابوں کا درس لیا۔

مدرسۂ الٰہیّات

فہیم آباد میں مدرسۂ الٰہیات قائم ہوا، جس میں درس نظامی کی تدریس کے علاوہ تقابل ادیان کی خصوصی تیاری کرائی جاتی تھی، عیسائیت، یہودیت، آریت کے خلاف مختلف مقامات پر اس مدرسہ کے تربیت یافتگان نے بڑے کارنامے انجام دیے، مشہور فلسفی و عالم، مولانا عبد القادر آزاد سبحانی مرحوم اس کے سربراہ تھے۔

حضرت عارف باللہ مولانا شاہ محمد سلامت اللہ محدث کے مدرسہ میں حضرت مولانا شاہ حبیب الرحمن ناروی درس دیتے رہے حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ سے ان کے خصوصی روابط تھے، جب مدرسہ منظر اسلام ۱۳۲۲ھ سنہ میں قائم ہوا، فاضل بریلوی سالانہ جلسوں میں اُن کو مدعو کرتے تھے چنانچہ سال دوئم کی روئداد سے ان کی شمولیت ثابت ہے۔

مدرسہ دار العلوم برسوں جاری رہا، حضرت مولانا مشتاق احمد، مولانا عبد الوہاب فاضل بہاری، اُستاذ العلماء مولانا منیر الدین ناروی یکتائے زمانہ علماء کبار صدر المدرسین ہوتے رہے، آخری صدر المدرسین مولانا حکیم فرید الدین صاحب بہاری ہوئے، مدرسہ فیض عام جب کالج بن گیا، اس وقت اُستاذ العلماء مولانا مشتاق احمد صاحب کے جید الاستعداد تلمیذ مولانا محمد وسیم احمد خاں افغانی صدر المدرسین تھے، مدرسہ امداد

العلوم، بانی مدرسہ کے فرزندارجمند مولانا عبدالکافی کے دورحیات تک جاری رہا، مدرسہ الٰہیات ۱۳۶۵ھ تک کسی نہ کسی حیثیت سے چلتا رہا، عارف باللہ مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب محدث کا مدرسہ برسوں جاری رہ کر مولانا شاہ حبیب الرحمن صاحب کی وفات ۱۳۲۲ھ کے بعد بند ہوگیا، مولانا عبدالرزاق صاحب کے فرزندارجمند مولانا عبدالغنی صاحب نے بکرمنڈی قلی بازار کی مسجد شریف میں مدرسہ حنفیہ غوثیہ قائم کیا، مگر اس میں درجۂ تحفیظ کا نظام جاری تھا۔

مدرسہ احسن المدارس اب بھی جاری ہے، اس مدرسہ میں اُستاذ گرامی حضرت صدرالعلماء مولانا غلام جیلانی صاحب محدث میرٹھی، مولانا محمد سلیمان صاحب اشرفی بھاگلپوری، مولانا محمد افضل حسین مونگیری سابق صدرالمدرسین مدرسۂ اہل سنت منظر اسلام مولانا غلام جیلانی اعظمی بھی یکے بعد دیگرے مدرس اول ہوتے رہے مولانا غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ کے عہد میں ارکان اور مدرسین میں اختلاف ہوا، اور سڑک پار کی مغربی مسجد میں اسی نام کا دوسرا مدرسہ قائم ہوگیا، ان کے بعد مولانا سعید احمد جائسی مرحوم صدرالمدرسین ہوئے۔ غرض کہ کانپور کا مرکزی تجارتی شہر، سُنّی مدرسوں کا بھی شہر تھا، جہاں علمی کی دولت ملتی تھی، تو اعتقاد کی پختگی کی نعمت بھی ملتی تھی۔ چشتی صابری نسبت رکھنے والے وہابی مولویوں کے بھی دو مدرسے تھے۔

مولود شریف کی محفلیں سالانہ جلسے اور جلوس میلادالنبی ﷺ

یہاں کے تمام علما و مشائخ عالی قدر، مذہبِ اہل سنت اور اس کے شعائر و مراسم کے پابند اور معتقد تھے، کانپور میں آغاز ہی سے محفل مولود شریف کا سال کے بارہوں مہینے انعقاد ہوتا تھا، گھر گھر اور محلہ محلہ محفل مولود شریف ہوتی تھی، اور یہاں کے علمائے کرام اور صوفیائے کرام ذکر پاک کیا کرتے تھے، ماہ مبارک ربیع الاول شریف میں بارہویں کا جشن، جشن ولادت منایا جاتا تھا، بدایوں کے مشہور عالم مولانا شاہ عبدالماجد قادری کی تحریک و تجویز سے ان کے والہ و شیدا مرید مولانا محمد عمر قادری ساکن محلہ فیل خانہ نے کانپور کے مشہور بازار پریڈ میدان میں جشن عید معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بنیاد ڈالی، سالہا

سال یہ جلسہ اہل سنت و جماعت کے زیر انتظام ہوتا رہا اور علماء اہل سنت کے مواعظہ حسنہ ہوتے رہے، لیکن یہ بھی تعجب کی بات ہے، کہ ان جشنوں کو کفر و شرک و بدعت قرار دینے والے وہابی اس اجلاس پر قابض ہوگیے وہ جشن عید معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اب بھی اسی مقام پر ہوتا ہے، وہابی علماء شریک ہوتے ہیں۔

کانپور میں ایک اور محترم شخصیت مولانا سید آصف صاحب کی تھی، وہ بہترین واعظ اور مبلغ اسلام اور ذاکر ذکر پاک تھے۔ اُن کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے قوی ربط تھا، پہلے نعتیہ شاعری اور مداحی سرور کائنات ﷺ میں اصلاح طلب ہوا کرتے تھے، بکثرت سوالات کے ذریعہ استفادہ کرتے تھے، اُن کو بارگاہ رضویہ سے سلاسل حدیث وطریقت کی اجازت بھی حاصل تھی وہ غالباً کانپور میں فاضل بریلوی قدس سرہ کے واحد خلیفۂ مجاز تھے۔

ان بابرکت محفلوں کے علاوہ کانپور کا شہر، ملی، مذہبی سیاسی اجتماعات کا بھی مرکز تھا، اس کے بڑے بڑے شاندار جلسے بھی ہوا کرتے تھے، ان کے انعقاد کے لیے حضرت مولانا نثار احمد صاحب اور مولانا عبد الکافی صاحب. بہت پیش پیش رہتے تھے۔ جب مولانا شاہ عبد الماجد بدایونی اور مولانا محمد علی جوہر نے وہابی علماء کے جمیعۃ العلماء پر استبدادی قبضہ اور وہابی مسائل کی ترویج کے خلاف محاذ قائم کیا اور نظام علماء کانفرنس بلائی اس وقت مولانا عبد الکافی صاحب کانپوری نے سرگرم حصہ لیا اور یہاں ہی جمیعۃ علماے اسلام کی بنیاد پڑی اور شاہ سلیمان صاحب پھلواروی صدر بنایے گیے، مگر بعد کے دور میں سُنّی علماء کی سادہ لوحی اور وسیع القلبی کی وجہ سے دیوبندی عالم شبیر احمد عثمانی صدر بن گئے اور وہابیوں کا اس پر بھی غلبہ اور تسلط ہوگیا۔

اہلِ سُنّت کی قیادت کا مستحکم مرکز

مسائل وہابیت پر رسائل اور مناظرے

وہابی مسائل اور مولوی اسماعیل دہلوی کے تفویۃ الایمانی نجدی مذہب نے قلب امّت مسلمہ میں ناسور ڈال دیا، جس کے ردو انسداد میں بھی کانپور کے حضرات علماء اہل سنت سر گرم و مستعد ہوئے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے جب تفویۃ الایمان لکھی اور اس کی طباعت ہوئی، دہلی کے گلی کوچوں میں مولوی اسماعیل صاحب اور ان کے طرز ایمان کے طرفداروں نے تقریروں کا سلسلہ شروع کیا، اس وقت ان کے بزرگِ خاندان اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے تلامیذ کرام نے ان کے خلاف سخت احتسابی کارروائی کی۔

خانوادۂ حقّی کے اکابر کاردِّ اسماعیلت

اس وقت کا حال ہم نے پڑھا کہ سلالۂ خاندانِ برکتہ المصطفیٰ فی الھند شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کے گل نوبہار اور گوہر شب تاب شیخ الوقت مولانا محمد سالم ابن محدث جلیل شیخ سلام اللہ بن شیخ الاسلام محمد بن حافظ فخر الدین محدث نے عقائد وہابیہ کارد لکھا اور درویش صفت بادشاہ، سراج الدین ابوظفر، ظفر شاہ مرحوم نے مرزا غالب سے اس کو منظوم کرا کر مطبع سلطانی سے طبع کا حکم دیا اور جب علامہ فضل حق خیر آبادی نے عقیدۂ امتناع النظیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اثبات اور عدم امکان کے مسائل ذہن نشین کرا کر منظومہ لکھنے کو فرمایا، مرزا غالب نے اسی منظومہ میں اول او آخر کے کچھ اشعار میں ترمیم کر کے مزید اشعار منظوم کیے، الطاف حسین حالی چونکہ امیر حسن سہسوانی وہابی کے شاگرد تھے، وہابی عقیدہ کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں لکھا۔

علماء فرنگی محل کا ابطالِ اسماعیلت

اس کے علاوہ ہمارے مطالعہ میں یہ بھی آیا کہ استاذ الھند قطب الاقطاب ملا نظام الدین محمد سہالوی قدس سرہ اور ان کے فرزند ملک العلماء، بحر العلوم ملا امام عبد العلی محمد فرنگی محلی قدس سرہ کے اخلاف، جانشینان اور سلسلۂ تلامیذ کے کبار علماء و مشائخ نے تفویۃ الایمانی ایمان و عقیدہ کارد بلیغ فرمایا،

مولوی اسماعیل کلکتہ بنگال جاتے ہوئے لکھنؤ پہنچے اور دارالعلم والعمل حضرت فرنگی محل کے علماء اخیار سے ملے ان حضرات کبار نے مولوی اسماعیل کے عقیدہ کو مسترد کردیا، اس وقت فرنگی محل میں اسلاف کی مسند رشد وابتدا، پر حضرت امام عارف باللہ شاہ انوارالحق، ان کے فرزند مرجع الافاضل ملا شاہ نورالحق حضـرت ملا امام محمد مبین کے خلف اسعد حضرت ملا محمد حیدر جلوس فرما تھے، حضرت بحرالعلوم ملک العلما، قطب زمانہ امام عبدالعلی محمد فرنگی محلی کے تلمیذ اجل مخزان اسرار توحید حضرت مولانا شاہ سید عبدالرحمن صوفی سے بڑے دعاوی کے ساتھ مولوی اسماعیل ملنے گئے، مگر ان کے سامنے ان کی زبان بند ہوگئی واپس ہوئے تو اپنے طرفداروں سے کہا:

"فرنگی محل کے مولوی بہت گمراہ ہیں، بنگال سے واپسی پر اُن سے جہاد کروں گا"۔

حضرت صوفی صاحب کے منظور قلب ونظر مرید مناظر جنگ مولانا شاہ نوراللہ بچھرایونی نے انوار الرحمن میں تحریر فرمایا کہ:

"حضرت ممدوح کے خصوصی نظر کردہ مرید مولانا سید یوسف علی علوی لکھنوی حج وزیارت کے لیے عازم سفر ہوئے، ان کا جہاز مخا کے بندر پر لنگر انداز ہوا، وہ وہاں کی بڑی مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لیے گئے، وہاں سید احمد صاحب پہلے سے موجود تھے، جماعت کے وقت انہوں نے مولانا یوسف علی صاحب سے کہا آپ عالم ہیں اور میں ایک جاہل ہوں میری اقتداء میں آپ کی نماز نہ ہوگی آپ نماز پڑھائیں، سنن ونوافل وغیرہ کے بعد سید صاحب نے مولانا صاحب کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ میری نماز تمہارے پیچھے ہوئی یا نہیں کیونکہ مولانا عبدالرحمن صاحب کے تم مرید ہو اور وہ اور تم ایسا ایسا عقیدہ رکھتے ہو۔

مولانا صاحب نے کہا کہ آپ اپنے ہمراہی علماء سے اس مسئلہ کی تحقیق کرائیں اگر آپ علم کا سرمایہ رکھتے تو آپ سے گفتگو کرتا اس بات پر وہ برہم ہوگیے اور ہاتھ پکڑے ہوئے مجھے اپنی قیام گاہ پر لے گیے وہاں مولوی عبدالحیٔ اور مولوی اسماعیل صاحب ایک بڑے مجمع میں مشغولِ وعظ تھے، سید صاحب نے ان دونوں سے کہا دیگر باتوں کو چھوڑ کر اس شخص سے مباحثہ کریں اور اس کو ملزم قرار دیں

یہ فاسد عقیدہ رکھتا ہے۔اس مجمع میں علماء شہر بھی شریک تھے۔مولانا سید یوسف علی صاحب تن تنہا تھے انہوں نے کہا مولوی اسماعیل نے مکالمہ شروع کیا۔میں نے ان کے ہر مقدمہ کا قرآن وسنت سے جواب دیا، آخر میں مولوی اسماعیل صاحب نے کہا کہ ملحدین بھی قرآن وسنت سے جواب دیتے ہیں۔ مولانا نے کہا، طریقین کے اقرارناموں سے جانبین کے عقائد اور مولوی اسماعیل کے الحاد وکفر سننے کے بعد مکہ معظمہ کے قضاۃ اور اہل افتاء جو لکھیں اس کو شائع کر دیا جائے اور وہ مکہ معظمہ کی عدالت میں بھی پیش ہو، مولوی اسماعیل صاحب نے بحکمت صلح کے کلمات کہے اور کہنے لگے کہ "ہم تم اسلامی بھائی ہیں، مباحثہ ومناظرہ اسلاف سے ہوتا آیا ہے۔ جو ہوا سو ہوا"، جہاز کھلنے کا وقت آپہنچا تھا، آدمی آیا اور مجھے اطلاع دی، میں اِدھر روانہ ہوا اور سید احمد صاحب مُخا کے قاضی صاحب کے پاس نالش کرنے پہنچ گئے، قاضی سے اُنہوں نے کہا یوسف علی ملحد اور واجب القتل ہے، مجمع علماء میں اس نے الحاد وکفر کی باتیں کہی ہیں قاضی نے میری طلبی کا فرمان جاری کیا۔ میرِ قافلہ نے لکھوا دیا کہ معاملہ بالکل برعکس ہے، مولوی سید یوسف علی مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب کے مرید و پیرو ہیں، جن کی ولایت پر عرب وعجم کے خواص وعوام متفق ہیں۔اور فرقۂ ثانی وہابی العقیدہ، منکرِ ائمۂ مجتہدین ہیں، اولیا کی طرف شرک کی نسبت کرتے ہیں۔اس پر قاضی نے اطلاع پائی، تو باز پرس سے باز آیا۔

مولانا یوسف علی صاحب نے مکہ معظمہ پہنچ کر چاہا کہ یہاں کے مفتی وقاضی کو ان کے عقائد سے مطلع کروں۔مولوی اسماعیل صاحب نے منت وسماجت کے ساتھ کہا کہ "ہماری عزت تمہارے ہاتھ میں ہے"۔ یہ باتیں مولانا سید یوسف علی نے حج وزیارت سے واپسی کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالرحمن صوفی قدس سرہ سے بیان کیں۔مولانا سید یوسف علی علوی نے مکالمہ پر مشتمل بیان دورانِ سفر مرتب کیا اور اس رسالہ کا نام تقویۃ المعین رکھا، شایانِ دید کتاب ہے: مدینۃ المنورہ میں حرکتیں:۔

شاہ ابوالحسن فرد پھلواروی کا کئی سو علماء کے مجمع میں مولوی اسماعیل سے مناظرہ

مولوی اسماعیل صاحب اور ان کی جماعت سفر حج سے واپس ہو کر صفر ۱۲۳۹ھ میں کلکتہ پہنچی

وہاں سے جمادی الاخریٰ کی ۳۰ تاریخ کو صادق پور پٹنہ پہنچی اس کے تیسرے روز تیسری رجب کو قریہ ناجیہ پھلواری شریف گئی یہاں خانقاہ مجیبیہ میں حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب سے ملاقات کی، حضرت شاہ نعمت اللہ قادری نے ان کو نصیحت بزرگانہ فرمائی، مولوی اسماعیل دہلوی نے خود رائی کی روش برتی، نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت شاہ محمد نعمت اللہ قادری کی موجودگی میں اُن کے امر وحکم سے ان کے فرزند اکبر حضرت شاہ ابوالحسن فرد قادری نے مسئلہ شفاعت حضرت شفیع المذنبین حبیب رب العالمین ﷺ پر مباحثہ ومناظرہ کیا جس میں مولوی اسماعیل کو بجز سکوت کوئی چارہ نہ ہوا۔ اس مناظرہ ومباحثہ کی مجلس میں قصبہ پھلواری شریف کے ڈھائی سو عمائد مشائخ اور کبار علماء واولیا موجود تھے، تفصیل کا موقع نہیں، ایک موجز جامع رسالہ میں مباحثہ کی روداد موجود ہے اس کا ایک نسخہ شعبۂ مخطوطات فارسی ذخیرۂ شبلی کتب خانہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں محفوظ ہے اور شایانِ دید ہے۔

صوبۂ پنجاب کے علماء کا ردِ عمل

مولوی اسماعیل صاحب اور سید احمد صاحب نے دعوت وتبلیغ کے نام پر ۱۲۳۳ھ میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے زمانے میں دورہ شروع کیا، دوآبہ کی سرحدوں کو عبور کر کے پنجاب میں داخل ہوئے اور وہاں تقریروں کا سلسلہ شروع کیا معاصر عالم محمود حسین رئیس قصبہ نہٹھور ضلع بجنور نے اپنی کتاب فریاد المسلمین مطبوعہ امرتسر میں لکھا ہے کہ ان دونوں نے پنجاب کے امراء اور علماء کی تکفیر کا اعلان کیا، ان کی ان حرکتوں سے یہاں کے علماء وامراء سخت ناراض ہوئے اور سمجھ گئے کہ یہ جعلی پیر ہیں اور وہابی اصلی ہیں، اس لیے ان کی بیعت روا نہیں ہے۔ اس اعلان تکفیر کے بعد:

> ''کوئی امیر، مسلمان، پنجاب کا ان کی طرف ملتفت نہیں ہوا، جب اُنہوں نے ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا، اس فتویٰ تکفیر کے اجراء سے تمام ملکِ پنجاب کے امیر اور علماء ناراض ہو گئے اور جواب لکھے کہ تم وہابی مذہب ہو تم سے بیعت کرنا روا نہیں''۔

وہابی عالم،صدیق حسن بھوپالی نے بھی ترجمان وہابیہ میں لکھا ہے کہ

"وہابی فرقہ ایسے اشخاص کا ہے،کہ وہ اس طریقۂ اسلام سے جو عموماً پنجاب میں رائج ہے اتفاق کلی نہیں کرتے"۔

مولوی اسماعیل نے نواب وزیر خاں والی ٹونک کو خط لکھا اس میں بھی انہوں نے ملک ہندوستان کے تمام علماء مشائخ اور امراء کو کافر اور گمراہ اور گمراہ،بے دین اور بددین لکھا۔

مولوی محمد اسماعیل نے ۱۲۳۳ھ میں محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی اتباع کے لیے اس کی کتاب التوحید کی ترتیب پر تقویۃ الایمان لکھی مولوی محمد اسماعیل کی یہ کتاب ان کی علمی بے بضاعتی کو بھی نمایاں کرتی ہے۔اس کا بیان آگے آرہا ہے۔عزیزی تلامذہ پابندِ مسلک عزیزی طبقہ،کا متواتر بیان ہم تک پہنچا ہے،کہ شیخ الشیوخ مسندالوقت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی بارگاہ میں اس کتاب کا ذکر پہنچا اور اس کے مضامین آپ نے سماعت فرمائے تو کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا:

"اگر عوارض شدیدہ لاحق نہ ہوتے اور بصارت کے ضعف سے مجبور نہ ہوتا تو تحفۂ اثنا عشریہ سی کتاب اس کے بھی جواب میں لکھتا،اب تم لوگ اس کے مفاسد کا بیان کرو"۔

مولوی محمد اسماعیل نے طریقۂ اسلاف کے خلاف جب رفع یدین شروع کیا،بے چینی پھیلی، چونکہ مولوی محمد اسماعیل کی پرورش اور پرداخت حضرت شاہ عبدالقادر محدث متوفی ۱۲۳۰ھ کے سایۂ کرم میں ہوئی تھی اور انہوں نے اپنی نواسی اور اپنے بھائی شاہ رفیع الدین محدث متوفی ۱۲۳۳ھ کی پوتی سے ان کا عقد کرادیا تھا اور اپنے گھر پر اُن کو ساتھ رکھتے تھے،حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے شاہ عبدالقادر صاحب سے کہلوایا:"اسماعیل کو رفع یدین سے روکو،اس سے مفسدہ پیدا ہوگا"۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے جواباً کہا میں اسماعیل سے کہہ تو دوں مگر"وہ مانے گا نہیں اور

Scanned with CamScanner

حدیثیں پیش کرے گا" حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے اس جواب سے مولوی اسماعیل کی خود رائی اور بزرگوں کی اطاعت سے خالی ذہن ہونے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے بہر طور حکم کی تعمیل کی اور مولوی محمد اسماعیل کو تنبیہ کروائی، مولوی اسماعیل صاحب نے تنبیہ کے کلمات سنے تو کہا اس کا مطلب کیا ہو گا، کہ "جس نے میری سنت پر میری امت کے فساد کے وقت عمل کیا، اسے سو شہیدوں کا اجر ملے گا"۔ جب یہ جواب شاہ عبدالقادر صاحب کو پہنچا، انہوں نے فرمایا کہ "بابا! ہم تو سمجھتے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھا، یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ سنت کے مقابلے میں خلاف سنت ہو اور ما نحن فیہ میں سنت کے مقابلے میں دوسری سنت ہے، کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے ارسال بھی سنت ہے"۔

مولوی اسماعیل کے علم کی ناپ تول

ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں عرب و عجم کے علمائے کبار نے بالاتفاق کہا کہ وہ غبی اور کم علم شخص تھا، کفر کا حکم لگانے میں اُسے کوئی باک نہ تھا، یہاں مولوی محمد اسماعیل کے عمِ گرامی اور مربی حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے کہا، بابا ہم تو سمجھتے تھے، کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ ایک حدیث کے معنیٰ بھی نہیں سمجھا، اس سے معلوم ہوا کہ مولوی اسماعیل کو علم کی گہرائی اور گیرائی حاصل نہیں تھی، وہ ایک واعظ اور کم علم آدمی تھے، اس کا بیان ان کی جماعت والوں نے بھی لکھا ہے۔

وہابی عالم، بنارس کے وہابیوں کے سرگردہ ابوسعید بنارسی نے البرہان الجلی نام سے کتاب تصنیف کی انہوں نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب مولوی میاں نذیر حسین، مولوی تلطف حسین پٹنہ، اور مولوی عبدالعزیز رحیم آبادی، مولوی ابراہیم آروی کی رائے سے لکھی ہے، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کے باپ شیخ احمد اللہ نے طباعت کا ذمہ لیا اور بروقت چالیس روپے طباعت کے لیے دیدیے، ابوسعید بنارسی نے جن وہابی عالموں کا نام لیا ہے وہ وہابی فرقہ کے اعلم و افضل اشخاص تھے،

اس سے وہابی فرقہ میں اس کتاب کی اہمیت مسلم اور معتبر ہے، برھان جلی کے صفحہ ۱۷ میں مرقوم ہے کہ

"بعضے صاحب کہتے ہیں کہ مولوی صاحب کا علم، بہت بڑھا چڑھا تھا، ہمارے نزدیک یہ بات تحقیق کے خلاف ہے، مولانا صاحب کو جہاد وغیرہ سے فرصت نہیں ملی، اس لیے آپ کی نظر عالی نہ ہوئی"۔

شاہ عبد القادر کی صاجزادی نے گمراہ کہا

مولانا شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۲۷۲ھ نے مولوی اسماعیل کے رسالہ تقویۃ الایمان کا رد لکھا اور فرمایا، اسماعیل کا رسالہ برائی اور بگاڑ پھیلاتا ہے، استاذ حضرت ذوق دہلوی مرحوم کے پیر و مرشد اور دہلی کے معروف عارف باللہ حضرت حافظ شاہ عبد العزیز اخون صاحب کے اُستاذِ تحفیظ قرآن مجید اخوند برہان صاحب تھے وہ فرماتے تھے، ہم نادر شاہ کے ہمراہ دہلی کو لوٹنے آئے تھے شاہ عبد القادر صاحب نے ہمارے دل کو لوٹ لیا، یہی حضرت اخوند برہان صاحب فرماتے تھے، کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث کے وصال کے بعد جب مولوی اسماعیل حج سے واپس دہلی آئے، شاہ عبد القادر سے خصوصیت کی وجہ سے میں ان سے ملا، اور ربیع الاول شریف کی محفل دوازدھم میں شرکت کی دعوت پیش کی، جواب میں اُنہوں نے بدعت وغیرہ کہا، یہ بات حضرت شاہ عبد القادر صاحب کی صاجزادی اور مولوی اسماعیل کی خوش دامن تک پہنچی، تب صاجزادی صاحبہ نے مجھے بلا بھیجا میں گیا تو مجھ سے فرمایا: "تم اسماعیل کی باتوں میں نہ آنا وہ گمراہ ہوگیا ہے"۔ حضرت شاہ عبد القادر صاحب کی ان صاجزادی صاحبہ کے بارے میں مشہور انام ہے، کہ یہ بڑی عالمہ فاضلہ اور مفسرہ تھیں۔

مولوی اسماعیل کی خود رائی اس حد تک تھی، کہ حضرت شاہ محمد مخصوص اللہ محدث کو بڑے دکھ کے ساتھ لکھنا پڑا کہ:

"ہمارے خاندان میں سے دو شخص ایسے پیدا ہوئے کہ دونوں کو امتیاز اور فرق

نیتوں اور حیثیتوں اور اعتقادوں اور اقراروں کا اور نسبتوں اور اضافتوں کا نہ رہا، اللہ تعالیٰ کی بے پروائی سے سب کچھ چھن گیا"۔

امام اہل سنت حضرت شاہ مخصوص اللہ محدث علیہ الرحمہ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ سب مولوی اسماعیل صاحب کی تصنیف تقویۃ الایمان میں موجود ہے زبان کی طہارت ایسی کہ حضرات انبیاء و اولیاء کا نام اور ذکر، بھوت، دیو، پریت و بت شیاطین خبثا، کے ساتھ کرتے ہیں اُنہیں ذرا بھی خیال نہیں آیا کہ وہ محبوبان خدا کی شانوں میں تقصیرات کا ارتکاب کررہے ہیں اور یہ روش محبطِ دین وایمان ہے، توحید خالص کی حفاظت کے نام پر ان سے کیسی کیسی تقصیرات سرزد ہوئیں والعیاذ باللہ، ملاحظہ کیجیے:

- "اللہ کی شان بہت بڑی ہے، کہ سب انبیاء اولیاء اس کے روبرو، ایک ذرہ، ناچیز سے بھی کمتر ہیں"۔ مولوی اسماعیل کی وفورعلمی و دینی جس کا دعویٰ کیا جاتا ہے، ان کا علم اس کا فہم نہ کرسکا، کہ وہ اس طرح اس عبارت میں تمام انبیاء و اولیاء کو ذرہ سے کم تر لکھ رہے ہیں اور ذرہ کو انبیاء و اولیاء سے بہتر قرار دے رہے ہیں، وہ پھر لکھتے ہیں:
- "یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے"۔ سوال یہ ہے، کہ کیا مولوی اسماعیل کا علم اس فہم سے بھی درماندہ رہا، کہ انہوں نے انبیاء و اولیاء کو چمار سے زیادہ ذلیل کہا، اور چمار کو ان سے بہتر سمجھا۔
- ایک دوسری جگہ پر انہوں نے یہ بھی بتادیا کہ "بڑی مخلوق کون ہے"؟ چنانچہ انہوں نے لکھ دیا ہے، کہ "ہر بندہ بڑا ہو یا چھوٹا، نبی ہو یا ولی، سوائے اس کے اللہ سے مانگے"۔
- انہوں نے یہ بھی لکھ دیا، کہ "سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی کو نہ ملائے، خواہ کتنا ہی بڑا ہو، اور کیسا ہی مقرب، مثلاً یوں نہ بولے، کہ اللہ و رسول چاہے گا، تو فلاں کام ہوجائے گا"۔

مولوی اسماعیل صاحب کی ان عبارتوں نے معلوم کرایا، کہ ان کے نزدیک بڑی مخلوق نبی اور ولی ہیں، اور جب بڑی مخلوق کہہ کر یہ کہا کہ وہ چمار سے بھی ذلیل ہیں تو کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ انہوں نے

صاف صاف انبیاء واولیاء کو چمار سے ذلیل ٹھہرایا اور یہ کہ انبیاء واولیاء ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں تو جن کو ذرہ ناچیز سے کم تر کہا اُنہیں کو چمار سے بھی ذلیل بتایا اس مقام پر اس کی صراحت ووضاحت کی قطعی ضرورت نہیں ہے کہ ذرّہ ناچیز اور چمار سے بھی ذلیل ہونا دونوں کا ایک ہی مفہوم اور مطلب ہے۔

- مولوی اسماعیل صاحب نے انبیاء واولیاء کو ناکارہ قرار دیا ہے، ان کی عبارت ہے"۔

اللہ سے زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا، کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے، کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے"۔

خدا کی ذاتِ پاک کو شخص قرار دینا اور انبیاء واولیاء کو ناکارہ کہنا کس ہاویہ کی طرف لے جارہا ہے مولوی اسماعیل کی جلالت علمی اس کے علم سے کندو ناکارہ رہی۔

مولوی اسماعیل صاحب کی جلالت علمی کا نمونہ ان کی یہ عبارت بھی ہے، جس میں اُنہوں نے لکھا کہ:

"ان باتوں میں سب بندے، بڑے ہوں یا چھوٹے، سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان"۔

اس عبارت کے متعلق یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس میں بھی انبیاء واولیاء کو نادان اور جاہل کہا ہے۔

امکان کذبِ باری تعالیٰ اور امتناعُ النظیر صلی اللہ علیہ وسلم

"اس شہنشاہ کی تو شان یہ ہے کہ ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر پیدا کرڈالے"۔

اس عبارت کی تحریر کے وقت مولوی اسماعیل کی مزعومہ جلالتِ علمی اِس ادراک سے بھی قاصر رہی کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کے برابر اور مساوی پیدا ہونا اب ممتنع ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے اوصاف عطا فرمائے، جن کا اطلاق دوسرے پر نہیں ہوسکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کا وصف عطا فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تمام انبیاء کے زمانہ سے آخر ہے اور یہ آخریتِ زمانی، حقیقی طور

پر صرف ایک پر صادق آئے گی، دوسرے پر اس کا اطلاق محالِ ذاتی و عقلی ہے، اگر حضور ﷺ کا مساوی جو حضور ﷺ کے بعد پیدا ہوگا تو وہ خاتم النبیین وہ ہوگا، حضور ﷺ نہ ہوں گے اور حضور ﷺ ہی خاتم النبیین ہیں اور بلا ریب آپ خاتم النبیین ہیں تو دوسرا حضور ﷺ کا مساوی اور برابر نہیں ہوسکتا، آیت مبارکہ و لکن رسو اللّٰہ و خاتم النبیین کی وجہ سے حضور حبیب پاک ﷺ کا مثال ممتنع ہے۔

مولوی اسماعیل کے معاصر علماء اہل سنت مقتداء اسلام حضرت شاہ عبد العزیز و شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادری قدست اسرارہم کے اجل و اعظم تلامیذ کرام و کبار خصوصاً استاذ مطلق مسند الوقت امام علامہ فضل حق خیر آبادی چشتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ اعتراض کیا، یہ ایسا اعتراض تھا، کہ مولوی اسماعیل تو درکنار اگر ارسطو اور بوعلی سینا بھی یہی جملہ کہتے تو وہ بھی اس جملہ کا جواب نہیں دے سکتے تھے، اس وقت مولوی اسماعیل بجائے رجوع اور توبہ کے یہ فرمانے لگے، کہ:

"کیا یہ ممکن نہیں، کہ اللہ تعالیٰ یہ آیت لوگوں کو بھلا دے، اور جب لوگ اس آیت خاتم النبیین کو بھول جائیں گے، تو حضور کی مثل پیدا ہونے میں کیا دقت رہے گی"

مولوی اسماعیل کے اصل الفاظ ان کے کتابچہ یکروزی میں اس طرح ہیں:

"بعد اخبار ممکن است که ایشاں را فراموش گردانیده شود، پس قول بامکانِ وجودِ مثل اصلاً، منجر، بتکذیب نصے از نصوص نه گردد، و سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن است، داخل تحت قدرت الٰهیه"۔

اس پر بھی اعتراض ہوا کہ یہ آیت قرآن مجید سے اڑ جائے اور حضور پاک کا مثل پیدا ہو جائے تو فی الجملہ کذب باری تعالیٰ جل شانہ تو لازم آہی جائے گا، کہ اپنی خبر کے خلاف کہا یعنی پہلے کہا کہ حضور خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا، اب اور دوسرا نبی پیدا کر دیا، کذب اللہ تعالیٰ کے لیے محال و ممتنع ہے اس گام پر مولوی اسماعیل بولے، کہ اس میں کیا مضائقہ ہے کذب بھی ایک شے ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے: ان اللہ علی کل شیٍٔ قدیر لہٰذا کذب بھی مقدور خدا تعالیٰ ہوا، ان کے الفاظ ہیں:۔

"اگر مراد از محال ممتنع لذاله است که تحتِ الٰهیه داخل نیست پس لا نسلم کے کذب مذکور محال، بمفی مسطور باشد چه عقد قضیه غیر مطالبقه للوا قع والقلے آه بر ملنکه و انبیاء خار از قدرتِ الٰهیه سنیت، و الالا زآید که قدرتِ انسانی از ید از قدرت ربّانی باشد"

مولوی اسماعیل کا یہ طرز استدلال ایسا ہے، کہ بقراط وسقراط کا فلسفہ بھی شرمندہ ہوگا، بوجہل و بولہب اور شیطان بھی خوش ہوئے ہوں گے، کذب ونقصان سے مملو مولوی اسماعیل کے توحید خالص کو اسی لیے علماء ربانی نے "چمر توحید" کہا تو کیا برا کہا، مولوی اسماعیل کی جلالتِ علمی ہے، کہ ان کی علمی بے مائیگی کا بولتا ہوا یہ ثبوت ہے "شیٔ" کس کو کہتے ہیں اس سے وہ لاعلم ہیں، جو شیٔ امرِ الٰہی اور مشیت ایزدی سے وقوع سے پذیر ہونے والی ہے، وہ شیٔ ہے اور جس کا وقوع ہی منظور خداوندی نہیں اس پر شیٔ کا اطلاق ہی نہیں ہوتا۔

جامع مسجد دہلی کا تاریخی مناظرہ

مولوی اسماعیل اور مولوی عبدالحیٔ کے تابعدار اور طرفدار دہلی کے گلی گلی اور کوچے کوچے میں اسماعیلی عقیدہ ومذہب کی تقریریں کرتے پھرتے تھے، اس کی وجہ سے دہلی میں عام شورش برپا ہوئی، نہم ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ بروز منگل بوقت صبح جامع مسجد شاہ جہانی میں مولوی عبدالحیٔ ترجمہ بیان کر رہے تھے، اس محفل میں مولوی اسماعیل صاحب بھی موجود تھے علماء اہل سنت

- سلطان المتکلمین حضرت مولانا رشید الدین خان صاحب (۱۹۴۹ء / محرم ۱۲۴۳ھ)
- زبدۃ المحدثین فخر خاندان امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ محمد مخصوص اللہ صاحب محدث

(۱۳ذی الحجہ ۱۲۷۳ھ)

- اُستاذ مطلق امام فضل حق خیر آبادی
- حضرت مولانا شاہ محمد موسیٰ صاحب
- حضرت مولانا محمد شریف صاحب
- حضرت مولانا عبداللہ صاحب
- حضرت آخون شیر محمد صاحب خلیفہ اجل شاہ غلام علی صاحب

ایک فتویٰ مرتب کر کے جامع مسجد پہنچے، مولوی عبدالحیٔ ترجمہ کے وعظ سے فارغ ہوئے، تو عبیداللہ نامی ایک طالب علم نے فتویٰ پیش کیا کہ اس پر اور علماء اہل سنت کے دستخط ہو چکے ہیں، آپ بھی دستخط کر دیجیے، مولوی عبدالحیٔ نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور کہا میں کچھ نہیں جانتا مولوی عبیداللہ صاحب نے کہا، یہ ہی لکھ دیجیے مگر لکھنے سے بھی انکار کیا دہلی کی عدالت کے مفتی حضرت مولانا سید محمد شجاع الدین علی خاں صاحب جو اکبر شاہ ثانی کے نواسی داماد بھی تھے انہوں نے فرمایا کہ ''اس کا فیصلہ بہت ضروری ہے کہ اس کی وجہ سے بڑا ہی شورش اور بڑا اختلاف پیدا ہو گیا ہے'' مولانا مفتی سید شجاع الدین علی خاں صاحب چاروی مونگیری کی تحریر کے مطابق ۵ ہزار علماء مشائخ اور طلبہ اس مجمع میں جمع ہو گئے تھے مولوی عبدالحیٔ نے نہایت بیزاری سے علماء سے پوچھا کہ ''تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو حضرت مولانا شاہ محمد مخصوص اللہ محدث نے جواب دیا۔

''ہم بموجب خدا کے حکم کے آئے ہیں، تاکہ تمہارے عقیدہ کی برائی ظاہر ہو جائے اور زجراً فرمایا کہ ''تم ایسے مسائل اور عقائد بیان کرتے ہو، جس سے ہمارے بزرگوں اور اُستاذوں کی برائی ثابت ہوتی ہے اور تمہارے لوگ برملا کہتے ہیں کہ مسلکِ شاہ عبدالعزیز برائیوں اور خرابیوں کا مجموعہ ہے، شاہ عبدالعزیز کی راہ جہنم کی راہ ہے''۔

اس کے بعد کچھ گفتگو ہوئی، کچھ اقرار اور کچھ انکار کی صورت رہی، اسی دوران مولوی اسماعیل

نے جانے کاارادہ کیا،مگر مولانا محمد رحمت اللہ صاحب نے یہ کہ کرروک لیا،کہ آپ بھی اس فتویٰ پر دستخط کر دیجیے مولوی اسماعیل نے جواب دیا،کہ میں کسی کے باپ کا ملازم نہیں ہوں، جا کرکوتوال کو بلالا، مردود مجھ پر سختی کرتا ہے،مولوی اسماعیل نے پھر کہا کہ میرے رسالے کا جواب دے،مولانا رحمت اللہ صاحب نے کہا،کہ رسالہ میرے بغل میں ہے،آپ رکیے میں اسی مجمع میں جواب دیتا ہوں،مگر یہ تو بتائیے کہ پھر اس کا جواب لکھو گے،مولوی اسماعیل نے کہا کہ میں کسی کا محکوم نہیں ہوں، اسی وقت مولانا رحمت اللہ بیگ صاحب نے فرمایا،نئے عقیدے دل سے بنائیے،کسی کے سامنے پیش نہ فرمایئے ورنہ اسی جگہ ابھی ابھی مناظرہ کر لیجیے،مگر مولوی اسماعیل صاحب نے ایک نہ سنی اور وہاں سے چل دیئے۔

اس تاریخی مناظرہ ومباحثہ اور ابطال باطل کا واقعہ تمام شہر دہلی میں گشت کر گیا اور اہل اسلام کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مولوی اسماعیل،اہل سنت کے قاہر اعتراضات کے جواب سے عاجز وساکت رہے، پھر تو یہ حال ہو گیا کہ ادنیٰ ادنیٰ آدمی سے ہر ایک مسئلہ میں قائل ہونے لگے،اطراف وجوانب دہلی میں یہ چرچا ہونے لگا اور سب لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ مولوی اسماعیل صاحب کا طریقہ،تمام سلف صالحین کرام کے خلاف ہے اس دن کے بعد سے پھر ان کا اعتبار جاتا رہا،دہلی کے علماء اعلام وکبار نے طریقۂ اسماعیلی نجدی کے رد میں رسالے لکھے۔

جہاد اور اس کا انجام

اس واقعہ کے بعد مولوی اسماعیل اور ان کے طرفداروں نے عقائد کی بحث اور بات بات پر کفر وشرک کی مہم ختم کردی اور وعظوں میں جہاد کا نعرہ بلند کیا،جہاد کے نام پر پھر کچھ لوگ ان کے گرد سمٹ آئے اور نقد وجنس اکٹھا ہو گیا ایک جماعت ترتیب دیگر دوشنبہ،جمادی الثانیہ ۱۲۴۱ھ ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء افغانستان کی طرف روانہ ہوئے وہاں جا کر کیا کیا اس کی داستان تفصیل طلب ہے،مختصر یہ کہ وہاں پہنچ کر دوازدہم جمادی الثانیہ ۱۲۴۲ھ ۱۰ جنوری ۱۸۲۷ء کو حاجی سید احمد صاحب کی امامت کا اعلان کیا،

جو امامت کا تابع نہ ہوا، اس پر لشکر کشی کر ڈالی، ہمیں اس گام پر امیر المومنین خلیفۃ الراشد الاول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد آئی، کہ انہوں نے بیعت کے مخالفین کو تہہ تیغ نہیں فرمایا، قوت وشوکت حاصل ہو جانے پر مولوی اسماعیل صاحب نے پھر سے عقائد کی بحث چھیڑی، تقویۃ الایمانی دھرم کا پرچار شروع کیا، اولیاء فقہا پر لعن طعن شروع کی، فقہ حنفی کی کتابوں پر اعتراضات کی بوچھار کرنے لگے، علماء افغانستان سے مباحثے ہوئے اور انہوں نے اعلان عام کر دیا کہ "سید بادشاہ اور مولوی اسماعیل وہابی ہیں"، تواریخ ہزارہ صفحہ ۷۵۲ میں ہے:

"یہ خلیفہ سید احمد لاہور وغیرہ (سکھوں) کی طرف نہیں جاتا، صرف اس کی باتیں ہیں، اصل غرض اس کی ہمارے ملک کو پامال کرنا ہے یہ سوات میں چلے گئے وہاں بھی اُن کے عقائد، خلافِ شرع نے یہ اثر دکھلایا کہ اخون صاحب نے (موجودہ والی سورت کے دادا) کفر کا حکم دیا اور اُن کو نکلوا دیا (۷۳۷) انبیاء اور اولیاء وغیرہ بزرگوں کے ذکر میں گستاخانہ کلام، ہمیشہ ان سے ہوتا آیا ہے، جو خلافِ شان اس عظیم الشان گروہ کے ہے"۔

سر سید احمد خاں دہلوی بقول خود کریلا نیم چڑھا وہابی تھے، ان کے مقالات کے حصہ نہم صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰ میں ہے کہ چونکہ پہاڑی قومیں اُن کے عقائد کے مخالف تھیں، اس لیے وہ وہابی ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کر سکے کہ وہ ان کے مسائل کو اچھا سمجھتے، مگر چونکہ وہ سکھوں کے جور و ستم سے نہایت تنگ تھے، اس سبب سے وہابیوں کے اس منصوبے میں شریک ہو گئے، کہ سکھوں پر حملہ کیا جائے ـــــ لیکن چونکہ یہ قوم، مذہبی مخالفت میں نہایت سخت ہے، اس سبب سے اس قوم نے اخیر میں وہابیوں سے دغا کر کے اتفاق کر لیا، اور مولوی محمد اسماعیل صاحب و سید احمد صاحب کو شہید کر دیا"۔ یہ جمعہ کا دن اور جمعہ کا وقت تھا، ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء تھا قمری حساب سے ۵ برس ۵ مہینے ۷ ادن تک اسماعیلی تحریک چلی۔

اسماعیلی وہابی فتنہ گری کے مراکز صادق پور اور مدراس ٹونک

لیکن امت کے قلب میں مولوی اسماعیل نے تقویۃ الایمان اور رسالہ یکروزی لکھ کر، مسئلۂ شفاعت کا انکار، انبیاء اور الیاء محبوبانِ خدا کی بلند و بالا شانوں میں گستاخیوں اور امکانِ کذب تعالیٰ اور امکان نظیر خاتم النبی کا جو ناسور ڈالا وہ ہزار مٹائے نہ مٹا، دہلوی صاحب کے بعد، ان کے گمراہ و باطل عقیدوں کا جرثومہ پھیلانے کی وباء مولوی ولایت علی صادق پوری اور محمد حسین نمموھی اور مولوی ٹونکی نے اپنے ذمہ لی، مولوی ولایت علی نے بہار و بنگال میں وہابیت پھیلانے میں سرگرمی دکھائی اور مدراس و دکن میں مولوی محمد علی ٹونکی نے زور فتنہ دکھلایا، اور اس میں حضرت سلطان العلماء مولانا جمال الدین احمد فرنگی محلی شاگرد و نواسہ حضرت بحر العلوم ملک العلماء امام عبد العلی محمد فرنگی محلی مدراسی نے اس فتنہ کے سامنے بند باندھا اور خطبۂ مدراس و دکن سے اس فتنہ کو دور کیا، اس کے بعد ۱۲۶۸ھ میں حرمین طیبین سے وہابیان ہند نکالے گئے، تمام تفاصیل تحفۂ محمدیہ میں مولانا سید شاہ اشرف علی گلشن آبادی نے تحریر کی ہے، یہ کتاب ۱۲۶۸ھ میں شائع ہوئی صداقت بھری شایانِ دید کتاب ہے، فقیر نے اس کی تحقیق کر دی ہے، طباعت کی تیاری ہے، اس سے معلوم ہوجائے گا کہ وہابیوں نے کیسی کیسی غارت گری کی اور فساد پھیلایا۔

شیخ المحدّثین مولانا شاہ محمد مخصوص اللہ محدث کی ترجمانِ حق تحریر

سیف اللہ المسلول معین الاسلام حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ (وصال ۱۲۸۹ھ) نے ۱۲۶۵ھ میں شیخ المحدّثین مولانا شاہ محمد مخصوص اللہ محدث دہلوی سے سات سوالات کیے تھے، حضرت امام اہل سنت محدث ممدوح نے ماقلّ و دلّ اس کا جواب تحریر فرمایا، یہاں صرف جوابات نقل کیے جاتے ہیں، پانچویں جواب کی یہ بات بے حد قابل لحاظ ہے کہ علمائے اخیار مولانا اسماعیل کی کتاب کو تقویۃ الایمان فا کے ساتھ کہتے تھے۔

"بڑے عم بزرگوار کہ وہ بینائی سے معذور ہو گئے تھے، اس کو سنا تو فرمایا۔ اگر بیماریوں سے معذور نہ ہوتا تو تحفہ اثنا عشریہ کا سا جواب، اس کا رد بھی لکھتا، اس کی بخشش وہابِ بے منت نے اس بے اعتبار کو کی، شرح کا رد لکھا، متن کا مقصد بھی نابود ہو گیا، ہمارے والد ماجد نے اس کو دیکھا نہ تھا، بڑے حضرت کے فرمانے سے کھل گیا، کہ جب اس کو گمراہ جان لیا، تب اس کا رد لکھنا فرمایا"۔

حضرت شیخ المحدثین نے تقویۃ الایمان کو شرح کا نام دیا، اور ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کو متن قرار دیا ہے، شرح اور متن کے مقاصد کی نابودی کے ساتھ یہ بھی ظاہر فرما دیا، کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دونوں کا رد لکھنا چاہتے تھے مگر بیماریوں سے معذور ہونے کی بنا پر نہ لکھ سکے۔

"پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ تقویۃ الایمان کہ میں نے اس کا نام تقویۃ الایمان، ساتھ فا کے رکھا ہے، اس کے رد میں رسالہ میں نے لکھا ہے۔ اس کا نام معید الایمان رکھا ہے، اسماعیل کا رسالہ، موافق، ہمارے خاندان کے کیا کہ تمام انبیاء اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے، کیونکہ پیغمبر جب توحید کے سکھلانے کو، اور اپنے راہ پر چلانے کو بھیجے گئے تھے، اس کے رسالے میں اس توحید کا اور پیغمبروں کی سنت کا پتہ بھی نہیں ہے، اس میں شرک اور بدعت کے افراد گن کر جو لوگوں کو سکھلاتا ہے کس رسول نے اور ان کے خلیفہ نے کسی کا نام لے کر شرک یا بدعت لکھا ہو، اگر کہیں ہو تو اس کے پیروں سے کہو کہ ہم کو بھی دکھاؤ۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ شرک کے معنیٰ ایسے کہتے ہیں کہ اس کی رو سے فرشتے اور رسول خدا کے شریک بنتے ہیں اور خدا شرک کا حکم دینے والا ٹھہرتا ہے اور جو شرک سے راضی ہو، وہ مبغوض خدا کا ہوتا ہے، محبوب کو مغبوض بنانا اور کہلوانا، ادب ہے یا بے ادبی ہے۔

تیسرے مطلب کا جواب یہ ہے کہ پہلے دونوں جوابوں سے دیندار اور سمجھنے والے کو ابھی کھل جائے گا، کہ جس رسالے اور اس کے بنانے والے سے لوگوں میں برائی اور بگاڑ پھیلے اور خلاف سب انبیاء اولیاء کے ہو، اور وہ گمراہ کرنے والا ہوگا؟ یا ہدایت کرنے والا ہوگا۔

میرے نزدیک اس کا رسالہ عمل نامہ بُرائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے والا فتنہ گر اور مفسد اور غاوی

ومغوی ہے حق اور سچ یہ ہے کہ ہمارے خاندان سے دو شخص ایسے پیدا ہوئے کہ دونوں کو امتیاز اور فرق، نیتیوں اور حیثیتوں اور اعتقادوں اور اقراروں کا اور نسبتوں اور اضافتوں کا نہ رہا، اللہ تعالیٰ کی بے پروائی سے سب چھن گیا تھا، مانند قول مشہور ہے چوں حفظِ مراتب نہ کُنی زندیقی

ایسے ہی ہو گئے۔ چوتھی بات کا جواب یہ ہے کہ:

وہابی کا رسالہ متن تھا، یہ شخص گویا اسی کی شرح کرنے والا ہو گیا۔

پانچویں بات کا جواب یہ ہے کہ بڑے عم بزرگوار کہ بینائی سے معذور ہو گئے تھے، اس کو سنا، یہ فرمایا:

اگر بیماریوں سے معذور نہ ہوتا، تو تحفہ اثنا عشریہ کا سا جواب، اس کا رد بھی لکھتا۔

اس کی بخشش و ہَابِ بے منت نے اس بے اعتبار کو کی، شرح کا رد لکھا، متن کا مقصد بھی نابود ہو گیا، ہمارے حضرت والد ماجد نے اس کو دیکھا نہ تھا، بڑے حضرت کے فرمانے سے کھل گیا، کہ جب اس کو گمراہ جان لیا، تب اس کا رد لکھنا فرمایا۔

چھٹی تحقیق کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تحقیق اور سچ ہے کہ میں نے مشورت کی راہ سے کہا تھا کہ:

تم نے سب سے جدا ہو کر تحقیق دین میں کی ہے، وہ لکھو، کچھ ظاہر نہ کیا

ساتویں بات کا جواب یہ ہے کہ اس مجلس تک سب ہمارے طور پر تھے پھر ان کا جھوٹ سن کر کچّے آدمی آہستہ آہستہ پھرنے لگے، اور ہمارے والد کے شاگردوں اور مریدوں میں سے۔ بہت سے بچے رہے"۔

حضرت شاہ احمد سعید مجددی تلمیذ ارشد حضرت شاہ عبد العزیز محدث نے اپنی کتاب تحقیق الحق المبین میں حضرت شاہ مخصوص اللہ محدث کا یہ قول نقل فرمایا کہ:

"اسماعیل کو ہم لوگوں نے سمجھایا، نہیں مانا اور جتنا ہندوستان میں فتنہ پھیلا ہے اس کی ذات سے پھیلا ہے"۔

یہ تو خاص خاندان حضرت شاہ عبدالعزیز محدث قدس کے احوال و بیانات تھے، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کریم اللہ دہلوی متوفی ۱۲۹۰ھ نے تنبیہ الضالین لکھ کر طبع کرائی، حضرت خاتم الحکماء علامہ امام فضل حق خیرآبادی نے "تبصرہ برتفویۃ الایمان" تحریر فرما کر، نجدی متن اور اس کی شرح کے مضامین و مقالات کے پڑانچے اڑا دیے اور مسئلہ شفاعت کے اثبات اور امتناع کذب اور امتناع النظیر صلی اللہ کے اثبات میں ایک موقر و معتبر و مدلل بدلائل آیات و احادیث کتاب تحریر فرما کر "تحقیق الفقوی فی ابطال الطغوی" نام رکھا، ۱۸ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ کو اس تحقیق بھری کتاب کی تحریر سے فراغت ہوئی، کتاب کو علماء اعلام اور اولیاے پروردگار نے قبول کی نظروں سے دیکھا اور تحسین و تائید میں دستخط کیے اور مہریں کیں، حضرت دہلی کنفِ اسلام کے عمائد اسلام کی مہریں اس میں موجود ہیں۔

● حضرت مولانا محمد شریف صاحب ● حضرت مولانا حاجی محمد قاسم صاحب ● حضرت مولانا محمد حیات صاحب آری ● حضرت مولانا المفتی محمد کریم اللہ صاحب دہلوی دارالافتاے اہل سنت عزیزی کے مفتی اعظم ● رئیس المتکلمین مولانا محمد رشید الدین خاں صاحب ● شیخ المحدثین عارف باللہ مولانا شاہ محمد مخصوص اللہ محدث ● حضرت مولانا محمد رحمت صاحب ● حضرت مولانا عبدالخالق صاحب ● حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب ● حضرت مولانا شاہ محمد موسیٰ محدث ● حضرت مولانا خادم محمد صاحب ● حضرت شاہ احمد سعید صاحب مجددی ● حضرت مولانا محمد شریف صاحب ● حضرت مولانا محمد حیات دہلوی ● صدرالصدور حضرت مولانا المفتی محمد صدالدین ● حضرت مولانا رحیم الدین صاحب ● مولانا سید محبوب علی رضوی تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث۔

حضرت مولانا شاہ محمد موسیٰ صاحب محدث (متوفی ۱۲۵۹ھ ۱۲ رجب المرجب) بھی اپنے برادر ثالث اکبر امام اہل سنت حضرت شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی کی طرح جامع مسجد کے تاریخی مباحثہ میں پیش پیش تھے، آپ نے مولوی عبدالحیٔ سے کہا:

"تم ہمارے اُستاذوں کو برا کہتے ہو، مولوی عبدالحیٔ بولے، میں نہیں کہتا، مولوی موسیٰ نے کہا کہ یہ ایسے نئے مسئلے بناتے ہیں کہ ـــــ ان سے برائی اُستاذوں کی ثابت ہوتی ہے، پوچھا وہ کیا ہے؟ کہا مثلاً قبر کے بوسے کو شرک کہتے ہو اور ہمارے اکابر اس کے مباشر ہوتے تھے، مولوی عبدالحیٔ نے انکار کیا، کسی نے کہا کہ لکھ دو تا کہ تمہارے اوپر جھوٹ باندھنے والوں کی تکذیب ہو جائے، مولوی عبدالحیٔ نے کانپتے ہاتھوں سے لکھ دیا ـــــ "بوسہ دہندۂ قبر، مشرک نیست"۔

حضرت شاہ محمد موسیٰ محدث نے حجۃ العمل فی ابطال الحیل بزبان فارسی مسائل وہابیت اسماعلّیت کے رد میں تحریر فرمائی، جو ۷ ربیع الاول ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۶ء کو اختتام کو پہنچی، ان اکابر کے شدید اختلاف اور ابطال نے مولوی اسماعیل کو سرنگوں کر دیا اور وہ ان وجوہات کی وجہ سے بلطائف الحیل دہلی چھوڑ کر چلے گئے عرصہ دراز تک ماحول پر سکون رہا، پچیس برس کے بعد مولوی حیدر علی جن کو کوئی، رام پوری کہتا ہے اور کوئی دہلوی بتاتا ہے، انہوں نے پھر سے اس فتنہ کو ریاست ٹونک میں بیٹھ کر پھونکا اور ۱۲۶۵ھ میں صیانۃ الناس عن وسوسۃ الخناس لکھ کر ۱۲۷۰ھ میں چھپوایا، مولوی اسماعیل نے نظیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امکان تسلیم کیا تھا اور اعتراض کے باوجود اس کی صحت پر اُن کو اصرار رہا، اگرچہ اُن کے مسلمات کو بدلائل نقلی و عقلی رد کر کے ان کی زبان پر مہر لگا دی گئی تھی مگر مولوی حیدر علی نے ان سے بڑھ کر بات کہی کہ:

"حضور اکرم ممکن ہے، ان ارض و سما کے خاتم النبین ہوں اور وہ مفروض مثیل خاتم النبیین ہوں، اور وہ مفروض مثل خاتم النبیین کسی دوسرے ارض و سماء اور کسی اور دنیا کا خاتم النبیین ہو"۔

خانقاہِ نقشبندی مجددی دہلی کے اولیاء اور ردِّ وہابیت

مولوی حیدر علی نے جو اسلوب بیان پسند کیا، وہ ان کی قلبی طہارت کا ترجمان ہے، سخت سے سخت

کلمات نہ ہوں گے جس کو انہوں نے حضرت ہدایت مآب مسند الوقت امام العصر استاذ مطلق حضرت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی قدس سرہ کے لیے روانہ رکھا ہو، مولانا عبد الستار دہلوی کا بیان ہے کہ "مولانا حیدر علی ٹونکی کے جواب ناصواب کا فضیلت پناہ کمالات دستگاہ مولوی شاہ عبد الحق صاحب خلف شاہ عبد الرسول نقشبندی مجددی مظہری کانپوری نے رد جیسا چاہیے ویسا لکھا اور اس کا نام فصل الخطاب تجویز فرمایا اور اس کے بعد ایک اور مفصل کتاب تصنیف فرمائی" اس کا خلاصہ مولانا عبد الستار مرحوم نے ۱۲۶۹ھ میں طبع کرایا، اس پر ریاست رام پور کے بیس علمائے نامدار نے دستخط اور مہریں کیں، مراد آباد کے ۵ علماء کبار اور شاہ جہاں آباد دہلی کے ● حضرت شاہ احمد سعید صاحب ● حضرت شاہ عبد الرشید مجددی ● حضرت شاہ محمد عمر مجددی ● حضرت شاہ محمد مظہر مجددی ● مولانا محمد نواب ● حضرت مفتی صدر الدین صاحب ● مولانا فرید الدین ● حضرت مفتی محمد کریم اللہ نے دستخط فرمائے۔

فرقۂ اسماعیلیہ نجدیہ وقفہ وقفہ سے سر اُٹھاتا رہا اور ان کے جوابات ہوتے رہے۔ (مگر سب سے بڑا فتنہ قصبہ سہسوان ضلع بدایوں میں (۱۲۴۳ھ میں پیدا ہونے والے اور ۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۴ء میں مرنے والے مولوی سید امیر حسن شاگرد مولوی نذیر دہلوی کے بیٹے مولوی امیر احمد سہسوانی (متولد ۱۲۲۲ھ متوفی ۱۳۰۶ھ) نے اُٹھایا۔

مولوی اسماعیل کے اقاویل و اباطیل تقویۃ الایمان اور یکروزی کی دہن دوزی کر دی گئی، ان کے انہیں باطل اقوال کو بلند لے اور آہنگ میں مولوی حیدر علی ٹونکی نے اُٹھایا، یہ تقریباً ۶۵، ۱۲۶۶ھ کا زمانہ تھا، مسند الوقت امام العصر حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ نے پھر سے ان مسائل کے رد کی طرف عنان توجہ مبذول فرمائی اور رسالہ امتناع النظیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصنیف فرما کر مولوی حیدر علی کے دلائل و مسائل کے تار پود بکھیر دیے، جس طرح تحقیق الفتویٰ کو علماء حلقۂ عزیزی نے قبول کی نظروں سے دیکھا، اس عالی شان کتاب کی بھی پذیرائی فرمائی، خیر آبادی حلقۂ تلامذہ کے رکن رکین اور سر آمد عصر، یگانہ روزگار عالم و عارف اعظم العلماء حضرت مولانا سید شاہ محمد سلیمان اشرف قدس سرہ نے تحریر فرمایا کہ:

"طبقۂ وہابیہ کے جمیع مسائل، جن کا تذکرہ مقدمۂ کتاب میں کیا گیا ہے، اوران کی تردید ہر قرن میں، متعدد علماء نے مختلف دیار و امصار میں، متعدد رسالوں میں مفصلاً فرمائی، مگران دو مسئلوں (امکان کذب حضرت باری تعالیٰ اور امتناع النظیر صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف جب رجوع فرماتے، تو مختصر تقریر کے بعد اسی رسالے پر محول کر دیتے"۔

تعدّدِ خواتم اور تحقُّق اَمثال کا آتش فتنہ

شیخو پورہ بدایوں میں تاریخی مناظرہ:

مولوی حیدر علی ٹونکی ۱۲۷۳ھ اپنے مستقر کو دارِ دنیا سے سدھارے، ان کی جگہ ان کے فرقہ کے (۱۲۶۲ھ میں پیدا ہونے والے) مولانا امیر احمد سہسوانی متوفی ۱۳۰۶ھ نے سنبھالی، مولوی ٹونکی نے نظیر النبی الخاتم صلی اللہ علیہ وسلم کو ممکن لکھا سہسوانی نے "تعددِ خواتم" اور "تحقُّق امثال" کا دعویٰ کیا، جب اس آتش فتنہ کی لو تیز ہوئی تو، اسی خیر آبادی حلقہ کے سرخیل برکۃ العصر تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی قدس سرہ تلمیذ اجل امام خیر آبادی اس کے بجھانے پر آمادہ ہوئے، ایک شادی کے موقع پر حضرت تاج الفحول شیخو پورہ ضلع بدایوں تشریف لے گئے اور سر آمد اطبائے دہلی عمدۃ الحکماء حکیم غلام نجف فریدی رئیس قصبہ شیخو پورہ قدیم متوسل کے دولت کدہ پر مہمان ہوئے، مولانا سہسوانی بھی وہاں مدعو تھے، شیخو پورہ کے خواص و عوام میں اس مسئلہ کا چرچا ہوا، بات مباحثہ کی ٹھہری، دونوں طرف سے تحریریں ہوئیں، وہابی عالم سہسوانی سرنگوں ہوئے اور نہایت خاموشی سے واپس گئے، یہ مناظرہ و مباحثہ ۱۲۸۸ھ میں منعقد ہوا، مولوی امیر احمد سہسوانی کے باپ کے شاگرد مولوی نذیر نے مناظرہ احمدیہ نامی کتاب لکھ کر چھاپی، اسی کے صفحہ ۳۹ پر انہوں نے لکھا کہ:

"چھ شخص مثل حضرت آدم اور ایسی ہی مثل حضرت اور حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ اور جناب رسالت مآب علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام موجود و متحقق ہیں"۔

فتاویٰ بے نظیر کی اشاعت، ساڑھے تین سو علماء کا متفقہ فتویٰ

اس بیان سے بڑی شورش اُٹھی، علماءِ حق اس کی تردید پر مستعد ہوئے متفقہ طور پر علماءِ ہند سے سوال کر کے طالب جواب ہوئے، ان کی طرف سے حضرت مولانا عبدالغفار صاحب کانپوری علیہ الرحمہ نے علماءِ ہند کے پاس سوالات بھیجے، ساڑھے تین سو علماءِ ہند نے باپ بیٹے مولوی امیر حسن اور امیر احمد کے دعاوی کو باطل قرار دیا، حضرت مولانا عبدالغفار صاحب نے (۱۲۴۷ھ وصال ۱۳۱۲ھ) تمام جوابات کو موضوع کی مناسبت کے لحاظ سے بنام "فتاویٰ بینظیر" مرتب فرما کر کانپور کے مطبع نظامی سے ۱۲۸۸ھ میں چھپوا کر امرِ حق کو واضح فرمایا۔

بریلی میں تحریری مباحثہ:

مناظرہ احمدیہ مولانا محمد احسن نانوتوی پروفیسر عربی کالج بریلی کے مطبع میں چھپا تھا اس کے صفحہ ۴۷ پر لکھا گیا تھا کہ "مولانا بھی اس کے قائل ہیں اور اُنہوں نے اس پر مہر کر دی ہے" اور مولانا احسن نانوتوی نے لکھ دیا ہے کہ:

"معتقد ظاہر حدیث، مسلم صحیح الاعتقاد اور مکفِّر اس کا کافر و بے ایمان"

ماہ مبارک رمضان المبارک ۱۲۹۰ھ میں مولانا احسن نانوتوی کے یہ کلمات بریلی کے اکابر کی نظر سے گزرے تو انہوں نے ان کے پاس سوالات بھجوائے، مولانا احسن نانوتوی نے جواب لکھا ــــــ زمین کے طبقات زیریں میں انبیاء اور چھ خاتم ہیں اور وہ ختم نبوت میں شریک جناب ابوالقاسم ہیں، اولاد ابن آدم، اہل دیگر طبقات سے مکرم اور حضرت اُن سے مکرم، لہٰذا مماثلت ان کی، آپ سے غیر مسلم" ــــــ مولانا نانوتوی سے بار دیگر سوال ہوا، اُنہوں نے عدم فرصت پر ٹالا، اکابر بریلی نے والد و مولود مولوی امیر حسن اور مولوی امیر احمد دونوں سے رجوع کیا، مولوی امیر احمد نے بہت غصہ فرمایا اور مولوی عبدالحیٔ صاحب فرنگی محلی کا مسلک اختیار کیا، مجبور ہوئے اپنے مخالف کا دامن لیا اور انکارِ مماثلت و اقرارِ فضیلت آنحضرت

Scanned with CamScanner

ﷺ پر مہر کر دی، چھ خاتم النبیین دیگر طبقات میں قرار دیے، مولوی امیر حسن نے بھی اُسے مسلّم رکھا اور مولانا محمد احسن کے حق میں بہت سخت کلمات لکھے، اس مرحلے کے بعد غیر انسان کی نبوت اور شرکت فی الخاتمیۃ پر مولانا محمد احسن سے مکالمت ہوئی اور ان سے مناظرۂ احمدیہ کی دونوں محولہ بالا عبارت کے بارے میں استفسار کیا گیا، کہ ـــــ آیا نسبت اس عقیدہ کی جاب کی طرف صحیح ہے اور آپ نے اس مضمون پر اپنی مہر ثبت فرمائی ہے، یا یہ سب افتراء ہے" ـــــ مولانا محمد احسن نے جواب میں لکھا، کہ

"میرا عقیدہ ہے، کہ حدیث مذکور صحیح اور معتبر ہے اور زمین کے طبقات جدا جدا ہیں اور ہر طبقات میں مخلوق الٰہی ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقہ میں انبیاء ہونا معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر چہ ایک ایک خاتم کا، ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہے، مگر اس کا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین ﷺ کے ثابت نہیں اور نہ میرا یہ عقیدہ ہے، کہ وہ خاتم مماثل آنحضرت ﷺ کے ہوں، اس لیے کہ اولاد آدم جس کا ذکر وَلَقَدْ کرّمنا بنی آدم میں ہے۔ اور سب مخلوقات سے افضل ہے، وہ اسی طبقہ کے آدم کی اولاد ہے۔ بالاجماع اور ہمارے حضرت ﷺ سب اولاد آدم سے افضل ہیں۔ تو بلاشبہہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوئے، پس دوسرے طبقات کے خاتم جو تمام مخلوقات میں داخل ہیں۔ کسی طرح آپ کے مماثل نہیں ہو سکتے۔

پس جو کوئی ظاہر حدیث کے بموجب ایک ایک خاتم ہر طبقہ میں اعتقاد کرے اور ان کو مماثل خاتم الانبیاء ﷺ کا نہ جانے بلکہ تشبیہ مذکور فی الحدیث کو تفہیم کے لیے اور صرف خاتم ہونے میں شراکت کے واسطے سمجھے ـــــ وہ بیشک مسلم صحیح الاعتقاد ہے اور اس کے کافر کہنے والے کو میں بُرا جانتا ہوں اور جس مضمون پر میں نے مہر کی ہے، اس کی تفصیل مجھ کو یاد نہیں، مگر غالباً میں نے اس سے یہی مطلب سمجھ کر مہر کی ہے، فقط۔

مولانا نانوتوی نے مہر کرنے سے صاف انکار نہیں کیا اور امثال سے بظاہر انکار کیا لیکن روشِ

تحریر صاف اعلان کر رہی ہے کہ ان کا اصل عقیدہ: "تحقق اَمثال" ہی ہے اور مکفرِ شیخ المحدثین مولانا عالم علی صاحب نگینوی مراد آبادی کو بُرا لکھا تا کہ کافر اور بے ایمان کہنے کی گنجائش باقی رہے اور بیانِ افضلیت میں وہ طریق اختیار کیا کہ ـــــ "مثل" ـــــ متنازع فیہ کا انکار لازم نہ آئے، مولانا محمد احسن نانوتوی کے بظاہر پھیر پھار اور بظاہر انکار اور در پردہ اقرار کو دیکھ کر دوسرا سوال بھیجا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ:

دیگر طبقات کی تفصیل لکھیے اور ساتھ ہی اُن کو اس عقیدہ کے فساد سے بھی مطلع کر دیا گیا

اس کے متعلق معتقدوں سے فرمایا:

"ہم سوال چھاپ کر اور شہروں کو بھیجتے ہیں، دیکھو وہاں کے علماء کیا لکھتے ہیں"

مولوی محمد قاسم نانوتوی نے ایک جواب لکھ کر بھیجا، مولانا محمد احسن نے اپنے مطبع صدیقی بریلی سے چھاپ کر شائع کر دیا، مولوی قاسم نانوتوی کے انداز تحریر سے جو حضرات واقف تھے ان کی رائے تھی کہ مولوی قاسم صاحب کو مناظرہ میں اصلاً دخل نہیں، مستدل، و معترض میں فرق نہیں کرتے، اس قدر بھی نہیں جانتے کہ کون سی بات خصم پر حجت ہوتی ہے اور کون سی لغو ٹھہرتی ہے، مناظرہ کیا ہے، نقض و منع کسے کہتے ہیں، کس طریق سے دعویٰ ثابت کرتے ہیں، جواب کس طرح دیتے ہیں۔

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے جواب کو مولانا محمد احسن صاحب نے "تحذیر الناس" کے نام سے شائع کیا، اس کتاب سے اس قدر تو پتا چلتا ہے کہ اثر ابن عباس کو ماننا اور طبقاتِ زیر زمین میں انبیاء و خاتم، موجود ماننا مقتضائے محبت سید عالم ﷺ ہے اور اس سے انکار، خلافِ طریقۂ محبت سید ابرار ﷺ قرار دیا ہے اور وجہ یہ کہ عظمت و بڑائی، حضرت رسالت مآب ﷺ کی اس سے زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور نہ ماننے سے سرورِ انس و جان کی شان معاذ اللہ گھٹ جاتی ہے، مولوی محمد قاسم صاحب نے مولانا محمد احسن کی حمایت و تائید و نصرت میں مصیبت اُٹھائی اور لطف یہ ہے کہ مولانا احسن نے ان تاویلات و توجیہات کو نہیں قبول کیا، "بالذات و بالعرض" کے قصہ کو نہیں مانا، بلکہ اس بناوٹ کو بگاڑا اور لفظ "خاتم"، یعنی "خاتم الھادین" اور سوال مطبوعہ افضلیتِ انحضرت ﷺ دیگر خواتم پر، انسانیت کی وجہ سے

بتایا، مولانا محمد احسن صاحب ایک بلا میں مبتلا تھے، مولوی قاسم صاحب نے اُن کو دوسرا کفر تعلیم فرمادیا، ہر مبتدی اور کم استعداد بھی جانتا ہے، کہ ــــــ "متصف بالعرض فی الواقع لا متصف" ہوتا ہے اور انبیاء کی نبوت مولوی محمد قاسم صاحب کے طور پر برائے نام ہے، انہوں نے اپنے طور پر ختم نبوت کو خوب سمجھا" خاتم بالذات" کے علاوہ سب انبیاء کی پیغمبری کے منکر ہوگئے، اس شوراشوری کے ہنگامہ خیز دور میں ۱۴ شوال جمعہ ۱۲۹۰ھ کو جامع مسجد بریلی میں مولانا محمد احسن صاحب نے لوگوں کو یہ تحریر دکھائی:

"چونکہ نبی بے غیر انسان کے کوئی نہیں ہوتا، اور باقی طبقات کی مخلوق جنس بشر نہیں تو ان میں انبیاء کے ہونے سے ھادین کا ہونا مراد ہے اور خاتم سے غرض خادم الھادین، پس جو کوئی خاتم النبیین حقیقی، سوائے ذات پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے کو جانے وہ بے شک خارج از دائرہ اسلام اور کافر ہے"۔

مولانا محمد احسن صاحب سے بار دیگر سوال دوئم ہوا کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طبقۂ اوّل اور چھ خاتم اور طبقات کے جب صحیح قرار پایا اور آں حضرت پر بزبانِ عربی نازل ہوا اور حضرت جبرئیل لائے، ان چھ نبی دیگر طبقات کے واسطے کون کتاب، کس کس زبان میں نازل ہوئی اور کون فرشتہ لایا، نام کتاب ہائے سماوی، ہر نبی پر جو نازل ہوئی اور نام فرشتہ لانے والے کا ارقام فرمائیے اور کچھ کچھ عبارت بھی ان کتب سماوی کی لکھ دیجیے اور یہ بھی ارقام فرمائیے کہ وہ چھ نبی کس کس جنس سے ہیں"۔

مولانا محمد احسن صاحب نے جواب دیا ــــــ "ان سوالوں کا جواب مجھ کو مفصل معلوم نہیں، مگر انبیاء کا وجود طبقات زیریں میں، کتبِ تفسیر سے معلوم ہوتا ہے، اللہ الذی خلق سبع سمٰوات و من الارضِ مثلھن یعنی سبع ارض تنزل الامر الوحی بینھن بین السموات ینزل بہ جبرئیل من السماء اسابعۃ الی الارض السابعہ یعنی اللہ وہ

ہے جس نے سات آسان پیدا کیے اور زمین مثل اس کے یعنی سات زمین اترتا ہے، حکم یعنی ان آسمانوں سے اور زمینوں میں لاتا ہے، اسی وحی کو جبرئیل ساتویں آسمان سے ساتویں زمین تک، تو حید جبرئیل، وحی ساتویں زمین تک لائے تھے، تو کسی نبی ہی کی طرف لائے ہوں گے اور باقی کتابوں کے نام اور زبان کا ذکر کسی جگہ میں نے نہیں دیکھا، بلکہ سوائے قرآن مجید کے اور کتابوں کی ایک دو آیت بھی کوئی نہیں لکھ سکتا"۔

دارالعلم رام پور کے علماء کا متفقہ فتویٰ

اِدھر یہ مراسلت ہو رہی تھی، کہ علماء ریاست مصطفیٰ آباد عرف رام پور کا متفقہ مصدّقہ جواب آ گیا کہ "یہ عقیدہ زید کا فاسد ہے" ـــــــ "اس صورت میں زید خارج از مذہب اہل سنت و جماعت ہے بلکہ جمیع فرقہ اہل اسلام سے خارج ہے، کس واسطے کے کوئی فرقہ قائل اس کا نہیں کہ سات خاتم النبیین ہیں"۔ اس فتویٰ کے مجیب ● حضرت شاہ نور النبی مجددی ہیں۔

مؤیدین میں ● حضرت مولانا سدید الدین خاں خلف مولانا رشید الدین خان دہلوی اور ● حضرت مولانا شاہ ولی النبی مجددی ● مسند الوقت مولانا سید حسن شاہ محدث رام پوری ● قدوۃ المحققین مولانا حیدر علی فیض آبادی تلمیذ اجل حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ● امام وقت مولانا علامہ عبد الحق خیر آبادی کے علاوہ گیارہ دیگر علماء کے نام محفوظ ہیں۔

اس موقع پر حضرت اُستاذ العلماء المدققین مولانا ہدایت علی فاروقی بریلوی متوفی ۱۳۲۲ھ تلمیذ علامہ فضل حق خیر آبادی صدر المدرسین مدرسہ عالیہ ریاست رام پور نے احسن الکلام، ہدایتِ اہل اسلام کے لیے طبع کرا کر شائع فرمائی، علماء ریاست رام پور کے متفقہ فتویٰ کو دیکھ کر مولانا احسن نانوتوی نے بھی لکھ دیا کہ "سو اس عقیدہ والے کی تکفیر پر میں بھی علماء کے ساتھ متفق ہوں، یعنی جو شخص خاتم النبیین سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے کو جانے اور آپ کی نبوت کو مخصوص کسی طبقہ کے ساتھ جانے، وہ شخص میرے

نزدیک بھی خارج از اسلام اور کافر ہے"۔

محمد احسن صاحب کے طرفداروں نے ان کی اس تحریر کو توبہ نامہ مشہور کیا، اس طرح مولانا محمد احسن نے سابقہ عقیدہ کو کفر ٹھہرا کر کفر کا اقرار فرمایا، طرفہ تماشا یہ تھا کہ کبھی کچھ کہتے اور کبھی کچھ لکھتے، ایک بات پر قرار نہ تھا، مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کا رسالہ تحذیر الناس توبہ شکن آیا، مولانا محمد احسن کا طور بدلا، اقراری تحریر کالعدم ہوگئی اب یہ شوروغوغا کیا کہ میری عبارت ایک صفحہ کی تھی، سائل نے دوسطر کا سوال بھیج کر علماء رام پور سے فتویٰ منگوایا، اس گام پر ریاست رام پور سے قطب الارشاد مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کا جواب آیا کہ

"قائل تخصیص پر اگر حکم کفر کیا جاوے تو ممنوع نہیں"

اس کے بعد سرّاج الحرم المکی مولانا سید عبدالرحمن سرّاج شیخ الحرم مکہ معظمہ کا فتویٰ آیا مولانا محمد احسن کے طرفداروں نے کہنا شروع کیا، کہ

"مولانا نقی علی خاں صاحب مولانا عبدالحیٔ صاحب کو کچھ نہیں کہتے، وہ بھی تو اسی مضمون کے قائل ومعتقد ہیں"۔

تب مولانا فرنگی محلی سے بھی سوال ہوا، انہوں نے "معنی حقیقی" چھوڑ کر "دیگر طبقات میں "خواتم اضافی"، تحریر فرمائے "بار دیگر سوال میں اس پر بھی اعتراض ہوا اور اس کے مفاسد پر اطلاع دی گئی جواب میں برملا اس لفظ کی خرابی کا اقرار فرمایا اور مزید تحریر فرمایا:

"فی الواقع در استفتاء سابق لفظِ خاتم مجمل واقع شدہ، بدیں جہت عوام را توحش رو دادہ، مگر تا زمان تحریر استفتا از کیفیات اقوال ارباب افراط مطلع نبودم، ورنہ ضرور تصریح می ساختم یا تبدیل الفاظ ساختم"۔

الکلام المبرم میں فاضل فرنگی محلی نے "تعدّدِ خواتم اضافیہ" کا قائل ہونا تحریر فرمایا تھا، اب اس سے رجوع فرمالیا، بریلی میں برپا آتش فتنہ اس طرح ٹھنڈا ہوگیا، مگر دہلی، بجنور، میرٹھ میں مطبوعہ تحذیر الناس کی وجہ سے مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب پر کیا گزری اس کو انہیں کے قلم سے دیکھیے انہوں

نے قطب عالم حضرت حاجی شاہ محمد امداد اللہ چشتی کو ۲۱ شعبان ۱۲۹۱ھ کو خط میں لکھا کہ:

اکثر علماے دھلی، سواے مولوی نذیر حسین صاحب فتویٰ تکفیر این ناکاره داندوفتویٰ مجل بمواهیر کڑ، در اطراف و جوانب بغیر ثبت کردن، مواهیرگردایندن، اکنوی خبر است، که آں فتوی به عرب شریف، هم خواهد رسی و باعث اراده فرستانِ رساله عرب شریف مطالعهٔ رساله مولانا رحمت الله صاحب سلمه می دانند که بواسطهٔ مولانا این فتویٰ بمواهیر، علماے عرب شریف نیزخواهد شداحباب این نواح آرزو جواب کردند مگر اسلاصم خود راننگِ کفر دانسته بجز سکوت جواب ندارم، وگفتم که جواب این عتاب تکفیر مخالفان بود، مگر این کار، نمی توانم، که اوشان ر سرا دفترِ ایمان زماں فی دانم"

دہلی کے اکثر علماء نے سوائے مولوی نذیر حسین صاحب کے اس ناکارہ کے کفر کا فتویٰ دیا ہے، اور فتویٰ پر مہر کروا کر اطراف و جوانب میں مہریں لگوانے کے لیے بھیج دیا ہے، اب خبر ہے کہ عرب شریف وہ فتویٰ مولانا رحمت اللہ صاحب کے مطالعہ لیے بھی پہنچے گا فتویٰ بھیجنے کا مقصد یہ بھی ہے، کہ مولانا صاحب کے ذریعہ عرب شریف کے علماء کی مہریں ہو جائیں اس نواح کے احباب جواب کی آرزو رکھتے ہیں مگر میں نے اپنے اسلام کو ننگ کفر سمجھ کر خاموشی کے علاوہ جواب نہیں دیا اور میں نے کہہ دیا کہ اس کا جواب اس عتاب کا تکفیر مخالفین ہو گی، مگر مجھ سے یہ نہ ہو گا کیونکہ میں ان مخالفین کو سر دفتر ایمان زماں جانتا ہوں"

مولوی نانوتوی پر کیا گزری

مولانا نواب قطب الدین خاں دہلوی کے علمی جانشین مولانا محمد شاہ صاحب پنجابی علیہ الرحمہ نے اسی موضوع پر مولوی قاسم سے دہلی میں مباحثہ کیا مولانا محمد شاہ صاحب کے کسی مخلص نے دونوں کے بیانوں کا خلاصہ تیار کر کے فخر المتاخرین، مولانا عبد الحیٰ فاضل فرنگی محلی اور حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب مجددی قطب رام پور اور تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی کی خدمتوں میں بصورت سوال بھیجا اور ان اکابر دیار و امصار کے جو جوابات موصول ہوئے اس کا مجموعہ تیار کیا اور اس کا نام "**ابطالِ اغلاط قاسمیہ**" تاریخی (۱۲۹۸ھ) قرار دیا، بمبئی سے اس کی طباعت ہوئی، اسی درمیان ۱۲۹۷ھ میں مولوی محمد قاسم کا انتقال ہوگیا، انتقال سے کچھ پہلے انہوں نے اپنے مخلص منشی ممتاز علی کو خط میں لکھا کہ:

"مولانا محمد علی چاند پوری کو میرا یہ خط ضرور دکھا دیجیے، اس خط میں لکھا کہ وہ نہ تو فتویٰ لکھتے تھے اور نہ ہی کسی فتویٰ پر مہریں کرتے تھے، انہوں نے کیوں مولانا محمد احسن نانوتوی کے خط کا تفصیلی جواب لکھا، اور بقول مولوی قاسم، مولانا محمد احسن کو کیا سوجھی کہ انہوں نے طبع کر دیا ـــــ بقول مولوی قاسم صاحب نانوتوی،

"جو یہ باتیں سننی پڑیں" "نہ دلی کے گلی کوچوں میں یہ شور ہوتا" میرے دل دکھانے کے لیے انہیں مفتیان دہلی کا غل و شور کافی ہے"۔

مولوی اشرف علی تھانوی کی مجلسوں میں بھی تحذیر الناس کی تحریر پر علمائے ہند کے متفقہ رد کا ذکر آتا رہا، چنانچہ مولوی تھانوی کے مجموعہ ملفوظات الافاضات الیومیہ جلد چہارم صفحہ ۵۸۰ زیر ملفوظ ۷ ۹۲ پر ہے، کہ:

"جس وقت مولانا نے تحذیر الناس لکھی ہے، کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولوی عبد الحیٰ صاحب کے" ـــــ زیر ملفوظ ۷۷ ۵ یہ کہا ـــــ "تحذیر الناس کی وجہ سے مولانا نانوتوی پر فتویٰ لگے تو جواب نہیں دیا، بلکہ

فرمایا کہ:”کافر سے مسلمان ہونے کا طریقہ بڑوں سے یہ سنا ہے، کہ کلمہ پڑھنے سے کوئی مسلمان ہوجاتا ہے تو میں کلمہ پڑھتا ہوں، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“۔

امکان کذب باری تعالیٰ جل شانہ اور امکان النظیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور طبقات ارض دیگر میں انبیاء کا وجود تعدّدِ خواتم اور تحقق امثال، بلکہ وقوعِ کذب باری تعالیٰ جل شانہ کا اثبات اور اس مشغلہ میں توغّل مولوی اسماعیل کے معتقدوں کا ہر دور اور ہر قرن میں محبوب طریقہ کار رہا اور وقفہ وقفہ سے وہ ان مسائل کو اُٹھاتے آئے اور اس کا سلسلہ اب بھی جاری ہے، حضرات علمائے اہل سنت نے ان مسائل کا ہر دور میں رد اور دفاع فرمایا۔

مسجدوں سے وہابیوں کے اِخراج کافتویٰ

ایک شورش وہ تھی جو ۱۲۳۹ھ میں دہلی میں برپا ہوئی، حضرت شاہ عبدالعزیز حضرت شاہ رفیع الدین، حضرت شاہ عبدالقادر کے اخلاف اور تلامیذ کے احقاقِ حق سے وہ شورش ختم ہوئی، اسی صدی کے ربع آخر میں پھر سے شورش نے سر اُٹھایا، مولوی اسماعیل نے رسالہ منصبِ امامت میں شاہ وقت اکبر شاہ ثانی کو مبتدع لکھ کر ان کی مسلم حکومت کو ختم کرنا خدا اور رسول کو راضی کرنا لکھا، شاہ وقت کے مقرر کردہ امام کی اقتداء میں نماز ادا کرنا ناجائز لکھا، اسماعیلیوں نے اس پر شدت سے عمل شروع کیا، اس کی وجہ سے دہلی کی مسجدوں میں، جھگڑے، لڑائی کا فساد کا سلسلہ جاری ہوا، ۱۲۹۲ھ میں کچہری تک معاملہ گیا، حاکم نے وہابیوں کو پابند کیا لیکن وہ وہابیت، ہی کیا جو چین سے بیٹھے اور چین سے اہل اسلام کو رہنے دے، اس گام پر مولانا عبدالحق حقانی دہلوی اور مولانا سید محمد علی کانپوری نے اپنے خواجہ تاش حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی کو جو اس وقت کانپور میں مقیم تھے، ذمہ داری سونپی کہ وہابیوں کے عقائد و مسائل کو ان کی معتبر و مستند کتابوں سے جمع کر کے فتویٰ لکھیں، انہوں نے اس پر مشقت اُٹھائی، مدلل فتویٰ تیار کیا، مولانا عبدالحق حقانی، مولانا محمد علی، استاذ العلماء مولانا محمد لطف اللہ صاحب نے مہریں کیں، عرب و عجم کے اشہر مشاہیر اعلم علمائے کبار نے بھی مہریں کیں یہی فتویٰ ”جامع الشواہد باخراج الوھابیین عن المساجد“ کے نام

سے مطبوعہ ہوا،"فتاویٰ بینظیر" کے بعد یہ دوسری جدو جہد تھی جسے کانپور کے علماء اہل سُنّت احناف نے انجام دی، اس کے بعد پانسو صفحے کی مبسوط کتاب فتح المبین لکھنؤ کے مطبع آسی سے طبع ہوئی، ان دونوں کتابوں کی اشاعت سے وہابی فتنہ دفن ہوگیا۔ بعد کے دور کے بارے میں مولانا المفتی رضوان احمد صاحب غازی پوری تلمیذ اُستاذ زمن نے لکھا ہے کہ، ان مسائل کے ردِّ بالغ وقاہر کا مرکز، علمائے بریلی اور علمائے اہل سنت کانپور تھے، ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

"علمائے بریلی و کانپور ـــــ اور علماے دیوبند و سہارنپور میں تقریباً ۳۵ برسوں سے (۱۳۲۲ھ سے قبل ۱۲۸۷ھ سے) سخت تنقیص و اختلاف ہے بارہا ان دونوں میں معرکہ آرائیاں ہوچکیں ہیں اور آئندہ کے لیے بھی دونوں گروہوں میں نئے ساز و سامان سے مقابلہ کی تیاریاں ہورہی ہیں۔ عام لوگوں کے نزدیک اس نزاع کا سبب چند مسائل جزئیہ، میلاد و قیام، عرس، فاتحہ، استعانت وغیرہ کا اختلاف ہے، لیکن حقیقۃً یہ بحث اسی منزل میں ختم نہیں ہوتی، بلکہ فی الواقع اس نام پر بربادی اور خانہ جنگی کے اسباب مقدمات خارجیہ کا داخل کرنا اور خصوصاً تصنیفات میں رکیک الفاظ کا استعمال کرنا ہے۔ جس سے مہذب آدمی کے بدن کے روئیں کھڑے ہو جاتے ہیں ـــــ

علماء بریلی و کانپور فرماتے ہیں، کہ ان کے الفاظ اپنی حد مقررہ سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں اور ان ناشائستہ کلمات سے جملہ انبیاء اور اولیاء کی عموماً اور بانی اسلام ﷺ کی خصوصاً حد درجہ توہین نکلتی ہے، اس لیے زندہ مصنفین کو اپنے غیر مناسب الفاظ واپس لے کر جلد تر توبہ کرنا چاہیے اور جو شخص مر چکا ہے اس کی غلطی و خطاء پر ہر متنفس کو برملا اعتراض کرنا چاہیے، لیکن علمائے دیوبند و سہارنپور کو اس رائے سے بہت زیادہ مخالفت ہے، ان کا اعتقاد ہے، کہ یہ تمام عبارات بالکل درست ہیں اور ایک ایک

حرف اور ایک ایک نقطہ نہایت صحیح ہے"۔

امام اہل سنت حضرت فاضل کانپوری کے سابقوں اولون تلمیذ ارشد واجل مولانا امیر الدین احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

دیوبند مدرسہ کی چھیڑ چھاڑ

"خادم طلبہ مسکین امیر الدین طالبان حق اور منزہین قادرِ مطلق کی خدمت بابرکت میں عرض رسا ہے کہ اس زمانۂ پُر آشوب میں یہ نوبت پہنچی کہ ہمارے علمائے دین، بجائے ہدایت خلق ایسے مسئلوں میں بحث کرنے لگے، جو عوام کی گمراہی کا باعث ہوں اور مخالف دین کے بموجب، طعن و مضحکہ، اس پر طرہ یہ ہے کہ نہ علمائے محققین کے اقوال ملاحظہ کرتے ہیں نہ اہل حق کا کہنا مانتے ہیں، بلکہ ایسے خوفناک امر کی اشاعت کے لیے مجلس منعقد کرتے ہیں اور اہل حق کے چھیڑنے کے لیے دور دور تک استفتے بھیجے جاتے ہیں والی اللہ المشتکی۔

چنانچہ ان دنوں اسی قسم کا استفتاء دیوبند سے حضرت اُستاذی، افضل الفضلاء واکمل الکملاء سلطان المحققین، فخر المدققین البحر القمقام النحریر الفہام، جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول محطۂ رجال کرام، مرجع خواص و عوام فخر زمن مولانا حافظ احمد حسن عم فیضہ کی خدمت بابرکت میں اس مضمون کا آیا کہ:

"امکانِ کذب باری، مذہبِ اہل سنت و جماعت ہے یا نہیں؟ اور اس کا قائل حق پر ہے یا امتناع کذب کا معتقد راہِ راست پر"

حضرت محتشم الیہ کو عدیم الفرصتی مانع وقت اور کثرتِ اسباق سے تحریر جواب فتویٰ ہذا کی مہلت نہ تھی مگر سائل کی خاطر شکنی کے لحاظ سے بطریق ارتجال، بتقاضائے استعجال استفتاء مذکور کا جواب تحریر فرمایا، جس میں امکانِ کذب باری کا استحالہ اور امتناع کذب باری تعالیٰ کو بدلائل قطعیہ یقینیہ ثابت کیا، اگر چہ عدیم الفرصتی کی وجہ سے جناب ممدوح الصدر نے مختصراً لکھا لیکن اصل ثبوتِ دعویٰ کے لیے دلیل کافی اور

ردِ زعمِ امکانِ کذب باری تعالیٰ جل شانہ کے لیے برہان وافی تھی، اس لیے منصفین نے جب بنظر انصاف دیکھا، بہت پسند کیا اور جابجا سے اس فتویٰ کی طلب میں اس قدر خطوط آئے کہ جن کی تعمیل دشوار تھی، لہٰذا اس ذرہ بے مقدار نے کمر ہمت چست کر کے یہ ارادہ مصمم کیا، کہ یہ جواب بطور کتاب چند ورق میں درست کر کے طبع کرا دیا جائے، تا کہ احقاقِ حق سب پر ظاہر ہو جائے"۔

امام اہل سنت حضرت اُستاذ زمن فاضل کانپوری نے جواب میں تحریر فرمایا:

"صورتِ مسئولہ میں عمرو کا عقیدہ بہت درست اور صحیح ہے، بلاشک وشبہہ سبحانہ تعالیٰ امکانِ کذب سے منزّہ ومبّرا ہے اور یہی اعتقاد اہل سنت والجماعۃ کثرھم اللہ تعالیٰ کا ہے، البتہ فرقہ ضالہ مزداریہ امکانِ کذب باری تعالیٰ کا قائل ہے، اس دعویٰ کے ثبوت میں اولاً اقوالِ مفسرین اور ثانیاً عباراتِ متکلمین اور ثالثاً اصولیین وغیرھم رضوان اللہ علیہم اجمعین ذیل میں درج کئے جائیں گے"۔

صفحہ ۲۸ پر مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کا بیان بعنوان بعض اخباریہ درج ذیل قابل لحاظ ہے:

"بعض اخباریہ کا گمان کہ محقق دوّانی کا ردسید سند پر وارد نہیں ہوتا کیوں کہ سید شریف بحثِ کلام میں تصریح کر چکے ہیں کہ قبحِ فی الفعل جس سے معتزلہ اس کے امتناع پر استدلال کرتے ہیں اور نقص فی الفعل میں کچھ فرق نہیں، تو نقص فی الفعل سے اہل سنت کا امتناع پر استدلال کرنا اصولِ اہل سنت کے خلاف ہے"۔

ضمیمہ اخبار نظام الملک مراد آباد ۱۳ اگست ۱۸۸۵ھ صفحہ: ۳ ملاحظہ ہو:

"اس کا حاصل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کو نقص سے منزہ بتانا اہل سنت کا مذہب نہیں، بلکہ معتزلہ کا مذہب ہے، اب اسکو اہل حق خود ہی ملاحظہ کریں کہ اہل سنت پر کیسا الزام لگایا جاتا ہے اور نقص سے منزہ بتانا اہل سنت کا مذہب نہ ہوا، تو لامحالہ منزہ ماننا ان کا مذہب ٹھہرے گا، افسوس ایسی فہم پر"۔

امام اہل سنت حضرت اُستاذ زمن کے استاذ مکرم اُستاذ الکل استاذ العلماء مولانا المفتی محمد لطف اللہ علی گڑھی نے نہایت وقیع ورفیع کلمات طیبات میں تصدیق وتقریظ تحریر فرما کر اپنے مسلک ومذہب کا اور اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں اس رسالہ نے جب ۱۳۰۶ھ میں صورتِ طبع پائی اس وقت اس کا نام

تنزيه الرحمن عن شائبة الكذب والنقصان

قرار پایا، اہل حق نے قبول کی نظروں سے دیکھا اور پڑھا مگر مولوی اسماعیل کے فرقہ وجماعت کے افراد اس جواب کی ثقاہت کو بھی برداشت نہیں کر پائے اور تدریس کی مسند پر بیٹھ کر جواب لکھا، یہ مولوی محمود حسن دیوبندی صدر المدرسین مدرسہ عربیہ دیوبند تھے جنہوں نے پوری ایک کتاب لکھ دی، مولوی اسماعیل کی ستائش کے ساتھ ان کلماتِ ناپسندیدہ کو لکھا بلکہ ان سے پہلے ان کے رہنماؤں نے جو کچھ لکھا تھا اس سے انہوں نے مزید لکھا:

"افعالِ قبیحہ، کو مثل دیگر ممکناتِ ذاتیہ، مقدورِ باری جملہ اہل حق تسلیم فرماتے ہیں، کیونکہ خرابی ہے تو ان کے صدور میں، نفس مقدوریت میں اصلاً کوئی خرابی نظر نہیں آتی...... بالجملہ قبائح کے صدور کو ممکن بالذات کہنا بجا، اور مذہب اہل سنت ہے، البتہ بوجہ امتناع بالغیر، ان کے تحقیق وفعلیت صدور کے کبھی نوبت نہیں آسکتی"۔

صدور قبائح اور قدرت علی القبائح مین زمیں وآسمان کا فرق ہے، امر اول کو عند اہل السنتہ بہ نسبت ذاتِ خالق الکائنات، محال کہا جاتا ہے، تو امر دویم مسلمات میں سے ہے، سب جانتے ہیں کہ ذات تعالیٰ شانہ سے افعالِ قبیحہ کے صدور کی نوبت نہیں آسکتی"۔

مولوی محمود حسن دیوبندی نے ان تحقیقات نادرہ کو طباعت کے لیے مطبع کے سپرد کراتے وقت اس کا نام الجہد المقل رکھا۔ اس کا جواب بھی ہو کر رہا امام اہل سنت حضرت اُستاذ زمن کے اُستاذ بھائی عالم اجل مولوی المفتی محمد عبد اللہ ٹونکی لاہوری نے مولانا دیوبندی کے مزعومات کے پڑانچے اڑا دیے، ان کا

جواب ۱۳۰۸ھ میں عجالة الراکب فی امتناع کذب الواجب کے نام سے اسی سنہ میں لاہور سے شائع ہوا۔

مولوی دیوبندی کے تبحر اور جلالت علمی کا غلغلہ بلند ہے۔ اس کے پس منظر میں کہ "افعالِ قبیحہ مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدورِ باری تعالیٰ، جملہ اہل حق تسلیم کرتے ہیں"۔ اگر افعال قبیحہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا موصوف ہونا جائز ہو تو اس کے واقع ہونے کے فرض سے محال نہ لازم آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا تمام برائیوں اور نقصان کی صفتوں کے ساتھ موصوف ہونا محال بالذات ہے۔ اور جو محال لذاتہ ہے وہ کبھی بھی ممکن بالذات نہیں ہوسکتا اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ مولوی دیوبندی کا فہم اس سے بھی قاصر رہا کہ کذب اگر اچھی صفت ہے تو اللہ تعالیٰ بالفعل جھوٹا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا جملہ صفاتِ کمالیہ والا ہونا ضروری ہے، اور اس کے لیے ذاتِ باری تعالیٰ علت تامہ ہے، تو پناہ اللہ تعالیٰ بالفعل جھوٹا ہوگا، اور کذب بُری صفت ہے تو وہ محال بالذات ہے ممکن نہیں ہوسکتا اور مولوی دیوبندی اس فہم سے بھی درماندہ رہے کہ زیادتی ایک ایسی چیز ہے جو برابر کے بعد ہوگی، تو اگر بندہ کی قدرت، تمامی مقدوراتِ الٰہی پر ہو، اور زیادتی یہ کہ وہ کذب پر بھی قادر ہے، جو باری تعالیٰ میں موجود نہیں، تو یقیناً زیادتی لازم آئے گی، اور جب ایسا نہیں تو زیادتی بھی نہیں۔

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی محمود حسن دیوبندی شیخ العرب والعجم حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے دامن کے وابستگان میں تھے، حضرت حاجی صاحب نے ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ کو ان دونوں کے نام مشترک خط لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ: "(انوار ساطعہ) کے ہر فقرہ کی تردید کے ایسا درپے ہوئے، کہ امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل ہو گئے،...... ذاتِ باری تعالیٰ مستجمع کمالات ہے وہاں نقائص کا امکان و وقوع دونوں ممتنع ہیں، اور خلاف عقائد اہل سنت و جماعت"۔

حضرت حاجی شاہ امداد اللہ کا رجوع کی ہدایت کا ردِّ عمل
انحراف اور حاجی صاحب پر بدعتی کا دعویٰ

۳ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ روز شنبہ کو حضرت حاجی صاحب نے مکتوب ہدایت روانہ فرمایا، اس میں براہ راست مولوی رشید احمد کو مخاطب فرمایا:

"فقیر کے نزدیک یہی مصلحت و نیک صلاح ہے کہ: مسئلہ امکانِ کذب، و مسئلہ شیطان جاہل کا علم، سید عالم ﷺ کے بہ نص برابر ہونا۔ دونوں مسئلوں سے رجوع کیا جائے، سب کو ضال و مُضِل و کافر و مشرک بنانا کیونکر صواب و مصلحت ہے" اس ہدایت صلاح و فلاح کو قبول کر کے توبہ و انابت کے بجائے۔ مولوی گنگوہی نے اپنے مرید خاص مولوی خلیل احمد کو لکھا: "حضرت صاحب کو ان کی بدولت یہ ثمرہ ملا، کہ مخلص خادم غیر معتقد ہو کر منحرف ہو گئے" اور اپنے بارے میں مولوی صاحب گنگوہی نے حضرت حاجی صاحب کو لکھ بھیجا کہ "آپ چاہیں تو مجھے بیعت سے خارج کر دیں"

مولوی گنگوہی کا یہ قول عام تھا کہ "جو بھی عرب شریف جاتا ہے اور حاجی صاحب سے ملاقات کرتا ہے، بدعت کی طرف مائل ہو کر ہندوا پس آتا ہے"

اور حضرت حاجی صاحب کے اشغال و اعمال کو بدعت کہنا بھی عام بات تھی، اسی بنا پر مولوی گنگوہی نے مولوی تھانوی صاحب کو لکھا تھا "چونکہ آپ میں حضرت کی حبّ مفرط ہے، میں لکھوں گا تو تم کو بھی بُری لگے گی اور مجھ کو بھی بُری لگے گی" بدعتی کی تعظیم کیونکر روا ہے"،

حضرت حاجی صاحب کے وصال جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ کے بعد مولوی تھانوی پر تحقیق کی نئی راہیں کھلیں اور وہ پورے گنگوہی صاحب کے متبع ہو گئے اور ۱۳۱۹ھ میں رسالہ حفظ الایمان لکھ کر بے حساب غلامانِ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کو ایذا پہنچائی اور حفظ الایمان لکھنے کی برکت سے وہ ایسے مقام پر پہنچے، کہ العظمۃ اللہ:

"جس طرح حضرت مولوی گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے نہیں پہچانا، خدا معاف کرے خدا معاف کرے مجھ کو بھی نہیں پہچانا"۔

مولوی گنگوہی نے فرمایا:

"میں کچھ نہیں ہوں، مگر اس زمانہ میں نجات، میری اتباع پر موقوف ہے، خوب سن لو"۔

مولوی گنگوہی نے اپنے مخلص مولوی روشن خاں مراد آبادی کو ۳ رمضان المبارک ۱۳۰۶ھ کے خط میں لکھا،

"سچ کہتا ہوں کہ ترجمانِ زبانِ شیخ ہوں"۔

حضرت حاجی صاحب کا مسلک، مسلکِ عزیزی

شمائم امدادیہ حصہ سوئم میں حضرت حاجی صاحب کا یہ ملفوظ محفوظ و موجود ہے:

"شاہ صاحب بہت بڑے عارف تھے اور طریق متوسط پر چلتے تھے، میرا مسلک بھی اُنہیں کے انداز پر ہے"

ترجمان شیخ مولوی گنگوہی سے مولانا ولایت حسین صاحب نے دریافت کیا کہ "حضرت اس کی کیا وجہ ہے کہ شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لوگ اچھا کہتے ہیں اور مانتے ہیں، مگر اسی خاندان کے دوسرے کو بُرا کہتے ہیں" ترجمان زبانِ شیخ نے جواب دیا:

"میاں کہوں گا تو تمہیں بھی بُری لگے گی اور مجھے بھی، بات یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بعض لوگوں کے اعتراضات تھے، شاہ عبد العزیز صاحب ان کو رفع کرنا چاہتے تھے، اسی وجہ سے بات لگا کر کہتے تھے ــــــ بات لگا کر کہنے سے کوئی نفع نہیں ہوتا، بُری بات چھوٹتی نہیں"۔

مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے تذکرۃ الرشید حصہ دویم کے آغاز ہی میں "ترجمان زبان شیخ" مولوی گنگوہی کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ آپ نے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغ یہ الفاظ زبانِ فیض ترجمان سے فرمائے۔

"سن لو! حق وہی ہے، جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں، میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے۔ میرے اتباع پر"۔
زبانِ حضرت شیخ کے یہ ارشادات کہ "سب کو ضال و مضل بنانا کیونکر صواب و مصلحت ہے، ان سے رجوع کیا جائے"۔

فیصلہ ہفت مسئلہ میں تحریف اور انکار واحراق

۱۳۱۱ھ میں سات مسائل پر حضرت شیخ العرب والعجم کا فیصلہ آگیا، حضرت نے اس کی نقلیں میرٹھ میں حضرت مولانا شاہ عبدالسمیع صاحب کو اور کانپور میں امام اہل سنت حضرت استاذ زمن مولانا شاہ احمد حسن صاحب کو روانہ فرمائیں۔ اسی سنہ میں "فیصلہ ہفت مسئلہ" مطبع نظامی کانپور سے طبع ہو کر منظر عام پر آیا، ترجمانِ زبانِ شیخ مولوی گنگوہی صاحب نے فرمایا:

"یہ رسالہ ان کا لکھا ہوا نہیں ہے کسی نے لکھا اور اُن کو سنادیا، انہوں نے اصل مطلب کو دیکھ کر اباحت کی تصحیح کر دی اور خیالِ اہل زمانہ سے خبر نہ ہوئی"۔

مولوی تھانوی نے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ / ستمبر ۱۸۹۸ء کو لکھا:

"بوجہ ضعف قویٰ جسمانیہ حضرت ممدوح کو خود قلم مبارک سے لکھنے میں تکلف ہوتا ہے، بحکم حضرت ممدوح بعبارت اس خادم کے بغرضِ محاکمہ بعض مسائل تحریر ہو کر تقریباً عرصہ چار سال کا ہوا کہ شائع ہوا ہے"۔

حضرت شیخ العرب والعجم حاجی صاحب قبلہ نے مولانا شاہ عبدالسمیع صاحب صاحب کو تحریر فرمایا:

"فیصلہ ہفت مسئلہ کی نسبت جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "اہالیان دیوبند وغیرہ نے نہیں مانا، بلکہ بعض مقامات پر خورد بُرد بھی کر دیا گیا ہے سو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے، کسی کی بات کل جہاں نے کب مانی ہے؟؟؟ خاص خاص

لوگوں نے ہمیشہ تسلیم کی ہے لیکن مخالفت وعدم مخالفت کا نتیجہ بھی فوراً ہی ظاہر ہوگیا ہے"۔

یعنی تمام مشرق ومغرب کے علماء وومفاتی نے انوار ساطعہ کی نصرت کی۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے اگر چہ بعض مقامات پر خورد بُرد کی کارروائی کی مفاہیم ومضامین کو گھٹایا بڑھایا، پھر بھی وہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے چند نسخے لے کر گنگوہی پہنچے اور مولوی گنگوہی کو پیش کئے۔ مولوی گنگوہی اس کو دیکھ کر سخت برہم ہوئے اور ان نسخوں کو جلوادیا۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی اس زمانے میں مولوی گنگوہی صاحب سے حدیث شریف کا دورہ کر رہے تھے۔ جلانے کا کام اُنہیں کے سپرد ہوا، مگر اُنہوں نے چند نسخے چھپا کر رکھ لیے تھے، ایک دن تنہائی میں تھانوی صاحب نے خواجہ صاحب سے پوچھا سب نسخے جلا دیے، خواجہ صاحب نے کہا کچھ بچا کر رکھ لیے ہیں، آموں کا موسم تھا، مولوی تھانوی نے پانچ آم اُن کو کھانے کے لیے دئیے ادھر مولوی گنگوہی کے خواص نے زجراً مولوی تھانوی سے کہا کہ کتابیں تم نے کیوں چھپوائیں"۔ مولوی تھانوی صاحب کا جواب تھا:

"پیر ومرشد کا حکم تھا اس کو میں کس طرح ٹالتا؟"

تھانوی صاحب ۱۳۱۴ھ تک کانپور میں مقیم رہے بقول خود، مقید رہے، محفل مولود شریف میں قیام کرتے تھے، ترکِ اقامتِ کانپور کے بعد تھانہ بھون میں خواص سے کہا "محفل مولود میں قیام کے بغیر گزر بھی نہ تھا"۔ ۱۳۰۹ھ میں ان کے پاس ایک استفتاء گیا، سوال ہوا:

"جو شخص منکر میلاد شریف ہو، اس محفل مبارک کی تشبیہ "جنم کنہیا" سے دیتا ہو، ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا یا اُس سے بیعت شرعاً درست ہے یا نہیں"۔

مولوی تھانوی صاحب نے جواب لکھا:

"چونکہ اس قسم کی باتیں، موہم تحقیرِ شانِ والاحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں، اس لیے ایسا شخص، قابل امامت وبیعت نہیں"۔

حضرت اُستاذ زمن مولانا شاہ احمد حسن صاحب کانپوری نے جواب میں تحریر فرمایا:

"جوکلمات کے مُوجب بلکہ موہم وتحقیرِ شانِ نبوی ﷺ ہوں۔ان سے خوفِ کفر صورتِ اولیٰ میں صریح کفر ہیں،ایسے شخص سے احتراز لازم اور واجب ہے،چہ جائیکہ بیعت"۔

مولانا شاہ محمد عادل محدث کانپوری (وصال ۱۳۲۹ھ) نے جواب میں تحریر فرمایا:

"الحق،استخفاف وتوہین شانِ جناب رسالت مآب ﷺ قولاً وفعلاً و اعتقاداً مستلزم کفر ہے، عباذاً باللّٰه اور منعقد کرنا میلاد شریف کا،موجب حصول و برکتِ برکات وسعادت ارین کا ہے"۔

مولانا سید محمد علی کانپوری ثم مونگیری نے بھی اس مسئلہ پر گنگوہی صاحب سے خط وکتابت کی اور ان پر اعتراضات کئے،اُستاذ العلماء مولانا المفتی محمد لطف اللہ علی گڑھی نے جواب میں ارقام فرمایا:

"جناب رسالت مآب میں کلمات موہمہ توہین سے بالضرور،خوف کفر ہے،لہٰذا شخص مذکور کو توبہ و استغفار لازم ہے والا اس کی امامت و بیعت سے مسلمانوں کو احتراز لازم چاہیے"۔

فتویٰ مولانا عبد الغنی نے لکھا حضرت اُستاذ العلماء نے تصدیق فرمائی،مولانا سید محمد علی نے جو بعد میں ندوۃ العلماء کے ناظم ہوئے تصدیق کی مولوی گنگوہی صاحب نے فرمایا:

"جس قدر صوفیہ سے دین اسلام کو نقصان پہنچا اور کسی سے نہیں" مولوی تھانوی صاحب نے لکھا "صوفیہ محققین"۔

تھانوی صاحب کے شاگرد اور گنگوہی صاحب کے مرید مولانا صادق الیقین کرسوی حضرت حاجی صاحب قبلہ کی محفل رشد وہدایت میں موجود تھے اُنھوں نے بیان کیا کہ ـــــ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا ـــــ "لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا ـــــ میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں، دریافت و ادراک غیبیات کا اُن کو ہوتا ہے،اصل میں یہ علم حق ہے۔آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ اور حضرت عائشہ کے معاملات سے خبر نہ تھی، اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں"۔

تھانوی صاحب نے لکھا:

"آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا، اگر بقول زید صحیح ہو، تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ہے۔ اگر بعض امورِ غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور کی کیا تخصیص، ایسا علم غیب تو زید و عمرو، بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے حاصل ہے"۔

اِمدادِ اللّٰہی ولطفُ اللّٰہی علماء کا ردِّ عمل

تھانوی صاحب کی اس عبارت پر جہاں دیگر علمائے زمانہ نے اعتراض کیا اور شرع کا حکم جاری فرمایا وہیں اس عبارت پر حضرت اُستاذ الکل مولانا المفتی محمد لطف اللہ علی گڑھ (وصال ۱۳۳۴ھ) اور ان کے تلمیذ اعظم مولانا شاہ احمد حسن کانپوری کے فرزند و تلمیذ ارشد شیخ العرب والعجم اُستاذ العلماء مولانا الحاج مشتاق احمد صاحب فاضل کانپوری (وصال ۱۳۵۲ھ) نے بھی اعتراض فرمایا۔ شرعی حکم جاری فرمایا انہوں نے کلکتہ کی ناخدا مسجد کے مصری امام وخطیب مولانا القاری احمد موسیٰ المصری کے جواب میں فتویٰ صادر فرمایا:

"آپ نے اہل دیوبند کے بارے میں دریافت فرمایا ہے، اس کے بارے میں حضرت والد ماجد صاحب مرحوم و مغفور کا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص حضرت روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے شیطان کے علم کو زیادہ کہے یا حضرت کے علم کو بہائم و حیوانات کے علم سے تشبیہ دے، یا میلاد شریف کے قیام کو کنہیا کے جنم سے تشبیہ دیوے ——— "کافر" ——— ہے۔ خواہ اہل دیوبند ہوں یا غیر اہل دیوبند کسی کی تخصیص نہیں، اگر اہل دیوبند ایسا کریں تو وہ بھی اس حکم سے علیحدہ نہیں ہیں، جیسے خلیل احمد انبیٹھوی کی عبارت سے زیادتی علم، شیطان کی، حضرت سے صاف ظاہر ہے، حفظ الایمان میں

حضرت کے علم کو بہائم وحیوات سے تشبیہ دی ہے، اشرف علی تھانوی نے۔

ایسے ہی ایک فتویٰ میلاد کے بارے میں، میں نے دیکھا تھا، اس وقت مفتی کا نام محفوظ نہیں اس میں میلاد کے قیام کو کنہ ھیا کے جنم سے تشبیہ مفتی نے دی تھی۔ علاوہ ازیں جو بات کفر کی ہو، اس کو اسلام کی بات مشہور کرنا اور اس پر مسلمانوں کو ترغیبِ عمل دلانا، صریح کفر ہے ـــــ اب سنئے، اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ ـــــ نماز میں خیال رسول ﷺ کا بدر، جہا بدتر ہے، گاؤ خر کے خیال سے، نماز میں مستغرق ہونے سے پس جب حضرت کا خیال نماز میں گائے اور گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔ تو نماز ہماری کیسے ہوسکتی ہے، کیونکہ نماز میں قرأت فرض ہے اور قرآن پاک کی کون سی ایسی آیت ہے، جو حضرت پر نازل نہ ہوئی ہو، تا کہ اس کی تلاوت میں حضرت رسول اللہ ﷺ کا خیال نہ آئے اور جب قرآن میں کوئی آیت نہیں بلکہ پورا قرآن حضرت پر حضرت کی تصدیق معجزہ بنا کر اُتارا گیا، تو قرآن پاک کے ہر ہر کلمہ کے الفاظ سے حضرت کا خیال ضرور ہوگا، اور یہ خیال، اسماعیل کے نزدیک، گدھے اور گائے کے خیال سے بدر جہا برا ہے، اور اس کو ایمان کہنا اور اس پر مسلمانوں کو ترغیب دلانا کفر نہیں تو کیا اسلام ہوسکتا ہے، اور جمیع علمائے دیوبند نے تقویۃ الایمان پر عمل کی ترغیب دلائی اس کی عمدہ، قابل عمل ہونے پر مہر و دستخط کی ہے، غرض کہاں تک ان کی خرافات و ہزلیات لکھوں ـــــ از مکہ معظمہ مشتاق احمد صدر المدرسین، مدرسۃ صولیتہ ۱۵/ رجب ۱۳۳۲ھ سنہ“۔

اُستاذ العلماء مولانا مشتاق احمد فاضل کانپوری کے تلمیذ کرام محدث جلیل مفسرِ کبیر اشہر مشاہیر، مولانا المفتی احمد یار خاں بدایونی پاکستانی، مجاہد ملت مولانا شاہ محمد عبد الحامد بدایونی کراچی، شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی مدفون راول پنڈی، رئیس العلماء مولانا عتیق الرحمن خاں بستوی وغیرہم علوم اسلامیہ کی تدریس و ترویج اور خدمت اسلام کے دیگر شعبوں کی طرح مسائل وہابیت کے قلع و قمع کے لیے سر گرم و جدو جہد رہے۔

حضرت اُستاذ زمن قطب کانپور کے دوسرے فرزند ارجمند، حضرت ممتاز المفسرین، خطیب الامت

مولانا المفتی نثار احمد صاحب (وصال ۱۹۳۰ء) مفتی آگرہ کی عظیم تر، دینی خدمات علمی دینی ملی و ملکی کتابوں کے صفحات میں محفوظ ہیں، ان کا ذکر آج بھی چمن در چمن ہے، انہوں نے حضرت شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ شاہ چشتی قدس سرہ کے مسلک و مشرب سے منحرف اور ان کے مسلک مشرب کو کفر و شرک و بدعت کہنے والے دیوبندی وہابی علماء سے بارہا مناظرے کیے۔ پہلا مناظرہ، محلہ فیلتھ فل گنج کانپور میں ثناء اللہ امرتسری سے کیا، امرتسری، حضرت اُستاذ زمن کے شاگرد تھے مگر منحرف و برگشتۂ مسلک تھے۔ بکر منڈی، قلی بازار کانپور میں مولوی عبد الشکور خارجی کاکوروی سے وہابیت کے مسائل پر مناظرہ کیا، علماء فرنگی محل کی دعوت پر چک منڈی مولوی گنج لکھنؤ میں انہیں سے مناظرہ کیا، انہیں سے دریاباد ضلع بارہ بنکی میں مناظرہ کیا۔ چوتھا مناظرہ انہیں سے بمبئی کی سرزمین پر ۷ ۲ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۵ء میں کیا، اسی مناظرہ میں پہلی بار شربیشۂ سنت مولانا ابوالفتح محمد حشمت علی خاں لکھنوی ان کے ہمراہ بمبئی گئے۔ پانچواں مناظرہ امروہہ ضلع مراد آباد میں ۱۳۴۶ھ جون ۱۹۲۷ء کو ہوا۔ اہل سنت کے مشہور ترجمان ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد نے ۱۳۴۶ھ میں بعنوان

"مناظرۂ امروہہ اور صلح کے پردے میں وہابیہ کی شکست"

شائع کیا۔ جس میں تفصیل کے ساتھ لکھا گیا کہ ایک مرتبہ رجبی شریف کے جلسہ میں حضرت مولانا مفتی نثار احمد صاحب نے تشریف لا کر تقریر فرمایا اور اہل امروہہ بہت متاثر ہوئے، مگر وہابیہ کو تقریر ناگوار گذری۔ دوسری مرتبہ کے جلسۂ رجبی شریف میں اُن کے برادر معظم اُستاذ العلماء مولانا مشتاق احمد صاحب تشریف لائے، تقریر فرمائی اس مرتبہ وہابیہ نے اشتہار شائع کر دیا کہ ــــــ یہ بدعت ہے، اور ہم ثابت کرنے کے لیے تیار ہیں۔ وہابیہ کی اس حرکت سے اہل شہر کو تکلیف ہوئی اور اُنہیں محسوس ہوا کہ وہابی مدرسہ جنگ جوئی کی تعلیم دے رہا ہے، مدرسہ حنفیہ اہل سنت قائم ہوا تو وہابیہ کی شورش اور بڑھ گئی اور اُنہوں نے بار بار مناظرہ کی تحریکیں شروع کر دیں۔ اس موقع پر مسلمانان شہر نے انجمن اہلِ سنت و جماعت مراد آباد سے عالم طلب کیا، مولانا عبد اللہ صاحب اٹاوی بھیجے گئے، ان کی تقریروں سے مسلمانوں میں دین داری کا ذوق

بڑھتا گیا، مگر وہابی صاحبان خاموش نہ بیٹھے، کچھ نہ کچھ چوں و چرا جاری رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد مولانا محمد حشمت علی خاں صاحب لکھنوی بلائے گئے۔ ان کی خوب تقریریں ہوئیں، انہوں نے وہابیہ کے عقائد ان کی کتابوں سے دکھائے، جس سے تمام پردے کھل گئے، جب تک مولانا تشریف فرما رہے کسی نے دم نہ مارا، ان کے جانے کے بعد مناظرہ، مناظرہ کی پکار مچی، اور بیان کیا گیا، کہ چودھویں کا چاند چودہ جون ۱۹۲۷ء کو امروہہ میں طلوع ہوگا، مولوی عبد الشکور کاکوروی امروہہ آئیں گے اور دو شیر یعنی مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری، اور کاکوروی جمع ہوں گے ـــــ کسی میں ہمت ہو تو سامنے آئے ـــــ الفاظوں کے اعلان ہوئے طنزیں کی گئیں، سنیوں کو بہت پریشان کیا گیا، مجبوراً انہوں نے حضرت مولانا مفتی نثار احمد صاحب کو بلایا، ان کی آمد کے بعد حیلے حوالے شروع ہو گئے، تحریروں سے اعراض ہونے لگا، شرائط کی آڑ میں پہلو تہی، کی راہیں تلاش کی گئیں، لیکن حضرت والا کانپوری نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہر شرط منظور، پھر وہابیہ نے مبحث کے متعلق اصرار کیا، کہ پہلے بحث یہ ہونا چاہیے کہ ''اہل سنت کون ہے؟'' حضرت کانپوری نے طے فرمایا لیا تھا، کہ مولوی عبد الشکور کی ہر ہٹ پوری کریں گے، اس شرط کو بھی قبول فرما لیا، اس کے بعد حسب ذیل مسئلوں میں گفتگو ہونا قرار پایا:

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ما کان و ما یکون (۲) قیام میلاد شریف (۳) نداء غیر اللہ (۴) عرس اور اس کی شرکت (۵) امکان کذب (۶) امکان نظیر۔

حضرت مولانا مفتی نثار احمد صاحب ۵ جون کو صبح ۷ بجے جامع مسجد پہنچ گئے، جو مناظرہ کے لیے مقرر کی گئی تھی اور جس میں وہابیہ کا مدرسہ ہے، مولوی عبد الشکور بہت دیر سے آئے، اور لیت و لعل اور پس و پیش میں کئی گھنٹے ضائع کر کے حضرت مناظرِ اہلِ سنت کے سامنے آئے۔ حضرت مناظر اہل سنت نے اس مبحث پر گفتگو شروع فرمائی کہ اہل سنت کون ہے؟ ہمارا اہل سنت ہونا نزاعی مسئلہ نہیں ہے، نہ کبھی تم نے اس کا انکار کیا ہے، نہ تمہارے بزرگوں نے بلکہ کل ہی آپ کی جماعت کے ذمہ دار اشخاص نے ہمارے اہل سنت ہونے کا اقرار کیا ہے لہٰذا یہ بات تو بحث طلب نہیں اور یہ بے سود ہے، البتہ اہل سنت

وہابیہ کوغیر سنّی ہی نہیں بلکہ خارج از اسلام بتاتے ہیں، لہٰذا آپ اپنا سنّی ہونا ثابت کیجئے۔

مولوی کاکوروی نے اس بحث سے اپنا دامن بچالیا اور بحث سے بچنے کے لیے آخر میں کہہ پڑے ـــــ "میں نے اہل سنت ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، آپ اپنے اہل سنت ہونے کا ثبوت پیش کیجیے"۔ حضرت مناظر اہل سنت نے وہابی مناظر کی ہٹ پوری کی اپنا اہل سنت ہونا احادث نبویہ اور دلائل شرعیہ سے واضح کر دیا، کہ ہم اہل سنت ہیں، آپ اپنے اہل سنت ہونے پر دلیل قائم کریں، مگر مولوی کاکوروی، نہ ثبوت سنت پر معترض ہوئے اور نہ اپنے سنی ہونے کی دلیل قائم کی، اس کے بعد علم غیب پر بحث شروع ہوئی، حضرت مولانا نے آٹھ آیات، تلاوت فرمائیں اور ان آیات کو بھی پڑھ کر سنایا، جس کو منکرین سنایا کرتے ہیں، جواب میں مولوی کاکوروی نے کہا فقہ سے ثبوت دیجیے، سارا زور اسی پر رہا، پہلے روز کی گفتگو اسی پر ختم ہوئی، دوسرے روز حضرت مناظر اہل سنت نے مسئلہ علم غیب پر کافی ووافی مشرح ومبسوط تقریر فرمائی، دلائل کے انبار لگادیے، مولوی کاکوروی حیران رہ گئے، یہ مباحثہ چند روز جاری رہا، سب مسائل پر حضرت مناظر اہل سنت دلائل کے انبار لگاتے رہے، اور کاکوروی صاحب آخر تک ثبوت سے جان بچاتے رہے، ان کی ساری قابلیت کا خلاصہ، انکار اور عدم تسلیم تھا، آخر کے دو دن تو ان کا یہ حال ہو گیا کہ جواب کے لیے اُٹھا ہی نہیں جاتا تھا مسئلہ میلاد شریف کے دلائل کے ساتھ حضرت مناظر اہل سنت نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ ہفت مسئلہ کو بھی پیش کیا جس میں حضرت حاجی صاحب نے قیام کو مستحسن و مستحب فرمایا ہے، کاکوروی صاحب سب کو چھوڑ گئے، اور حضرت حاجی صاحب نے جو نصیحتیں تحریر فرمائی ہیں اُنہیں پڑھ کر کہنے لگے، کہ ـــــ ان پر عمل کیجیے تو میں ملنے کے لیے تیار ہوں، اور صلح کے لیے آمادہ ہوں، آخر دوسرے روز صلح پر مناظرہ ختم کر دیا گیا ـــــ مضمون شکست نامہ بشکل صلح نامہ ـــــ

دوران مناظرہ میں اُن مسائل کے متعلق جن پر صدر نے تقریر ختم کرادیں۔

"جو عقائد مولانا نثار احمد صاحب سے معلوم ہوئے، وہ اگر چہ صحیح نہیں بلکہ خلاف ادلۂ شرعیہ ہیں،

میں اُن کو کافر و مشرک نہیں جانتا، اور نہ سمجھتا ہوں، جن لوگوں نے ان عقائد کی بنا پر کافر و مشرک کہا ہے، نہ اُن سے متفق ہوں"۔

اس مضمون پر دونوں مناظروں نے دستخط کیے ـــــ اس صلح نامہ نے ساری تقویۃ الایمانی پر پانی پھیر دیا، اور چھ روز تک مولوی عبدالشکور کاکوروی جس پر اڑے رہے، اور جن چیزوں کو شرک بتاتے رہے، ان سب کو خاک میں ملا دیا، اس سے بڑھ کر شکست کا اقرار اور کیا ہوگا، جن چیزوں کو وہ اور ان کے بزرگوار شرک اور اس کے عاملین کو مشرک بتائیں، ان سے حکم شرک اُٹھالیا جائے، اور تصریح کر دی جائے کہ جو ایسے لوگوں کو مشرک و کافر کہتے ہیں، ان سے متفق نہیں ہوں"۔

امام اہل سنت حضرت اُستاذ زمن فاضل کانپوری قدس سرہ کے جانشین فرزندان گرامی قدر کی احقاقِ حق اور ابطال باطل کی جد وجُہد کا بیان اس مختصر تحریر پر ختم کرتے ہوئے، ان کے سر آمد زمانہ اور برکۃ الزمان تلامیذ میں سے صرف دو تلمیذ ارشد و اعظم کی احقاق کا ذکر کیا جاتا ہے۔ زبدۃ الاتقیاء برکۃ العصر زینۃ الدیار حضرت مولانا شاہ محمد عبیداللہ چشتی نظامی فخری سلیمانی قطب کانپور کی ذاتِ والا اپنے عہد و عصر میں شان حق تھی، ان کی ہیبت سے مولوی تھانوی صاحب کا پتا پانی ہوتا تھا، اُن کی شاطرانہ طور کا مکمل راستہ بند تھا، اور تھانوی صاحب کے کانپور چھوڑ کر نکل جانے میں حضرت شاہ صاحب کی ہیبتِ حق کا دباؤ تھا۔ـــــ

دوسرے اعظم و اجل تلمیذ حضرت عالم ربانی مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھوی کے اس تاریخی مناظرہ کو مختصراً لکھا جاتا ہے اور اس خط کو نقل کیا جاتا ہے، جو وہابی مناظر نے مناظرہ کے بعد مولوی تھانوی صاحب کو لکھا تھا یہ مناظرہ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کچھوچھا شریف کے آستانہ عالیہ کے احاطہ میں ہوا تھا، اور دیوبندی مناظر، اسی خاندان کی مونگیر شاخ کے فرد مولوی غنیمت حسین تھے، ۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ بروز دوشنبہ/ ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو مناظرہ شروع ہوا، دوسرے دن کی تقریر میں حضرت عالم ربانی قدس سرہ نے مطبع مجتبائی دہلی سے چھپی حفظ الایمان صفحہ ۷ اور ۸ کی مشہور ایمان سوز عبارت پڑھ کر سنائی اور اعتراض فرمایا کہ

''قائل نے مطلق علم کی دو قسمیں بیان کیں: ایک ''علمِ کل''، اور ایک ''علمِ بعض''، ''علمِ کُل''، یعنی ہر چیز کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں، اب دوسرا ''علمِ بعض'' ہے، اس کی دو قسمیں ہیں، ایک ''علمِ کثیر'' اور ایک ''علمِ قلیل'' ہے، مگر اس کو مصنف نے ذکر نہیں کیا، کیونکہ اگر حضور ﷺ کا علم کثیر مان لیتا تو یہ گندی تشبیہ نہیں دے سکتا تھا، اس نے محض ''بعض علوم غیبیہ'' کو ذکر کیا، اور اس کے بعد بتایا کہ ـــــ اس میں ''حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے''۔ گویا ـــــ کمالِ علم کی تخصیص کا انکار کیا، اور اس پر بھی اس کی تسکین نہیں ہوئی تب اس نے حضور ﷺ کے علم کو زید و عمر کے علم سے تشبیہ دی، پھر خیال ہوا کہ زید و عمر و بھی مولوی مولانا ہوتے ہیں، اس کے کلیجے کو ٹھنڈک نہیں پہنچی تو اس کے بعد ـــــ ''صبی'' یعنی لڑکے اور مجنوں سے تشبیہ دی، پھر خیال ہوا کہ بعض بچے بھی زیرک ہوتے ہیں، بعض پاگل پڑھ لکھ کر مجنوں ہو جاتے ہیں، تو اپنی کمالِ عداوت کا اس طرح اظہار کیا کہ ـــــ بلکہ جمیع حیوانات اور بہائم کے لیے بھی حاصل ہے، جس میں سور، کتّے، گدھے بھی شامل ہیں ـــــ اس مقام پر مسلمانو تم کو غور سے سننا چاہیے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب کا انکار ہے اور دلائل قطعیہ کا مطالبہ ہے ـــــ اور جب اہانت و تنقیص پر آیا تو سور تک کے علمِ غیب کو تسلیم کر لیا۔

میں اپنے مناظر مخاطب سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ گدھے، سور کے علمِ غیب کی کوئی نصِ قطعی دکھا سکتے ہیں، اگر نہیں دکھا سکتے تو اس مقام پر جمیع حیوانات و بہائم کا ذکر کرنا محض تنقیصِ شانِ رسالت پناہی کے لیے ہے تو اس کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی''۔

مباحثہ و مناظرہ کچھوچھا مقدسہ کے بعد مولوی غنیمت حسین اپنے وطن واپس ہوئے تو وہاں پہنچ کر مولوی تھانوی کو تفصیلی خط بھیجا، مولوی تھانوی صاحب کے نام وہ خط ماہنامہ الامداد تھانہ بھون کے رجب ۱۳۳۹ھ کے صفحہ ۲۶،۲۵ میں شامل کر ہو کر چھپا، مولوی مونگیری نے مناظرہ میں ''بے ادبی اور توہین'' کو مفروضہ اور مخترعہ ثابت کرنے کے لیے بار بار طول طویل تقریریں کیں۔ مگر اس خط میں، اسی کو ـــــ ''موہم سوئے ادب'' لکھا، مولوی مونگیری نے لکھا تھا۔

"بھاگلپور میں تھوڑے دنوں سے فتنۂ عظیمہ برپا ہے کہ لڑکیاں بالغہ اپنے بالغ شوہروں سے علیحدہ ہیں، کھانا پینا، آنا جانا تمام تعلقاتِ اسلامی متروک ہیں ایک دوسرے کو کافر سمجھتے ہیں وہ واقعہ یوں ہے کہ مولوی کچھوچھوی کے مریدین اور وہ آپ حضرات کی تکفیر کرتے ہیں اور تھوڑے حضرات جو اس فقیر کے معتقد ہیں، وہ مسلمان اور مقدس سمجھتے ہیں، حالانکہ فقیر اور وہ نسبتاً، مذھباً، مشرباً ایک ہیں، مگر مجبوراً ان کے دعوے کے خلاف اعلان کرنا پڑا اور کچھوچھا میں مناظرہ ہوا اور پھر ہوگا اور ۲۶ اکتوبر سے ۲۸ اکتوبر تک آپ کے رسالہ حفظ الایمان کے متعلق گفتگو ہوئی، مولوی صاحب نے بضرورت مہلت لی، اب پھر ۱۱ نومبر سے گفتگو ہوگی حالانکہ یہ موقع اور وقت ایسے مناظروں کا نہیں ہے، الضرورۃ تبیح المحظورات۔ اب چند باتیں، دریافت طلب ہیں، جواب سے جلد سرفراز فرمائیے، مجھے تاریخ سے پہلے کچھوچھا شریف حاضر ہونا ہے (۱) زید مسلمان ہے، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بالواسطہ عالم الغیب کہتا ہے، اور جناب نے اس کے قول کی تشقیق اس طرح کی کہ:

علم غیب سے بعض غیوب مقصود ہیں یا کُل، اگر بعض ہے، تو ایسا ہر صبی و مجنوں وغیرہ کو بھی حاصل ہے، اب گزارش ہے کہ اولاً زید جبکہ مسلمان ہے تو اسی علم غیب کا انتساب آنحضرت ﷺ کی طرف کرے گا جو آپ کی رفعتِ شان کے مناسب ہو۔

ثانیاً جبکہ علم کا اطلاق بہائم اور انعام پر نہیں آتا، تو علمِ غیب کا اطلاق بدرجۂ اُولیٰ نہیں آئے گا، اور آتا بھی ہو تو ــــــ اس مقام پر موہم سوئے ادب کی وجہ سے نہ لکھنا تھا۔

ثالثاً جناب کی جس کی عبارت کی وجہ سے ایک جماعت امت مرحومہ کی ابتلاء میں پڑ کر فقد باء احدھما کی وعید سے پامال ہو کر تباہ و برباد ہو رہی ہے۔

کیا آپ جیسے علمائے حقانی کا یہ فرض نہیں ہے کہ اس تباہی و بربادی سے بچائیں، ہے ضرور ہے تو پھر کیوں نہیں جناب اس عبارت حفظ الایمان کو نکال کر دوسری عبارت جو مناسب ہو، درج فرما کر اخباروں میں مشتہر فرمائیں، میرے خیال ناقص میں یہ کام آپ ہی جیسے علمائے حقانی کا ہے اور اس سے

آپ کی بے نفسی، اعلیٰ درجہ کی اور اسلامی ہمدردی، پر کافی روشنی پڑے گی، اگر مجھ سے کوئی گستاخی ہوگئی ہوتو اسلامی ہمدردی تصور فرما کر معاف فرمائیں اور جلد جواب ذیل کے پتا پر ارقام فرمائیں"۔

دیوبندی مناظر مناظرہ کے بعد کیا خیال لے کر گئے اور کیا خط میں مشورہ دیا، تھانوی صاحب کو ایسا مشورہ بہتوں نے دیا، اور انہوں نے مشورۃً للاحباب کہہ کر عبارت بدلی، ترمیم کی مگر یہ بھی لکھ دیا کہ عبارت بے غبار ہے اس طرح معاملہ جہاں کا تہاں رہا اور امت ابتلاء میں مبتلا رہی تقویۃ الایمان (۱۲۳۲ھ) اور صراط مستقیم سے گدھا، گائے اور (۱۳۱۹ھ) حفظ الایمان میں جمیع بہائم وحیوانات کا بارگاہ رسالت ﷺ میں تقصیرات کا دل خراش سلسلہ چلا اور علماء اہل سنت اس سے کیسے آزردہ خاطر ہوئے، اس آزردگی کے مداوی کے لیے وہ آگے بڑھے اور باطل کے سامنے بندھ باندھنے کی سعی فرمائی، کانپور کے علماء اہل سنت کو اس کی اوّلیّت کا شرف حاصل ہوا، مناظروں کے میدان میں وہابیہ دیوبندیہ نجدیہ کی سرکوبی کی دینی خدمت میں علمائے کانپور کی جدوجُہد کا آوازہ بلند تھا ہر چہار طرف انہیں کا ڈنکا بج رہا تھا، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ انجام دینے میں علمائے اہل سنت ہر جگہ موجود علمائے فرنگی محل، علمائے رام پور اور علماء مرادآباد کی تمام تر دینی جدوجہد میں علماء، اہل سنت کانپور موجود، ان کی موجودگی سے امدادِ الٰہی مشرب، لطف الٰہی اور فضل رحمٰنی مسلک ومذہب کی مکمل ترجمانی ہوتی تھی، حق یہ ہے ان کی مساعی اور ان کی ذاتوں سے وابستگی نے بے شمار بندگان خدا کا دین وایمان محفوظ کر دیا، اور اہل حق کا ایک بہت بڑا مرکز و مرجع ۔**علماء اہل سنت کانپور** بن گئے ۔اور بحمدہ تعالیٰ اپنے دور میں اس مرکز اہل حق کی بار آخر شان و پہچان حضور قبلہ گاہی امین شریعت قدس سرہ کی ذات گرامی بنی، **واللّٰہ یختص برحمۃ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم** مفتی اعظم حضرت مولانا محمد مصطفی رضا قدس سرہ نے مسئلہ اذان ثانی سے متعلق اپنی کتاب **وقایۃ اھل السنۃ** میں بھی **علمائے اہل سنت کانپور** تحریر فرمایا ہے۔

باب ۶

کانپور میں ورود کے فیضان و برکات

سنیچر ۱۶ شوال ۱۳۶۹ھ جولائی ۱۹۵۰ء

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے جید الاستعداد تلمیذ ارشد، مولانا سعید احمد صاحب جائسی مرحوم مدرسۂ احسن المدارس قدیم، کانپور کے صدر المدرسین تھے، ان کی تدریسی استعداد پختہ تھی اُنہوں نے زندگانی کی تقریباً تین دہائیوں کی بہار دیکھی اور سفر آخرت پر روانہ ہوگیے۔ ان کو کانپور میں علم و علماء کی مقتدائیت حاصل تھی۔ ان کے والد محترم حافظ سراج احمد صاحب مرحوم نے ان کی استعداد اور مہارت تدریس کے ساتھ ان کے بارے میں کچھ ایسی باتیں بھی لکھی ہیں جن کو بلا تکلف مولانا مرحوم کے معائبات میں شمار کیا جائے گا۔ حافظ صاحب نے اپنے دفتر میں ان کا سنہ ولادت ۱۹۱۷ء اور وفات دوئم صفر ۱۳۶۹ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۴۹ء لکھا ہے۔

مدرسہ احسن المدارس قدیم کے ارکان حضور قبلہ گاہی کی علمی جلالت سے بخوبی واقف تھے، اُنہوں نے اس گام پر جائسی حضرات مقیم کانپور سے گفتگو کی، اور اصرار کیا کہ جس طرح بھی ہو حضرت کو کانپور کے ورود پر آمادہ کریں، کانپور میں مقیم برسر کار افراد حضور قبلہ گاہی کے خواص لوگ تھے، ارکان مدرسہ اور اہل

جائس کانپور سے چل کر جائس پہنچے اور صورتِ حال عرض کر کے کانپور چلنے کی درخواست کی، اس کام پر حضور قبلہ گاہی کے فدائی حضرت شاہ حضور اشرف صاحب اور شیخ منصور احمد صاحب بھی اُن حضرات کے ہم نوا ہو گیے، اس طرح بظاہر کوئی رکاوٹ نہیں ہوئی۔

حاجی عبدالخالق صاحب الہ آبادی مرحوم وقت مقررہ پر چند افراد کے ہمراہ جائس پہنچے، اُنہیں کے نام حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے کانپور پہنچنے کی تاریخ تحریر فرمائی تھی، حاجی صاحب مرحوم نے وہ خط راقم الحروف کو دکھایا تھا مشہور روایت کے مطابق جس کی تائید متفرق واقعات سے ہوتی ہے، جائس کے سترہ سالہ قیام کے بعد سنیچر ۱۶ شوال المکرم ۱۳۶۹ھ/ جولائی ۱۹۵۰ء کو کانپور تشریف لائے، کانپور کے اسٹیشن پر بکثرت اہل سنت حضرات نے خیر مقدم کیا، یہاں بھی اہل جائس صوفی عبدالسلام صاحب حاجی ایوب صاحب مرحومین اور حامی سنت حافظ عبدالحمید صاحب فتحپوری، مولیٰ بخش مرحوم، صوفی شاہ محمد حنیف صاحب برف خانہ کرنیل گنج، مولوی غلام حسین باندوی روزانہ رات کو آتے اور گئی رات کو واپس جاتے، جائس میں حضور قبلہ گاہی کو تیس روپے مشاہرہ پر بھیجا گیا تھا، یہاں سو روپے مقرر ہوئے تھے مگر دونوں جگہوں پر مشاہرہ کا صرف نام تھا، اس سلسلہ کے کچھ واقعات آگے بیان میں آئیں گے۔ قیام کے لیے مدرسہ کی مسجد شریف کا اتر جانب کا حجرہ مقرر ہوا، حضور پُرنور قبلہ گاہی کی کمال احتیاط و تقویٰ شعار روش نے چند دنوں کے بعد دائرۂ مسجد شریف کے باہر کا حجرہ قیام کے لیے مقرر کیا۔ وجہ یہ تھی کہ شمالی حجرہ میں آمدورفت مسجد شریف سے ہوتی تھی، باہر کا حجرہ بھی، بہت مختصر اور تنگ اور بوسیدہ تھا، برسوں سے چونا قلعی سے محروم تھا، دس بارہ آدمیوں کی نشست کی گنجائش تھی، کھجور کی چٹائی، نشست کے لیے بچھی رہتی یہی حجرہ مقام استراحت تھا، تو مقام درس و تدریس اور دارالافتاء بھی آنے والوں سے ملاقاتوں کا حجرہ بھی تھا، طبع گرامی حد درجہ نفیس لیکن، طبیعت پر گرانی کا کوئی اثر نہیں ہوتا، مہتمم مدرسہ حاجی جمال الدین صاحب مرحوم سے شکوہ و شکایت کا تو کوئی تصور ہی نہ تھا، اس پر بھی آپ کی ذات گرامی کا وقار اور نورانیت صاف صاف محسوس ہوتا تھا۔

مدرسہ احسن المدارس
کی
صدارت تدریس اور سرپرستی

یہ مدرسہ ۱۳۱۴ھ میں قائم ہوا تھا، اس کے بانی حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان پنجابی، نومسلم برہمن زادہ تھے، ان کی تمام تر تعلیم و تربیت حضرت اُستاذ زمن مولانا الحافظ شاہ احمد حسن صاحب فاضل کانپوری نے فرمائی، مولانا پنجابی حضرت کے دورِ اوّل کے شاگردوں میں تھے، اُن کو بیعت حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ سے حاصل تھی اور خلیفہ مجاز بھی تھے، اس مدرسہ میں اکابر عہد منصب صدارت پر فائز ہوتے رہے۔ ان کے بعد انہیں کے ہم درس حضرت مولانا فقیر محمد صاحب اعظمی نے اس کی ذمہ داری سنبھالی، ان کا دور، دورِ خیر ثابت ثابت ہوا، اس عرصہ میں اہل سنت کے سبھی مدرسے بند ہو چکے تھے، یا صرف برائے نام تھے، احسن المدارس کا شہرہ تھا، اس کی حیثیت مرکزی مدرسہ کی تھی، ذی قعدہ ۱۳۵۰ھ میں ان کا وصال ہوا راقم الحروف کے علم کے مطابق حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری اور اُستاذی الکریم صدر المحققین مولانا سید غلام جیلانی محدث میرٹھی بھی مسند صدارت تدریس کو رونق دے چکے تھے، اُن کے بعد شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی صاحب اعظمی بلائے گئے، اُن کے نائب مولانا محمد مجبوب صاحب اشرفی مبارک پوری تھے، اُستاذ وشاگرد میں اختلاف ہوا، سڑک کی جانب مغرب مسجد میں اسی نام سے مدرسہ قائم ہو گیا، پُرانا مدرسہ احسن المدارس قدیم، ہو گیا اور نیا احسن المدارس جدید کہلایا، شیخ العلماء کے جانے کے بعد مولانا سعید احمد جائسی مرحوم صدر المدرسین ہوئے چند برسوں کے بعد ان کا وصال ہو گیا، اُن کے زمانے میں حضرت مولانا محبوب علی خاں لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ تقسیم ملک کے بعد ریاست پٹیالہ سے آکر کنگھی محال کانپور کی مسجد شریف میں امام وخطیب ہوئے، مولانا جائسی مرحوم کی رحلت کے بعد ارکانِ مدرسہ مولانا لکھنوی کے پاس گئے، مدرسہ کی خدمتِ تدریس کی پیش کش کی، حضرت مولانا صاحب نے

مشروط آمادگی ظاہر کی اور فرمایا، مدرسہ کی مسجد میں اذانِ خطبہ جمعہ اگر خارج مسجد شریف ہو تو میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں، ارکان کو یہ منظور نہ ہوا اور مدرسہ خالی رہا۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کانپور میں تشریف آوری کے دوسرے ہی برس راقم الحروف کو تحفیظ قرآن مجید کے لیے، ہمراہ لے گئے اس لیے وہ بہت سے وقوع پذیر حالات کا شاہد ہے۔ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے علمی تبحر اور قوت تدریس کا جلد ہی غلغلہ بلند ہو گیا، اکابر عہد اپنے فرزندوں اور متوسلوں کے فرزندوں کو لے لے کر آنے لگے، سب سے پہلے تاج العلماء حضرت مولانا سید شاہ محمد میاں علیہ الرحمہ سجادہ نشین مارہرہ شریف اپنے ایک مرید کے فرزند حافظ ولی اللہ کو لے کر تشریف لائے، اور اس کو سپرد کیا۔

قدیم خانقاہوں کے صاحبزادگان کی آمد

ایک دن دیکھا کہ امام اہل سنت حضرت اُستاذ زمن قدس سرہ کے سب سے چھوٹے فرزند حضرت مولانا حافظ شاہ محمد احسن صاحب جن کے بارے میں مشہور تھا کہ صورت وسیرت میں اپنے عالی مقام والد ماجد سے مماثل ہیں۔ موصوف اپنے اکلوتے فرزند حافظ قاری شبیر احسن صاحب کو لے کر تشریف لائے اور فرمایا، اس بچے کو اس کے دادا کا علمی ورثہ مل جائے، اس لیے اس کو لایا ہوں، بعد میں قاری شبیر احسن صاحب مرحوم نے بھی یہ واقعہ بیان کیا، اسی طرح ایک دن دیکھا کہ ایک بہت نورانی صورت معمّر بزرگ آئے، معلوم ہوا کہ یہ کانپور کے سب سے بڑے حکیم سید سکندر شاہ صاحب ہیں ان کے ہمراہ اُن کے ایک مرید کا فرزند تھا، جو اُنہیں سے پڑھتا تھا، حکیم سید سکندر شاہ صاحب استاذ الکل اُستاذ العلماء شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد ہدایت اللہ خاں فاضل رام پوری کے شاگرد تھے اور مدرسہ حنفیہ کے فارغ تھے وہ فرماتے تھے میں مولانا امجد علی اعظمی کا ہم سبق ہوں، حکیم محمد اجمل خاں دہلوی سے طب پڑھی تھی اور اُنہیں نے کانپور میں ان کا مطب قائم کرایا تھا اور آ کر افتتاح بھی کیا۔

شوال کے ابتدائی ایام میں، بالا و اعلیٰ قد و قامت، سراپا وجاہت ایک بزرگ ارادت مندوں کی بڑی جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہوئے، یہ خیر الامت برکۃ العصر حضرت مولانا خواجہ سید مصباح الحسن

صاحب قبلہ چشتی نظامی فخری سجادہ نشین آستانہ عالیہ پھپھوند شریف تھے۔ یہ بھی شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد ہدایت اللہ خاں علیہ الرحمہ اور شیخ المحدِّثین مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی دونوں کے آخر دور کے ممتاز ترین شاگرد تھے، حضور قبلہ گاہی اُنہیں آفتاب شریعت ماہتاب طریقت تحریر فرماتے تھے، اُن کے عہد میں خاندانی علماء اور مشائخ زادوں میں شاید ہی کوئی ویسا متجر عالم ہوگا، انہوں نے اپنے دونوں پوتوں مولانا خواجہ سید محمد اکبر صاحب اور مولانا خواجہ محمد اصغر صاحب کو سپرد فرمایا، اسی طرح مشہور عالم بزرگ حضرت قطب المدار قدس سرہ کے آستانہ عالیہ واقع مکن پور شریف کے ایک بزرگ تشریف لائے اور انہوں نے اپنے فرزند، مولانا سید غلام سطبین صاحب کو سپرد فرمایا۔ کچھوچھ مقدسہ کے مشہور عالم وعارف، مولانا سید شاہ اکمل حسین علیہ الرحمہ نے جائس شریف میں شرف تلمذ پایا تھا، اُنہوں نے اپنے بھانجے مولانا سید شاہ ظل حسن صاحب کو بھیجا، اُن کے ہمراہ مولانا سید شاہ اشیر الدین علیہ الرحمہ اور دیگر افراد تحصیل علم کے لیے آکر شریک درس ہوئے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے سامنے یہ بات بھی تھی کہ فضل وکمال والے گھرانوں کے افراد کی خاص تربیت کی جائے، ان کے ساتھ عامّۂ مسلمین کی پوری کی پوری جماعت رہتی ہے، ان افراد کا علم وعقیدہ وعمل درست ہوگا تو وہ محفوظ اور صراط مستقیم پر قائم رہیں گے، ورنہ دینی تباہی کے گرداب میں جاڈوبیں گے۔

ایک بار کچھوچھا مقدسہ میں مولانا سید شاہ ظل حسن صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا، ہم لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے صاف دل نہ تھے، کسی نہ کسی منزل میں حضرت الاستاذ الکریم علیہ الرحمہ کے علم شریف میں بھی یہ حقیقت تھی، لہٰذا حدیث شریف کے اسباق میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر آجاتا اور میں سادگی کے ساتھ نام لیتا ہوا گزر جاتا، حضرت استاذ روک کر رضی اللہ عنہ کہلواتے، بار بار کی ہدایت نے تزکیہ نفس کیا، اور ابھی جب میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہا تو یہ اسی ہدایت کا اثر اور برکت ہے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ ایک بار بموقع عرس مخدومی حضرت کچھوچھا مقدسہ حاضر ہوئے اور مشہور گوشہ نشین اور تارک الدنیا متوکل درویش وبزرگ حضرت امیر اشرف صاحب سے ملنے گئے، جب تک اُن کے پاس بیٹھے رہے، اس درمیان میں وہ بار بار فرماتے، آپ کا ہمارے خاندان پر بڑا احسان ہے، آپ ہمارے خاندان کے محسن

ہیں۔اسی طرح حضرت قطب المدار رضی اللہ عنہ کی بارگاہ کے مولانا سید غلام سبطین صاحب کا حال ہوا،حضور قبلہ گاہی کی تربیت سے ان کی قلبی تطہیر ہوئی اور وہ عام صاحبانِ سلسلہ عالیہ مداریہ کے خلاف بڑے مؤدب اور بزرگوں کے مرتبہ شناس بن گئے اور روشِ اسلاف کرام کے پابند بھی۔

طریقۂ درس کا فیضان

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ تدریس کے لیے کسی خاص کتاب کے پابند نہ تھے،مقصود ترویج علوم دینی تھا،درسیات کی چھوٹی چھوٹی کتابیں بھی توجہ سے پڑھاتے تھے،جس کو جو کتاب پڑھاتے، وضاحت سے پڑھاتے،مطمح نظر استعداد کی پختگی اور بلندی بھی تھی،متوسطات کا حال بھی آنکھوں دیکھا ہے،پڑھانے کے بعد باری باری سے اسباق کا اعادہ کرالیتے،تکرار کی تاکید ضرور فرماتے اور مطالعہ کی اس سے زیادہ،اگر عبارت پڑھنے میں غلطی راہ پاتی تو اس کی وجہ معلوم فرماتے اور مطلب دریافت فرماتے،پھر غلط ہونے کے وجوہ بیان فرما کر تصحیح فرمادیتے۔ڈانٹ ڈپٹ نہ کرتے،نہ ناراض ہوتے، شفقت وعطوفت کے ساتھ پیش آتے،سوالات پر برہم نہ ہوتے،پہلے تحسین فرماتے پھر کہتے آپ نے خوب سوال کیا،اعتراض کیا،مگر اس کو بھی ملاتے تو بات مکمل ہوجاتی،اعتراض پیدا نہ ہوتا۔متوسطات کے اوپر کی کتابوں کے اسباق میں عبارت سن کر تقریر فرمادیتے۔اس کے بعد ترجمہ کرواتے،انہیں وجوہات مذکورہ بالا کی وجہ سے طلبہ بصد ذوق آپ کے درس میں شریک ہوتے،اور عبارت خوانی میں غلطیوں سے محفوظ رہتے،یہ طریقۂ درس خیر آبادی بھی تھا اور لطف الٰہی بھی تھا،مگر حضور قبلہ گاہی قدس سرہ خیر آبادی اور فرنگی محلی طریقۂ تعلیم کے حامل اور نمائندہ تھے،درس نظامی اور خیر آبادی حلقہ کے اکابر،ایک خاص طریقۂ تعلیم کے معلم تھے،ان کے اس طریقۂ تعلیم کی برکتوں میں ایک خاص برکت ونعمت یہ بھی ہے کہ جس نے اس طریقۂ خاص سے بہرہ پایا،وہ علم کی گلبن وگلشن کا گل پیرا ہوا،کہیں رکا نہیں،درماندہ ہونا تو دور کی بات ہے،امعان نظر اور تعمق فکر اس طریقۂ خاص کی خاص برکت ہے،خیر آبادی اور فرنگی محلی

طریقۂ تعلیم میں ہزار کیڑے ڈالیں جائیں، مگر مجتہدانہ استعداد اور حکیمانہ بصیرت اس طریقۂ تعلیم کے سوا اور کہیں نظر نہ آئے گی، عرب و عجم میں اس طریقۂ تعلیم کی ابتداء سے جہانگیری مسلم اور سکہ جاری ہے اس طریقۂ تعلیم کے علماء منطق و حکمت کے ساتھ ادب، یا فقہ و اصول کے ساتھ یا علم حدیث کے ساتھ، ضرور شغف رکھتے تھے، منطق و حکمت اور اصول اس درس کے امتیازات ہیں، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے خصوصی تعلیمی مربی حضرت حجۃ العصر صدر الشریعہ کا اختصاص منطق و حکمت اور فقہ تھا، حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے تلامیذ کبار میں یہ اختصاص حضور قبلہ گاہی کی طرف منتقل ہوا، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی تدریسی خصوصیات کی وجہ سے حضرت مولانا حافظ محمد احسن صاحب اکثر آ کر درس میں بیٹھتے، حضور قبلہ گاہی اُن کو ساتھ بٹھاتے، اسی طرح مولانا عبد الرحیم صاحب گیاوی مقیم کانپور، تشریف فرما ہوتے، یہ معمر بزرگ تھے اور رئیس المتورعین حضرت مولانا شاہ عبید اللہ کانپوری قدس سرہ اور شیخ المحدثین مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی قدس سرہ کے قدیم ترین تلمیذ تھے اور نہایت ہی متورع اور متقی تھے، یہ دونوں حضرات بھی تشریف فرما ہوتے، دیر تک درس سماعت فرماتے، جیسا کہ لکھا گیا حضور قبلہ گاہی کا اختصاصی فن، منطق و حکمت اور اصول و فقہ تھا لیکن تفسیر بھی بڑی دقیق النظری سے پڑھاتے، قرآنی اسرار و حکم اور حقائق بھی بیان فرماتے اور بات میں بات پیدا فرماتے، حدیث شریف کا بھی غایت شغف سے درس فرماتے، اسماء الرجال پر خاص نظر تھی، محدثین نے جن مقامات پر قیل و قال کیا ہے اس پر مبسوط و مدلل تقریر فرماتے، اسی وجہ سے اس کی طرف خاص توجہ فرماتے، دوران تدریس اپنی تحقیق بیان فرماتے مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرماتے یہ ہماری تحقیق ہے، اکابر کی تحقیق کا بھی خاص مقام ہے، تحقیق بیان فرما دیتے، تعریض نہ کرتے، یہ حسن ادب اور تکریم اکابر اسلام کا جذبہ خالصہ تھا۔

اس فقیر راقم الحروف کو حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے درس حدیث پاک میں شرکت کا دو بار موقع ملا، پہلی بار سماعاً اور دوسری بار قرأۃً کتب صحاح میں صحیح المسلم شریف اور ترمذی شریف کا خصوصی درس دیتے جن حضرات کی ان دونوں کتابوں پر خاص نظر ہے، وہ ان دونوں کی خصوصیات سے واقف ہیں،

مؤطاامام محمد قدس سرہ اورطحاوی شریف کادرس،فقہ حدیث حنفی سے واقفیت پیدا کرنے کے لیے ضرور دیتے،
اپنے اُستاذ مکرم حضرت امام صدرالشریعہ قدس سرہ کی مبارک کتاب بہارشریعت کے گیارہ حصّوں کادرس بھی
معمول میں شامل تھا اس میں درس نظامی کے طلبہ بھی شریک ہوتے۔اس امتیاز میں آپ منفرد تھے۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ طلبہ کے کردار و عمل کی بھی نگرانی فرماتے،تعمیر سیرت اور شخصیت سازی مطمح نظر رہتی تھی، یہی وجہ ہے کہ حضور قبلہ گاہی کے تلامیذ اور مریدین ومتوسلین مکروہ کلامی،غیبت وحسد، غیر اسلامی امور کے ارتکاب سے عموماً محفوظ ومصوٗن ہیں اور اپنے تمام اکابر اہل اسلام کی بارگاہوں کا ادب واحترام کرتے ہیں، بہت سے علماء ومشائخ کی زبانوں سے سنا کہ:

"حضرت مفتی اعظم کانپور کے شاگردوں اور مریدوں ہی کی خاص خصوصیت ہے کہ
سب بزرگوں کا احترام اور ادب کرتے ہیں اور خدمت بھی کرتے ہیں"۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے قدیم ترین شاگرد ومرید مولانا حکیم خلیل احمد جائسی ریڈر طبیہ کالج مسلم یونی ورسٹی،علی گڑھ لکھتے ہیں کہ

"حضور مرشدی،مفتی اعظم کانپور کی پابوسی کا شرف بحمدہ عرصہ دراز تک نصیب رہا،اس
لیے کردار کی پختگی وبلندی کا ایک ایسا نمونہ میرے ذہن پر نقش ہے،جس کو الفاظ کا
جامہ پہنانا مشکل ہے ؏

مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

چند شاگردوں کے نام

تقریباً ۳۰ برسوں تک حضور قبلہ گاہی کا فیض درس جاری رہا،کثیر درکثیر اصحاب آپ کے فیض درس سے فیض یاب ہوئے اور فیض رسانی میں بے ریائی کے ساتھ زندگانی گزارتے رہے،بعض تو بہت ہی جید الاستعداد ہوئے،انہیں میں مولانا سعید احمد جائسی بھی تھے۔ ❁ حضرت مولانا سید شاہ اکمل حسین غازی کچھوچھوی ❁ مولانا شاہ جلال الدین تاجی بھیکی پور شریف ضلع رائے بریلی بھی تھے لیکن ان

سبھوں نے چالیس برس سے زائد کی عمر نہیں پائی، دورِ کمال میں داخل ہوتے ہی جوارِ قدس میں جا بسے۔ ❁ حضرت مولانا سید شاہ نعیم اشرف جائسی ❁ مولانا حکیم بشارت حسین نہال گڑھی اور ❁ اُستاذ الحکماء مولانا خلیل احمد جائسی علیہ الرحمہ ریڈر طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جیسے اہل ورع وتقویٰ تھے، یہ حضرات جائس کے زمانے کے تلامیذ ہیں، کانپور کے دورِ فیضان کے ممتاز تلامیذ میں ❁ حضرت مولانا سید شاہ ظلِ حسن کچھوچھوی ❁ مولانا سید شاہ اثیر الدین کچھوچھوی ❁ حضرت مولانا سید شاہ غلام سبطین مکن پور شریف ❁ حضرت مولانا سید شاہ محمد اکبر چشتی پھپھوند شریف ❁ مولانا شاہ ظہور احمد مظفر پوری ❁ مولانا محمد رفعت اللہ خاں گونڈوی ❁ مولانا قاری عباد الرحمن آسنسولی ❁ مولانا محمد نصر اللہ خاں افغانی ❁ مولانا محمد ادریس خاں بارہ بنکوی ❁ مولانا سالک حسین مظفر پوری ❁ حضرت مولانا قاری شبیر احمد حسن امام عیدگاہ نبیرہ حضرت اُستاذ زمن مولانا شاہ احمد حسن فاضل کانپوری۔

مدرسہ احسن المدارس کا دورِ جدید

مدرسہ احسن المدارس مسجد شریف کے تین حجروں پر مشتمل تھا اس حال میں بھی اہل سنت و جماعت کی مرکزی درس گاہ تھی اور اس کا شہرہ تھا اس کے درس سے فیضیاب حضرت قبلہ عالم پیر جماعت علی شاہ حضرت ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین صاحب افضل العلماء ڈاکٹر مولوی عبد الحق صاحب مدراسی سابق ممبر پبلک سروس کمیشن و سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی کے والد مولانا محمد عمر صاحب تھے جنہیں سلیمان ندوی نے یادِ رفتگاں میں تھانوی صاحب کا شاگرد لکھ دیا ہے، افغانی و پنجابی اور بہاری، بنگالی، آسامی اور پوربی یوپی کے کثیر در کثیر طلبہ یہاں سے پڑھ کر دین کے خادم بنے۔

دوسرا دور حضور قبلہ گاہی کا تھا، اس دور میں سہ منزلہ عمارت بنی، مدرسین کا اضافہ ہوا، طلبہ کی تکثیر ہوئی مختلف صوبوں یوپی، بہار، بنگال، آسام، گجرات، مدراس کے طلبہ جمع ہوئے، تجربہ کار، محنتی مدرسین کو بلا کر تدریس کی خدمت سپرد فرمائی، طلبہ کی کثرت ہوئی تو دورِ قدیم کی طرح مختلف مسجدوں کے حجروں میں

ان کا انتظام کیا، طلبہ فارغ ہوتے تو ان کی دستار بندی کا جلسہ ہوتا۔ حضرت صدر العلماء محدث میرٹھی، حضرت مجاہد ملت، علامہ نظامی، مولانا رجب علی نانپاروی کی شرکت لازمی ہوتی، مفتی شریف الحق صاحب بھی بلائے جاتے۔ مگر خواہش اس سے بھی بڑے ادارہ کی تھی ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء میں مدرسہ احسن المدارس کی توسیع عمارت کا مرحلہ آیا اس وقت جناب سعید احمد صاحب انسپکٹر کارپوریشن افتخار منزل افتخار آباد کانپور کو بلوا کر مشورہ فرمایا ان کے مشورہ سے گنجان اور مصروف شاہراہ پر واقع عمارت کی توسیع کا نقشہ ایسا بنا جس سے بہت گنجائش نکلی، تعمیر و توسیع کا سلسلہ چل پڑا، حضور قبلہ گاہی علماء کا چندہ کی تحریک کرنا مناسب نہیں سمجھتے تھے، مخلصین کو بلا کر مجلس مشاورت کر کے ان کے سپرد کام کر دیتے اس موقع پر بھی ایسا ہی کیا، آپ کے مخلصین نے بخوبی اس کام کو انجام تک پہنچایا، اس مرحلہ کے بعد بھی ہمیشہ یہ خیال رہا کہ اس عمارت کو شہری رابطہ کا مرکز مقرر رکھ کر شہر سے باہر وسیع تر رقبہ پر جدید تعلیمی مرکز تعمیر کرایا جائے، لیکن چونکہ قضا، وقدر کو منظور نہ تھا، اس لیے ایسا نہ ہوسکا، لیکن اس پرسنیت کے مرکز اور تعلیمی بلندی پر کوئی حرف نہیں آیا۔ تقرر کے وقت مشاہرہ سو روپے ماہوار مقرر ہوا تھا، کھانا بھی تھا، مگر برسوں ایک جن ہوٹل والی کے یہاں سے پیسے دے کر کھانا منگاتے رہے، مشاہرہ مل گیا تو مل گیا نہ ملا تو مطالبہ بھی نہیں تھا، بس یہی حال رہا۔

صدارتِ تدریس مدرسہ منظر اسلام کے لیے اصرار

یہاں کے قیام کے زمانے میں بھی دیگر مدارس اہل سنت سے طلبی ہوئی۔ مسند درس حدیث کے لیے مدرسہ اہل سنت منظر اسلام سے حضرت مولانا سردار احمد صاحب کی علیحدگی کے بعد حضرت حجۃ الاسلام نے باصرار طلب فرمایا حاضر ضرور ہوئے، مگر زور اس پر دیا کہ حضرت تدریس خود فرمائیں، طلبہ لوٹ آئیں گے آخر ویسا ہی ہوا، مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب قدس سرہ کے مدرسہ مدینۃ العلم جامعہ حبیبیہ الہ آباد کے ایثار پیشہ ناظم اعلیٰ مولانا الحاج مرحوم نے بار بار خط لکھا، ۱۵ مئی ۱۹۵۲ء کو

انہوں نے خط لکھا۔

"کرم نامہ موصول ہوا، حضرت مجاہد ملت بھی کل صبح تشریف لائے، مولوی مشتاق احمد سلمہ و مولانا نظام الدین صاحب بھی آئے کرم نامہ کو پیش کر دیا، گفت وشنید ہوئی، نیز جامعہ کے خدمت درس وتدریس وغیرہ کے لیے حضور کو تکلیف دینے کے لیے گفت وشنید ہوئی، کاش کہ حضور قبول فرمالیں، تو عین کرم ہوگا، قبولیت کے جواب سے شاد فرمائیں سر دست ممکن ہے، کہ خدمت میں زیادہ نہ پیش کرسکوں، ورنہ کیا تھا، آمدنی بہت قلیل ہے، ماہ میں ما حاضر ہوسکتا ہے لہٰذا حضور قبول فرمائیں، اور اپنے زبان مبارک سے خود اس خدمت کے لیے کچھ فرمائیں۔ اور کوئی غیر جگہ نہیں، اپنی جگہ ہے۔ اپنا گھر ہے، خود فروغ دینا ہے اور واقعی جامعہ کو جامعہ بنانا ہے۔ اور بن چلا ہے، اب مستحکم اور مستقل کرنا ہے، اپنے بزرگوں کی نظر کرم رہے، اور دعائیں شامل رہیں تو وہ وقت بھی قریب ہے"۔

حضور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ کے ہم دم و ہم نوالہ و ہم درس و ہم مشرب و مسلک سیدی حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ یوں تو بار بار کانپور تشریف لاتے مگر اس بار جامعہ میں لے جانے کے لیے تشریف لائے اور زور دیا، حضور قبلہ گاہی نے اپنے مخلص قدیم اور صدیق حمیم کی خواہش کی تکریم کی اور جانے کے لیے تیار ہو گئے اور عمائدین اہل سنت حامیانِ سنت کو بلا کر الہ آباد جانے کے عزم وارادہ سے آگاہ فرمایا، اس گام پر سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا، کہ حضور! اگر حضرت مفتی اعظم صاحب یہاں سے چلے گئے تو سنّیت کا کیا حال ہوگا اور یہاں کی رہبری کون کرے گا۔ جامعہ کے لیے مولانا الحاج صاحب کی نظامت اور مولانا نظام الدین صاحب کی موجودگی اور حضور کی سرپرستی، بہت ہے۔ کانپور کے اہل سنت پر کرم کریں، اگر آپ اپنی زبان سے نہ فرمائیں گے تو مفتیِ اعظم صاحب ضرور الہ آباد چلے جائیں گے، حضرت مجاہد ملت نے حامیانِ سنت کی بات قبول فرمائی، حضرت سے فرمایا آپ کی ضرورت یہاں زیادہ ہے، اس خدمت کے لیے مولوی نظام کو بلا لوں گا۔

دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کی علمی سربراہی کی پیشکش
قبول ومعذرت

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی عظیم وجلیل دینی روحانی اور علمی متبحر شخصیت کا آوزاہ اسلامی ہند کی فضاء میں گونج رہا تھا، مرکزی درسگاہوں میں امتحانات اور تقریروں کے لیے بلائے جاتے تھے، ۱۹۵۳ء کے شعبان المعظم میں دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کے طلبہ کا امتحان لینے کے لیے حضرت محدث اعظم قدس سرہ کے ایماء سے بلائے گئے دارالعلوم کی مجلس منتظمہ کے صدر حاجی شیخ محمد امین صاحب. بہت متاثر ہوئے، اُسی وقت سے تحریک شروع کی، کہ حضور قبلہ گاہی کا علمی فیضان دارالعلوم اشرفیہ میں جاری ہو، محرم الحرام ۱۳۷۳ھ میں حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمہ نے سفرحج وزیارت سے واپسی پر خط تحریر فرمایا کہ چند دنوں کے لیے کچھوچھا مقدسہ آجائیں، حضور قبلہ گاہی حاجی عبدالخالق اشرفی الہ آبادی کو ہمراہ لے کر کچھوچھا مقدسہ حاضر ہوئے، حضرت محدث اعظم نے تین یوم تک اپنے دردولت "آشیانہ" میں مہمان رکھ کر دارالعلوم اشرفیہ کے معاملات سے آگاہ فرما کر دارالعلوم اشرفیہ جانے کے لیے تیار فرما کر رخصت کیا، اور ارکانِ دارالعلوم اشرفیہ کو آگاہ فرمایا کہ مفتی اعظم کانپور ماہ نور ربیع الاوّل سے دارالعلوم اشرفیہ میں نائب شیخ الحدیث کے منصب کو رونق دیں گے، اس اطلاع کو پا کر ارکانِ دارالعلوم اشرفیہ نے الوارث بمبئی، روزنامہ سیاست کانپور، ماہنامہ پاسبان بمبئی، ماہنامہ سُنّی لکھنؤ، میں تشریف آوری کے اعلانات شائع کرا دیئے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے دارالعلوم اشرفیہ جانے کے دن قریب تھے جبھی حضور قبلہ گاہی کے دارالخیر اجمیر مقدس کے ہم درس اور پیر بھائی جلالۃ العلم اُستاذ العلماء مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب صدرالمدرسین و شیخ الحدیث کا خط آیا، جس میں اُنہوں نے تحریر فرمایا کہ دارالعلوم اشرفیہ میں آپ کی تشریف آوری کی اطلاع سے بے حد مسرت ہوئی آپ کی تشریف آوری تقویت کا باعث ہے، یہ خط خزائن تبرکات میں محفوظ ہے، لیکن اس کے بعض مندرجات کی نقل مصالح کے خلاف ہے اور ضروری بھی نہیں

ہے، اس خط میں یہ بھی ہے کہ شعبان تک آپ نائب شیخ الحدیث رہیں گے، اور شوال سے یہ جگہ میرے لیے ہوگی، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ مجھے رخصت دیدی جائے یا خود ہی رخصت ہو جاؤں"۔

دار العلوم اشرفیہ کے حالات سے گہری واقفیت کے بعد حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے اپنی طبعی اتحاد پسندی کی وجہ سے حضرت محدث اعظم کی خدمت میں معذوری کا خط تحریر فرمایا، مگر وہاں سے اصرار پھر بھی جاری رہا، رجبی شریف کے جلسہ کے موقع پر حضرت محدث اعظم، کانپور حسبِ معمول تشریف فرما ہوئے، اس وقت بھی بوقت دید و ملاقات بے حد اصرار فرمایا اور فرمایا کہ دار العلوم اشرفیہ آپ کے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں قدس سرہ کی یادگار ہے اور اس کا یہ عروج بھی انہیں کی توجہ اور برکت کا ثمرہ ہے، اس کی ترقی میں آپ کی شمولیت دار العلوم اشرفیہ اور آپ دونوں کے لیے ثمرۂ آخرت ہوگا، بات ختم ہوگئی، آپ کانپور ہی تشریف فرما رہے۔

مدرسۂ مظہر اسلام، بریلی شریف

اس مدرسہ میں حضور قبلہ گاہی کے رفیق دراست حضرت مولانا سردار احمد صاحب لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرسین تھے تقسیم ہند کے بعد وہ پاکستان چلے گئے، ان کی جگہ خالی ہوئی، مدرسین آتے جاتے رہے، سیدی حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے باصرار یہاں بلایا، اس وقت حضور قبلہ گاہی جائس شریف میں تشریف فرما تھے اور یہاں اُستاذ العلماء مولانا حکیم غلام یزدانی صاحب بھی شریک تدریس تھے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے مدرسۂ مظہر اسلام کے لیے ان کو آمادہ کر کے مدرسۂ مظہر اسلام کے لیے روانہ فرما دیا ــــــ اسی طرح حضرت قبلہ جیلانی میاں نے اصرار کی حد کر دی، حضور قبلہ گاہی نے جواب میں فرمایا، جو کام آپ مجھ سے لینا چاہتے ہیں، وہ کام آپ خود ہی انجام دیں صرف تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے، آپ حدیث شریف پڑھانا شروع کر دیں، اس مشورہ کے مطابق انہوں نے حدیث شریف پڑھانی شروع کر دی، دنیا نے دیکھا کہ قبلۂ عالم جیلانی میاں کا درس حدیث شریف کتنا بابرکت ثابت ہوا، شائقین حدیث ان کے درس میں سو دو سو جمع ہونے لگے۔

دارالعلوم شاہ عالم احمدآباد میں رونق افروزی

شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ میں اکابر علماء مشائخ اسلام نے سر زمین احمد آباد گجرات میں تعلیمی کانفرنس منعقد کی جس کا مقصد احمدآباد میں ایک بلند پایہ دینی درسگاہ کا پھر سے قیام تھا، مگر اس مقصد کی تکمیل کا آغاز عارف باللہ عاشق رسول اللہ ﷺ حضرت جیلانی میاں قبلہ کی ذات برکات سے ہوا، انہوں نے محلہ چھیپاواڑ کی مسجد شریف میں اس درس کا آغاز اس طرح فرمایا، کہ دارالعلوم اہل سنت منظر اسلام کے دورۂ حدیث کے چند طلبہ کو لے جاکر حدیث شریف کے درس کا آغاز فرمایا، اسی مدرسہ میں چودھویں صدی ہجری کے عشرۂ اولیٰ میں استاذ العلماء حضرت مولانا شاہ نذیر احمد خاں صاحب نقشبندی رام پوری کا درس جاری تھا، مولانا موصوف قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین قطب رام پور کے شاگرد وخلیفہ تھے، اس مدرسہ کی ابتداء گجرات کے نامور عالم وعارف حضرت مولانا نورالدین احمدآبادی متوفی ۱۱۵۵ھ نے کی تھی اور وہ گجرات میں حضرت شاہ وجیہ الدین صاحب کے بعد نامور فیض رساں مدرس تھے۔

حضرت جیلانی میاں قبلہ نے مدرسہ کا کام اعلیٰ حضرت کے مرید حاجی سلیمان ابراہیم کو سپرد کیا، انہوں نے پوری پوری توجہ کی، اور یہ مدرسہ دارالعلوم شاہ عالم کے نام سے موسوم ہو کر نامور ہوا، مگر ناظم اعلیٰ اور صدر المدرسین کے درمیان ایسا اختلاف ہوا کہ ناظم اعلیٰ حاجی سلیمان نے صدر المدرسین حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی مجددی کو ناروا طریقوں سے علیحدہ کیا، اس علیحدگی نے دارالعلوم کے وجود پر بھی سوالیہ نشان لگا دیا اور اندیشہ ہو چلا تھا کہ اس آویزش کی وجہ سے، کہ دارالعلوم بند ہو جائے گا، انہوں نے حضرت مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے کہا، انہوں نے حضرت محدث اعظم اور حضرت مفتی اعظم قدست اسرارھما سے زور دلوایا، حضور قبلہ گاہی نے چند ماہ کے لیے شعبان تک کے لیے جانا منظور فرمایا، وقت مقررہ پر حضرت سید مظفر میاں کانپور پہنچے اور ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ میں حضور قبلہ گاہی دو مدرسین مولانا رفعت اللہ خاں گونڈوی اور مولانا سید شاہ ظل حسن کچھوچھوی اپنے شاگردوں کو لے کر احمد آباد تشریف لے گئے،

چونکہ اخباروں اور دعوت ناموں کے ذریعہ تشریف فرمائی کی اطلاع عام ہو چکی تھی، اس لیے اسٹیشن پر زبردست استقبال ہوا، یہ دور دارالعلوم شاہ عالم کے لیے نہایت پیچیدہ اور مشکل تھا، ارکان دارالعلوم اور عمائد گجرات، ناظم اعلیٰ حاجی سلیمان ابراہیم کے اطوار کے بہت شاکی تھے اور اُن سے کسی بھی قسم کا تعاون جاری رکھنے کے روادار نہ تھے، مگر پھر بھی ایک خاصہ طبقہ عام اہل سنت کا دارالعلوم شاہ عالم کی بقاء کا طرفدار اور حمایتی موجود تھا، ادھر مولانا سید مظفر حسین صاحب کی توجہ اور سب سے بڑھ کر حضور قبلہ گاہی کی اعلیٰ دینی و روحانی عظمت اور تدبر کی وجہ سے دارالعلوم شاہ عالم کی رفتہ مقبولیت پھر سے لوٹی اور عمائد و مشائخ متوجہ ہوئے۔

حضور قبلہ گاہی کا درس شروع ہوا، گئے ہوئے طلبہ لوٹے، اُنہیں میں قصبہ و یجا پور ضلع مہسانہ اتر گجرات کے وہ طلبہ بھی تھے، جن کا تعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بڑے فرزند شاہ محمد صاحب کے اخلاف و احفاد میں ہے اور حضرت امام عصر شاہ وجیہ الدین علوی قدس سرہ کے خانوادہ کے فرزندان اور حضرت شاہ قطب محمود مرشد حضرت سلطان مظفر حلیم محدث جلیل، شاہِ گجرات کے خانوادے کے فرزندان تھے، سب آئے اور حضور قبلہ گاہی کی تدریس سے فیض یاب ہوئے، حضور قبلہ گاہی کی برکت یہ ہوئی کہ دارالعلوم میں مدرسین کی عظمت اور طلبہ کا وقار قائم ہوا، طلبہ اور مدرسین اور تعلیمی امور کا تعلق دفتر نظامت سے تھا، وہ سب حضور قبلہ گاہی کے زیرانتظام آیا، حضور قبلہ گاہی، طلبۂ علوم دینی کا بڑا احترام ملحوظ رکھتے تھے، کبھی بھی کسی بھی طالب علم سے ترش و کرخت لہجہ میں بات نہ کرتے، بلکہ اُن کو کچھ کہتے ہی نہ تھے، اس کا اثر یہ تھا کہ طلبہ آپ کا احترام کرتے اور آپ کا ذکر توقیر و تعظیم سے کرتے، ایسا ہی سلوک مدرسین کے ساتھ ملحوظ تھا اُسی زمانہ میں دارالعلوم کے طلبہ کی انجمن کا اجلاس ہوا۔ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی دعوت پر مولانا مشتاق احمد نظامی اور مولانا الحاج شاہ رجب علی صاحب ناپناروی، تشریف لائے، حلقۂ اشرفیہ احمد آباد کی طرف سے سالانہ اجلاس ہوا، حضرت محدثِ اعظم اور حضرت مفتی اعظم قدس سرہما کے علاوہ دیگر مشاہیر علماء کی تشریف آوری ہوئی خیر وحسنات کی اس مجلس میں حضور قبلہ گاہی کی بھی شرکت ہوئی اور حضور قبلہ گاہی کے ایماء سے ناظم اعلیٰ نے دونوں بزرگوں سے دارالعلوم میں تشریف فرما ہونے کی درخواست پیش کی، وہ

دونوں حضرات تشریف فرما ہوئے ناظمِ اعلیٰ نے معائنہ رجسٹر پیش کیا۔

حضرت محدّثِ اعظم کی تحریرِ ستائش

حضرت محدث اعظم قدس سرہ نے درج ذیل تحریر قلم بندکی:

"دارالعلوم میں بحیثیت صدرالمدرسین و شیخ الحدیث حضرت مولانا المفتی رفاقت حسین صاحب دامت برکاتہم کی تشریف آوری، دارالعلوم اور اس کے ارکان و اعضاء کی فلاح اور سعادت کی ضامن ہے، حضرت موصوف کا علمی رسوخ و تبحّر، بین العلماء مسلّم اور مانا ہوا ہے، اوران کی رائے کی اصابت کا زمانہ میں شہرہ ہے، مولانا موصوف کی تشریف آوری سے دارالعلوم ترقی وکامرانی کے دور میں داخل ہوگیا ہے،

فقیر دس برس کے عرصہ میں متعدد بار احمدآباد آیا، لیکن دارالعلوم کا دروازہ فقیر نے اپنے لیے بند پایا، دس برس بعد دارالعلوم میں اپنے آپ کو پا کر بے حد مسرور ہوا، فقیر بارگاہ کریم میں دست بدعاء ہے، کہ حضرت موصوف کی برکتوں سے دارالعلوم فیضیاب کمالات ہوتا رہے اور دارالعلوم ترقی کی اعلیٰ منازل پر پہنچے، آمین"۔

دارالعلوم حضرت شاہ عالم، کے ترجمان ماہنامہ طیبہ کے صفحات حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی دینی جدوجُہد کے کارناموں سے معمور ہیں، طلبہ کی استعدادِ علمی کا لحاظ ہر آن ملحوظ رہا، مولانا حافظ مبین الدین امروہوی، نائب شیخ الحدیث متبحر عالم اور پختہ مشق مدرس تھے، ان کی وفاداری صدرالمدرسین شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کے ساتھ تھی، حضور قبلہ گاہی نے اُن سے اسی منصب پر قائم رہنے کے لیے زور دیا مگر وہ بھی مستعفی ہوئے، اُسی زمانہ میں حضور قبلہ گاہی کے رفیق درس محدث اعظم پاکستان، حضرت مولانا شاہ سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ کے مخصوص تربیت یافتہ محبوب شاگرد، مولانا عبدالقادر صاحب احمدآبادی لائل پور پاکستان سے اپنے وطن احمدآباد آئے تو زیارت وملاقات کے لیے بھی حاضر ہوئے،

حضور قبلہ گاہی اُن سے مل کر بہت خوش ہوئے اور ان سے فرمایا یہاں خالی رہنا مناسب نہیں، قیام کے دوران دارالعلوم میں تدریس کریں اُنہوں نے فوراً مانا کہا جو حضور کا حکم، اس طرح وہ نائب شیخ الحدیث کے منصب پر فیض رساں ہوئے، اسی عرصہ میں سال اختتام کو پہنچا، اور حضور نے کانپور واپسی کا ارادہ فرمایا، ناظم اعلیٰ نے حضرت محدث اعظم سے زور ڈلوایا کہ ایک سال اور قیام فرمائیں اس حکم کی تعمیل میں حضور قبلہ گاہی شوال میں پھر تشریف فرما ہوئے، اور بلند مقاصد کے حصول اور دارالعلوم کے آئندہ استحکام کے لیے، طلبہ کے اسباق درست فرمائے، طلبہ کی استعداد کی کڑی جانچ کی، جو طالب علم جس جماعت کے لائق ہوا اس کو اسی جماعت میں شریک کیا، مبتدی، متوسط جماعتوں کی دو دو کتابیں اپنے پاس رکھیں، گجراتی طلبہ کے ذہن و مزاج کا خیال فرماتے ہوئے، مشہور کہنہ مشق اُستاذ، حضرت اُستاذ العلماء مولانا المفتی محمد عبدالعزیز خاں اشرفی نعیمی فتحپوری کو بلایا، موصوف حضرت صدرالافاضل قدس سرہ کے ممتاز شاگرد تھے اور جامعہ نعیمیہ اور دارالعلوم مسکینیہ دھوراجی کاٹھیاواڑ گجرات میں مدتوں تدریس کر چکے تھے۔ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کا مقصود یہ تھا کہ طلبہ کی ایسی چند جماعتیں تیار کر دی جائیں، جو دارالعلوم میں آئندہ تدریس کا کام بھی کر سکیں، اور گجرات میں اسلامی فیضان بھی جاری و قائم رکھیں، بحمدہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا بھی، اس وقت گجرات تا لندن و امریکہ و افریقہ انہیں کا بول، بالا ہے۔

کام کا سُنّی عالم

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ دارالعلوم حضرت شاہ عالم میں تشریف فرما ہوئے تو تہنیت و مبارک بادی کے بکثرت خطوط موصول ہوئے۔ آفتاب شریعت ماہتابِ طریقت حضرت مولانا خواجہ سید مصباح الحسن چشتی مودودی قدس سرہ نے خط ارسال فرمایا جس میں اولاً اپنے رنج و ملال کا اظہار فرمایا کہ "آپ کے احمد آباد چلے جانے سے صوبہ یوپی کام کے سُنّی عالم سے خالی ہو گیا
آپ کو احمد آباد جانا مبارک ہو، صوبہ گجرات آپ کے دینی و علمی برکات و فیوض سے بہرور ہو"۔

مشرّف بقدم تختِ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سیدنا حضرت مخدوم شاہ عالم محبوب باری قدس سرہ فقر ومعرفت کے گوہر گراں مایہ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت جید الااستعداد عالم ومحدث بھی تھے، اور روزانہ مقررہ وقت پر حدیث کا درس بھی دیتے تھے، جس میں طالبان حدیث پاک کثرت سے شریک ہوتے تھے ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت مخدوم علیل ہوگئے، ضعف زائد ہوگیا، اس کی وجہ سے اور سبق لیتے رہے، حضرت مخدوم عالم محبوب باری قدس سرہ صحت یاب ہوئے تو حسب معمول تدریس کے لیے تشریف لائے اور تخت شریف پر مسند پر تشریف فرما ہوئے، طالبان حدیث جہاں تک پڑھ چکے تھے وہاں سے پڑھنا شروع کیا حضرت مخدوم شاہ عالم نے روکا، اور فرمایا فلاں مقام سے میں نے چھوڑا تھا، طالبانِ حدیث نے عرض کیا حضور کل یہاں تک پڑھا تھا حضرت مخدوم نے فرمایا بندہ تو کئی دن تک علیل رہا، طالبانِ حدیث نے عرض کیا، حضور تو روزانہ تشریف لاتے رہے حضرت مخدوم شاہ عالم محبوب باری قدس سرہ نے طالبان حدیث کی زبان سے جب مذکورہ واقعہ سماعت فرمایا، تو چند لمحہ کے لیے مراقب ہوئے اور سر اُٹھایا تو اُن کی مبارک اور فیض بار آنکھیں پرنم تھیں، فرمایا، تم لوگوں کو خود صاحب حدیث نے تشریف لاکر حدیث پاک کا درس دیا، اور فوراً مسند سے اُٹھ کر تخت سے اتر گئے، اس کے بعد اس مدوّر تختِ مبارک کو کڑے لگوا کر دیوان خانہ کی چھت میں معلق کرادیا، حضور قبلہ گاہی جب اس تخت کی زیارت کے لیے تشریف لے گیے، وہ مبارک تخت دیوان خانہ میں تھا، اُس کے نیچے دو رکعت ادا فرمایا، اور کیا دعاء کی وہ معلوم نہیں ماثور اور متواتر یہ روایت ہے کہ اس کے نیچے کی گئی دعاء متجاب و مقبول ہوتی ہے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے اُستاذ محترم حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے خلیفہ مجاز مولانا سید شاہ عبدالحق چشتی گدائے خواجہ پاک نے حضور قبلہ سے بیان کیا کہ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے اس تخت مبارک کے نیچے نفل نماز پڑھ کر دعاء مانگی تھی کہ مجھے تاقیامت حج کا ثواب حاصل ہوتا رہے اور حضرت صدر الشریعہ نے سفر حج کے ارادہ سے سفر کیا اور بمبئی میں وصال فرمایا سبحن اللہ کیسی دعاء والتجا تھی، جو متجاب وقبول ہوئی۔

حیاتِ حضرت مخدوم شاہ عالم محبوب باری قدس سرہ پر تقریظ

مولانا الحاج صوفی نذیر احمد صاحب نیازی نظامی مراد آبادی تلمیذ حضرت صدر العلماء فاضل میرٹھی قدس سرہ، حضرت مخدوم شاہ عالم قدس سرہ کی جامع مسجد شریف میں امام وخطیب تھے انہوں نے حضرت مخدوم کی سیرت وسوانح وتعلیمات پر شاندار اور جاندار کتاب دو جلدوں میں تالیف کی حضور قبلہ گاہی سے چند کلمات تحریر کرنے کی درخواست کی، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے ان کی گذارش قبول فرمائی، اور حسب دستور مختصر جامع تحریر لکھ کر ان کو عطاء فرمائی وہ مبارک تحریر یہ ہے:

"نویں صدی ہجری کے عمائدین ملت میں مخدوم الملک حضرت شاہ عالم علیہ الرحمہ والرضوان بلند و بالا مقام رکھتے ہیں، جن سے ملک کا معتدبہ حصہ فیض یاب ہوا، اور ہو رہا ہے، مگر حضرت کے حالات زندگی میں کوئی ایسی مبسوط کتاب نہ تھی، جن سے طالبین استفادہ کرسکیں، بڑی مسرت ہوئی، جب میں نے حیاتِ شاہ عالم کا مطالعہ کیا، جس کے جامع، علم ظاہر کے علاوہ علم باطن سے بھی گہرا رابطہ رکھتے ہیں، جو ضمانت ہے صحتِ روایات کی، یعنی عزیز محترم علامہ صوفی نذیر احمد صاحب نعیمی نیازی اس کے مؤلف ہیں فقیر دعاگو ہے، کہ مولیٰ تعالیٰ اس رسالہ کو نیز اس کے مؤلف کو قبولیت عطاء فرمائے اور ذخیرۂ آخرت بنائے بجاہ حبیبه علیه الصلوٰۃ والسلام و الحمدللّٰہ رب العلمین۔ فقیر رفاقت حسین غفرلہ۔"

زیارتِ حضرت قطب عالم قدس سرہ

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ حضرت مخدوم برہان الدین عبداللہ قطبِ عالم قدس سرہ کے دربار شریف میں بھی حاضر ہوئے اور اس یادگار زمانہ کرامت کی یادگار پتھر کی بھی زیارت کی، جو حضرت قطب عالم قدس سرہ کی زبان مبارک کی ناطق یادگار ہے، روایت متواتر ہے کہ حضرت قطب عالم برسات کی

اندھیری رات میں تہجد کی نماز کی ادائیگی کے لیے اُٹھے، پاؤں میں ٹھوکر لگی تو فرمایا ـــــ لوہا ہے، کنکر ہے، پتھر ہے، لکڑ ہے اور خدا جانے کیا ہے، وہ وزنی ٹکڑا، لوہا بھی ہے، کنکر و پتھر بھی لکڑ بھی ہے اور خدا جانے اور کیا ہے وہ بھی ہے، ماہرین تھک گئے مگر آج تک پتا نہیں چلا سکے کہ "خدا جانے کیا ہے" کیا ہے؟

دارالعلوم شاہ عالم کی جدید عمارت کا مرحلہ

دارالعلوم جس عمارت میں قائم ہے وہ اُسی کی خرید کردہ ہے، مگر نہایت مختصر اور سہ منزل چھوٹی عمارت ہے، حضور قبلہ گاہی نے حضرت مخدوم شاہ عالم قدس سرہ (۲۰ جمادی الاخری ۸۸۰ھ) کی درگاہ شریف کے سجادہ نشین اور متولی سید محمد موسیٰ میاں بخاری سے گفتگو کی کہ وہ درگاہ شریف سے ملحق جانب شرق، وسیع رقبہ والی زمین معمولی قیمت پر دارالعلوم کو لکھ دیں، ایک آنہ فی گز کے حساب سے دینا انہوں نے قبول کیا، وہ وسیع رقبہ نوّا ایکڑ سے بھی زیادہ تھا، مگر فیصلۂ قضاو قدر میں یہ منظور نہ تھا وہ زمین حاصل نہیں کی جاسکی ناظم اعلیٰ کی رائے اس کو مانع آئی اور شعبان مطابق نومبر ۱۹۶۱ء میں مدرسۂ احسن المدارس کی ترقی کے خیال سے کانپور تشریف لے آئے، ناظم اعلیٰ نے ایک کروڑ کی لاگت کی دوسری ملکیت کی عمارت خاص بازار میں خریدی مگر وہ مقدمہ کی نذر ہوئی اور پھر وہ بھی بکی، چونکہ دارالعلوم کے ناظم اعلیٰ اپنے اطوار کی وجہ سے نیک نام نہ تھے، لہٰذا اُنہوں نے حضور قبلہ گاہی سے ایک تحریر حاصل کی کہ میں مدرسہ احسن المدارس کانپور کی وجہ سے واپس جارہا ہوں، دستار بندی کے جلسہ میں شریک ہوں گا" اور اُسے ماہنامہ طیبہ میں چھاپا، دارالعلوم کے سامنے سڑک کے اُس پار مشہور بزرگ حضرت شاہ علی جی گامدھنی کی درگاہ اور مسجد شریف ہے، حضور قبلہ گاہی نے درگاہ مسجد کے متولی سے بات کی کہ دونوں کی تولیت دارالعلوم کے نام کر دیں چنانچہ دارالعلوم کے نام دونوں ملکیتوں کا تولیت نامہ رجسٹرڈ ہوا، حضور قبلہ گاہی پانچوں وقت کی نماز باجماعت و جمعہ اسی مسجد شریف میں ادا کرتے تھے، آپ ہی نے جمعہ کی اذان ثانی کی خارج از مسجد شریف شروعات فرمائی۔

Scanned with CamScanner

پیر سلیمان پارسی

دار العلوم حضرت مخدوم شاہ عالم کے سابق صدر المدرسین، ہر اتوار کو ناظم اعلیٰ کے ہمراہ درگاہ حضرت شاہ عالم کے صدر دروازہ کے باہر مقیم ایک بزرگ پیر پارسی سے ملنے جایا کرتے تھے، وہ قلب ذاکر مشہور تھے ایک پیلے رنگ کی ہلکی چادر سے بدن ڈھکے رہتے تھے اور اس سے دل کی دھڑکن صاف دکھائی پڑتی تھی، حضور قبلہ گاہی سے ناظم اعلیٰ نے ان کی بزرگی کی بے حد تعریف کی اور باصرار ساتھ لے گئے، پیر پارسی صاحب سے ملے، پیر صاحب نے کہا یاد آتا ہے میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا کہاں دیکھا ہے پیر صاحب نے کہا یاد آتا ہے، نصیر آباد میں کبھی دیکھا ہے حضور قبلہ گاہی نے فرمایا ہاں عبد الستار (متوفی ۱۹۴۶ء) اور عبد الرحیم مولانا پیر عبد الشکور صاحب ابو العلائی (۱۲۹۴ھ / ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ / جولائی ۱۹۵۵ء) کے دونوں فرزند تھے اور مجھ سے بھی پڑھا تھا اجمیر شریف میں پڑھتے تھے وہی دونوں بھائی کبھی کبھی مجھے ساتھ لے جایا کرتے تھے، اتنا سنتے ہی، پیر پارسی صاحب اٹھ کھڑے ہوئے، ہاتھ پاؤں چومتے ہوئے کہنے لگے حضور میں مولانا عبد الستار صاحب کا غلام ہوں، حضور میرے دادا پیر ہیں، گستاخی معاف فرمائیں، اس واقعہ کا بڑا شہرہ ہوا۔

پیر شمس الدین غوثی صاحب

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے پاس دوپہر کو ایک دن درگاہ حضرت شاہ وجیہ الدین صاحب علیہ الرحمہ سے سجادہ نشین صاحب کا فون آیا کہ درگاہ حضرت سید محمد غوث گوالیار شریف کے پیر صاحب حضرت پیر سید شمس الدین صاحب غوثی تشریف لائے ہیں، آپ سے ملنا چاہتے ہیں، حضور نے فرمایا، بہت اچھا اور بعد نماز ظہر ان سے ملنے جانے کا ارادہ فرمایا۔ جانے کے لیے تیار ہوئے تھے، کہ ایک جم غفیر کے ساتھ پیر سید شمس الدین صاحب رونق افروز ہو گئے، لمبا دراز قد، دوہرا بدن، سرخ و پر انوار چہرہ، گھنی داڑھی، پیلی

لنگی، پیلی بڑی باڑھ کی ٹوپی پہنے مسکراتے ہوئے قیام گاہ کے دروازہ پر آ کر کھڑے ہو گیے حضور قبلہ گاہی نے دیکھا، بڑھ کر مسکراتے ہوئے، معانقہ مصافحہ کیا، ہمراہ لا کر بٹھایا، خاطر کی پیر سید شمس الدین صاحب غوثی کے طرز گفتگو سے صاف ظاہر ہو رہا تھا، کہ خانوادۂ حضرت شاہ وجیہ الدین علوی کے افراد پہچان لیں کہ حضور کس عالی درجہ کے بزرگ ہیں، بعد کے واقعات نے یہ ثابت بھی کر دیا، اور ان حضرات عالی قدر کی گرویدگی زمانہ نے دیکھی۔

شیخ الاسلام دکن کی تشریف آوری

اسی طرح یکم نومبر ۱۹۶۱ء کو گورنر گجرات ہاؤس سے فون آیا کہ "سابق ریاست حیدر آباد، دکن کے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید شاہ محمد بادشاہ حسینی قادری حضرت شیخ الحدیث صاحب سے ملنے کے لیے جا رہے ہیں"، ناظم اعلیٰ نے آ کر حضور کو بتایا، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا"میں اُن سے خود ملنے جاؤں گا"، فون پر بتایا گیا تو جواب ملا کہ "حضرت شیخ الاسلام روانہ ہو چکے ہیں، ابھی پہنچیں گے"، حضور قبلہ گاہی تمام طلبہ، مدرسین، ارکان حاضر، اہل محلہ کو لے کر بہرِ استقبال سڑک پر کھڑے ہوئے تھے کہ گاڑی سامنے آ کر رُکی، زبردست، نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت، نعرۂ غوثیت، حضرت شیخ الاسلام زندہ باد کے پُر جوش اور فلک پیما نعروں نے فضاء میں ارتعاش ڈالدی، راستہ بند ہو گیا، حضور نے بڑھ کر سلام و مصافحہ کیا اور دست بوسی کی اپنا نام "رفاقت حسین" بتایا، سنتے ہی حضرت شیخ الاسلام نے معانقہ فرمایا، اور دیر تک اس مصرع کی تکرار جاری رکھی ع

گل ز تو خر سندم تو بوے کسے داری

حضرت شیخ الاسلام کے اعزاز میں استقبالیہ جلسہ بھی ہوا، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے بذات خود ان کی گل پوشی کی اور ان کے احترام میں کچھ دیر تقریر بھی فرمائی۔ حضرت شیخ الاسلام نے دار العلوم کے رجسٹر معاینہ میں بلند کلمات تحریر فرمائے اور حیدر آباد، دکن تشریف لانے کی دعوت دی، باز دید کے لیے

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ گورنر ہاؤس تشریف لے گئے، حضرت شیخ الاسلام کی پیش گاہ میں گورنر صاحب بحیثیت وکیل حاضر ہوا کرتے تھے، انہیں کی دعوت پر حضرت شیخ الاسلام کی تشریف آوری ہوئی تھی حضرت شیخ الاسلام نے حضور کی دعوت طعام بھی کرائی، ان وجوہات سے نواب مہدی یار جنگ گورنر گجرات حضور قبلہ گاہی سے متاثر ہوئے اور تعلق باقی رکھا۔

نقدو جرحِ رُواۃ حدیث پر وسیط رسالہ

قصبہ سہسوان ضلع بدایوں کے متوطن مولوی تقریظ احمد وہابی، دہلی سے ہفتہ روزہ اخبار اہل حدیث نکالتے تھے، ان کی بھتیجی آستانہ پھپھوند شریف میں متوطن تھیں، ان کی وجہ سے مولوی تقریظ احمد اپنا اخبار حضرت مولانا خواجہ سید مصباح الحسن مودودی چشتی نظامی فخری سلیمانی حافظی سجادہ نشین علیہ الرحمہ کو بھیجا کرتے تھے، ایک شمارہ میں مولوی تقریظ احمد نے نقد حدیث کے حوالے سے علم غیب پاک کی مثبت احادیث پر جراحتِ قلم دکھائی، حضرت موصوف، خود عالم اجل محدث اکمل تھے لیکن ان کے دل میں کیا آیا کہ انہوں نے پورا اخبار ہی دارالعلوم حضرت شاہ عالم احمد آباد کے نشان پر حضور قبلہ گاہی امین شریعت قدس سرہ کو بھیج دیا اور خط کے ذریعہ لکھا کہ محدّثین کے اصول پر ان حدیثوں کے رواۃ پر جرح و نقد کریں، حضور قبلہ گاہی نے قلم لیا اور کاغذ پکڑا، اور رہوار قلم کو مہمیز دیا، ایک بسیط و وسیط رسالہ سپرد قرطاس فرمایا اور حضرت خواجہ سید مصباح الحسن صاحب قدس سرہ کی جناب میں روانہ فرما دیا، چونکہ تحریروں کی نقل رکھنے کا معمول نہ تھا، رسالہ موصول ہونے پر حضرت سجادہ نشین قدس سرہ نے تحسین بھرا خط ارسال فرمایا، جس میں تحریر فرمایا کہ ـــــ ماشاء اللہ کس محدّثانہ شان کا جواب ہے اور محدثانہ اصول پر جرح و نقد کا اسلوب محدّثین کرام کی رفعت شان دکھلاتا ہے ـــــ اس خط کو راقم الحروف نے بھی پڑھا تھا، حضور قبلہ گاہی کا یہ وسیط رسالہ پھپھوند شریف آستانہ کے کتاب خانہ میں ضرور محفوظ ہوگا۔

قدیم خانوادۂ علم و فضل و معرفت کی خاص تربیت

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ علم و فضل و معرفت والے گھرانوں کے فرزندوں پر بہت خاص توجہ فرماتے تھے چنانچہ یہاں کی تشریف آوری کے بعد شاہ ولی اللّٰہی خانوادہ کے مولانا نثار احمد اور مولانا رشید احمد آ کر شریک درس ہوئے تو ایک دن ان کے رفیق درس مولانا القاری عبد الرحمن آسنسولی بنگالی نے حضور قبلہ گاہی کو بتایا، کہ ان دونوں کے یہاں مولوی عبد الرحیم جے پوری آتے ہیں اور ان دونوں کے والدین مولوی ہدایت علی خاں جے پوری کے مرید ہیں، یہ دادا پوتا سلسلۂ نقشبندیہ کے مشائخ کے مرید ہیں، مگر اُن کے مسلک و مشرب پر قائم نہیں، وہابیت کی طرف ان کا میلان ہے، اس کو سن کر حضور قبلہ گاہی بہت ہی زیادہ متاسف ہوئے اور خاموش رہے، کچھ دیر بعد مولانا القاری الحافظ نثار احمد صاحب مرحوم حاضر ہوئے تو حضور قبلہ گاہی دیر تک اُن کو بغور دیکھتے رہے، دونوں خاموش تھے، مولانا القاری نثار احمد مرحوم نے زبان کھولی اور عرض کیا حضور مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضور مرید بھی کرتے ہیں، فرمایا، میں بندگان خدا کو بزرگوں کے سلسلہ میں داخل کر دیتا ہوں، سنبھالنا اور سنوارنا ان کا کام ہے، مولانا نے عرض کیا تو حضور مجھے بھی سلسلہ میں داخل فرمالیں فرمایا بہت اچھا وہ اجازت لے کر شیرینی لانے کے لیے اُٹھے، واپس آئے تو ان کے چچا مولانا محمد یوسف اور برادرِ عم زاد مولانا رشید احمد بھی ہمراہ تھے، وضو کر کے دوگانہ نفل شکرانہ ادا کرنے کے لیے فرمایا، اس کے بعد سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ میں داخل فرمایا، اور سوا لاکھ بار کلمۃ التوحید کا ورد بتایا، کہ ایک اربعین میں اِسے پورا کرلیں، اس کے بعد سوا لاکھ درود شریف مندرجہ شجرۂ طیبہ کا ورد دوسرے اربعین میں کرایا، اس کے بعد تیسرے اربعین میں سوا لاکھ یا غفور اور ایک ہزار مرتبہ سورۂ یٰسین کا وِرد تلقین، فرمایا، اس خصوص میں مولانا القاری نثار احمد صاحب خطیب و امام جامع مسجد و بیجاپور نے بڑی ترقی کی، ان کو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خاص نسبت حاصل ہوئی، کسی کتاب اور کسی رسالہ میں نام نامی پڑھتے تو درود پاک پورا لکھ دیتے، ان کا سلوک پورا پورا تھا، وہ عالم و سالک تھے، برسوں بعد حضور

قبلہ گاہی قدس سرہ نے ان کو سلاسل مشائخ اولیاء کا خلیفہ مجاز بھی بنایا انہوں نے حضور قبلہ گاہی کے درس حدیث کے افادات بھی قلم بند کیے تھے اور دکھا بھی لیا تھا۔ اُن کے اخلاف سے ان افادات کو حاصل کرنے کی سعی جاری ہے، دستیاب ہوجانے پر افادہ کے لیے طبع کرانے کا ارادہ ہے۔

دیار گجرات کے دفتر اسلامی میں ایک مشہور زبان زد عام وخاص یہ روایت ہے کہ "چشتیوں نے پکائی اور بخاریوں نے کھائی"، حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین محمد بخاری چشتی محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ نے دیار گجرات پر خاص نظر کرم فرمائی، انہوں نے اپنے خلفاء مجاز کو گجرات کے مختلف مقامات کی ولایت سپرد فرمائی کئی ایک کے مزارات پیران پٹّن میں ہیں حضرت سید برہان الدین قطب عالم بارہ برس کی عمر میں والد ماجد کے ہمراہ تشریف لائے، ان کو اپنے دادا حضرت مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کے برادر اصغر حضرت مخدوم سید صدرالدین سے خرقۂ خلافت ملا، ۸۵۷ھ میں وصال فرمایا حضرت مخدوم قاضی محمود قطب کانٹھا شریف اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت دستار بدل بزرگ تھے، اس کے بعد آستانہ محمودیہ کانٹھا شریف کا بحر فیض ان کے پوتے حضرت قاضی محمود قطب متوفی ۹۴۱ھ بیرپور شریف سے جاری ہوا، جہاں صبح وشام زائرین کی کثرت رہتی ہے یہ بزرگ گجراتی کی مشہور صنف سخن "گجری" کے گوہر گراں مایہ بھی تھے، ان کا کلام حقائق ومعارف سے بھرا ہوا ہے، اس تعلق سے اردو شاعری کے علماء بھی ان کی طرف پہنچتے ہیں اور دوسری طرف ان عالموں کے متبع ہیں اور طرفدار ہیں جو ان بارگاہوں کو کفر وشرک کا گڑھ کہتے ہوئے چوکتے بھی نہیں، بحمدہ تعالیٰ حضور قبلہ گاہی کی نسبتِ ارادت وتلمذ کی برکت سے ان آستانوں کے فرزندان اس بلاء سے محفوظ ومصؤن رہے اور اب بھی اس روش پر قائم ہیں۔ چنانچہ مولانا الحاج القاری قمر الدین صاحب بھی رشتۂ تلمذ کے ساتھ دامن ارادت سے بھی منسلک ہوئے، وہ خادم بھی ہیں، شاگرد بھی ہیں، خلیفۂ مجاز بھی ہیں، ان کے بھی واسطے سے افریقی ممالک، لندن اور امریکہ تک حضور کا فیض جاری ہے ان کی درسی استعداد بھی اچھی ہے، برسوں انہوں نے گجراتی ماہنامہ طیبہ ترجمان دارالعلوم شاہ عالم کی نگرانی کی، اور دارالعلوم میں درس دیا۔

گجراتی چند ممتاز تلامیذ

مذکورہ بالاان تلامیذ کے علاوہ ● مولانا سید حسین الدین مرحوم ٹنکاروی بھی تھے، انہوں نے بھی حضور قبلہ گاہی کی بڑی خدمت کی اور دعائیں لیں، دینی دوروں میں اکثر و بیشتر ہمراہ رہتے تھے، ان کی علمی استعداد پختہ تھی، وہ برطانیہ میں جا کر مقیم ہوئے افسوس ہے کہ جوانی میں انتقال کر گئے، اس وقت حضور قبلہ گاہی قدس سرہ اطراف ضلع سلطان پور کے دورہ پر تھے وہاں سے راقم الحروف کو خط تحریر فرمایا، اس میں موصوف کے انتقال کی اطلاع لکھی اور افسوس وغم کا اظہار فرمایا۔

● مولانا قاری محمد اسماعیل یوسف ٹنکاروی مداح رسول بھی خصوصی خدمت گار شاگرد ہیں، یہ بھی اکثر دینی دوروں میں ہم رکاب ہوتے تھے، بعد کے دور میں حضور قبلہ گاہی احمد آباد میں اُنہیں کے پاس قیام فرماتے مولانا موصوف کو دینی خدمت کا خاص ذوق ہے، مراسلت کا تعلق قائم تھا تقریباً چالیس برس پہلے برطانیہ منتقل ہوئے اور لندن سیٹی میں مقیم ہو گیے انہیں کے توسط سے علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کا برطانیہ کا دورہ ہوا اس میں حضور قبلہ گاہی کی بھی تحریک شامل تھی، مولانا کی عمر خداوند قدوس دراز فرمائے۔

● مولانا حسن آدم بھی ذہین اور پختہ استعداد تھے، بہار شریعت کا گجراتی ترجمہ اُنہیں کا کیا ہوا ہے ● مولانا قاری عثمان عبدالرحمن مرحوم ہرسولوی امام وخطیب بڑی مسجد ہمت نگر ● مولانا سید حاجی میاں از اخلاف حضرت شاہ وجیہ الدین علیہ الرحمہ کے علاوہ بکثرت شاگرد ہیں، اس زمانے میں اُنہیں تلامیذ کے ذریعہ گجرات میں دینی خدمت کا فیضان جاری ہے اور ان کا بول بالا ہے۔

ترجمہ وتفسیرِ قرآنِ مجید

حامیانِ سنت اور دارالعلوم حضرت شاہ عالم قدس سرہ کے ناظم اعلیٰ حاجی سلیمان ابراہیم رضوی مرحوم نے پُر زور گذارش کی کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب عوام اہل سنت کے ذہن وفکر اور افادۂ عام کا

خیال فرما کر قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر آسان تحریر فرمائیں، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے تدریس کی عظیم بے فرصتیوں میں ترجمہ و تفسیر کی تحریر کا مبارک کام شروع کیا، تفسیر کا کچھ حصہ ستمبر ۱۹۵۹ء سے ماہنامہ طیبہ میں چھپا، اور مسلسل چھپا، یہ مبارک کام سورۂ بقرہ تک پہنچا تھا، جبھی حضور قبلہ گاہی نومبر ۱۹۶۱ء میں کانپور واپس تشریف لے آئے یہاں تبرکاً و تیمناً صرف سورۂ فاتحہ شریف کی تفسیر نقل کی جاتی ہے، اس سے تفسیر شریف کا منہاج تحریر بھی معلوم ہو جائے گا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

ترجمہ: اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، میں شیطان مردود سے

تفسیر: انسان کی بھلائی اسی میں ہے، کہ اپنے آپ کو عاجز و محتاج جانے اور اللہ تعالیٰ کو مالک و قادر مانے، اس کی حمایت و پناہ ڈھونڈھے اور یقین رکھے کہ کسی نیکی کا حاصل کرنا برائی کا دور کرنا، اپنے بس کی بات نہیں قرآن مجید کی تلاوت بہت بڑی نیکی ہے، تلاوت شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ہدایت چاہے، اعوذ باللہ الخ پڑھے۔

فائدہ: شیطان کے بہکانے، نفس امارہ کے فریب اور دشمن کے ظلم سے نجات حاصل کرنے کے لیے دس بارہ بار روزانہ پڑھنا چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

تفسیر: اللہ تعالیٰ اس ذات کا نام ہے جو تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے اور عیب و نقصان سے پاک ہے، الرحمن بڑا مہربان رحیم رحمت والا، ہر جائز کام کو شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الخ پڑھے، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قرآن شریف کی ایک آیت ہے لیکن سورۂ فاتحہ یا کسی سورۃ کا جز نہیں۔

فائدہ: کسی مشکل کے لیے اگر کوئی ان تینوں ناموں کو جو بسم اللہ شریف میں ہے بعد عصر سے مغرب تک پڑھے، تو مشکل آسان ہو جائے بارہ ہزار بار مرتبہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر دو رکعت نفل پڑھے اور اپنے مقصد کے لیے دعاء مانگے یہ خیال رہے کہ مکروہ وقت نہ ہو۔

سورۂ فاتحہ

اس سورۃ کے بہت سے نام ہیں: شفا، ام القرآن، کنز، واقعہ، الحمد، شافیہ، سبع مثانی وغیرہا، اس سورہ کو مکی بھی کہتے ہیں، اور مدنی بھی، اس میں سات آیتیں، ستائیس کلمے اور ایک سو چالیس حروف ہیں، نماز میں اس سورۃ کا پڑھنا واجب ہے ہاں اگر مقتدی ہو تو دوسری آیت واذاقری القُرآن فاستمعوا له الخ نے اس کو روک دیا کہ جب امام پڑھے تو سنو اور چپ رہو۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

ترجمہ: تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو رب ہے، سارے عالم کا

تفسیر: تعریف چاہے جس کی جائے، حقیقت میں وہ رب تعالیٰ کی تعریف ہے، علم پر یا حُسن پر، سخاوت پر یا شجاعت پر، جس کسی کی تعریف کرے، وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے، کیونکہ وہی تمام خوبیوں کا خالق ہے، خالق اس پرورش کرنے والے مالک کو کہتے ہیں، جو اپنے مخلوق کی تربیت، تدبیر و نگہداشت کرتا ہے، عالم کی عقل کا ہو یا غیر کی عقل کا سب کا پالنے والا وہی ہے۔

الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمہ: بڑا مہربان، رحمت والا ہے۔

تفسیر: وہ سارے عالم کا پالنے والا ہے، اس کی رحمت تمام کائنات کو عام ہے، محض اپنے فضل و رحم سے سارے جہان کی پرورش فرماتا ہے۔

مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ

ترجمہ: مالک ہے، جزا کے دن کا

تفسیر: پہلے رحمن اور رحیم ذکر فرمایا، کہ اس کی رحمت ومہربانیوں کو دیکھ کر بندے اس کی طرف جھکیں، پھر بھی اگر کوئی اس کی طرف دھیان نہ دے تو اُسے یوں جتایا، کہ وہ مالک بھی جزا کے دن کا ہے جب کہ بندوں کو ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا، جو جیسا کرے گا، ویسا پائے گا۔ یہی خدا کی ایک رحمت ہے کہ ہے وہ تربیت دونوں طرح سے فرما رہا ہے، کبھی ترغیب سے کبھی ترہیب (خوف دلا کر) سے۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں

تفسیر: عبادت کہتے ہیں انتہائی درجے کی تعظیم کرنے کو کہ اس سے بڑھ کر کوئی تعظیم نہیں ہے اور شریعت مطہرہ میں اس کی بہت سی صورتیں ہیں۔ بعض ظاہر سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسے زبان سے ذکر الٰہی کرنا تلاوت قرآن مجید، تسبیح اور دعائیں، پڑھنا اور آنکھ سے شعائر اللہ کی زیارت کرنا۔ جیسے کعبہ معظمہ، روضہ منورہ، قرآن مجید کو دیکھنا اہل اللہ کو انبیا کرام اولیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو دیکھنا شہدائے کرام وصالحین عظام کے قبروں کی زیارت کرنا، زمین وآسمان کے عجائب کو دیکھنا جن سے خداوند قدوس کے حکیم وقادر مطلق ہونے کا حق الیقین حاصل ہو جائے۔ اور کان سے جیسے قرآن مجید کا سننا، حدیث شریف کا سننا، وعظ کا سننا، اور ہر اس ذکر کا سننا جس سے خدائے تعالیٰ کی محبت بڑھے۔ اور اس کی اطاعت کا سبب پیدا ہو۔ اور بعض باطن سے تعلق رکھتی ہے جیسے آیات واحکام میں غور وفکر کرنا مصائب مصائب پر صبر کرنا محرمات ومعاصی سے رکنا یہ عقل ونفس کی عبادت ہے اور قلب کی عبادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں سے محبت اور ان کے باغیوں سے نفرت رکھے اور روح کی عبادت یہ ہے کہ مشاہدۂ جمالِ الٰہی کی طرف متوجہ ہو جائے خلاصہ یہ کہ انسان اپنی تمام ظاہری وباطنی قوتوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کی رضامندی کے لئے وقف کردے۔

پھر بھی یہی سمجھتا رہے کہ جو کچھ بھی میں کر رہا ہوں مجھ سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا جب تک تیری مدد شامل حال نہ ہو۔لہذا یا اللہ، ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں اور تیری ہی مدد کے محتاج ہیں۔

اس آیات سے دونوں گروہ، قدریہ جبریہ، کارد ہوگیا۔

قدریہ: قدریہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے افعال کے فاعل ہیں۔جو کچھ ہم سے سرزد ہوتا ہے ہمارے اختیار سے ہوتا ہے۔اور جبریہ یہ کہتے ہیں کہ ہم پتھر اور جمادات کی طرح مجبور محض ہیں اور جو کچھ ہم سے سرزد ہوتا ہے اس میں ہم کو قطعاً کوئی دخل نہیں۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ نے قدریہ کارد کر دیا کہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مدد کے بندہ کچھ نہیں کر سکتا،صحیح عقیدہ اہلسنت کا ہوا جو کہتے ہیں کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔اس آیت سے بعض لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کسی قسم کی مدد کسی سے مانگی گئی تو شرک ہو جائے گا۔اس کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ کی تفسیر نقل کرتا ہوں۔جو انہوں نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

"غیر سے مدد چاہنا اس طرح کہ حقیقتاً اسی کو فاعل مطلق سمجھے اس کو خود کی مدد کا ذریعہ نہ سمجھے تو یہ استعانت بالغیب حرام ہے۔اور اگر پورا اعتماد حق تعالیٰ پر ہو اور ان کو خدائے تعالیٰ کی مدد کا ذریعہ اور خدائے تعالیٰ کی حکمتوں پر نظر رکھتے ہوئے ان سے مدد چاہے تو یہ مدد سے دور نہ ہوگا۔اور شریعت میں یہ جائز ہے۔اولیاء انبیاء علیھم السلام نے اسی طرح کی استعانت بالغیر کی ہے اور امت کو تعلیم دی ہے۔اور حقیقت میں یہ استعانت بالغیر نہیں ہے بلکہ خداوند قدوس ہی سے استعانت ہے کیوں کہ **خاصان خدا، خدا نہ باشد، لیکن از خدا جدا نہ باشد،** خاصان خدا ذات الٰہی کے مظہر ہیں ان آیتوں کے بعد (جن میں ذات وصفات الٰہی کا ذکر ہے) ایاک نعبد فرمانا اس سے معلوم ہوا کہ پہلے اعتقاد کا درجہ ہے اس کے بعد عمل کا تو عمل کی قبولیت کے لئے عقیدے کا صحیح ہونا ضروری اور مقدم ہے۔

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ

ترجمہ: دکھا ہم کو سیدھا راستہ۔

تفسیر: راستہ چلنے والوں کو چند چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک تو راستے کا سیدھا ہونا راستے کے خطرات سے محفوظ ہونا، پھر رفیق سفر جو راستے کے نشیب و فراز سے باخبر ہو کہ اس کی رہنمائی سے بآسانی راستہ طے ہو سکے، پھر کسی کے کہنے پر کہ میں راہ راست پر ہوں یقین نہ کر لینا چاہئے کیوں کہ ہر فرقہ یہی دعویٰ رکھتا ہے کہ میں صراط مستقیم پر ہوں لہٰذا اس گروہ کا معین (مقرر) ہو جانا نہایت ضروری ہے۔ جو واقعی صراط مستقیم پر ہے۔

صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ

ترجمہ: ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

تفسیر: ان لوگوں کی راہ طلب کرنے کا حکم ملا جن پر خدا تعالیٰ کی نعمتیں نازل ہوئیں کیوں کہ وہی بہتر رفیق ہو سکتے ہیں جن گروہ پر خدا نے اپنی نعمت اتاری وہ چار ہیں جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کی اطاعت کی وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اتاری اور گروہ انبیاء علیہم السلام اور صدیقین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور شہدائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور صالحین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ چار گروہ بہترین ہیں۔ (قرآن شریف)

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ میں راہ کی طلب کا حکم اور صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ میں رفیق رہنما کی طلب ہے اور چار گروہ کے بیان سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ عام مسلمان صالحین کی رفاقت طلب کرے اور صالحین شہدائے کرام کی اور شہدائے کرام صدیقین کی اور صدیقین عظام حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی رفاقت کریں جن مسلمان کو انبیاء علیہم السلام کی رفاقت مطلوب ہو اسے چاہئے کہ سلسلہ بسلسلہ پہلے ان تین گروہوں کی رفاقت حاصل کر کے انہیں حضرات انبیاء کرام کی بارگاہ تک رسائی کا وسیلہ بنائے بغیر اس کے دربار رسالت تک رسائی ناممکن ہے کہ اہل اللہ کے طریقے میں داخل ہو کر ان کے وسیلے سے مرضیٔ حق تلاش کریں کیوں کہ خدائے تعالیٰ نعمتیں براہ راست انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں اور صدیقین شہداء و صالحین کو پہنچی ہیں لہٰذا اسی سلسلہ میں طلب بھی ہونا

چاہئے اس راستے میں جن خطرات سے گذرنا اور جن چیزوں سے پرہیز کرنا ہے اس کا بیان ہے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ

ترجمہ: نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر غضب نازل ہوا نہ ان لوگوں کا راستہ جو گمراہ ہوئے۔

تفسیر: جو لوگ دین متین میں فتنہ ڈال کر اللہ و رسول کی شان میں گستاخیاں کر کے غضب الٰہی میں مبتلا ہوئے یا اللہ ان کے راستے پر نہ چلا" نہ ان لوگوں کے راستے پر چلا جو صراط مستقیم سے ہٹ گمراہ ہوئے۔ صراط مستقیم کی طلب بھی پوری احتیاط کے ساتھ حاصل ہونا چاہئے کیوں کہ بہت سے بے دین اور گمراہ فرقے اپنے آپ کو انبیاء و اولیاء علیہم السلام کی طرف منسوب کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم انہیں انعام یافتہ حضرات کے نقش قدم پر ہیں حالاں کہ یہ بالکل فریب ہے اور اولیاء و انبیاء علیہم السلام کی شان میں نہایت بے باکی، بے ادبی گستاخی ہے۔ ان کو اپنے سے بڑا سمجھنے کے لئے تیار نہیں ان سے وسیلہ حاصل کرنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں مراتب کے منکر ہیں پھر یہ ان کے راستے پر کیسے ہو سکتے ہیں لہٰذا ہر مدعی کے دعویٰ کو سوچ سمجھ کر ساتھ نہ ہو جانا چاہئے۔ پہلے قرآن مجید کی کسوٹی پر پرکھ لینا چاہئے۔ ماہنامہ طیبہ (۱۹۵۹-۹-۱)

تحریر فتاویٰ

دارالعلوم حضرت شاہ عالم کے زمانہ قیام میں بھی حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے فتاویٰ کے جوابات کثرت سے تحریر فرمائے، مولانا معین الدین بھاگلپوری جوابات کی نقل رجسٹر میں کر کے سائلین کو جوابات واپس کر دیتے تھے ان کے بعد حضرت مولانا مفتی غلام نبی دھولقوی سابق امام و ناظم کتاب خانہ حضرت پیر محمد شاہ شطاری نقل فتاویٰ کی خدمت پر مامور ہوئے، اور انہوں نے افتاء نویسی کی عملی مشق بھی کی، کئی مجلدات پر یہ فتاوے مشتمل تھے اور دارالعلوم کے دفتر میں محفوظ تھے۔ حضور قبلہ گاہی کے فتووں کی روش فتاویٰ امجدیہ کے طرز کی ہے، بعض بعض فتاوے تفصیلی اور رسالے کے حجم کے بھی ہیں۔

ایک نیا فتنہ خلافت معاویہ ویزید

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ دار العلوم حضرت شاہ عالم قدس سرہ احمد آباد میں مصروف ارشاد وتدریس تھے، جبھی پاکستان سے ایک نیا فتنہ دیوبند آیا اور وہاں سے پورے ملک میں پھیل گیا، مشہور خارجی مؤرخ محمود احمد عباسی امروہوی نے مذکورہ عنوان سے کتاب لکھی، ہندوستان میں مکتبۂ تجلی دیوبند نے اس کو نشر کیا، اس کی اشاعت سے زبردست بے چینی پھیلی اور اجتماعی احتجاج ہوئے، جلوسوں کا ہنگامہ شروع ہوگیا، درجنوں کتابیں، رد میں لکھی گئیں، ماہنامہ پاسپاں الہ آباد کے مدیر خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے بھی خصوصی اشاعت کا اعلان کیا، حضرت خطیب مشرق کو حضور قبلہ گاہی قدس سرہ سے جو اختصاص تھا، اسی کے پیش نظر انہوں نے حضور قبلہ گاہی قدس سرہ سے درخواست کی کہ حضور بھی کتاب خلافت معاویہ ویزید پر اپنے تاثرات تحریر فرمائیں، چونکہ گجرات بھی اس شورش سے متأثر تھا، حضور قبلہ گاہی نے اس کے پیش نظر اس کتاب پر نشانات لگائے اور ان کو الگ کاغذ پر منتقل کرنے کا کام کیا اور کتابوں سے تطابق کے لیے روزانہ بعد نماز ظہر حضرت پیر محمد شاہ شطاری کی درگاہ کے مشہور کتب خانہ تشریف لے جاتے اور نوٹس تیار فرماتے، ان مواد کو سامنے رکھ کر ایک وسیط کتاب کے بقدر تبصرہ تحریر فرمایا، یہ تبصرہ مکمل پہلے دار العلوم حضرت شاہ عالم احمد آباد کے گجراتی ترجمان ماہنامہ طیبہ میں چھپا اور اس کا خلاصہ ماہنامہ پاسبان الہ آباد کے خصوصی نمبر - کربلا کا مسافر - میں شائع ہوا۔

دار العلوم شاہِ عالم کا اعتراف احسان

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے دار العلوم شاہ عالم کو کس طرح بند اور پامال ہونے سے بچایا۔ ناظم اعلیٰ حاجی سلیمان ابراہیم رضوی نے اس کا اعلان احسان مندی کے ساتھ دار العلوم کے ماہنامہ رسالہ طیبہ کے اپریل ۱۹۶۰ء کے شمارہ میں نمایاں سرخی سے چھاپ کر کیا انہوں نے لکھا:

"۱۹۵۹ء کا سال دارالعلوم شاہ عالم کی سخت مشکل کا سال تھا اور سخت کشمکش میں تھا اور سخت خوف کا ماحول تھا، کہ اس دارالعلوم کو زخم نہ لگ جائے۔ الحمدللہ کالی کملی کے صدقہ و طفیل امت کے بزرگان دین کی روحانی مدد اور دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم کیا اور دارالعلوم سابق حال پر آ گیا۔ شیخ الحدیث حضرت مفتی اعظم کانپور تدبّر و ہوش اور خاموشی کے ساتھ دارالعلوم کی ڈوبتی کشتی کو بچا کر اصلی حالت پر لے آئے، اس کے لیے دارالعلوم شاہ عالم حضرت شیخ الحدیث مفتی اعظم کانپور کا احسان مانتا ہے"۔

مدرسۂ مسکینیہ کاٹھیاواڑ

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ دارالعلوم حضرت شاہ عالم قدس سرہ میں تقریباً دو سالہ قیام کے بعد کانپور واپس تشریف لے آئے اور مدرسۂ احسن المدارس قدیم کی توسیع تعمیر اور نظام تعلیم کی درستگی کی طرف متوجہ ہوئے، اور دونوں میں ترقی ہوئی، اسی درمیان حضرت مولانا سید شاہ عبدالحق چشتی گدائے خواجہ کا تفصیلی خط آیا، کہ کاٹھیاواڑ کا قدیم مدرسۂ مسکینیہ، عرصہ سے بند ہے، اس یادگار زمانہ مدرسہ کا بند ہونا، دیکھا نہیں جاتا، شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب یہاں صدر مدرس رہے مولانا المفتی احمد یار خاں صاحب نے یہاں درس دیا اور جلیل القدر علماء تیار کیے، مولانا المفتی محمد عبدالعزیز خاں صاحب فتحپوری نے یہاں برسوں درس دیا اب مدرسہ بند پڑا ہوا ہے، وہابیہ کے کئی مدارس مختلف شہروں میں چل رہے ہیں، کیا یہ مرکزِ دین اسی طرح بند رہے گا اور اس کا کوئی پُرسان حال نہ ہوگا، حضور سے بس اتنی گزارش ہے کہ جس طرح حضور نے دارالعلوم حضرت شاہ عالم کو بند ہونے سے بچالیا، مدرسہ سکینیہ کو بھی بچا لیجیے، کم از کم اتنے عرصہ کے لیے یہاں آجائیے جب تک اس میں نئی روح نہ آجائے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے ان کی گزارش قبول فرمالی، اور وہاں تشریف لے گئے، یہ ۱۹۶۲ء کا زمانہ تھا اور راقم الحروف عالمی شہرت یافتہ مدرسۂ

عالیہ رام پور میں تحصیل علوم کے لیے جاچکا تھا جس میں حضرت سیدی ملک العلماء بحر العلوم فرنگی محلی وصال سنہ ۱۲۲۵ھ حضرت امام ملا حسن فرنگی محلی وصال سنہ ۱۲۹۹ھ امام الحکماء خاتم المحققین علامہ فضل خیر آبادی وصال سنہ ۱۲۷۸ھ، شمس العلماء علامہ عبد الحق خیر آبادی وصال سنہ ۱۳۱۶ھ اسد العلماء علامہ اسد الحق خیر آبادی وصال سنہ ۱۳۱۸ھ، اُستاذ العلماء مولانا ہدایت علی فاروقی بریلوی وصال سنہ ۱۳۲۲ھ اُستاذ العلماء علامہ فضل حق فاضل رام پوری وصال سنہ ۱۳۵۸ھ مسندِ صدارت و تدریس کو رونق دے چکے تھے اس لیے قیامِ دھوراجی کے وقائع کا عینی علم نہیں۔

مساجد و مدارس کا قیام

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ مساجد شریف کی تعمیر و تاسیس اور مدارسِ دینیہ کے قیام کو مذہبِ اسلام کی رونق فرماتے، نماز باجماعت کے لیے مسجد شریف کی بالالتزام حاضری آپ کے خصائص سے تھی ایک حقیقت جو قریب قریب معدوم ہے کہ از کم راقم الحروف نے اس کی نظیر نہیں دیکھی آپ فجر کی اذان سے بہت پہلے مسجد شریف میں پہنچتے اور جاروب کشی فرماتے اور وضو فرما کر اذان دیتے اذان بھی پوری قوت سے کہتے، سنت ادا کر کے وردِ مسنونہ میں مشغول ہو جاتے، ایک بار وطن میں قیام فرما تھے، بازار کا دن تھا مغرب کی اذان کا وقت ہو گیا اس وقت تک راقم بھی نہیں پہنچا تھا راہ میں آپ کی اذان کی آواز سنی جو پوری قوت سے ہو رہی تھی، راقم الحروف تیز قدم مسجد شریف حاضر ہوا اور جماعت کی امامت کرائی خلافِ معمول، دعاء کے بعد اپنی جگہ پر لیٹ گیے، چھوٹے چچا میاں نے بدن دبانا شروع کیا، میں گھر گیا اور خمیرہ لے آیا اور کھلایا، تھوڑے وقفہ کے بعد کھڑے ہوئے اور سنن و نوافل و اوّابین حسبِ معمول اطمینان سے ادا کیے، حضور قبلہ گاہی کسی مقام پر تشریف لے جاتے، مسجد شریف میں نمازیوں کی کثرت دیکھتے، بہت خوش ہوتے اور ان سے محبت سے ملتے، ملازم پیشہ نمازیوں کی وقعت کچھ زیادہ ہی فرماتے اور ان کو ساتھ کھلاتے۔

غالباً ۱۹۷۱ء میں فقیر راقم الحروف صوبہ گجرات قصبہ وی جاپور میں شادی کی تقریب میں شرکت کے لیے ہمرکاب ہوا، نئی راجدھانی گاندھی نگر سے متصل قصبہ مانسا کے مخلصین غلام یاسین بیگ اور ان کے بھائی حاجی مرزا محمد عثمان بیگ نصرت بیگ صاحبان اپنے یہاں لے گئے، مغرب سے پہلے ایک صاحب نے دعوت کی اور اپنے یہاں لے گئے کچھ ضیافت کا انتظام بھی تھا حضور قبلہ گاہی نے سیب کا ایک ٹکڑا اٹھایا تھا کہ وہ بڑی سادگی سے کہنے لگے، حضور، میں غلط نہیں بولوں گا، میں نماز نہیں پڑھتا ہوں، بس حضور قبلہ گاہی نے سیب ہاتھ سے رکھ دیا، مغرب کی اذان ہونے لگی، آپ اٹھ کھڑے ہوئے، مسجد شریف کی حاضری کے لئے چل پڑے، ناراضی بُشرے سے عیاں تھی، حاضرین میزبان پر ناراض ہوئے کہ تم نے یہ کیا کر دیا، وہ بے چارے خاموش، راقم الحروف نے اُن سے کہا اگر غسل نہو تو غسل کر کے مسجد شریف پہنچو حضرت دیر تک نماز کے بعد وظیفے میں مشغول رہتے ہیں، دعاء کے بعد لوگ مصافحہ کرتے ہیں، تم بھی مصافحہ کرنا اور عرض کرنا حضور میں آپ کی برکت سے غسل کر کے مسجد شریف میں آگیا اور نماز بھی پڑھی، آپ دعاء کریں میں اسی طرح مسجد شریف میں نماز کے لیے آتا رہوں، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے بہت ہی توجہ سے اس کی باتیں سنیں اور خوشی ظاہر فرمائی، اور بیٹھ کر باطمینان اس ملتجی دعاء کے لیے اور تمام حاضر اور غیر حاضر مسلمانوں کے لیے دعاء فرمائی اس طرح وہ ملال ورنج جاتا رہا، اور آپ بخوشی قیام گاہ واپس ہوئے۔

ساڑھے چار ہزار مساجد اور مدارس کی بنیادیں اور قیام

مولانا محمد انور اعظمی صاحب اعرج مقیم نہال گڑھ ضلع سلطان پور حاضر آستانہ ہوئے تو راقم الحروف کو سنایا کہ ایک دورہ کے موقع پر نہال گڑھ تشریف لائے، یہ سفر جھاڑ سوگڑا سے واپسی میں ہوا تھا وہاں اسٹیل والی مسجد شریف کی بنیاد رکھنے کے لئے جانا ہوا تھا، اسی موقع پر میں نے دریافت کیا کہ حضور نے اب تک کتنی مسجدوں کی بنیاد رکھی، کتنے مدارس و مکاتب قائم کرائے جواب میں ارشاد فرمایا" ساڑھے چار

ہزار سے زیادہ مسجدوں کی بنیاد رکھی اور مدرسے قائم کروائے، بحمدہ تعالیٰ وہ سب آباد اور جاری ہیں"۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور قبلہ گاہی امین شریعت مدارس کے قیام اور ان کی ترقی کو فی زمانہ نئی مسجدوں کے قیام اور خانقاہوں کی بنا سے زیادہ اہمیت دیتے تھے اور اس کی طرف توجہ زیادہ تھی، فرماتے ہمارے زمانے میں مدرسوں کا قیام زیادہ ضروری ہوگیا ہے، اسی سے مسجدوں کی آبادی اور خانقاہوں کا وجود قائم ہے مدارس دین پاک کا قلعہ ہیں، علماء چاہے جس درجے کے بھی ہوں، ان کو بہت احترام سے دیکھتے، شفقت کا معاملہ فرماتے۔

طلبہ پر شفقت، دل جوئی اور پاسداری

مدرسوں کے طلبہ کا احترام و اکرام تو خاص ملحوظ خاطر رہتا تھا۔ اگر کسی شخص کے بارے میں معلوم ہو جاتا کہ اس نے طلبہ سے بدسلوکی کی ہے، بُرا کہا ہے تو اس سے آپ کو بہت دکھ ہوتا، کھلے اور صاف الفاظ میں اس کے حق میں بددعاء تو نہیں فرماتے تھے۔ مگر جو فرماتے اس کے حق میں بددعاء ہو جاتی ۵۴/ ۱۹۵۵ء کا زمانہ ہوگا۔ آپ دورہ سے کانپور واپس تشریف لائے، طلبہ غموم وہموم میں ڈوبے ہوئے حاضر ہوئے۔ اور رو رو کر ایک نمازی کی طرف سے بدسلوکی کی شکایت کی، آپ نے بہت ملال کے ساتھ سنا، اور طلبہ کو تسکین دلائی، دوسرا دن جمعہ کا تھا، خطبہ سے پہلے تقریر فرمائی، دین اور طالبان دین کے فضائل واہمیت بیان فرماتے ہوئے، مذکور شخص کی طرف دیکھتے، تہدید کے کلمات بیان فرمائے، اس سے اس شخص پر ایسی ہیبت طاری ہوئی، کہ وہ جلد ہی نماز ادا کر کے گھر گیا، اور بیمار پڑ گیا، اور ایسی اذیت میں مبتلا ہوا کہ مرگ کے قریب ہوگیا، گھر والے بار بار کہتے کہ میاں کی بددعاء کا یہ اثر ہے معافی مانگو، بار بار کہنے پر اس کو غیرت ہوئی اور سمجھ گیا کہ یہ آزار واد بار اسی بدسلوکی اور بددعاء کا نتیجہ ہے، معافی کے لیے تیار ہو گیا، مگر چلنے کی طاقت نہیں تھی اپنے بہنوئی کریم بخش صاحب مرحوم کو بھیجا یہ مدرسہ احسن المدارس قدیم کی مسجد شریف کے مستقل نمازی تھے اور اکثر اذان بھی دیا کرتے تھے، وہ حاضر ہوئے اور خاموش بیٹھ

گیے۔ حضور پرنور قبلہ گاہی نے دیکھا تو حسبِ معمول دریافت فرمایا کچھ کہنا ہے؟ جناب کریم بخش صاحب مرحوم نے رورو کرعرض کیا حضرت صاحب رحمت اللہ نے گستاخی کی، طلبہ کا دل دکھایا، حضرت کو اس سے رنج پہنچا ان سب کی سزا مل گئی، گھر والوں نے اور رحمت اللہ نے بہت عاجزی سے بھیجا ہے، کہ اب معاف کردیں اور چل کرانکو دیکھ لیں اور دعاء کردیں کہ ان کو صحت حاصل ہو، حضور نے بہت ہی رنج میں ان کی درخواست سنی، اور فرمایا قصور تو طلبہ سے کیا ہے، معاف اُن کو کرنا ہے، وہ اُٹھے اور تین چار طلبہ جن سے گستاخی کی تھی، ان کے پاس پہنچے اور پاؤں پکڑ کر معافی مانگی، اور ساتھ چلنے پر آمادگی ظاہر کرائی، حضور قبلہ گاہی اور طلبہ اُن کے ساتھ محلہ پیچ باغ گیے، گھر میں داخل ہوئے رحمت اللہ پہلوان چارپائی پر لیٹے لیٹے دیکھ کرزارزار رونے لگے، جب خاموش کیے گئے تو سلام کیا اور معافی کے طلب گار ہوئے آپ نے فرمایا، قصور تو طلبہ سے کیا، انہوں نے فوراً طلبہ سے معافی مانگی انہوں نے پھر سے معاف کیا، تب حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ نے دعاء صحت وسلامتی کے لیے ہاتھ بلند کیے، طلبہ بھی دعاء میں شامل ہوئے، پانی پڑھ کر کے دیا اسی وقت پلایا گیا، انہوں نے رات کی دعوت پیش کی، حضور مسکرائے اور فرمایا یہ موقع دعوت کا نہیں ہے، مگر ان کا اصرار جاری رہا تو فرمایا طلبہ آجائیں گے، رحمت اللہ صاحب مرحوم صحت یاب ہوئے اور عرصہ تک زندہ رہے، مدرسہ احسن المدارس قدیم کی مسجد شریف میں نماز جماعت سے آکر پڑھتے رہے اس واقعے کے بعد سے طلبہ ان کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنے رہے، چھوٹی عمر کے طلبہ کو مٹھائیاں کھلاتے تھے، دونوں کا انتقال ہو چکا کانپور کے مخلصین میں وہ دونوں بھی تھے ان کی محبت اب بھی یاد آتی ہے، تقویٰ شعار نمازی تھے رحمھما اللہ رحمۃ و اسعہ۔

۱۹۶۱ء کے زمانے میں حمیر پور ضلع اور جالون ضلع کے غیر متمدن علاقوں کے بچوں کو لا کر داخل کیا۔ وہ جس ماحول سے آئے تھے اس کا ان لڑکوں پر پورا پورا اثر تھا، وہ سب تیسری منزل پر حجروں میں رہتے تھے، جب تک مدرسہ میں حضور قبلہ گاہی کا قیام رہتا تھا، آدمیوں کی طرح سکون سے رہتے جب چلے جاتے، ہنگامہ محشر بپا کر دیتے، اور اجتماعی طور پر مدرسہ سے سب بھاگ جاتے، جب واپسی ہوتی اور ان

طلبہ کو نہیں دیکھتے تو دریافت فرماتے وہ سب کہاں ہیں اور کیا ہوا، کہ چلے گیے، داستان سننے کے بعد کارڈ اُٹھاتے اور منشی پھول خاں صاحب برکاتی کے نام خط لکھتے کہ طلبہ کو پہنچا دیں، منشی صاحب سب کو لے کر پہنچتے، یہ ان طلبہ کا معمول تھا، اتنا ادب ضرور تھا کہ جب تک مدرسہ میں حضور قبلہ گاہی کا قیام رہتا، نمازوں کے لیے بغیر کہے نچلی منزل میں مسجد شریف میں حاضر ہوجاتے، حضور قبلہ گاہی کے حجرہ کے اوپر والے حصے میں حجرے تھے ان میں وہ رہتے تھے، طالب علمانہ حرکتیں بھی کرتے تھے، مدرسہ کی مجلس منتظمہ کے صدر حاجی عبدالرزاق صاحب مرحوم معمول کے مطابق دس بجے دن کو آئے، ان کی موجودگی میں طلبہ کے کودنے کی آواز ہوئی انہوں نے کہا میاں! گولولی کے طلبہ بڑے بدتمیز ہیں، حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ نے برجستہ فرمایا، تمیز ہوتی تو یہاں کیوں لائے جاتے، صدر صاحب سن کر خاموش ہوگئے، اور سمجھ گیے کہ ان کا لانا تہذیب نفس و تربیت احوال کے لیے ہے، طلبہ پر شفقتوں کے عمل نے ناظم اعلیٰ محمد سلامت اللہ صاحب قریشی مرحوم کو بھی متاثر کیا، وہ بھی بے حد شفقت کرتے تھے، طلبہ بھی ان کے گرویدہ تھے۔

حاجی عبدالرزاق صاحب مرحوم کا انتقال ہوا تو مدرسہ کی مجلس منتظمہ کا صدر حضور قبلہ گاہی نے ان کے فرزند اکبر قمر الدین مرحوم کو کروادیا، وہ اگرچہ سعادت اطوار اور تاجر چرم تھے، لیکن مشیت الٰہی کہ حضور پرنور قبلہ گاہی کی عدم موجودگی میں طلبہ اور ان کے درمیان کسی ناگفتنی بات پر نزاع ہوگئی، اور نزاع یہاں تک بڑھی کہ قمر الدین مرحوم نے طلبہ سے کہہ ڈالا کہ میں تم سب کو دیکھ لوں گا مدرسہ کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا، اُسی دن حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کی آمد ہوگئی، طلبہ و مدرسین بے حد مغموم تھے، حسب معمول سب کے سب آپ کے پاس جمع ہوئے اور مدرسین کے روکنے پر بھی معاملہ کہہ ڈالا آپ نے خاموش رہ کر سنا، جب طلبہ خاموش ہوئے تو فرمایا اچھا اس نے ایسا کہا، روزی روٹی کو محتاج ہوجائے گا، موت بھی گھر پر نصیب نہ ہوگی، مدرسین نے یہ کلمات سنے تو لرز گیے، آپ کی فرمائی ہوئی بات محلہ میں جلد پھیل گئی، ظہر کی نماز کے بعد چھوٹے چھوٹے بچے بچیاں اور مستورات حضور کے حجرہ میں گئیں، کوئی ان کی بہن تھی بچے بچیاں ان کے بھانجے بھتیجے، بیٹے بیٹیاں تھیں، سب گریہ کناں تھے، مگر اس طرف اس مہر کرم پر کچھ

اثر نہ تھا،سب کی زاریوں اورطلب عفو نے آپ کے غضب کو مائل بکرم کرہی دیا۔فرمایا تو یہ فرمایا"دو میں سے ایک بات ضرور ہو کر رہے گی"،مستورات نے رو رو کر کہا میاں یہ بچے بھوکے مرجائیں گے،فرمایا بچے بھوکے نہ مریں گے،اس پر ان سب کی تشفی ہوگئی اور وہ واپس گئیں،صدر قمر الدین مرحوم نے حاضر ہونے کی ہر چند اجازت طلب کی مگر مراد کو نہ پہنچے،آتے اور نماز پڑھ کر خاموشی سے چلے جاتے،اس کے کچھ دن بعد وہ علیل ہوئے مرض نے زور پکڑا،علاج کے لیے دلی لے جایے گئے،مرض لاعلاج تھا ڈاکٹر کی ہدایت سے واپس لاــــئے جارہے تھے،جبھی راہ میں انتقال ہوگیا،راقم الحروف نے بھی،بہت ڈرتے ڈرتے مؤدبانہ معاف کرنے کے لیے عرض کیا،فرمایا،اس نے طلبہ سے گستاخی کی اور ان کا دل دکھــایا، مدرسہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کے لیے کہا مدرسہ تو رسول پاک کا ہے،وہ اپنے انجام کو جلد پہنچے گا۔

مدرسہ تو رسول پاک ﷺ کا ہے

مدرسہ تو رسول پاک کا ہے،کہنے پر ایک اور واقعہ اسی نہج کا یاد آگیا،دارالعلوم اہل سنت اشرفیــہ مبارک پور کی توسیع وترقی کا منصوبہ بنا،مجلس منتظمہ قائمہ کالعدم ہوئی،نئی منتظمــہ بنی،اس گام پر بڑی بے چینی بڑھی،اضطراب کے اسی دور میں کانپور میں چند علماء کبار آپ کے پاس تشریف لائے،جن کا آپ بے حد اکرام کرتے تھے،ذکر مبارک پور کے اشرفیہ کا بھی آگیا،اُس وقت آزردگی،بہت بڑھ گئی جب اس کاذ کر آپہنچا،کہ "مجلس علماء کے ہم ارکان وہاں پہنچے تو موجود علماء نے بدسلوکی کی"،ایک بزرگ نے فرما ڈالا کہ میں تو چاہتا ہوں کہ مدرسہ تو مدرسہ ہے،عبدالعزیز کے گھر پر بھی تالا پڑ جائے،ان بزرگ کی بات پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ حضور پر نور قبلہ گاہی نے فرمایا،

"عبدالعزیز کے گھر پر بھی تالا پڑ جائے،کہنے کا تو آپ کو اختیار ہے مگر مدرسہ پر تالا پڑنے کی بات کیوں کہی مدرسہ تو رسول پاک کا ہے،ان کی تعلیمات کی درسگاہ ہے"

وہ بزرگ خاموش رہے ان کے طور سے اندازہ لگا کہ ان کو احساس ہوگیا ہے کہ نادانی ہوئی۔

مدارس کی تاسیس وترقی

کاٹھیاواڑ کے خطہ میں حضرت سیدرزق اللہ شاہ حموی بغدادی از اخلاف حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی درگاہ معظّم مجمع خلائق اور فیض رساں ہے، وہاں کے سیدزادگانِ قادری حضور قبلہ گاہی کے متوسلوں میں ہیں، حضرت شاہ سید عبدالوہاب قادری دادا باپو کو زبانی بھی تاکید فرمائی اور خط میں بھی ہدایت فرمائی کہ مدرسہ قائم کریں، یہ اس زمانے کی بڑی دینی ضرورت ہے ترویج شریعت کے لیے مدرسہ کا قیام بے حد ضروری ہے، چنانچہ وہاں مدرسہ قائم ہوا، اور اس کا فیض زوروں پر جاری ہے، مساجد میں قدیم طرز پر تعلیم گاہوں کے قیام پر بھی بے حد توجہ دلاتے، تاکہ بچے کو مسجد کی حاضری عادت پڑے اور اُسے مسجد شریف میں جانا یاد رہے۔ مصروف مسلمانوں کے لیے شبینہ مدرسے بھی کھلواتے اور اس کا انتظام مخلصین کے سپرد کردیتے، آپ نے جو بھی کام کسی مخلص کے سپرد کیا، اس پر اعتماد کیا، اس سے باز پرس کی نوبت نہ آتی، آپ کے مخلصین پاک نہاد تھے، وہ جانتے تھے کہ مفوضہ کام کی انجام دہی میں آپ کی رضا ہے۔

مدرسہ حشمت الرضا، ہردولی باندا

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ اہل سنت و جماعت کے مدارس کے ساتھ خاص علاقہ رکھتے تھے اس کی ترقی اور استحکام کے لیے ممکن کوشش بروے کار لاتے تھے، چنانچہ ایک بار باندا ضلع بندیل کھنڈ کے حلقۂ ارادت ساںڈا میں تشریف لے جانا ہوا، قصبہ ہردولی کے مخلصین اہل سنت کی دعوت پر وہاں تشریف لے گیے، تو مدرسۂ حشمت الرضا میں بھی تشریف لے گیے، آپ کے بے لوث خادم و مسترشد جناب شاہ صاحب علیہ الرحمہ بھی ہمراہ تھے، انہوں نے ہتھوڑا کے وہابی مدرسہ کا ذکر چھیڑ دیا ان کی بات سن کر حضور پر نور قبلہ گاہی نے فرمایا ہم بھی اپنے اس مدرسہ کو اس سے بھی بڑا بنانے کی کوشش کریں اور مسلمانانِ اہل سنت کو علاقوں سے جمع کرایا، مدرسہ حشمت الرضا کے ارکان و علماء بھی حاضر ہوئے، ان سب کی موجودگی میں فرمایا، مدرسہ حشمت الرضا میں کم از کم پانچ سو طلبہ داخل کیے جائیں، اور مدرسین کا اضافہ کیا

جائے، ان کے کھانے اور تنخواہ کی ادائیگی کا ذمہ جناب شاہ صاحب اور حضور مفتی اعظم کے ایک مرید کے ذمہ لگایا، طلبہ مدرسہ میں لاکر بھر دیے گئے، شاہ صاحب نے طوفانی طولانی دورہ کر کے غلہ فراہم کیا، مدرسہ حشمت الرضا میں طلبہ کی کثرت کی وجہ سے علاقہ میں نیا جوش ابھرا تقریباً چار ماہ کے قیام کے بعد حضور قبلہ گاہی کانپور واپس لوٹے، اس کے بعد کیا ہوا اس کا حال علاقہ کے لوگ بتائیں گے۔

کچھوچھہ مُقدّسہ میں تعلیمی کنونیشن اور جامع اشرف کا قیام

اہل سنت و جماعت کے مدارس سے جب دعوت ملتی، ضرور تشریف لے جاتے، اورئی میں مولانا بشیر احمد شہید، اور نانپارہ میں بلبل ہند حضرت مولانا شاہ رجب علی صاحب کے مدرسہ عزیز العلوم کے جلسوں میں بھی ضرور شرکت فرماتے، پاسبانِ ملت مولانا مشتاق احمد نظامی کے دار العلوم غریب نواز، الہ آباد کے سالانہ اجلاسوں میں بھی لازمی شرکت فرماتے، پاسبان ملت کی سنی تبلیغی جماعت کے تو سرپرست بھی تھے، جیسا کہ ماہنامہ پاسبان کے سر صفحہ لکھا جاتا، جامعہ غوثیہ سمستی پور، جامعہ قادریہ مقصودیہ ضلع مظفر پور، دار العلوم وارثیہ لکھنؤ، مدرسہ سراج العلوم لطیفیہ نہال گڑھ ضلع سلطانپور کے سالانہ جلسوں میں شرکت معمول میں شامل تھی۔ جب تک ماہنامہ سنی لکھنؤ جاری رہا دینی جدو جہد کے باب میں ان دوروں کی روئداد یں مدیر محترم چھاپا کرتے تھے ورنہ اپنے دینی کاموں کی تشہیر حضور قبلہ گاہی کا معمول نہ تھا۔ حضرت کچھوچھہ مقدسہ حضرات چشت اہلِ بہشت کی قدیم ترین فیض رساں، خانقاہ مقدس ہے اور فاطمی حسنی حسینی غوثی حضرات سادات کرام کا مسکن ہے اور وہ حضرت قدوۃ الکبریٰ مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی نظامی سراجی محبوب یزدانی کے کرم بے پایاں کی وجہ سے ان کی طرف منسوب ہو کر ان کی اولاد کہے جاتے ہیں اور یہ سب کمالِ محبت سے اشرفی کہلواتے ہیں، مخدوم صاحب علاوہ عرفان حقیقت کے علامہ اجل بھی تھے۔ قاضی القضاۃ علامہ امام قاضی شہاب الدین وغیرہ کبرائے عصر و عہد اُن کے بحر علم و عرفان سے فیض یاب ہوئے۔ ان کی اولاد یں ہر عہد میں علم و عرفان کے تاجور رہے، عالمگیری عہد میں ملا سید علی قلی اشرفی کی ذات مبارک بے حد فیض رساں رہی، بانی درس نظامی حضرت قطب الاقطاب علامہ امام نظام

الدین محمد سہالوی فرنگی محلی نے انہیں سے اکثر درسیات کا سبق لیا، خانوادۂ اشرفی غوثی کے ارکان علم و معرفت کے مواج سمندر تھے، ان کے یہاں ظاہر و باطن کے علوم کا درس ہوتا تھا۔ ۱۳۰۱ھ میں خانقاہ معلّٰی کے احاطہ میں مدرسہ کی عمارت بن کر تیار ہوئی۔ ۱۳۴۰ھ میں غوث زماں مخدوم الاولیاء حضرت شاہ علی حسین میاں قدس سرہ کی اجازت سے ان کے فرزند اکبر علامہ امام عارف مولانا سید شاہ احمد اشرف نے برہان العلوم والعمل حضرت مولانا قیام الدین محمد عبدالباری سرخیل علماء فرنگی محل، فخرالعلماء مولانا سید شاہ محمد فاخر الہ آبادی کے تعاون سے جامعۂ اشرفیہ کی بنیاد ڈالی اور فرمایا، خدا کو منظور ہوا تو جامعۂ اشرفیہ کو ازہرالہند بنا دوں گا لیکن مشیت الٰہی ۱۳۴۷ھ میں ان کا وصال ہوگیا۔ مدرسہ ترقی کرتا رہا، یہاں تک کہ حضرت مخدوم الاولیاء قدس سرہ کا بھی وصال ہوگیا۔ آپ کے سجادہ نشین حضرت امام اہل عرفاں سید محمد مختار اشرف صاحب نے اس کو جاری رکھا لیکن قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ کے ساکنین اہل ارادت کی بے پایاں محبت کی وجہ سے یہاں کے تمام طلبہ کو دارالعلوم اشرفیہ بھجوا دیا اور اختیاری طور پر جامعۂ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کو بند کر دیا۔ ۱۹۵۳ء میں حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کچھوچھہ مقدسہ حاضر ہوئے حضرت سرکار کلاں نے اپنی بنا کردہ مسجد شریف مختار المساجد کی زیارت کرائی۔ حضور قبلہ گاہی نے عرض کیا مدرسہ بھی جاری کرائیے، یہ بھی ضروری ہے، موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا سید شاہ محمد اظہار اشرف قبلہ دامت برکاتہم نے تعلیمی کنونشن کے خطبۂ استقبالیہ میں تحریر فرمایا ہے، کہ حضرت امین شریعت مفتی اعظم کانپور نے قیام و تاسیس درسگاہ کی طرف متعدد بار توجہ دلائی کہ اظہار میاں مدرسہ قائم کیجیے"۔ چنانچہ خانقاہ سرکار کلاں کے وسیع رقبہ پر جامع اشرف کا قیام عمل میں آیا، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے نہایت مسرت سے اس میں شرکت فرمائی، حضرت سرکلاں کی سرپرستی اور حضرت شاہ اظہار اشرف مدظلہ کے اہتمام میں جامع اشرف کا فیضان جاری ہوا موجودہ رئیس الاہتمام مولانا سید شاہ محمود اشرف صاحب جامع اشرف اپنے پردادا عالم ربانی حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب کی تمنا ازہرالہند بنانے کی مصروف ہے۔ حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کی عرفان مآب ذات گرامی نے طوفان کے اُٹھنے سے برسوں پہلے ہوا کے رخ کو ملاحظہ فرما لیا تھا کہ جامعۂ اشرفیہ کی اصل جگہ اور اس کا اصل مقام خانقاہ سرکلاں کچھوچھہ مقدسہ ہی ہے۔

باب ۷

دینی جدوجہد

اثباتِ حق، اعلانِ حق

بحیثیت ایک سپاہی کے بھی کون ان کا مقابل؟

”بتھورا باز ار ضلع سارن میں مناظرہ ہو رہا ہے، آج ۸ اکتوبر کو دوسرا دن ہے، ارشد القادری اِس طرف سے، عبد السلام کا کوروی اُدھر سے مناظر ہیں مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب کو صدر جلسہ بنایا ہے۔

یہ وہ سہو ونسیان ہے، جس کی وجہ سے اتنی دیر لگی کہ وہ دیوبندہ، کچھ نہ کچھ کہہ سک رہا ہے
مانا کہ جناب مفتی رفاقت حسین صاحب صدارت کے ہر طرح اہل ہیں، مگر
بحیثیت ایک سپاہی کے بھی کون اُن کے مقابل ہے؟
صدر اس موقع پر کوئی ہوتا
اگر مولانا نے مناظرہ فرمایا ہوتا تو ۷، ۸ منٹ میں نتیجہ سامنے نکل آتا۔
مگر خیر، دیر آید درست آید، نتیجہ ظاہر ہے، جو ہمیشہ اہلِ حق کی جلالت علم سے ترساں ولرزاں رہے، اور بھاگتے ہی رہے، اُن کے بھاگ میں تو بھاگنا ہی لکھا ہے“۔

نورانی پیکر، نور کی صورت قطب الوقت
حضرت مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا جیلانی میاں قدس سرہ مفسر اعظم
ماہنامہ اعلیٰ حضرت بابت اکتوبر ۱۹۶۱ء

ہمہ عمرش، بزہد و اتقا رفت　　　ہمہ گویند، بہ عشق مصطفی رفت

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی دینی جدّ و جہد اور تبلیغی دوروں کا آغاز چودہویں صدی ہجری کے نصف آخر کے اوائل سے شروع ہوا، اس کا آغاز اجمیر مقدس سے ہوا۔ جب آپ اپنے مشفق، عمیم الاحسان، کریم الاخلاق اُستاذ حجۃ العصر حضرت امام صدر الشریعہ قدس سرہ کے ہمراہ راجپوتانہ کے دیہی علاقوں میں تبلیغ و ہدایت کے لیے جایا کرتے تھے، وہ عہد فتنوں اور شر انگیزیوں سے گھرا ہوا تھا، ہندوستان پر انگریزوں کا تسلّط اپنی آخری تباہ کاریاں پوری قوت سے پھیلا رہا تھا، غیر مسلموں میں عیسائیوں اور ہندوؤں کی دھارمک سبھاؤں نے جارحیّت کی راہ اپنا رکھی تھی، امّتِ مسلمہ میں اندرونی فتنہ، وہابیت، قادیانیت، تفضیلیت و نجدیت کی شورش برپا تھی، ثبات و استقلال، باطل کے زغوں میں تھا، سیاست و ریاست کے حصول کے لیے مسلم لیگ اور کانگریس باہم متصادم تھی، اس کا خمیازہ امّتِ مسلمہ کو بھگتنا پڑ رہا تھا۔ بدقسمتی سے ہندوستان کی تقسیم ہوئی، سراسیمگی کا منظر جگر فگار سامنے آیا۔ ایسے طوفان بلاخیز دور میں ثبات و استقلال امر مشکل تھا۔ مشائخ خانقاہوں میں مغموم و متفکر تھے، علماء درسگاہوں میں فکر مند تھے، فلاح امّت کا بار انہیں دونوں جماعت کے سروں پر تھا۔ ان حالات و مشکلات میں دونوں مقدّس جماعتوں کے قلیل طبقہ نے خانقاہوں اور مدرسوں سے نکل کر جہاد راہ حق کا فریضہ انجام دیا۔ مسلمانوں کے دلوں پر تسکین کا مرہم رکھا، تسلیاں دیں، اسوۂ اسلاف سنایا، ڈگمگاتے قدموں کو جمایا۔ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے درگاہ غوثیہ کے عرس غوثی کوڈی نال شریف کاٹھیاوار کے ایک بڑے اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے اس راہ کی صعوبتوں اور دقتوں کو بیان فرمایا۔

”یہ بزرگان دین جن کو ہم مانتے ہیں، یہ ہوتے کون ہیں، اللہ تعالیٰ کے ماننے والے، رسول

پاک کے ماننے والے، یہ بولی ہم بھی بولتے ہیں، آپ بھی بولتے ہیں، سب کے سب بولتے ہیں، تو پھر بات کیا ہے؟ جتنا ماننا بڑھتا جائے گا، درجہ بڑھتا جائے گا، ماننے کا مطلب یہ ہے کہ جو حکم ملا سر آنکھوں پر، حکم ملا تو ایمان لاچکا ہے تو تجھے ایک دن مرنا تو ہے ہی، تو مرنے سے پہلے، تم اپنا ایمان مکمل کرلو، موت آنے سے پہلے پہلے تم تیار ہو جاؤ۔ یہ سبق لے کر آئے، عمل کرتے ہوئے آئے، بہت دور دراز سے آئے، بڑے مشکلات کا سامنا کرتے آئے، کوئی خراسان سے آئے، کوئی بغداد سے آئے، کوئی سمنان سے آئے، کوئی مکہ معظمہ سے آئے، کوئی مدینہ منورہ سے آئے، ہزاروں میل سے چل کر آئے، آج کل تو ہم کو کچھ تعجب نہیں معلوم ہوتا ہے، لیکن جس زمانے کی بات ہے، اس زمانے میں تو کوئی سہولت نہ تھی ـــــ تو تمام تعلقات کو چھوڑا، اور نکل پڑے وہاں پہنچ گئے جہاں دین نہیں ہے، ایمان نہیں ہے، اسلام کی بولی نہیں ہے کہ یہاں اسلام کی بولی بولی جائے، چاروں طرف سے نرغہ ہوگیا، چاروں طرف مخالفین رہتے ہیں۔ مخالفتوں کا طوفان اُٹھایا گیا، لیکن یہ بزرگانِ دین ہیں کہ ہزاروں ہزار مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ لیکن ان کے طرز عمل میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، وہی کلمۂ حق ہے، وہی اللہ کی طرف چلانا ہے، اس کی طرف بلانا ہے، رسول پاک ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی تبلیغ ہے، ایک دن یہی تکلیفیں ان کو اپنے مقصد میں کامیاب کرتی ہیں اور کلمہ حق کا بول بالا ہوتا ہے"۔

حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کے اس مبارک بیان کے پس منظر میں اسی جدو جہد اور طرز عمل اور اعلاءِ کلمۂ حق کی جلوہ آرائیاں دیکھنے میں آئیں اور لکھنے والوں کی تحریروں نے اور سنانے والوں کے سنانے میں ملیں، آنے والی سطریں اُنہیں بیانوں پر مشتمل ہیں۔

خدمت دین کے لیے ایک کارڈ بہت ہے

حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کے اُستاذ گرامی امام حجۃ العصر فقیہ اکبر عارف باللہ سیدی صدر الشریعہ کے مسترشد اور مقرب خلیفۂ مجاز مولانا سید شاہ عبد الحق قادری چشتی مدفون اجمیر مقدس گدائے خواجہ پاک رضی اللہ عنہ

نے ایک ملاقات میں حضور قبلہ گاہی کے دینی اخلاص کے بیان میں آبدیدہ ہو کر فرمایا: اب ایسے اخلاص والے، اللہ والے کاہے کو دیکھنے میں ملیں گے، جیسے حضرت امین شریعت مفتی اعظم کانپور تھے، آپ ایک مقدّمہ میں میری طرف سے احقاقِ مذہب اہل سنت کے لیے دھوراجی کاٹھیاواڑ، گجرات کورٹ میں بھی گیے، جج نے آپ کے احترام میں کرسی منگوائی اور آپ کو بٹھایا اور آپ کا بیان نہایت غور سے سنا، حضرت جب کورٹ سے باہر نکلے تو میں نے اس تکلیف پر معذرت و ندامت کے ساتھ شکریہ ادا کیا۔ حضرت نے فرمایا:

"مولانا! میں دین پاک کے کوئی کام آسکتا ہوں تو پانچ پیسے کا ایک کارڈ لکھ دینا بہت ہے"۔

مناظرے اور مُباحثے

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے مشاغل میں شروع ہی سے تدریس اور تعلیم کتاب، کے ساتھ دینی جدوجُہد کا فریضۂ دعوت و تبلیغ بھی شامل تھا، حضور قبلہ گاہی کے خاص امتیازات میں نماز باجماعت کے لیے مسجد شریف کی بالاحترام حاضری بھی شامل تھی اور غایت احتیاط اور تنویر قلب کی وجہ سے بے نماز عورتوں کے ہاتھوں کا پکایا کھانا کھانے سے احتراز فرماتے تھے اور مساجد شریف کے احترام کے سبب سے مساجد شریف کے لیے درست عقیدہ کے ارکان کے اہتمام و تولیّت اور امامت و خطابت پر خاص نظر رکھتے تھے، کانپور کی اکثر مسجدوں پر وہابیوں نے مرور ایام سے قبضہ جما لیا تھا، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے اُن سے انخلاء کی جدو جہد کی اور مؤثر تدبیر اختیار فرمائی بحمدہ تعالیٰ اس کا بہتر نتیجہ برآمد ہوا، اور تین ۳ مساجد شریف کی تولیّت آپ کے سپرد ہوئیں۔

مسجدوں کا تحفّظ اور مناظرہ

سنٹرل ریلوے اسٹیشن کانپور سے شہر کی جانب والے علاقہ میں شتر خانہ کی مسجد شریف شارع عام

پر ہے اور اہل سنت تاجر جماعت میمن اس کے اخراجات کی کفیل تھی، مگر اس کا امام وہابی تھا، یہ وہی مسجد شریف ہے، جس کا ذکر اویس زماں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہ کی بارگاہ (مولود ۱۲۱۲ھ وصال ۱۳۱۳ھ) میں ہوا، تو انہوں نے فرمایا شتر خانہ کی وہی مسجد شریف، جس کا امام حضرت خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا سا "بشر" کہتا ہے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے میمن تاجروں کو بلا کر وہابی امام کو ہٹانے کی طرف توجہ دلائی، جد وکد کے آخری مرحلہ میں مناظرہ کی ٹھہری، مناظرہ ہوا، شعبان ۱۳۷۱ھ کا ماہ وسال تھا، وہابیوں نے اپنے عالم مولوی عبد السلام کاکوروی لکھنوی کو بلایا، اہل سنت کی طرف سے حضور قبلہ گاہی قدس سرہ اور مولانا الحاج محمد محبوب اشرفی صاحب اور کثیر در کثیر حامیانِ سنت شریک ہوئے، حضور قبلہ گاہی نے صدارت فرمائی مولانا اشرفی صاحب مناظر قرار پائے، اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی نصرت واعانت سے مولانا اشرفی صاحب نے وہابی مناظر کا ناطقہ بند کر دیا، مناظرہ کی دوسری مجلس خاص مسجد شریف کی دوسری منزل پر ہو رہی تھی، کہ عصر کی اذان ہوئی، وہابی مناظر اپنے اعوان وحواری کے ساتھ نماز کے حیلہ سے نیچے اترے، اور نماز کے بعد لکھنؤ کا عزم کر لیا، اپنے اعوان کے شدید اصرار پر جواب دیا، اب لکھنؤ کے لیے یہ آخری ٹرین ہے اور وہاں یہاں سے زیادہ ضروری کام ہے۔

تمام حاضرین نے دیکھ لیا کہ حق کی راہ سے دُور افراد واشخاص کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے، فلک پیما نعرہ ہائے تکبیر ورسالت کے انوار میں حضور قبلہ گاہی اور مولانا اشرفی اپنی قیام نئی سڑک پر ایک جم غفیر کے ساتھ واپس آئے۔ اب فریقین کی طے شدہ قرارداد کے مطابق امامت کا معاملہ اُٹھا، چنانچہ مولوی وصی الدین الہ آبادی وہابی برطرف ہوئے، اُستاذی مولانا حافظ فضل الرحمن صاحب مرحوم اسی برس فارغ ہوئے تھے اور قلی بازار کی چھوٹی مسجد شریف میں امام وخطیب تھے، اب شتر خانہ کی بڑی مسجد شریف میں امام وخطیب مقرر ہوئے۔ اُن سے سینکڑوں طلبہ نے قرآن مجید حفظ کیا، اُستاذ محترم بہت مدبّر اور باہوش عالم تھے اور حضور قبلہ گاہی کو ان پر بڑا اعتماد تھا، حضور قبلہ گاہی نے راقم الحروف سے فرمایا، مولوی فضل الرحمن تمہارے خاص چاہنے والوں میں ہیں، تمہاری خیریت پہلے معلوم کرتے ہیں۔

جماعت رضائے مصطفیٰ کا اِحیاء

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے عمومی سطح پر جماعت اہل سنت کے کاموں کو فروغ دینے کے لیے جدید جماعت کے قیام کے بجائے، جماعت رضائے مصطفیٰ کا احیاء کیا، یہ جماعت جس کا شاندار ماضی اور عظیم تاریخ ہے، اگر اس کی تمام تر دوسری خدمات اور کارناموں کو الگ کر دیا جائے اور تمام کارناموں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے اور صرف صرف ۱۳۴۵ھ کے فتنۂ ارتداد "شدھی سنگٹھن" کے سدِّ باب کے لیے جماعت نے جس استقلال و پامردی اور جاں سوزی کے ساتھ عظیم و جلیل کارنامے انجام دیے تھے وہی تن تنہا بے مثال ہے، ان کا بیان راقم الحروف اپنی محدود واقفیت کے دائرے میں لکھے تو بکرمہ تعالیٰ ۴،۵ سو صفحات کی کتاب تو ضرور تیار ہو جائے "تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ" کے نام سے ایک کتاب اگرچہ ضرور شائع ہوئی ہے مگر وہ محقق کتاب نہیں ہے، بلکہ بہت سے وقائع خلاف ریکارڈ ہیں۔

جس وقت جماعت رضائے مصطفیٰ کے احیاء کی طرف حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی مبارک توجہ مبذول ہوئی تھی، اس وقت جماعت مبارکہ کا وجود ظاہری طور پر صرف عہدیداروں میں جلوہ گر تھا، گویا کہ "قُل" ہو چکا تھا، حضرت محدث اعظم صدر الصدور تھے اور حضرت برہان الملۃ جبل پوری ناظم اعلیٰ تھے، انور خاں محبوب چھینی بیڑی والوں کی برانچ کانپور میں تھی وہ حضرت برہان الملت سے مرید تھے، راقم الحروف کو یاد ہے کہ مکھنیا بازار میں پریڈ میدان کے قریب حضور قبلہ گاہی اور مولانا محمد محبوب اشرفی صاحب حضرت برہان الملت کی تشریف آوری کی اطلاع پا کر دید و ملاقات کے لیے گئے تھے، راقم الحروف بھی ہمراہ تھا اگرچہ بہت کم عمر تھا، کیا گفتگو ہوئی وہ تو مجھے اچھی طرح یاد نہیں لیکن جماعت رضائے مصطفیٰ کا ذکر بار بار آرہا تھا، حامی سنت حافظ عبد الحمید صاحب فتحپوری اور مولوی غلام حسین باندوی کے تعاون سے جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ چند دنوں کے بعد کانپور کے مشہور علماء خاندان کے رکن رکین مولانا عبد الہادی وارثی صاحب بھی شریک ہوئے۔ ان کی شمولیت سے جماعت کو بہت فروغ ہوا، وہ جماعت کے ناظم عمومی

مقرر ہوئے، مولانا وارثی صاحب مسجد مولانا محمد مبین شہید کے امام وخطیب تھے، اسی مسجد شریف میں نہایت پابندی کے ساتھ ہفتہ وار مجالس ہوتی تھیں، دینی جذبے سے سرشار مخلصین بڑی تعداد میں شریک ہوتے، ان وجوہات سے جماعت نے تیزی سے بلند عزائم کے ساتھ وسیع تر دائرے میں اپنا کام شروع کیا، حضرت قطب المدار سیدنا بدیع الدین صاحب مکن پور شریف میں عرس سراپا خیر و برکت کا زمانہ قریب آرہا تھا، حضور قبلہ گاہی نے اپنے تلمیذ رشید مولانا سید غلام سبطین صاحب مداری اور اُن کے حضرت والد ماجد سے اپنا ارادہ ظاہر کیا دونوں باپ بیٹوں نے اجلاس کی دوروزہ تیاری کی، شاندار اجلاس ہوئے، جماعت کا کام بلند پروازی سے ہوا، صرف جلسہ وجلوس ہی پر جماعت کے کاموں کا انحصار نہ تھا۔ ہمہ جہت خدمات اس کے دائرے میں تھیں۔ اسی وجہ سے کانپور کی شاخ مرکزی حیثیت اختیار کرگئی، اس کام پر حضرت اقدس مولانا شاہ محمد ابرہیم رضا جیلانی میاں قدس سرہ نے حضور قبلہ گاہی کی بڑی ستائش فرمائی، اور تحسین و تائید کی نظروں سے دیکھا اور اس میں حصّہ لیا۔ صدر اہل سنت محدث صاحب نے مسند صدارت کی تفویض کی پیشکش فرمائی، جواب تھا، کام پیش نظر ہے، منصب نہیں، صدرِ اہل سُنّت نے نیابت کے لیے فرمایا، آپ خاموش رہے، لہٰذا جماعت کے تاحیات نائب صدر رہے۔ صدر اہل سنت محدث صاحب کے وصال کے بعد ناظم اعلیٰ حضرت برہان الملۃ صدر قرار پائے، اس وقت حضرت جیلانی میاں قبلہ ناظم اعلیٰ ہوئے، یہ دور جماعت مبارکہ کا تابندہ و درخشندہ دور ثابت ہوا لیکن حقیقت یہی ہے کہ جماعت کا وجود حضور قبلہ گاہی امین شریعت بحرِ حقیقت قدس سرہ کے دم سے قائم ہوا اور قائم رہا، جدھر دیکھیے جماعت رضائے مصطفیٰ کے نام کا نعرہ بلند، اس کے جھنڈے کے نیچے اہلِ سنت کے تمام حلقے اور طبقے مجتمع ہوئے۔

قرآن مجید کے درس کی ہفتہ وار مجلس

جماعت رضائے مصطفی کے ارکان کے اخلاص اور جذبہ دینی کی وجہ سے قرآن مجید کے درس کی محلہ تلاق محل کی مسجد حاجی عابد مرحوم میں منگل منگل کو مجلس ہوتی، حضور قبلہ گاہی قرآن مجید کی جلیل تفسیر بیان

فرماتے، جب کانپور سے باہر تشریف لے جاتے تو جماعت کے ارکان اور دوسرے دینی کام کرتے لیکن اجتماع ہوتا ضرور تھا، عرصۂ دراز تک یہ مبارک محفل پابندی کے ساتھ منعقد ہوتی رہی، جہاں تک راقم الحروف کی یادوں کا تعلق ہے، گیارہ پاروں کی تفسیر بیان میں آئی، حضور قبلہ گاہی، درس قرآنی اور علماء وطلباء کی مجالس کے علاوہ عوامی محفلوں میں دقیق علمی مباحث پر کلام نہیں فرماتے تھے، افادہ کا خاص خیال ملحوظ خاطر رہتا تھا، ان تفسیری مباحث کو بعض حضرات نے قلم بند بھی کیا تھا، اور ان کا خیال تھا کہ ان قلم بند اجزاء کو جز جز کر کے جماعت کی طرف سے چھپوا بھی دیا جائے گا۔

مولود شریف کی محفلیں

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ جب کانپور تشریف فرما ہوئے مولود شریف کی محفلیں اندرون خانہ کثرت سے ہوا کرتی تھیں، اس وقت تک عمومی جلسوں کا رواج نہیں ہوا تھا، بڑے اہتمام احترام کے ساتھ گھروں میں محفل کا انعقاد ہوتا تھا، شاید ہی کوئی شب ہوتی جو اس محفل سے خالی جاتی، حضور قبلہ گاہی کا معمول تھا، کہ بارہ بجے شب تک وعظ وذکر فرما کر واپس آجاتے، ایک زمانہ میں مصری بازار بساط خانہ محلہ اور مچھلی ٹولہ میں یہ مبارک محفلیں کثرت سے ہوتی تھیں، کئی بار سننے میں آتا کہ آج اتنے لوگوں نے توبہ کی، تھوڑے ہی عرصہ میں مرجعیت اور قبولیت عام نے قدم چومے، حضور قبلہ گاہی کی تقریر بھی قلب سے ہوتی تھی۔ موعظۂ حسنہ کے بیان کے دوران جو بات سب سے زیادہ متاثر کرتی تھی، اور محسوس کی جاتی تھی، وہ حسن ادب اور کمال وقار اور ذکر پاک میں شیفتگی تھی، ان محفلوں میں شرکت کرنے والوں کی خاص جماعت تھی، اور وہ عشاق اور حامیانِ سنت تھے، بہت ابتدائی دور میں ان محفلوں میں سرشار بادۂ وحدت حضرت مولانا حکیم شاہ فضل الصمد مانا میاں قبلہ بھی موعظہ حسنہ بیان فرماتے تھے، مولود شریف کی ان مقدس اور بابرکت محفلوں کی کثرت وہابیوں کو بار خاطر ہوئی اور انہوں نے دیوبند کے مدرسہ سے فتویٰ منگوا کر چھاپا اور کثرت سے اس کو تقسیم کیا۔ اور خفیہ تدبیروں سے اہل سنت کے عوام تک پہنچایا، حرکتِ بد کا تریاق بھی ضرور تھا، کاکوری

شریف ضلع لکھنؤ کے مشہور و محترم علماء گھرانے کے فرد فرید عاشق رسول کریم مولانا حکیم نذر علی درد کاکوروی (مولود ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۱ء متوفی ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء) نے اکابر علماء اہل سنت سے جوابات حاصل کر کے "مرقومات بیمثال" کے تاریخی نام سے کئی حصوں میں چھاپ کر شائع فرمایا، اور اس طرح وہ فتنہ گھر کے اندر ہی دفن ہو گیا۔ حصہ دوئم میں حضور قبلہ گاہی کا فتویٰ بھی شامل ہو کر چھپا حضور قبلہ گاہی نے علمائے دیوبند کی روش پر علماء حرمین طیبین کی طرف سے اس سرزنش کا بھی ذکر فرمایا جو انہوں نے انعقادِ محفل مولود شریف اور قیامِ تعظیمی کو بدعت و شرک قرار دینے پر کی تھی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ائمہ کرام کے فتاوے کے بجائے اگر دارالعلوم دیوبند کے فتووں پر ایمان لانا ہے، تو میں تین فتاوے دیوبند کے نقل کیے دیتا ہوں، ایک حضرت حاجی امداد اللہ صاحب علیہ الرحمہ کا جو تمام دیوبندی وہابی سرغنہ کے بھی مسلم الثبوت پیشوا ہیں، فرماتے ہیں ——— اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفلِ مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لذت پاتا ہوں"، فیصلہ ہفت مسئلہ محررہ مولوی اشرف علی تھانوی۔

دوسرا فتویٰ ملاحظہ ہو:

صورت تقریظ جو تحریر فرمائی، فضلائے کاملین کے امام، فقہائے عارفین کے پیشوا اور علمائے متقیین میں مستند و حکمائے متقفین کے سردار اہل دنیا پر اللہ کی حجت اور مومنین پر سایۂ خداوندی، اسلام اور مسلمانوں کے نور اور رب العلمین کی حکمتوں کے مخزن حضرت شیخ سلیم بشری، جامع از ہر شریف کے شیخ العلماء نے فرمایا بہرہ یاب کرے اللہ مسلمانوں کو ان کو باطویل عمر فرما کر:

غیر اَن انکارَ الوقت عند ذکر ولادتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والشنیع علی فاعل ذالک بتشبیہ باالمجوس او بالروافض لیس علیٰ ما ینبغی لِانّ کثیرًا من الا ئمۃ اِسۡتَحسنَ الوقوف المذکور، یقصد الاِجلال والتعظیم للنبی

صلی اللہ علیہ وسلم وذلك امرو لا محذور فیہ۔ المهند على المفند مطبع قاسمی دیوبند، ص: ۷۰، ۷۱۔

(نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ کے ذکر کے وقت قیام سے انکار کرنا اور روافض و مجوس سے مشابہت دے کر طعن کرنا یہ ان باتوں میں سے نہیں ہے جس کو اسلام چاہتا ہے، کیونکہ بہت ائمہ کرام نے نبی کریم ﷺ کے لیے قیام کو مستحسن فرمایا اس میں کسی قسم کی کوئی خرابی نہیں ہے۔)

یہ فتویٰ دینائے اسلام کی سب سے بڑی درسگاہ کے شیخ العلماء کا فتویٰ ہے، جو میلاد شریف اور قیام کے ناجائز ہونے پر آپ سے دستخط کرنے کی کوشش کی گئی تھی، مگر جو بات حق اور اہل اسلام کی تھی، شیخ الازہر نے صاف صاف فرمادیا کہ اس کو ناجائز کہنا اور مجوس کے فعل سے تشبیہ دینا بے دینوں کا کام ہے، یہ ہے دیوبند کا چھپا ہوا فتویٰ اس پر ایمان لاؤ، اور عداوت رسول سے قلب کو صاف کرلو، ورنہ ہر اسلامی و ایمانی فعل شرک و بدعت ہی دکھائی پڑے گا، کیونکہ ؎ **ہنر بچشم عداوت بدتر است۔**

تیسرا فتویٰ ملاحظہ ہو: تقریظ جس کو اصل رسالہ اجوبہ پر تحریر فرمایا، حضرت شیخ علمائے کرام سند اصفیائے عظام روشن سنت کے زندہ کرنے والے، اور شفاف ملت کے بازو، سرداران با عظمت کے مقتدا، اور جلالت مآب صاحبانِ فضل کے پیشوا، جناب شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی مالکی مدنی (سدا اُن کے فیض کے سمندر موجزن رہیں) فرمایا:

المہتق للمتکلم مجالاً إلّا فی مسئلۃ القیام عند ذکر مولدہ الشریف۔

(اے علماء دیوبند جو اور مسائل تم نے ہمارے سامنے ظاہر کئے ان میں تو گفتگو کا موقع نہیں مگر ذکر مولود شریف میں قیام کو ناجائز بتلانا صحیح نہیں)

فهو امر مستحبٌ محمودٌ شرعاً کما هو المعروف عند اکابر العلماء جیلاً بعد جیلاً و قرناً بعد قرنٍ -المهند على المفند ص: ۲۸ مطبع قاسمی دیوبند

(کیونکہ یہ تو امر مستحب اور شرعاً نیک کام ہے، جیسا کہ معروف و مشہور ہے، علمائے اکابر اسلام کے نزدیک شروع سے آج تک قرناًبعد قرنٍ اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے۔)

یہ مدینہ طیبہ کے شیخ وقت کا فتویٰ ہے جو دیوبندیوں نے محفل میلاد شریف اور قیام کے ناجائز ہونے پر حاصل کرنا چاہتا تھا مگر شیخ مدینہ طیبہ نے وہی جواب تحریر فرمایا جو اسلامی جواب تھا، یہ سیاہ رو، زرد ہو کر واپس آئے۔ اب مفتی دیوبند کو وہ عبارت بھی سنا دیجیے جو حضرت علامہ شیخ مدینہ طیبہ مذکور نے ان دیوبندیوں کے جواب میں تحریر فرمائی، جو مفتی موجودہ کے خود ساختہ فتویٰ کا جواب بھی ہے۔

اما قدومُ روحه عليه الصلوٰة والسلام فی بعض الاَحْيان لبعض الخُواص امرٌ غیر مُسْتعبدٍ و معتقد هٰذا القدر لایعدُ مُخطیًا لکونه امراً ممکناً فهُوَ صلی اللّٰه علیه وسلم حیٌّ فی قبره الشریف یَتَصَّرِفُ فی الکُون باذن اللّٰه کیف یشاء المهند :ص: ۹۶

(لیکن تشریف لانا روح آنحضرت ﷺ کا (اس محفل میں اور اس کا ظاہر) کبھی کسی خاص ولی پر کوئی امر محال (ناجائز) نہیں ہے، اور اس کا عقیدہ رکھنے والا، کہ حضور اپنے مخصوصین کی محفل میں کرم فرماتے ہیں، اور تشریف لاتے ہیں، غلطی پر نہیں کیونکہ یہ ممکن اور جائز الوقوع ہے، اس لیے کہ حضور اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، خداوند کریم کی دی ہوئی طاقت اور اذن سے تمام کائنات میں جس طرح چاہیں، تصرف فرماتے اور اپنا حکم چلاتے ہیں۔)

یہ ہے حضور ﷺ کا تصرف و اختیار یہ خدا کی دین ہے جس کو چاہے، عطا فرماتا ہے، مگر حاسد اپنی آتش حسد میں خاکستر ہوا جاتا ہے، ان فتووں سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ دیوبندی ہٹ دھرم اور دشمن رسول ہیں، ورنہ ان کے یہاں اس قسم کا سرمایہ موجود ہے جس سے میلاد شریف کا باعث برکت ہونا اور قیام کا سلام موجب سرور ایمان ہونا اور حضور ﷺ کا محفل میں تشریف لانا اچھی طرح ثابت اور واضح

ہے، خدا ہم اہل سنت کو اس پر ثابت قدم رکھے اور اُن کو ہدایت فرمائے، جو نادانستہ ابلیسی پھندے میں پھنس رہے ہیں، فقط اللہ اعلم بالصواب۔

مقبولیت، مرجع فتاویٰ اور مفتیِ اعظم قاضی شرع

کانپور اپنے بہت سے امتیازات وخصوصیات کی بنا پر ہندوستان کا بڑا اور مرکزی شہر مانا جاتا ہے انہیں خصائص میں اس کی دینی علمی شہرت وخصوصیت بھی مرجع عام وخاص ہے، یہاں کے مشائخ و علماء کا دینی روحانی اور علمی فیضان دور دور پہنچا، لیکن حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ کے ورود کے وقت مرجعیت کی مسند خالی تھی جب آپ کا ورود ہوا، یہ خالی مسند پھر سے پُر ہوگئی، اہلِ اسلام کے قلوب آپ کی طرف جھک پڑے اور آپ مرجع فقہ وفتاویٰ ہوگیے، حیرت کے ساتھ پڑھا جائے گا کہ کانپور کے غالی وہابی بھی حضور پُرنور قبلہ گاہی کے علم ومعرفت اور فضیلت وتقدس کے قائل اور معترف تھے چنانچہ ۱۹۵۲ء میں حلیم کالج کانپور میں مسلمانانِ اہل سنت کا عظیم اجلاس ہوا، جس میں اتفاق عام سے حضور قبلہ گاہی کو مفتیِ اعظم مان لینے کا اعلان ہوا، مولانا عبدالہادی صاحب وارثی حیدری کانپوری نے ماہنامہ سُنّی لکھنؤ کے شمارہ: ۱۲، جلد: ۲ میں بھی اعلان شائع کرایا۔

کارروائی جلسۂ عام، مسلمانان کانپور

”کانپور شہر میں عیدگاہ کا انتظام ایک عیدگاہ کمیٹی، جو کہ صرف ایک محلہ بساطخانہ کے لوگوں پر مشتمل ہے کرتی ہے، اس کمیٹی نے اس مرتبہ عیدالاضحی کے موقع پر مسلمانانِ کانپور سے علیحدہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائی، مفتیِ اعظم کانپور کے اعلان پر بغاوت کی اور مسلمانانِ کانپور کے فیصلوں کو خودسری سے ٹھکرادیا، لہٰذا مسلمانانِ کانپور کا ایک جلسۂ عام زیر صدارت حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب مفتیِ اعظم کانپور، سرپرست ماہنامہ سنی منعقد ہوا، جس میں عیدگاہ کمیٹی پر بیس ہزار شرکاء جلسہ نے عدم اعتماد کی تجویز کا اعادہ کیا،

اور ایک کمیٹی شہر کے ہر محلہ کے منتخب حضرات پر تشکیل کی گئی، جو کہ عیدگاہ کمیٹی کے کاموں میں تعاون کرے گی، اس جلسۂ عام میں باتفاق آرا پیش کر کے منظور کی گئیں۔

(۱) یہ جلسۂ عام بقرعید کے موقع پر عیدگاہ کمیٹی بساط خانہ کی روش پر بے حد افسوس کا اظہار کرتا ہے، چونکہ اس نے تفرقہ باز جمعیۃ علماء کے اشارہ پر شہر کے سواد اعظم سے اختلاف کر کے رویت ہلال عید الاضحی ۵ جنوری کو قرار دی اور یوں اپنے دائرہ اختیار سے باہر ایک شرعی مسئلہ میں مداخلت کی اور بقرعید منگل کے بجائے بدھ کے دن تھوڑے سے مسلمانوں کو بہکا کر کرائی، لہٰذا اس کی اس افتراق بین المسلمین کی پالیسی سے متاثر ہو کر یہ جلسہ محدود اور محلہ کی کمیٹی پر عدم اعتماد کی تجویز کا اعادہ کرتا اور مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل ایک کمیٹی کی تشکیل کا اعلان کرتا اور اختیار دیتا ہے، کہ وہ عیدگاہ کے انتظامات کے سلسلے میں ضروری پیروری کرے۔

(۲) مسلمانان کانپور کا یہ جلسۂ عام رویت ہلال اور جملہ امور مذہبی کے سلسلے میں ۱۹۵۲ء کی تجویز کا اعادہ کرتا ہے، کہ رویت ہلال اور دیگر مسائل شرعیہ کے بارے میں اپنا مفتی اور قاضی شریعت، حضرت مولانا المفتی رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کان پور وسرپرست ماہنامہ سُنّی لکھنؤ دامت برکاتہم العالیہ کو قرار دیتا ہے، اور حکام ضلع سے اپیل کرتا ہے کہ مسلمانوں کے دینی معلومات حاصل کرنا چاہیں، تو آپ کی طرف رجوع کریں، جلسہ میں حضرت مولانا محمد محبوب اشرفی مفسر ادارہ سُنّی و مولانا نذیر حسین دہلوی اور مولانا عنایت احمد صاحب نے تجاویز مذکورہ بالا کی تائید میں تقریر فرمائی۔ عبد الہادی الوارثی الحمید ری......

مسلمانانِ کانپور کو فتنۂ قادیانیت سے پریشانی

حضرت مفتی اعظم کانپور کا اعلان

”میں تبلیغی جماعت کی شورشوں سے متاثرہ علاقہ، سیتاپور سے آج شب واپس آیا، معلوم ہوا کہ کانپور میں فتنۂ قادیانیہ نے سر اٹھایا ہے اور ہیجان ہے، نیز اخبار سیاست دیکھا گیا، جس میں علمائے اہل

سنت سے درخواستِ امداد ہے، چونکہ میرا نام بھی صراحۃً مذکور ہے، اس لیے چند سطور بطور اعلانِ عام سپردِ اخبار کیے جاتے ہیں۔

میں ان مشتہرین اہل سنت سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا تم علمائے اہل سنت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے دینی درخواست سے تساہلی برتی یا انکار کیا، اگر ایسا نہیں اور ہر گز نہیں تو یہ طرزِ تحریر بالکل بے اصل ہے۔

علمائے دیوبند کا جواب کہ علمائے اہل سنت، ہماری تکفیر چھوڑ دیں اور اپنی معذرت ظاہر کر دیں تو ہم قادیانیوں سے مناظرہ کر سکتے ہیں، یہی ان کی باطل پرستی کی کھلی دلیل ہے، کہ اُن کو اپنی عزت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ عزیز ہے، کہ پہلے ان کی عزت اور سب سے بڑی عزت، ایمان تسلیم کر لی جائے، تکفیر چھوڑ دیا جائے، تب وہ عزتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہونے والے حملوں کا جواب دیں گے۔

قرآن مجید انتہائی واضح الفاظ میں اعلان فرما رہا ہے کہ ایسا شخص مومن نہیں ہو سکتا، پھر قابل لحاظ یہ امر ہے کہ قادیانیت کے بیج بوے ہوئے کس کے ہیں، قاعدہ تو یہ تھا کہ جو بوے وہ کاٹے، تحذیر الناس کس کی کتاب ہے؟ جس میں سب سے پہلے نہیں کہا گیا ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا عوام الناس کا خیال ہے"

کیا قادیانی کچھ اور کہتے ہیں؟ جو علماے دیوبند مانتے ہیں، وہی قادیانی کہتے ہیں، اہل سنت دونوں کو خاتمیت کا منکر سمجھتے ہیں اور مانتے ہیں، اگر یہ علمائے دیوبند جن سے تم لوگوں نے گفتگو کی ہے، اپنی کفری عبارت سے توبہ کر لیں تو پھر اہل سنت یقیناً اُنہیں معاف کر دیں گے، اور خود بخود حکم تکفیر اُٹھ جائے گا اگر قادیانی چیلنج دے رہے ہیں تو ہم منظور کرتے ہیں، تحریری صورت میں مقام، تاریخ کا تعین ضروری ہے۔

فقیر رَفاقت حسین غفرلہ

۱۴/ جمادی الاولی ۷۲ سنہ ۱۳ھ جمعہ مبارکہ (۱۹۵۳ء)

فقیر راقم الحروف کو اچھی طرح یاد ہے کہ شب و روز اہل سنت کے عام و خاص کی آمد کا سلسلہ حضرت قبلہ گاہی مفتی اعظم کانپور کی جائے اقامت مدرسۂ احسن المدارس قدیم، کے حجرہ میں لگا رہتا تھا، فتنۂ عظیمہ قادیانیہ سے متعلق پہلے تو اشتہار شائع فرمایا اور ۱۶ جمادی الاولیٰ بروز اتوار بعد نماز عشاء مدرسہ کے سامنے شارع عام پر جلسہ کا اعلان کرایا۔ اس زمانے میں لاؤڈ اسپیکر کا عام رواج نہیں تھا، ڈگڈگی لگا کر اعلانات ہوا کرتے تھے، پرجوش حامی سنت مولوی غلام حسین باندوی حضور قبلہ گاہی سے پڑھتے تھے، دن میں میل میں ملازمت بھی کرتے تھے وہ ان اعلانوں میں مشہور تھے، مولوی محمد یوسف بنارسی بھی پڑھتے تھے اور ملازمت بھی کرتے تھے، ان دونوں نے جلسہ کا اعلان بہت زوروں سے کیا، دیگر امور میں مولانا عبدالہادی وارثی صاحب ناظم جماعت رضائے مصطفی اور مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب مبارک پوری مدرس مدرسہ سرگرم عمل ہوئے، شاندار جلسہ ہوا، حضور قبلہ گاہی کی تقریر نے سماں باندھ دیا، زبردست متکلمانہ تقریر فرمائی اس جلسہ کے بعد مکھنیا بازار کانپور میں آئے ہوئے قادیانی مبلغین روپوش ہو گئے اور جو ۵ نفر اس کے دام میں آگئے تھے عامۂ اہل سنت کو منہ دکھانے سے دور ہو گئے، اور قادیانیت کی شوراشوری کا خاتمہ ہو گیا۔

قادیانی کذّاب

اس زمانے میں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے فتنۂ قادیانیت کی نقاب کشائی کے لیے ایک کتاب کی تصنیف کا ارادہ فرمایا، جگہ جگہ سے قادیانی مذہب کی کتابیں جمع کرائیں، بہت بڑا ذخیرہ پھپھوند شریف کی خانقاہ کے کتاب خانہ سے آیا، کتابیں آتی رہیں اور اخذ و اقتباس کا سلسلہ جاری رہا، تمام تبلیغی دورے اور سفر منقطع کر دیئے، صرف ایک ہی کام، رد قادیانیت کے لیے مختص فرما دیئے، مطلوبہ اخذ و اقتباسات کے بعد کتاب کی ترتیب و تالیف شروع فرما دی، جتنا کچھ تصنیف فرماتے جاتے، مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب مبارک پوری اس کو صاف کرتے جاتے، ۳۰/رجب المرجب کو آخری سطریں تحریر فرمائیں، گزارش واقعی کے زیر عنوان آخری تحریر سپرد قلم فرمائی، اس میں تحریر فرمایا کہ "میں نے مرزا غلام

احمد قادیانی کے لیے جو القابات و خطابات لکھے ہیں وہ میرے تراشیدہ اور خود ساختہ نہیں، بلکہ ان کی کتابوں کی عبارتوں سے، جو نام، لقب ان کے ظاہر ہوتے گئے ہیں بلا کم و کاست لکھا گیا"۔

کتاب کیا ہے، مرزا غلام احمد قادیانی کا مرقع ہے، قوتِ استدلال اور طرزِ بیان نے مرزا کے اباطیل و مکائد پر کم سے کم پڑھے مسلمان کو باخبر اور مطلع کر دیا۔

گزارشِ واقعی

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"میں نے اس رسالہ میں پوری کوشش کی ہے کہ ہر مسئلہ کا ثبوت مرزا غلام احمد قادیانی ہی کی تحریر سے ہو، اور جس باب میں اس کی تحریر مجھے دستیاب نہ ہو سکے، تو اس کے خاص حواریوں کی کتابوں سے ثبوت بہم پہنچایا جائے، سو الحمد للہ میں اس میں کامیاب ہوا اور پوری کتاب میں، میں نے اپنی طرف سے بہت کم لکھا گو میری نیت تھی، جس کا ابتداء میں اظہار بھی کیا گیا کہ

مرزا کا مذہب مرزا کی زبانی بیان کرنے کے بعد اہل سنت و جماعت کا مسلک جواز روئے قرآن و حدیث شریف ہے، مگر باوجود قصدِ اختصار کے اندازہ سے زائد ہو گیا، لہٰذا اسی کو کافی سمجھ کر ختم کر دیا، نیز عجلت بھی اتنی تھی کہ مسوّدہ پر نظر ثانی کا موقع نہ مل سکا، بدیں وجہ کوئی خصوصی ترتیب بھی نہ ہو سکی مگر امید ہے کہ مقصود میں خامی نہ ہو گی،

ہاں!

مرزا جی کے القاب میں جن الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے، وہ میرے تراشیدہ یا خود ساختہ یا بے جا استعمال کے لیے نہیں، بلکہ ان کی عبارتوں سے جو نام، لقب ان کے ظاہر ہوتے گئے ہیں، بلا کم و کاست لکھتا گیا، اگر پھر بھی کسی کو اعتراض ہو تو چونکہ میں نے تمام اعتراضات کا جواب مرزا ہی کی تحریر سے لکھا ہے، لہٰذا اس پر بھی مرزا قادیانی کا جواب پڑھ کر جوشِ اعتراض بجھا لے۔

ازالۃ الاوہام، ص ۵ میں ہے۔

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے، میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا، جس کو دشنام دہی کہا جائے، بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیانِ واقعہ کو ایک صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے، بلکہ ایسی ہر بات کو جو دراصل امرِ واقعی کا اظہار ہو، اور اپنے محل پر چسپاں ہو، اس کے کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے، دشنام دہی تصور کر لیتے ہیں۔

حالانکہ دشنام اور سَبّ اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے، جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں، تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے"۔

الحمدللہ اس رسالہ میں کوئی بات خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر نہیں لکھی گئی

مولفہ فقیر رفاقت حسین غفرلہ

۳ رجب ۱۳۷۲ھ (۱۹۵۳ء)

حضور قبلہ گاہی مفتی اعظم کانپور قدس سرہ نے اس کتاب میں مندرج القاب کے متعلق تحریر فرمایا کہ القاب میں جن الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے وہ تراشیدہ اور خود ساختہ نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا بے جا استعمال کیا گیا ہے، بلکہ ان کی عبارتوں سے مرزا غلام احمد قادیانی کے جو نام اور لقب ظاہر ہوتے گئے ہیں بلا کم و کاست لکھتا گیا فقیر راقم الحروف کو مناسب مقام معلوم ہوتا ہے، کہ تھوڑی سی تفصیل یہاں پر نقل کر دی جائے۔

"اللہ تبارک وتعالیٰ جو تمام کائنات کا خالق ہے، اُس نے انسان سے دنیا کو آباد کیا، اور ان کی ہدایت کے لیے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ قائم فرمایا جن میں سب سے اول حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سب سے آخر احمد مجتبیٰ احمد محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، چونکہ آپ آخر نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی آنے والے نہیں، آپ نے انسان کی ہر ضرورت اور نجات کے تمام شعبوں کو نہایت واضح طور پر ظاہر فرمایا اور ارشاد ربانی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

سے مؤکد کر کے سنادیا، کہ وحی ربانی تمام حاجاتِ انسانی کی متکفل ہو چکی، کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس پر نجات کا مدار ہو، اور اس کا روشن بیان وحی ربانی میں نہ ہو، دین مکمل ہو چکا جو کمی اور کسر اَدیانِ سابقہ میں تھی، خاتم النبیین سے پوری ہوگئی اور خاتم النبیین ﷺ کی ذات گرامی ہی مدار نجات ٹھہری آپ کی اطاعت و فرماں برداری کو دین کا اصلی اُصول قرار دیا گیا۔

لہٰذا مسلمانوں کا فرض ہوا کہ حضور ﷺ کے فرامین و احکام کو معلوم کر کے اپنا دستور العمل بنائے، امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں ایک حدیث کی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کی فرماتے ہیں:

”ہم لوگ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، کہ ایک شخص نہایت صاف شفّاف کپڑے پہنے کالے کالے بال، نہ تو مسافر کی شکل تھی، نہ ہم میں سے کوئی اُنہیں پہچانتا تھا، آئے اور حضور ﷺ کے قریب گھٹنا ٹیک کر ہاتھوں کو ران پر رکھ کر بیٹھ گئے، اور پوچھا یا رسول اللہ ﷺ بتائیے اسلام کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، ماہِ رمضان کے روزے رکھنا بشرط استطاعت حج کرنا۔

سائل نے کہا سچ فرمایا، آپ نے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے سوال اور تصدیق نے اور تعجب میں ڈال دیا، پھر سوال کیا اچھا بتائیے ایمان کیا ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا، اللہ کو ملٰئکہ کو، اللہ کی کتابوں کو اور قیامت کو ماننا اور تقدیر پر ایمان رکھنا،

سائل نے کہا سچ فرمایا آپ نے، پھر پوچھا بتائیے، احسان کیا ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا خدائے تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اور اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو یقین رہے کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

پھر پوچھا بتائیے قیامت کب آئے گی؟

فرمایا جس سے سوال کیا جارہا ہے، وہ اس مسئلہ کو سائل سے زیادہ نہیں جانتا (یعنی دونوں یہ بات جانتے ہیں کہ وقتِ قیامت پردہ راز میں ہے)

پھر پوچھا اچھا تو اس کی علامت اور نشانیاں بتائیے۔

فرمایا، ماں باپ کا احترام اُٹھ جائے گا، دولت کی کثرت ہوگی، بے عزت، بڑی بڑی عزت کی جگہ لے لیں گے،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، وہ تو پوچھ کر چلے گئے مگر میری پریشانی نہ گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا عمر جانتے ہو یہ کون صاحب تھے، میں نے عرض کیا اللہ جانے اور اللہ کا رسول جانے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ جبرئیل تھے، تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

ان ہی امام بخاری نے ایک اور حدیث لکھی کہ قبیلۂ عبدالقیس کا وفد جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تو عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگ حضور کی خدمت میں انہیں امن کے مہینوں میں حاضر ہو سکتے ہیں، ہر وقت حاضری ناممکن ہے، کیونکہ قبائل مشرکین بیچ میں حائل ہیں، لہٰذا ہم لوگوں کو ایسی حتمی اور ختمی بات بتادیجئے جو ہماری نجات کے لیے کافی ہو اور ایک سوال شراب کے برتن کے متعلق کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لا الہ اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لائیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، رمضان شریف کے روزے رکھیں، اور جہاد کے مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ہمارے پاس بھیجو اور شراب کے برتن کے ان چار برتنوں کو استعمال میں نہ لاؤ، حنتم دبا نقیر مزقت

پھر فرمایا، اسے اچھی طرح یاد کرلو جو نجات کا طالب ہو اُسے بتادو،

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ دینِ اسلام لا الہ الہ اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کی گواہی دینا، قیامت، فرشتہ، کتاب الٰہی، انبیاء علیہم السلام اور تقدیر کو ماننا، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد کے مجموعہ کا نام ہے، ان میں سے ہر ایک اعتقاداً تو اُسی وقت مان لیے گئے، اور جو عملی چیزیں تھیں، وہ بھی عمل میں آگئیں۔

ایک بیان قیامت کا رہ گیا، جو بعد میں آنے والا تھا، جو چیزیں کرنے یا ماننے کی تھیں، اُن کا وقوع حضور ﷺ کے زمانے میں ہوگیا، تو سب کو اطمینان ہوگیا، اور اس کی شکل واضح ہوگئی، مگر جس کا وقوع نہیں ہوا، اور اس پر ایمان ضروری تھا وہ خوف کی چیز تھی، کہ کہیں مشتبہ نہ ہوجائے، چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ بیٹھے ہوئے، مذاکرہ کررہے تھے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے، فرمایا کیا گفتگو ہو رہی ہے، سبھوں نے عرض کیا قیامت کا چرچا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

قیامت یوں نہ آجائے گی جب تک پہلے یہ دس باتیں نہ ہولیں، (۱) ایک تو قدرتی دھواں نکلے گا، (۲) دجال نکلے گا (۳) دابہ نکلے گا (۴) آفتاب پچھم سے نکلے گا (۵) عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، (۶) یاجوج ماجوج نکلے گا اور (۷) تین خسف ہوگا ایک مشرق میں، ایک مغرب میں ایک جزیرۂ عرب میں اور سب سے آخر میں ایک آگ یمن سے نکلے گی جو لوگوں کو ہنکا کر ان کے حشر کی جگہ پہنچائے گی۔

دوسری حدیث ابوداؤد شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا ختم نہ ہوگی، جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک شخص جو میرا ہم نام ہوگا سارے عرب کا مالک نہ ہو جائے، پھر فرمایا، مہدی، ہم سے ہوگا، تمام دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا، سات برس تک اس کی حکومت ہوگی۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی رضی اللہ عنہ تشریف لائیں گے نیز دجال وغیرہ کے خروج کا بھی یہی زمانہ ہے، پھر کیا تھا بہت سے بوالہوس ان بشارتوں کو سن کر اُٹھ کھڑے ہوگئے، کسی نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، دوسری صدی میں مہدی ومسیح کی صدا گونجنے لگی۔

مدّعیوں کا خروج

عیسیٰ بن مہرویہ نے مہدیت کا دعویٰ کیا، عیسیٰ نام ہی تھا، اعلان کرنے کی دیر تھی، اعلان کرتے

ہی لاکھوں آدمی ساتھ ہو گئے، آخر خلیفہ مکتفی باللہ نے قتل کرا دیا، اسلامی حکومت تھی، اس لیے جہنم رسید ہو گیا، ورنہ نہ معلوم کب تک یہ سلسلہ قائم رہتا، اور کتنے گمراہ ہوتے پھر کئی محمد نامی نے عراق کی طرف مہدی ہونے کا دعویٰ کیا سب قتل کیے گئے، یا تائب ہوئے۔

مرزا قادیانی کے دعاوی

ہندوستان میں بھی کئی آدمی مہدی بن بیٹھے، سب سے بڑا وہ ہے، جو صوبہ پنجاب کے ایک قصبہ قادیان میں پیدا ہوا، اور چودھویں صدی میں ظاہر ہوا، جس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی ہے، اس نے دعویٰ کیا کہ (۱) میں مسیح موعود ہوں (۲) عیسیٰ ابن مریم ہوں (۳) آدم ہوں (۴) نبی ہوں رسول ہوں (۵) مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے (۶) میں معجزات دکھلاتا ہوں (۷) دجّال کا یاجوج ماجوج کا قاتل ہوں (۸) سید الکونین ہوں، (۹) جہاد کو حرام کرتا ہوں (۱۰) قوم نصاریٰ انگریزوں کا ہلاک کرنے والا ہوں (۱۱) عیسیٰ علیہ السلام سے افضل اور بڑھ کر ہوں، زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و زمانہ صحابہ میں تحقیق فطرۃ اللہ مفقود تھی میرے ساتھی صحابہ کے درجے کے ہیں۔

یہ اس کے مذہب کا نمونہ ہوا، جتنے عقائد و خیالات میں نے اس کے لکھے ہیں ضروری ہے کہ اس کی عبارتیں بتاؤں، پھر اس کے دعوے کے ایک ایک جز کو قرآن و حدیث کے ترازو پر تولا جائے اگر صحیح نکلے مقبول ورنہ مردود۔

پہلا دعویٰ: مسیح موعود، مسیح ابن مریم کے متعلق، قادیانی پر وحی نازل ہوئی، ازالہ اوہام ص: ۱۱۶۰۔

جعلنك المسيح ابن مريم. ہم نے تم کو مسیح ابن مریم بنایا۔

صفحہ: ۸۶۵، میں اس طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح وہ شخص جو بعد کلیم اللہ مرد خدا کے بھیجا گیا تھا اور سب باتوں میں اسی زمانہ کے ہم شکل زمانہ میں اُترا، جو مسیح ابن مریم کے اُترنے کا زمانہ تھا، تا سمجھنے والوں کے لیے نشانی ہو۔

صفحہ:۱۱۷۵اس نے محض اپنے فضل سے بغیر کسی زمینی والد کے اس ابن مریم کو پیدائش اور روحانی زندگی بخشی، جیسا کہ اُس نے اُس کو الہام میں فرمایا: ثمّ احیینا بعد ما ا اھلکنا القرون الاولی وجعلناک المسیح ابن مریم ۔یعنی پھر ہم نے تجھ کو زندہ کیا، بعد اس کے کہ جو پہلے قرنوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔

ثم احییناک بعد ما اھلکنا	یعنی پھر ہم نے تجھ کو زندہ کیا، بعد اس کے
القرون الاولیٰ و جعلناک	کہ جو پہلے قرنوں کو ہلاک کر دیا اور تجھے ہم
المسیح ابن مریم	نے مسیح ابن مریم بنایا

صفحہ ۱۱۷۹-اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت جو ظہور مسیح موعود کا وقت ہے کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں ۔تبلیغی کلام صفحہ:۳،خدا نے میرا نام مسیح کر دیا۔اسی ازالہ کے صفحہ: ۱۱۴۵ پر لکھا-ہر ایک مضف کو ماننا پڑے گا، کہ وہ آدم اور ابن مریم یہی عاجز ہے، کیونکہ اوّل تو دعویٰ اس عاجز سے پہلے کبھی کسی نے نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعویٰ دس برس سے شائع ہو رہا ہے۔رسالہ نورالدین خلیفہ قادیان، صفحہ:۲۸- وہ مہدی جس کا یہ نشان (چاند گہن، سورج گہن) ظاہر ہوا، حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود ہیں عسل مصفّٰی صفحہ ۵۲۱ ہم پہلے لکھ چکے ہیں-مہدی اور مسیح ایک ہی شخص ہے الگ الگ نہیں۔

فتح اسلام از قادیانی ص:۲۲۳:

"اس بندہ کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکاتِ خاصّہ سے مشرف اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرۂ کامل بخش کر مخالفین کے مقابل پر بھیجا اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات اور روحانی معارف و دقائق ساتھ دے کر"۔

اس کتاب کے صفحہ ۸۲۹ پر ہے:

"اگر فرشتوں کا نزول نہ ہوا، اور ان کے اترنے کی نمایاں تاثیر تم نے دنیا میں نہ دیکھیں اور حق کی

طرف دلوں کی جنبش کو معمول سے زیادہ نہ پایا، تو تم سمجھنا کہ آسمان سے کوئی نازل نہیں ہوا، لیکن اگر یہ سب باتیں ظہور میں آ گئیں تو اس انکار سے باز آؤ، تا خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک سرکش قوم نہ ٹھہرو"۔

اسی کتاب کے صفحہ: ۸۴۵ پر ہے

"وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلامی کا ایک شرف رکھتا ہے، اور علوم غیبیہ اس پر ظاہر کیے جاتے ہیں اور رسولوں نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزّہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہوتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآوازِ بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امورِ مذکورہ بالا اس میں پائے جائیں"۔

اسی کتاب کے صفحہ: ۸۴۵ میں ہے:

"مجھے کون سچا مانتا ہے، صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا (رسول) ہوں اور مجھے اسی طرح قبول کرتا ہے، جس طرح وہ لوگ قبول کیے جاتے ہیں، جو بھیجے گئے ہوں، دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی، کیونکہ میں دنیا میں نہیں ہوں تبلیغی کلام قادیانی صفحہ: ۳۰ میں ہے، ـــــ میں نے خدا کی طرف سے کثرتِ مکالمہ، ومخاطبہ کی نعمت سے مشرف ہو کر نبی کا لقب پایا، تمام دنیا کا وہی خدا ہے۔ جس نے میرے پر وحی نازل کی"۔

اسی کتاب کے صفحہ: ۱۰ میں ہے:

میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُس نے مجھے بھیجا ہے، اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ: ۱۲ میں ہے ـــــ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء فرمایا گیا، اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکاملات ومخاطبات الٰہیہ کا بند ہے۔ اگر یہ معنی ہوتے تو یہ اُمت لعنتی اُمت ہوتی۔

نبی ہے اور نبی نہیں ہے

حضور قبلہ گاہی سلطان المناظرین نے مزید قادیانی کی تحریروں سے ثابت فرمایا کہ میرزا قادیانی اپنے آپ کو مہدی، مسیح ابن مریم، صاحب وحی، صاحب معجزات نبی و رسول کہتا ہے اور یہی اس کا عقیدہ ہے، اس مقام پر حضور قبلہ گاہی نے ازالہ اوہام صفحہ:۱۰۶۵ کی وہ عبارت نقل فرمائی جسے میرزا قادیانی نے ایک سوال میں لکھا تھا، سوال تھا آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ جواب: نبوت کا دعویٰ نہیں، بلکہ محدّثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے" ــــــ حضور قبلہ گاہی نے تحریر فرمایا کہ یہ دونوں باتیں کہ نبی ہے اور نبی نہیں ہے صحیح نہیں ہو سکتیں۔ ان دونوں میں سے کوئی ایک ہی صحیح ہوگی اور دونوں باتین خدا کی طرف سے بتاتا ہے اور خدا کی ہر بات سچی ہے اور یہاں دونوں باتیں سچی ہو نہیں سکتیں، لہذا معلوم ہوا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی خدا کی بات نہیں تو مرزا مفتری علی اللہ ہوا۔

مرزا کی کذب بیانیاں اور نام و القاب

حضور قبلہ گاہی سلطان المناظرین قدس سرہ نے ان سب کے بعد تحریر فرمایا کہ مرزا اپنے ہی اقوال سے کافر و مرتد ہوا۔

مرزا کا پہلا کذب: مزید وضاحت کے لیے عسل مصفّی صفحہ:۷۷۷ ملاحظہ ہو ــــــ "نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر ہوں، بلکہ میں ان امور کا قائل ہوں، جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے، ان سب باتوں کو مانتا ہوں، جو قرآن و حدیث کی رُو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفی ﷺ خاتم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدّعی نبوت و رسالت کو کاذب و کافر مانتا ہوں"۔

دوسرا کذب: ابھی آپ تبلیغی کلام مرزا کے صفحہ:۱۲ پر پڑھ چکے کہ آنحضرت ﷺ کو جو

خاتم الانبیاء فرمایا گیا اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات ومخاطبات الٰہیہ کا بند ہے۔ اگر اس کے یہ معنیٰ ہوتے تو یہ امت ایک لعنتی اُمّت ہوتی ــــ اسی کے صفحہ: ۳۰ پر لکھا کہ میں نے خدا کی طرف سے کثرتِ مکالمہ ومخاطبہ کی نعمت سے مشرّف ہو کر نبی کا لقب پایا۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے ازالۃ الدوہام صفحہ: ۱۷۹ کی عبارت نقل فرمائی ــــ اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت جو ظہور مسیح موعود کا وقت ہے، کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا، کہ میں مسیح موعود ہوں، بلکہ اس مدت تیرہ سو برس میں کسی بھی مسلمان کی طرف سے ایسا دعویٰ نہیں ہوا کہ ــــ میں مسیح موعود ہوں۔

بد بخت ومفتری

حضور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ نے مرزا کی ایک دوسری کتاب انجام آتھم صفحہ: ۱۰ کی عبارت نقل فرمائی جو اس کے کفر کی مصدق ہے، مرزا نے لکھا کہ ــــ کیا ایسا بد بخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں"۔

جھانسی مناظرہ میں قادیانیوں کی عبرت ناک شکست

سوانح مبارک کی اس کتاب کی ترتیب زمانی حیثیت سے ہو رہی ہے، اس لیے واقعات کی تحریر اسی کے مطابق ہے اور اس مناظرہ کے علاوہ کبھی بھی قادیانیوں کو مقابلہ کی جرأت نہیں ہوئی، اس لیے بھانڈیر ضلع جھانسی اتر پردیش کے وقائع کو اسی جگہ لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، اس مناظرہ کی روئداد پندرہ روزہ ریاض عقیدت کونچ ضلع جھانسی میں شائع ہوئی تھی، اسی کے ایک شمارہ سے وہ روئداد

یہاں پر نقل کی جاتی ہے۔

"قرب و جوار جھانسی میں چند متنفس، قادیانی بستے ہیں، جو اہل سنت کے لیے سوہانِ روح بنے ہوئے ہیں، ہر وقت اپنے باطل مزعومہ کو مسلمانوں میں پھیلانے اور انہیں بے دین بنانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، گویا ان کا دھندھا یہی ہوگیا ہے، مقامی مسلمانوں نے عاجز آ کر ان سے کہا کہ اگر تمہارے پیشوا، علمائے اہل سنت کے مقابل آ کر اُن سے اپنے مطالبے منوا لیتے ہیں، تو پھر ہم لوگ بھی قبول کرنے میں کسی سے پیچھے نہ ہوں گے۔

چنانچہ یکم ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ مطابق آٹھویں فروری ۱۹۷۰ء کو مناظرہ کی تاریخ طے ہوگئی، ۷ فروری کو وہاں کے مسلمان کانپور پہنچے اور حضرت اقدس سلطان المناظرین، بدرالعارفین تاج الشریعہ شمس الطریقہ مولانا شاہ رفاقت حسین صاحب قبلہ مدظلہ العالی مفتیِ اعظم کانپور کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے گزارش کی کہ قادیانی مذہب کا انچارج بشیر احمد نامی قادیان سے بغرضِ مناظرہ ۸ فروری کو بھانڈیر ضلع جھانسی پہنچ رہا ہے، حضور کی خدمت میں ہم لوگ اسی غرض سے حاضر ہوئے ہیں کہ حضور وہاں تشریف لے چلیں اور اس آئی ہوئی بلا کو دفع فرمائیں، چنانچہ آٹھویں فروری کی صبح کو میل ٹرین سے حضور اقدس مفتیِ اعظم روانہ ہوئے، چرگاؤں پہنچے وہاں سے بس کے ذریعہ بھانڈیر تشریف فرما ہوئے، اس وقت تک قادیانی مبلغ کی آمد نہیں ہوئی تھی، دوسرے دن ۹ فروری کو دس بجے دن کے قریب قادیانی مبلغ پہنچا، جامع مسجد میں مسلمان جمع ہوئے اور گیارہ بجے دن سے مناظرہ شروع ہوا، اور ڈھائی بجے دن کو قادیانی مبلغ کی شرم ناک اور عبرت انجام شکست فاش پر اختتام پذیر ہوا۔

مناظرہ کی کارروائی بغیر شرائط میں الجھے ہوئے حضرت اقدس مفتیِ اعظم قبلہ مدظلہ نے شروع کرا دی حضرت اقدس نے قادیانی مبلغ سے فرمایا، آپ اپنا مسلک بیان کریں، اسی پر گفتگو ہوگی، چونکہ قادیانی نے "ممات مسیح" عَلَیْہِ السَّلَام کو مسلمانوں میں پھیلانے کی کوشش کی تھی، اس لیے عوام کے مطالبہ پر موضوعِ سخن یہی عنوان قرار پایا، قادیانی مبلغ نے اس طرح ابتدا کی:

"میں جماعتِ احمدیہ (مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی و رسول ماننے والی جماعت) کا ایک فرد ہوں، ہمارا مذہب وہی ہے جو عام اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے، وہی قرآن و حدیث ہماری کتابیں ہیں، جو اہل سنت و جماعت کی ہیں، اسی قرآن میں ہے:

یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ

اے عیسیٰ! میں نے تم کو موت دی، اور تم کو ذلت کی موت سے جس کا یہودی منصوبہ بنا رہے تھے، بچا کر تمہارا رتبہ بلند کر دیا" اس قرآنی آیت سے وفات مسیح ثابت ہے، جو ہمارا مسلک ہے، وفات مسیح نہ ماننا، قرآن کی مخالفت ہے، جس سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے، یہ دوسری اور تیسری اور چوتھی آیتیں بھی ہیں، جن سے وفات مسیح ثابت ہے اور یہی ہم قادیانی جماعت عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس مسیح کی پیشین گوئی آئی ہے وہ اسی دنیا میں ہے، آسمان سے آنے والا کوئی نہیں ہے۔ وقت ختم ہو گیا۔

❁ حضرت اقدس مفتی اعظم دامت برکاتہم۔

الحمدللہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین خاتم النبیین وعلیٰ الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

برادرانِ اہل سنت!

آج قادیانی مذہب کے مبلغ مولوی بشیر احمد صاحب نے اپنے کو قادیانی بتاتے ہوئے مسلکِ اہل سنت کا پابند بتایا اگر زندگی میں ایک بات یہ صحیح نکل آئی اور عوام کو فریب دینا نہیں ہے، تو میں بے گنتی شہادت کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہوں کہ مسلکِ اہل حق اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک سیدنا عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام بحیاتِ دنیاوی آسمان پر تشریف فرما ہیں، اور وہی تشریف لا کر دنیا کو رشد و ہدایت سے معمور فرمائیں گے، لہٰذا آپ پہلے توبہ کر کے حیاتِ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل ہو جائیں، رہا قرآنی استدلال، قرآن کو آپ نے مسخ کرنے کی کوشش کی ہے، جو آپ کے کیا کسی کے بھی بس کی بات نہیں، کوئی عربی داں، چاہے وہ قادیانی ہی کیوں نہ ہو، آپ کی قرآن دانی پر ہنس پڑے گا، اور آپ کی جہالت پر آنسو

بھاسئے گا، میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کس لغت و زبان میں اسم فاعل بمعنی ماضی آیا، یہ کیسا فریب ہے کہ اسم فاعل کو ماضی بناؤ یہ مسئلہ تو آپ کو ابتدائی کتابوں میں مل جاتا، اگر شعور کے ساتھ پڑھا ہوتا۔

سنئے! تُوفّٰی کے معنی اگر موت کے ہوتے، تب بھی آپ کا ترجمہ جہنم میں لے جانے والا ہے، اس صورت میں بھی ہمارا ہی مدعا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اس صورت میں بھی قطعی و یقینی معنیٰ یہ ہوئے کہ اے عیسیٰ! میں تم کو موت دینے والا ہوں اور اوپر اُٹھانے والا ہوں، اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ موت واقع ہو چکی، بلکہ موت زمانہ آئندہ میں واقع ہوگی اور یہی اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دوبارہ تشریف لائیں گے، تبلیغ کریں گے، شادی کریں گے، اولاد پیدا ہوگی، تب وفات ہوگی، یہی قرآن مجید سے ثابت ہوا یہی حدیث پاک میں ہے......آیت کے معنی جس پر تمام مفسرین متفق ہیں، کہ اے عیسیٰ میں تمہیں پوری نعمت دینے والا ہوں، اور اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں (وقت ختم ہوگیا)

- بشیر احمد قادیانی

میں نے قرآن کی چار آیتوں سے مسیح کی وفات ثابت کی ہے، جس کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، میں پھر چیلنج سے کہتا ہوں کہ قرآن سے حیات مسیح ہرگز ہرگز ثابت نہیں، یہ دیکھئے مرزا غلام احمد صاحب نے یہ پیش گوئی کی ہے کہ:

قیامت تک مسیح کو آسمان سے اُترتا ہو نہ دیکھو گے

یہی ہمارا عقیدہ ہے، اور یہی ہمارا دعویٰ ہے، کہ مسیح وفات پاچکے، جیسا کہ میں نے قرآن کی آیت سنائی، جس کے جواب میں آپ عاجز ہیں، یہاں قطعی طور پر تُوفّٰی کے معنیٰ وفات پانے کے ہیں، اور میں چیلنج کے ساتھ کہتا ہوں کہ تُوفّٰی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے، اور مفعول ذی روح ہو تو وہاں تُوفّٰی کے معنی یقیناً موت کے ہوں گے، جیسا کہ اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں یقیناً موت ہوئی ہے۔ اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں پیش کرسکتا۔

بشیر قادیانی اس کو اپنی تقریر کے دوران پورے زور کے ساتھ دیر تک بولتا رہا، کہ وقت ختم ہوگیا،

❁ حضرت اقدس مفتیِ اعظم قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ

جوابی تقریر کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا، کہ بیشک آپ نے چار آیتیں پڑھیں اور چاروں میں لفظ تُوُفّیٖ سے موت ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی۔

ہاں! آپ نے یہ ضرور کیا، کہ آپ نے اپنے عقیدہ کی موت ثابت کی یہ سب حاضرین ابھی باذنہ تعالیٰ آپ کی موت کا دُکھ دیکھ لیں گے میں عرض کرتا ہوں کہ تُوُفّیٖ کے معنی تکمیل نعمت کے ہیں، آیت کے معنی ہوئے، اے عیسیٰ میں تم کو پوری نعمت دینے والا ہوں، آپ نے موت کہاں سے نکال لیا، ہاں ہے، یہ کہ ابھی لوگ نظارہ کریں گے کہ موت نے آپ کو آدبوچا۔

میں کہتا ہوں کہ کیا آپ نے کبھی حدیث شریف کا اعلان نہیں سنا، کہ جو اپنی طرف سے قرآن کا ترجمہ گڑھے، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے، مگر آپ کو اس کا کیا خطرہ وہ تو آپ کی جگہ ہے ہی، رہی مرزا قادیانی کذاب کی پیشگوئی تو آج تک اس بے چارے کی کون سی پیشن گوئی، واقع ہوئی، جو آپ اُسے اُچھالتے پھرتے ہیں، کیا آپ کو خبر نہیں کی آتھم کی پیشن گوئی میں مرزا کو کیسی ذلت اُٹھانی پڑی، ثناء اللہ امرتسری وہابی، اور حضرت مولانا پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ قدس سرہ اور حضرت مولانا غلام دستگیر نقشبندی مجددی قصوری علیہ الرحمہ اور مولانا پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ شریف کے مقابلے میں پیشن گوئی کر کے کیسے رسوا ہوئے، احمدی بیگم سے شادی کے لیے تڑپتے رہ گئے، پیشن گوئی پر پیشن گوئی کرتے رہے، ایک بھی صحیح نہیں ہوئی، ڈاکٹر عبدالحکیم کے معاملے میں پیشن گوئی میں کیسی منہ کی کھانی پڑی، مگر یہ مرزا علیہ اللعنۃ کی بے حیائی اور بے شرمی کی حدّ و انتہاء تھی کہ بندگان خدا کے سامنے رسوا ہوتا رہا، خداوندی لعنتیں پڑتی رہیں مگر اس کا شیطان اس کو پیشن گوئی پر اُبھارتا ہی رہا اور اس کذاب کا کذب ظاہر ہوتا ہی رہا، اب اُسی کی رٹ آپ کی زبان سے لگوا رہا ہے۔

میں کہتا ہوں یقیناً حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام آسمان سے دوبارہ تشریف لائیں گے، مسلمان ان کے نزول پر خوشیاں منائیں گے، دجال اور دجّال کے ساتھی، روسیاہ ہو کر کھوہ میں گھسنے کے باوجود بھی جان بر

نہ ہوسکیں گے، ایک ایک کرکے قتل کردیئے جائیں گے لیکن ہے یہ بات حقیقت کہ اس دجال کے ساتھی آج ہی سے رورہے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کو بزعم باطل ٹالنا چاہتے ہیں، مگر یہ تو قضائے مبرم ہے، آپ کے ٹالے، نہ ٹلے گا، ابھی تو آپ پر ذلت کے بادل برس رہے ہیں، اس دن کی آمد اور اپنے مقہور ہونے کا مزید انتظار کیجئے۔

آپ نے تُوَفّی کے معنیٰ موت پر جو خود ساختہ دلیل ذلیل قائم کرنے کی ناروا سعی کی ہے، کہ اسم فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح ہو تو، موت کے سوا، دوسرا معنیٰ ہو ہی نہیں سکتا، اس فرعونی دعویٰ اور بوجہلی دلیل کا جواب قرآن مجید سے سنئے:

اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ، یہاں پر وہی ہے تُوَفّی اور فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح ہے، آپ کا یہ فاسد و باطل قاعدہ یہاں موجود ہے، مگر موت کے معنیٰ نے تو آپ کے قلب کو موت کی نیند سلا دیا ہے، وہ مردہ کو کیا معلوم کہ یہاں موت کے معنیٰ ہے ہی نہیں اور نہ ہوسکتا ہے، پس ثابت ہے کہ قرآن مجید کو مسخ کیے بغیر حضرت مسیح کی وفات آپ کیا، آپ کی جماعت کیا، کوئی بھی ثابت نہیں کرسکتا، یہ تو مسلمانوں کو معلوم ہے کہ قرآن مجید کو مسخ کرنے کی سعی لاحاصل کفر ہے اور آپ نے اپنے مذہبِ باطل کی اُلفت میں مسخ کرنے کا عزم کر رکھا ہے اور یہی آپ لوگوں کا طرّۂ امتیاز ہے۔

حضرت قبلہ عالم مفتیِ اعظم قبلہ دامت برکاتہم اللہ سیہ کی احقاق حق اور ازہاق باطل کی تقریر جاری تھی، کہ اعلان ہوا کہ وقت ختم ہوچکا ہے، اعلان سن کر آپ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

بشیر قادیانی نے کھڑے ہو کر وہی رٹ لگائی جو شیطان اُس سے لگوا رہا تھا، اُس نے کہا

"میں نے قرآن مجید کی چار آیتوں سے حضرت مسیح کی وفات ثابت کردی اور آپ قرآن سے اس کا جواب نہ دے سکے، میں پھر مسیح موعود (کذاب) کی پیشن گوئی یاد دلاتا ہوں، کہ مسیح رضی اللہ عنہ ہرگز ہرگز آسمان سے نہیں اُتریں گے، آسمان سے اُترنے کا آپ نے ثبوت نہیں دیا، نزول کے معنیٰ آسمان سے اترنے کے ہرگز نہیں، اور ہم نے قرآن سے وفات کا ثبوت دیا۔

بشیر قادیانی بار بار اسی آیت کو پڑھتا رہا اور کہتا رہا کہ وفات ثابت ہوگئی اسی میں اس کا وقت ختم ہوگیا،

❁ حضرت اقدس مفتی اعظم قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ جوابی تقریر کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا

اس سے تو کہیں زیادہ آسان تھا کہ آپ الحمدللہ رب العلمین پڑھ کر کہہ دیتے کہ میرا مدعا ثابت ہوگیا احمدیہ جماعت جو مرزا کذاب کو اپنا نبی مانتی ہے، برحق ثابت ہوگئی تو کون آپ کا گلا گھونٹ دیتا، کتنی بے حیائی کی بات ہے، کہ آپ کے ترجمہ کو میں نے قرآن پاک سے غلط ثابت کر دکھایا، قرآن مجید ہی سے تُوَفّی کے معنیٰ تکمیل نعمت واجر بتایا، آپ کا قاعدہ قرآن مجید ہی سے آپ کے منہ پر مار دیا گیا، پھر بھی آپ کی زبان پر شیطان نے وہی رٹ لگوا رکھی ہے، اس مردود پیشن گوئی کا آپ نے پھر ذکر کیا، اگر ہمت ہے تو ایک ہی پیشن گوئی صحیح ثابت کر دیجئے۔ قرآن کے معنیٰ گڑھنے کے ساتھ لغت میں بھی دخل دینے لگے، جس کو کوئی غیر مسلم ومشرک بھی برداشت نہ کر سکے، نزول کے معنیٰ اوپر سے نیچے آنے کے ہیں، اس کے علاوہ جو معنیٰ بھی لیں گے مجاز ہوں گے، اور حقیقت جب تک متعذر نہ ہو مجاز لینا جائز نہیں۔

آپ نے ہماری پیش کی ہوئی آیات وحدیث کو قبول کرنے سے انکار کیا، تو گھر تک پہنچانے کے لیے اب آپ ہی کے "نبی کاذب" کی کتاب براہین احمدیہ سے قرآنی معنیٰ نزول کے آسمان سے اترنا اور حیات سب کچھ دکھلاتا ہوں، سنیے براھین احمدیہ، صفحہ: ۵۱۹ پر مرزا اپنا الہام لکھتا ہے:

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ۔ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا، اور اپنی طرف اُٹھاؤں گا"

ذرا اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہیے کہ آپ کا "نبی کاذب" اس آیت کو اپنے اوپر الہام بتا کر کیا معنیٰ اختیار کرتا ہے؟ اب تو آپ تُوَفّی کے معنیٰ بتانے سے اس محفل میں توبہ کر لیجیے۔

اب اسی براہین احمدیہ کا صفحہ: ۳۶۱ پڑھیے:

"مسیح کو خوب معلوم تھا کہ خدا جلد تر عارضی تعلیم نیست ونابود کر کے اس کامل کتاب کو دنیا کی ہدایت کے لیے بھیجے گا جو حقیقی نیکی کی طرف تمام دنیا کو بلائے گی، اور بندگانِ

حق پرست پر، حق وحکمت کا دروازہ کھول دے گی، اس سے اس کو کہنا پڑا کہ ابھی بہت سی باتیں قابل تعلیم باقی ہیں، جن کو تم ہنوز برداشت نہیں کر سکتے، مگر میرے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے وہ سب باتیں کھول دے گا اور علم دین کو بمرتبۂ کمال پہنچائے گا، سو حضرت مسیح انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے اور ایک عرصہ تک وہی ناقص کتاب لوگوں کے ہاتھ میں رہی، اور پھر اسی نبی معصوم کی پیشن گوئی کے بموجب قرآن شریف کو خدا نے نازل کیا"۔

کہئے! قرآن وحدیث کا انکار تو آپ کے لیے آسان تھا، اپنے نبی کاذب کے فرمان سے انکار کیوں کر ہو سکتا ہے اب آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان پر باحیات ہونے کے بارے میں کوئی شک نہ رہ گیا ہوگا؟ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اسی محفل میں توبہ کر کے اسلام قبول کر لیں گے، اب ایک دوسری عبارت اسی براھین احمدیہ کے صفحہ: ۴۹۸ کی سن لیجیے:

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ

یہ آیت جسمانی اور سیاستِ ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشن گوئی ہے اور جس غلبۂ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے، وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا، اور جب حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا"۔

کہیے! کیا اب بھی حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول میں اور دوبارہ تشریف آوری اور کارہائے نمایاں میں کوئی شک کی گنجائش ہے، یہ تو آپ ہی کے مرزا ے دجال کی بات ہے، جس کے آپ اُمتی ہیں۔

امید کرتا ہوں کہ وفات کے قول سے توبہ کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا، اب آپ صرف اتنا بیان کریں کہ یہ حوالے آپ کو تسلیم ہیں یا نہیں؟ اگر تسلیم ہے تو توبہ کیجئے"۔

چاہیے تو یہ تھا کہ قادیانی مبلغ اس مسکت جواب سے قائل ہو کر توبہ کر لیتا، لیکن ہے یہ کہ بے ادبی وہ نحوست ہے جس کا اُدبار ٹالے نہیں ٹلتا، قادیانی مبلغ نے کھڑے ہو کر کہا کہ

"آپ نے جتنے حوالے دیئے وہ عام مسلمانوں کے خیالات تھے مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے تھے، لیکن جب آپ پر وحی آنے لگی، اور آپ نبی بنائے گئے تو آپ نے بتایا کہ یہ صحیح نہیں ہے، اور دوسری جگہ انہوں نے وفات ثابت کیا، اور اس کو صحیح مانا، چنانچہ اسی کتاب میں جس کا آپ نے حوالہ دیا، اسی کے صفحہ: ۵۵۷ پر اسی آیت میں وفات لکھا، پوری نعمت اور اجر نہیں ہے، لہٰذا جو میں نے وفات ثابت کیا وہی صحیح ہے"۔

قادیانی مبلغ مرزائی امت کی اس شرارت پر حضرت اقدس قبلۂ عالم مفتی اعظم صاحب قبلہ نے فرمایا: لیجئے! اپنا حوالہ بھی اسی براھین احمدیہ کے صفحہ: ۵۵۷ سے پڑھ لیجئے:

"اے عیسیٰ! میں تجھے کامل اجر بخشوں گا، یا وفات دوں گا، اور اپنی طرف اُٹھاؤں گا یعنی رفع درجات کروں گا، یا دنیا سے اپنی طرف اُٹھاؤں گا"۔

کہیے! جس معنیٰ کا آپ نے انکار کیا اور جس صفحہ کا آپ نے حوالہ دیا، وہ عبارت بھی آپ کے پیش نظر ہے؟ کہئے! توبہ کی توفیق ملی، سنیے جب آپ نے مرزائے کذاب کو "نبی" مانا اور اس کی وحی کو غیر صحیح اور غلط مانا تو جماعت احمدیہ کے نزدیک بھی کافر ہو گئے، اب آپ کو اپنی جماعتِ احمدیہ کی وکالت کا کوئی حق نہیں رہ گیا، اہل سنت کے نزدیک بھی کافر ہیں، اور اپنی جماعت کے نزدیک بھی۔

اور آپ کا یہ کہنا کہ مرزا کی باتیں، نبوت ملنے سے پہلے کی ہیں ـــــ تو ـــــ ہم آپ کو آپ کے گھر تک پہنچا دیتے ہیں، صفحہ: ۵۱۹ کی عبارت الہامی ہے، جو قرآن کو توڑ مروڑ کر بنائی گئی ہے، لیجیے، پڑھ لیجیے۔ اس کے بعد حضرت اقدس مفتی اعظم قبلہ نے کتاب ان کے سامنے مع حوالہ صفحہ کر دی، اور فرمایا:

"اب تو آپ کا کافر ہونا، آفتاب سے بھی زیادہ واضح ہو گیا، پھر آپ یہ کیسے کہتے ہیں کہ یہ کتاب مرزائے کذاب کی نہیں ہے؟ یا پھر توبہ کیجیے، اب آپ کے لیے کوئی راہِ فرار نہیں"۔

اس منزل پر حاضرین عوام اہل سنت نے نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، نعرۂ رسالت، یارسول اللہ، اور مذہب اہل سنت زندہ باد، مفتی اعظم زندہ باد کی صدائیں بلند کیں اور ہر چہار طرف سے قادیانی مبلغ سے توبہ کا مطالبہ ہونے لگا، قادیانی مبلغ بدحواس بیٹھا منھ تکتا رہا، نہ توبہ کی توفیق ملی اور نہ ہی کتاب سے انکار کر سکا، اور یہ بتانے

کی ضرورت نہیں کہ خود فریب زدہ مرزائیوں نے اس کے ساتھ کیا اور کیسا سلوک کیا؟

قصبہ بھدوہی بنارس میں قادیانیوں کی شورش

بنارس ضلع میں بھدوہی قصبہ مشہور قصبہ ہے، وہاں نہ جانے کس طرح قادیانیت کا جرثومہ داخل ہوگیا، اس کی وجہ سے اہل سنت میں اضطراب پیدا ہوا، وہاں کے اہل سنت الہ آباد دارالعلوم غریب نواز میں حضرت خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے ان لوگوں کو حضور قبلہ گاہی کی خدمت میں بھیجا، حضور پرُنور قبلہ گاہی وقتِ مقرر پر بھدوہی تشریف لے گئے، جلسہ کا اعلان ہو چکا تھا، موعظہ حسنہ ہوا، مسلمانوں کا جم غفیر حاضر تھا، اطراف و جوانب کے مسلمانوں نے بھی کثرت سے شرکت کی، صبح کو معلوم ہوا کہ قادیانی مبلغ کی ساری زندگانی کی صبح ہوگئی۔

حضرت مفتی اعظم بریلی شریف نے مدراس میں قادیانیوں کے ابطال کے لیے متوجہ کیا

اس عنوان کے اختتام پر رئیس المحققین خطیب اعظم حضرت مولانا سید شاہ محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھہ مقدسہ دامت برکاتہم کی یہ پرُحقائق روایت بھی پڑھ لیں انہیں کے دستِ مبارک کی لکھی ہوئی ہے:

”ایک محفل میں حضرت مفتی اعظم ہند نے حضرت امین شریعت سے فرمایا کہ جنوبی ہند میں قادیانیوں نے شورش برپا کر رکھی ہے، ان کے بہت سارے علماء جمع ہو رہے ہیں، ان لوگوں نے مناظرہ کا چیلنج بھی دیدیا ہے، اس سلسلہ میں علماء اہل سنت کو ان کے چیلنج کا جواب دینا چاہیے، تو اس کام کے لیے کون کون سے علمائے اہل سنت مناسب رہیں گے؟ حضرت امین شریعت نے فرمایا کہ اگر آپ اجازت فرما دیں تو یہ خادم تنہا کافی ہے،۔۔۔۔ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے فرمایا، سنا ہے کہ اُدھر بہت سارے علماء ہیں،۔۔۔۔ حضرت امین شریعت نے مسکراتے ہوئے کہا اس سے کیا ہوتا ہے، ہوا کریں، بہت سارے علماء۔۔۔۔ آپ کی دعاء ساتھ رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ حق کی جیت ہوگی“۔

ماہنامہ سُنّی لکھنؤ کا اجراء، تبلیغ حق کا روشن کارنامہ

بتائے گا، یہ سُنّی، اہل سنت کس کو کہتے ہیں؟ ❁ طریق مصطفیٰ کیا ہے؟ شریعت کس کو کہتے ہیں؟

امت مسلمہ جسے تزکیہ قلب کے لیے کتاب عنایت فرمائی گئی، اس میں جو اسرار و حقائق ہیں وہ ظاہر و باہر ہیں، کتاب اس امت کا عظیم سرمایہ آخرت اور فلاح دنیا ہے، اس لیے تسلسل کے ساتھ، کتابت و تحریر کی طرف رجالِ اسلام متوجہ رہے، پہلے یہ ذخائر نقل در نقل لوگوں کو پہنچتے رہے جب مطابع کا وجود ہوا، سہولتوں کے راہ ہموار ہوئے چھپی ہوئی کتابیں، لوگوں تک آسانی سے پہنچنے لگیں، اسلامی ہند میں پریس اور مطابع کی کثرت کے فوائد پر اہل بطالت کی نظر گئی اور وہ اس راہ پر چل پڑے، ان وجوہات کی بنا پر اہل باطل اپنی بطالت بے خبر عوام تک پہنچانے لگے، اخبارات ہفتہ وار، پندرہ روزہ اور ماہوار رسالے کثرت سے نکلے، ان رسالوں اور اخباروں کے مالکوں اور مدیروں میں حق کے حامی اور طرفدار بھی تھے، اور وہ اہل حق احقاقِ حق اور ابلاغ حق کے ساتھ باطل اور گمراہ نظریوں پر ضرب بھی لگاتے۔ جب ہم بیسوی عیسوی کے آغاز اور اس کے قبل کے اخباروں اور رسالوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ریاست مصطفی رام پور کا مشہور ہفتہ روزہ اخبار دبدبہ سکندری سرگرم عمل نظر آتا ہے یہ ۱۸۶۸ء میں جاری ہوا تھا اس کے بانی اور ایڈیٹر صوفی مشرب اور سُنّی مذہب بزرگ حضرت شاہ محمد حسن چشتی صابری علیہ الرحمہ تھے، یہ اخبار دین دنیا کا جامع اخبار تھا۔

رسالوں میں عظیم آباد پٹنہ کا رسالہ مذہبی دینی و علمی ماہنامہ مخزن تحقیق (بنام تاریخی ۱۳۱۵ھ) معروف بہ تحفۂ حنفیہ تھا، جسے مشہور دین دار رئیس و عالم، مولانا حافظ قاضی عبدالوحید منظور النبی فردوسی نے جاری کیا، یہ ایک بلند پایہ رسالہ تھا، جو افغانستان تک میں پڑھا جاتا تھا، فرنگی محل، بہار شریف، پھلواری شریف، ممبئی، حیدرآباد، دکن، مدراس، رام پور، بدایوں شریف، بریلی شریف، احمد آباد، الہ آباد کے اکابر علماء و مشائخ اس کے زبردست سرپرست و حامی و ناصر تھے، ماہنامہ تحفہ حنفیہ کے ذریعہ بے پایاں دینی جذبہ پھیلا اور ۱۳۲۶ھ میں بانی کی رحلت کے سال بھر بعد یہ رسالہ بند ہوگیا مگر اپنی یادیں اہل علم و معرفت کے قلوب میں چھوڑ گیا، ماہنامہ تحفۂ حنفیہ کی اہمیت و مقبولیت کی بڑی سے بڑی سند یہ ہے کہ امام اہل

سنت اعلیٰ حضرت فانی فی اللہ باقی باللہ عاشق رسول اللہ فاضل بریلوی قدس سرہ کی مبارک فیض بار محفلوں میں بانی تحفۂ حنفیہ اور رسالہ کی یادیں جاری تھیں، سدا رہے نام اللہ کا۔

ماہنامہ تحفۂ حنفیہ کے بعد برسوں، سناٹا رہا، یہاں تک کہ چودہویں صدی ہجری کے چوتھے عشرہ کے اواخر میں مرادآباد سے اُستاذ العلماء مولانا الحکیم نعیم الدین صاحب قدس سرہ نے ماہنامہ السواد الاعظم جاری فرمایا، نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ مذہب اہل سنت سواد اعظم کا رسالہ تھا، اور اس کی پذیرائی پورے سواد اعظم میں جاری تھی، برسوں یہ رسالہ جاری رہا، اور الجمیعة العالیة الاسلا میہ معروف بہ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اغراض ومقاصد کی ترویج وتبلیغ میں سرگرم کردار ادا کرتا رہا مشیت الٰہی، تقسیم ملک کے بعد یہ بھی بند ہوا، مگر تاریخ کے ابواب کو روشن کر گیا، دار العلم والعمل حضرت فرنگی محل لکھنؤ سے ماہنامہ النظامیہ جاری ہوا، امام العلماء برہان العلم والعمل مولانا شاہ محمد عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہ کی زبردست سرپرستی اس کو حاصل رہی۔ النظامیہ نے مسلکِ اہل حق کی خوب خوب تائید کی، مولوی تھانوی کے اباطیل کے بطلان میں انظامیہ نے سرگرمی دکھائی، بریلی شریف، بدایوں کے بزرگوں نے ان سے اشتراک عمل کیا۔

بریلی شریف سے الرضا نکلا، خوب مقبول ہوا، جماعت رضائے مصطفی بریلی کا ترجمان یادگار رضا جاری ہوا۔ مولانا قاضی محمد احسان الحق نعیمی اشرفی، بہرائچی اس کے مدیر اول ہوئے، کچھو چھا مقدسہ سے ماہنامہ اشرفی نکلا، بڑا زبردست علمی روحانی مجلہ تھا، برسوں جاری رہ کر بند ہوگیا، بدایوں شریف سے شمس العلوم برسوں نکلا مگر وہ علاقائی تھا، امرتسر صوبہ پنجاب سے مولانا غلام احمد اخگر نقشبندی نے اہل فقہ نکالا، پھر وہ الفقیہ کے نام سے برسوں نکلا، غیر منقسم ہندوستان میں احناف اہل سنت کا مقبول ترین اخبار تھا، ماہنامہ تحفۂ حنفیہ، السواد الاعظم اور الفقیہ مقبول انام اخبار و رسالہ تھے جو اہل سنت سواد اعظم کی ترجمانی کرتے تھے، اس کے علاوہ بھی کئی ماہوار رسالے تھے مگر ان کا دائرہ محدود تھا۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ اخباروں اور رسالوں کی ضرورت واہمیت کو شدت سے محسوس فرماتے تھے، آپ کی خواہش تھی کہ مذہب اہل سنت سواد اعظم کی آواز وصدا، شہر شہر، قصبہ قصبہ، گاؤں گاؤں میں

گو نجے، بہت سی خصوصیات کی وجہ سے حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے نامور عالم دین اور مخلص و ایثار پیشہ درویش مولانا شاہ محمد عمر صاحب قادری الوارثی سے بات کی اور اُن کو رسالہ کے اجراء کے لیے آمادہ فرمایا، دل کی آواز پر انہوں نے لبیک کہا، حضور قبلہ گاہی نے ماہنامہ سُنّی نام تجویز فرمایا، رسالہ کا ڈیکلریشن نمبر حاصل ہو جانے پر ماہ نومبر ۱۹۵۳ء میں لکھنؤ آریہ نگر سے رسالہ نکلنا شروع ہو گیا، حضرت مولانا محمد عمر قادری الوارثی علیہ الرحمہ نے بہت اصرار کیا کہ حضور قبلہ گاہی کا نام نامی رسالہ کے سرورق پر بحیثیت سرپرست لکھا جائے، مگر حضور قبلہ گاہی نے ان کے شدید اصرار پر بھی اس کی اجازت نہ دی ماہنامہ سُنّی لکھنؤ تقسیم شدہ ہندوستان میں سوادِ اعظم اہل سُنّت و جماعت کا واحد ترجمان ومنادی تھا اور اس کا وجود تمام حلقہائے اہل سنت کے عالی اقدار کا مبلغ و محافظ تھا تحزّب وعلاقائیت کا نام کو بھی شائبہ نہ تھا، رسالہ کو شرق تا غرب، شمال تا جنوب زبردست پذیرائی ملی، تمام علماء ومشائخ اس کی طرف جھک پڑے، قدرے قلیل عرصہ میں اس کی تعداد اشاعت میں زبردست اضافہ ہوا، جہاں دیکھئے جس کے پاس دیکھئے رسالہ ماہنامہ سُنّی موجود۔

حضور قبلہ گاہی نے ہزار سے زائد خریداروں کے نام رسالہ جاری کرایا اور وقفہ وقفہ سے اپنی طرف سے اس کا چندہ جمع کرایا، جہاں تشریف لے جاتے، خریدار بناتے، تحصیل چندہ سے حضور قبلہ گاہی کو کوئی واسطہ نہ تھا، محض اہل سنت کی نصرت مطمحِ خاطر رہی، رسالہ سُنّی کا دامن اور طریقۂ کار محدود اور اپنے حلقۂ احباب و اکابر کی خدمات کی تبلیغ وتشہیر سے آلودہ نہ تھا وہ سب کا تھا اور سب اہل سنت کے لیے تھا، وہ آفاقی تھا، صرف اور صرف سُنّی رسالہ تھا، ماہنامہ سُنّی لکھنؤ دس برسوں تک نہایت ہی آب و تاب سے درخشاں و تاباں رہا، حضرت مولانا شاہ محمد عمر الوارثی قدس سرہ نے گیارہویں اپریل ۱۹۶۲ء کو وفات پائی، رسالہ پر منیجر کی حیثیت سے ان کے فرزند جناب محمد فاروق قیصر وارثی صاحب کا نام چھپا کرتا تھا، وہ اپنے والد کی وفات کے بعد وہ تعاون ومدد کے باوجود رسالہ کی اشاعت جاری نہیں رکھ سکے، ماہنامہ سُنّی کی اشاعت کے زمانے میں بھی اور اس کے بعد بھی، بہت سارے رسالے اہل سنت کے حلقوں میں جاری ہوئے

ع مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی۔

ماہنامہ سُنّی لکھنؤ کے متعلق مولانا انوار احمد نعیمی جلال پور نے یہ تحریر قلم بند کی ہے:

"حضرت قیصر وارثی لکھنوی نے مجھ سے خود بیان کیا کہ والد محترم رسالہ کی طباعت و اشاعت کے لیے اسباب خود فراہم کرتے تھے، باقی ذمہ داری میرے سپرد تھی، والد صاحب کے وصال کے بعد رسالہ جاری رکھنا دشوار ہوگیا، حضور امین شریعت میرے گھر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا رسالہ نکالو پوری پوری مدد کی جائے گی، برسوں تک رسالہ کا صرفہ اپنی جیب خاص سے پورا فرماتے رہے، پھر میں نے غیرت سے مغلوب ہو کر حضرت سے معذرت کر دی، اس کے بعد بھی برابر فرماتے رہے کہ رسالہ نکالو، ہمت سے کام لو"۔

کنزالایمان اور بہار شریعت کی کم یابی و نایابی

حضور قبلہ گاہی قدس سرہٗ نے ترویج و تبلیغ اقدار اسلامی کے لئے جس طور پر جدّ و جہد فرمائی اس کا دائرہ مدرسہ کی چہار دیواری اور منبر و محراب تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ اسکا دائرہ عامۂ مسلمین کے حلقوں تک پھیلا ہوا تھا، اس سعی و کاوش اور جدو جہد میں عقائد حقہ پر مشتمل اکابر کرام کی کتابوں کی ترسیل اور اس کی نشر و طباعت بھی شامل تھی، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے کریم و شفیق استاذ گرامی برکتہ العصر صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی اعظمی قادری رضوی قدس سرہ نے عوام و خواص کے عقائد کے تحفظ اور ان کی دینی واقفیت کے لئے بھی دو بڑے کام انجام دیے، ایک تو اپنے شیخ و مربی امام اہل سنت اعلیٰحضرت مجدد دین و ملت فانی فی اللہ باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں پیہم گذارش کر کے قرآن کریم کا محتاط و پاکیزہ ترجمہ لکھوانا منظور کرایا دوسرا بڑا کارنامہ بہار شریعت کی تالیف و ترتیب ہے حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے سخت ترین موسموں گرمیوں اور برساتوں کے ایام میں گئی رات تک ترجمہ لکھنے کا کام کیا، اور برسوں کی محنت و محبت سے کلام الٰہی کا ترجمہ مکمل کیا جب وہ تکمیل کو پہنچا۔

کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کی طباعت کی جدوجُہد

نام تجویز ہوا، اس کی کتابت طباعت کے لیے حامی سنت عظیم البرکتہ رفیع الدرجۃ صدرالافاضل استاذ العلماء المحدث الفقیہ المفسر حکیم نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ نے بے مثال جدوجُہد فرمائی۔ ایک واقعہ لکھتا ہوں جسے حضور قبلہ گاہی کو حضرت امام اہل سنت صدرالافاضل نے سنایا تھا، حضرت صدرالافاضل نے فرمایا، مطبع کی ساری تیاری مکمل ہوگئی تب کتابت کی تیاری شروع ہوئی دو کاتبوں کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نمونے ملاحظہ کے لئے پیش ہوئے، جو کم اچھا تھا اسے پسند فرمایا، دوسرے نمونہ کے حسن خط پر بار بار توجہ دلائی گئی، مگر رائے نہیں بدلی اور فرمایا مجھے یہی اچھا لگتا ہے میں نے عرض کی کہ، پہلے نمونہ خط کا خطّاط و کاتب سنّی ہے، دوسرے نمونہ کا کاتب بدمذہب وہابی ہے۔

حضرت برکتہ العصر امام صدرالشریعہ قدس سرہ کا دوسرا بڑا کارنامہ بہار شریعت کی تصنیف ہے، یہ نام اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا تجویز فرمایا ہوا ہے اس کا پہلا حصہ، جو موجودہ دوسرا حصہ ہے، اسی حصہ پر امام اہل سنت قدس سرہ نے تقریظ وتصدیق کے یہ کلمات تحریر فرمائے تھے۔

"فقیر غفرلہ المولی القدیر نے مسائل طہارت میں یہ مبارک رسالہ بہار شریعت تصنیف لطیف اخی فی اللہ ذی المجد والجاہ والطبع السلیم والفکر القویم والفضل والعلیٰ مولینا ابو العلیٰ مولوی حکیم محمد امجد علی قادری برکاتی اعظمی............ رزقہ اللہ تعالیٰ فی الدارین الحسنی مطالعہ کیا والحمدللہ مسائل صحیحہ محققہ منقحہ پر مشتمل پایا آج کل ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ عوام الناس بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلے پائیں، اور گمراہی واغلاط کے مصنوع و ملمع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں۔

مولیٰ عزوجل مصنف کی عمر وعلم وفیض میں برکت دے، اور عقائد سے ضرور فروع تک ہر باب میں اس کتاب کے اور حصص کافی وشافی ووافی وصافی تالیف کرنے کی توفیق بخشے اور انہیں اہل سنت میں شائع ومعمول اور دنیا وآخرت میں نافع ومقبول فرمائے آمین"۔

یہ مبارک تقریظ وتصدیق وتوثیق بارہویں ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ کو مرقوم ہوئی۔

عالم بنانے والی کتاب

کی کتابت وطباعت کا اہتمام وانصرام آگرہ اکبر آباد کے مطبع مفید عام میں ہوا، اس کی تمام ترذمہ داری سیدی مولانا ابوالبرکات سید احمد قدس سرہ بعدہٗ شیخ العلماء پاکستان و مفتی اعظم نے انجام دی، ۱۳۶۳ھ تک اس کے سترہ حصے طبع ہوئے، اور سب کی طباعت آگرہ میں ہوئی طبع اول کے بعد دوبارہ طباعت کی باری نہ آنے پائی تھی کہ حضرت صدر الشریعہ کا وصال ہوگیا۔

بہار شریعت طباعت کے بعد بے حد مقبول ہوئی، اکابر کبار اولیاء ومشائخ میں بھی قبول کی نظروں سے دیکھی گئی چنانچہ راقم الحروف نے کچھوچھا مقدسہ کے غوث وقطب اور مرجع انام بزرگ حضرت مولانا سید شاہ اشرف حسین اشرفی الجیلانی قدس سرہ کے شجرہ شریفہ میں دیکھا ہے کہ حضرت غوث نے مریدوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ مفتی الہند مولوی امجد علی صاحب کی بہار شریعت چھپ گئی ہے اِسے مطالعہ میں رکھیں۔

کنزالایمان شریف اور بہار شریعت کی ترویج واشاعت میں حضور قبلہ گاہی نے سرگرم حصہ لیا، آپ کے حلقۂ اثر میں شاید ہی کوئی گھر ایسا ہوگا جس میں ترجمۂ پاک اور بہار شریعت کے کم از کم گیارہ حصے نہ ہوں، پھر ایسا بھی وقت آیا جب ان دونوں کے نسخے ختم ہوگئے، اس گام پر حضور قبلہ گاہی اور آپ کے صدیق حمیم مخلص قدیم مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ دونوں کا عزم ہوا کہ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کی طباعت واشاعت کا پھر سے کام ہو، اور اس کے لئے تحلیل شدہ مرکزی جمیعۃ العالیۃ الاسلامیہ آل انڈیا سنّی کانفرنس مراد آباد کے فنڈ سے مضاربت کے طریقہ پر قرضہ حاصل کیا جائے، لیکن یہ ارادہ پورا نہ ہوسکا وجہ یہ ہوئی کہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد ظفر الدین مولانا میاں کے نام ترجمۂ تفسیر کی کاپی رائٹ محفوظ ورجسٹرڈ تھی، انہوں نے فرمایا، میں کنزالایمان کی طباعت کا اہتمام

کر رہا ہوں جس قدر نسخ مطلوب ہوں گے، فراہم کر دیئے جائیں گے، دوسری طرف آل انڈیا سنّی کانفرنس کے فنڈ سے حصول میں بھی کامیاب نہیں ہوئی دونوں بزرگوں کی طرف سے حصول قرض کے لئے، مولانا الحاج نعیم اللہ خاں علیہ الرحمہ ناظم اعلی جامعہ حبیبیہ الہ آباد آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر اعلی صدر اہل سنت حضرت محدث اعظم مولانا سید شاہ محمد اشرفی الجیلانی قدس سرہ کی خدمت معظم میں کچھوچھا مقدسہ حاضر ہوئے اور دونوں بزرگوں کا پیغام پہنچایا، حضرت سرکار کچھوچھہ پہنچنے پر کیا جواب ملا، حضرت مولانا الحاج علیہ الرحمہ نے حضور قبلہ گاہی کو اپنے خط مرقومہ شنبہ ۱۹۵۸ء ۲۷/ اپریل میں لکھا:

”کچھوچھا مقدسہ حاضر ہوا، محدث صاحب قبلہ سے قدم بوس ہوا، جواباً - مولانا محمد عمر صاحب نعیمی کو آج دو سال ہوا دے دیا، انہیں کے پاس ہے، مکتبہ نعیمیہ میں لگا دیا گیا ہے، نفع میں نصف مولانا موصوف اور بقیہ نصف فنڈ کا، اور کل تیرہ سو کچھ ہے“۔

اِدھر بہار شریعت کا یہ حال ہوا کہ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے اس کے پہلے حصے کی طباعت کے لیے حامی سنت حافظ محمد عبد الحمید صاحب صدیقی فتحپوری کی وساطت سے عبد الکریم بک سیلر چوراہا دادمیاں بیکن گنج، کانپور کو تیار کرایا، پہلے حصے کی طباعت ہوئی، اور واجبی قیمت آٹھ آنہ مقرر کرائی، فقیر کو اپنے خزائن علمیہ میں ایک بورے کے اندر محفوظ بہت سے خطوط ملے، انہیں میں ایک خط استاذ العلماء مولانا حافظ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمہ شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ کا دستیاب ہوا، ڈاکخانہ کی مہر ۱۵/ ستمبر ۱۹۵۲ء کی لگی ہوئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضور قبلہ گاہی نے بہار شریعت کی ترویج واشاعت کے لئے حضرت حافظ صاحب قبلہ کو بھی توجہ دلائی تھی، جس کے جواب میں مذکورہ خط ملا، حضرت شیخ الحدیث نے تحریر فرمایا:

شیخ الحدیث اشرفیہ کا امتناعی خط

۷۸۶"

محترم المقام ذوالمجد والاحترام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کرم نامہ موصول ہوا، آپ کا جذبہ دینی قابل قدر ہے، بہارشریعت کی سخت ضرورت ہے، اور جلد از جلد اس کا طبع ہونا ضروری ہے، اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے، والدہ ماجدہ نے طباعت شروع کرادی ہے، چنانچہ حصہ دوئم زیر طبع ہے عن قریب ہی چھپ کر تیار ہو جائے گا، اس کے بعد تیسرا چوتھا حصہ اسی طرح سب جاری رکھنے کا قصد کرلیا ہے۔ اس لیے اب دوسری طباعت کا قصد نہ کیا جائے، ورنہ ان لوگوں کے لئے مضر ہوگا، اور غالباً وہ لوگ اجازت بھی نہ دیں گے کیونکہ خود ہی کام شروع کر دیا ہے جس قدر ضرورت ہو پتہ ذیل سے طلب فرمالیں۔

قادری منزل، کریم الدین پور، گھوسی ضلع اعظم گڑھ مولوی ضیاء المصطفی صاحب احباب کو سلام، فقط

عبدالعزیز عفی عنہ"

ترجمۂ قرآنی کنزالایمان اور بہارشریعت کی طبع ونشر کا وعدہ ضرور ہوا، لیکن یہ کہ ان کی طباعت بھی ہوئی یا وعدہ صرف وعدہ رہا اس کا بتانا کچھ ضروری بھی نہیں، دورِحاضر میں طباعتی سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے مذکورہ کاموں کو ایک عام کام کہا جاسکتا ہے لیکن جس دور کا ذکر کیا جارہا ہے، اس میں اہل سنت وجماعت میں طباعتی اور اشاعتی سرگرمیاں اور خدمتیں نہ ہونے کے برابر تھیں، اس پس منظر میں بعد تقسیم ہندوستان میں اہلِ سنت کی طرف سے کتابی تبلیغی خدمات پر نظر ڈالیے تو تقریباً بیس برس کی مدت خالی نظر آئے گی۔

تمہیدایمان کی بار باراشاعت

وعظ وتبلیغ کی کثرت، اور تدریس وافتاء کی مصروفیات، اور اعلان حق کی افادیت مسلم، مگر سرمایۂ کتاب کی اہمیت کا اپنا مقام ومرتبہ ہے، وہابی علماء نے تعظیم عظمتِ شانِ پاک پر جیسی ناپاک جسارتیں کیں، تقویۃ الایمان، اسماعیلی مذہب کی کتاب نے جو زہریلے اور ناپاک عقیدے پھیلائے، ان سب کے تریاق کے لئے، امام اہلِ سنت اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی تصنیف مبارک تمہید ایمان کا بڑا ہی اہم مقام ہے، ایمان ومحبت سے لبریز اس کتاب سے اہل اسلام کے قلوب منور ہوتے ہیں، حضور قبلہ گاہی نے ان مقاصد کی تکمیل وترویج کے لئے تمہید ایمان چھپوا کر تقسیم کرانا شروع کی پانچ پانچ ہزار کی تعداد میں طبع کرائی جاتی تھی۔ اس دور میں تمہید ایمان ہی وہ کتاب تھی جو جگہ جگہ نظر آتی تھی، اس کی ترویج میں ماہنامہ سنی لکھنؤ اور عاشق الرسول حضرت شیر بیشۂ سنت مولانا شاہ ابوالفتح محمد حشمت علی خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ پیش پیش رہے اور حق تو یہ ہے کہ عظمتِ شانِ پاک کا وہ لواء جسے اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت نے بڑی بلندی پر لے جا کر اُٹھایا تھا، اُس عصر میں حضور پُرنور قبلہ گاہی نے اس کو اپنے ہاتھوں سے اٹھا رکھا تھا جس میں ان کا کوئی مثیل ومماثل نہ تھا۔

انجمن تنظیمِ اہل سنّت کا قیام اور اس کی سرگرمیاں

کان پور جیسے صنعتی اور کاروباری شہر میں علماء مشائخ کی آمد بہت ہوا کرتی تھی، بزرگانِ صفی پور شریف اور حضرت مولانا شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادی بکثرت تشریف لاتے اور قیام فرماتے، حضرت شاہ عبداللطیف چشتی فخری کا بھی وسیع حلقۂ ارادت تھا اور ان کے حلقوں کی تنظیمیں بھی کثرت سے تھیں لیکن ان کا دائرہ کار اسی حلقہ میں محدود تھا، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی عالی قدر شخصیت بحیثیت عالم اجل اور عارف اکمل مشہور تھی اور اس دور میں بھی ہزار ہا احتیاط وانکار کے باوجود کانپور میں حلقۂ ارادت وتلامذہ بہت وسیع

تھا لیکن یہ آپ کے قلب مبارک کی آفاقیت تھی کہ آپ صرف اہل سنت و جماعت کے اتحاد و تنظیم کے حامی اور علم بردار تھے، اور اسی اتحاد و اتفاق کے لئے جدو جہد فرماتے تھے، جماعت رضائے مصطفی کے اسٹیج سے ملک گیر تنظیم میں سرگرم عمل تھے شہری اور علاقائی عمل کے لیے اپنے مخلص و معتقدین اہل سنت کے تعاون سے انجمن تنظیم اہل سنت قائم کرائی اس کے ناظم جناب صوفی محمد عبد السلام صاحب رفاقتی اشرفی جائسی، اور انہیں کے ہم وطن اور شہر میں مشہور، خادم اہل سنت جناب منشی منظور الحق صاحب جائسی اس کے صدر تھے، اس انجمن کا دو کام بہت اہم تھا۔ مسلمان لاوارث مردوں کی تجہیز و تکفین اور تدفین اور یتیموں اور بیوہ گان کی خبر گیری، اس کے علاوہ تبلیغ و تذکیر کے لئے سالانہ جلسوں کا اہتمام تھا ان جلسوں میں حضرت اقدس محدث اعظم کچھوچھا مقدسہ اور حامی سنت مولانا شاہ محمد عمر وارثی مدیر ماہنامہ سنی لکھنؤ اور خطیب مشرق حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی الہ آبادی کی تقریریں اور مواعظ حسنہ ہوا کرتے تھے، یہ انجمن مسجدوں اور مدرسوں کے کاموں میں بھی مدد کرتی تھی، جب کانپور میں آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء بمبئی کی صوبائی شاخ قائم ہوئی تو حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے حکم وامر سے انجمن کا سنی جمعیۃ العلماء میں انضمام ہو گیا، اور اس کے ارکان جمعیۃ کے ارکان ہو گئے لیکن وہ کام جو انجمن تنظیم اہل سنت انجام دیتی تھی، اس کا بہت نقصان ہوا سنی جمعیۃ علماء بھی جلد ہی منظر عام سے روپوش ہو گئی۔

آل انڈیا تبلیغِ سیرت میں شرکت اور جدّ و جہد

جمعیۃ العلمائے ہند کا قیام حضرات علماء فرنگی محل، بدایوں شریف اور الہ آباد کا مرہون منت تھا، لیکن جلد ہی جمعیۃ علماء پر وہابی علماء کا غلبہ و قبضہ ہو گیا، اس وقت علماء اہل سنت مذکورہ بالا نے جمعیۃ علماء اسلام قائم کی مگر اس کے ساتھ بھی یہی المیہ پیش آیا اور وہابی تھانوی حلقہ اس پر قابض ہو گیا تقسیم ہند تک یہی حال رہا ملکی حالات اس قدر ناگفتہ تھے کہ مسلم معاملات اور ان کے حقوق طلبی والی کوئی آواز نکالنا بھی قابل گردن زدنی تھا، ایسے وقت میں صدر اہل سنت حضرت محدث اعظم کچھوچھہ مقدسہ اور

حضرت ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین کے مشورہ اور رائے سے ایک تنظیم کی تجویز سامنے آئی ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں مسجد ٹاٹ شاہ فیض آباد میں حضرت صدر اہل سنت محدث اعظم کی سرپرستی میں مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔ اور تنظیم کا نام آل انڈیا تبلیغ سیرت قرار پایا، اور اس کی تنظیم اور صدارت کا بار مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ کے سپرد ہوا، نظامت، بحر العلوم حضرت العلامہ المفتی محمد عبد الحفیظ حقانی مفتی آگرہ کو سونپی گئی اور اس مجلس کے بعد برسوں سکوت وخاموشی کا زمانہ گزرا کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہوئی، پھر وہ وقت آگیا جب حضور قبلہ گاہی کی سرگرم تائید اشتراک عمل حضرت صدر کو مل گئی، تب دونوں صدیق حمیم اور مخلص قدیم رفیق نے مل کر ایک بڑی مجلس شوری علمائے عصر کی طلب کی، یہ کوئی ۱۹۵۲ھ کا زمانہ ہوگا، حقیر راقم الحروف اس زمانے میں جامعہ حبیبیہ میں حفظ قرآن پاک میں مشغول تھا اور شاید ساتواں پارہ حفظ کر رہا تھا، چھوٹی سی عمر کا دیکھا ہوا وہ منظر آنکھوں میں گردش کر رہا ہے، جب اکابر علماء ومشائخ عصر وعہد مسجد اعظم الہ آباد کے مرکزی ہال میں جمع تھے، اور مجود اعظم استاذ المجودین والقراء مولانا الحافظ القاری محب الدین احمد امام جامع مسجد الہ آباد قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے اور حاضرین وسامعین پر وجد کی سی کیفیت طاری تھی شمالاً وجنوباً علماء کرام تشریف فرما تھے، اور جانب مغرب صدر مجلس کے مقام پر حضرت مجاہد ملت قدس سرہ رونق افروز تھے دائیں طرف حضور قبلہ گاہی اور بائیں طرف، بحر العلوم مولانا المفتی محمد عبد الحفیظ حقانی مفتی آگرہ تشریف فرما تھے، ڈھائی سو علماء اکابر روزگار کی شرکت کی بات کانوں میں پڑی ہوئی ہے،

اس مجلس میں جماعت کی تشکیل جدید ہوئی، حضرت مجاہد ملت، صدارت سے خود برطرف ہوئے اور نظامت کی خدمت پر مُصر ہوئے وہ اس منصب کو حضور قبلہ گاہی سے سرفراز دیکھنا چاہتے تھے مگر حضور قبلہ گاہی نے ان سے اتفاق نہیں کیا لہٰذا حضور قبلہ گاہی ناظم اعلیٰ ہوئے اور بحر العلوم حضرت مفتی آگرہ رحمۃ اللہ علیہ ناظم نشر واشاعت مقرر ہوئے، نائبین صدر اور نائبین ناظم بھی کئی کئی منتخب ہوئے مدّاح الحبیب پاک مولانا حکیم محمد یونس نیازی نظامی علیہ الرحمہ اور مولانا الحاج مرحوم نے الہ آباد کی حد تک بڑا بڑا کارنامہ

انجام دیا، باقی سب کہانی ہے، جب حضور قبلہ گاہی کی توجہ عنایت سے سبحان الہند مولانا العلامہ ابوالوفاء فصیحی غازی پوری علیہ الرحمہ قریب ہوئے ان کی وجاہت اور خاندانی علم وفضل و مشیخت سے آل انڈیا تبلیغ سیرت کو بہت فائدہ پہونچا، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی بے نہایت عنایات بھی ان کے شامل حاصل رہیں، ان کے حاسدین و ناقدین نے طرح طرح سے حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کو ان سے دور کرنے کی ناتمام سعی کی مگر حضور قبلہ گاہی اپنی جگہ پر قائم رہے، اور مولانا فصیحی صاحب کی عقیدت بھی اپنی جگہ استوار رہی۔

مناظرۂ پرشدے پور سلون

ضلع رائے بریلی میں قصبہ سلون شریف کے متصل ایک بڑا اور مشہور مقام پرشدے پور ہے وہاں وہابیوں کی کثیر آبادی ہے، یہ مناظرہ وہاں ہی ہونا قرار پایا، اس موقع پر حضور قبلہ گاہی نے حضرت شیر بیشۂ سنت مولانا ابوالفتح محمد حشمت علی خاں قادری رضوی لکھنوی قدس سرہ متوفی ۱۳۸۰ھ کو مناظرہ میں شرکت کی دعوت بھیجی اور وہ تشریف بھی لے گیے تھے، یہاں پر حضور قبلہ گاہی کے مکتوب گرامی کی نقل کی نقل درج کی جاتی ہے۔

حضرت شیر بیشۂ سنت کے نام مکتوب

۲۴ر جنوری ۱۹۵۲ء کانپور ۷۸۶

"بخدمت گرامی حضرت شیر بیشۂ سنت دام مجدکم السلام علیکم ورحمة وبرکاته

قصبہ پرشدے پور متصل سلون ضلع رائے بریلی میں ۱۲ر جنوری کو میں مناظرے کے لیے بلایا گیا جب پہنچا تو وہاں علمائے دیوبند موجودین نے مجھ سے مناظرے سے گریز کرتے ہوئے، میعاد کی توسیع چاہی، میں نے اجازت دیدی، اب ۱۷ر فروری روز یکشنبہ کا دن طے پایا ہے۔

کاکوروی کے یہاں ان کی بہن منسوب ہے، اس لیے ان کو قوی امید ہے کہ انہیں میدان میں لے آئیں گے، ان کے علاوہ ان کے اکابر کے متعلق ان لوگوں کا خیال ہے اور ممکن ہے، کہ ان میں سے کوئی آجائے، بہر صورت میری اعانت آپ پر ضروری ہے، آپ ۱۶ر فروری کو رائے بریلی پہنچنے کے لیے

وقت نکالیں، امید کرتا ہوں، کہ میری درخواست شرف قبولیت حاصل کرے گی، اس کا جواب اور اپنا پتا صاف تحریر فرمائیں تاکہ سفرخرچ روانہ کیا جائے، حضرت مفتی اعظم قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں سلام عرض ہے، نیز طالب دعاء ہوں، احباب حاضرین کو سلام، نہایت بے چینی سے جواب کا منتظر رہوں گا۔

طالبِ دعاء فقیر رفاقت حسین غفرلہ

احسن المدارس قدیم

اس مناظرہ میں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے مولانا ارشد القادری کو بھی شرکت کا خط لکھا تھا، اور وہ شریک بھی ہوئے تھے، انہوں نے حضرت شیر بیشۂ سنت کی سوانح و سیرت کی کتاب "مولانا حشمت علی لکھنوی ایک تحقیقی مطالعہ" کے "کلمۂ تکریم" میں اپنی شرکت کے ذکر میں لکھا ہے،

""مھونا (ضلع سلطان پور) میں مولوی عبدالشکور کاکوروی کے لڑکے مولوی عبدالاول اور مولوی عبدالسلام کے ساتھ مناظرہ طے پایا تھا، اس مناظرہ میں سلطان المتکلمین حضرت امین شریعت علامہ شاہ مفتی رفاقت حسین صاحب کی طلبی پر میں بھی حاضر ہوا تھا، ۱۹۵۴ء میں مولوی عبداللطیف موئی کے ساتھ حضرت موصوف میرا پہلا مناظرہ دیکھ چکے تھے، اس تعلق سے انہوں نے مجھے یاد فرمایا تھا" اس مقام پر مولانا ارشد القادری علیہ الرحمہ کے حافظہ نے دھوکا کھایا جمشید پور کا مناظرہ ۱۹۵۴ء میں ہوا مھونا میں مناظرہ اس سے دو برس پہلے جنوری ۱۹۵۲ء میں ہوا۔

صوبہ اڑیسہ میں وہابیہ کی بدحواسی

کل ہند تبلیغ سیرت کے مقاصد کے ابلاغ کے لیے تبلیغی دوروں کا سرگرم سفر شروع ہوا، صوبہ یوپی کے شہروں میں تبلیغ سیرت کی شاخوں کا قیام ہوا، صوبہ بہار میں عظیم آباد پٹنہ میں صوبائی شاخ قائم ہوئی، اگلی منزل بنگال واڑیسہ کی تھی، اڑیسہ کے مختلف شہروں اور قصبوں میں مواعظ کے پے در پے اجلاس ہونے لگے، ۱۳۷۱ھ ۱۹۵۲ء میں پیہم اجلاسوں نے عوام وخواص میں مذہبی بیداری کی جوت جگادی، دوسری طرف وہابیوں نے ان دوروں کو اپنے حق میں خطرہ محسوس کیا، وہابی فرقہ نے قلب امت

میں افتراق واختلاف کاناسوری زخم ڈالاتھا،ان بزرگوں نے متفق رائے ہوکر یہ طے کیا کہ استحکام ملت کے لئے وہابیہ سے صفائے قلب ہوجائے،اس تجویز کے تحت اڑیسہ کے نمائندے اڑیسہ جمعیۃ العلماء وہابیہ کے قائد مولوی اسماعیل کٹکی سے صفائے قلب کے لیے مشترکہ اجلاس کی تجویز پیش کی چنانچہ مشترکہ اجلاس منعقد ہوا،اس اجلاس میں حضر مجاہد ملت سے کہا گیا کہ آپ اپنی تقریر میں اپنا مسلک بیان فرمائیں۔

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے محبت وتعظیم رسول پاک علیہ افضل الصلاۃ واکرم السلام کا ایمان افروز بیان فرمایااور علماء دیوبند کے کلمات کو بیان فرما کر فرمایا کہ

علمائے دیوبند کے یہ کلمات عظمت شان پاک رسول پاک ﷺ کے منافی ہیں، شریعتِ اسلامیہ نے ان کلمات کو کفر اور ان کے قائلین کو کافر قرار دیا ہے،ایک گھنٹہ ہوچکا تھا، منتظمین جلسہ نے یہ کہ کر آپ کی تقریر ختم کرادی کہ اب آپ کی تقریر کا مولانا اسماعیل صاحب جواب دیں گے،اور اپنا عقیدہ ظاہر کریں گے،مولانا اسماعیل نے ایک گھنٹہ تک تقریر کی گھنٹا ہوگیا تو سامعین نے مولانا اسماعیل دیوبندی وہابی سے کہا کہ ہم لوگوں نے آپ کے بیان کو سن کر سمجھا تو یہ سمجھا کہ آپ نے کچھ نہیں کہا،کہ جس سے معلوم ہوتا کہ آپ کا عقیدہ کیا ہے؟

آپ نے مولانا حبیب الرحمن صاحب کی تقریر کی تائید کی،کہ درود وسلام اور فاتحہ درست ہے، جو اس کا منکر ہے وہ مسلمان نہیں ہوسکتا،تو آپ ذراواضح طور پر بیان فرمادیں کہ مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب نے جو بیان فرمایا ہے وہ صحیح اور درست ہے،یاغلط و باطل ہے،یہ سن کر مولانا اسماعیل کٹکی چراغ پاہوگئے،اور بڑے زور سے بولنے لگے کہ آپ لوگوں کو میری تقریر میں بولنے کا کوئی حق نہیں ہے،آپ لوگ چاہتے ہیں کہ میری تقریر نہ ہو،

منتظمین اجلاس نے کہا کہ جتنا وقت آپ سے پہلے مولانا حبیب الرحمن صاحب کو دیا گیا تھا اتنا ہی وقت آپ کو دیا گیا مگر بات بالکل سمجھ میں نہ آئی کہ آپ تائید کرنے آئے ہیں یا ناجائز ثابت کرنے کے لیے یہ سن کر مولانا محمد اسماعیل کٹکی نہایت برافروختہ ہوئے،اور یہ کہ کر کھڑے ہوگئے کہ آپ لوگ میرا بیان

سننا نہیں چاہتے تو میں جارہاہوں، حضرات کرام نے یہ خیال فرماتے ہوئے کہ مولانا اسماعیل صاحب کو یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ مجھے اتنا وقت نہیں دیا گیا ورنہ میں ان سب کو ناجائز وحرام ثابت کر دیتا لہٰذا ان کو بہ ہزار منت وسماجت دوبارہ تقریر کے لیے آمادہ کیا۔

مولوی اسماعیل کٹکی اب تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو تائیدی بیان کیا اور کہا کہ ہر جماعت میں اچھے برے لوگ ہوتے ہیں جو انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ناروا اور بے ہودہ الفاظ نکالا کرتے ہیں، ان کو چھوڑ یئے اور جو اچھے ہوں ان کی تائید وتقلید کیجئے، اس اچھے اور برے کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ صحابہ کرام میں بھی ہر قسم کے افراد تھے اور رسول اللہ ﷺ نے تمام باتیں ظاہر فرمادیں، کوئی بات قابل بیان نہیں، دین میں نئی بات پیدا کرنا بدعت ہے، جو شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے، میں مناظرہ نہیں کرتا اور تقریر ختم کر دی۔

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے سامعین ومنتظمین اجلاس سے اجازت لے کر تقریر فرمائی کہ مولانا اسماعیل صاحب نے اہل سنت کے ان تمام عقائد ومسائل کی تائید کی جو میں نے بیان کیے مگر ان کی دو باتیں خلاف اسلام ہیں، یہ مثال دینا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اچھے بھی تھے اور برے بھی تھے، یہ رافضیوں کا مذہب ہے، اہل سنت کا نہیں دوسرے یہ کہ حضور نے فرمایا کہ من سن سنۃ الخ۔ جس نے اسلام میں کوئی اچھی بات جاری کی اور جو اس پر عمل کرے گا اس کا اجر اس جاری کرنے والے کو بھی ملے گا، اس حدیث نے اچھی باتوں کی ایجاد کا جس کی بنیاد شریعت مطہرہ میں پائی جاتی ہو، یا قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو عام اجازت دے دی، اور واضح کر دیا کہ ہر اچھا کام جو قواعد شرع کے خلاف نہ ہو وہ حسن ہے، اور خدا کے نزدیک اس پر اجر وثواب ہے چنانچہ بہت سے مسائل امت میں اسی قسم کے جاری ہیں، جو حضور کے زمانے میں نہ تھے مگر اس حدیث سے اسکی تائید ہوتی ہے اور امت نے بالاتفاق تسلیم کر لیا ہے، جیسے ایک اذان کا اضافہ جمعہ کے دن فقہ کے مسائل کی تدوین، مدارس کا قیام یہ تمام مسائل حضور اکرم ﷺ کے دور میں نہ تھے، جب سے رائج ہوئے، آج تک اہل اسلام اس پر عامل ہیں

معلوم ہوا کہ بدعت کی جو تقریر مولوی اسماعیل صاحب نے کی مذہب اہل سنت کے خلاف ہے بلا دلیل و ثبوت ہے جس پر عمل کرنا کھلی گمراہی ہے۔

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی تقریر تمام ہوئی تو حاضرین و سامعین کا اصرار ہوا کہ سلطان المناظرین حضرت مولانا مولوی رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور اس موضوع پر اہل سنت و جماعت کے متفق علیہ عقائد و مسائل بیان فرمائیں، اور جو علمائے دیوبند نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زہر افشانی کی ہے اس کو قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں اور جو حکم شرع ان علمائے وہابیہ کے لیے ہو ظاہر فرمائیں، تاکہ ہم مسلمان اس کو اپنا دستور العمل بنائیں اس وقت کا فیصلہ ہمارے لیے قطعی فیصلہ ہوگا کیونکہ علماء اہل سنت اور علماء دیوبند بھی قریب ہی کمرہ میں موجود ہیں، اور دونوں کو حق حاصل ہے کہ جو بات حق کے خلاف پائیں اس پر اعتراض کرکے اسکو رد کردیں اور اپنے مخالف سے حق کی حقانیت اور باطل کا بطلان منوالیں، چنانچہ حضرت سلطان المناظرین مفتی اعظم کانپور نے اپنا بیان جاری فرمایا۔

حضرت مفتی اعظم کانپور نے اولاً انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام کے مناقب و فضائل اور ان کے درجات بیان فرماتے ہوئے، میلاد شریف کے متعلق علمائے دیوبند کی کتاب براہین قاطعہ کا مسلک ظاہر فرمایا کہ دیوبندی وہابی علماء میلاد شریف اور قیام کو مشرکانہ رسم اور بت پرستی سے تعبیر کرتے ہیں، اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ:

"پس ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہندو کے سانگ کنہیا کا ہر سال کرتے ہیں" کیا غضب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پاک کو رام کا جنم کہا ہے، یہ ہے ان وہابیوں کا ایمان جس میں نبی اور بت دونوں برابر کیے جاتے ہیں، میلاد پاک کی محفل اور ذکر پاک کو کنہیا کی طرح بنا دیا۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ ہیں جو لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں لے جائیں گے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا اے لوگو! تم جہنم کے کنارے پہنچ چکے تھے کہ ہمارے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں اس سے نکالا، یہ شان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

اور بت اور بت پرستوں کے متعلق ارشاد ہوا هُمْ وَمَايَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ یہ بت اور بت پرست سب جہنم میں ڈالے جائیں گے، اور اسی کتاب براہین قاطعہ میں علم غیب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان کے علم سے کم بتایا، اور دوسری کتاب حفظ الایمان میں حضور پاک کے علم پاک کو جانوروں اور پاگل کے مثل بتایا، اور تحذیر الناس میں مولوی قاسم نانوتوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کو گواروں کا خیال بتایا۔ یہ کلمات کفر ہیں جن پر ہند کے علمائے کرام نے کفر کا فتوی دیا۔

حضرت سلطان المناظرین مفتی اعظم کانپور نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ان عبارتوں کو جان بوجھ لینے کے بعد بھی اگر کوئی علمائے دیوبند کے کفر میں شبہ کرے تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے، اور یہ بھی کہ قرآن وحدیث سے ذکر رسول اور تعظیم رسول اور درود وسلام اور بزرگان دین کی بزرگی، اور ایصال ثواب، فاتحہ، غرباء ومساکین کے کھانے کو ثابت فرمایا اور صوفیائے کرام اور علمائے اعلام اسلام کا مسلک اور ان کا عمل بیان فرمایا، حضرت مفتی اعظم کے بیان پُر اثر سے سامعین بہت محظوظ ہوئے اور مطمئن ہوئے، اور جلسہ حسب معمول اہل حق صلوٰۃ پر ختم ہوا۔

بیان سے فراغت پاکر جب حضرات علمائے اہل سنت جائے قیام پر جانے لگے تو سامعین نے روک کر کہا کہ ابھی ایک اہم معاملہ فیصلہ کے لیے باقی ہے علمائے کرام نے پوچھا وہ کیا ہے، لوگوں نے کہا کہ شاہ جی سے بلا کر پوچھا جائے کہ کیا فیصلہ ہوا؟ اور اب وہ میلاد وقیام کو کیا کہتے ہیں، اور اس کے متعلق ان کا کیا عقیدہ ہے، شاہ جی طلب کئے گئے اور بیچ محفل میں بٹھا کر سلطان المناظرین مفتی اعظم کانپور حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ نے شاہ جی سے سوال کیا کہ آپ میلاد شریف سلام وقیام اور فاتحہ بزرگان دین اور ایصال ثواب کو جائز سمجھتے ہیں یا ناجائز؟ شاہ جی نے جواب دیا کہ میں ان سب کو جائز سمجھتا ہوں، اور کوئی مسلمان بھی اس کو ناجائز نہیں کہہ سکتا؟

شاہ جی کا بیان سن کر سامعین نے شور مچایا، کہ کل تو آپ سب کو ناجائز کہہ رہے تھے، اور آپ کی وجہ

سے ہم سب کو پریشانی ہوئی، آپ نے اپنے یہاں تمام طریقہ بند کر دیا ہے، پھر ہم لوگ کیسے سمجھیں کہ آپ اس کو جائز سمجھتے ہیں شاہ جی نے پھر اقرار کیا کہ ہم ان سب کو جائز سمجھتے ہیں اور اس پر ہمارا عمل درآمد ہوگا، اس پر حضرت مفتی اعظم نے سامعین کو مخاطب کر کے کہا کہ اب آپ لوگوں کو شاہ جی کی بات پر اعتبار کر لینا چاہئے، کل تک ان کو جو بتایا گیا تھا اس کا اظہار کرتے تھے، اور آج جبکہ فریقین کے علماء نے ایک جگہ جمع ہو کر اختلافی مسائل پر روشنی ڈالی اور حق بات شاہ جی پر ظاہر ہوگئی تو اب جس حق کا اظہار کر رہے ہیں، اس پر سب لوگوں کو اعتماد کر لینا چاہئے، اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا، حضرات اہل سنت رات کو قیام کر کے صبح کو گوجی دڑا ضلع بالیسر کے مسلمانوں کی طلبی پر پہنچے۔

یہاں غیر مقلد وہابیوں کا عالم مقیم ہے، جو عوام اہل سنت کو ورغلاتا ہے، اور عوام اہل سنت سے زبردستی اپنے باطل مذہب کو منوانا چاہتا ہے اس لیے عوام اہل سنت نے جلسہ قائم کیا جس میں رئیس ملت عالم شریعت حضرت مولانا مفتی الحاج شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ قدس سرہ نے نہایت متانت کے ساتھ اہل سنت و جماعت کی حقانیت پر روشن دلائل کے ساتھ تقریر فرمائی اسکے ساتھ ہی غیر مقلدین کے ناروا حملوں کو اور گمراہی کے عقائد کو بھی ظاہر فرمایا۔

ان کی تقریر کے ختم کے بعد سلطان المناظرین حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب مدظلہ العالی مفتی اعظم کانپور نے ایک مبسوط تقریر فرمائی جس میں اولاً اہل سنت و جماعت کو پابندی احکام اسلام اور سکون و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی، اور اس حدیث شریف کی تلاوت فرمائی، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میری امت میں بہتر فرقے ہو جائیں گے، صرف ایک گروہ نجات پا کر جنت میں جائے گا باقی سب کے سب دوزخ میں جائیں گے، سوال کیا گیا وہ کون سا فرقہ ہے جو جنت میں جائے گا؟ ارشاد فرمایا، وہ فرقہ ہے جو ہمارے اور ہمارے صحابہ کے راستہ پر ہوگا، اور وہ بہت بڑا گروہ ہوگا، پھر ارشاد فرمایا اسی بڑے گروہ کی پیروی کرو، یعنی وہ جماعت اہل سنت ہیں جو راہ حق پر ہیں، اور انہیں کے لئے نجات ہے، اور وہابیہ نجدیہ کے لئے وہ حدیث شریف پڑھی جو بخاری شریف میں ہے کہ

Scanned with CamScanner

نجد سے ایک فتنہ وزلزلہ اٹھے گا،اور وہیں سے شیطان کاا یک گروہ نکلے گا،یعنی نجد سے ایسافتنہ ظاہر ہوگا جو مسلمانوں کے ایمان کو برباد کردے گااور وہ شیطانی گروہ ہوگاان دونوں حدیثوں سے یہ یقینی طور پر معلوم ہوا کہ اہل سنت و جماعت نجات پانے والا گروہ ہے،اور نجدی فرقہ شیطانی گروہ ہے اور شیطانی گروہ یقیناً جہنمی ہے۔

اب معلوم کرنا باقی رہ گیا،کہ نجدی گروہ کون گروہ ہے اور اس کے عقائد وخیالات کیا ہیں، تو سنوا یک شخص ابن عبدالوہاب ۱۲۲۲ھ میں نجد میں ظاہر ہوا جس کا عقیدہ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو بڑا بھائی جیسا سمجھنا چاہئے،بزرگان دین کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں،اور انبیاء واولیاء کے مزارات کی تعظیم کو شرک بتایا،حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت ماننے والوں کو ابو جہل جیسا مشرک سمجھا اور اسی طرح کے بہت سے واہیات اور خرافات اپنی کتاب کتاب التوحید میں لکھا ہے،اس کو ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی لائے اور اسی مضمون کی تقویۃ الایمان لکھی جس پر غیر مقلد کا عمل درآمد ہے اور جس کو دیوبندی وہابی عین اسلام سمجھتا ہے ہندوستان کے دونوں وہابی نجدی گروہ کے ہیں جس کے لیے حدیث شریف میں شیطانی گروہ اور ایمان کا برباد کرنے والا بتایا گیا۔

تقریر ختم ہونے کے بعد حضرت مفتی اعظم کانپور نے اعلان فرمایا کہ اگر کسی کو یہ حدیثیں دیکھنی ہوں یا ان کے عقائد کے متعلق حوالہ وثبوت دیکھنا ہو،تو کل دن بھر یہیں قیام کروں گا کل شب میں تقریر کے بعد واپس جاؤں گا،تو کل دن بھر موقع ہے،جن کو شک ہو وہ اپنے شکوک رفع کریں،اور کتابیں دیکھ لیں اس کے بعد واپس جاؤں گا،تو کل دن بھر موقع ہے،جن کو شک ہو وہ اپنے شکوک رفع کریں،اور کتابیں دیکھ لیں اس کے بعد جلسہ اختتام کو پہنچا،دن بھر لوگ آتے رہے،اور سوالات کے جوابات پاتے رہے،شام تک بہت سے لوگ مطمئن ہو گئے،اور ان کو صحیح راستہ مل گیا،شام کو وہابی غیر مقلد کا پیغام آیا اگر ہم کو کتاب دکھادیں تو ہم توبہ کرلیں گے،اور اہل سنت کا طریقہ اختیار کرلیں گے،حضرت سلطان المناظرین مفتی اعظم مد ظلہ نے فرمایا:

"ان سے اتنا لکھالاؤ کہ ہم حدیث شریف دیکھنے کے بعد وہابیت سے توبہ کرلیں گے
اور اپنی سنّیت کا اعلان کر دیں گے، اتنا لکھ دیں تو جہاں کہیں، وہاں میں حدیث
شریف دکھانے کو تیار ہوں"۔

جب لوگ یہ خبر لے گئے، ان کے پاس پہنچے، اور ان سے لکھنے کو کہا تو انہوں نے جواب میں کہا "مولانا کا جی چاہے تو، مجھے کتاب دکھادیں، مگر میں یہ نہیں لکھ سکتا، کہ حدیث شریف دیکھ لینے کے بعد توبہ کرلوں گا"۔

جب لوگ لوٹ کر آئے تو محفل قائم تھی، اور حضرت اقدس سلطان المناظرین مفتی اعظم کانپور کے بیان کا وقت آچکا تھا، حضرت مفتی اعظم نے اپنے بیان میں وہابی عالم کا پہلے اقرار اور اس کے بعد انکار کا حال حاضرین کو سنایا، اور ساتھ ہی حدیث شریف پڑھ کر سنادی، حاضرین اس سے بہت ہی محظوظ ومتاثر ہوئے جلسہ بحمدہ تعالیٰ ہر طرح سے بہت ہی زیادہ کامیاب رہا، اور حضرت قبلہ مفتی اعظم کے ختم بیان پر صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا۔

دوسرے روز یہاں سے ضلع کٹک کے شہر جاجپور تشریف فرمائی ہوئی، یہاں کے سنی مسلمانوں نے بتایا کہ یہاں ایک دیوبندی وہابی مولوی صاحب ہیں، وہ فاتحہ ومیلاد شریف کی محفلوں کے انعقاد سے روکتے ہیں ہم لوگ بے پڑھے لکھے ہیں، ان کی باتوں کا جواب نہیں دے سکتے، انہوں نے ہم لوگوں سے بزور کہا کہ اگر کوئی عالم صاحب جائز اور امور مقبولہ کہتے ہیں تو، ان کو بلاؤ، ہم بھی اپنے علماء کو بلائیں گے، اب آپ حضرات کی تشریف فرمائی ہوگئی ہے، تو آپ حضرات اس مسئلہ کو صاف صاف بیان کر دیں، کہ حق کیا ہے، تاکہ ہم لوگ اسی پر عمل کریں، چنانچہ شب میں درگاہ شریف میں مولود شریف کی مبارک محفل قائم کی گئی، اس مجلس میں حضرت مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ نے عظمت رسول پاک اور ان کی اطاعت پر مدلل تقریر فرمائی، ان کی تقریر کے بعد حضرت سلطان المناظرین مفتی اعظم کانپور قبلہ دامت برکاتہم کا وعظ شروع ہوا، آں حضرت نے اصلاح عقائد واعمال پر تقریر فرمائی جس میں وہابی مسائل کے

بطلان پر زیادہ زور تھا،جلسہ نے تقریباً دس بجے شب کو صلوۃ وسلام پر خیر ختام پایا مولوی شمس الہدی مولوی نورالزماں، اور چند افراد قیام گاہ تک ساتھ پہنچے، اور انہوں نے کہا، مجھے آپ کے یہاں سے اختلاف ہے بہتر ہوتا کہ آپ کے اور علماء دیوبند کے درمیان مناظرہ ہو کر مسئلہ صاف ہو جاتا، آپ نے مولانا اشرف علی کے متعلق جو بیان دیا ہے، وہ ناقابل برداشت ہے، دوسرے دن صبح سویرے ۱۵؍جنوری ۱۹۵۳ءکو ان تینوں نے اپنے دستخطوں سے داعی ومیزبان کے نام خط بھیجا، جس میں پندرہ فروری ۱۹۵۳ءکو تاریخ مناظرہ مقرر کی۔

حق وباطل کے فیصلہ کی تاریخ

حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ کی طرف سے عوام کی آگاہی کے لیے اس عنوان سے اعلان واشتہار شائع کرایا گیا۔

۷۸۶/۹۲

برادران اہل سنت السلام علیکم ورحمة وبرکاته

میں بسلسلۂ بیان میلاد شریف بالیسر صوبہ اڑیسہ پہنچا، وہاں مجاہد ملت حضرت مولانا الحاج شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب مدظلہ العالی بھی موجود تھے، پھر ۱۴؍جنوری ۱۹۵۳ءکو ہم لوگ جاجپور ضلع کٹک پہنچے، میری اور حضرت مولانا کی تقریر ہوئی، بعد بیان مولوی شمس الہدیٰ اور مولوی نورالزماں اور ایک صاحب جن کا نام مجھے معلوم نہیں، قیام گاہ پر آئے اور مطالبہ کیا کہ آپ نے جو علمائے دیوبند پر کفر کا فتوی سنایا، اس پر مناظرہ کر لیجیے، ہماری طرف سے منظور کر لیا گیا، چنانچہ میں نے ان سے تحریر لی اور ۱۵؍جنوری ۱۹۵۳ءکو شہر بھدرک چلا آیا، اور حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اور عزیزی مولانا مشتاق احمد نظامی وہیں رہ گئے لہذا میں بذریعہ اشتہار اعلان کرتا ہوں کہ تمام حضرات ۱۵ فروری کو شہر جارج پور میں جمع ہو کر حق وباطل کا فیصلہ کر لیں، فقط والسلام فقیر رفاقت حسین غفرلہ۔

نقاب ڈال کے چہرے پہ بے نقاب ہوئے

حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ اور آپ کے رفقاء علماء و اولیاء اہل حق کی باطل سوز تقریروں سے صوبہ اڑیسہ کے وہابیہ بہت مشتعل ہوئے، ماہنامہ سنی لکھنؤ نے دوسرے سال ۷۴-۱۳۷۳ھ کے گیارہویں شمارہ ستمبر ۱۹۵۴ء کے صفحہ پر اسکی مندرجہ بالا عنوان سے رپورٹ شائع کی، اور لکھا کہ:

”کٹک صوبہ اڑیسہ میں چند ماہ سے وہابی فرقہ کے دیوبندی مبلغین مولوی برکت اللہ اور اسماعیل کٹکی، وغیرھمانے اہل سنت کے خلاف ایک مستقل مورچہ بنا کر اہل سنت و جماعت کو مختلف طریقوں سے پریشان کر رکھا تھا، مسلمان اہل سنت کی پرامن خاموشی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے، مذکورہ بالا وہابی مبلغین نے کئی بار تقریراً و تحریراً اشتعال انگیز لب ولہجہ میں سنیوں کو مناظرہ کا چیلنج بھی دیا، چنانچہ ۱۶/اپریل ۱۹۵۴ء کو ان کا اشتہار بھی شائع ہوا، جس میں انہوں نے اپنے اکابر کی صفائی پیش کرتے ہوئے، کھلے لفظوں میں آمادگی ظاہر کی، جسے مسلمانان اہل سنت و جماعت نے منظور کرلیا، اور جانبین سے خط وکتابت شروع ہوئی۔ یہاں تک کہ ۲۲/جولائی ۱۹۵۴ء کو بمقام جامع مسجد کٹک بروز پنجشنبہ بوقت آٹھ بجے صبح مناظرہ کی تاریخ مقرر ہوئی، جس پر اہل سنت نے حضرات علماء اہل سنت و جماعت خصوصاً:

☆ حضرت سرپرست ماہنامہ سنی لکھنؤ، سلطان المناظرین مولانا مولوی مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ دامت برکاتہم، صدر جماعت رضائے مصطفیٰ و مفتی اعظم کانپور،
☆ حضرت مولانا مولوی محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت
☆ حضرت سبحان الہند مولانا ابوالوفا فصیحی غازی پوری،
☆ حضرت مولانا مولوی ارشد القادری مفتی جمشید پور،
☆ حضرت مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں سکریٹری و نائب ناظم آل انڈیا تبلیغ سیرت
☆ حضرت مولانا حافظ محمد نعمت اللہ صاحب مدرس جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد،
☆ حضرت مولانا فضل حق صاحب،

کو مدعو کیا، وقت مقررہ پر اراکین انجمن اور باشندگان کٹک اور اطراف و جوانب کے اہل سنت ۲۲؍ جولائی ۱۹۵۴ء بروز جمعرات آٹھ بجے صبح جامع مسجد پہنچ کر فریق ثانی وہابی دیوبندی علماء کا بے چینی سے انتظار کرتے رہے، لیکن معلوم ہوا کہ عوام اور علمائے اہل سنت کے اصرار کے باوجود علماء وہابیہ مقام موعود پہنچنے پر آمادہ نہ ہوئے، حق واضح ہو گیا، جس کا اعلان خود وہابی مولویوں نے کیا تھا، کہ جو "مقام موعود پر پہنچے گا وہ حق و صداقت پر ہو گا اور جو نہ آئے گا وہ باطل پر، اور باطل پرست ہو گا" ان دینی جد و جہد کی تفصیل اسی زمانے میں "وہابیہ کی بدحواسی" نامی کتاب لکھ کر شائع کر دی گئی تھی اس کی طباعت و کتابت کانپور سے ہوئی، اس کا کچھ حضرت قبلہ گاہی نے لکھا تھا کچھ حصہ حضرت مجاہد ملت کے قلم سے تھا اور زیادہ تر حصے حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی الہ آبادی نے لکھے تھے۔

نورِ حق شمع الٰہی، فروزاں

مناظرۂ مونہا کے موقع پر جب وہابیہ علماء نے روپوشی کی اور مناظرہ گاہ میں نہیں پہنچے، تو مناظرہ گاہ جلسہ گاہ میں تبدیل ہو گیا، رات کو جلسہ ہونا مقرر ہو گیا، روشنی کے لیے ہنڈے منگائے گیے ایک عجیب بات یہ وقوع پذیر ہوئی کہ جب ہنڈا روشن کر کے رسی سے کھینچتے ہوئے بلند بانس پر باندھا جا رہا تھا، باندھنے والے کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی ہونے کی وجہ سے ہنڈا گر پڑا اور بجھ گیا، وہابیوں نے یہ دیکھا تو تالیاں بجا دیں اور قہقہہ بلند کیا حضور قبلہ گاہی قریب ہی تشریف فرما تھے، اسی مقام سے بآواز بلند گرجتے ہوئے فرمایا "رسی کھینچ کر ہنڈا بانس میں لٹکا دو" چنانچہ حکم کی تعمیل فوراً ہوئی ہنڈا بلندی پر پہنچا تو خود بخود روشن ہو گیا، اہل سنت نے یہ منظر دیکھا تو پُر شور اور پر جوش نعرہائے تکبیر و رسالت بلند کیے، دیر تک یہی عالم رہا۔ وہابیوں کی روسیاہی کا منظر بھی دیدنی تھا۔

مناظرۂ کریمن پور

کریمن پور قصبہ جائس شریف سے، بجانب شرق ایک چھوٹا سا گاؤں سادات اشرفیہ کا مسکن

ہے اور وہاں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے صدیق حمیم حضرت شاہ حضور اشرف صاحب سجادہ نشیں کی زمینداری تھی اور وہ وہاں مقیم تھے، یہاں بھی ایک مناظرہ ہوا تھا، اس میں حضور قبلہ گاہی کے ہمراہ مولانا مشتاق احمد نظامی بھی تھے یہ مناظرہ غیر مقلد وہابیوں سے تقلید شخصی کے موضوع پر ہوا تھا، مولانا نظامی نے حضور قبلہ گاہی سے متعلق جو سلسلۂ مضمون شروع کیا تھا اسکی قسط اول بابت جنوری ۱۹۸۴ء میں اس مناظرہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ یہ مناظرہ پرشدے پور کے مناظرہ کے بعد ہوا تھا یہ ۱۹۵۲ء کے بعد کا مناظرہ تھا۔

جمشید پور میں اہل حق کی فتح مبین

جمشید پور ٹاٹا نگر صوبہ بہار کا مشہور شہر آہن ہے، یہاں کی جامع مسجد میں اتفاق سے ایسا امام وخطیب مقرر ہوگیا، جو باطناً وہابی دیوبندی تھا، اس کا اظہار اس وقت ہوا جب اس نے نقش نعل مبارک کی شان میں بے ادبی وتوہین کے الفاظ کہے، اسکی وجہ سے مسلمانوں میں بہت شورش پھیلی ہوا یوں تھا کہ کسی نے مسجد شریف میں نقش نعل پاک لاکر آویزاں کردیا۔ امام نے اپنی مزعومہ جذبۂ حفاظتِ توحید کے نام پر اسے چاک کیا پھر پھینک دیا، اس سلسلہ میں مسلمانوں میں اضطراب کا پھیلنا لازمی تھا، وہ ہوکر رہا، عامۂ اہل اسلام نے اس کی برطرفی کا مطالبہ کیا، انتظامیہ کمیٹی نے جمہور کی رائے کو ٹھکرادیا اس کام پر انتظامیہ اور امام دونوں سے نفرت بڑھی، اس وقت انتظامیہ کی نئی تشکیل کی آواز بلند ہوئی حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے ماہنامہ پاسبان بمبئی کے جلد اول کے شمارہ نمبر ۲؍ میں لکھا:

> ”چنانچہ ۲۲؍اگست ۱۹۵۴ء کو امام جامع مسجد ساکچی وصدیق علی کی نام نہاد کمیٹی کے خلاف جمہور اہل سنت کا آئینی فیصلہ کن الیکشن ہوا، مگر بدباطن وہنگامہ پسند وہابیہ اپنی شرارت سے باز نہ آئے، بالآخر وہابیوں کے چیلنج مناظرہ پر ۱۹؍ستمبر کو عیدگاہ دھتکی ڈیہہ سے مولوی اشرف علی تھانوی کی کفریہ عبارت پر مناظرہ ہوا“

مولانا ارشد القادری نے اہل سنت کی جدو جہد میں پوری شرکت کی، بلکہ وہی اہل سنت کے قائد بھی تھے، انہوں نے حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی خدمت میں درج ذیل عریضہ لکھا، اتفاق سے ان کا خط محفوظ رہ گیا ہے اس کا عکس دیا جاتا ہے:

علامہ ارشد القادری کے مؤدبانہ خط کا عکس

۹۲ ۷۸۶

ALL INDIA TABLIGH SIRAT,
20/2, CAMAC STREET,
CALCUTTA-18.

۱۱؍ستمبر ۱۹۵۴ء

سیدی الکریم دامت برکاتہم القدسیہ

تحیۃ وسلام عقیدت، مزاج گرامی! نقشۂ نعل اقدس کا معاملہ بڑھتے بڑھتے الحمدللہ جامع مسجد کا فیصلہ ہوگیا لیکن ایک نئی شامت دیوبندیوں پر یہ آئی کہ انہوں نے مناظرہ کا چیلنج دینا شروع کیا بالآخر مولوی اسماعیل کٹکی آئے، اور انہوں نے ڈینگیں مارنی شروع کی، کہ کٹک مناظرہ سے علماء اہل سنت فرار ہوگئے، صبح کو دوسرے دن ہم لوگوں نے ان کو پکڑا، کسی طرح جان چھڑا کر وہ بھاگے، لیکن ان کے نمائندوں نے سنیوں کا ایک مشترکہ جلسہ کیا، اور باہمی رائے سے یہ طے پایا کہ ۱۹؍ستمبر بروز اتوار ۹؍بجے دن کو مناظرہ کیا جائے، موضوع مناظرہ اور اہم شرائط ہمرشتۂ مکتوب ہذا ہیں،

اب حضور والا کی خدمت گرامی میں مؤدبانہ اور عاجزانہ گذارش ہے کہ ایسے نازک موقع پر حضور مسلمانان اہل سنت کی لاج رکھ لیں، اور ضرور تشریف لائیں خدانخواستہ اگر آپ نے ہماری یہ درخواست مسترد کردی تو ہم کہیں منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جائیں گے، حضرت مجاہد ملت بھی تشریف لارہے ہیں، جس طرح بھی ہو حضور والا کو تشریف لانا ہی ہوگا طوفان میل سے تشریف لائیں، وہاں سے سیدھی گاڑی ٹاٹانگر کو آتی ہے۔

واپسی ڈاک اکسپریس خط کے ذریعہ یا ٹیلیگرام کے ذریعہ مطلع فرمائیں، تاکہ سفر خرچ حاضر کیا جائے، مولانا سید مظفر حسین صاحب یہیں تشریف فرماہیں، بمضمون واحد سلام فرماتے ہیں، مزید عرض یہ ہے کہ حضور تشریف لائیں، ہم لوگ اس وقت بڑے نازک مرحلے سے گزر رہے ہیں، اگر خدانخواستہ آپ نہیں آئے تو سنیوں کی ہمیشہ کے لئے موت واقع ہوجائے گی، حضور اطمینان فرمائیں یہ مناظرہ کسی بھی صورت پر ٹل نہیں سکتا، کیونکہ شرائط مناظرہ بہت سخت ہیں۔

والسلام

ارشد القادری ۱۱؍ستمبر ۱۹۵۴ء جمشید پور

اس مناظرہ میں حضرت اجمل العلماء مولانا اجمل شاہ صاحب نعیمی سنبھلی اور امام الحکمۃ مولانا نظام الدین الہ آبادی مولانا ابوالوفاء فصیحی غازی پوری بھی شریک ہوئے تھے، وہابیوں نے اپنے دیوبندی فرقہ کے مناظر عبداللطیف اعظمی کو بلایا تھا، اور انہیں کو مناظر بھی نامزد کیا تھا، اس کے علاوہ ان کے پس پشت ان کی اعانت ومدد کے لئے بہت سے مولوی صاحبان بھی آگئے تھے، اہل سنت کی طرف سے مناظر کون ہو؟ عام رائے تھی کہ وہابی مناظر چونکہ تجربہ کار ہے، اس لیے چاروں اکابر میں سے کوئی ایک اہل سنت کی طرف سے مناظر ہوں، لیکن یہ حضرت قبلہ گاہی کی تنویر قلبی تھی کہ آپ نے فرمایا" ہماری طرف سے ارشد القادری مناظرہ کریں گے"مولانا ارشد القادری کو اس کے قبل مناظرہ کا موقع نہیں ملا تھا، اور یہ بھی کہ وہ نوعمر تھے ایک کیسٹ میں مولانا ارشد القادری کا بیان محفوظ ہے اور زبانی بھی راقم الحروف کو سنایا تھا، کہ "حضرت امین شریعت مفتی اعظم کانپور علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا:

> "مناظرہ تو ارشد ہی کرے گا، اسی نے بویا ہے، اس کا فائدہ اسی کو ملنا چاہئے، علماء واکابر نے کہا ارشد کو مناظرہ کا اتفاق نہیں ہوا ہے، خدا جانے کیا سوالات پیش ہوں، یہ جواب دے پائیں یا نہ دے پائیں۔ حضرت امین شریعت نے فرمایا" کوئی اپنے بل پر مناظرہ نہیں جیت تا نصرت حق کے بل پر مناظرہ میں فتح ہوتی ہے، مناظرہ تو ارشد ہی کرے گا""اہل سنت کی طرف سے میں مناظر مقرر ہوا، حضرت امین شریعت مفتی اعظم بالکل میرے قریب تشریف فرما ہوئے اور جوابی نکات تلقین فرماتے رہے، سامعین، اور حضرات علمائے کرام نے سر کی آنکھوں سے دیکھا کہ دیوبندی مذہب کا منجھا ہوا، پختہ مشق مناظر کس طرح ذلیل ورسوا ہوا، مناظرہ میں بحیثیت مناظر میری فتح وکامیابی حضرت امین شریعت کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات کی محسوس شہادت قاہرہ اور تصرف باطنی کی برہان تھی"۔

حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی نے ماہنامہ پاسبان بمبئی کے دوسرے شمارہ ستمبر ۱۹۵۴ء میں

لکھا کہ "رزم گاہ اہل سنت کا نوجوان فاضل ہنستے مسکراتے چٹکیاں بجاتے مولوی عبداللطیف اعظمی کی خوب خوب خبر لیتا رہا مگر وہابی مناظر فضول بکواس اور دوراز کار مباحثہ میں وقت ٹالتا رہا، یہاں تک کہ وہ وقت بھی آگیا کہ نوجوان فاضل کو منطقی داؤں پیچ کی ضرورت پیش آئی، اور ادھر سے ایک چٹکلا پھینکا اور وہابیت کے پاؤں تلے سے زمین کھسک گئی، ہاتھ سے طوطے اڑ گیے، چہرے کا رنگ فق ہو گیا، سر کا پسینہ ایڑی اور ایڑی کا پسینہ چوٹی پر آگیا، اہل سنت کا میدان نعرہ ہائے تکبیر نعرۂ رسالت سے گونج رہا تھا"۔

مناظرہ میں اہل سنت کی فتح مبین کے بعد بھی حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ نے تائید ونصرت مذہب اہل سنت کے لیے جمشید پور میں ایک ماہ قیام فرمایا، اور بائیس مقامات پر بائیس مواعظ حسنہ فرما کر مولانا ارشد القادری کے لیے سرسبز وشاداب کھیتی تیار فرمادی۔ وہاں عظیم الشان دار العلوم قائم ہوا، ہر برس دستار بندی کے جلسے ہوتے رہے، علماء مشائخ کی آمد ہوتی رہی مسلمانان جمشید پور کے سخت اصرار پر حضور قبلہ گاہی ۱۹۷۸ء میں صرف ایک بار جمشید پور تشریف لے گیے، مناظرہ کے بعد کانپور مدرسہ احسن المدارس قدیم کے پتا پر حضور قبلہ گاہی کے رفیق دراست اور برادر طریقت استاذ العلماء جلالۃ العلم مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کا خط موجود تھا جس میں مرقوم تھا کہ:

"جمشید پور میں مذہب اہل سنت کی فتح مبارک ہو، ارشد نے آپ کی سرپرستی میں مناظرہ میں کامیابی حاصل کی یہ اصل میں آپ کا مذہبی عرفانی فیضان ہے"

کوا تھ شاہ آباد آرہ کا تاریخی مناظرہ

مولانا ابوالوفاء فصیحی کی تربیتِ مناظرہ

غازی پور اتر پردیش میں عباسی شیوخ کا خانوادہ علم وفضل میں ممتاز چلا آرہا ہے، اسی خاندان میں الہ آباد کی سرزمین پر متوطن حضرت شاہ افضل اور حضرت شاہ اجمل بھی تھے، دور آخر میں فخر العلماء حضرت مولانا سید شاہ محمد فاخر اجملی علیمی اشرفی قدس سرہ یگانۂ عصر عالم ربانی مبلغ اسلام ہوئے ہمارے دور میں مولانا

ابوالوفا فصیحی غازی پوری معروف مداح رسول پاک تھے،ان کے دادا،حضرت شاہ امانت اللہ فصیحی تھے ان کے والد مولانا شاہ ابوالخیر فصیحی تھے،ان کے پردادا،مولانا شاہ محمد فصیح عباسی تھے،انہوں نے سفر میں سید احمد صاحب رائے بریلی سے بیعت کرلی تھی،مگر عقائد میں وہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی سمیّت سے محفوظ ومامون تھے،مولانا محمد فصیح نہ تارک تقلید تھے اور نہ ہی ائمہ کرام کی بارگاہوں کے گستاخوں میں تھے،اور نہ وہ محفل مولود شریف کے منکروں میں تھے،بلکہ وہابیوں کے ردوکد پر مستعد رہتے تھے،ان کی وجہ سے وہابیان صادق پور پٹنہ کا ناطقہ بند تھا،بلکہ انہوں نے مولوی ولایت علی صادق پوری سے،جو انہیں کی طرح سید احمد رائے بریلوی کے مرید وخلیفہ بھی تھے،خاص صادق پور میں مناظرہ بھی کیا تھا،یہ مناظرہ شیخ احمد اللہ نے کرایا تھا،یہ قاضی عبدالحمید کے خالو اور مربی تھے وہابیان صادق پور پٹنہ کے دین دھرم اور کارناموں کے بیان کی مستند کتاب تذکرہ صادقہ کے مؤلف ومرتب مولوی عبدالرحیم صادق پوری نے صفحہ ۱۵۷ میں لکھا ہے،کہ"مناظرہ میں مولوی واعظ الحق نے مولانا غازی پوری کی معاونت کی"مولوی واعظ الحق کے بھائی قاضی اکرام الحق منعمی کے بیٹے قاضی اسماعیل تھے،یہ ابوالعلائی سلسلہ طریقت کے خلیفہ مجاز بھی تھے انہوں نے اپنے وصیّت نامہ میں وہابی جدید العقیدہ سے اپنے اخلاف کو دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ان کے بیٹے قاضی عبدالحمید تھے،قاضی عبدالحمید بخشی محلہ پٹنہ کے زمانے میں مولانا شاہ امانت اللہ فصیحی کی جدوجہد سے وہابیان صادق پور کا ناطقہ بند تھا،قبرستان پر وہابیوں کے غاصبانہ قبضہ کا مشہور مقدمہ قاضی عبدالحمید نے مولانا شاہ امانت اللہ غازی پوری کی اعانت سے جیتا،مولانا شاہ ابوالخیر فصیحی غازی پوری نے بھی سرگرمی سے وہابیوں کی وہابیت کے آگے حصار باندھا تھا غازی پور اور آرہ وغیرہ کے وہابیوں سے مقابلہ کرکے ان کا زور توڑا تھا،یہی وجہ ہے کہ،حکیم عبدالحی سابق ناظم ندوۃ العلماء نے نزھۃ الخواطر حصہ ہشتم میں دونوں باپ بیٹوں پر سب وشتم کیا ہے اور ان دونوں کو بدعات کا حامی وناصر لکھا ہے۔

مولانا ابوالوفا فصیحی اسی خانوادہ کے رکن رکین تھے،وہ فصیح اللسان مقرر وادیب تھے،ان کا خاص حلقہ تھا،حضرت قبلہ گاہی نے ایک جلسہ میں ان کی تقریر سنی،آپ نے نور باطن سے ان کے باطنی احوال پر

نظر ڈالی خیال فرمایا کہ یہ کام کے آدمی ہیں، چنانچہ قریب کرنے کی صورت نکالی، جلسوں میں اپنے ساتھ رکھنے لگے، مولانا ابوالوفا کا رنگ نکھرتا گیا، پھر وہ وقت بھی آیا جب وہ اہل سنت کے اجلاسوں کے نامور خطیب ہوئے اور سنی جماعتوں، تبلیغ سیرت کے ناظم اعلیٰ، جماعت رضائے مصطفی کے ناظم اعلیٰ، سنی جمعیۃ العلماء کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوتے رہے۔ غیر مقلد نجدی وہابیوں کے رد وطرد کے ساتھ وہابیت کی پردہ پوش جماعت، جماعتِ دیوبندیہ کا تبلیغ وقاہر رد بھی ان کے فکر وعمل کا خاص محور بن گیا، حضرت قبلہ گاہی کی بے پایاں عنایتوں اور توجہوں نے مولانا فصیحی کو اس مقام پر لا کھڑا کیا جہاں وہ اہل سنت وجماعت کے وکیل ومناظر کی حیثیت میں دکھائی پڑے۔ ان کو حضرت محدثِ اعظم نے خلافت سے نوازا۔

مولانا فصیحی اپنے حلقہ ارشاد کوا تھ شاہ آباد ضلع آرہ تشریف لے گئے، محفل میلاد النبی ﷺ منعقد ہوئی مولانا کی عظمت پاک حبیب پاک ﷺ میں ڈوبی ہوئی تقریر وہابی دیوبندیوں کو شرک وبدعت کا مجموعہ معلوم ہوئی، دیوبندی فرقہ دشنام طرازی اور سب وشتم پر اتر آیا، ان کی کڑی کمان مناظرہ کی مقرری پر ٹوٹی، مولانا فصیحی نے اپنے ایک مخلص کو کانپور حضور قبلہ گاہی کی خدمت میں بھیجا، وہ آیا، خط پیش کیا، جس میں انہوں نے وہابیوں سے مناظروں کی مطبوعہ روئدادیں، اہل سنت کی کتابیں وہابیوں کے رسائل طلب کیے تھے ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا، کہ مناظرہ کی تاریخ سے پندرہ دن پہلے تشریف لائیں تا کہ اس عاجز کو اس راہ کی تیاری کا موقع مل جائے حمایت ونصرت حق کے جذبہ سے حضور قبلہ گاہی ایک ماہ قبل تشریف لے گیے، ان کو مناظرہ کی خصوصی تربیت دے کر تیار فرما دیا، تاریخ مقررہ پر زمانے نے دیکھا کہ مولانا فصیحی شیر کی طرح گرجتے رہے وہابیوں کے مایہ ناز مناظر، عبدالسلام کاکوروی کو شکست فاش ہوئی، یہ مناظرہ جولائی ۱۹۵۶ء میں ہوا تھا، بوقت مناظرہ یہ معاہدہ بھی طے ہوا تھا کہ سنی عالم، جامع مسجد کا امام ہوگا وہابیوں نے اس معاہدہ کو بھی توڑا، ماہنامہ سنی لکھنؤ نے اس مناظرہ کی روئداد چھاپی تھی لیکن افسوس وہ شمارہ دستیاب نہ ہوسکا۔

مسجد بند ہوگئی

ماہنامہ سنی لکھنؤ نے شمارہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۵۶ء (محرم و صفر ۷۶ ۱۳ھ) میں مذکور عنوان کے تحت لکھا تھا:

"کواتھ شاہ آباد آرہ ۱۰ / اگست کو سنی وہابی کشمکش کے باعث کواتھ جامع مسجد میں تالا لگا دیا گیا ہے کہا جاتا ہے کہ وہابی عرصہ سے اودھم مچائے ہوئے ہیں، فساد کا اندیشہ محسوس کرتے ہوئے سہسرام کے S.D.O. نے یہ فیصلہ دونوں گروہوں کی رضامندی سے کیا ہے، اس فیصلہ کے مطابق اس وقت تک مسجد میں تالا لگا رہے گا، اور اس میں نماز نہ پڑھی جائے گی، جب تک دونوں گروہوں کے اختلافات کے متعلق امیر شریعت پٹنہ کوئی آخری فیصلہ نہیں دیتے، دونوں گروہوں نے امیر شریعت کے فیصلہ کو ماننے پر اتفاق کیا ہے، اور امارت شرعیہ پھلواری شریف کے پاس مقدمہ فیصلہ کے لئے بھیج دیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں گذشتہ ماہ جولائی ۱۹۵۶ء میں مناظرہ بھی ہو چکا ہے جس میں حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور مولانا ابوالوفا فصیحی غازی پوری اور دیگر سنی علماء کرام نے شرکت فرما تھی، اور وہابیوں کو شکست فاش ہوئی تھی، چند روز سے وہابیوں نے پھر سے چھیڑ خانی شروع کر دی ہے، اور نوبت فساد تک پہنچی جس میں پولس کو مداخلت کرنا پڑی"

جامع مسجد شریف کواتھ کی امامت و خطابت کے لیے حضور قبلہ گاہی نے اپنے پر جوش و مستعد شاگرد مولانا شاہ ظہور احمد قادری چشتی علیہ الرحمہ کو مقرر فرما کر روانہ فرمایا، ان کی وجہ سے اہل سنت میں حرکت پیدا ہوئی، صلابت کا ظہور ہوا، مقدمہ کا فیصلہ مولانا منت اللہ رحمانی نے خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے اپنے زمانے میں نامور عالم، شاہ عون احمد قادری مجیبی کے سپرد کیا، انہوں نے فیصلہ کیا کہ "مغرب و عشاء اور فجر اور تین جمعہ کی امامت سنی عالم کریں گے اور ظہر و عصر اور ایک جمعہ کی امامت

وہابی دیوبندی عالم کرے گا"

شاہ عون احمد قادری کا یہ سیاسی فیصلہ نافذ نہیں ہوسکا، کیونکہ منصب امامت وخطابت پر سنی عالم، مولانا ظہور احمد جیسا راسخ العقیدہ اور متصلب عالم دین رونق افروز تھا، یہاں پر اس حقیقت کا اعلان مناسب مقام معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ بہار میں خانقاہ مجیبیہ وہ مقام تھی، جہاں کے سجادہ نشیں اول حضرت مخدوم شاہ نعمت اللہ ولی قادری مجیبی پھلواری شریف متوفی ۱۲۴۷ھ نے اپنی خانقاہ میں ۳/رجب المرجب ۱۲۳۹ھ کو اپنے فرزند و جانشین حضرت شاہ ابوالحسن فرد قادری پھلواری قدس سرہ متوفی ۱۲۶۵ھ کو مولانا محمد اسماعیل دہلوی امام الوہابیہ کے مدمقابل مسئلہ شفاعت کے انکار پر مناظرہ کے لیے کھڑا کرکے وہابیت کی تابوت میں کیل ٹھونک دی تھی۔

آزار اور قتل کی سازشیں۔ وہابیہ کا اشتعال

موہنا میں وہابیت کے قلعہ کے انہدام کے بعد وہابیوں کے سورما مولوی سعید نصیر آبادی کے قلب پر قیامت گزر گئی کیونکہ وہی اس خطہ میں وہابیت کے ناموس تھے اور کفر و شرک کے خزانہ دار بھی، ان کے مقتدا، مولوی امین نصیر آبادی نے زراعت پیشہ مسلم قوم کے گوجر قبیلہ کو "توبہا" اور "شرکہا" کے خانوں میں تقسیم کر رکھا تھا، جو مولوی امین کے اسماعیلی مذہب پر ایمان لایا اور جس نے تقویۃ الایمان کو ہدایت کی کتاب مانا وہ ہدایت یاب "توبہا" کہلایا اور جو اصحاب کرام سے ماثور طریقہ پر چل کر ماانا علیہ واصحابی کا پابند ہے، اسماعیلی مذہب کا ابطال کرتا ہے اور تقویۃ الایمان کو خلاف عقائد اسلام مندرجات کی وجہ سے ضلالت کی کتاب کہنے پر مصر ہوا، وہ مولوی امین نصیر آبادی اور ان کے جرگے، کے نزدیک "شرکہا ہے" مناظرہ موہنا کے بعد ان کا خود ساختہ "تَو بَہا گوت" شکست و ریخت سے گزر گیا ان کے جانشین مولوی سعید نصیر آبادی دماغی آزار میں مبتلا ہو گیے اور انہوں نے اپنے جرگے کے سرداروں کو صاف اور برملا کہا "جو مولوی رفاقت حسین کانپوری کو ختم کرے گا اس کو یہ انعام ملے گا، اور مقدمات

ہوں گے تو ان کی رہائی کے لیے روپے پانی کی طرح بہادوں گا" مولوی سعید کی اس حوصلہ افزائی نے "گنوارا تو بہوں" میں شورہ پشتی کو مہمیز کیا اور وہ حضور قبلہ گاہی اور آپ کے سر گرم خدام اور حامیان سنت وسنیت محمد اسماعیل خاں حسن پوری، محمد شریف خاں حسن پوری، عبدالخالق خاں مرحوم صدر محمد صابر کے آزار اور قتل کے مواقع ڈھونڈنے لگے، موقع پا کر حضور قبلہ گاہی کے موعظہ پاک کی محفلوں میں شورش اور انتشار کی سعی کی، اس کام میں میجر حیات خاں مرحوم ڈھورن کا پوروا، کی بھی ایک داستان ہے، وہ آئے ایک تو وہ گو جو قوم کے اجڈ دوسرے لشکر کے میجر، گنوار پن کے سب لوزام ان کی ایک ذات میں مجتمع تھے، انہوں نے اپنے ہی گاؤں ڈھورن کا پوروا میں موعظہ پاک کی محفل میں جا کر کچھ کہا، اور کچھ سنایا، لیکن کچھ ہی وقفہ کے بعد ان پر حق کی ہیبت طاری ہوگئی، اور ان کی زبان پہلے تو لڑکھڑائی پھر بند ہوگئی، کچھ دیر کے بعد وہ بولے تو یہ بولے:

"حضرت، ہم سمجھ گیے، آپ کے پاس آئے تو ہمیں راہ ہدایت مل گئی، آپ ہم کو توبہ کرا کر سچا مسلمان بنادیں اور مضبوطی کے لیے اپنا مرید بھی کرلیں"، میجر حیات خاں مرحوم اس کے بعد سر گرم حامیان سنت میں شامل ہو گیے، ان کا انتقال ہو چکا ہے، ان کا مذکورہ واقعہ تواتر کے ساتھ مشہور ہے اور راقم الحروف کو انہوں نے اپنی آپ بیتی خود سنائی تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ راسخ الاعتقاد سنی اور محب پیر تھے،

مناظرۂ تلیانی

جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ

حق آیا اور باطل بھاگا

یہ مناظرہ نہایت ہی اہمیت کا مناظرہ تھا، محرم الحرام وصفر المظفر ۱۳۷۶ھ مطابق ستمبر واکتوبر ۱۹۵۶ء میں ماہنامہ سنی لکھنؤ کے مدیر محترم حضرت مولانا حافظ شاہ محمد عمر قادری الوارثی علیہ الرحمہ نے مناظرہ کی روئداد عنوان بالا سے شائع کی تھی وہ لکھتے ہیں،

"موضع برخوردار پور ڈاکخانہ جائس ضلع رائے بریلی وہابیوں کا ایک پرانا اڈا ہے، اس گاؤں میں وہابیوں کی اکثریت ہے، اسی لیے اہل سنت و جماعت کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے رہتے ہیں اور وہاں کے سنیوں کو وہابی بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی تھی کہ ۲۵؍ رجب ۱۳۷۵ھ کو موضع مذکور کے ایک صحیح العقیدہ سنی نے محفل میلاد شریف کرنی چاہی اور باہر سے آئے ہوئے ایک سنی عالم سے بیان کرانا چاہا تو مخالفین ذکر مصطفی ﷺ نے یہ کہ کر محفل بند کرادی کہ اگر میلاد شریف کروگے تو گھر پھونک دیں گے، اور ساتھ ہی تمہاری جان کی بھی خیر نہیں، چنانچہ موقع کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے، محفل میلاد شریف ملتوی کرادی گئی اور غریب سنی اپنا کلیجہ مسوس کر رہ گیا،

وہابیت کی مسرت اور مناظرہ کی ابتداء

حضور اکرم نور مجسم ﷺ کے ذکر میلاد کی محفل روک دینے میں وہابیت کو جو وقتی اور ظاہری کامیابی ہوئی تو اس کی مسرت کی کوئی حد نہ رہی، وہ کھل کھیلی اور اب اس نے بالکل عریاں ہوکر اہل سنت کے سامنے آنا اور ان سے چھیڑ چھاڑ کرنا شروع کردیا، خاص کر بانی محفل میلاد شریف کو پھسلانا سمجھانا اور اپنے دام تزویر میں گرفتار کرنا چاہا لیکن یہ واقعہ ہے کہ جو صدق دل سے لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کا قائل ہوچکا وہ محمد رسول اللّٰہ ﷺ کو چھوڑ کر کب اشرف علی رسول اللّٰہ کا کلمہ پڑھ سکتا ہے، خواہ وہ بے بیداری میں ہو یا خواب میں، زندگی میں ہو یا مرنے کے بعد، تلوار کے سائے میں ہو یا پھولوں کے نرم بستر پر۔

جب وہابیت نے دیکھا کہ سنی مسلمان اس کے مکروفریب میں نہیں پھنس رہے ہیں تو اپنے چند گرفتاران نجدیت و پرستاران اصنام دیوبندیت کے ذریعہ اہل سنت کو چیلینج مناظرہ دیا کہ بلاؤ اپنے سنی علمائے کرام کو، سنیوں نے بطیب خاطر وہابیت کے اس چیلینج کو منظور کرلیا، ساتھ ہی مسمیان عبدالغفار

خاں وسعید خان نے ۹ر جون کو اپنے پورے موضع کی طرف سے تحریر بھیجی کہ ہم "مشرک مسلمانوں" سے مناظرہ کے لیے تیار ہیں،

سنیوں کی طرف سے اس کا جواب محمد حسن خاں مستری ساکن موضع برخوردار پور نے ۱۰ر جون کو لکھا کہ اگر آپ مناظرہ کو تیار ہیں تو ہم بھی تیار ہیں، آپ لوگ تعظیم رسول ﷺ کو شرک بتاتے ہیں، اور ہم جائز بتاتے ہیں، ان مسائل کا تعلق اسلام سے ہے، لہذا آپ اپنے پیشواؤں کا کفر ہٹائیے اور ان کا مسلمان ہونا ثابت کیجئے، اسی سلسلہ میں یہ بھی طے پایا کہ سنیوں کی طرف سے سرپرست ادارۂ سنی حضرت مولانا مولوی مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ مفتی اعظم کانپور اور وہابیت کی طرف سے مولوی حسین احمد ٹانڈوی جو خوش قسمتی سے غلط طور پر مولانا حسین احمد مدنی مشہور ہوگیے ہیں مناظر ہوں گے،

شرائطِ مناظرہ اور تاریخ کا تقرر

چونکہ برخوردار پور کے رہنے والے وہابی اور سنی دونوں فریق بسلسلہ ملازمت، کانپور میں زیادہ رہتے ہیں، اس وجہ سے اس تحریر کے بعد وہابی روزانہ تاریخ مناظرہ پر زور دینے لگے، محمد حسن خاں مستری نے کہا، کہ شرائط مناظرہ طے ہوجانے کے بعد تاریخ بھی مقرر ہوجائے گی آخر کار فریقین کی جانب سے شرائط مناظرہ ترتیب دے کر عاشقان وہابیت و برخورداران دیوبندیت نے شرائط نامہ ہاتھوں میں لینے سے انکار کردیا، لہذا محمد حسن خاں مستری نے وہ تمام شرائط بذریعہ رجسٹری ۱۷ر جون ۱۹۵۶ء کو وکلائے وہابیت کے پاس روانہ کردیے کہ مناظرہ کی تاریخ ۵ر ذی الحجہ مطابق ۱۴ر جولائی ۱۹۵۶ء ہے آئیے اپنے وعدہ کے مطابق مناظرہ کرلیجئے۔

موضوعاتِ مناظرہ

اول موضوع: آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی

اور خلیل احمد انبیٹھوی کی وہ کفری عبارتیں ہوں گی جن پر علمائے عرب وعجم ہندوسندھ نے متفقہ طور پر کفر کا فتوی دیا ہے جس سے وہابیوں کا، کافر ومرتد ہونا چڑھے آفتاب سے زیادہ واضح وثابت ہے، پھر اس کے بعد وہابی، میلاد، قیام وسلام کو شرک ثابت کریں گے، اور علمائے اہل سنت جائز ومستحب بتائیں گے، اور اس کے علاوہ بھی فریقین کے علماء جس مسئلہ پر چاہیں گے، بحث ہوگی، اور جو وقت پر نہ آسکے گا، اس کی شکست کا اعلان کیا جائے گا اور اسکو فریق مقابل کا حرج اور خرچ سب ادا کرنا ہوگا، اس کے بعد وہابیت کی طرف سے سوال ہوا کہ کون سی تاریخ عقد مناظرہ کی مقرر ہوئی، تو اس کا جواب ۱۸ر جون کو مستری صاحب نے بذریعہ رجسٹری بھیجا، کہ

۵ر ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۴ر جولائی ۱۹۵۶ء بروز شنبہ بوقت ۸ر بجے دن بمقام تلیانی متصل برخوردار پوراپنے علماء کو لے کر آؤ، ہم سنی لوگ اپنے علماء کرام کو لے کر وہیں آئیں گے، اور وہیں ملیں گے، اس کا جواب عبدالغفار خاں نے بذریعہ رجسٹری بھیجا جو ۲۸ر جون کو محمد حسن خان مستری کو ملا، کہ آپ یا آپ کے علماء کرام کون سی آیت قرآن مجید کی رو سے ہمارا کفر ثابت کرتے ہیں، تحریر کیجئے، اس کا جواب ۳ر جون ۱۹۵۶ء کو بذریعہ رجسٹری روانہ کیا گیا، کہ اس کا نیز اس کے علاوہ دیگر سوالات کے جوابات بھی وہیں میدانِ مناظرہ میں دیے جائیں گے،

اب لگی وہابیت منہ چھپانے

وہابیت نے جب دیکھا کہ اب مناظرہ ہو کر ہی رہے گا تو اب دوسری کروٹ لی، اور اپنے شیخ نجدی کے مشورے سے ایک تحریر موضع برخوردار پور کی طرف سے اہل سنت کے نام روانہ کی، یہ لفافہ ۹ر جولائی کو محمد حسن صاحب کو دستیاب ہوا جس کو دیکھ کر ایڈیٹر ماہنامہ سنی لکھنو مولانا حافظ محمد عمر صاحب کا یہ شعر یاد آگیا۔

لفافہ میں ترا خط نامہ بر لایا ہے اے نجدی
تری تحریر بھی پردہ نشیں معلوم ہوتی ہے

مستری محمد حسن خاں صاحب نے جب وہابیت کا یہ لفافہ پایا تو اس میں سے ایک انوکھی چیز برآمد ہوئی ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں: "علاوہ جماعت برخوردار پور کے کسی ایک فرد کی دی ہوئی تحریر یا کسی شرائط کی پابندی نہ ہوگی اور وہ باطل سمجھی جائے گی"۔ جس کا جواب محمد حسن خاں صاحب نے بذریعہ اشتہار بہت معقول دیا کہ ہمارے اور برخوردار پور کے کسی ایک فرد کے درمیان خط وکتابت وشرائط طے نہیں ہوئے ہیں جس پر پابندی نہ ہو، اور وہ باطل سمجھی جائے، بلکہ ہمارے اور برخوردار پور کے دو ذمہ دار کے درمیان لکھے گئے ہیں لہٰذا اسکی پابندی آپ پر ضروری ہے، اور آپ بھی باطل نہیں کر سکتے"،

دیکھا آپ نے کل تک عبد الغفار خاں سعید خاں ہی وہابیت کی طرف سے پوری وکالت وولایت کا حق ادا کر رہے تھے، اب جب وقت آ گیا تو ان کو پامال قرار دے دیا، شرم شرم شرم!!!

وہابیوں نے جب دیکھا کہ ہماری آخری پردہ والی بھی سنیون کے سامنے پیش کرنی ہمارے لیے مفید ثابت نہ ہوئی اور اہل سنت نے اس کو بھی رد کر دیا تب غریبوں نے ایک اور چال چلی، اور ایک اشتہار

اعلان واجب الاظہار

کی سرخی سے نکالا، سچ پوچھئے تو اس اشتہار کی وجہ سے جس قدر ذلت وہابیت اور اسکے پرستاروں کی ہوئی وہ ذرا کم ہی دیکھنے میں آتی ہے، اس اشتہار میں اول سے آخر تک جھوٹ، فریب، دجل وعیاری، مکاری، فتنہ پردازی غرض چوبیسوں قوت سے کام لیا گیا، یہ بھی لکھا گیا کہ مولانا رفاقت حسین نے مناظرہ سے فرار کی شرائط مناظرہ ماننے سے گریز کر رہے ہیں، یہ بھی لکھا گیا، کہ مولوی رفاقت حسین ابو الکلام آزاد حسین احمد اور محمد امین کو کافر کہلواتے ہیں، غرض کہ ان ظالموں وہابیت پرستون نے حکومت کو دھوکا دینے اور ورغلانے کے لیے اور اپنی پشت پر لینے کے لیے پوری کوشش کی اور سنیوں کو باغی ثابت کرنا چاہا، مگر یہ واقعہ ہے کہ یہ وہابیت کا بھولا پن ہے ورنہ حکومت کو ان جھگڑوں سے کیا غرض، نہ وہ اتنی بے وقوف ہے، کہ جو کوئی غلط سلط اشتہار کسی کے خلاف شائع کر دے، اس کی پکڑ دھکڑ کر دے، اس اشتہار میں نئی نئی شرطیں پیش کی گئیں، کہ اب ان شرطوں پر مناظرہ ہوگا یہ بھی لکھا کہ اب مناظرہ بعد برسات ہوگا نومبر یا دسمبر میں مگر

ہوگا ۸ ر بجے سے ۱۲ ر بجے تک گویا تاریخ ندارد، وقت مقرر، تقریر دس منٹ سے زائد نہ ہوں گی، اور صرف سات منٹ تقریر ہوں گی، حکم وہ ہوگا جو فریقین کے نزدیک مسلّم ہو اور مناظرہ تقریری ہوگا (تحریری سے جان نکلتی ہے) وغیرہ وغیرہ۔

یہ اشتہار اس قدر کذب و افتراء سے بھرا ہوا تھا، کہ اس پر کھلم کھلا خدا کا غضب نازل ہوگیا، جس کو دنیا نے دیکھ لیا، جب یہ چھپنے کے لیے مشین پر چڑھایا گیا تو پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، کاپی اڑ گئی، لیکن غضب خداوندی کا یہ حال دیکھ کر وہابیت کو توبہ کی توفیق نہ ہوئی، بے چاری نے کسی نہ کسی طرح پھر سے اپنا اعمال نامہ سیاہ کیا، چنانچہ اس واقعہ کی مستند شہادتوں کے علاوہ ایک کھلی شہادت یہ موجود ہے کہ کچھ اشتہاروں میں تو یہ سطر چھپی ہے کہ:

"ہمیں میلاد شریف سے کبھی کوئی اختلاف نہیں تھا، اور نہ ہم نے کسی کو میلاد شریف سے روکا"

مگر چونکہ بات غلط تھی کیونکہ روکا واقعی تھا اس کو بھی خدا نے مٹا دیا تو دوسرے پرچوں میں یہ عبارت آئی کہ۔ ہم جلسۂ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف نہیں، نہ ہم نے کبھی روکا البتہ ہم قیام نہیں کرتے" شرم! شرم! شرم!

مناظرہ کا خاص دن

آخر وہ تاریخ بھی آگئی جس کا سنیوں کو بڑی بے چینی سے انتظار تھا اور نہ صرف تلیانی یا قصبہ جائس بلکہ قرب و جوار کے پچاسوں مواضعات کے لوگ اس حق و باطل کے فیصلے کا عینی مشاہدہ کرنے کو بے چین تھے، چنانچہ سنیوں کی طرف سے سنیوں کے جلیل القدر علمائے کرام:

☆ سرپرست ادارہ سنی حضرت مولانا مولوی الحاج شاہ رفاقت حسین صاحب قبلہ مفتی اعظم کانپور
☆ حضرت مولانا حافظ قاری الحاج شاہ محمد عمر صاحب قادری الوارثی مدیر رسالہ سنی لکھنؤ
☆ حضرت مولانا مولوی ابوالوفا صاحب فصیحی غازی پوری

☆ حضرت مولانا صوفی قاری شاہ عبدالستار نقشبندی مہتمم مدرسہ وارثیہ لکھنؤ
☆ منیجر ماہنامہ سنی مولوی محمد فاروق صاحب قیصر الوارثی وغیرھم،

ایک دن قبل ہی جائس پہنچ گئے تھے، مناظرہ کے روز رات ہی سے بارش ہونی شروع ہوگئی، جس سے وہابیت کو بہت کچھ اپنی آبروریزی کا خطرہ کم ہوا، اور وہ اپنے نازک ترین ہاتھ اٹھائے دعائے مانگ رہی ہوگی کہ آج دن بھر بارش رہے، تقریباً ۹ ربجے تک بارش ہوتی رہی مگر سنی علماء کرام اور سنی حضرات اسی بارش میں جوق در جوق پیدل اور سواریوں سے مناظرہ گاہ پہنچ گیے، خیال تو یہ تھا کہ بارش کی وجہ سے معاملہ پھیکا رہے گا، مگر اللہ اللہ!! مسلمانوں کا وہ جوش وخروش کہ ہزارون مسلمان اپنے آقاء ومولیٰ نور مجسم ﷺ کے اوصاف حمیدہ سننے احقاق حق اور ابطال باطل کا نظارہ دیکھنے کے لیے کیچڑ پانی میں ہر طرف سے آرہے تھے، ہر مسلمان چاہتا تھا، کہ وہ اپنے آقاء مولیٰ کے مداحوں اور اس کے طرفداروں کا بیان سنے اور ان کے دیدار سے برکات حاصل کرے، دوسری طـرف دشمنـان رسول، حضور اکرم ﷺ کو شیطان کے علم سے بھی کم علم کہنے والوں اور آپ کے علم شریف کو گدھوں، کتوں، جانوروں، پاگلوں سے تشبیہ دینے والے مرتدوں کافروں کو بھی دیکھے اور عبرت حاصل کرے، مسلمانوں کا خیال تھـا، کہ ایک طرف رسول اکرم ﷺ کے حمایتی ہوں گے، اور دوسری طرف تھانہ بھون گنگوہ، انبیٹھا، اور نانوتا کے مولویوں کے طرف دار ہوں گے، غرض کہ مجمع کا سیلاب تھا، جو طوفان کی طـرح اس بـارش میں امڈا چلا آرہا تھا، اچانک رحمت حق نے بارش روک دی، مناظرہ گاہ کی زمین آناً فاناً خشک ہوگئی، بستر بھی لگ گیا، مگر اتنا بستر کہاں کہ اتنے بڑے کثیر مجمع کے لیے کافی ہوتا، پرانے پرانے لوگوں کا کہنا ہے، کہ اتنا بڑا مجمع نہ کبھی جائس میں ہوا اور نہ جائس کے قرب وجوار میں ہوتا دیکھا، اور نہ سنا، سب کچھ تو ہوا مگر یہ دیکھ کر حاضرین جلسہ کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ جلسہ میں پچاسوں گاؤں کے آدمی موجود ہیں اور ہر قسم کے لوگ نظر آرہے ہیں مگر نہیں ہیں تو وہابیت کے پرستار، دیوبندیت کے پجاری نہیں ہیں، ان کے جو تخت بچھے ہوئے تھے اس پر سنی حضرات قبضہ کیے ہوئے تھے، سنا گیا تھا کہ شاید کوئی مـردود الحی یا

رائے بریلی کے کوئی اور نجدی صاحب وہابیت کو نوازنے کے لیے براجمان ہوئے ہیں، مگر وہ بھی نہ دکھائی دیے، واللہ اعلم ورسولہ۔

انتظار شدید کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع کر دی گئی پہلے حضرت مولانا قاری عبدالستار صاحب نے تلاوت قرآن پاک سے جلسہ کا آغاز فرمایا، اور مختصر تقریر حضور اکرم ﷺ کے نور مجسم ہونے کے موضوع پر فرمائی، آپ کے بعد الحاج مولانا حافظ شاہ محمد عمر صاحب قادری الوارثی ایڈیٹر ماہنامہ سنی لکھنؤ نے ایک نہایت مدلل اور جامع تقریر فرمائی اور بیسویں قرآنی آیات سے اور احادیث سے میلاد شریف، قیام وسلام وشیرینی وغیرہ کے ثبوت میں بیان فرمائیں، جس سے اہل ایمان کے ایمان تازہ ہوگیے اور اہل باطل میں بھی بعض سمجھدار ایمان لانے اور تسلیم کرنے پر مجبور ہوگیے، ان کے بعد جناب مولانا ابوالوفا فصیحی صاحب غازی پوری نے اپنے رنگ خاص میں رنگین اور بہترین تقریر فرمائی اور واقعات کربلا کا حوالہ دیتے ہوئے ثابت کیا کہ صرف نماز، روزہ، حج، وزکوٰۃ ہی سے مسلمان ہونا ثابت نہیں ہوتا، دیکھو قاتلان حسین کو کہ ان میں کیسے کیسے نمازی تھے، مگر وہ لوگ تھے، جنہوں نے فرزندانِ رسول کو شہید کر ڈالا، آپنے بتایا کہ مومن کی سب سے بڑی پہچان ادب اور تعظیم رسول پاک ہے، جس کے یہ وہابی منکر ہیں حضرت مولانا فصیحی صاحب کے بعد حضرت سلطان المناظرین شیر اسلام مولانا مولوی رفاقت حسین صاحب قبلہ مفتی اعظم کانپور دامت برکاتہم نے تقریباً دو گھنٹا ایک نہایت پُر اثر اور روح پرور تقریر فرمائی آپ نے وہابیوں کے عقائد فاسدہ کا بلیغ فرماتے ہوئے مناظرہ کے حالات واسباب تفصیل سے بیان فرمائے، اور وہ تحریریں جو فریقین نے لکھی تھیں، سب کو پڑھ کر سنایا اور دکھایا، اور عام طور پر برخوردار پور، جائس، اور تلیانی وغیرہ کے جاننے والوں سے پوچھا، کہ کیا اس اشتہار کا مضمون صحیح ہے؟ سب نے متفقہ آواز میں کہا کہ سب جھوٹ ہے اس اشتہار کی وجہ سے وہابیوں کی بڑی تشہیر ہوئی۔ ظہر کے وقت یہ شاندار جلسہ صلوٰۃ وسلام نعرہ تکبیر ورسالت کی گونج میں ختم ہوا،

انجامِ مناظرہ
وہابیوں کی وہابیت سے توبہ

الحمدللہ اس مناظرہ کا انجام اہلِ سنت کی فتح مبین اور وہابیوں کی شکست مہین پر ہوا ان لوگوں نے جو دھوکے سے وہابیوں کے فریب میں آ کر وہابیت کی جے بولنے لگے تھے، از سر نو تجدید اسلام کی اور مسلمان ہو کر داخل مذہب اہل سنت و جماعت ہوئے خود برخوردار پور کے بھی کافی تعداد میں لوگ مشرف بہ سنّیت ہوئے اور وہابیت سے تائب ہوئے، اس طرح حق کا بول بالا اور وہابیت کا منہ کالا ہوا، اور ہزاروں لوگ جو راہ حق سے بھٹک چلے یا بہک چلے تھے وہ راہ راست پر ہو گیے اس سلسلہ میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے، کہ وہابیوں نے جو نئے نئے شرائط مناظرہ پیش کیے تھے، حضرت مفتی اعظم کانپور دامت برکاتہم نے دس ہزار سے زیادہ کے مجمع میں قبول فرما کر اعلان فرما دیا کہ تمہاری سب شرطیں منظور ہیں تم آؤ تو میدان مناظرہ میں اور بلاؤ تو اپنے پیشواؤں ٹانڈوی عرف مدنی، اور کاکوروی کو اس محفل میں مندرجہ ذیل حضرات وہابیت سے تائب ہو کر جماعتِ حقہ اہل سنت و جماعت میں شامل ہوئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا:

عبدالرحمن خان صاحب رئیس، موضع برخوردار پور ضلع رائے بریلی

عبدالرشید خان صاحب، ساکن برخوردار پور ضلع رائے بریلی

حسینی خان صاحب محمد حسن خاں صاحب، مشتاق حسن خاں صاحب محمد بشیر خاں ان سات حضرات کو ادارہ ماہنامہ سنی ہدیہ مبارک باد پیش کرتا ہے"

برخوردار پور تلیانی کے اس مناظرہ میں وہابیت کی روسیاہی نے وہابیوں کے قلعوں میں کہرام برپا کر دیا، اس کی وجہ سے ان کا اشتعال اس قدر بڑھا کہ پہلے تو ان میں سے ایک فرد نے حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ پر کانپور کی کچہری میں مقدمہ دائر کر دیا، اس مقدمہ کی قدرے قلیل کاروائی حاجی شوکت علی بھوپالی نے اپنے مشہور ہفت روزہ اخبار غریب کانپور میں چھاپی تھی نقل اس کی یہ ہے:

گمشدہ کی تلاش

ٹانڈوی صاحب کا سراغ لگا کر تاریخ آمد سے مطلع کیجئے

۵/ ذی الحجہ روز شنبہ کی تاریخ مقرر تھی کہ مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی مدنی دیوبندی مقام تیانی برخوردارپور ضلع رائے بریلی کے میدان مناظرہ میں آکر ثابت کرینگے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم شریعت پاگلوں اور دیوانوں اور جانوروں ایسا ہے اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شیطان کا علم کہیں زیادہ ہے اور یہ بھی ثابت کرینگے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی ماننا گنواروں کا خیال ہے اور یہ بھی ثابت کرینگے میلاد و قیام شرک ہے۔ ہاں یہ بھی ثابت کرینگے کہ رسالہ الامداد میں جو لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ اور درود و اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی لکھا ہوا ہے بالکل برحق ہے چنانچہ ۵ ذالحجہ کو رائے بریلی، سلطان پور، پرتاب گڈھ تینوں ضلع کے تقریباً دس ہزار مسلمان دشوار گذار راہ کی صعوبتیں برداشت کر کے اس مسلم نما یہودی کو دیکھنے آئے جس کی فطرت دشمنی رسول ہے۔ مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ میدان مناظرہ میں مدنی دیوبندی صاحب کی صورت نہ دکھائی پڑی۔ دل کی حسرت دل ہی میں رہ گئی معلوم کرکے کہ ماہ نومبر ۱۹۵۶ء میں صاحب موصوف کہیں جلوہ گری ہوگی۔ قدرے سکون خاطر ہوا۔ اتنے انتظار کے بعد دیکھئے کیا ہوتا ہے مگر سب غم غلط ہو گیا جب مناظر اہلسنت شیر اسلام سلطان المناظرین شیخ الحدیث حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور نے اس بھرے میدان مناظرہ میں جسمیں تقریباً دس ہزار افراد جمع تھے اعلان فرمادیا کہ اے وہابیو، دیوبندیو! تم نے جتنی شرطیں اُن کے یہاں لانے کیلئے لکھی ہیں مجھے سب منظور، بس کسی طرح

رسول اللہ اور درود و اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی لکھا ہوا ہے بالکل برحق ہے
ضلع کے تقریباً دس ہزار مسلمان دشوار گذار راہ کی صعوبتیں برداشت کر کے اس مسلم نما یہودی کو دیکھنے آئے جس کی فطرت دشمنی رسول ہے۔ مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ میدان مناظرہ میں مدنی دیوبندی صاحب کی صورت نہ دکھائی پڑی۔ دل کی حسرت دل ہی میں رہ گئی معلوم کرکے کہ ماہ نومبر ۱۹۵۶ء میں صاحب موصوف کہیں جلوہ گری ہوگی۔ قدرے سکون خاطر ہوا۔ اتنے انتظار کے بعد دیکھئے کیا ہوتا ہے مگر سب غم غلط ہو گیا جب مناظر اہلسنت شیر اسلام سلطان المناظرین شیخ الحدیث حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور نے اس بھرے میدان مناظرہ میں جسمیں تقریباً دس ہزار افراد جمع تھے اعلان فرمادیا کہ اے وہابیو، دیوبندیو! تم نے جتنی شرطیں اُن کے یہاں لانے کیلئے لکھی ہیں مجھے سب منظور، بس کسی طرح
انھیں یہاں بلا لاؤ اور اُس وقت کی مسرت و شادمانی کا کیا کہنا جس وقت حضرت مفتی اعظم کانپور نے صلوٰۃ وسلام پر اپنا بیان ختم کیا اور قصبہ برخوردارپور کے رئیس جناب عبدالرحمٰن خانصاحب مجمع سے اُٹھے اور حضرت مفتی اعظم مدظلہ سے عرض کیا کہ حضرت میں وہابیت سے توبہ کرتا ہوں اپنی بیعت میں لیجئے حضرت مفتی اعظم نے نہایت خندہ پیشانی سے اُن کا استقبال کیا اور نعرہ رسالت کی گونج میں توبہ کرائی گئی پھر محمد بشیر خانصاحب اُٹھے اور توبہ بیعت کے طالب ہوئے پھر عبدالرشید خانصاحب اور حسینی خانصاحب اور محمد حسن خانصاحب اور احمد حسین خانصاحب اور مشتاق حسین خانصاحب نے توبہ و بیعت کی یہ تمام حضرات اُسی برخوردارپور کے تھے۔ اسکے علاوہ قرب و جوار کے بہت سے حضرات نے توبہ کی اور یہ سلسلہ دوسرے اور تیسرے روز بھی جاری رہا حضرت مفتی اعظم کے پاس وقت نہ تھا اسلئے بہت سے مواضعات کے حضرات عذر لیکر واپس گئے کہ اس ہفتہ کے بعد ان مواضعات کا دورہ کیا جائیگا تاکہ باقیماندگان اور مستورات کو بھی داخل سلسلہ کیا جاسکے۔ اُمید ہے کہ بھٹکے ہوئے راہ پا جائینگے رہے وہ وہابی جن کا مذہب ہٹ دھرمی ہے وہ اپنی پرانی لکیر پیٹے جارہے ہیں کہ مناظرہ ضرور ہوگا۔ دیکھئے وہ کس تاریخ کا اعلان کرتے ہیں۔ ۵ ذی الحجہ کی روداد طویل ہے صرف ایک حقیقت ظاہر کر کے ختم کرتا ہوں۔ برخوردارپور والے اپنی جیب سے ٹانڈوی صاحب راضی نہوئے تو نمبری دو وہابی دیوبندی مولویوں کو مناظرہ کیلئے برخوردارپور لائے لیکن جب انھیں معلوم ہوا کہ حضرات علمائے اہلسنت تشریف فرما ہیں تو پانچ کا دن شروع ہونے سے پہلے ہی راتوں رات نہ معلوم کہاں بھاگ گئے۔ اس کا پتہ ان وہابیوں کو بھی نہ لگ سکا یہ ہے فرار جس کا وہابیوں نے چار روز پہلے اعلان کیا تھا۔ فقط

محمد حسن خان مستری

مفتی اعظم کانپور پر کچہری میں دعویٰ

حاضری کا استثنا

''اے دوڑو! مولانا رفاقت حسین صاحب نے ہم کو وہابڑا اور کافر بنادیا اور مسلمانوں کو ہمارے یہاں شادی بیاہ سے منع کردیا،

''عالی جناب حضرت مولانا مولوی رفاقت حسین صاحب قبلہ دامت برکاتہم سرپرست ادارہ سنی پر دعویٰ کردیا گیا، عیسیٰ محمد امین احاطہ گلاب بابو پریڈ بازار کانپور کے رہنے والے ایک شخص نے ایک دعویٰ دفعہ ۲۹۸، و۲۹۸/ ۵۰۰ کے تحت حضرت مولانا موصوف اور جناب بسم اللہ خاں صاحب کے خلاف دعویٰ کیا ہے، مولانا موصوف پر ۲۸ اور بقیہ دیگر سنی حضرات پر پانچ سو کے اضافے کے ساتھ دعویٰ کیا ہے استغاثہ کی کہانی اس طرح بیان کی جاتی ہے، کہ مدعی علماء دیوبند کی عزت کرتا ہے اور وہابی نہیں ہے (ہائے ہائے) اور ملزمان دیوبندی عقیدے کے سخت خلاف اور دشمن ہیں، موضع قاضی پور تلیانی میں مولانا موصوف نے تقریر کی جس میں مستغیث کے ہم عقیدہ لوگوں کو وہابڑا اور کافر بنادیا (ہائے ہائے) غضب کیا، اور مستغیث کے ہم عقیدہ لوگوں سے شادی بیاہ کرنا ناجائز وحرام کاری کہہ دیا، (ارے توبہ غضب کیا) پہلی پیشی ۱۱/ دسمبر ۱۹۵۶ء کو تھی دوسری ۲۹/ دسمبر کو ہے کہا جاتا ہے کہ مولانا صاحب قبلہ کو عدالت نے حاضری سے مستثنیٰ کردیا ہے، حضرت مولانا کی طرف سے ان کے وکیل پیروی کریں گے''۔

اسی طرح کا ایک مقدمہ اور بھی وہابیوں نے رائے بریلی کی کچہری میں دائر کیا تھا، مہینوں مقدمہ لڑا جاتا رہا، جس میں بفضلہ تعالیٰ کامیابی ہوئی، اور وہابیہ ذلیل وخوار ہوئے، لیکن ان مقدمات میں خصوصاً رائے بریلی کے مقدمہ میں سفروں کی بے حد دقت رہی، یہ مقدمہ شاہ وہابیوں کی شاہ منومناظرہ کی ناکامی وجہ سے دائر ہوا تھا، اس مناظرہ میں جب وہابیوں کے مولوی نہیں پہنچے، تو جلسہ مناظرہ، جلسۂ وعظ میں بدل گیا اور حضور قبلہ گاہی نے ذکر پاک علیہ التحیۃ والثناء پر جلسہ ختم کیا اور حضور قبلہ گاہی اور آپ کے قدیم شاگرد

مولانا شاہ نعیم اشرف اور مولانا حکیم خلیل احمد جائسی لکچرر طبیہ کالج مسلم یونیورسیٹی علی گڑھ یکہ پر بیٹھ کر روانہ ہونے لگے، اہل سنت نے نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت بلند کیا، وہابیوں نے تالیاں لگائیں اور "ہے ہو ہے ہو" کہنے لگے، اس سے اہل سنت کی غیرت ایمانی جوش میں آئی اور اسماعیل خاں، اور عبد الخالق خاں صاحب شریف خاں، صابر خاں وغیرھم اہل سنت پلٹ پڑے اور لاٹھیاں چل گئیں عبد الخالق خاں کی ضربوں کی تاب نہ لا کر ایک وہابی بول پڑا اپنے غوث پاک کے صدقے میں چھوڑ دو۔

مقدمات میں کامیابی پر حضرت شیر بیشۂ سنت کی طرف سے مبارک بادی اور گُل پوشی

اعلاء حق کی وجہ سے مخالفین اور اعداء شان عظمت نبوی کی طرف سے حضور قبلہ گاہی پر پے در پے گورنمنٹ کی کچہریوں میں، مقدمات دایر ہوئے، بڑی کوشش اور بڑی پیروی کہ کسی طرح سزا ہو جائے، کبھی کانپور اور کبھی رائے بریلی کی کچہریوں میں حاضریاں، سرد و گرم موسم کی پرواہ کے بغیر جانا بھی مجاہدہ و ریاضت ہی ہے کہ توہین رسالت کے مرتکبین کو کچہری میں سرنگوں دکھانا مقصد تھا آخر فضل رب سے استغاثہ و استمداد کو کفر و شرک کہنے والوں کو ذلت و رسوائی کا سامنا ہوا اور مقدمہ حضور قبلہ گاہی کے حق میں فیصل ہوا، آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اہل سنت و جماعت کے حلقے اس نصرت خداوندی پر بے پایاں مسرور ہوئے، حضرت شیر بیشۂ سنت مولانا ابو الفتح محمد حشمت علی خاں قادری رضوی مجددی لکھنوی علیہ الرحمہ کانپور بکثرت تشریف لاتے تھے، آپ کے مخلصین نے مقدمہ میں کامیابی کی خبر فرحت افزا سنائی، آپ نے مبارک بادی کی تیاری کی، مخلصین کی بڑی جماعت کے ساتھ کرنیل گنج بزریہ سے مدرسہ احسن المدارس قدیم نئی سڑک پہنچے، عصر کی اذان ہو چکی تھی، تازہ وضو کیا جماعت کا وقت ہوا، تو حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے امامت کے لیے فرمایا جواب میں فرمایا، آج تو آپ ہی کی اقتداء میں نماز ادا کرنی ہے، آپ پڑھائیں نماز ختم ہوئی تو سب سے پہلے حضرت عاشق الرسول شیر بیشۂ سنت نے گل پوشی کی ان کے بعد ان کے مخلصین نے باری باری گل پوشی کی، بعدہ حضرت شیر بیشۂ سنت نے خود صلوٰۃ و سلام پڑھا اور کچھ اشعار

مبارک بادی کے پڑھے معانقہ ومصافحہ اور باہمی دست بوسی پر مجلس تمام ہوئی اور رخصت ہوئے۔

گوجروں میں سرگرم تبلیغ

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے گوجر مسلمانوں کے خطّوں میں سرگرم تبلیغ فرمائی، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں کا دورہ فرمایا، کچے راستوں پر بیل گاڑیوں کا سفر، دھوپ، آندھی، گرمی، سردی، کسی کا بھی شکوہ کیے بغیر سفر اور وعظ فرمایا، اس کی قید نہ تھی، کہ مجمع بڑا ہو، دس آدمیوں کے درمیان بھی وعظ، سو دو سو اور ہزار ہا کے مجمع میں بھی وعظ، جہاں وہابیوں کے گاؤں کے گاؤں تھے وہاں بھی جا کر وعظ و ہدایت فرمایا نہ قسم کی پریشانی کی فکر کی، نہ کسی قسم کا اندیشۂ زیاں ایک ایسے مقام پر محفل مولود منعقد ہوئی جہاں چند گھرانے ہی اہل سنت کے تھے، بقیہ پورا حلقہ وہابیوں کا تھا، مسجد کا امام بھی وہابی تھا، حضور نماز باجماعت مسجد کے پابند تھے حضور نے امام سے پوچھا تمہاری ڈاڑھی اتنی ہی ہے یا کترواتے ہو، اس پر امام خاموش رہا تو فرمایا اپنی بھی نماز خراب کرتا ہے اور ڈاڑھی کتروا کر دوسروں کی نماز بھی برباد کرتا ہے مصلیٰ سے ہٹو، وہ ہٹ گیا، آپ نے جماعت کرائی، جماعت ختم ہوئی تو مصلیوں سے فرمایا آپ لوگ تھوڑی دیر ٹھہر جائیں گے کچھ نماز کے مسائل بتاؤں گا، اوّابین وغیرہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہو گیے اور آدھے گھنٹے تقریر دعا پر ختم فرمائی اور دعوت دی کہ عشاء بعد ہمارا بیان ہو گا آپ لوگ شریک ہوں عشاء بعد بیان ہوا، وہ بھی آئے اور وعظ سنا صلوٰۃ وسلام پر محفل بالخیر تمام ہوئی۔ بہت سے مرد وعورت تائب ہو کر مرید ہوئے۔

حضور قبلہ گاہی کی صحبت وسنگت سے گوجر قوم میں عقائد حقہ اور اعمال صالحہ کا ایسا اُجا پھیلا کہ یہ قوم اور اس کا پورا معاشرہ مذہبی اقدار اور روایات کا علمبردار بن گیا، اور جو خود راہ پر نہ تھے اوروں کے رہبر بن گیے، اور ان کی دینی معلومات اچھے اور متجر علماء کی دینی معلومات کا نمونہ پیش کرنے لگی، مگر یہ بھی بے حد تعجب کی بات ہوئی کہ ظاہر و باطن کے ایسے ستھرے افراد واشخاص کو آپ نے اجازت وخلافت عطا نہ فرمائی، اس میں کون سا سر اور کون سا بھید تھا خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

پری ہار پور میں وہابیت بے نقاب

حضرت سلطان المناظرین شیخ الحدیث مولانا شاہ رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کے مقابلہ میں ۱۲؍ وہابی مولویوں کی شرم ناک شکست

مولانا قاری عباد الرحمن علیہ الرحمہ ساکن پریہار پور ضلع بردوان بنگال حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی خدمت میں اکتساب علوم کرتے تھے حضور قبلہ گاہی ان کے یہاں اور ضلع بردوان کے اطراف و جوانب کے مقاموں میں بسلسلہ رشد و ہدایت تشریف لے جایا کرتے تھے، جیسا کہ مناظرہ کی روئداد سے معلوم ہوگا دیوبندیوں وہابیوں نے حسب معمول پہل اور چھیڑ چھاڑ کی، اور زبردستی مناظرہ کے لیے زور دیا، مناظرہ کی مختصر روئداد اسی زمانے میں ماہنامہ سنی لکھنؤ کے محترم مدیر حضرت مولانا شاہ محمد عمر قادری الوارثی نے جلد ۵؍ شمارہ ۸ بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق مئی ۱۹۵۷ء میں شائع فرمادی تھی اس کی نقل یہاں درج کی جاتی ہے:

"یہاں قرب و جوار میں اہل سنت آباد ہیں، یہاں کثرت سے میلاد شریف کی محفل ہوا کرتی ہے، کبھی کبھی آسنسول سے مولوی بلا کر میلاد شریف پڑھواتے ہیں ابھی حال میں آسنسول کے عبد الرؤف نام کے مولوی نے جب سمجھ لیا کہ لوگ ہمارے معتقد ہو چکے ہیں، تو ایک محفل مبارک میں جب لوگ قیام کے لیے کھڑے ہوگیے زبردستی لوگوں کو بٹھادیا، اور یہ کہا کہ قیام ناجائز ہے، اس کی اس حرکت سے شورش پھیل گئی اس نے لوگوں میں یہ بھی تحریک چلائی کہ ہندوستان کے سب سے بڑے عالم اشرف علی تھانوی ہیں، ان کی کتابوں پر عمل کرنا چاہیئے، ان کی کتابیں منگائی گئیں اور ان کے بارے میں پھلواری شریف، مدرسہ دیوبند، سہارن پور سے فتاوے منگا کر لوگوں کو دکھلانے لگے، کہ اشرف علی صاحب کے متعلق یہ فتویٰ آیا ہے کہ وہ بہت بڑے عالم اور ولی تھے علم غیب رسول پاک کے لیے ماننا کفر ہے، فاتحہ ناجائز ہے، محرم کی سبیل حرام ہے، مولوی عبد الرؤف کے ان افکار و اعمال و اقوال سے

مسلمانوں میں بڑاانتشار پیدا ہوا۔

حلقہ آبادی نمبر ۹ کے مسلمانوں نے سلطان المناظرین حضرت مفتی اعظم کانپور وسرپرست ماہنامہ سنی لکھنو کو اطلاع دی اور درخواست کی کہ حضور یہاں تشریف لاکر اس کا فیصلہ سنادیں، کثرت مشاغل دینی اور بائیں پاؤں کے نیچے ایڑی میں سخت چوٹ کی وجہ سے سفر ناممکن تھا اس لیے وہاں تشریف نہ لے جاسکے ان کی وجہ سے وہابی ملانوں نے اہل سنت کو بے حد پریشان کیا کئی ماہ اسی طرح گذرے حسن اتفاق سے ۸ ر مارچ ۱۹۵۷ء جمعہ کو حضرت قبلہ گاہی مفتی اعظم کانپور وہاں تشریف لے گیے ایک شخص صابر علی نامی جو مسجد کا امام ہے حضرت کے پاس آیا اور تھانوی صاحب کے متعلق وہ تمام فتاوے دکھائے جو تھانوی صاحب کی تعریف میں منگائے گیے تھے حضرت مفتی اعظم نے تھانوی صاحب کے کفریات کا حوالہ دیا وہ امام بولا کہ میں نے سب کچھ دیکھا ہے اور دیکھ کر ہی ان کو مسلمان اور پیشوا مانا ہے، حضرت مفتی اعظم نے فرمایا، تھانوی صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو پاگلوں جانوروں جیوانوں کے علم جیسا لکھا ہے، تم اسی تھانوی کو مسلمان اور مسلمانوں کا پیشوا مانتے ہو، اس نے کہا ہاں اسی کو مسلمان اور مسلمانوں کا پیشوا مانتا ہوں، تب حضرت قبلہ گاہی مفتی اعظم دامت برکاتہم نے فرمایا اب ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں، تمام علماء اہل سنت کا متفقہ فتویٰ ہے کہ توہین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والا، اور اسکو جان بوجھ کر اچھا سمجھنے والا، بے دین اور کافر ہے اس پر صابر علی مشتعل ہوگیا، اور اصرار کرنے لگا کہ اگر آپ صحیح کہتے ہیں تو کل مناظرہ کر لیجیے، حضرت قبلۂ عالم مفتی اعظم نے فرمایا، اتنی جلدی تم اپنے مولویوں کو کہاں سے لاؤ گے اس نے کہا، آسنسول میں بہت مولانا ہیں حضرت مفتی اعظم نے فرمایا ان میں کوئی بھی مجھ سے مناظرہ کرنے کو تیار نہ ہوگا تم ناحق پریشان ہوتے ہو تم دو تین مہینہ کی مجھ سے مہلت لے لو، اور وہابیوں میں جو سب سے بڑا ہو، اس کو تیار کر کے مجھے اطلاع دو میں آجاؤں گا صابر علی نے اور گاؤں کے لوگوں نے کہا کہ ہمارے نزدیک مولوی عبدالروف امام جامع مسجد آسنسول سب سے بڑے عالم ہیں آپ کو انہیں سے مناظرہ کرنا ہوگا، حضرت مفتی اعظم نے فرمایا، میں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں، کہ یہ مولوی

نہیں ہیں، جولوگ تمہارے فرقہ کے مانے ہوئے مولوی ہیں ان کو بلاؤ وہ لوگ کچھ دیر ٹھہر سکیں گے، حضرت مفتی اعظم کی یہ بات ان لوگوں کو بری معلوم ہوئی کہنے لگے آپ کو انہیں مولویوں سے مناظرہ کرنا ہوگا، حضرت نے فرمایا کل مدھوپور کی تاریخ ہے اور پرسوں سے مدھوپور کے مسلمان میرے منتظر ہیں، اور میں نے ان کو خود تاریخ دی ہے، تم جلد بازی سے کام لینا چاہتے ہو تو کل کے بجائے پرسوں رکھو، پرسوں عصر کے وقت آجاؤں گا، اس پر ان لوگوں نے کہا کہ دستخط کر دیجیے حضرت نے فرمایا، اس کی کوئی ضرورت نہیں، اس پر ان لوگوں نے کہا کہ اگر آپ تحریر نہیں دیتے تو ہم لوگوں کو اطمینان نہ ہوگا حضرت قبلہ عالم نے فرمایا لکھ کر لے آؤ، میں دستخط کر دوں گا، دستخط فرما کر مدھوپور تشریف لے گیے۔

یہاں وہابیوں نے اپنے مولویوں کو ٹھیک کیا، اور حضرت کے متعلق پروپیگنڈہ کرنے لگے کہ بھاگ گیے۔ اب انہیں وہابیوں نے مدھوپور حضرت کو تار بھیجا کہ مناظرہ ملتوی ہوگیا ہے۔ حضرت مفتی اعظم اپنے وقت پر تشریف فرما ہو گیے تو وہابیوں کے چہروں پر قیامت کی ہوائیاں اڑنے لگیں عشاء کے بعد وقت پر حضرت سلطان المناظرین دامت برکاتہم مناظرہ گاہ میں تشریف لے گیے، تو ملاحظہ فرمایا کہ اسٹیج وہابی مولویوں سے بھرا ہوا ہے۔ جن میں مولوی اخلاق حسین مونگیری مبلغ امارت شرعیہ پھلواری شریف مولوی عبدالحمید اعظم گڑھی صدر جمعیۃ العلماء مولوی عبدالروف امام جامع مسجد آسنسول، مولوی عبدالستار غیر مقلد، مولوی عبدالستار حکیم غیر مقلد، مولوی غریب اللہ مولوی مقبول حسین، مولوی اسماعیل غیر مقلد آسنسول، مولوی احمداللہ، نورالہدیٰ، صابر علی یہ بارہ عدد مولوی نما انسان اسٹیج پر نظر آئے۔

حضرت سلطان المناظرین کی تشریف آوری سے پہلے ہی جلسہ کا صدر عبدالحمید اعظم گڑھی کانگریسی کو وہابیوں نے بنا رکھا تھا، اس نے جلسہ کی کارروائی شروع کی، اور تقریر کا پروگرام بتایا وہابی مولویوں کی تقریر کے بعد حضرت سلطان المناظرین کے نام کا اعلان ہوا، حضرت دامت برکاتہم کھڑے ہوئے اور خطبہ پڑھنے کے بعد منتظمین جلسہ سے پوچھا کہ آپ لوگوں نے مجھے تقریر کے لیے بلایا ہے یا مناظرہ کے لیے، آپ لوگ پہلے جواب دیں، تب تقریر شروع کروں، منتظمین جلسہ نے متفقہ طور پر بلند

آواز ہو کر کہا کہ ہم ان مولویوں کو مناظرہ کے لیے لائے ہیں، اتنا سننا تھا کہ مولوی عبدالحمید اعظم گڑھی صدر وہابیہ اور مبلغ امارت شرعیہ نے کہا تم لوگ جھوٹے ہو، منافق ہو، اتنے میں مولوی عبدالستار غیر مقلد نے بہت غضب میں کہا اے مولوی صاحبان تم لوگ جھوٹے ہو، کیوں مناظرہ سے اتنا ڈرتے ہو، ہمارے سامنے آسنسول میں آپ لوگوں سے کہا گیا تھا کہ آپ لوگ مناظرہ کے لیے تیار ہو کر چلیں آج مناظرہ کی تاریخ ہے، اور اہل سنت کا مناظر بھاگا ہوا ہے، تب آپ لوگ اقرار کر کے آئے کہ ہاں ہم ضرور مناظرہ کریں گے، پھر کیا بات ہے کہ بدعتی مولوی کو دیکھ کر آپ اتنے مولویوں کے ہوتے ہوئے ڈر گیے، خود جھوٹ بولتے ہیں، اور دوسروں کو جھوٹا منافق بتا رہے ہیں۔

جب وہابی مولویوں کا فریب ظاہر ہو گیا، حضرت سلطان المناظرین کھڑے ہوئے اور حضور سید عالم ﷺ کی فضیلت پر ایسی تقریر فرمائی کہ سارا مجمع مکیف ہو کر جھوم اٹھا، اور مناظرہ کی وجہ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "موضوع مناظرہ پہلے ہی سے طے ہے، تین چیزوں پر پہلے بحث ہوگی۔

پہلی چیز مولوی اشرف علی تھانوی کی وہ کتاب ہے جس میں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کو پاگلوں جانوروں، دیوانوں کا ایسا بتا کر کافر و مرتد ہوئے تمام علماء نے ان پر ان کے اس قول کی بنا پر کفر کا فتویٰ دیا اور میں بھی انہیں کافر و مرتد سمجھتا ہوں۔

دوسری چیز، جماعت ثانیہ کا ناجائز ہونا، وہابی دیوبندی ثابت کرے گا میں جائز بتاؤں گا" اس پر وہابی دیوبندی مولوی یکے بعد دیگرے اٹھ اٹھ کر بولے پہلے حضرت مولانا احمد رضا خاں کا اسلام ثابت کرنا ہوگا، پھر مدرسہ دیوبند کی لمبی چوڑی تعریف شروع کر دی، اور میلاد و قیام کی برائی بیان کرتے کرتے یہ کہہ دیا کہ، جیسے پیشاب کرنا، پاخانہ جانا، ویسا ہی میلاد کرنا قیام کرنا ہے، یہ سنتے ہی لعنت و نفرت کی صدا چاروں طرف سے آنے لگی، اور وہابیت کی خباثت ہر شخص پر بے نقاب ہوگئی۔

حضرت مفتی اعظم دامت برکاتہم کھڑے ہویے، اور فرمایا:

"مسلمانوں جو شخص مجمع عام میں میلاد و قیام شریف کو پیشاب و پاخانہ کے برابر بتائے،

وہ اپنی خاص محفلوں میں نہ معلوم کیا کیا بکتا ہوگا، وہابیوں کو چاہئے کہ اپنے مناظر کو پیش کریں، تاکہ بحث شروع ہوجائے''،

اس پر وہابی مولویوں نے منتظمین جلسہ کو بلا کر کہا، آپ لوگ پہلے مجھے تحریر دیں کہ کسی طرح کی توہین ہم لوگوں کی نہ ہوگی، تب آپ مناظرہ کراسکتے ہیں، ورنہ ہم لوگ مناظرہ نہیں کریں گے۔

منتظمین جلسہ نے کہا کہ، ہم لوگ اچھی طرح حق و باطل کو سمجھ گیے، ہم کوئی تحریر نہیں دیں گے، آپ لوگوں سے کوئی جواب نہ ہوسکا، تو یہ حیلہ نکالتے ہو، یہ کہتے ہوئے منتظمین جلسہ نے لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کردیا، کہ اب جلسہ کی کوئی ضرورت نہیں رہی، جلسہ برخاست ہوتا ہے اس وقت وہابیوں کی ذلت ورسوائی قابل دیدتھی، ہر طرف سے لعنت وملامت کی صدا آرہی تھی۔

پھر حضرت مفتی اعظم دامت برکاتہم نے کھڑے ہوکر اعلان فرمایا کہ ''جن لوگوں پر حق واضح ہوگیا ہے وہ سب میرے ساتھ کھڑے ہوکر صلوٰۃ وسلام پیش کریں، تقریباً سات ہزار کے مجمع میں بجز ان بارہ مولویوں کے اور چار پانچ ان کے مرتدین ساتھیوں کے سبھی نے صلوٰۃ وسلام پڑھا، حضرت قبلۂ عالم نے دعاء مانگی اور فتح مبین کا شکریہ ادا کیا، ختمِ جلسہ پر وہابی مولوی صاحبان کھڑے ہوکر حضرت سے مصافحہ پر اصرار کرتے رہے، جس پر آپ نے فرمایا مرتدین سے مصافحہ جائز نہیں، پہلے توبہ کرو پھر مصافحہ کیا سینے سے لگالوں گا، مایوس ہوکر وہابی مولوی لوٹ گیے، اس کے بعد حضرت قبلۂ عالم نعرۂ تکبیر ونعرۂ رسالت کی گونج میں قیام گاہ پر تشریف لے گیے، دیر تک اہل سنت زندہ باد، زندہ باد کا نعرہ فضا میں گونجتا رہا۔

الیاسی وہابی جماعت کی ضلالت کا محاسبہ

دارالسلطنت دہلی کے اطراف کے ضلع سہارنپور اور مظفر نگر کے قصبات کلیر شریف، گنگوہ شریف، پھلت وجھنجانہ وکاندھلہ علماء واولیاء کے قصبات وقریات تھے جہاں برگزیدگان زمانہ کی ابدی آرام گاہیں، مرجع خلائق بنی ہوئی ہیں۔ انہیں میں قصبہ کاندھلہ بھی ہے، اسی بستی سے ایک فرد مولوی محمد الیاس نکلے، دہلی میں بنگلہ والی مسجد غیاث پور شریف میں براجمان ہوئے، اُن کے بھائی مولوی محمد یحییٰ اسماعیلی

وہابی جماعت کے ہندوستان میں امام رابع مولوی رشید احمد گنگوہی کے خواص میں تھے، مولوی محمد الیاس بھی رشید احمد گنگوہی کی صحبت میں رہ کر اُن کے ضلالت سے حصہ یاب ہوئے، نئے طرز اور نئی فکر کے ساتھ مصروف جدو جہد ہوئے، آغاز کار، کلمہ، نماز کی تبلیغ وترویج سے کیا، جو صالحین کرام کا طریقہ تھا، صلحاء اس طریقے سے بندگانِ الٰہی کو قرب حق سے سرفراز کرتے تھے، مولوی محمد الیاس نے اپنے حواری دوئم مولوی محمد منظور نعمانی سے خاص مجلس میں راز داری سے کہا ـــــ مولوی صاحب کلمہ نماز تو ہماری تعلیم کی الف، با ہے، اصل مولانا تھانوی کی تعلیمات کو پھیلانا ہے، طریقہ ہمارا ہو، تعلیم مولانا تھانوی کی ہو۔

تھانوی تعلیم کو پھیلانے کے لیے دہلی کے اطراف کے ضلعوں میں "چلت پھرت" کی اس کے بعد ہی دنیا سے چل بسے، ان کے بعد ضلالت کا بار اُن کے بیٹے مولوی یوسف نے اُٹھایا، لکھنؤ سے ان کو تھانوی تعلیمات کے پرچارک مولوی منظور مل گیے، ان کے ساتھ ابوالحسن ندوی ہوئے، سہارن پور سے مولوی محمد زکریا ساتھ ہو گیے، ان سب نے مل کر جرگہ بنالیا، ان کی تعلیمات تبلیغی جماعت کے نام سے مشہور ہوئی، اَن پڑھوں کا میواتی گروہ پوری شدت سے سرگرم عمل ہوا، چودہویں صدی کی چھٹی دہائی میں حشرات الارض کی طرح ان کا بستر بند گروہ نگر نگر قریہ قریہ پھیلنے لگا، ان کے متعقدات اور طرز عمل سے سوادِ اعظم اہل سنت میں بے چینی پھیلی باپ سے بیٹا جدا ہوا، بھائی سے بھائی الگ ہوا، جو بھی اس بستر بند گروہ میں شامل ہو کر گھر سے چلت پھرت کے لیے نکلا اور واپس آیا، تو اہل سنت کی پُر امن آبادیوں میں جھگڑا، لڑائی کا فساد پھیلا، مسجدوں میں لڑائیاں ہوئیں، مسجدوں کی حرمت پامال ہوئی، پورا پورا نقشہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی تحریک و جماعت کے شر وفساد کا سامنے آیا، اس وقت سوادِ اعظم اہل سنت کے ہادیان ورہبران نے بستر بند گروہ وحزب کی گمراہیوں اور ضلالتوں سے عوام اہل سنت و جماعت کے دین وایمان کی حفاظت وصیانت کے لیے پوری توجہ فرمائی، کتابیں اور رسالے لکھے، اسی پُر آشوب دور میں حضور پُرنور قبلہ گاہی نے ایک موجز اور مکمل کتاب تحریر فرمائی، اس کا نام الیاسی جماعت رکھا اور مفت تقسیم کرائی، لاکھوں کی تعداد میں اس کی اشاعت ہوئی، اس سلسلہ میں وہابی بستر بند گروہ کے

Scanned with CamScanner

مولویوں سے مناظرے بھی طے ہوئے، مدھ پردیش کے گوریلا بینڈار میں ۲۸ مارچ ۱۹۵۷ء مطابق شعبان ۱۳۷۶ھ کو مناظرہ طے پایا اس کا اہتمام حضرت مولانا شاہ برہان الحق صاحب علیہ الرحمہ نے کیا اس میں حضور قبلہ گاہی اور مولانا محمد رضوان الرحمن صاحب فاروقی نے شرکت فرمائی، مناظرہ نہیں ہوا تو جلسۂ وعظ منعقد ہوا، بستر بند گروہ تبلیغی وہابی جماعت کا دینی محاسبہ کیا گیا، وقتاً فوقتاً اشتہار کی اشاعت کروائی۔ اس کی روئداد ماہنامہ سُنّی لکھنؤ کے ماہ ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ مطابق ماہ جون ۱۹۵۷ء میں حضرت برہان الملۃ کے قلم سے شائع ہوئی، حضرت برہان الملۃ نے تحریر فرمایا، حضرت سلطان المناظرین مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب شیر بیشۂ سنت نے مباحث اہل سنت بدلائل سنت یہ سمجھا دیا۔

سُنّی تبلیغی جماعت کا قیام

خطیب مشرق علامہ نامی مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے عرض کیا کہ دعوت و تبلیغ کے لیے خواص وعوام اہل سنت کی ایک متحرک مجلس بھی قائم ہوتو بہتر ہے، مجلس کے قواعد و نظام کا کام حضرت خطیب مشرق کو سپرد فرمایا، حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ نے ملاحظہ فرمایا، چند ترمیموں کے ساتھ پسند فرمایا، اسی منہاج پر دعوتی تبلیغی کام شروع کیا گیا، اخلاص کے ساتھ اس کے مبلغین نے گشتی دعوتی سلسلہ شروع کیا، راجستھان کی سرزمین سے کام کی ابتدا ہوئی، بڑا کام ہوا، حضور قبلہ گاہی، سنی تبلیغی جماعت سرپرست ہوئے، اس کے تمام اشتہاروں اور کتابچوں میں آپ کا نام سامی بحیثیت سرپرست وسربراہ لکھا جاتا رہا سنی تبلیغی جماعت کے ایک اہم اجتماع میں حضرت علامہ نظامی نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

> ”ہماری جماعت اہل سنت میں چند ہستیاں ایسی بھی ہیں، جنہیں دین دار ہی نہیں بلکہ سراپا دین کہنا بجا اور روا ہے، دنیا ان کی ایک ایک ادا سے دین سیکھے فخر الاماثل حضرت امین شریعت مفتی اعظم کانپور انہیں بزرگوں میں سے ایک ہیں“

ایمرجنسی کا پُر آشوب دَور اور فتویٰ

کانگریس کی مرکزی حکومت نے اندرا گاندھی کی قیادت میں ضبط تولید کے احکام کاشدت سے نفاذ کیا، ہر طرف سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی حکام نے اس پر سختی سے عمل کرایا، اس دور میں حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کی خدمت میں نس بندی کے بارے میں سوال آیا، آپ نے اس کا جواب تحریر فرمایا سائل نے اجازت طلب کی حضور اُس کو چھپوا کر تقسیم کرادوں، جواب میں فرمایا جیسا تمہارا جی چاہے، سائل نے جواب کو اشتہار میں چھپوا دیا اور عام طور پر تقسیم کرایا، اس کی نقل بار بار چھپی اور تقسیم ہوئی، حکام وقت نے بھی دیکھا، پڑھا اور داخل دفتر کیا، بعض افراد نے آکر عرض کیا حضور فتویٰ کی نقل بار بار چھاپی جارہی ہے، اندیشہ ہے کہ حکومت حرکت میں آئے، فرمایا خاموشی سے دیکھتے رہو، میں نے احکم الحاکمین کا حکم نقل کیا ہے اس کا حکم نافذ ہے ایمرجنسی کا دور گزر گیا، کانگریس کی حکومت کی نس بندی ہوگئی، اسی زمانے میں ایک جمعہ کو خطبہ جمعہ سے قبل تقریر فرمائی، مسلمانوں کو اطمینان دلایا کہ یہ استبداد چند چندروزہ ہے، ڈرنے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اللہ کریم جل شانہ حافظ ونگہبان ہے، لہٰذا وہ دور کانپور میں اطمینان کا گزرا۔

شمالی بہار میں وہابیت کی یلغار اور شورش

اسلامی عہد میں مشرقی ہند کا خطہ، ولایت بہار اور ولایت ترہت اپنے بزرگوں عالموں کے وجود سے ارجمند وسر بلند تھا، ولایتِ ترہت، سلسلۂ چشتیہ کا مرکز تھا بعد میں سلطانوں کا بھی مرکز بنا، سلاطین دہلی ہوں یا شاہانِ شرقیہ سبھوں کے عہد میں اس کی دینی وروحانی رونق بہاروں پر تھی، یہاں آنے والے، اور مسندارشاد بچھانے والے سبھی اولیاء سنی حنفی مذہب کے پابند تھے، جگہ جگہ ان کی خانقاہیں تھیں، صدیوں ان دونوں ولایتوں کا یہی حال رہا۔

تیرہویں صدی ہجری کے ربع ثانی کے اول میں دہلی سے مولوی اسماعیل صاحب کا خروج

ہوا، سید احمد صاحب رائے بریلوی صاحب کو لے کر سفر میں نکل کھڑے ہوئے، سفر کرتے ہوئے صادق پور پٹنہ پہنچے ان کی پیشوائی کے لیے شیخ النجد عبد الحق بنارسی پہلے سے موجود تھے، صادق پور کے وہابیان پہلے ہی سے شیخ النجد سے زیادہ متاثر تھے مولوی اسماعیل حصار تقلید کو کفر ہونے کے لیے کافی کہتے تھے، شیخ النجد الحق بنارسی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی خلاف شان الفاظ وکلمات کہنے میں حد درجہ جری و بے باک تھے، حکیم عبد الحی رائے بریلوی نے نزہۃ الخواطر جلد ثامن میں عبد الحق کی شرارتوں کا ذکر تفصیل سے لکھا ہے، شاہ محمد اسحاق دہلوی کے خاص شاگرد حضرت مولانا قاری عبد الرحمن محدث پانی پتی نے لکھا ہے کہ مولوی عبد الحق بنارسی نے ہمارے سامنے کہا کہ - عائشہ حضرت علی سے لڑ کر مرتد ہوئی، اگر بے توبہ مرے تو کافر مری۔ صادق پور کے وہابیوں نے انہیں کا اثر قبول کیا تھا، بزرگوں کی شان میں بدلگام ہوئے، صادق پور کی انگریزوں نے ستائش کی، حوصلہ افزائی کی، حصول مطالب کے بعد ان کو پورا پورا سبق بھی سکھایا نیست و نابود بھی کیا، اس طرح ولایت بہار میں وہابیت کا دائرہ بہت مختصر رہا۔

سید احمد کے ورودِ پٹنہ کے وقت مولوی نذیر حسن سورج گڑھی دہلوی (۷ ۱۲۳ھ) پٹنہ میں تھے، اس وقت ان کی ۱۷ برس کی عمر تھی جناب سید احمد رائے بریلوی کے مرید ہوئے حنفی رہے، دہلی گئے پڑھا پھر پڑھانے لگے، پھاٹک حبش خاں میں طرح اقامت ڈالی، شادی بھی وہیں کرلی، عرصہ کے بعد توہّب کا قلادہ گردن میں ڈالا، اور آپ وہابیت کے شیخ الکل ہوگیے، کتاب و سنت کے انوار ان کے نصیبے میں نہیں آئے تو ضلالت و بطلالت کا وسادہ بچھایا، مخلوق کو گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھایا، نواب قطب الدین خاں نے مناقب النعمان میں مناقب امام اعظم تحریر فرمایا، شیخ الکل نے اس کتاب کا ردو ابطال ضروری اور حاصل دین وایمان سمجھا، معیار الحق کے نام کی کتاب لکھ کر اپنا اعمال نامہ سیاہ کیا، ان کی اس کاروائی کے خلاف قاری عبد الرحمن محدث پانی پتی اور مولانا نواب قطب الدین دہلوی مستعد ہوئے، اس زمانے میں ریاست رام پور اپنے اولوالعزم والی کی ہمتِ عالی کی وجہ سے علم وعلماء کا مرکز بنا ہوا تھا درس وارشاد کے علاوہ فقہ وافتاء میں امام زمانہ قطب الارشاد حضرت مولانا ارشاد حسین مجددی نقشبندی مرجع زمانہ تھے،

نواب حاجی قطب الدین خاں دہلوی نے قطب الارشاد کو متوجہ کیا، حضرت ممدوح نے معیار الحق کے تمام اباطیل دعاوی کے ابطال میں انتصار الحق لکھ کر پڑ انچے اڑا دیے، امام اہل سنت فاضل بریلوی نے حاجز البحرین میں شیخ الکل کی حدیث دانی کے کشتے پہ پشتے لگا دیے، اس بے نقابی کے بعد شیخ الکل، تصنیف و تالیف سے روگرداں ہوگیے، ان کی توجہ تدریس کی طرف ہوئی صوبہ پنجاب اور صوبہ بہار کے چند بدنصیب ان کے پاس پہنچے۔

عبداللہ غازی پوری، ابراہیم آروی، شمس الحق ڈیانوی، عبدالعزیز رحیم آبادی شیخ الکل سے پڑھ کر صوبہ بہار میں نواحداث فرقہ و جرگہ کے امام و مقتدا بنے، صادق پور کے وہابیان پہلے ہی سے موجود تھے ان وہابیوں نے بادوباراں کی طرح وہابیت کی سُمیت پھیلانے کی جگر گداز جد و جہد کی، نتیجہ ظاہر تھا، اہلِ حق مشائخ کبار اور علماء دیندار، باطل اور اہل باطل کی سرکوبی اور اطفاء کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، ان پاسداران حق کے مقابل آنے سے عامۂ مسلمین وہابیت کی ضلالت سے محفوظ رہے۔

سنہ ۱۳۰۱ھ کا مرشد آباد مناظرہ

مناظرۂ مرشد آباد بنگال جون ۱۳۰۱ھ میں منعقد ہوا تھا اس میں وہابیانِ بہار و ترہت کے سورما مولوی عبدالعزیز رحیم آبادی در بھنگوی استاذ العلماء مولانا محمد ہدایت اللہ فاضل رام پوری اور شیخ التفسیر شمس العلماء مولانا عبدالحق حقانی دہلوی کے قاہرہ دلائل کے سامنے سرنگوں ہوگیے، اسی طرح شمس العلماء محدث جلیل مولانا ظہیر احسن فضل رحمانی نیموی عظیم آبادی نے وہابیت کے مسائل کا ابطال شدومد سے کیا، اور مقالۂ عشرہ لکھ کر اوپس دوراں مولانا شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادی قدس سرہ کی دعائیں پائیں، مقالۂ عشرہ میں وہ امور بھی زیر بحث آئے جو وہابیت کی بطالت زدہ شاخ دیوبندیت کے زائیدہ تھے، اس سے وہابیت و دیوبندیت کے علمبرداروں میں صفِ ماتم بچھ گئی، اور برسوں مقالۂ عشرہ کے واروں کے زخموں سے ان حلقوں میں نالہ و شیون بلند رہا۔

مشائخ بہار وترہت کی دینی مقاومت

خطۂ پاک بہار اور خطۂ دانش وبینش ترہت کے اولیاء وعلماء دیہاتوں اور قریوں میں مصروف ارشاد واہتدا تھے، ان کے نفوس قدسیہ کے اثرات وسیع وعمیق تھے، انہوں نے دلوں میں آتش عشقِ الٰہی اور محبت حضرت مصطفائی کی جوت جگا رکھی تھی، علائق دنیا سے بحیثیت دنیا بے تعلق رہنے والے خدائے پاک پروردگار کے ان نیک نہاد اور عالی قدر بندوں کو بھی ابتلاء وآزمائش سے گذرنا پڑا، انگریزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعہ اہل ہند کے مال ودولت پر تو قبضہ کیا ہی تھا، انگریزوں نے مذہبی اقدار اور معاشرہ پر بھی شب خون مارنے کی جدوجہد کی، مگر کیا ان کو اس ارادہ اور عمل میں کامیابی ملی؟ یا سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا؟ مزاحمت کا شدومد سے سامنا ہوا تو کون سامنے آیا؟ اور کون حق کی نصرت وتائید کے لیے آگے آیا؟ اور کس نے ان باطل پرستوں کے عزائم خاک میں ملائے؟ جواب ملے گا، یہ مشائخ بہار ترہت تھے، جن کے زاویے، جماعت خانے، خانقاہیں قریات ودیہات میں فیض رساں تھیں، ۱۹۴۰ء میں مصر سے ایک کتاب چھپی تھی، جس کا نام الغارۃ علی الاسلام تھا یعنی ''اسلام پر دھاوا'' یہ کتاب ایک فرانسیسی مصنف اور مسیحی مشنری .L.T کی کتاب MONDF. A.LALCoN QUCTE.DU. MUSLIMS کا ترجمہ ہے۔

یہ کتاب اصل میں دین مسیحی عیسوی کے منادیوں کی ان کوششوں کی رپورٹ ہے، جو اسلامی ممالک میں اٹھارہویں اور انیسویں صدی عیسوی سے اس وقت تک مختلف شکلوں میں جاری ہیں ایشیا اور افریقہ میں کلیسا کے سفیروں نے اب تک جتنے کام کیے ہیں، ان کی تفصیل بیان کی گئی ہے، اسی سلسلہ میں ہندوستان کا بھی ذکر آیا ہے، فرانس کے مشہور تبلیغی رسالہ العالم الاسلامی، نے انیسویں صدی میں ہندوستانی مشنریوں کی سرگرمیوں کے بارے میں لکھتے ہوئے لکھا۔

''اس وقت تک ہندوستان کے طول وعرض میں ہزارہا مشنری جماعتیں سرگرم عمل ہیں، ان

مسیحی مشنریوں کے تقریباً ایک ہزار مدارس ہیں، جن میں ۶۸ ر ہزار طلبہ تعلیم پاتے ہیں، ان کے سالانہ مصارف چالیس لاکھ تک ہیں، ان جماعتوں اوران کی درس گاہوں کی کارروائیاں مختلف شکلوں میں اپنے مقاصد کے حصول میں مصروف ہیں، ہر ملک میں اس نے عصری حالات کی بنیاد پر تبلیغی طریقے اختیار کیے ہیں، بعض منادیوں کا گروہ بنگال میں بھی کام کر رہا ہے، جن کا کام صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہیں ہے"، آگے چل کر لکھا گیا ہے:

قد اتفق حدوث مشکال بینهم وبین المسلمین ماهوالامر فی بیحار حیث قام مشائخ القریٰ کبھی عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان مشکلیں بھی پیش آئیں جیسا کہ صوبہ بہار کا حال ہے، وہاں دیہاتوں کے مشائخ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عیسائی مشنریوں کے لیے رکاوٹیں کھڑی کیں"۔

ان مشائخ قریٰ نے ثلیث کے علم برداروں اور صلیب کے پاسداروں کے عزائم خاک میں ملا دیے یہ مشائخ القریٰ، قاضی القضاۃ مولانا سید شجاع الدین چواراوی، مونگیری اور ڈاکٹر صوفی محمد وزیر خان ابوالعلائی منعمی متوفی در مکہ مکرمہ ۱۲۹۲ھ مونگیری سرجن اکبر آباد آگرہ تھے، اول الذکر نے تحفۂ مسیحیہ لکھ کر مسیحی مشنریوں کے عزائم خاک میں ملا یے، ڈاکٹر صوفی محمد وزیر خان ابوالعلائی مونگیری نے نصاریٰ کی تابوت میں کیل ٹھونک دی، ان کے عظیم الشان احقاقِ حق اور ابطال باطل کا آوازہ ممالک عربیہ اسلامیہ تک پہنچا۔ آج بھی ان کی گونج جاری ہے، مجدد اسلام حضرت مولانا محمد رحمت اللہ کرانوی مہاجر مکی قدس سرہ کی ردّ نصاریٰ کی کتابوں کا منبع ڈاکٹر صاحب کے افادات ہیں انہوں نے اس کا بیان بھی لکھا ہے، اس گام پر پسپائی اٹھانے کے بعد انگریزوں نے مذہبی محاذ کا دوسرا دروازہ بنالیا اور اس راہ سے وہ بہت کم مدت میں اسلام میں داخل ہوئے، حیرت سے پڑھیے، مولوی اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان کون سی نصاریٰ کی مذہبی کتاب تھی، جس کی طباعت واشاعت ان کے فرائض میں شامل ہوئی، بیان کسی اور کا نہیں، سرسید احمد دہلوی کا ہے، انہوں نے خود لکھا ہے کہ، وہ نیم چڑھا وہابی ہیں، اور

وہابیت لامذہبی اور الحاد کی پہلی منزل ہے انہیں سرسید نے لکھا ہے،

"تقویۃ الایمان کا پہلا انگریزی ترجمہ منشی شہامت علی نے لکھا، اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن نے اپنے رسالہ کی جلد ۱۲ میں ۱۸۵۲ء میں چھاپا اور تقویۃ الایمان کی پہلی طباعت رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے ۱۲۴۵ھ ۱۸۳۸ء میں ہوئی اور ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کی گئی ملاحظہ ہو مقالات سرسید جلد نہم ص ۷۸ ار مطبوعہ لاہور۔"

مگر انگریزوں کی یہ تحریک خاصی ناکام رہی، خانقاہوں کا روحانی نظام مؤثر تھا، عامۃ مسلمین مشائخ کے زیر تابع فرمان تھے، مگر ایک المیہ ہوا جو خاصہ اندوہناک ہے، وہ خاص خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے حلقہ میں وقوع پزیر ہوا، خانقاہ شریف کے سجادہ نشیں حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قادری محدث پھلواری کے فرزند ثانی مولوی عین الحق نے اپنے تعلیمی استاذ حکیم علی نعمت کا وہابی مذہب اختیار کیا اور اولیائے خانقاہ کے مسلک و مشرب کو کفر و شرک کا مجموعہ سمجھ کر ۱۳۰۷ھ میں خانقاہ پیر مجیب اور آثارِ حبیب کا مذہب سنی حنفی بھی ترک کیا، اور سجادگی بھی چھوڑی، اور یہاں تک کہ پھلواری کی اقامت بھی ترک کی، حضرت شاہ نعمت اللہ اور ان کے فرزند حضرت شاہ ابوالحسن فرد نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کی دہن دوزی فرمائی اور ان کے پوتے وہابی ہوگئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ وہابیت آرہ، دربھنگہ اور صادق پور اور مظفر پور وغیرہ تک مختصر محدود رہی۔

معجون المذاہب مجلس ندوۃ العلماء

بہار شریف، خانقاہ منعمی مجیبی کے اکابر کی ناپسندیدگی

چودھویں صدی ہجری کے عشرہ ثانیہ کے اوّل میں "معجون المذاہب مجلس ندوۃ العلماء" کے مکائد و مفاسد کے سامنے مضبوط بند باندھنے کا فریضہ مشہور عالم اور مصلح مولانا قاضی عبدالوحید منظور النبی عظیم

آبادی نے پٹنہ میں خانقاہ منعمیہ کے شیخ وقت حضرت شاہ عزیز الدین حسین منعمی اور خانقاہ بہار شریف کے شاہ امین احمد فردوسی اور شاہ بدرالدین قادری مجیبی پھلواری شریف کی قیادت میں انجام دیا، یہاں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں خطۂ بہار وترہت حضرت علامہ عبدالحق حنفی چشتی خیر آبادی، حضرت مولانا محمد عبدالحیٔ حنفی قادری فرنگی محلی، حضرت سلطان العلماء، مولانا محمد ہدایت اللہ خاں حنفی قادری فاضل رام پوری کے تلامیذ کبار اور اویس دوراں حضرت مولانا شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادی اور غریق بحرِ توحید حضرت حاجی حافظ سید وارث علی شاہ قادری کے عشاق مریدوں کے وجود سے مرجع انام اور مجمع اخیار وابرار تھا، یہ تمام حضرات سنّیت وحنفیت میں راسخ الاعتقاد تھے، اور ان کے وجود کی برکت سے وہابیت محدود ومحصور تھی، دیوبندیت کا نام ونشان نہ تھا، چودھویں صدی ہجری کے عشرہ اولیٰ میں دربھنگا میں حضرت محبوب الہ حاجی شاہ محمد امداد اللہ چشتی حنفی کی یادگار میں مدرسہ امدادیہ قائم ہوا، اولاً خوش اعتقاد علماء درس پر مامور ہوئے، تیسرے عشرہ کے اخیر میں مدرسۂ دیوبند کے فارغ، عالم مولوی مرتضیٰ حسن بجنوری صدر مدرس وناظم ہو کر دربھنگا پہنچے، اس وقت دیوبندیت نے پر پُرزے نکالے، خطۂ ترہت میں دیوبند مدرسہ کے پڑھے ہوئے اکٹھے ہونے لگے، اور دیوبندیت کی آواز دبی دبی اٹھنے لگی، اس وقت صیانتِ مذہبِ اہلِ سنت کے لیے حضرت مولانا شاہ محمد عبدالرحمن محبّی پوکھریروی چشتی نظامی فخری نے بروقت اقدام کیا حافظ الحدیث مولانا قادر بخش رحمانی چشتی فخری سلیمانی سہسرامی، مولانا محمد فرخند علی سہسرامی، استاذ العلماء مولانا رحیم بخش آروی مولانا شاہ معین الدین فریدی آبادانی آروی نے سرگرم جدوجہد فرمائی، حضرت گنج مرادآبادی کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا اعجاز حسین بدایونی کا سلسلۂ فیض بھی یہاں جاری تھا۔

جگہ جگہ حنفیوں کے مدرسے قائم ہوئے، اسی زمانے میں حاجی شاہ محمد تیغ علی قادری آبادانی فریدی کا دورِ ارشاد شروع ہوا، انہوں نے اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور اس کے لیے مسلسل دورے کیے، ان کا قائم کردہ مدرسہ علیمیہ شہر مظفرپور میں اہل سنت کا ادارہ مشہور ہوا، مظفرپور شہر میں مدرسہ جامع العلوم قائم تھا، لیکن اس کا کوئی متعین مسلک نہ تھا، وہ وہابی دیوبندی علماء کی طرح میلاد شریف اور امورِ خیر کو کفر وشرک

نہیں کہتے تھے، مگر اب جامع العلوم دیوبندی وہابیوں کا مدرسہ مشہور ہے، بزرگوں کی توجہ سے موضع ابابکر پور میں میر احمد صاحب رجسٹرار نے مدرسہ احمدیہ قائم کیا میر احمد صاحب حضرت مولانا اعجاز حسین بدایونی رحمانی کے مرید تھے، محفل مولود وغیرہ امور خیر کی طرف متوجہ تھے، وہاں کے صدر مدرس مولوی شمس الحق بھی محفل مولود میں قیام کرتے تھے، اگر چہ وہ مولوی شبیر احمد دیوبندی کے شاگرد تھے ان کا قیام وسلام کرنا ان مواقعات ومقات میں منحصر تھا جہاں اہل سنت کی آبادی تھی، جہاں ان کے ہم مذہب تھے وہاں دعاء پر اکتفاء کرتے، اس طرح کی صلح کل کی پالیسی کے یہ مضر اثرات ہوئے کہ ان حلقون سے مذہبی تصلب وصلابت رخصت ہوگئی۔

اصلاح عقائدواعمال کے جلسے اور وہابیوں کی شورش

ان حالات کو دیکھتے ہوئے برسوں قبل سے حضور قبلہ گاہی کی خواہش تھی کہ موطن ومولد کے اطراف کے قریات کا دورہ کیا جائے، اور ان مقامات پر اصلاح عقائد واعمال کے لیے مواعظ ہوں، یوں تو جب بھی ماہ دس دن کے لیے گھر تشریف لاتے، چند مواضعات میں مولود شریف کی محفلوں میں ذکر پاک کیا کرتے ۱۹۶۰ء میں جب آپ دار العلوم شاہ عالم احمد آباد کے دور قیام میں وطن تشریف لائے، تو آپ کے قدیم شاگرد مولانا حافظ ابو الکلام ملاقات وزیارت کے لیے حاضر ہوئے ان سے گفت گو میں دوروں کا نظام بن گیا، اور تبلیغی وعظ کا پہلا جلسہ انہیں کے گاؤں بھَرُوکھرَ ا میں انہیں کے اہتمام میں مقرر ہوگیا حضور قبلہ گاہی کی ہدایت پر مولانا محمد اسحاق صاحب اشرفی مظفر پوری شیر گجرات کو بھی تشریف لانے کی دعوت دی گئی اور وہ تاریخ مقررہ پر شریک جلسہ بھی ہوئے، یہ جلسہ اصلاح عقائد واعمال کا تاریخ ساز اجلاس تھا، اس اجلاس کی ایک تاریخی اہمیت یہ بھی تھی، کہ جلسہ گاہ سے بہت ہی قریب ابابکر پور بھی تھا، جو اس وقت دیوبندی مدرسین کی موجودگی وجہ سے ایک کمزور وہابی مرکز بنا ہوا تھا، مسلم اکثریت کی آبادی کی وہاں اور بستیاں بھی اطراف میں موجود ہیں، اصلاح عقائد واعمال کا اجلاس بڑے اہتمام سے

انعقاد پزیر ہوا، بڑی تعداد میں مسلمانوں نے اجلاس میں شرکت کی، یہ منور اجلاس تھا، اس کے انوار کی ضوفشانی سے سبھی متاثر تھے، مولانا شیر گجرات کی پہلی تقریر دیر تک ہوتی رہی، ان کے بعد حضور قبلہ گاہی نے مسندِ ارشاد پر جلوس فرمایا اور خطبہ مسنونہ کے بعد تعظیم وتوقیر حضرت حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے تقریباً ہر پہلو پر موعظہ فرمایا، اسی میں حضور پاک کے علم پاک کا بیان بھی فرمایا، اور اسی سلسلہ بیان میں علماء دیوبند کے بڑوں کی کتابوں میں مذکور، علم پاک شانِ پاک کے متعلق توہین والی عبارتیں پڑھ کر سنائیں، حاضرین محویت میں محو حیرت تھے کہ ایسی ایسی باتیں بھی دیوبند کے عالموں لکھیں ہیں، ان کے کفری اقوال کو انہوں نے پہلی بار سنا تھا، کئی گھنٹے تک موعظہ پاک ہوا، ۲ ؍ بجے شب میں اجلاس بالخیر صلوۃ وسلام وقیام پر اختتام کو پہنچا دعاء وفاتحہ کے بعد دیر تک حاضرین اجلاس نے مصافحہ ودست بوسی کا شرف حاصل کیا، حاضرین اجلاس ایک خاص تاثر لے کر گھروں کو لوٹے، ہفتوں اس اجلاس کے انعقاد کا اور حضور قبلہ گاہی کی پرتنویر تقریر کا چرچا ہوتا رہا۔

بھرُ وکھرَ ا کے اجلاس اصلاح عقائد واعمال کے بعد ہی ایک دوسرے مقام نیر پور میں اصلاح عقائد واعمال کا جلسہ طے پایا، یہاں اشراف اور اہل علم کی کثیر آبادی ہے ہماری قرابتِ خاصہ بھی ہے یہاں صرف دو گھرانے وہابیوں غیر مقلدوں کے تھے اور وہ مولوی عبدالعزیز رحیم آبادی غیر مقلد عالم کے مرید تھے باقی پورا گاؤں سنی حنفی تھا، اور حضرت حاجی سید وارث علی شاہ قدس سرہ سے فیض یافتہ، حضرت شاہ محی الدین وارثی چک حبیب الٰہی کے مریدوں کا تھا اس گاؤں کے لڑکے مدرسہ ابابکر پور میں پڑھتے تھے، اس کی وجہ سے مدرسہ کے مولویان کی وہاں آمد ورفت بھی رہتی تھی چنانچہ ان دونوں گھرانوں کے افراد نے رخنہ ڈالا اور جلسے میں اپنے مولویوں کا نام زبردستی داخل کرادیا، ڈاکٹر مغفور اعجازی کو جلسہ صدر بھی نام زد کرادیا، یہ مولانا شاہ اعجاز حسین رحمانی بدایونی کے مرید تھے مگر ان میں مذہبی صلابت نہ تھی اس اجلاس میں مولانا سید الزماں ہیڈ مولوی عابدہ مسلم ہائی اسکول مظفر پور اور مولانا کاظم علی عزیزی صدر المدرسین مدرسہ اہل سنت انوار العلوم علیمیہ دامودر پور علماء وطلبہ کی کثیر تعداد کے ساتھ شریک ہوئے، خبریں آنے

لگیں کہ دیوبندی مولوی صاحبان مناظرہ پر آمادہ ہیں، مناظرہ ضرور ہوگا، جلسہ شروع ہوا تو پہلی تقریر حضرت مولانا شاہ ظہور احمد صاحب علیہ الرحمہ کی ہوئی ان کی تقریر کے بعد مدرسہ ابابکر پور کے مولوی شمس الحق کی تقریر ہوئی، انہوں نے مولانا کی تقریر کی جلسہ میں تائید کی اور انہوں نے مشہور دیوبندی عالم شبیر احمد عثمانی سے اپنے تلمذ کا ذکر کیا، ان کے بعد حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کی تقریر ہوئی انہوں نے وہابی عالم کی تقریر کے اجزاء سے دیوبندی عالموں کی افتراق انگیز کتابوں کا موازنہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان دونوں نظریات میں حق ایک ہی ہے دوسرا باطل ہے، مولانا نظامی کے طرز استدلال نے دیوبندی وہابیوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا، آخر میں حضور قبلہ گاہی نے ابتدائے آفرینش سے حق و باطل کے امتیاز کا بیان فرمایا جس سے یہ حقیقت واشگاف ہوگئی کہ جو روش وہابیوں نے اپنا رکھی ہے، وہ باطل کی پیروی میں ہے، اجلاس بخیر و خوبی ہدیہ صلوۃ وسلام پر تمام ہوا، مشیتِ الٰہی میں جن کی ہدایت منظور تھی وہ ہدایت پر آگئے اس کے بعد کان میناری میں بھی جلسہ ہوا، علماء وعوام اہلِ سنّت بڑی تعداد میں شریک ہوئے اس اجلاس اور بعد میں پیش آمدہ واقعات کو مولانا نظامی علیہ الرحمہ نے اپنے مشہور رسالہ ماہنامہ پاسبان الٰہ آباد کے شمارہ صفر المظفر ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء میں بعنوان

سمستی پور میں مناظرہ کا وہابی چیلنج

شائع کیا، جس کی نقل یہ ہے،

”صوبہ بہار کے ضلع مظفر پور میں دیوبندیت پھیلانے کے لیے، دیوبندی ملاؤں نے عجیب ڈھونگ رچایا، کہیں علم رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر طعنہ زن ہوئے، کہیں میلاد وقیام پر کیچڑ اچھالا، عوام اہلِ سنّت حقیقت سے باخبر ہونے کے لیے، صحیح راہ بر و رہنما کی تلاش کر رہے تھے، کہ سلطان المناظرین حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم شاہ عالم احمد آباد جیسے حقیقت آگاہ عالم دین کی خبر موصول ہوئی کہ ایام تعطیل میں اپنے وطن ضلع مظفر پور کے معروف گاؤں اسلام آباد عرف

یمانی پور میں مقیم ہیں، باشندگان بھروکھرا ضلع مظفر پور حضرت کی خدمت میں حاضر آئے اور درخواست پیش کی، جسے منظوری بخشی گئی، چنانچہ بعد عید ۴ر شوال ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۲ر مارچ ۱۹۶۱ء کو حضرت قبلہ گاہی تشریف لے گیے، جہاں کئی ہزار مسلمان حضرت کے ارشادات سے مستفیض ہونے کے لیے حاضر تھے، حضرت مفتی اعظم سلطان المناظرین نے میلاد شریف کی اہمیت اور علم پاک رسول پاک ﷺ کی بے پناہ وسعت کو بیان میں ظاہر فرما کر منکر علم غیب اور توہین نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتکب پر عرب وعجم کے علماء کے فتاوے جو کتاب حسام الحرمین ہیں، پڑھ کر سنایا، کہ:

"مولوی اشرف علی تھانوی مصنف حفظ الایمان، جنہوں نے علم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پاگلوں، جانوروں، اور دیوانوں، کے علم جیسا لکھا، کہا، معاذ اللہ! اور مولوی قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری نبی ہونے کو گنواروں کا خیال بتلایا، معاذ اللہ! اور حضور ﷺ کے زمانے میں یا بعد میں دوسرا پیدا ہو جانے کو جائز لکھا ہے، مولوی رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی براہین قاطعہ میں خدا کا جھوٹ بولنا ممکن بتایا معاذ اللہ۔

یہ علماء دیوبند اپنے کفری عقائد کی بنا پر مرتد ہیں، خارج از اسلام ہیں، اور یہ بھی سنا دیا کہ جو ان کفری بولی سے آگاہ ہونے کے بعد ان کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی اسلام سے نکل جاتا ہے، اور مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ خبردار ایسی بولی زبان پر نہ آنے پائے، ورنہ بحکم شریعت مطہرہ اسلام سے خارج ہو کر عذاب الیم کے مستحق بن جاؤ گے مولیٰ اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کو اس بلا سے بچائے آمین آمین آمین"۔

حضور سلطان المناظرین قبلہ، پانچویں شوال کو مرزا پور تشریف لے گیے اور آٹھویں کو نینی تال پھر وہاں سے دسویں تاریخ کو گریڈیہہ اور ہزاری باغ اور بارہویں کو ضلع بردوان اور پندرہویں کو کھڑک پور اور ۱۷ر شوال مطابق چوتھی اپریل ۱۹۶۱ء کو کان میناری ضلع مظفر پور کے جلسہ میں تشریف فرما ہوئے، جہاں اور بھی علمائے اہل سنت موجود تھے، جب حضرت کی تقریر کا وقت آیا، تو مدرسہ احمدیہ ابابکر پور کے چند طلبہ مولوی عبد المجید کا۔ چیلنج مناظرہ۔ جامع معقول و منقول تاج الفحول سلطان المناظرین قامع

اساس وہابیت حضرت مولانا الحاج شاہ رفاقت حسین صاحب قبلہ دامت برکاتہم کے نام نامی لے کر آئے، اور حضرت کی خدمت میں پیش کیا، جس کی نقل بلفظہ درج ذیل ہے:

مکرمی جناب سلطان المناظرین علامہ رفاقت حسین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف! سامعین وحاضرین جلسۂ بھروکھرا سے خبر معلوم ہوئی کہ آپ کو علماء دیوبند وغیرہم کے مسلک کے متعلق غلط فہمی ہوگئی ہے، یہاں تک کہ آپ نے کفر کا فتویٰ شائع کر دیا ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نیز آپ نے نہایت شدومد کے ساتھ مناظرہ میں چیلنج بھی دیا ہے، مجھے یہ چیلنج منظور ہے، آپ کے خاں صاحب نے تمہید الایمانی میں جو جو الزامات لگائے ہیں، اس پر آپ نمبر وار گفتگو کر لیں، تاکہ آپ کی غلط فہمی دور ہو اور عوام الناس دھوکے میں نہ رہیں، اس کے لیے ساتویں اپریل کے بعد کوئی تاریخ آپ قبول ومنظور فرمائیں، مقام مناظرہ سمستی پور ہوگا امید ہے کہ اپنی منظوری سے مندرجہ ذیل پتا پر خبر کریں گے واللہ الہادی وھو المعین خیر اندیش۔

عبدالمجید رحمانی

موضع جتوار پور ڈاکخانہ جتوار پور ضلع مظفر پور"

حضرت سلطان المناظرین نے اسی مجمع عام میں اپنی منظوری کا اعلان فرمایا، اور مولوی صاحب کے لفظ "وغیرہم" کا محاسبہ فرماتے ہوئے، پہلے اس کا رد بیان فرمایا اور پھر فرمایا میری تقریر میں مناظرہ کا لفظ نہیں آیا، ہاں اہل سنت وجماعت کے معتقدات بیان ہوئے، توہین رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کرنے والوں پر حکم شرعی بحوالہ کتاب حسام الحرمین سنایا گیا، اور یہ بھی بیان فرمایا کہ جنہیں کتاب کا نام تک پڑھنا نہیں آتا املا بھی درست نہیں ہے، وہ مجھے مناظرہ کا چیلنج دے رہے ہیں، خیر آجاؤ میدان مناظرہ میں، پھر عام مسلمان بھی دیکھ لیں گے دیوبندی مولویوں نے اسلام کی بیخ کنی میں کیسے کیسے حربے استعمال کیے اور اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے کس طرح عوام مسلمانوں کے دین وایمان کو لوٹا ہے، ان کی اسلام دشمنی کافروں، مشرکوں، سے بھی بدتر ہے، جس کا اظہار ان کے روبرو ہی مناسب ہوگا، یہ بھی فرمایا کہ

مجھے قطعاً امید نہیں کہ بڑے بوڑھے دیوبندی اس کے لیے تیار ہوں، کہ ان کی اندرونی خباثیں، ان کے آگے مجمع عام میں بے نقاب ہوجائیں اگر ایسا ہوا تو صوبہ بھر میں دیوبندیت بے نقاب نظر آنے لگے گی اور عامی مسلمان ان کو دور سے پہچان کر اپنی متاع ایمان کو ان لٹیروں سے محفوظ رکھ سکے گا، جلسہ کے بعد ان کے قاصدوں نے عرض کیا، کہ جواب تحریری عنایت ہو تو حضرت شیخ الحدیث سلطان المناظرین دامت برکاتہم نے جواب تحریر فرمایا اور ان قاصدوں کے سپرد فرمایا جس کی بلفظہ نقل مندرجہ ذیل ہے،

جناب عبدالمجید صاحب رحمانی موضع جت وار پور

بعد ما هو المسنون

بڑی مسرت ہوئی، کہ آپ کی تحریر مشتمل بر چیلنج مناظرہ ۲۴/اپریل کی شب کو ساڑھے دس بجے موصول ہوئی یہ واضح رہے، کہ مجھے یا علمائے اہل سنت کو علمائے دیوبند کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہیں ہے، بلکہ حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی جیسی کتابوں کی کفری عبارت کے پیش نظر علمائے اہل سنت کثرھم اللہ تعالیٰ کا ایک آخری اور یقینی فیصلہ ہے، جیسا کہ حسام الحرمین سے واضح ہے، ہم آپ کے چیلنج مناظرہ کو منظور کرتے ہیں، اور آپ کی بتائی جگہ سمتی پور کو بھی منظور کرتے ہیں، چونکہ تاریخ کا تعین میرے حوالے کیا گیا ہے، اس لیے میں ۲۷/ذی الحجہ مطابق ۱۲/جون ۱۹۶۱ء بروز شنبہ صبح آٹھ بجے کا وقت مقرر کرتا ہوں، اس اثنا میں ہم اور آپ بذریعہ اشتہار اس کا اعلان عام کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ مسلمان اس سے فائدہ اٹھا سکیں اور مناظرین کے جمع کرنے میں بھی سہولت ہو اگر کوئی اور امر قابل دریافت ہو تو اس پتا سے معلوم کریں،

فقیر رفاقت حسین غفرلہ

مدرسہ احسن المدارس قدیم نئی سڑک کانپور

جب حضرت شیخ الحدیث مفتی اعظم کانپور دورہ تبلیغ سے واپس تشریف لائے تو ۲۵/اپریل کو پھر ایک خط لکھا جو درج ذیل ہے

۲۵/اپریل

جناب عبدالمجید صاحب رحمانی بعد ماھو المسنون

۱۲/جون ۱۹۶۱ء کو سمستی پور میں ہونے والے مناظرہ کے بارے میں چند باتیں قابل ذکر و عمل ہیں جن سے آپ کا باخبر ہونا ضروری ہے، چونکہ آپ اس مقام سے قریب تر سکونت رکھتے ہیں، آپ کو مقامی انتظامات میں کافی سہولت ہوگی، اس سنہری موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیجیے، اور آنے والے خطرات کو پہلے ہی صاف کر لیجیے، ایک تو حکومتِ وقت سے منظوری حاصل کر لیں، دوسرے اپنے عالم کو مقرر کر لیں، ان پرانے تجربوں کی بنا پر لکھنے کی ضرورت پڑی جن سے مجھ کو سابقہ پڑا، چونکہ آپ کفریات دیوبندیہ سے پورے واقف نہیں ہیں، اس لیے جلد میدان میں آگیے، مگر مجھے باور نہیں، ہوتا کہ پڑھے لکھے عالم قسم کے دیوبندی وہابی، اس کے لیے تیار ہوسکیں، اگر تیار ہو جاتے ہیں تو آپ کی خوش قسمتی ہے، مگر اندیشہ پھر بھی رہے گا، کہ تاریخ مناظرہ پر جمیعۃ العلمائی اثر و رسوخ سے مناظرہ بند کرا کے اپنا پیچھا چھڑانے کی سعی کریں، لہٰذا اس رخنہ کو پہلے ہی سے بند کر دیں، تا کہ مناظرہ بند کرانے کی کسی کو جرأت نہ ہو، نیز طے شدہ معاملات کو پہلے ہی مشتہر کر دیں، تا کہ زیادہ سے زیادہ مسلمان اس فیصلہ کن اجلاس میں شرکت کر سکیں، اگر کوئی ضروری بات معلوم کرنا ہو تو اس پتا سے معلوم کریں۔

فقیر رفاقت حسین غفرلہ نئی سڑک کانپور

جب حضرت کے لفافے مولوی صاحب کو ملے، اور انہوں نے اپنے مولویوں سے مشورہ کیا تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور ان مولویوں نے بھی ان کو ملامت کی، کہ جب میدان مناظرہ میں دیوبندی اکابر کا کفر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گا تو جمعیۃ العلمائی الیکشن میں کامیاب کس طرح ہوں گے، لہٰذا مسلمانوں کو حق و باطل کے مناظرہ سے نفرت دلاؤ، اور انہیں بتاؤ کہ یہ وقت جنگ و جدال کا نہیں، سب کو ایک پلیٹ فارم پر آ کر اختلافات سے الگ ہو کر اپنی جان و مال کو بچانے کی فکر کرنا چاہیے۔

اہلِ ایمان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ مناظرہ جنگ و جدال کا نام نہیں ہے، بلکہ حق اور باطل

کے اظہار کا نام ہے، ایک ناحق کوش کبھی بھی نہ چاہے گا کہ اس کے عیوب منظر عام پر آئیں، ورنہ مناظرہ کی بہت سی قسمیں ہیں، جن میں ذرہ برابر کسی فتنہ وفساد کا احتمال نہیں مسلمانوں کو پہلے ایمان کی فکر رکھنی چاہیے، پھر جو جان و مال کے دشمن ہوں ان سے بچنے کی فکر چاہیے، مگر جو ایمان کا دشمن ہو پہلے اس سے حفاظت و پرہیز چاہیے۔

سمستی پور میں ورود پر وہابیہ کا فریب

حضرت سلطان المناظرین، ۱۱ر جون ۱۹۶۱ء کو سمستی پور پہنچے، شام کو جمعیۃ العلماء کا وفد عبد العلیم آسی کو لے کر جامع مسجد پہنچا، اور یہ تحریک پیش کی کہ مناظرہ نہ ہونا چاہئے، حضرت نے فرمایا اگر مناظرہ کرنا مقصود نہ تھا، تو پہلے اطلاع کر دیتے کہاں تو پہلے وہ گرما گرمی، کہ اکیلے مولوی عبد المجید صاحب تمام دنیائے سنّیت کا جواب دینے کو تیار تھے، اور اب جب کہ مولوی نور محمد ٹانڈوی مولوی جمیل احمد مظفر پوری، مولوی شمس الحق ابا بکر پوری مدرسہ امدادیہ کے تمام طلبہ اور مدرسین حمایت وتائید کے لیے آگیے ہیں، بھرم یہ ہے کہ مناظرہ تو ہوگا ہی نہیں اگر مولوی عبد المجید تحریر لکھ کر دے دیں کہ وہ مناظرہ کے لیے تیار نہیں ہیں اپنا چیلنج واپس کرتے ہیں تو میں چلا جاؤں گا، پہلے آپ ان سے تحریر لائیے چنانچہ یہ وفد واپس گیا اور عشاء کے وقت تحریر لے کر حاضر خدمت ہوا، وہ تحریر یہ ہے۔

بخدمت جناب مولانا رفاقت حسین صاحب

سلام مسنون، مسلمانان سمستی پور کی طرف سے ہم اور آپ کو امتناعی نوٹس مل گئی ہے، اس لیے رائے عامہ کا احترام کرتے ہوئے ہم نے نوٹس قبول کرلیا ہے، اب آپ سے بھی التماس ہے کہ جناب بھی اس کا احترام کرتے ہوئے منظور فرمالیں گے، فقط عبد المجید ۱۱ر جون ۱۹۶۱ء۔

۷۸۶/۹۲

مولوی عبد المجید صاحب رحمانی بعد ماہو المسنون، مورخہ ۱۴ر اپریل کو آپ کا چیلنج مناظرہ موصول

ہوااور آپ نے اس کے لیے سمستی پور مقام منتخب کیا تھا، اور فریقین کے درمیان ۱۲؍جون کی تاریخ مقرر ہوئی تھی، چنانچہ آپ کی تحریر کے بموجب سمستی پور آئے اور آج بعد مغرب جناب عبد العلیم آسی صاحب اور عبد الباقی کے ذریعہ آپ نے چیلینج واپس لے لیا، اور مجھ سے درخواست کی کہ میں بھی منظور کرلوں تو مجھے منظور ہے۔ فقیر رفاقت حسین غفرلہ۔

یہ تحریر لکھ کر حضرت شیخ الحدیث نے عبد العلیم آسی صاحب کو دی اور فرمایا، کہ آپ لوگوں کی مرضی کے مطابق کام ہوگیا، اب ایک نہایت آسان کام میرا کردیں، مولوی عبد المجید صاحب کو تیار کردیجیے کہ وہ اپنے ہی مکان پر، ہم کو بلالیں اور اپنی امداد کے لیے اگر چاہیں تو دو تین چار دیوبندی مولویوں کو رکھ لیں، اور آپ جیسے چار پانچ نمائندے اس محفل میں شریک ہوں، میں جو کچھ پوچھوں اس کا جواب وہ تحریر میں دیتے جائیں اور وہ جو پوچھیں اس کا جواب میں تحریری دوں، اس میں کسی فتنہ وفساد، اور خلفشار کا اندیشہ نہیں رہے گا، مگر ان امور کا جواب لے کر کوئی صاحب بھی تشریف نہ لائے"۔

مناظرہ سنی وہابی سمستی پور کے بارے میں پاسبان الہ آباد میں شائع شدہ روئداد تمام ہوئی، یہ اجمالی بیان تھا بہر حال، توقع کے مطابق مناظرہ منعقد نہ ہوسکا، مگر دوسرے دن ۱۳؍ویں جون کو جلسہ کا اعلان کرا دیا گیا مگر اس غربت کے مقام پر حضرت قبلہ گاہی کی عزمیت دیکھیے، کہ پچاس ۵۰؍افراد جو حضرت قبلہ گاہی کے ہمراہ گیے تھے ان کے علاوہ جب جلسہ شروع ہوا تو مقامی افراد سے صرف چار افراد شریک جلسہ تھے، اس کے بعد حضور قبلہ گاہی کا معمول بن گیا کہ جب جب سالانہ تعطیل میں گھر تشریف لاتے سمستی پور ضرور تشریف لے جاتے، اور اصلاح عقائد واعمال کے جلسہ کا انتظام کرا کے وعظ بیان فرماتے، دوسرے برس کی مجلس میں چودہ افراد شریک مجلس تھے، اسی طرح ہر برس جلسہ ہوتا رہا، حاضرین کی تعداد بڑھتی رہی، جامع مسجد میں مدرسہ غوثیہ سنی مرکز قائم ہوا، اس کے زیر اہتمام سالانہ جلسے ہونے لگے، اس مقام سے حضور قبلہ گاہی کا تعلق خاطر اس قدر بڑھا، کہ زندگانی کے آخری برسوں میں آپ کا خیال ہوا کہ سال کے ۴؍ماہ مختلف اوقات میں مدرسہ غوثیہ جامع مسجد سمستی پور میں قیام فرما کر فریضۂ تبلیغ وارشاد کو وسعت

دیں مدرسہ اب بھی جاری ہے، راقم الحروف کے نظر بھی اس کی ترقی کی طرف ہے، اس کے لیے اب رئیس سمستی پور جناب حاجی محمد یوسف صاحب نے اپنی قیمتی زمین بھی وقف کر دی ہے، فقیر راقم الحروف نے جا کر تاریخ مقرر پر اس کی بنیاد بھی رکھ دی ہے، بکرمہ تعالیٰ جلد ہی یہ عمارت تعمیر ہو کر مکمل ہو جائے گی۔

بتھوا بازار چھپرہ کے تاریخی مناظرہ میں دیوبندیوں کی شکست فاش

حضرت مفتی اعظم بریلی شریف کا خط

یہ تاریخی مناظرہ بھی بڑی اہمیت کا ہوا، اس کی رپورٹ ماہنامہ سنی لکھنؤ جمادی الآخر رجب ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی تھی، روئداد مناظرہ پڑھنے سے پہلے یہ بھی پڑھ لیجیے کہ جب اہل سنت سے مناظرہ طے پا گیا، تو اہل سنت نے اپنا وفد بریلی شریف شیخ اکبر مرجع انام حضرت سیدی ابو البرکات مفتی اعظم قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں بھیجا، اور مناظر طلب کیا، حضرت مفتی اعظم نے وفد کو کانپور حضرت قبلہ گاہی کی خدمت میں بھیجا، اور ایک خط تحریر فرما کر عنایت فرمایا، جس میں لکھا کہ

"بتھوا بازار کے مسلمانان اہل سنت و جماعت سے وہابیوں کا مناظرہ طے پا گیا ہے، مولیٰ تعالیٰ جل شانہ نے نصرت و اعانت حق اور ابطال کے باطل لیے آپ کو منتخب فرمایا ہے، آپ وہاں تشریف لے جائیں، آپ کا وہاں تشریف لے جانا حمایت حق کے لیے سب سے زیادہ ضروری اور سب سے زیادہ اہم ہے آپ کی موجودگی اہل سنت کی فتح اور نصرت کا موجب ہوگی"۔

حضور قبلہ گاہی اپنے مخدوم و مطاع کے ارشاد کی تعمیل میں تشریف لے گیے، ماہنامہ سنی لکھنؤ کی بعنوان بالا رپورٹ یہ ہے۔

"ضلع چھپرہ سارن گوپال گنج سب ڈویزن میں بتھوا بازار کے نام سے سنی مسلمانوں کی ایک بستی ہے ڈھائی سال ہوئے، مولوی عبد المجید نامی ایک دیوبندی مولوی وہاں مدرسہ میں آ کر مدرس ہوا، بہت عرصہ تک وہ سنی بنا رہا، اور میلاد و قیام، عرس و فاتحہ میں شریک ہوتا رہا، جب مسلمانوں میں اس کا وقار

واعتماد قائم ہوگیا، تب رفتہ رفتہ وہابیت کی تبلیغ شروع کر دی یہاں تک کہ ماہ جولائی ۱۹۶۱ء میں اس نے ایک جلسہ کیا جس میں دیوبندیوں کے مہتمم قاری طیب اور پیشہ ور مناظر عبدالسلام کاکوروی لکھنوی کو بلوا کر اہل سنت کے عقائد اور میلاد وقیام کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کروائیں ان دیوبندیوں نے اہل سنت کے خلاف خوب خوب زہر افشانی کی اور میدان خالی پا کر دوران تقریر مناظرہ کا چیلنج بھی دیتے رہے، بہر حال دیوبندی مولویوں کی اشتعال انگیزی کے نتیجہ میں بات آگے بڑھی اور ان کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے اہل سنت کی طرف سے ان کا چیلنج قبول کرلیا گیا جس کے لیے اکتوبر کی سات ۷ ؍ تاریخ مقرر کی گئی، ۵، ۶، اکتوبر بروز جمعرات اور جمعہ کو اہل سنت کے عظیم الشان اجلاس ہوئے جس میں گرد ونواح کے تقریباً بیس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی، اس سے قبل ایسا عظیم اجتماع کبھی سننے میں نہیں آیا، ۷ ؍ اکتوبر ۱۹۶۱ء سنیچر کے دن صبح دس بجے سے مناظرہ شروع ہوا، اہل سنت کی طرف سے صدر سلطان المناظرین مولانا شاہ رفاقت حسین صاحب قبلہ دامت برکاتہم مفتی اعظم کانپور نے مولانا ارشاد القادری فاضل اشرفیہ مبارک پور کو مناظر مقرر کیا، دیوبندی نے مولوی عبدالسلام کو مناظر مقرر کیا۔ دو دن تک مناظرہ ہوتا رہا۔

نور رضا حضرت جیلانی میاں کی چشم کشا تحریر

جس وقت اور جن تاریخوں میں مناظرہ ہو رہا تھا، برکۃ العصر حضرت شاہ جیلانی میاں قبلہ قدس سرہ صوبہ بہار کے اضلاع مظفر پور، پٹنہ کے دورے پر تھے، آپ نے ماہنامہ اعلحضرت بریلی کے شمارہ اکتوبر ۱۹۶۱ء میں تحریر فرمایا کہ

> ”بتھوا بازار ضلع سارن میں مناظرہ ہو رہا ہے، آج ۸ ؍ اکتوبر کو دوسرا دن ہے، ارشد القادری، اس طرف سے، عبدالسلام کاکوروی اُدھر سے مناظر ہیں مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب کو صدر جلسہ بنایا ہے، یہ وہ سہو ونسیان ہے، جس کی وجہ سے اتنی دیر

لگی، کہ ابھی تک وہ، دیو، بندہ، کچھ نہ کچھ کہہ سک رہا ہے۔
مانا جناب مفتی رفاقت حسین صاحب، صدارت کے ہر طرح اہل ہیں، مگر بحیثیت
ایک سپاہی کے بھی کون ان کے مقابل ہے، صدر اس موقع پر کوئی ہوتا، اگر مولانا
نے مناظرہ فرمایا ہوتا تو ۷،۸ منٹ میں نتیجہ سامنے نکل آتا"۔

داعیِ مناظرہ کی گم شدگی

کانپور کی نئی شہری آبادی میں پٹکا پور بڑی مسلم آبادی کا محلہ ہے، ۱۸۵۷ء کے بعد کلکتہ اور بمبئی کے بعد مطابع کا نیا سلسلہ اسی محلہ میں لکھنؤ والوں نے آکر شروع کیا تھا، انہیں تاجروں نے ایک جامع مسجد بھی بنائی تھی، اور مشہور مدرسہ، مدرسۂ فیض عام کی شاخ کے بطور مدرسہ جامع العلوم جامع مسجد میں قائم کیا تھا، مولوی اشرف علی صاحب جب مدرسۂ فیض عام سے بقول ان کے سوانح نگار کے تدریسی "نااہلی" کی بنا پر الگ ہوئے تو جامع العلوم والے ان کو اپنے یہاں لے گیے اور مدرسۂ فیض عام سے رشتہ توڑ ڈالا، اسی مدرسہ میں ایک وارستہ مزاج ظہیر الاسلام نام کے مولوی مدرس تھے اور وہ ایک اخبار "پیام ملت" کے نام سے نکالا کرتے تھے، خاصانِ حق اہل سنت کا تمسخر ان کا خاص وطیرہ اور مذاق تھا، وہ کبھی کبھی حضور قبلہ گاہی کی طرف بھی متوجہ ہوتے تھے، ان کی خود ساختہ تحقیق تھی، کہ حضور قبلہ گاہی جونپور کی کچہری میں محرر تھے، کبھی وہ لکھتے تھے، کہ حضور قبلہ گاہی تیلی مسلم قوم کے فرد ہیں۔

ایک بار ظہیر الاسلام کے سر میں ایک نیا جنون پیدا ہوا اور انہوں نے دو آدمیوں کے ذریعہ سادہ کاغذ بھیجا اور کہلایا کہ مناظرہ جس شرط پر بھی آپ چاہیں، وہ اس کاغذ پر لکھ دیں میں مناظرہ کے لیے تیار ہوں، حضور قبلہ گاہی نے شرائط لکھ کر اس کی نقل کرا کر اصل کاغذ ان کے قاصدوں کے سپرد فرمایا، اس کے بعد حضور نے مسلمانانِ اہل سنت کو بلا کر باخبر کیا، اور مولانا مشتاق احمد نظامی الہ آبادی اور مولانا ارشد القادری کو خط لکھ کر طلب فرمایا، مقامِ مناظرہ کانپور کا مشہور میدان پریڈ بازار تھا، تاریخ مقرر پر اپنے دستخط و

مہر سے مزین ایک تحریر میں ان دونوں کو اپنا وکیل بنایا، اور وقت مقرر پر مقام موعود پر بھیجا، مقامی سنی افراد اور خاص وعام اہل سنت کی جماعت کثیرہ ان دونوں کے ہمراہ گئی، مگر وہاں پر کسی کا پتانہ تھا، میدان خالی تھا، یہ حال دیکھ کر ان دونوں کی رائے ہوئی کہ مدرسہ جامع العلوم جانا چاہیے، چنانچہ وہ دونوں وہاں پہنچے وہاں بھی ظہیر الاسلام کا اتا پتانہ تھا اور نہ ان کے مناظروں کا، مدرسہ کے مولویوں نے صاف صاف کہا، کہ وہ خبطی ہے اس کے کسی کام کے ہم لوگ ذمہ دار نہیں، اور نہ ہی اس مناظرہ کا ہم لوگوں سے کوئی تعلق اور سروکار ہے، اس مناظرہ کی مختصری روئداد چھپی تھی اس کا زیادہ حصہ مولانا نظامی نے لکھا تھا اور کچھ حصہ مولانا ارشد القادری نے تحریر کیا تھا اس مناظرہ میں حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ شریک نہ تھے، جیسا کہ ان کے سوانح نگار نے لکھا ہے، مناظرہ کی تاریخ ۱۵ر جولائی ۱۹۶۷ء مقرر تھی مولانا ارشد القادری صاحب لکھتے ہیں کہ

> ”تاریخ مقررہ پر جب یہ راقم الحروف ارشد القادری، مولانا مشتاق احمد نظامی مولانا مفتی شریف الحق امجدی، مولانا غلام مصطفی وارثی، مولانا عبد السمیع کانپوری مولانا مشاہد رضا خاں حشمتی اور مولانا قاری احمد حسن سنبھلی، آٹھ بجے صبح کو جامع العلوم میں پہنچے تو یہ معلوم کر کے سخت حیرت ہوئی کہ اس قافلہ آوارہ کے سالار ہی مارے دہشت کے کہیں فرار ہو گیے ہیں، چار و ناچار دل کا حوصلہ دل میں ہی لیے ہوئے، بادل ناخواستہ ہم لوگ کافی انتظار کے بعد وہاں سے اہل سنت کی مرکزی درس گاہ احسن المدارس لوٹ آئے“۔

لکھنؤ کا مُناظرہ، ندوی مولوی کی رُوپوشی

مولانا انوار احمد نعیمی لکھتے ہیں کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مدرس مولوی عارف سنبھلی بقلم خود مناظرِ اسلام ہیں۔ توپ خانہ لکھنؤ کے ایک جلسہ میں اہلِ سنت کے عقائد پر حملہ کرتے ہوئے مناظرہ کا چیلنج کر دیا، مدرسہ عالیہ وارثیہ مچھلی محال جامع مسجد لکھنؤ کے ارکان نے چیلنج قبول کر لیا، حضور امین شریعت قبلہ کی

خدمت میں رابطہ کیا گیا، تاریخ طے ہوگئی، حضور امین شریعت تشریف لے آئے، عین وقتِ مناظرہ پر مولوی عارف سنبھلی دردِ سر کا بہانہ بنا کر میدان مناظرہ سے غائب ہو گئے پھر خط وکتاب کا دو یوم سلسلہ چلتا رہا، دیوبندی، مناظر، سامنا کرنے سے فرار حاصل کرتا رہا اس وقت حضور امین شریعت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا، کہ اس سے کہو کہ ہم لوگ خود ندوہ آ رہے ہیں، ندوہ ہی میں مناظرہ کرے، ہم لوگ وہاں آ کر مناظرہ کرنے کو تیار ہیں، لیکن مولوی عارف سنبھلی مناظرہ پر آمادہ و تیار نہیں ہوا، وہ اپنے آدمیوں کو بھیج کر پتا لگاتا رہا کہ کون کون مناظر آیا ہے، جب حضور امین شریعت کا نام سنا تو فرار حاصل کرنے میں بھلائی دیکھی، ان تمام حالات پر مشتمل کتاب چھاپ دی گئی، دو دن بعد توپ خانہ بازار میں جشن فتح منعقد کیا گیا، جس میں حضور امین شریعت نے وہابیوں کے باطل عقائد کو ان کی کتابیں دکھا کر پیش کیا، پورا مجمع ہمہ تن گوش ہو کر حضور امین شریعت کے نورانی وعرفانی بیان سے فیض حاصل کرتا رہا اور حق، واضح تر ہوتا رہا، ہر چہار طرف سے مفتیِ اعظم زندہ باد کا نعرہ لگتا رہا۔ حضور امین شریعت نے احقاق حق اور اثبات حق کی ترویج کے لیے آخر زمانہ میں دار العلوم وارثیہ میں قیام فرمانے کا ارادہ فرمایا تھا دار العلوم وارثیہ کی طرف سے اخبارات و رسائل میں اعلان بھی ہو چکا تھا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا'' آپ نے دار آخرت کا سفر فرمایا۔

وقف بل، قاضی بل کا قضیہ، علماء اہل سنت کا وفد

کانگریس پارٹی کی ہم نوا جمعیۃ العلماء کے دیوبندیوں نے اقتدار کی طمع میں مسلم مفادات کی سوداگری کا مخصوص کام اپنے ذمہ لے رکھا تھا، جمعیۃ العلماء کی تاسیس لکھنؤ فرنگی محل کے نامور عالم دین حضرت مولانا شاہ عبد الباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی، ان کا مطمح نظر انگریزی راج میں مسلم مفادات کا حصول اور تحفظ تھا، اور انہوں نے اس کام کے لیے مدرسہ دیوبند کے علماء کو بھی شریک کیا تھا، اس کا پہلا اجلاس حضرت رسول نما کی درگاہ شریف دہلی میں ہوا تھا، اس میں کسی دیوبندی مولوی کی شرکت نہ تھی، بعد میں مولوی ثناء اللہ غیر مقلدوں کے امام اور مولوی کفایت اللہ اس میں شریک ہوئے یہ دونوں انگریزی

سیاست کے ماہروں میں تھے حضرت فرنگی محلی کی سادگی اور بے نیازی سے واقف تھے، اور اِدھر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا قدس سرہ بھی ان دونوں کی طبیعتوں سے بخوبی واقف تھے، انہوں نے مولانا محمد عبد الباری صاحب کو ایک خط میں مفید مشورہ دیا، کہ

"جمعیۃ العلماء کی صدارت آپ اپنے ذمہ رکھیں تو بہتر رہے گا آپ پھر بھی ہم لوگوں سے قریب رہیں گے"۔

امام اہل سنت کی یہ مومنانہ فراست تھی جس نے آندھی طوفان اٹھنے سے پہلے اس کے رخ کو متعین کر دیا تھا، جمعیۃ کے کلیدی عہدوں پر دیوبندیوں کا قبضہ ہوگیا صدارت و نظامت پر ان کا قبضہ ہوگیا مگر پھر بھی جب تک مولانا سید شاہ محمد فاخر الہ آبادی اور مفسر قرآن مولانا نثار احمد مفتی آگرہ حیات رہے، ان کا علمی دینی وقار و دبدبہ قائم رہا، لیکن مولانا قطب میاں فرنگی محلی اور مولانا شاہ عبد الماجد قادری بدایونی کا دباؤ نہ تھا مولوی منظور سنبھلی نے مودودی صاحب سے اپنے تعلقات کے متعلق کتاب لکھی ہے، اس میں انہوں نے لکھا ہے، کہ ایک بار مولانا عبد الماجد بدایونی نے بطور شکوہ ابو الکلام آزاد سے کہا کہ جمعیۃ العلماء پر دیوبندی وہابی مولویوں کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے، جواب میں ابو الکلام آزاد نے کہا آپ بھی اپنے سنی علماء کو جمعیۃ میں شامل کرانے کی سعی کریں۔

مولانا شاہ محمد عبد الباری فرنگی محلی نے انگریزی راج میں قاضی بل کا معاملہ اٹھایا، انہوں نے فاضل بریلوی قدس سرہ سے بھی اپنے اس اندیشہ کا اظہار کیا تھا، کہ اگر آپ نے اور اپنے سنی علماء نے توجہ و اعانت نہ کی تو گمان غالب ہے کہ وہابی فرقے کے علماء اپنے منصوبہ میں کامیاب ہو جائیں گے، حضرت حجۃ الاسلام نے اپنے ایک مفصل خط میں تحریر فرمایا ہے، کہ اس وقت مدرسہ اہل سنت منظر الاسلام کے صدر المدرسین مولانا ظہور الحسین فاروقی فاضل رام پور اور مولانا نعیم الدین صاحب اور مولانا امجد علی صاحب اور مجھ کو لکھنؤ کے جلسہ میں شرکت کے لیے اعلیٰ حضرت نے فرنگی محل بھیجا تھا، اس وقت وہابیہ اپنے

منصوبہ میں ناکام رہے۔

تقسیم ملک کے بعد جمعیۃ علمائی، کانگریس کی ہم نوائی کی وجہ سے بااثر تھے، حکومت میں ان کی بات مانی جاتی تھی انہوں نے اس سے فائدہ اٹھانا چاہا، ۱۹۵۶ء میں جمعیۃ نے کانگریسی ممبر پارلیامنٹ مسٹر محمد احمد کاظمی کے ذریعہ پارلیامنٹ میں وقف بل قاضی بل کا بل پیش کروایا، اس طرح اوقاف و درگاہوں پر قبضوں کا منصوبہ تیار کرلیا، تمام درگاہوں کے مشائخ وسجادگان بل کی مخالفت میں متفق ہوکر اٹھ کھڑے ہوئے، اس موقع پر کل ہند جماعت رضائے مصطفی اور کل ہند تبلیغ سیرت کا مشترکہ وفد وزیر داخلہ پنڈت پنتھ سے ملا اور اپنے موقف کو، وضاحت کے ساتھ پوری قوت سے بیان کیا، اس وفد میں حضرت جیلانی میاں قبلۂ عالم، حضرت برہان الملتہ اور حضرت مجاہد ملت بھی شریک تھے قائد وفد حضور قبلہ گاہی تھے نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت نے اس بل کو نامنظور کردیا۔

سُنّی اوقاف کانفرنس دہلی

دہلی کی وہابی جمعیۃ العلماء نے حکومت وقت کی ہم نوائی کرکے مجلس اوقاف پر اپنا تسلط جمالیا، انہیں کے کارندے اور اُنہیں کے نمائندے اس کے منصب دار اور عہدیدار تھے، ان جمعیتی عہدیداروں کے سامنے، بزرگوں کے مزارات پر بلڈنگیں بن گئیں، مساجد گھروں میں تبدیل ہوگئیں وہابی مجلسِ اوقات کے ارکان آنکھیں بند کیے دیکھا کیے، بالآخر غیرت مندوں کا طبقہ متحرک ہوا، حمیّت مذہب کے جذبے سے ایک جگہ مجتمع ہوئے، باہمی مشورے ہوئے، تحفظ اوقاف کانفرنس کے نام سے کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کردیا گیا، شمالی ہند اس کانفرنس کے انعقاد کی آواز سن کر متحرک عمل ہوگیا، ہر مقام پر چرچے ہونے لگے، اِدھر اہل سنت میں جوش وخروش تھا تو دوسری طرف جمعیۃ العلمائی کانگریسیوں کے حلقوں میں اضطراب تھا، ان کے دل کی ڈھڑکنیں تیز ہوگئیں، آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا، جنون و

دیوانگی کا دورہ پڑ گیا،گھبرائے گھبرائے اِدھر سے اُدھر دوڑنے لگے،حکومت نے ان کو ہمت دلائی لیکن لال قلعہ کے میدان میں منعقد ہونے والے مسلمانوں کے جوش مارتے ہوئے مجمع پر پابندی لگانا حکومت کے بس کی بات نہ تھی، اجلاس ہوا،خطبۂ استقبالیہ میں جمعیتی اوقاف کے سیاہ کارناموں کو فوٹو کے ذریعہ نمایاں کیا گیا،مولانا امداد صابری ،مولانا سید اسرار الحق شاہ جہاں پوری،علامہ مشتاق احمد نظامی،علامہ ارشد اور حضرت مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی نے اس کے نظم وانتظام میں رات دن ایک کر دئیے۔اُستاذی حضرت صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی،حضرت پُرنور قبلہ گاہی امین شریعت مفتیٔ اعظم کانپور اور حضرت مجاہد ملت نے سرپرستی فرمائی،شریک اجلاس ہوئے،حضرت مجاہد ملت نے تقریر فرمائی سب سے آخر میں حضور پُرنور قبلہ گاہی نے آخری تقریر فرمائی،جو حسب معمول حکمت و دانش کا مجموعہ تھی۔اس کا اثر اہوا، حکومت کی آنکھیں کھلیں اور وہ اپنی روش بدلنے پر مجبور ہوئی۔

محمد علی پارک میں جماعت رضائے مصطفی کا تاریخی اجلاس

جماعت مبارکہ کا یہ منعقدہ اجلاس بڑی اہمیتوں کا حامل اجلاس تھا، جسے حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے منعقد کرایا تھا،ہوا یہ تھا کہ کانپور کی وہابی غلبہ والی جمعیۃ العلماء نے ۱۹۵۶ء میں اپنا اجلاس کانپور میں کرنا طے کر دیا تھا،صدر اجلاس صدر دیوبند مولانا حسین احمد قرار پائے،کشمیر کے وزیر اعلیٰ شیخ عبد اللہ کی شرکت کا بھی اعلان واشتہار تھا،کانپور کی سرزمین پر آندھی طوفان کی طرح جمعیتی سرگرم عمل تھے،حضور قبلہ گاہی مشرقی علاقوں کے طویل دوروں سے واپس ہوئے تو حالات معلوم ہوئے،اسی وقت رات میں جماعت رضائے مصطفی کے ناظم اعلیٰ مولانا عبد الہادی الوارثی کو بلا کر مشورہ کیا،اور جمعیۃ کے اجلاس سے دو دن پہلے جماعت کے اجلاس کا اعلان قرار پایا،اور مقام اجلاس محمد علی پارک چمن گنج تھا تین دن تک لگا تار اعلان کرایا گیا،وقت کا وقفہ چونکہ بہت کم تھا،اس لیے دو خصوصی نمائندوں کو خط دے کر روانہ کیا ایک کچھوچھہ مقدسہ حضرت محدث اعظم صدر کل ہند جماعت رضائے مصطفی کی خدمت میں دوسرا خط، بحر العلوم

Scanned with CamScanner

حضرت العلامہ مولانا محمد عبدالحفیظ حقانی مفتی آگرہ کے پاس، کچھوچھہ مقدسہ جب نمائندہ حاضر ہوا، حضرت محدث صاحب قبلہ سفر میں جارہے تھے اور سامان یکہ پر رکھا جارہا تھا حضرت قبلہ محدث صاحب نے خط پڑھ کر نمائندہ سے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا اچھا مفتی اعظم کانپور نے آپ کو مجھے گرفتار کرنے کے لیے بھیجا ہے اور کانپور کا ارادہ فرمالیا، یہی حال حضرت مفتی آگرہ کا تھا وہ بھی اسی وقت کانپور کے لیے چل پڑے۔

اجلاس کا مقام کانپور کا مشہور مقام محمد علی پارک قرار پایا، یہ مونسپل بورڈ کے زیر اہتمام تھا، جمعیتی لوگوں نے مالیوں سے شازش کر کے پانی چھوڑوادیا تھا، اہل سنت کی جماعت کثیرہ نے جن سے پارک بھرا ہوا تھا ۲؍ بجے رات تک کھڑے کھڑے دونوں بزرگوں کا وعظ سنا، حاضرین کی تعداد ۲۵؍ ہزار تھی دو دن بعد سنیچر اور اتوار کو جمعیۃ العلماء کا حلیم کالج میں اجلاس ہوا تو حاضرین کی تعداد ۱۵؍ سوسے بھی زیادہ نہ تھی، اس کے بعد دیوبندیوں نے کانپور میں اپنے اجلاس کرانے ہی بند کردیے

کاٹھیاواڑ میں تبلیغی جدو جہد

ویراول بندر کاٹھیاواڑ گجرات کا ساحلی علاقہ ہے، جس کی فصیلوں سے سمندر کی مواج لہریں ٹکراتی رہتی ہیں یہ شہر اور اس کے اطراف کے تمام علاقے بھی حضور قبلہ گاہی کی تبلیغی جدو جہد کے دائرے میں تھے، حضور قبلہ گاہی کے محبوب خلیفۂ مجاز جناب صوفی سید ممتاز حسین شاہ ترمذی یہاں کی دینی برکات و فیوض کا ذکر قلم بند کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضور قبلہ وکعبہ کی تشریف آوری کی اطلاع ملنے پر جلوس استقبال کا شاندار اہتمام کیا گیا، گاڑی اسٹیشن پر پہنچی، دور ہی سے حضور اقدس کا جلوہ زیبا نظر آرہا تھا، گاڑی رکنے نہ پائی تھی، کہ نعرہ تکبیر نعرہ رسالت اور مفتیٔ اعظم زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اٹھی، جلوس کے جلو میں قیام گاہ تک لائے گیے، اس وقت کا کیا عالم لکھوں، صاف معلوم ہوتا تھا، کہ سنّیت کی شمع فروزاں ہے، حضور اقدس کو حق تعالیٰ جل شانہ

نے بے نظیر نورانی طلعت عطاء فرمائی تھی، جس سے ایمان وایقان کی تابش پھوٹتی نظر آتی تھی، جو ایک نظر دیکھتا دیکھتا ہی رہ جاتا۔

حق نے انہیں پیدا ہی کیا ایسا
جس نے دیکھا انہیں دیکھا ہی کیا

اہل دل اور اہل محبت حضرات ارد گرد منڈلاتے رہتے، گجرات کے اس شہر ویراول میں پہلی تشریف آوری کے بعد یہ ہوا کہ سالانہ تشریف آوری معمول میں شامل ہوگئی، چوتھے سال کے دورے میں زبردست رجوع خلائق ہوا اور اس بار سب برسوں سے زیادہ اہتمام سے وعظ مبارک کا اہتمام کیا گیا، حضور اقدس کا وعظ مبارک تعظیم رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی سچی اتباع پر ہوتا تھا، پہلے دوروں میں عرب چوک کی عرب مسجد میں وعظ کی مجلس ہوتی تھی لیکن اس چوتھے دورے میں شہر کے محلوں میں مواعظ کی محفلیں سجائی جانے لگیں، صاف روشن ہوتا تھا، کہ ہر وعظ کے بعد ایمان میں روشنی پیدا ہوئی ہے، حضور اقدس کے مواعظ مبارکہ کی برکتوں سے بے علم سے بے علم اور ان پڑھ سے ان پڑھ اور سادے سے سادے مسلمان بھی آگاہ ہوگیے، کہ رسول پاک کی تعظیم وتوقیر کو دین پاک کہتے ہیں، اور بے دینی حضور پاک کی توہین وبے توقیری کو کہتے ہیں تعظیم کرنے والے کو سنی کہتے ہیں اور اہل سنت اور تعظیم کے منکر کو وہابی، دیوبندی، نجدی، قادیانی کہتے ہیں، سنی کی بولی اور عمل سے رسول پاک کے ادب واحترام اور تہذیب وحرمت کا چراغ روشن ہوتا ہے، اور بددین وہابی دیوبندی کی بولی اور عمل سے توہین وگستاخی اور بے ادبی کا اندھیرا پھیلتا ہے، حضور اقدس کے زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ کلمات اور یہ ارشادات دور دور تک پھیل گیے۔

مینارہ مسجد کے وعظ میں تباہی سے پہلے آگاہی

ویراول شہر کی مینارہ مسجد میں بعد عشاء حضور اقدس ہادی امت کے وعظ کا جلسہ تھا، اس روز بعد

Scanned with CamScanner

مغرب ہی سے سرکار فکرمند تھے، اس کا اثر چہرہ سے بھی ظاہر تھا، وعظ کے لیے تشریف لے گیے، مسجد شریف بہت بڑی ہے، مجمع بھی بہت بڑا تھا، بہت سے دیوبندی عوام اور ان کے امام بھی ادھر ادھر سے تقریر کی سماعت کے لیے پہنچ گیے تھے، وعظ شروع ہوا، شریعت مطہرہ کے احکامات کا بیان تھا، طریقت و معرفت کے اسرار و رموز کا انکشاف تھا، غرض کہ نور ایمان و یقین و معرفت سے لبریز وعظ تھا دوران تقریر یکا یک باانداز جلال اور بہ ہیبت حق حاضرین جلسہ اور حاضر مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا،

"مسلمانوں! اب بھی سنبھل جاؤ، راہ ہدایت اختیار کرلو، بدعملی سے پرہیز کرو، اپنے سبھی گناہوں سے سچے دل سے توبہ کر کے سچے مسلمان بن جاؤ، اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو ہم دیکھ رہے ہیں کہ تھوڑے عرصہ کے بعد اس طرف کا حصہ ویران اور تباہ و برباد ہو جائے گا اور اس کے بعد سنبھلنا بھی چاہو گے تو سنبھل نہ سکو گے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں تم کو توفیق خیر دے آمین۔ جب یہ خیر خواہانہ اور ہادیانہ مہر و کرم کے الفاظ احقر کے کان میں پڑے، تو فکر میں پڑ گیا، کہ حضور اقدس نے یہ کلمات کیسے ادا کیے، اور بلا ارادہ احقر کی نظر حضور اقدس شیخ لا ثانی کے چہرہ منور پر پڑی، دوبارہ سہ بار نظر گئی کیا عرض کروں، کیا کیفیت انوار تھی،

نگاہ برق نہیں، چہرہ آفتاب نہیں
یہ آدمی تو ہیں، لیکن دیکھنے کی تاب نہیں

پھر دیکھا تو یہ دیکھا کہ حضور اقدس نہیں ہیں بلکہ کوئی اور بزرگ ہیں، بہت پر ہیبت اور باوقار، دبدبہ و شوکت ہر ہر پہلو سے نمایاں، تقریباً نہیں کی ہو رہی ہے، کچھ دیر کے بعد یہ مبارک محفل صلوٰۃ و سلام پر ختم ہوئی حضور اقدس قیام گاہ پر پہنچ گیے، مذکورہ واقعہ کے بارے میں بار بار خیال آتا تھا، کہ حضور اقدس سے یہ احوال کیسے عرض کروں ایک دن ناشتہ کے وقت موقع مل گیا اجازت لے کر مینارہ مسجد میں دیکھے ہوئے معاملہ کو کہہ سنایا، حضور اقدس سن کر چونک پڑے اور چہرہ مبارک سے خفگی کے آثار نظر آنے لگے فرمایا، خاموش ہو جائیں، چند منٹ بعد فرمایا ممتاز بابو جو کچھ دیکھا ہے، اس کا تذکرہ کسی اور سے نہ کرنا

حضورِ اقدس نے مینارہ مسجد کی تقریر میں جو تنبیہ فرمائی تھی چند ماہ بعد آنکھوں سے دیکھ لیا، ہنگامہ وفساد ہوا اور وہ پورا علاقہ غیر مسلموں کے قبضہ میں چلا گیا"۔

کوڈی نال میں سنی کانفرنس

سابق مسلم ریاست مصطفیٰ آباد جونا گڑھ کا ایک علاقہ کبیر پور کوڈی نال نام سے مشہور انام ہے، مسلمانوں کے درمیان اس کی اہمیت کی وجہ وہاں پر حضرت سیدنا رزق اللہ شاہ جیلانی حموی رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ اور ان کی اولادِ امجاد ہیں حضورِ اقدس جب بھی ویراول کے دورے پر تشریف لاتے کوڈی نال کے دورہ پر بھی تشریف لے جاتے وہاں کے سادات قادریہ حضور کی بیعت سے بھی مشرف ہیں، جب چوتھی بار تشریف آوری ہوئی، تو آپ کو اطلاع ملی کہ وہاں دیوبندیوں کی سازش سے تبلیغی جماعت کا اجتماع ہونے والا ہے، اور تاریخ بھی مقرر ہو چکی ہے، کوڈی نال کے سیدزادہ سید دادا باپو وغیرہ ملاقات وزیارت کے لیے حاضر ہوئے تو حضورِ اقدس نے تفصیل معلوم کی، ان حالات کو سن کر حضورِ اقدس کو بے حد ملال ہوا، اسی دن عصر بعد کوڈی نال تشریف لے گیے، اور سادات کے قادریہ محلہ میں ان کے خاندانی جماعت خانہ میں جو بہت بلندی پر تھا، قیام فرمایا اگر چہ زینہ چڑھنے اُترنے میں بڑی تکلیف ہوتی تھی، لیکن جس عظیم مقصد کو لے کر وہاں تشریف لے گیے تھے، اس کی وجہ سے اس تکلیف کو گوارا کیا، قادری سادات بخاری سادات اور اہل شہر مسلمانوں کو بلا کر ہدایت کی اور فرمایا کہ:

"آپ کے یہاں گمراہی اور بددینی کے پرچار کے لیے، دیوبندیوں نے اجتماع کی تاریخ بھی مقرر کر لی، اور آپ لوگوں کو کوئی غم نہیں ہوا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے، آج اسی قادری محلہ میں وعظ کا جلسہ ہوگا، آپ سب آئیے چنانچہ رات میں جلسہ ہوا، ساداتِ قادریہ کے چبوترے پر جلسہ گاہ سجائی گئی رات تک حضورِ اقدس نے چشم کشا اور ایمان افروز موعظہ فرمایا، الحمدللہ جو لوگ وہابیوں کے فریب میں آکر تبلیغی اجتماع کے ذمہ

دار بن گیے تھے، انہوں نے علیحدگی کا اعلان کیا، دوسرے دن حضور اقدس نے مسلمانوں کو پھر سے طلب فرمایا اور فرمایا جن تاریخوں میں تبلیغیوں کا جلسہ ہونے والا تھا اب انہیں تاریخوں میں اہل سنت کا جلسہ ہوگا، آپ سب مل کر کوشش کیجئے، حضور اقدس نے یہاں ہی سے دردمند مسلمانوں کو خطوط لکھے اور علمائے کرام کو دعوت نامے ارسال کیے، اس کے بعد یہاں سے دھوراجی تشریف لے گیے، جب چند دن رہ گیے تب ویراول تشریف فرما ہوئے، وہاں سے کوڈی نال گیے اور حضرت رزق اللہ شاہ کے آستانہ پر قیام فرمایا، تاریخ مقرر پر غیر معمولی جوش وخروش سے سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ دور دور سے اہل سنت نے جا کر شرکت کی ڈگمگاتے قلوب سنبھل گیے، اہل بطالت پر ہیبت حق چھا گئی"۔

کوڈی نال کے قادری سادات کا مسلمانانِ کاٹھیاواڑ کے قلوب میں ایک الگ طرح کا احترام ہے، لیکن جس طرح قدیم اشراف خاندانوں کے احوال ہو چکے ہیں، وہی حال ان کا بھی تھا، اس بار جو جائے قیام مقرر ہوئی وہ آستانہ کا مطبخ تھا، اس دیار کے مشہور صوفی اور مبلغ اہل سنت مولانا محمد ابراہیم ترکی مرحوم بھی ہمراہ تھے، ان کی موجودگی میں متعلقین آستانہ میں سے ایک فرد نے جیب سے بیڑی نکالی، خود بھی پینا شروع کی اور دوسرے کی طرف بھی بڑھائی، مولانا ترکی نے ان کی طرف زیادہ تیز نگاہوں سے دیکھا، اُدھر سے اور زیادہ کڑی نظر سے جواب ملا، حضور قبلہ نے قبل اس کے کہ کوئی بات زبان سے نکلے اور بات بڑھے پیرزادگان سے فرمایا کوئی بات نہیں آپ اپنا کام کیجیے، اتنے میں عصر کی اذان کی مسجد سے آواز آئی، حضور کی نظر ایک ایسے فرد پر پڑی جو تیز زبان تھے تو ادب شناس بھی تھے، ان کو مسواک اور عمامہ دیا اور فرمایا اس کو لے کر مسجد چلیے، اِدھر مولانا محمد ابراہیم صاحب سے فرمایا، یہ صاحبزادے ہیں، ایسا کرنے سے ٹوٹ جائیں گے، اُدھر وہ صاحبزادے مسجد گیے اور مصلّٰی پر مسواک اور عمامہ رکھ کر چلے آئے، نماز سے واپسی ہوئی تو بس اسی قدر ان سے فرمایا کہ مسجد میں ٹھہرے نہیں واپس آگیے، یہ جملہ ان پر اثر

کرگیا، جب تک قیام رہا،مسواک اور عمامہ لے جاتے وضو کرانے کے بعد خود وضو کرتے اور جماعت میں شریک ہوتے، ان صاجزادوں کو علماء کی منزلت سے بھی کوئی تعلق نہ تھا، فرماتے یہ ہمارے دادا، بابا، دادی، نانی اماں کے دفالی ہیں، اور یہ مسجد جس کو ہم نے مسجد لکھا ہے، وہ آستانہ کے پائین طرف صحن تھا جو آتا نماز ادا کرلیتا، حضور اقدس نے پیر زادگان سے فرمایا، آستانہ پر ایک عالم مقرر کیجیے، جو روزانہ کوئی کتاب کو سنائیں، اور زائرین و حاضرین کو عمل صالح کی تعلیم و تلقین کریں، ایک مدرسہ بھی قائم کیجیے جس میں علوم دین اور ضروری دنیاوی تعلیم بھی ہو، چنانچہ عالم کا تقرر ہوگیا عظم الشان مسجد بھی بن گئی، سید عبدالوہاب شاہ دادا باپو کے حسن عقیدت سے درگاہ کے پاس ایک بڑا سا حجرہ حضور کے قیام کے لیے تیار ہوگیا، عرس کے موقع پر جلسہ کا انتظام ہوتا، برسوں حضور کا وعظ مبارک ہوتا رہا، اور لوگ فیض یاب ہوتے رہے۔

آستانہ کے صاجزادگان اور مستورات بڑی تعداد میں سلسلہ میں داخل ہوئے، بہتوں کو خلافت واجازت عطا فرمائی، دن بدن حالات میں سدھار آیا، شریعت مطہرہ کا رواج ہمہ وقت پیش نظر رہا، ایک موقع پر سید عبدالوہاب شاہ دادا باپو کا خط آیا، کہ فلاں صاحب نے تعویذات کا رجسٹر اور خلفت نامہ لکھ کر دیا ہے، اس کا کیا کروں، جو جواب ان کو تحریر فرمایا وہ یہ تھا، کہ "شریعت مطہرہ کو رواج دینا ہمارا پہلا کام ہے، پیری مریدی پھیلانا ہمارا کام نہیں ہے سب سے پہلا اور ضروری کام یہ ہے کہ مدرسہ قائم کرو جیسا کہ بار ہا توجہ دلا چکا ہوں"، چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں مدرسہ قائم ہوا اور اس کے بعد الگ جگہ خریدی گئی اور بڑا مدرسہ قائم ہوگیا اور درجنوں مولویوں کی موجودگی کے باوجود سید عبدالوہاب شاہ سب سے بڑے مروّج شریعت اور ہادی طریقت بن گیے، اور اس خانوادے کے درجنوں بچے حافظ و عالم بن گیے،

مانگرول شریف کاٹھیاواڑ میں وعظ مبارک کا فیضان

مانگرول میں تقسیم ہند تک تقریباً چھ سو برسوں تک مسلمانوں کی حکمرانی رہی، وہاں اہل سنت کی اکثریت تھی مگر جس زمانے کا ہم ذکر کرنے جا رہے ہیں اس وقت یہاں کا حال بہت کچھ بدل چکا تھا،

اور وہابیوں کے غلبہ والا شہر بن چکا تھا۔ان کا ایک مدرسہ بھی قائم تھا، ریاست مانگرول کا ماضی حضور قبلہ گاہی کے علم میں تھا اور آپ کی دلی خواہش تھی کہ ایک بار وہاں آپ کی تقریر ہو جائے، سولہ برسوں کے بعد وہاں پوربندر کے اہل سنت کی ہمت سے جلسہ ہونا طے پا گیا، اس وقت حضور قبلہ گاہی کی طبیعت زیادہ علیل ہوگئی پوربند کے اہل سنت بلانے آئے تو فوراً تیار ہوگیے، عشاء کے بعد جلسہ کا وقت آیا تو اسی ضعف وعلالت کی حالت میں ممبر پر رونق افروز ہوئے، مجمع بہت کثیر تھا اہل سنت دور دور سے آئے ہوئے تھے محب سنّیت مولانا عبدالستار ہمدانی کو جلسہ کی نظامت پر مامور فرمایا، وعظ شروع ہوا تو عنوان "تعظیم وتوقیر رسول پاک" تھا۔ ڈیڑھ گھنٹا تقریر فرمائی بدلائل قرآنی بیان فرمایا:

"نہ نماز کا حکم ہوا تھا اور نہ اس کے احکام تھے، نہ روزہ فرض ہوا تھا نہ اس کے احکام تھے، نہ زکوٰۃ تھی نہ اس کے احکام تھے، نہ حلال تھا نہ اس کے احکام تھے، از قسم احکام کچھ بھی نہ تھا، کہ اس کے انکار پر کوئی کافر ہوتا، یہ رسول پاک کی تعظیم تھی جس کے انکار پر اول اول کفر کا حکم صادر ہو کر ابلیس کو مردود بارگاہ کیا گیا، اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لعنت کا طوق اس کے گلے میں ڈال دیا گیا، آج بھی دیکھو نہ نماز کا انکار ہے، نہ روزہ کا، نہ حج کا انکار ہے اور نہ زکوٰۃ کا، بس اگر انکار ہے، تو تعظیم وتوقیر رسول پاک سے، عداوت ہے تو تعظیم رسول پاک سے، پہچان ہوگئی کہ تعظیم کا منکر ابلیس ملعون کا تابعدار ہے"۔

اجلاس میں ممبر سے قریب دیوبندی مدرسہ کے مولوی صاحبان اور طلبہ بڑی تعداد میں موجود تھے، مجمع پر سناٹا چھایا ہوا تھا، محویت کا ایک عالم تھا، حسب معمول صلوٰۃ وسلام پر بالخیر تمام ہوا، ایک ہفتہ وہاں قیام فرمایا اور آپ کی برکت سے وہاں پہلے ایک مسجد اہل سنت کو ملی، اس کے بعد دوبارہ دوسرے سالوں میں اور بھی تقریر ہوئی اور خاصی تعداد میں اہل سنت کی کثرت ہوئی اور وہ سب کے سب سلسلہ میں داخل ہو کر مرید ہوئے حضور قبلہ گاہی کی ہمرکابی میں ایک بار راقم الحروف حاضر خدمت تھا حضور قبلہ گاہی ویر

اول میں تشریف فرما تھے، ایک شخص آیا اور ایک خط پیش کیا آپ نے پڑھا اور راقم الحروف کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا یہ خط مانگرول کے وہابی مدرسہ کے صدر مدرس کا ہے، اور پڑھا، القاب و آداب کے ساتھ نام کے بعد ھداہ اللہ المسلمین بعظمتکم لکھا تھا، آپ نے فرمایا اس وہابی کو بھی اس کا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری عظمت سے مسلمانوں کو ہدایت دیتا ہے اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ آپ مسلمانوں کو دین کی باتیں بتاتے ہیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے عمر دراز صحت دے"۔

کانپور عید گاہ کا قضیہ

کانپور کی شہری آبادی بڑی تیزی سے بڑھی، نئے نئے محلے آباد ہوئے، مسجدیں بنیں، عیدین کی نمازیں انہیں مسجدوں میں ادا کی جاتیں تھیں، رفتہ رفتہ مساجد میں نمازیوں کی تعداد بڑھی، تو جگہ کی قلت ہوئی قطبِ کانپور حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد حسن چشتی صابری، اُستاذ الکل قدس سرہ مسجد شریف رنگیان بکرمنڈی نئی سڑک میں عیدین کی امامت کراتے تھے، یہ مسجد شریف بھی جب نمازیوں سے معمور ہوئی آپ نے ایک دین دار مخیر تاجر کو توجہ دلائی کہ عیدین کی نماز کے لیے شہری آبادی سے باہر زمین خرید کر عید گاہ کے طور پر وقف کریں اس دیندار پارسا نے اپنے پاک مال سے عید گاہ کے لیے زمین خریدی، عید گاہ میں عیدین کی نمازیں قائم ہوئیں اور امام اہل سنت اُستاذ الکل ۱۳۲۲ھ تک عیدین کی امامت کراتے رہے ۱۳۵۰ھ تک ان کے فرزند اکبر اُستاذ العصر حضرت مولانا شاہ مشتاق احمد فاضل کانپوری نے امامت فرمائی اُن کے وصال کے بعد اُستاذی مولانا قاری امداد احمد علیہ الرحمہ خلف اکبر حضرت اُستاذ العلماء اُستاذ العصر کی اقتداء میں نمازیں ہوتی رہیں، اِسی آخری عہد میں بساط خانہ کے وہابیوں نے پُرفریب طریقہ پر عید گاہ اور قبرستان کی خفیہ کمیٹی بنائی، اُستاذی قاری امداد احمد صاحب علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد مشہور زمانہ مسجد مچھلی بازار کے وہابی امام کی امامت کا اعلان کر دیا، اور عید کی نماز پڑھ لی، سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت نے مخالف مذہب امام کی اقتداء سے نماز میں شرکت سے الگ رہ کر شدید احتجاج کیا، سوادِ اعظم اہلِ سنت کا شدید احتجاج حضور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ کے حکم

وامر کی تعمیل میں کیا گیا تھا، وہ عید گاہ جس کا میدان نمازیوں کے سروں کا میدان دکھائی پڑتا تھا اس وقت چند صفوں کا خالی میدان بن گیا حضور قبلہ گاہی دین پناہی کے حکم وامر سے مسلمانان اہل سنت نے ہر خطّے اور ہر محلے میں جلسے کرکے حاکم ضلع کو اپنے مذہبی موقف سے بذریعہ میمورنڈرم آگاہ کیا، اجتماعی جلسے بھی ہوتے رہے مساجد کے اماموں میں مزید شدت ہوئی، سواد اعظم اہل سنت وجماعت نے طے کرلیا کہ جو بھی ہو، ہم اپنی عید گاہ میں اپنے سنّی امام مولانا قاری شبیر احمد صاحب (امام اہل سنت کے چھوٹے پوتے تھے، اور مولانا قاری امداد احمد صاحب کے سفر حج کے موقعوں پر ان کی جگہ پر عید گاہ میں عیدالاضحیٰ کئی بار پڑھا چکے تھے) کی اقتداء میں نماز عید گاہ میں پڑھیں گے، اس عہد سے کانپور کی فضا گونج رہی تھی، حکومت وقت تک بھی اس عہد کی اطلاعیں پہنچ رہی تھیں حضور قبلہ گاہی دین پناہی نے حکم دے رکھا تھا، کہ سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت عید گاہ میں نمازِ عید الفطر کے لیے گئی رات سے جمع ہوں۔

۲۹ر رمضان المبارک کو ۲ر بجے دوپہر کو کلکٹر کا نمائندہ حضور قبلہ گاہی کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو کلکٹر صاحب نے بلایا ہے فرمایا ظہر کی نماز کے بعد آتا ہوں، اس طلبی کی خبر ہوا کی لہروں پر سوادِ اعظم اہلِ سنت کے درمیان پھیل گئی، حضور قبلہ گاہی نے نماز ظہر سے فارغ ہوکر قرآن پاک کی تلاوت فرمائی، اس کے بعد کوتوالی کی طرف رکشا پر بیٹھ کر روانہ ہوئے، پیچھے پیچھے مسلمانوں کا پرہجوم قافلہ ساتھ لگ گیا کوتوالی کے اندر اور باہر سروں کا مجمع لگ گیا جو مجمع کل عید گاہ کے لیے اکٹھا ہونے والا تھا، وہ کوتوالی کے باہر اکٹھا تھا اور چاروں طرف شاہراہوں پر مجمع ہی مجمع تھا تھوڑی دیر کے بعد فضا میں ارتعاش ڈالنے والا نعرہ تکبیر اللہ اکبر اور مفتی زندہ باد، عید گاہ میں نماز، ہمارا حق ہے، گونجتا رہا، اس طرف کلکٹر حضور قبلہ گاہی سے محو گفتگو تھا، اور سبھی ایم ایل اے، وکلاءِ اہلِ سنت اور مساجد کے امامان، متولیان حضور قبلہ گاہی کے ارد گرد اکٹھا تھے، حضور قبلہ گاہی نے کلکٹر سے فرمایا کہ مسلمانان کانپور کے سواد اعظم نے عید گاہ کے قابض متولی کی تولیت کو خارج کرکے دوسرا متولی مقرر کردیا ہے، اور امام کو بھی اختلاف مذہب کی بنیاد پر کہ اہل سنت کی نماز موجود امام قابض کے پیچھے باطل ہے امام کو بھی الگ کرکے اپنا امام مقرر کرلیا ہے، مسلمانان

کانپور نے اپنے اسلامی شرعی حق کا اعلان کیا ہے ان کا یہ اعلان اپنے دائرہ میں ہے، اگر حکومت کو نقضِ امن کا خطرہ ہے، تو نقضِ امن کرنے والے کو روکے، کلکٹر کہتا رہا مفتی اعظم صاحب آپ کا اسلامی حق ہم سمجھ گیے، مگر ہم مجبور ہیں کہ آپ کو اجازت دیں، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا کہ بساط خانہ محلہ والے آٹھ بجے اپنی نماز پڑھ لیں اسکے بعد دس بجے دن کو مسلمانانِ کانپور عیدگاہ جا کر اپنی نماز پڑھیں۔

کلکٹر نقضِ امن نقضِ امن کی رٹ لگا تا رہا، کانگریسی ایم ایل اے نے بھی حضور قبلہ گاہی کی تجویز سے اتفاق کیا عصر کا وقت تنگ ہو رہا تھا حضور نے کوتوالی ہی میں نماز عصر پڑھنے کا ارادہ کیا اور اپنا رومال اٹھا کر اٹھے کہ نماز پڑھ لیں، آواز گونج گئی، حضور جماعت کرا دیں، اس وقت کلکٹر کی حالت دیدنی تھی، گھبرا یا اور کہا مفتی اعظم صاحب آپ اپنی مسجد میں جا کر نماز پڑھ لیں، یہاں نہ پڑھیں حضور قبلہ گاہی نے کلکٹر سے فرمایا، آپ یہاں کوتوالی میں بھی ہم کو نماز نہ پڑھنے دیں گے؟ حضور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ کوتوالی سے باہر نکلے تو اور بھی زبردست نعرہائے تکبیر ورسالت اور مفتی اعظم زندہ باد کے نعرے بلند ہوتے رہے، وقفہ وقفہ سے عمائد وخواص آتے رہے، تراویح کی جماعت کے بعد خاصا مجمع سڑک پر اکٹھا رہا، اُدھر کلکٹر نے یہ کیا کہ رات ہی سے عیدگاہ کے ارد گرد کی شاہراہوں پر پولس کا پہرہ لگا دیا اور عیدگاہ کے قریب کے سُنّی محلوں کے ناکوں پر بھی پہرہ لگا دیا، آدھی شب کے بعد مسجد مدرسہ احسن المدارس قدیم کے لاؤڈ اسپیکر سے حضور قبلہ گاہی کی طرف سے اعلان ہوا کہ "حکومت دوسری جماعت کرنے میں بھی آڑے آرہی ہے لہٰذا سوادِ اعظم مسلمانانِ کانپور اپنے اپنے محلوں کی مسجدوں میں نماز عید ادا کریں اور نماز عیدین ادا کر کے آئینی اور جمہوری حق کی تجاویز پاس کر کے اجتماعی طور پر حکومتِ وقت کو بھیجیں، آئینی جدو جہد کے حصول کی داستان بڑی ہے، یہاں اس کے بیان کی گنجائش بھی نہیں ہے۔

سُنّی روزنامہ اخبار کے اجراء کے لیے جدو جہد

عیدگاہ کے قضیہ کے زمانے میں کانپور کا مقبول ترین روزنامہ اخبار "سیاست" سوادِ اعظم اہل سنت

کے خلاف زہر اُگلتا تھا، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے سوادِ اعظم اہل سنت کے مسائل و معاملات کے حل کے لیے اور اپنی آواز بلند کرنے کے لیے ایک روز نامہ اخبار کے اجراء کی ضرورت شدت سے محسوس فرمائی، اس کام پر اہل سنت کے مدبّر اور مخیر وکلاء اور تاجروں کو بلایا اور ان کے سامنے تجویز پیش فرمائی، سب نے تامّل کیا کہ اخبار کا اجراء اور وہ بھی روز نامہ کا اجراء بے حد مشکل کام ہے ان سبھوں کی باتوں سے ناامیدی صاف ظاہر ہوتی تھی، حضور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ نے فرمایا کہ اخبار کے اجراء کے لیے دو کام میرے سامنے ہیں وہ دونوں قابو میں آجائیں تو بفضلہ تعالیٰ کچھ بھی مشکل نہیں، پہلا کام تو ایک یہ ہے کہ شہر کے دس ہزار اہل سنت کو ایک ایک ہزار روپے کا حصہ دار بنایا جائے اور دوسرا یہ ہے کہ ہر محلہ کی مسجد کے امام صاحب اور شہر کے مخلص اہل سنت اپنے اپنے حلقوں میں دس ہزار اخبار کے لیے خریدار تیار کریں، اس کے لیے تجارتی اصول پر ان افراد و اشخاص کو ان کا حصہ دیا جائے اس تجویز کو سن کر سب خوش ہوئے، اس کے لیے مشاورتی مجالس ہوئیں، مخلصین نے جدو جہد کا مظاہرہ کیا، اس کام پر مخلصین نے اپنے اپنے علاقوں میں سر گرمی دکھائی، جہاں جہاں بھی یہ آواز پہنچی، سب آمادہ کار نظر آئے، وجہ یہ تھی کہ اس تحریک کے متحرّک و مجوز حضور قبلہ گاہی قدس سرہ تھے، مسلمانوں کو حضور کی شخصیت پر جیسا اعتماد و بھروسا تھا، وہ مسلم تھی اس کے بیان کی ضرورت نہیں، جس نے بھی سنا، کہ حضرت مفتی اعظم اس کے محرک ہیں، پُر اعتماد نظر آیا، تاریخیں تجویز ہوئیں، محلہ محلہ کے امام صاحبان اور مخلصین کی فہرست تیار ہوئی، ان سب کی موجودگی میں دس ہزار شرکت داروں کو تیار کرنے کا کام سونپا گیا، اور مزید یہ بھی ہوا کہ مقرر تاریخوں پر جو اتوار کی چھٹی کا دن ہوتا حضور قبلہ گاہی کا خود تشریف لے جانا طے ہوا، چنانچہ اس پروگرام کی ابتدا گوال ٹولی محلہ سے ہوئی، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ وفد کی قیادت کر رہے تھے، جہاں بھی جاتے وہاں روزانہ خریداروں کا بھی انتظام ہوتا جاتا تھا۔

طے ہوا تھا کہ جب دس ہزار اہل سنت ایک ایک ہزار روپے کے حصہ دار فراہم ہو جائیں گے، اخبار جاری کر دیا جائے گا، غالباً اخبار کا نام "قائد" تجویز ہوا تھا، یہ مہم تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی جبھی ہفتہ وار استقامت کانپور کے ایڈیٹر و مالک نے اپنے ہفتہ وار کو جس کی اشاعت بہت کم تھی روز نامہ کر دیا، اور وہ شائع بھی ہونے لگا، ہفتہ وار استقامت کے مالک و مدیر کے اس اقدام سے حضور بہت ہی زیادہ متعجب ہوئے کیونکہ حضور کی اس تحریک میں وہ بھی فعّال شریک تھے ان کو بلا کر تنبیہ و تہدید کی، اس طرح ایک نہایت ہی مفید اور نافع دین و دنیا کام التواء میں پڑ گیا، جس قدر بھی رقم جمع ہوئی تھی معتمدین کے ذریعہ حصہ داروں کو بلا بلا کر معذرت و تأسف کے ساتھ واپس کیں، روز نامہ استقامت چند ماہوں کے بعد ڈائجسٹ ہو گیا، اس کے بعد کیا کیا ہوا، دنیا طلبی کی اس اذیت کوش داستان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

ادارۂ شرعیہ کا قیام

سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کی دینی معاشرتی، معاشی، فلاح بہتری و بہبود پر فکر و غور کرنے کے لیے سوادِ اعظم اہل سنت کے علماء و مشائخ اور مفکرین و مدبّرین اور اعیان نے ایک عظیم اجتماع کرنا طے کیا اور وہ عظیم الشان اجلاس و اجتماع علی گنج سیوان کی سرزمین پر ولولوں اور جوشوں کے ساتھ مئی ۱۹۶۸ء میں منعقد ہوا، اجلاس کے انتظام و انصرام میں مجاہد دوراں مولانا سید مظفر حسین صاحب کچھوی نے اہم خدمات انجام دیں، علاوہ تقاریر اور مواعظ کے سوادِ اعظم اہل سنت کے مسائل پر پانسو اکابر و عمائد نے غور و فکر کیا، کافی بحث و مباحثہ کے بعد طے پایا کہ ایک ادارہ قائم کر کے ملّی معاملات و مسائل کی ذمہ داری اس کے سپرد کر دی جائے، اس موقف کی سبھی شرکاء نے تائید کی اور ادارہ شرعیہ کے نام سے ایک ادارہ کا قیام عمل میں آ گیا، اساسی اصول بھی مقرر ہو گیے، یہ سب ہو گیے، مگر اس کا قائد اور سالار کارواں کون ہو، اس کے لیے دیدہ ور، نہایت معتمد متقی، راست باز، معاملہ فہم دینی اخلاص کے قطب مینار،

علم وعمل اور فضل رب کے خاص مورو شخصیت کی ضرورت تھی،اس موقع پر شرکائے اجلاس کے اکابر عمائد حضرت سیدی ابوالبرکات مفتی اعظم اور سیدی صدر المشائخ سید شاہ مختار اشرف سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ،سیدی عارف باللہ مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن مولانا سید شاہ آل مصطفی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف، برہان الملۃ مولانا شاہ محمد عبدالباقی برہان الحق صدر جماعت رضائے مصطفی وغیرہم کثیر علماء ومشائخ وعمائد جو علم وعرفان کے آفتاب وماہتاب اور مرجع انام تھے انہوں نے اس عظیم تنظیم کی قیادت کے لیے حضور قبلہ گاہی کانام نامی مکمل اتفاق سے پیش کیا،حضور قبلہ گاہی صدر ہوئے اس وقت یہ تجویز بھی سامنے آئی کہ صدر محترم کو امیر شریعت کہ کر مخاطب کیا جائے گا؟حضور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ نے فرمایا،ہم شریعت کے امین ہیں امیر نہیں،اس ترمیم کے ساتھ حضرت صدر کو

امین شریعت

کہنا طے ہوگیا،اس مقام پر قابل لحاظ یہ امر ہے کہ حضور قبلہ گاہی کا فرمانا کہ"ہم شریعت کے امین ہیں"یوں ہی تھا اور بطور منصب وعہدہ کے تھا،یا نفس امر میں حقیقت واقعیہ بھی تھا،ہزاروں نہیں،لاکھوں نہیں کڑوڑوں دیکھنے والے موجود ہیں،جن کے درمیان حضور قبلہ گاہی کی شرعی احتیاط اور ترکِ منکرات کی صفتِ خاصہ مشہور ومعروف ہے،آپ نے مخلصین کے درمیان بارہا ارشاد فرمایا ہمارا کام شریعت مطہرہ کی ترویج ہے،پیری مریدی کا معروف طریقہ نہیں ہے،یہی وجہ ہے کہ آپ سے قرب واختصاص رکھنے والے اصحاب واشخاص شریعت مطّہرہ کی ظاہری وباطنی پابندیوں سے سرفراز ہیں،ان کے حلقوں میں دیکھنے والے برملا کہتے ہیں کہ یہ حضور امین شریعت مفتی اعظم کے دامن گرفتہ ہیں،آپ سے انتساب شریعت مطہرہ کی پابندی کا مظہر ہے ادارہ شرعیہ نے حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی سربراہی میں سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت میں اعتبار واعتماد پایا اور ادارہ کی مقبولیت ہوا کی دوش پر سوادِ اعظم کے درمیان پہنچی،تو دوسری طرف مخالفین سواد اعظم اہل سنت پر دبدبہ شوکت بھی قائم ہوا،حضور قبلہ گاہی کا مبارک دور دس برس سے زیادہ رہا آپ نے ادارہ کے عمال وارکان کو دل آسائی اور عزت نفس کے ساتھ جوڑے رکھا،کسی سے کسی جانب

داری کاسلوک روانہ نہیں رکھا، سبھی اپنے فرائض منصبی میں اخلاص باطن سے لگے رہے، آپ نے شوریٰ کی اہمیت کو برقرار رکھا، اپنی مرضی کا تابعدار نہیں بنایا ادارہ شرعیہ کے تمام ارباب عمل آپ کے خوردوں کے خورد تھے، آپ نے ان پر بزرگانہ شفقت اور لطف عمیم کا باب وا رکھا۔

آپ کی قیادت میں علمائے اہل سنت بہار نے پورے بہار کا دورہ کیا، ہر مقام پر ادارہ شرعیہ سے وابستگی کا عہد کیا گیا، ان جلسوں سے زندگی کی توانائی کا احساس پیدا ہوا، دینی بیداری جاگ اٹھی، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے صوبۂ بہار کے اہل سنت کے علماء اور مذہبی کارکنوں کے نام دردمندانہ پیغام جاری فرمایا جو ادارہ شرعیہ کے اس زمانے کے ترجمان شانِ ملّت یکم جولائی ۱۹۷۰ء کے شمارہ میں بعنوان ذیل چھپ کر شائع ہوا جس نے بیداری کی لہر دوڑا دی۔

حضرت امین شریعت کا ایک اہم پیغام

اہل سنت کے نوجوان علماء اور مذہبی کارکنوں کے نام

نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

عزیزانِ قوم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ادارہ شرعیہ بہار، صحیح الاعتقاد مسلمانوں کا ایک مذہبی اور تبلیغی ادارہ ہے، جو ڈھائی سال سے دین وملت کی نہایت گراں قدر خدمات انجام دے رہا ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ اس قلیل عرصہ میں نہ صرف یہ کہ اس نے صوبہ کے عام مسلمانوں میں اعتماد ومقبولیت کی بہترین جگہ حاصل کرلی ہے، بلکہ صوبہ کے باہر دور دور تک اس کے نفع بخش اثرات پھیل گیے ہیں۔

بے سروسامانی کے عالم میں جتنا کچھ بھی ہم سے اب تک ہوسکا، وہ ہمارے منصوبہ کا بالکل ابتدائی حصہ ہے، اپنے مقصود کے بارے میں زبان سے کچھ کہنے کی بجائے، اب کر دکھا دینے کا مرحلہ ہمارے سامنے ہے، اس لیے وقت آگیا ہے کہ ہمارے نوجوان علماء اور ملت کے دردمند افراد ادارہ شرعیہ کی تبلیغی اور تنظیمی مہم کو کامیاب بنانے کے لیے اپنی فکری اور عملی صلاحیتوں کے ساتھ اُٹھ کھڑے

ہوں، جب تک ملک کے ہر صوبے اور صوبے کے ہر ہر ضلع اور ضلع کے ہر ہر گاؤں میں جماعتی کارکنوں کا ایک مضبوط دستہ تیار نہیں ہو جاتا، دینی جدو جہد کی کوئی تحریک آگے نہیں بڑھ سکتی ــــــ فرمانِ رسالت کے مطابق نصرتِ الٰہی کا وعدہ جماعت کے حق میں ہے، جماعتی زندگی کے ساتھ اسلام کا پیوند اتنا مستحکم ہے کہ ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

کسی بھی جماعت کو زبوں حالی سے بچانے کے لیے جماعت کے افراد کے درمیان جذبۂ عمل کا اشتراک ضروری ہے اس جذبہ کے بغیر نہ کسی جماعت کو جماعت کہا جا سکتا ہے اور نہ آج کے انقلابی دور میں کوئی جماعت اپنے آپ کو پامال ہونے سے بچا سکتی ہے۔

ادارہ شرعیہ کی مہم کو نقطۂ عروج پر پہنچانے کے لیے اپنی ملت کے نوجوانوں سے میرا کچھ بھاری بھر کم مطالبہ نہیں ہے، میں صرف تین باتیں ان کے کان میں کہنا چاہتا ہوں اگر وہ قابل قدر جذبہ کے ساتھ اتنے ہی پر عمل کر لیں تو حالات بہت حد تک سازگار ہو سکتے ہیں ــــــ!

● پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ اپنے شب و روز کے اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر ادارہ شرعیہ کے تبلیغی نظام کے مطابق اُسے صرف کریں ــــــ ادارہ شرعیہ کا تبلیغی نظام معلوم کرنے کے لیے ادارہ کے مرکزی دفتر سلطان گنج، پٹنہ-٦ سے رابطہ قائم کیا جائے۔

● دوسری بات یہ ہے کہ ادارہ شرعیہ کے ترجمان شانِ ملت کو اپنے علاقہ کے ہر پڑھے لکھے گھر میں پہنچانے کے لیے اپنی ہر ممکن صلاحیت اور اثر و رسوخ کو کام میں لے آئیں۔

● تیسری بات یہ ہے کہ اپنے حلقۂ اثر میں ادارہ شرعیہ کی ممبر سازی کر کے اس کی شاخ اپنے یہاں قائم کریں اور اپنی دینی و دنیوی ضروریات کی تکمیل کے لیے مرکزی دفتر سے رابطہ ہر وقت قائم رکھیں۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و علیٰ اٰلہ و صحبہ اجمعین۔

فقیر رفاقت حسین غفرلہ

۴ ربیع الآخر ۱۳۹۰ھ

حضور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ کا دس سالہ دورِ صدارت، ہی ادارہ شرعیہ کی ترقی وعروج کا اصل دور رہا ہے، اس کے بعد حالات ایسے ہوتے گیے صحیح یہ ہے کہ بنائے گیے جس کی وجہ سے بنیادی اور بانی ارکان کی ادارہ سے رخصتی ہوتی گئی اور وہ ادارہ شرعیہ جو مسلمانانِ بہار کی اجتماعیت کا مرکز تھا، ایک مدرسہ کی شکل میں برائے نام ہے، صوبہ بہار کے سوادِ اعظم کس اخلاص اور ولولہ سے اُس سے وابستہ ہوئے تھے اور کیسا دل ربایانہ اُس کا چرچا اور شہرہ تھا، اس وقت ادارہ شرعیہ کے مقامی اہلِ اخلاص ووفا ارکان ماسٹر قیس محمد صاحب رزاقی، شاہ برہان صاحب ابوالفیاضی، ڈاکٹر مولانا حسن رضا ناظم عمومی، مولانا خواجہ رکن الدین اصدقی چشتی نظامی فخری اصدقی مہتمم، ادارہ سے دل گرفتہ ہو ہو کر جدا ہوتے گیے مولانا مفتی عبدالواجد رضوی جیسے متحرّک وفعّال عالم بلاعلم واطلاع ادارہ چھوڑ گیے، نائب ناظم ادارہ مولانا المفتی محمد اسلم صاحب رضوی بے تعلق ہوئے، خلاصۂ کلام یہ کہ جن کی ہمت وقوت کی دوش پر ادارہ کی ترقی وتعمیر کا بار گراں تھا، ادارہ نے ان کی جدائی کا بوجھ اٹھایا۔

حضور قبلہ گاہی کے بعد بہار کے ساڑھے چار سو علماء ومشائخ وکلاء عمائد سوادِ اعظم اہل سنت کے اجتماع واجلاس نے فقیر راقم الحروف کو مجبور کر کے ادارہ کی صدارت قبول کرنے پر مجبور کیا؛ جس میں علامۂ عصر اُستاذ العلماء محدث کبیر مولانا محمد ضیاء المصطفی دامت برکاتہم کا حکم وامر بھی شامل تھا، فقیر کا نام ادارہ کے کاغذات میں بطور صدر درج ہوتا رہا، بس یہی ایک کام فقیر کے عہد صدارت میں ہوا، اور اس کا اعمال نامہ فقیر کے نام لکھا جاتا رہا، اور فقیر امانتِ اسلاف کی کھلی پامالی دیکھتا رہا۔

وہ محروم تمنا، کیوں نہ سوئے آسماں دیکھے
جو منزل بمنزل ان کی محنت رائے گاں دیکھے

بنگال دیناج پور ضلع میں وہابیوں کی شورش

مشرقی ہند کے بنگال کے ضلع دیناج پور کے اسلام پور علاقہ میں سوادِ اعظم اہل سنت کی بڑی

بڑی آبادیاں ہیں خال خال وہابی مذہب کے افراد واشخاص بھی بستے ہیں، انہوں نے اپنی شورش پسند طبائع کے مطابق اہل سنت کے عوام کو ورغلانا شروع کیا، اس سے بے چینی پھیلی، خواص اہل سنت نے اس کا دفاع کیا مگر معاملہ نہ تھمنا تھا اور نہ تھما، بات بڑھی تو مناظرہ طے پا گیا، مقام ڈیٹھی میں مولانا بدرالدین صاحب رضوی مظفر پوری بسلسلہ تعلیم وتدریس عرصے سے مقیم تھے، عمائد اہل سنت نے مناظر کی طلب میں ان کو مرکزی ادارہ شرعیہ پٹنہ بھیجا، وہ پٹنہ پہنچے، تو وہاں کے ارکان نے ان کی رہنمائی کی، کہ فی الوقت اہل خانہ کی علالت کی وجہ سے حضور امین شریعت دولت کدہ آئے ہوئے ہیں آپ جا کر ملیں، حضور امین شریعت ضرور تشریف لے جائیں گے مولانا محمد بدرالدین صاحب آ کر ملے، حضور نے منظوری عطاء کی، اور کل ہو کر جانے کی رضامندی دے دی حضرتِ والدہ مشفقہ پھسل کر گھر کے اندر کے کوئیں کے پاس گر گئیں تھیں، شدید چوٹ آئی تھی، اس لیے جب رخصت کے وقت اندرونِ خانہ تشریف لائے تو خاندان کی معمّر عورتوں نے کہا، اس حال میں نہ جائیے، جواباً فرمایا، یہاں ایک کی زندگی کا سوال ہے، وہاں کثیر اہل سنت کے عقائد کی حفاظت کا معاملہ درپیش ہے، اور معمول کے مطابق حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر پڑھا، اور راہ حق میں چل پڑے۔

وہابیوں کی مولوی منت اللہ مونگیری سربراہی کر رہے تھے، مگر جب مناظرہ کی تاریخ آئی وہابیوں نے جلسہ گاہ مناظرہ میں آنے سے گریز کیا، صرف تحریروں پر مدار کار رہا، مگر اہل سنت کے عوام پر ظاہر ہو گیا کہ وہابی بڑے ہی گستاخ و بے ادب ہیں۔

ست نگر مناظرہ میں وہابی کی گستاخی اور اقرار وانکار

ہمت نگر اتر گجرات کا معروف شہر ہے، یہاں سنی بوہرہ جماعت کی کثیر آبادی ہے تجارتی علاقہ ہے، یہاں کے باشندے بزرگان عظام سے وابستہ ہیں، حضور قبلہ گاہی کے متوسلین وتلامیذ یہاں اور اطراف میں بہت ہیں، حضور قبلہ گاہی کا جب دورہ ہوتا ہمت نگر میں دس پندرہ دن قیام ہوتا، حاجی عبداللہ

وی جاپوروالے کے یہاں قیام ہوتا، مخلصین اپنے گھروں پر تشریف فرمائی کی درخواست پیش کرتے، آپ قبول فرماتے، حضور قبلہ گاہی کے مواعظ کے جلسے بھی بہت ہوتے تھے، ایک بار بازار کی کھجوری مسجد شریف کے پاس وعظ کا جلسہ ہوا آپ نے وعظ و تلقین کا ذکر فرمایا حسب معمول حضور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ نے فضائل ومناقب حضرت حبیب خدا ﷺ کا بے حد پر تاثیر بیان فرمایا، اور وہ خاص موضوع جس سے حضور حبیب پاک کا (بحسب کرم ان کے والہ وشیدکو) کی شانِ اعلیٰ واولیٰ کا عرفان وادرک ہوتا ہے، ماکانَ و مایکون کے علم کا بیان فرمایا اہل ولا کے قلوب اس سے منور ومجلّٰی ہوئے، اس محفل میں شریک وہابی حاجی عبداللہ ہائیڈویروالا بھی تھا، اس نے دوسرے دن حاجی عبداللہ صاحب وی جاپوروالے سے کہا، رات وعظ میں پیر صاحب نے رسول اللہ ﷺ کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم سے بڑھادیا، یہ صحیح نہیں ہوا، حاجی صاحب نے وہابی کی بات حضور سے عرض کی، آپ نے فرمایا، اس کو بلالائیے، چنانچہ وہ آیا، حضور نے قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ اسلام کے سنائے، وہابی نے سن کر کہا یہ سب صحیح ہے، مگر رسول اللہ کو غیب کی باتوں کا علم نہ تھا، ہمارے عالم صاحبوں کا ایسا ہی کہنا ہے، اور چلا گیا، باہر جا کر کہا ہم اپنے عالموں کو بلائیں گے، اُن سے مناظرہ کرائیں گے، حضور نے فرمایا جب وہ سمجھانے پر بھی نہ مانا تو خیر اپنے علماء کو بلالے، بات بڑھی، مناظرہ کی تاریخ مقرر ہوگئی، وہابی نے دیوبند فون کیا، قاری طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اہل سنت کے مناظرہ کا نام معلوم کیا، حضور کا نام نامی سنا تو کہہ دیا مجھے فرصت نہیں ہے، مولوی عبدالرحیم جے پوری نے تو صاف انکار کردیا، وہابیوں کے دو بڑوں کے انکار کے بعد، عبداللہ وہابی نے ناچار ہو کر چھاپی کے دیوبندی دارالعلوم کے شیخ الحدیث مولوی حبیب اللہ صاحب اور ماٹلی کے وہابی دارالعلوم کے شیخ الحدیث مولوی عبدالحنان صاحب (ساکن بالاساتھ پوکھریرا ضلع مظفر پور) اوروڈالی کے دیوبندی دارالعلوم کے صدرالمدرسین مولوی فضل الرحمن کو بلایا، یہ حقیقت امر ہے کہ مذکورہ وہابی مولوی صاحبان بھی کسی طور پر راضی نہ تھے، عبداللہ وہابی نے اپنے گزرے ہوئے وہابی پیشواؤں کے طرز وعمل کی پیروی کرتے ہوئے حیلہ جوئی، مکر و چالاکی کی، اور ان کو بلوالیا۔

ہمّت نگر کا شہری ماحول حاضرین جلسہ گاہ مناظرہ کے لیے سہولت کا حامل تھا لہٰذا ہمت نگر ہی جلسہ گاہ مقرر ہوا تھا، عین وقت پر عبد اللہ وہابی نے کہلا بھیجا کہ مناظرہ کرنا ہے تو ہمارے گاؤں، ست نگر میں کرو، ہمت نگر اہل سنت کی کثیر آبادی والا شہر ہے، ہم کو گڑبڑ کا اندیشہ ہے، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا چلو تا کہ باطل رسوا ہو، حامی سنت مولوی صوفی شاہ محمد صاحب رفاقتی ساکن پرانتیج حال مقیم ہمت نگر نے دارالعلوم حضرت شاہ عالم کے گجراتی ترجمان ماہنامہ طیبہ رحمت عالم نمبر مارچ واپریل ۱۹۷۹؁ء سے مناظرہ کی یہ رپورٹ نقل کی ہے۔

”سنی مسلمانوں کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ ہمت نگر کے قریب ست نگر میں ”سنی وہابی مناظرہ“ ۱۸ر فروری ۱۹۷۹؁ء کو ہوا، مناظرہ کی حقیقت یہ ہے، کہ حضور سیدنا امین شریعت مفتی اعظم کانپور قبلہ وکعبہ وعظ وارشاد اور ہدایت حق کے لیے گجرات میں تشریف فرما ہوئے، ہمت نگر میں بھی وعظ ہوا، عبد اللہ وہابی بھی شریک ہوا، مناظرہ مناظرہ کی رٹ لگائی، تاریخ مقرر ہوئی، حضور امین شریعت مفتی اعظم سلطان المناظرین قبلہ وکعبہ نے حضرت العلامہ مولانا المفتی محمد رضوان الرحمن الفاروقی مفتی مالوہ کو بلانے کے لیے اپنا نمائندہ بھیجا، نقیب اہل سنت مولانا علی محمد دھوراجوی ناظم جماعت رضائے مصطفی صوبہ گجرات کو بلوایا، دارالعلوم حضرت شاہ عالم احمد آباد کے اساتذہ بھی وقت مقرر پر پہنچ گیے جلسہ مناظرہ تو ہمت نگر ہونا طے تھا مگر وہابی کی ضد کی وجہ سے اس کے گاؤں ست نگر میں مناظرہ ہوا، ست نگر ہمت نگر سے دس کیلو میٹر پر آباد ہے لیکن ہمت نگر میں ایک انوکھا جوش تھا ست نگر سے حاجی عبد اللہ کے پاس گیارہ بجے شب میں فون آیا کہ ہمارے علماء آگیے ہیں، آپ بھی اپنے علماء کو لے کر آجائیں، چنانچہ دو بجے شب کو حضور مفتی اعظم عبد اللہ وہابی کے بنگلے پر پہنچے، اہل سنت کی بڑی تعداد بھی ہمراہ پہنچی وہابیوں کی طرف سے تین موضوع پیش کیے گیے۔

(۱) پہلا موضوع یہ تھا، کہ علم غیب کا ثبوب پیش کیجیے، (۲) دوسرا حضور کے حاضر وناظر ہونے کا ثبوت دیجے، (۳) محفل میلاد میں قیام وسلام کا ثبوت دیں۔

علم غیب کے موضوع پر گفتگو شروع ہوئی، حضرت مولانا مفتی محمد رضوان الرحمن صاحب نے

بحیثیت مناظرِ اہلِ سنت علم غیب کے ثبوت میں دلائل کی تقریر کی وہابی مناظر مولوی حبیب اللہ نے تقریر کی، مفتی مالوہ نے اپنی جوابی تقریر میں اقرار کرالیا کہ حضور کو علم غیب ہے، تمام انبیاء کرام کو علم غیب حاصل ہے، مگر یہ علم غیب جزئی اور عطائی ہے، جزئی اور عطائی علم غیب کو ہم مانتے ہیں۔ اس وقت حضرت سرکار مفتی اعظم کی تجویز پر دار العلوم حضرت شاہ عالم احمد آباد کے ناظم اعلیٰ عثمان بھائی کھتری ایڈوکیٹ نے وہابی دیوبندی مناظر مولوی حبیب اللہ سے مطالبہ کیا، کہ جب پہلے موضوع علم غیب پر گفتگو ہوگئی اور آپ نے علم غیب مان لیا ہے اور اقرار کرلیا ہے تو تحریر لکھ دیجئے کہ علم غیب کا منکر کافر ہے، اس کے بعد دوسرے دونوں موضوع پر تقریر ہوگی، اس کے جواب میں دیوبندی مناظر کہتے رہے کہ جب باقی دونوں موضوع پر بحث ہوجائے گی ہم اس وقت لکھ کر دے دیں گے۔

اس وقت انہیں کی جماعت کے عالم مولوی عبد الحنان (بالاساتھ مظفر پور) شیخ الحدیث دار العلوم ماٹلی والا ضلع بھروچ نے کہا، کہ جب آپ نے علم غیب کا اقرار کرلیا ہے، تو تحریر لکھ کر دینے میں کیا قباحت ہے؟ لکھ کر دے دیجیے، تقریباً آدھے گھنٹے تک اس معاملہ میں دونوں میں تکرار اور سخت کلامی ہوئی، دیوبندی مناظر نے کہا آپ اپنے اکابر کے کفر کی تصدیقی تحریر لکھوانے پر زور دیتے ہیں؟ آخر عثمان بھائی ایڈوکیٹ نے عبد اللہ وہابی سے کہا، کہ آپ نے دونوں طرف کے علماء کی گفتگو اور بحث کو سن کر فیصلہ کرلیا، کہ دیوبندی وہابی مذہب باطل ہے، اس کی وجہ سے ان پر کفر کا فتویٰ صحیح ہے، برحق ہے عبد اللہ وہابی نے آنکھ بند کر کے تھوڑے تامّل کے بعد کہا، کہ میں محفل ختم کرتا ہوں۔ اب باقی موضوع پر بحث نہیں ہوگی، اس وقت صبح کے چھ بجے تھے جیسے ہی بنگلے سے اترتے ہوئے حضور مفتی اعظم اور اہل سنت علماء کو نیچے کھڑے عوام وخواص نے دیکھا اور مناظرہ کے فتح کی سنی، فلک شگاف نعرہائے تکبیر و رسالت بلند کیا۔

یہاں پر اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے، کہ سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت اور جماعت وہابیہ کے اتفاق سے یہ طے ہوگیا تھا، کہ دونوں مذہب والوں کی طرف سے تین تین ٹیپ رکارڈ مشین مناظرہ

کی بحث کو محفوظ رکھنے کے لیے رکھے جائیں گے، اس پر عمل بھی ہوا تھا لیکن دیوبندی نے یہ فریب کیا کہ اپنے مناظر کی تقریر کے وقت مشین کھلی رکھتے اور اہل سنت مناظر کی تقریر شروع ہوتی تو مشین بند کر دیتے، اسی کو سنا سنا کر فریب دیتے کہ دیوبندی عالم کی کسی بات کا جواب سنی عالم نہ دے سکے، ان کی زبان بند ہوگئی، اس پُر فریب کی حرکت کی اطلاع جب حضور سرکار کو ہوئی تو جناب دل صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ ہائی اسکول، ہمت نگر سے فرمایا، مناظرہ کی روئداد لکھیے چنانچہ انہوں نے مدلل اور مختصر کتاب لکھ دی اس نے وہابیوں کے دجل وفریب کا پردہ چاک کر دیا، اسی دن رات میں عظیم الشان اجلاس ہوا، جس میں مناظرِ اہل سنت کے علاوہ پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی کی تقریریں ہوئیں۔

شدید علالت، اور مستشفیٰ میں داخلہ

مولوی حبیب اللہ وہابی نے دورانِ مناظرہ، علم غیب کے انکار میں ام المومنین محبوبہ حبیب رب العٰلمین ﷺ کی شان پاک میں اپنی شدید خباثت قلبی کا مظاہرہ کیا، حاضرین مجلس مناظرہ نے بیان کیا، کہ اس خبیث بدلگام کے منہ سے جیسے ہی وہ خبیث وغلیظ جملہ نکلا جسے عوام بھی اپنے ماں کے بارے میں نہیں نکالتے، چہ جائیکہ محبوبہ حبیب رب العٰلمین ﷺ کی شان میں حضور قبلہ گاہی نے انّاللہ کے ساتھ آہ کہتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ لیا، جب اہل اخلاص نے اس کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا اس خبیث واخبث کی شقاوت وبغاوت کی بات جب کان میں پڑی، دل پر سخت جھٹکا آیا، اس کے بعد تکلیف بڑھتی گئی یہاں تک کہ شدید قلبی اٹیک ہوا اور آپ وی جاپور سے احمد آباد اسی حال میں لے جائے گیے ہسپتال میں داخل کیے گیے ۲۳/فروری ۱۹۷۹ء کو ۳/بجے سہ پہر کو پھر سے شدید قلبی دورہ آیا، رات میں تقریباً ۳/بجے ڈاکٹروں نے کہا، جن لوگوں کو بلا سکتے ہیں بلالیجیے اس سے ان کی مایوسی بہت بڑھ گئی انہوں نے آپ کی زندگی سلامتی اور درازیٔ عمر کی رورو کر دعاء شروع کر دی۔ چند گھنٹوں کے بعد افاقہ ہوا اور ہوش ہوا تو مخلص خادم وتیماردار مولوی شہاب الدین صاحب سے پہلی بات جو کی وہ نماز کے متعلق تھی، پوچھا میں نے ظہر کی نماز پڑھ لی ہے؟ مولوی شہاب الدین بھائی نے بتایا کہ میں نے فوراً ہاں کہہ دیا،

میری بات سن کر حضور قبلہ گاہی ناراض ہوئے فرمایا جھوٹ بولتا ہے، پانی لاؤ، وضو کیا کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی، طبیعت پھر سے خراب ہوئی نبض ۶۰ ر اور ۶۳ ر کے درمیان ہوگئی بارے ہوش میں آئے تو نماز کے لیے پھر سے کھڑے ہوگیے۔ ڈاکٹر بھی آگیا، اس نے دیکھا تو مجھ پر ناراض ہوا کہ تم نے احتیاط کیوں نہ کی، میں نے اپنی معذوری بتادی، وہ کھڑا رہا آپ نماز سے فارغ ہوئے، آلہ لگا کر دیکھا تو سب ٹھیک پایا، اسے تعجب ہوا ایک ہفتہ تک پھر بھی روکے رکھا حضور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ نے راقم الحروف سے کانپور میں، بہت بہجت سے فرمایا، کہ اسی بے ہوشی کی حالت میں دیکھا کہ میرا بدن منوں کے وزن سے گلاب کے پھولوں سے ڈھکا ہوا ہے، اور فرشتے مجھے آسمان پر لے گیے، انہیں حکم ہوا، اس کو واپس لے جاؤ، اسے ابھی دین پاک کا بہت سا کام کرنا ہے۔

مولوی شہاب الدین صاحب کہتے ہیں، پیر و مرشد علاج کے لیے ہاسپٹل میں داخل ہوئے تھے مگر وہاں، دعاء تعویذ کے طلب گاروں اور پانی پر دم کرانے والوں کی بھیڑ لگ گئی، شفاخانہ سے نکلنے کے بعد حاجی محمد شفیع وی جاپور والے کے یہاں کالوپور میں تشریف فرما ہوئے، وہاں عیادت کرنے والوں کی کثرت ہوئی، انہیں آنے والوں میں حضرت سید محمد غوث گوالیاری کے خانوادہ معظم کے رکن رکین حکیم کامل غوثی بھی تھے، وہ پابندی سے آتے، ایک دن تشریف لائے تو ساتھ میں حضرت امام شاہ وجیہ الدین غوثی شطاری احمد آبادی قدس سرہ کی دقیق کتاب **الحقیقۃ الحمدیہ** لائے اس کتاب کی اشاعت شاہ حسین والی شرق واردن کی توجہ سے ہوئی تھی شاہ حسین حضرت شیخ احمد مغربی کے روضہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو کتاب کا قلمی نسخہ ان کو دکھایا گیا، انہوں نے طباعت کی طرف متوجہ کیا، روضہ کمیٹی نے اس کا ترجمہ بھی مناسب سمجھا یہ کتاب دقیق فنی مباحث پر ہے، صرف عربی جاننے والا اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا مترجم نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے حضور قبلہ گاہی نے اسی حالت میں بڑی محویت و ذوق سے اس کا مطالعہ کیا، مترجم کی کم علمی کی وجہ سے مطالب خبط ہو گئے تھے حضور نے اصلاح کی طرف توجہ فرمائی تو پوری کتاب اصلاحوں سے بھر گئی، اکثر مقامات کی تشریح و توضیح نے نئی شکل اختیار کر لی، اس نسخہ کی زیارت حضرت کامل غوثی صاحب نے راقم الحروف کو کرائی، انہوں نے اس کی نقل

دینے کی بات بھی کہی تھی، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے حقائق کی جو تشریح و توضیح فرمائی ہے وہ آپ کے عارفانہ محققانہ علوِ مرتبت کی ترجمان ہے اور شایانِ دید بھی ہے۔ نقل مل گئی تو طبع بھی کرادی جائے گی۔

مفتی اعظم ہند کی جانشینی کی مجلسِ شوریٰ

مطاع و مرجع اہل سنت شیخ الاسلام برکتہ العصر سیدی ابوالبرکات مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے محرم الحرام ۱۴۰۲ھ کو وصال فرمایا، حضرت والا کی اعلیٰ و بالا مسند پر جانشینی کے لیے آپ کے اصحاب نے جب بھی سوال کیا، آپ نے جواب میں فرمایا میں اپنی طرف سے کسی کو بھی نامزد نہیں کروں گا، اپنے وقت پر جس کسی کو ہونا ہوگا وہ ہو جائے گا، چنانچہ وہی ہوا حضرت برہان الملتہ مولانا حکیم شاہ محمد عبد الباقی برہان الحق علیہ الرحمہ تلمیذ و مجاز۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ قدس سرہ نے جانشینی کے انتخاب کے لیے مجلس شوریٰ بلائی، چنانچہ انہوں نے حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے نام نامی کا خط بھیجا:

۷۸۶

۹۲

محمد برہان الحق

مفتی و خطیب

دار السلام

جبل پور-۱-۴۲۰۱-۱۴۰۲ھ

محترم المقام ذو العز و الاکرام حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب دام بالمعالی والمواھب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

تاجدار اہل سنت سجادہ نشین اعلیٰ حضرت مولانا محمد مصطفی رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصالِ پرملال سے جو خلا پیدا ہوا اور اس سانحۂ عظیم سے فقیر کے دل پر جو صدمۂ عظیم طاری جاری ہے، اس

کے سبب دماغ قریب قریب معطل ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہ ونفعنا بفیوض روحہ وبرکاتہ۔

مسندِ رضویہ مصطفویہ سجادہ نشینی کے سلسلے میں اس فقیر بے توقیر کو نامزد کرنے کی ذمہ داری سیدہ محترمہ و مخدومہ مکرمہ چھوٹی بی بی کی صاحبہ دام ظلہا اور مخدوم زادہ حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب رحمانی میاں و حضرت مولانا مفتی اختر رضا خاں صاحب حضرت مولانا خالد علی خان صاحب و حضرت مولانا تحسین رضا خاں صاحب کی جانب سے تفویض کی گئی ہے اور شاید اس کی وجہ اعلیٰ حضرت مجدد مأۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خادم پر لطف و عنایت و نظرِ رحمت اور خادم کو اپنا روحانی فرزند فرمانے کی سعادت نیز حضرت مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو قلبی اور روحانی تعلق ہے، اس بنا پر اس مسئلہ کو حل کرنے اور اس فریضہ کو انجام دینے کی ذمہ داری دی گی ہے۔

چونکہ یہ مسئلہ، مسلکِ مقدس اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مرکز دنیائے اہل سنت سے تعلق رکھتا ہے، لہٰذا فقیر آپ حضرات مشائخ طریقت، عمائد دین وملت وعلمائے اہل سنت سے مشورہ طلب ہے۔

انتخاب کے لیے تقویٰ نیز علمی وقار و مسند و مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیمتی مصروف اوقات میں سے ۲۳ صفر المظفر کو آستانہ عالیہ رضویہ مصطفویہ تشریف لاکر بحیثیت مجلس شوریٰ کے ایک ممبر ہونے کے باتفاق آراء مسند نشینی کا انتخاب فرمائیں تاکہ اس کا اعلان، عرس شریف اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے موقع پر عوام اہل سنت کے سامنے کیا جاسکے۔

امید کہ آپ حضرات مسئلہ کی اہمیت و نزاکت و ذمہ داری کا پاس فرماتے ہوئے، وقت مقررہ پر شوریٰ کے لیے ہر امکانی جدو جہد کے ساتھ وقت نکال کر شرکت فرمانے کی سعی فرمائیں نیز فقیر کو جوابی کارڈ پر تاریخ مقررہ پر بریلی شریف تشریف فرما ہونے کی توثیق فرمائیں گے۔ جوابی کارڈ حاضر خدمت ہے والسلام مع الاکرام۔

حضور قبلہ گاہی بریلی شریف تشریف لے گیے، آپ نے مجلس شوریٰ میں شرکت فرمائی، خانقاہ رضویہ کی سجادگی کے بارے میں فرمایا، اس منصب پر مولانا رحمانی میاں رونق افروز ہیں، صرف دار الافتاء میں حضرت مفتی اعظم کی قائم مقامی کا مسئلہ طے کرنا باقی ہے اس کے لیے مولانا اختر رضا خاں صاحب ازہری کے لیے اپنی رائے پیش کی سب نے اس سے اتفاق کیا اور مولانا ازہری صاحب مسندِ افتاء پر قائم مقام ہوگیے۔

Mohamed Burhanul Haque

(MUFTI KHATIB)

DARUSSALAM

Jabalpur 22-11-1981

محمد بُرہان الحق

(مفتی خطیب)

دار السّلام

جبلپور ۲۴-۱-۱۴۰۲ھ

MOHALLA UPRENGANJ EX. M. L. A. PHONE. 24577

۷۸۶/۹۲

والموھب

محترم المقام ذو العز و الاکرام حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب دام بالمعالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تاجدار اہل سنت سجادہ نشین اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر ملال سے جو خلا پیدا ہوا اور اس سانحہ عظیم سے فقیر کے دل پر جو صدمہ عظیم طاری ہوا ہے اس کے سبب دماغ قریب قریب معطل ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حسبنا اللہ نعم الوکیل ... و نفعنا الفیوض روحہ و برکاتہ

مسند رضویہ مصطفویہ و سجادہ نشینی کے سلسلے میں اس حقیر بے توقیر کو نامزد کرنے کی ذمہ داری سیدہ محترمہ و مکرمہ جیلانی بی صاحبہ دام ظلہا اور حقیر سے مخدوم زادوں حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب رحمانی میاں و حضرت مولانا اختر رضا خاں صاحب و حضرت مولانا خالد علی خاں صاحب و حضرت مولانا تحسین رضا خاں صاحب کی جانب سے تفویض کی گئی ہے اور شاید اس کی وجہ حضور اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خادم پر لطف و عنایت و نظر رحمت اور خادم کو اپنا روحانی فرزند فرمانے کی سعادت نیز حضرت مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو قلبی اور روحانی تعلق ہے اس بنا پر اس مسئلہ کو حل کرنے اور اس فریضہ کو انجام دینے کی ذمہ داری لگائی گئی ہے۔

چونکہ یہ مسئلہ مسلک مقدس اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مرکز دنیائے اہل سنت سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا فقیر آپ حضرات مشائخ طریقت علمائے دین و ملت اور رہنمائے اہل سنت سے مشورہ طلب ہے۔

انتخاب کے لئے تقویٰ نیز علمی وقار و متانت و مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیمتی مشورے اجتماع میں ۲۲ صفر المظفر کو آستانہ عالیہ رضویہ مصطفویہ بریلی شریف تشریف لا کر بحیثیت مجلس شوریٰ کے ایک ممبر ہونے کے باتفاق آراء مسند نشینی کا انتخاب فرمائیں تاکہ اس کا اعلان عرس شریف اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقعہ پر عوام اہل سنت زائرین کے سامنے کیا جا سکے۔

امید ہے کہ آپ حضرات مسئلہ کی اہمیت و نزاکت اور ذمہ داری کا پاس فرماتے ہوئے وقت مقررہ پر شوریٰ کے لئے ہر امکانی جد و جہد کے ساتھ وقت نکال کر شرکت فرمانے کی سعی فرمائیں گے نیز فقیر کو جوابی کارڈ پر تاریخ مقررہ پر بریلی شریف تشریف فرما ہونے کی توثیق فرمائیں گے جوابی کارڈ حاضر خدمت ہے۔ والسلام مع الاکرام

طالب دعا ... فقیر محمد برہان الحق [illegible]

فقیہ اسلام کتاب کی رسمِ اجراء

چودہویں صدی میں جن قدسی نفوس کے انفاس متبرکہ کی برکتوں سے بزم اسلام منور ہوا، ان اکابر میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ فانی فی اللہ عاشق رسول اللہ مولانا شاہ احمد رضا مجدد بریلوی کا مقام بہت بلند اور ممتاز ہے، وہ دیگر اوصاف کاملہ میں نبوغ وغزارت کے ساتھ، کاروانِ حق واہتداء کے کارواں سالار بھی تھے، فقہ میں فقہ حنفی کے قصرِ اجتہاد کے رکن اعظم تھے، جگت اُستاذ استاذ العلماء الکبار مولانا محمد لطف اللہ علی گڑھی نے اُن کو عصر حاضر میں اسلام کا رکن اعظم لکھا، ضرورت اُن کے کارناموں اور کمالات پر تحقیق کی تھی اور اس کام کو انجام دینا کڑی کمان کو زہ کرنا تھا لیکن محب عزیز مولانا حسن رضا خاں نے آگے بڑھ کر اس کمان پر ہاتھ ڈالا، خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی نے ان سے تعاون کیا، ڈاکٹر حسن رضا نے پٹنہ یونیورسٹی میں مقالہ داخل کر دیا اور ڈگری حاصل کرلی، خطیب مشرق نے مقالہ تحقیقی کو کتاب مطبوع کی شکل دی اور اس کے افتتاح کے لئے شعبان ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۸۲ء میں عظیم الشان جلسہ منعقد کیا۔ جس میں تین سو سے زائد علماء نے شرکت کی۔ مولانا نظامی کی خواہش واستدعاء پر بڑے مجمع مقتدائے اہل سنت میں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے اپنے بابرکت ہاتھوں سے اس کا رسمِ اجراء فرمایا اور پہلی کتاب نذر میں قبول کی اور ڈاکٹر صاحب کو دعاء دی یونیورسٹی حلقہ میں یہ پہلا ڈاکٹریٹ کا مقالہ تھا، جس کی بے حد پذیرائی ہوئی۔

شرح مشکوٰۃ کا اجرا

محدث کبیر، مفسرِ جلیل حکیم الامت حضرت مولانا الحاج المفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ سوادِ اعظم اہلِ سنّت جماعت کے عالی مرتبت اکابر میں تھے، انہوں نے دینی ضرورتوں کے پیش نظر بہت بڑا تحریری سرمایہ یادگار چھوڑا، اُنہیں میں مشکوٰۃ شریف کی شرح بھی ہے، کانپور کے مشہور ناشر کتب حافظ ظہیر الدین برکاتی نے اس شرح کو ہندوستان میں چھپوایا، تو اس کی شاندار تقریب افتتاح کا

بھی اہتمام کیا علماء وعمائد کو کثیر تعداد میں مدعو کیا رونمائی کے لئے حضور پُرنور قبلہ گاہی سے عرض کیا آپ نے نہایت خوشی سے ان کی درخواست قبول کی اور تشریف لے جا کر رونما فرمائی۔

سُنّی کون؟ کا رسمِ اجراء

دار العلوم حضرت شاہ عالم احمد آباد کے ناظم اعلیٰ عثمان بھائی ایڈوکیٹ نے مسائل اہل سنت اور عقائد وہابیت پر دل نشیں اور واضح کتاب لکھی حضور قبلہ گاہی نے ایک عظیم الشان اجلاس میں اس کی رسم اجراء فرمائی اور ناظم اعلیٰ کی سر پر مخلصین کی طرف سے لایا ہوا عمامہ بھی باندھا اس کے بعد ان کے چہرہ پر ہاتھ پھرا، ناظم اعلیٰ سمجھ گئے اور داڑھی بڑھانے کی نیت کر لی۔

سوادِ اعظم اہلِ سُنّت کی قیادتِ اعلیٰ
تقسیم سے قبل اور بعد

حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ خواجۂ خواجگان حضرات چشت اہل بہشت کے دربار عرش آستاں، فیض بار کے دار العلوم عثمانیہ دار الخیر اجمیر مقدس سے ارجمندی وسرفرازیِ علم وعرفان و فضل وکمال کی سندِ امتیاز پا کر اہل خدمت علماء وعرفاء کے زمرہ میں داخل کیے گیے اور آپ کی دینی وعلمی خدمات وکارناموں کا آغاز ہوا، اس وقت اہل سنت وجماعت کے سوادِ اعظم کی جماعتی تنظیم کی سربراہی اور قیادت

- صدر الافاضل، اُستاذ العلماء مولانا حکیم نعیم الدین اشرفی الجلالی مرادآبادی قدس سرہ
- شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ
- مخدوم الانام، مرجع انام صدر اہلِ سُنّت مولانا سید محمد اشرفی الجیلانی محدث اعظم قدس سرہ

فرما رہے تھے، ان حضرات کے وجود سے اہل سنت کا سواد اعظم منور ودرخشاں تھا، ان بندگانِ خاص کی شخصیتیں اتنی موثر اور اعلیٰ وبالا تھیں کہ پورا غیر منقسم ہندوستان از مشرق تا مغرب، شمال تا جنوب اُن

کے لواء کے نیچے متحد و متفق و مجتمع ہو گیا تھا اور اس کے برکات صاف صاف ہر چہار طرف دکھائی پڑتے تھے، سوادِ اعظم اہلِ سنت کی تنظیم، جماعتی حیثیت سے قوت رکھتی تھی۔ اہل سُنّت کا سوادِ اعظم عضوِ معطل سا ہو گیا تھا، ان اصحابِ ثلثہ اُمنائے امّت نے اس کو جوڑنے اور مجتمع کرنے کے عزمِ متحکم سے فتنۂ عظیمہ فتنۂ ارتداد کے ہنگامہ خیز دور ۱۳۴۱ھ میں جماعتِ مبارکہ جمعیۃ العالیہ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی تاسیس کی، اس کا عظیم الشان اجلاس شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں مراد آبادی کی سرزمین پر منعقد ہوا، امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ نقشبندی محدث علی پوری کی تحریک اور حاضرین علماء و مشائخ اور قائدین کی پرزور تائید و استدعاء سے مرشد العالم مرجع اکابر شیخ الشیوخ حضرت مولانا سید شاہ ابو احمد محمد علی حسین اشرفی الجیلانی چشتی نظامی قدس سرہ نے صدارت قبول فرمائی۔ مجلس استقبالیہ کے صدر شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا قدس سرہ نے حالات کے پیش نظر بصیرت افروز جامع خطبۂ استقبالیہ پڑھا، تجویزات کی سب نے تائید و تعریف کی۔ یہ اجلاس کس شان سے وقوع پذیر ہوا، سیدی محدث اعظم کچھوچھوی قدس سرہ کے حقائق نگار نے اس کا مرقع تیار کیا:

"ہندوستان بھر کے اہل سُنّت و جماعت کا شاندار اجتماع، اسلامی ہند کا نمائندہ جلسہ، شوکتِ اہل سنت کا افتتاحی مظاہرہ، سنّیوں کے لیے کئی صدی بعد ایک ہی زریں موقع، خالص سنّیوں کا ایوانِ اقتدار وہ

آل انڈیا سُنّی کانفرنس

ہے، جس کا پہلا اجلاس مراد آباد میں ہوا"۔

اس موقع پر تنظیمی امور کی رہبری و رہنمائی اور قیادت کے لیے درج ذیل امنائے امت حسب ذیل عہدوں پر قائم ہوئے:

- مرشدُ العالم حضرت مولانا شاہ ابو احمد سید محمد علی حسین اشرفی الجیلانی، سجادہ نشین کچھوچھا مقدسہ سرپرستِ اعظم
- ہادی اُمت، شوکت الاسلام عالم ربانی حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف قدس سرہ سرپرست

- حضرت بابرکت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث نقشبندی علی پور — صدر
- صدر الافاضل اُستاذ العلماء حضرت مولانا حکیم نعیم الدین اشرفی جلالی قدس سرہ — ناظمِ اعلیٰ
- حضرت مولانا محمد یاسین عباسی ابن اُستاذ العلماء مولانا محمد فاروق چریاکوٹی — نائب ناظم

جمیعۃ العالیہ سُنّی کانفرنس کے رکنیت کے لیے سنیت کی قید مقرر ہوئی، تو سنیت کی پہچان بھی بتائی گئی، کہ:

"سُنّی وہ ہے جو ما انا علیہ و اصحابی پر اعتقاد رکھتا ہو اور حضرت شیخ عبد الحق محدّث دہلوی

اور حضرت بحر العلوم فرنگی محلی

اور زمانہ حال کے علماء میں

- حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب رامپوری
- حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب بدایونی
- اور حضرت مولانا المفتی احمد رضا خاں صاحب بریلوی

کا معتقد ہو"

سیدنا مرشد العالم مرجع الاکابر قطب الوقت حضرت مولانا سید شاہ محمد علی حسین اشرفی الجیلانی چشتی نظامی رضی اللہ عنہ کا املاء کرایا ہوا خطبہ صدارت آپ کے نواسے صدر اہل سُنّت محدث اعظم قدس سرہ نے پڑھ کر سنایا، مجمع نے تحیُّر کے عالم میں سنا۔

پیارے عزیزو!

مختصر لفظوں میں اتنا عرض کروں گا کہ ہماری تاریخ کی ابتداء اور انتہا میں جو زمین و آسمان کا فرق ہے، وہ آپ پر ظاہر ہو گیا اور آپ نے سمجھ لیا کہ اس مصیبت کا خاتمہ اسی پر موقف ہے کہ منتشر قوتیں یکجا کر دی جائیں اور خانقاہ و مدرسہ سے لے کر غریب مسلمان کے جھونپڑے تک کو ایک سلسلہ میں منسلک کر دیا جائے اور اپنی تمام ملکی، قومی، مذہبی امور کی باگ اس طرح حضرات علمائے کرام کے

مقدّس ہاتھوں میں دیدیا جائے جس سے سرتابی کی مجال کسی میں باقی نہ رہے، ہم نہایت آزادی کے ساتھ ”توپ“ کے سامنے ”اعلان حق“ کریں، کہوں کہ ”اعلان حق“ چودہ برس سے صرف ہم مسلمانوں اور خالص سُنّیوں کا کام رہا ہے، اس میں کسی وہابی، قادیانی گاندھو وغیرہ کا حصّہ نہیں ہے۔

پیارے سنّیو!

یہ کانفرنس آپ کی تنظیم و اجتماع کی بہترین صورت ہے اور عالم اسلامی میں ہماری واحد نمائندہ جماعت ہے اور اس کے اعلیٰ مقاصد میں ہماری ان مصیبتوں کا دفعیّہ بھی داخل ہے، جو ”منحوس قرض“ کے نام سے ہماری مالیات کو کمزور کر رہی ہے۔ یعنی ہماری بہبودی دارین کی یہ اپنی شان کی ایک ہی کانفرنس ہے اور تمام سُنّی تنظیمیں اس میں ضم ہو گئیں ہیں، اس کے ماتحت، صوبہ کانفرنس، ضلع کانفرنس، تحصیل کانفرنس کا جلد سے جلد قیام سنّیوں کے بازوئے عمل پر فرض ہے، میں نے آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا نام سنا تھا اور اس کے مقاصدِ حسنہ کو معلوم کر کے ان تاریخوں کا بے چینی کے ساتھ انتظار کر رہا تھا۔

مجھے جو غم کھائے جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس مبارک بنیاد کے وقت میری عمر کا بڑا حصّہ گزر چکا ہے اور ضعیفی و ناتوانی نے اس طرح مجھے گھیر لیا ہے کہ میں آپ کا ایک عضوِ معطل ہو گیا ہوں اور سخت شرمندہ ہوں کہ اس مقدّس تحریک کی کوئی نذر پیش کر کے میں حق سے سبک دوش نہیں ہو سکتا۔

ہاں! میری اسّی برس کی کمائی صرف دو چیزیں ہیں، جن کی قیمت کا اندازہ آپ میری نگاہ سے کریں گے، تو ہفت اقلیم کی تاجداری ہیچ نظر آئے گی، یہ میری بڑی قیمتی کمائی ہے، جس پر مجھ کو دنیا میں ناز ہے اور آخرت میں فخر ہے، جس کو میں اپنے سے جدا نہیں کر سکتا تھا لیکن آج اعلانِ حق کے لیے میں اپنی ساری کمائی نذر کر رہا ہوں، میرا اشارہ پہلے اپنے

لختِ جگر و نور العین مولانا الحاج ابو المحمود سید احمد اشرف اشرفی جیلانی

پھر اپنے نواسہ

جگر پارہ مولانا الحاج ابو الحامد سید محمد محدث اشرفی جیلانی

کی طرف ہے جن دونوں کی ذات میری ضعیفی کا سرمایہ ہے، میں آج ان جگر کے ٹکڑوں کو نذر پیش کرتا ہوں کہ اعلان حق میں - حیات کی آخری سماعت تک - سُنّت اور اہلِ سنت کی جو خدمت سپرد کی جائے اس میں میری نیابت کا حق ادا کریں"۔

آخر شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ/ مارچ ۱۹۲۵ء میں جمعیۃ الالٰہیہ سُنّی کانفرنس کا پہلا اجلاس کس طرح شروع ہو کر ختم ہوا حضور محدث صاحب قبلہ مؤثر اور حقائق نگار قلم نے اس کا یہ مرقع تیار کیا۔

"یہ کانفرنس کس طرح شروع ہو کر ختم ہوئی، اس کے متعلق بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مجموعی حیثیت سے ہندوستان میں قومی قوت سے اس درجہ شاندار جلسہ کی مثال نہیں مل سکتی وہ حضرات جن کے سامنے ہندوستان کا مشرق و مغرب ہے اور جنہوں نے ایسے جلسے دیکھے ہیں، جن کا تذکرہ بھی ہم لوگوں کو عجب معلوم ہوتا ہے، ان کا بیان ہے کہ اس قدر منظّم، باقاعدہ و پُر شوکت جلسہ کبھی نظر سے نہیں گزرا اور یہ شرکت سے پہلے گمان تھا کہ کانفرنس کا افتتاح اس شان و شوکت سے ہوگا بعض اس نظام کو دیکھ کر بے ساختہ کہہ اٹھے کہ

اس کو ملکوتی نظام کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے"

اُسنائے اُمّت کی صدائے حق پر اہل سنت متوجہ ہوئے، مشرق تا مغرب شمال تا جنوب ضلع ضلع، قصبہ و تحصیل میں جمیعۃ العالیہ سُنّی کانفرنس کی شاخوں کا وجود عمل میں آ گیا ناظم جمعیۃ العالیہ سُنّی کانفرنس حضرت استاذ العماء صدر الافاضل نے اُمّت مسلمہ کی اس طاقتور جماعت کی دہلیز کو بار بار کھٹکھٹاتے جس کو جماعت علماءے کرام کہا جاتا ہے۔

"علمائے دین و پیشوایانِ اسلام اب قدم اُٹھائیں اور گوشۂ تنہائی سے نکلیں، اس لیے نہیں کہ اُنہیں جاہ ملے۔ اس لیے نہیں کہ حکومت کا مزہ حاصل کریں، فقط اس لیے کہ دین کی حفاظت

ہو، اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف پیش آنے والے، تجاویز روک سکیں اور مسلمان کے مستقبل کو خطرہ سے محفوظ رکھ سکیں۔ جو قانون ایک بار پاس ہو جاتا ہے، پھر اس کے خلاف، کامیابی حاصل کرنا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ اگر اسمبلی میں۔علماء کا کوئی عُنصر ہوتا تو۔شادا قانون۔پاس نہ ہو سکتا اور مسلمانوں کے ممبر پہلے ہی دن بیدار کر دیئے جاتے، طبقۂ علماء کا سیاست اور ملکی نظم کی طرف سے اغماض کرنا مسلمانوں کو ضرر پہنچاتا ہے۔

گذشتہ کو چھوڑیے، آئندہ کی لیے مستعد ہو جائیے اور جلدتر ایک نظر ڈالیے کہ دنیا کیا کر رہی ہے، مسلمانوں کے مستقبل کے لیے کیا تجویزیں درپیش ہیں، اُن کے کیا نتائج ہوں گے، ضروریات کا کیا اقتضاء ہے۔

ستم یہ ہے کہ جاہل، عالم نما عامل، بن کر میدان میں آئیں اور ان کی تعداد سے دنیا کو دھوکھا دیا جائے اور علماء کا پورا طبقہ، ساکت و خاموش بیٹھا یہ سب دیکھا کرے، نہ اس کے منہ میں زبان ہو، نہ زبان میں حرکت، نہ ہاتھ میں قلم، نہ قلم میں جنبش، آپ کا یہ تقاعد، زہد و انکسار کی حد سے گزر کر۔غفلت و تکاسل۔کے دائرے میں آ گیا ہے اور اس اندازِ سکوت سے، اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

اب اس عقیدہ کو چھوڑ دیجیے کہ آپ کے فرائض

ایک مجلس میں وعظ کہہ کر یا ایک حلقہ میں درس دے کر یا ایک خلوت خانے میں فتویٰ لکھ کر ادا ہو جاتے ہیں

اور آپ کو اس پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں کہ

دنیا میں کیا ہو رہا ہے، اور بدخواہانِ اسلام تخریب کے لیے کیا کیا تدابیر عمل میں لا رہے ہیں، یقیناً یہ آپ کا فرض ہے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا

جائے گا، اُٹھیے اور اپنے فرض کو ادا کیجیے"۔

کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت ناظم جمعیۃ العالیہ کی اپیل بے اثر رہی، علماء گوشہ عافیت میں بیٹھے رہے، صوبہ یوپی کی صدارت کا بار سیدی ابوالبرکات مفتیِ اعظم نے اُٹھایا، کانپور جمیعتہ العالیہ کے ناظم، عالی قدر خانوادہ فضل ومعرفت کے رکن جناب مولانا سید ابومحمد ثاقب کانپوری، خانقاہ حضرت رسول نما، کانپور مقرر ہوئے، کوئی ضلع اور کوئی شہر ایسا نہ تھا جس میں سُنّی کانفرنس کی شاخیں قائم نہ ہوں، اس کی قوتِ جامعہ کا بے مثال اور شاندار مظاہرہ اپریل ۱۹۴۶ء میں بنارس کی سرزمین پر دکھائی پڑا، جس میں سندھ، پنجاب، سرحد، دکن، مدراس، راجستھان، گجرات، بنگال کے عرفاء اولیاء علماء عمائد قوم کھینچے چلے آئے، اس عظیم و جلیل کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کی صدارت اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مرشد العالم مولانا سید شاہ ابواحمد محمد علی حسین اشرفی جیلانی چشتی نظامی رضی اللہ عنہ سجادہ کچھوچھا مقدسہ کے جگر پارہ صدر اہل سنت مولانا سید شاہ ابوالحامد سید محمد محدث قدس سرہ نے کی اور ان کی نیابت کا حق اس وقت ادا کیا، جب صدارت کا منصب متنازع بن گیا اس وقت حضرت محدث صاحب قبلہ قدس سرہ نے صدارت کا بار بھی اُٹھایا، بنارس کی سُنّی کانفرنس نے انگریزی ڈپلومیسی کے بڑے بڑے سورماؤں کو مہر بلب کر دیا، کانگریسی جمعیۃ کے عزائم، خاک میں مل گیے، ہر چہار طرف سے ایک ہی آواز سنّیوں کی جمیعت، جمیعتہ العالیہ سُنّی کانفرنس ہے۔

بنارس سُنّی کانفرنس میں ملتِ مسلمہ کو منظم و مربوط رکھنے کے لیے بڑی بڑی تجاویز منظور ہوئیں۔ تنظیم کی تیسری نشست میں آٹھویں تجویز نائب ناظم جمعیۃ العالیہ تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ نے پیش کی کہ اعلیٰ حضرت کے آستانہ پر حضرت مفتیِ اعظم کی قیادت میں ایک

مرکزی دارُ الافتاء

قائم کیا جائے جس میں کم از کم چار جید عالموں کی خدمات حاصل کی جائیں اور فقیہہ اعظم صدر الشریعہ مولانا مولوی امجد علی صاحب دامت برکاتہم اس کی سرپرستی اور نگرانی فرمائیں آخری حکم ماننے کے لیے یہ دار الافتاء مرکز مانا جائے ایک تجویز دار القضاء کی بھی تھی، جس کے ایک خاص محرّک حضرت

صدرالشریعہ بھی تھے"

ارضِ ہند پر اسلامیانِ ہند کی سرفرازیوں کی یہ جدو جہد تھی تو دوسری طرف ایک چھوٹے طبقہ تھا جو اپنی حیثیت سے بڑھ کر جراحتِ قلم میں مصروف تھا اور اُن میں جو سب سے چھوٹا سا فرد تھا اس کے قلم نے "اشک رواں" لکھ کر چھاپا، دیگر تحریروں میں اکابر سُنّی کانفرنس کو مروان لکھا اور ان کے اس کام کو مروانی کام لکھا۔ مولانا شاہ عبدالحق گدائے خواجہ نے سیدی حضور امین شریعت سے احمد آباد میں بیان کیا کہ حضرت صدرالشریعہ نے اس جراحتِ قلم کو دیکھا تو فرمایا "ان شاء اللہ قیامت تک اشک، رواں ہی رہے گا"۔ آزادیِ ہند کے ساتھ دوسرا حادثہ ملک کی تقسیم کا ہوا، کانگریس اور لیگ کی مخالفت سُنّی علماء کی ایک قلیل جماعت میں منحصر تھا، انہیں شیر بیشۂ سنت حضرت مولانا محمد حشمت علی خاں قدس سرہ بھی تھے، اُن کے قائد، مارہرہ شریف کے بزرگ عالم و عارف حضرت مولانا سید شاہ محمد میاں زہری برکاتی تھے۔ ان بزرگوں کے اخلاص میں کیا شبہہ ہے، ان کی فکر حامیان، مقاصد مسلم لیگ کے خلاف تھی، لیکن سب ہوگیا، دونوں بزرگ سوادِ اعظم اہل سنت سے بے تعلق تھے، اُمنائے اہل سنت و جماعت سواد اعظم کو ان کی علیحدگی اور جدائی کب گوارا تھی سن ۱۳۷۰ھ کا عرس رضوی بریلوی شریف کا مبارک موقع آ گیا۔ دس برسوں کی دوری اور جدائی کے بعد حضرت جیلانی میاں قدس سرہ کی دعوت و اصرار پر شیر بیشۂ نے حاضری کی دعوت قبول فرمالی، ادھر کانپور میں حضرت جیلانی میاں قدس سرہ نے حضور پُرنور قبلہ گاہی خیر الامت امین شریعت قدس سرہ سے ملاقات کر کے صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ حضرت شیر بیشۂ سنت کی اقامت گاہ پر پہنچے، ساتھ میں اُستاذی الکریم حضرت صدرالعلماء مولانا سید شاہ غلام جیلانی محدث میرٹھی بھی ہمراہ ہوئے۔ حضرت علامۃ العصر علامہ عبدالمصطفیٰ الاعظمی مجددی بھی پہنچ گئے۔ گذشتہ مسائل اُٹھ کھڑے ہوئے، حضرت سید محدث اعظم کو اطلاع ملی تو فرمایا شیر بیشۂ سنت، ہم سب سے مل کر جائیں گے، ان بزرگوں کے اخلاص اور تدین شیر بیشۂ سنت پر ظاہر تھا خالص مخلصانہ گفتگو کے بعد حضرت نے ایک تحریر اپنے قلم سے لکھ دی۔ اصل تحریر علامہ عبدالمصطفیٰ مجددی نے لے لی، کیمرہ سے اس کا فوٹو مولانا مفتی

حاجی احمد میاں برکاتی دھوراجی کے پاس تھا،فقیر راقم الحروف نے اس کا فوٹو حاصل کرلیا، اس قسم کے حالات،حوادث ونوازل کے آتے رہتے ہیں، مستقبل کی رہ نمائی کے لیے اس کی نقل اس جگہ درج کی جاتی ہے۔

تقسیمِ ہند کے بعد قیادت اعلیٰ

جد و جہد وآزادی اور انگریزوں کے تسلط سے استخلاص وطن کا مرحلہ پورا ہوا تو تقسیم کا سانحہ دل گداز بھی ظہور پذیر اہوا اس کی وجہ سے حالات نہایت بدتر اور کشیدہ ہوئے، جو لوگ اِدھر سے اُدھر ہوئے، ان پر تو قیامت صغریٰ گزری ہی تھی، یہاں رہنے والے مسلمانوں کو جان ومال اور عزت وآبرو کی بہت بڑی اور بڑی قیمت چکانی پڑی، مسلمان ڈرے اور سہمے ہوئے آشفتہ حال تھے، بے چینی اور بے اطمینانی کا بادل چھایا ہوا تھا، حالات کی اس ناگفتنی کے دور میں جامع مسجد ٹاٹ شاہ شہر فیض آباد میں ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء اُمنائے اُمّت صدر اہلِ سُنّت حضرت محدث صاحب قبلہ، حضرت ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین فاضل بہار کو حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن علیہ الرحمہ نے مجتمع کیا، حالاتِ حاضرہ پر بحث ومباحثہ کے بعد ایک جماعتی تنظیم کا وجود عمل میں آیا، کل ہند تبلیغ سیرت نام قرار پایا، داعی مجلس ہی صدرِ جامعت قرار پائے، حضرت بحر العلوم مولانا العلامہ محمد عبد الحفیظ حقانی مفتی آگرہ ناظمِ اعلیٰ مقرر ہوئے، لیکن ۱۹۵۴ء تک اس تنظیم کا روزِ اول ہی تھا، ۱۹۵۴ء کے آغاز میں آل انڈیا تبلیغ سیرت کی تنظیم جدید ہوئی اور مسجد اعظم دریاباد الہ آباد میں اس کی خاص نشست ہوئی۔حضور قبلہ گاہی قدس سرہ بڑے عزم سے اس میں شریک ہوئے۔فلاحِ ملت مسلمہ کے لیے گہرائی اور سنجیدگی سے لائحہ عمل تیار ہوا، صدارت کے علاوہ سبھی عہدوں میں تبدیلی ہوئی، حضور قبلہ گاہی ناظم اعلیٰ ہوئے، حضرت مفتی آگرہ ناظم نشریات واشاعت ہوئے۔

جدید تنظیم کے بعد آل انڈیا تبلیغ سیرت کے درخشندہ دور کا آغاز ہوا، اس کے جلسوں اور اجتماعوں کی کثرت اور شاخوں کے قیام اور اس کی جدّ وجُہد کو دیکھ کر سراسیمہ سوادِ اعظم اہلِ سُنّت کے

چہروں کی پژمردگی اور دلوں کی یاسیت دور ہوئی۔ تابانی اور درخشانی کا دور طلوع ہوا، خانقاہوں کے مشائخ اور درسگاہوں کے علماء میں بھی کچھ نے میدانِ عمل میں آنے کی جرأت کی پھر بھی عافیت کوشوں کا بڑا طبقہ خانقاہوں اور مدرسوں میں گوشہ گیر اور خلوت نشیں رہا، اس وقت پورے ہندوستان میں انہیں دونوں ہادیوں اور رہبروں کا وجود مسلمانوں کی سرفرازی کے لیے میدانِ عمل میں تھا، سوادِ اعظم اہل سنت کی جماعتی سرگرمیاں انہیں دونوں بابرکت وجود سے نمو پاتی تھیں، مسلمان جس جلسہ میں جاتے، جس اجتماع میں دیکھتے، جس علمی دینی تگ و دو پر نظر ڈالتے، ان دونوں بزرگوں کو اُمت کی خیر خواہی اور فلاح کے لیے مصروف عمل پاتے، یہ بزرگان صاحب تاثیر تھے۔ ان کا جلسوں اور دوروں میں رہنا جلبِ زر کا ذریعہ نہ تھا، وہ ایک خاص مقصد اور فریضہ تبلیغ کی بجا آوری کے لیے نہابت مصطفوی کا کام انجام دیتے تھے، "تبلیغ سیرت" وہ کیا کرتا، جو صحیح قلب وقالب سے سیرتِ طیّبہ کے انوار و برکات سے خالی ہوتا، یہاں تو وہ یادگارِ اسلاف، اعمال صالحہ کے مضر پیکر تھے جس کے اعمال و افعال و اقوال مصطفائی تجلیوں کی جلوہ گاہ تھے، تبلیغ سیرت کی تنظیم میں بالیدگی پا کر جو افراد و اشخاص خدمت ملت کے افق پر طلوع ہوئے اور زمانہ اُن سے روشن ہوا، ان میں علامہ مشتاق احمد نظامی بھی تھے مولانا ابوالوفاء فصیحی بھی تھے، مولانا سید عبدالمسجود وجود القاری ربانی بھی تھے اور علامہ ارشد القادری بھی تھے، مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی بھی تھے، جنہوں نے تبلیغ سیرت کے سایہ میں رہ کر ملت کی نمایاں ترکی خدمت کی، تبلیغ سیرت نے فلاح ملّت تعمیر سیرت اور تطہیر قلب کے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ان بزرگانِ خاص کی رفاقت، بندوں کے درمیان خداوندی نعمتوں اور برکتوں کا مورد تھی، سُنّت الٰہیہ کے مطابق ان نظام ملت اور انتظام شرع اور فلاح امّت کے اکابر و اعاظم کی دارِ آخرت کی طرف رحلتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا، کاروانِ علم و معرفت و فضیلت جلد جلد جوارِ رحمتِ رحمن میں جا بسے، سکینیتِ قلب اور اجتماعِ امّت کے طمانیت کے مناظر پر حزن و ملال کے بادل چھا گیے، اس اندوہ گیں گام پر ایک مبصر اور حقائق نگار مولانا حاجی شاہ رکن الدین اصدق اصدقی چشتی فخری کے قلم سے یہ کلمات نکل پڑے۔ دو میں اپنی تقریر کے آخری مرحلے میں تھا، کہ میری

نگاہ حضور امین شریعت کے چہرہ پر جاٹھہر گئی، جو ہمہ تن میری طرف متوجہ تھے، جذبات کی رو میں بے ساختہ میری زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔

"ہمارے اکابر تنہا اپنی ذات میں ایک تحریک ایک تنظیم اور ایک انجمن تھے، ان کے وجود سے ہماری اجتماعیت قائم تھی، اُن کے دم سے حوصلہ باقی تھا، ان کے گرد عوامی قوت مجتمع رہتی تھی، جوں جوں یہ عبقری شخصیتیں بساطِ ارض سے اُٹھتی جاتی ہیں، جماعت میں طوائف الملوکی آتی جارہی ہے، خوش قسمتی سے ہمارے جو اکابر ہمارے درمیان رہ گئے ہیں، ان کی موجودگی میں جماعتی شیرازہ بندی اگر نہیں کی گئی تو مستقبل نہیں محفوظ رہ سکے گا، ان کے بعد ٹوٹنے سے کوئی نہیں بچا سکے گا، ہر شخص کی زبان آزاد، ہر فرد کا قلم آزاد، ہر دانشور کی فکر آزاد ہر مولوی کا فہم آزاد، ایسی انا اور خود پرستی کے ماحول میں قوم کو ساتھ لے کر میدانِ عمل میں کیوں کر بڑھا جاسکے گا۔

میری تقریر کو اٹھائیس برس ہوگیے اس مدت میں اکابر کی پوری بساط خالی ہوگئی اور جو خدشہ ظاہر کیا تھا، وہ سامنے آیا مگر اب کوئی نہیں کہیں بھی نہیں جس کا "حکم امتناعی" ان جھگڑوں کا سدباب کرسکے ۔

سرد آہیں، گرم آنسو، آنسوؤں میں خونِ دل کہہ رہے ہیں، اس طرح افسانہ در افسانہ ہم"

۲۶ مئی ۱۹۷۹ء کو الہ آباد میں "انسداد فسادات" کے موضوع پر غور و خوض کرنے کے لیے ملک کے اصحاب رائے کی ایک مجلس مشاورت ہوئی۔ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ بھی شریک مجلس تھے وہ لکھتے ہیں کہ:

"اس مجلس میں سلطان المتکلمین حضرت علامہ مفتی شاہ رفاقت حسین صاحب قبلہ امین شریعت بھی تشریف فرما تھے، اہل سنت کی تنظیمی لامرکزیت کی طرف اپنے اکابر کی توجہ مبذول کراتے ہوئے یہ عرضداشت پیش کی کہ

"اگر آپ حضرات کی زندگی میں کسی ایک محاذ پر ہم متحد نہیں ہوئے تو آنے والی نسلوں کا بس خدا ہی حافظ ہے"۔

اکابر کی زندگانی اوران کا وجود اجتماعیت کا مرکز تھا،ان کی نگاہ دلنواز اوران کی شانِ عطوفت اور
ان کی ذات کریم الاخلاق چھوٹوں کو بڑا بنانے اور سنوارنے والی مقتدا ذات تھی تو اپنے خردوں کی اقتداء
بھی کرتی تھی،لیکن افرادِ جماعت کا جب یہ بُرا حال ہوجائے کہ ساری سربراہیاں ایک کی اکیلی ذات میں
مقید ہوجائیں، تو نظمِ تنظیم کا کیا سوال باقی رہ جاتا ہے، میر کارواں کے صفات کا دور دور پتا نہیں تو کارواں
کے زیاں کا احساس کون کرے گا،کوئی کسی کو ماننے کا روادار نہیں تو شوریٰ اور مشاورت کا کیا معنیٰ اور تنظیم
کی بات بعد کی بات ہے، احساسِ برتری کی ہمہ ہمی میں احساسِ زیاں کیسی

مچا ہوا ہو، جہاں رنگ و بو کا افسانہ   وہاں تیرے دل کی بات، کون سمجھے گا

خاکساران حق کی سربراہی

حقوقِ مسلم کی پامالی، جانِ مسلم کا قتل ونہب اور ضیاع اور اموالِ مسلم کی بربادی، اس
ہندوستان میں ہو رہا تھا، جس پر نصاریٰ نے حیلہ ومکر وفریب سے، بذریعہ "انتظام ونگہداشت" تغلب و
قبضہ کرلیا تھا، اس وقت بھی مسلمانانِ ہند نے جانوں کی قربانیاں دیں، دار ورسن کو خندہ لبی سے چوما، لیکن
چونکہ قضاء وقدر کو یہ منظور نہ تھا، وہ قربانیاں، مدفون ہوگئیں، لیکن تابکے؟ برہانُ العلم والعمل حضرت مولانا شاہ
محمد عبد الباری قادری فرنگی محلی سا بزرگ دردِ ملّت سے تڑپا، اور حضرت رسول نما قادری کی درگاہ شریف واقع
دہلی میں عمائد کو جمع کیا، قانونی اور اجتماعی راستوں سے قیادت اعلیٰ کی زمام پکڑی، اس کے بطن سے
مجلس خلافت کی تحریک آندھی طوفان کی طرح اُٹھی اور فضائے ہند پر محیط ہوگئی، مجلس خلافت کا طلوع، طلوع
حق تھا اس کے مقاصد تابندہ تھے، اہلِ اسلام کے خلافت کا تاج سر پر رکھا اس کو دیکھ کر نصاریٰ کا تختِ
حکومت ہل گیا، اور وہ مجبور ہوگیے کہ جہاں سے آئے تھے وہاں واپس جائیں اور ہندوستانی مسلمان اور
دیگر اقوام امن وامان کی زندگانی بسر کریں، ملک کے دستوری قانون میں ان حقوق کو لکھا گیا، لیکن عمل

اس کے برعکس ہوا، اس غارت گیری کی کانگریس کی قیادت اعلیٰ ذمہ دار ہوئی، تجارت وتعلیم اور ملازمت میں مسلمان کہاں لگتے، ہر دن ہر ہفتہ، ہر ماہ فسادات کی یلغار تھی، تجارتوں کا زیاں کا تھا، ایسے پُرمحن ماحول میں الہ آباد کی سرزمین پر آمنائے ملّت کا اجتماع ہوا، حضور امین شریعت اور حضور مجاہد ملّت نے قیادت کی، جن مقاصد کی تحصیل وتکمیل کے لیے" خاکساران حق"، کا قیام عمل آیا، انہوں نے بے ہمتوں کے اوسان خطاء کر دیئے، مدارس کے ناظمین ومدرسین اجلاسوں کے مقررین، قیادت وسربراہی کے خواہش مندوں نے مہر بلب کانوں سے سنا اور حیرت زدہ آنکھوں سے دیکھا مجلس ختم ہوئی تو خاموشی سے رخصت ہوگیے، صف شکنوں کا چھوٹا سا گروہ ثابت قدم رہا، مطبوعہ دستور تحریک خاکساران حق میں سربراہ اور سرپرست کی حیثیت سے حضور قبلہ گاہی کا نام درج ہے، تحریکِ خاکساران حق دونوں خاکساران حق کے بعد زیر خاک ہوگئی کوئی مردِ کوہ کن نہ تھا جو آگے آتا اور کوہ کنی کرتا، سدا رہے نام اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا۔

باب ۸
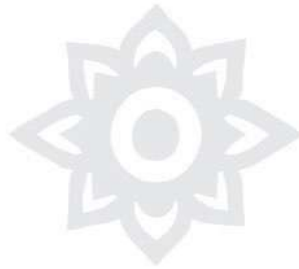
خصائل وفضائل اور محاسن ومکارم

چناں کہ توئی، ہر کجا بیند　　بقدرِ بینش خود، ہر کسے کند، ادراک

صفات وکمالات کی جامعیت

فضائل وکمالات اور محاسن ومکارم کی جامع شخصیت کی خصوصیات وصفات کے عرفان وادراک کا بیان تحریر کی قوت سے باہر کی بات ہے۔ حضرت قبلہ گاہی کی ذات گرامی سمات، بے نظیر اور آپ کی مومنانہ زندگانی منّور وتاباں تھی، آپ کی علوِ مرتبت کا ذکر اور خصائص کا بیان آپ کے عصر کے برگزیدوں نے کیا، آپ کے مرشد پاک نے اپنے خطوط میں آپ کو"عالم باعمل اور درویش باشغل" لکھا، اخلاص وبے غرضی، اخفاءِ احوال، احتسابِ نفس، عیب بینی اور نکتہ چینی سے اجتناب، عفوودرگزر، فکرِ آخرت، ترکِ منکرات، غم خواری، بے نفسی وفنائیت، سکوت وسکینت، ذکر دوام حضور پُرنور قبلہ گاہی کے خصوصی صفات اور نمایاں باطنی احوال وکیفیات ہیں، جن مجاہدوں میں زندگانی گذاری، اور حلاوت ایمان کی چاشنی پائی، ان کے متعلق وہی بیان کرسکتا ہے، جس نے ویسے مجاہدے کیے ہوں، اور حلاوتِ ایمان کی چاشنی پائی ہو، سلوک ومعرفت اور حقائق واسرار کے مسائل کے کشف میں علم نارسا کی رسای کا کیا گزر؟ یہاں قلب پر ربانیت کی حکمرانی ہے، علم حجاب اکبر ہے، ان سے وہی حصہ یاب ہوا جس پر فضل کبریائی کا خاص ورو ہوا

ہے،ظاہر اور ظاہر بیں آنکھوں میں نہ یہ اسرار ہیں،اور نہی ان کی یہ حیثیت ہے،سطور کے علم سے صدور کا علم کچھ اور ہی ہے،صدور کے اسرار و حقائق کے بیان کے لیے شایانِ شان الفاظ وکلمات بھی نہیں ملتے، یہ علم تو فیضانِ دل اور صحبت و خدمت کی برکتوں ہی سے سینوں میں منتقل ہوتا ہے،صدور کے علم کے متعلق حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان کاشف حقائق ہے۔

"انہوں نے فرمایا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے دو قسم کا علم حاصل کیا اور اس کی حفاظت کی،ان دونوں میں سے ایک کو میں نے تم لوگوں میں پھیلا دیا،اور رہا دوسرا علم تو اگر میں اس کو بیان کروں،تو میرا حلق کاٹ دیا جائے"۔

ایمان کا دوام،دین کا قیام،جسم کا اعتدال

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی ذات بابرکات عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ کی مصداق تھی، اس منہل صافی سے مقربین ہی سیراب ہوتے تھے،دیدہ و دانش کے حامل،منور قلوب،اصحابِ علمِ نافع اور صاحبانِ باطن اس کی حقیقت کو سمجھتے تھے،ہم پس ماندگان انہیں اہلِ قلوب کے فیوض و برکات سے مستفیض ہو رہے ہیں۔اور ان کے علوم و معارف سے فوائد حاصل کرتے ہیں اور اسی کے انوار و کیفیات میں فیض یاب ہو کر حضور قبلہ گاہی کے خصائص و خصائل اور محاسن و مکارم کا بیان لکھ رہے ہیں۔

علم و عقل،محبت و معرفت،اخلاص و اخلاق کی درستگی اور جسم کے اعتدال کی نمود،حضور قبلہ گاہی کی مبارک زندگانی میں آب و تاب سے نمایاں و درخشاں رہی،ایمان کا دوام اور دین کا قیام جسم کا اعتدال ان تینوں خصائصِ کبریٰ کی خصوصیات کے بارے میں عرفائے حق نے فرمایا ہے کہ

> "ان کے حاملین کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات قلوب میں جگہ پاتے ہیں،جوارح سے نکلے ہوئے افعال اپنا اثر دکھاتے ہیں،جو حق تعالیٰ کو کافی سمجھے گا،اس کے عادات پسندیدہ ہوتے ہیں،منکرات سے اس کی حفاظت ہوتی ہے،سیرت میں استقامت پیدا ہوتی ہے،اکل حلال کی روزی نصیب ہوتی ہے،اس کا نفس ریاضت

کو قبول کرتا ہے، ان کا انجام معرفت حسنِ خلق اور طبیعت کا اعتدال ہوتا ہے"۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کو رب العزت جل شانہ کے جودِ فضل عمیم سے علمِ نافع عطاء ہوا، سیدی عارف باللہ سفیان ثوری قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ

علم نافع کے ثمرات

"جس کو علم نافع عطاء ہوتا ہے اسے تین نعمتیں مزید عطاء ہوتی ہیں پہلی نعمت "قلبِ خاشع" یعنی خشیت بھرا قلب عطاء ہوتا ہے، دوسری نعمت "نفس قانع" یعنی قناعت پسند قلب عطاء ہوتا ہے، تیسری نعمت "دعائے مسموع" یعنی قبول ہونے والی دعاء عطاء ہوتی ہے۔

جب اصل اللہ تعالیٰ کا خوف ہے، تو علم کے ساتھ خدا کا خوف بھی عالم کے دل میں پیدا ہوتا ہے، اس کا نفس دنیا سے بے تعلق ہوتا ہے وہ دنیا کا طالب نہیں رہتا، وہ علو و رفعت کا بھی طالب نہیں رہتا، وہ شہرت کا بھی خواہاں نہیں بنتا: دولت وثروت کی بھی اس کو ہوس نہیں رہتی، وہ دوستوں اور ہم عصروں میں بلندی کی بھی تمنا نہیں رکھتا، علم نافع کا حامل مجلسوں میں ہاتھوں ہاتھ لیے جانے کا بھی آرزو مند نہیں رہتا"

آنے والی سطروں میں ان خصائص کی تجلیاں پوری آب وتاب کے ساتھ دکھائی پڑیں گی،

جودِ فضل خداوندی اور الطافِ نبوی سے حضور قبلہ گاہی سیدی الوالد الماجد حضرت امین شریعت خیر الامت کے صفات وخصائل اور محامد ومکارم ومحاسن چاند سورج کی طرح تھے، جس کی ضیاء اور تابش کو بتانے کی ضرورت نہیں، جس کسی کو تطہیرِ قلبی سے زیارت کا شرف حاصل ہوتا وہ اس سے خود محظوظ ہوتا اور اس کے بیان سے لذت یاب اور سرشار ہوتا اور افادہ کے لیے دوسروں کو بتاتا اور سناجاتا، انہیں بلند طالع افراد میں حضرت مولانا سید ظہیر احمد زیدی حامدی علیہ الرحمہ اُستاذ شعبۂ دینیات ہائی اسکول مسلم یونی ورسیٹی علی گڑھ بھی تھے، سید صاحب کو بہت بعد میں آپ کے اُستاذ مشفق حضرت امام صدر الشریعہ کی شاگردی کا شرف ملا تھا، انہوں نے پہلی بار حضور کا دیدار حضور کے دولت کدہ پر کیا تھا، پھر بار بار ملاقاتیں ہوتی رہیں، انہوں نے عرس چہلم شریف سے پہلے راقم الحروف کو ایک مختصر جامع مضمون لکھ کر از خود ارسال فرمایا

اور جو دیکھا تھا اور جو قلب و نظر میں اترا تھا اُسے لکھا چنانچہ وہ لکھتے ہیں،

''یہ وہ زمانہ ہے جس میں علم کا انحطاط، اخلاقی قدروں کا زوال اور عمل کا فقدان ہر گروہ، ہر طبقہ اور ہر مجلس میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، اس دور میں کسی صاحب اخلاص ومتدیّن اور زہد و اتقاء کی حامل ہستی کی تلاش، جوئے شیر لانے سے کم نہیں، ایک ایسا وحشت ناک زمانہ ہے جس میں ایمان و اسلام کی قدریں ایک ایک کر کے معدوم ہوتی جارہی ہیں، دین پر ثبات و استقامت کس درجہ مشکل اور دشوار تر ہے، اس کا اندازہ کچھ وہی کر سکتے ہیں جن کے دلوں میں دین پر عمل کرنے کا جذبہ ہے، حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ ابوبکر واسطی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا

''ابتلانا بزمانٍ لیس فیہ آداب الاسلام ولا اخلاق الجاھلیۃ ولا احکام ذی المروۃ''

ہم ایسے آزمائشی دور میں ہیں، جس میں نہ اقدارِ اسلامی زندہ ہیں نہ جاہلیت کے اخلاق ہیں اور نہ شرافت کے طور وطریق نظر آتے ہیں۔

آج حالت کچھ اس سے بھی زیادہ بدتر ہے، ایسے ہی زمانہ کے بارے میں حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

سیاتی علیکم زمانٌ یکون الصابر علی دینہ کا لقابض علی الجمر

عنقریب تم پر ایسا زمانہ آئے گا، جب تمہارا دین پر قائم رہنا، اتنا ہی دشوار ہوگا، جس طرح آگ کے دہکتے انگارے کو مٹھی میں بند کر لینا۔

بلاشبہ موجودہ زمانہ میں حالات، کچھ اسی قدر دگرگوں اور ابتر ہیں، دنیا دار اور اہل غرض لوگ تو آیت کریمہ کے اسی مضمون کے مصداق بنے ہوئے ہیں، جس میں بتایا گیا ہے کہ انہیں کھانے پینے اور دنیا کمانے میں لگا رہنے دو، انہیں ان کی آرزوؤں نے روک رکھا ہے، اور وہ عن قریب اس کا انجام جان لیں گے۔ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ

دوسری طرف علماءِ زمانہ خود کو اس فرمانِ الٰہی کا مصداق بنا رہے ہیں، جو رب تعالیٰ نے اہل کتاب کے علماء کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ اَهْلِ الْكِتَابِ كِتَابَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ اہل کتاب علماء کے ایک گروہ نے کتابُ اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے (اس پر عمل نہیں کیا) گویا وہ بے علم ہیں۔

آج حالت یہ ہے کہ گروہ علماء میں بہت کم افراد ایسے مل سکیں گے، جنہیں علم کی عظمت وجلالت ملی ہو، پھر وہ ان کے لیے حجاب اکبر نہ بن گیا ہو، عُجب وغرور، انا و لا غیری، خود بینی وخود آرائی جیسی صفات خبیثہ ان میں پیدا نہ ہوگئی ہوں، وہ اپنی حرکت وعمل میں، اپنے ماحول میں، اپنے عصر میں غرض ہر شے میں اپنی ہی عظمت وسطوت کا نقش وعکس دیکھنا چاہتے ہیں، ان کی انا بجز اپنے اور کسی کا احترام نہیں کرتی، ان کی انا کا حجاب انہیں فرمان حق وفوق کل ذی علم علیم کی حقیقت سے غافل ومحجوب رکھتا ہے، بلاشبہ ایسے لوگ "قَدْ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا" کی عملی تفسیر بن جاتے ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

تیسرا گروہ ہے، جنہوں نے اغراضِ دنیاوی، عزت واحترام کے لیے علم حاصل کیا، ابھی انہیں علم کا اقل قلیل حصہ بھی نہ ملا تھا، کہ وہ دنیا کمانے کے لیے دوڑ پڑے، ایک گروہ واعظین، مقررین اور خطباء کا ہے، جس نے اپنے آپ کو دنیا کے حوالہ کر دیا ہے، نہ ان کے پاس علم ہے، نہ عمل، نہ وہ اہل تقویٰ ہیں، نہ اہل فتویٰ، مگر ان کے نفس کا فریب ہے کہ اس نے انہیں للہیت سے دور کر دیا ہے، نہ قرآن وحدیث کو ان کے قیمتی مفہوم کے ساتھ سمجھتے ہیں، نہ وہ اپنے خطاب میں صادق ومخلص اور باعمل ہیں، دنیا کی چمک دمک نے ان کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا ہے، وہ دنیا کمانے میں مستغرق ہیں اور فکر آخرت سے آزاد، منبر پر قال اللہ وقال الرسول کہتے کہتے نہیں تھکتے مگر ان کی عملی زندگی میں اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ سنت نبوی کا ہلکا سا بھی عکس نہیں نظر آتا، ان کی شب بیدار، خالی از اخلاص تقریریں انہیں طاعتِ الٰہی سے غافل بنا دیتی ہیں۔

اتباعِ سُنّت، علمِ نافع، عملِ صالح، خیرِ کثیر، قلبِ ذاکر

ایسے پُرفتن دور میں، جب کہ دین و ایمان کے دشمن، گمراہ و گمراہ کن فرقوں نے مسلمانوں کے عقیدہ و عمل کو تباہ و برباد کرنے کے لیے نئے نئے اسلوب اور طریقے، ایجاد کر لیے ہیں، حضرت شاہ سید رفاقت حسین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کے تقریباً اسّی ۸۰ سال گزارے لیکن اس ماحول کے برعکس آپ کی زندگی، اسلافِ کرام کے نقشِ قدم پر تھی، اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنے فضلِ خاص سے نوازتا ہے، تو اس کے عقیدہ و عمل کی حفاظت فرماتا ہے، اور اس کو ذمائمِ اخلاق سے محفوظ فرما دیتا ہے، حالانکہ آپ کی ابتدائی تعلیم غالی قسم کے بدعقیدہ غیر مقلدوں کی درس گاہ میں ہوئی لیکن آپ کا قدم جادۂ حق سے سر مو منحرف نہیں ہوا، نہ آپ کے افکار و عقائد پر وہ باطل نظریات کوئی اثر ڈال سکے، آپ اپنے رب کی حفاظت میں نہایت ہی صحیح العقیدہ، راسخ الخیال، راست باز اور صاحبِ عمل صالح رہے، آپ نے اپنی پوری زندگی میں آخر تک حق و صداقت کی حمایت میں باطل پرستوں اور بدمذہبوں سے جہاد فرمایا اتباعِ سنّت آپ کا شعار تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم اور عمل صالح اور خیرِ کثیر کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔

ربِ ذوالمنن کا آپ پر یہ بے حساب و بے نہایت احسان تھا کہ اُس نے اپنے کرم سے آپ کو ایسے اساتذہ کرام کی خدمت میں پہنچا دیا جو اپنے عظیم علم کے ساتھ صاحبِ صلاح و تقویٰ بھی تھے، اور خلوص و للہیت سے بھی متصف تھے، یعنی حضرت صدر الشریعہ ابوالعلیٰ مولانا امجد علی علیہ الرحمہ صاحب بہار شریعت صاحب الاحترام مولانا عبدالحیّ افغانی رحمۃ اللہ علیہ اور محترم المقام مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب۔ انبیٹھوی ان عظیم اور صالح اساتذہ کرام کی تعلیم و تربیت نے آپ کو عظمتِ انسانی، شرفِ علمی اور سعادتِ علمی کے اعلیٰ مدارج کی طرف گامزن فرمایا۔

باطنی اور روحانی اصلاح و ترقی کے لیے، رب کریم نے آپ کو شیخ المشائخ یوسف جمال، الحاج شاہ سید علی حسین اشرفی الجیلانی محبوب ربانی کچھوچھوی کی بارگاہ میں باریابی کا شرف بخشا، نصیبہ بیدار تھا ان

کے دستِ حق پرست پر سلسلۂ عالیہ علیہ قادر یہ منوریہ معمریہ میں داخل ہوئے خود آپ کا سلسلۂ نسب بھی عظیم ومقبول، روحانی بزرگ حضرت مخدوم سید شاہ جلال الدین چشتی مشہدی حاجی پوری سے ملتا ہے۔ جوخواجہ عثمان چشتی ہارونی قدس سرہ کے اجل واخص مرید وخلیفہ تھے، جن کا مزار مبارک حاجی پور قلعہ میں آج بھی مرجع خلائق ہے، اور آپ کے فیض روحانی کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کی زندگی، تعلیم، تبلیغ، تلقین، احقاقِ حق ردناحق اور جہاد بالنفس میں بسر ہوئی، غناءِ نفس، رضا باللہ، صبر وتوکل قناعت، زہد، اتقاء، عزلت نشینی اور فقر الی اللہ آپ کی مرغوب ومطلوب صفات تھیں۔ کمالِ علم کے ساتھ، فقر واستغنا، جلالتِ مرتبت کے ساتھ عجز وانکسار بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے، حضرت ممدوح بھی ان خصائص حمیدہ وفضائل اسنیٰ سے پورے طور پر متصف تھے اللہ جل وعلا کی راہ میں کبھی مناظرہ للحق نظر آتے، کبھی مسندِ تدریس پر جلوہ افروز، کبھی تبلیغ دین کے لیے مسافر فی سبیل اللہ، کبھی سریر آرائے وعظ وتذکیر اور کبھی معرفت حق وعرفانِ نفس میں مراقب ومشاہد، امت مسلمہ کی دینی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے افتاء کی خدمت بھی انجام دی۔

آپ کی مجلسیں نورِ علم وعرفان سے منور تھیں، اور ہر قسم کی غیر شرعی امور سے محفوظ ومامون، آپ کی صحبت میں رہنے والے مسائل شرعیہ اور رموزِ معرفت سے مستفید رہتے، آپ اپنے معمولات واوراد کے سختی سے پابند تھے، سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا انجمن، خانقاہ میں ہوں، یا درس گاہ میں آپ ایک روحانی کیفیت میں رہتے اور یہ فیض آپ سے جاری رہتا، نشانِ ولایت بھی یہی ہے کہ جب کسی ولی کی صحبت میں بیٹھے تو دل اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے آپ کی صحبت میں یہ شرف حاصل ہوتا تھا،

آپ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے اوائل تلامذہ میں سے ہیں، اور یہ فقیر حضرت کے اواخر تلامذہ میں سے ہے اس اعتبار سے حضرت مفتی اعظم کانپور کے ساتھ میرا تعلق روحانی ہے، اس ناچیز عاجز نے آپ کو عجز وانکسار تواضع اور دیگر فضائل اخلاق میں سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا متبع پایا آپ کا قلب ذاکر تھا، متعدد بار حضرت سے معانقہ کا موقع ملا، قلبی کیفیات کچھ عجیب تھیں۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے تلامیذ میں معدودے چند کو چھوڑ کر سب ہی قانع، صاحب استغنا اور صاحبان علم وفضل ہوئے، یہ حضرت کا فیضان تھا لیکن آپ کے تلامذہ میں جو گروہ اپنے دور میں اجلّہ علماء کرام میں شمار کیے گیے۔ وہ وہی گروہ ہے جس میں حضرت مفتی اعظم کانپور ہیں اس جماعت میں سے ہر ایک کی اپنی امتیازی خصوصیات تھیں، ان میں سے ہر ایک آسمانِ علم پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکے، لیکن وہ خصوصیت جس میں یہ سب مساوی درجہ رکھتے ہیں، ان کا علم وفضل اور تقویٰ وطہارت ہے ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں، جس پر کبھی کسی نے انگلی اٹھائی ہو یہ حضرات نہایت پاک باز، پاک سیرت، خلوص وللہیت سے سرشار، ان میں سے ہر ایک فرد عابد بھی تھا اور زاہد بھی، قناعت پسند اور دنیا سے مستغنی بھی، ان میں سے حضرت مولانا مفتی شاہ سید رفاقت حسین علیہ الرحمہ ان سب میں عظیم روحانی خصوصیت کے حامل تھے، کثیر تعداد نے آپ سے روحانی فیوض وبرکات حاصل کیے، اور داخل سلسلہ ہوئے، اوراد ووظائف اور ذکر الٰہی میں آپ کے اکثر اوقات مصروف تھے"

مولانا رکن الدین اصدق اصدقی چشتی نظامی فخری آستانہ چشتی چمن پیر بگھا ضلع نالندہ نے بھی خصائص کبریٰ اور فضائل اسنیٰ کے بیان میں مؤثر تحریر قلم بند کی ہے وہ لکھتے ہیں:

"حضرت امین شریعت کی تقویٰ شعار زندگی اور اصلاح پسند طبیعت اور محتاط طریقہ گفتگو کا پہلی بار اندازہ ہوا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ کے قیام کے دوران قربت بڑھی، اور صحبتیں میسر آئیں تو اس میں مزید جلا پیدا ہوتی گئی، آج ان ہی یادوں کی یلغار کے باعث قلم لے کر بیٹھا ہوں کہ دل کی واردات، قرطاس پر منتقل کردوں، مدرسہ غریب نواز ڈورنڈا رانچی کے اجلاس ۱۹۶۷ء کے حضرت مولانا شاہ عبدالحق چشتی داعی تھے، مدرسہ کے کمپاؤنڈ کے باہر آم کا باغ ہے، جس میں پنڈال لگایا گیا تھا، اسی میں عیدگاہ ہے، جس میں نماز مغرب باجماعت ادا کی گئی تھی، نماز کے لیے تکبیر کہی گئی تو قیام حی علی الفلاح کے بعد حضرت امین شریعت نے ایک نظر داہنی جانب اور دوسری نظر بائیں طرف کی، اور قدرے توقف کے بعد مصلیٰ پر چلے گیے، نمازوں سے فارغ ہو کر سبھی لوگ واپس گیے، مگر حضرت باہر

آ کر عید گاہ کے گیٹ پر ٹھہر گیے، حضرت کو کھڑے دیکھا تو مجھے شبہ ہوا کہ حضرت میرا تو انتظار نہیں کر رہے ہیں، ہڑ بڑا کر باہر آیا، میرا گمان درست تھا، حضرت میرے لیے ہی منتظر تھے، اس وقت انہیں دو باتیں مجھ سے کہنی تھی، گذشتہ رات کے پہلے اجلاس میں میری پہلی تقریر ہو چکی تھی، "اِطاعتِ رسول" میرا عنوان تھا، میں نے اپنی تقریر میں لفظ اِطاعت کو الف کے زبر کے ساتھ استعمال کیا تھا،

پہلی بات دعاؤں کے بعد حضرت نے یہ کہی کہ اِطاعت مصدر ہے، اجابت کے وزن پر، لہٰذا الف کے زیر کے ساتھ ہمیشہ اطاعت کہیے، اہلِ علم کی تقریر میں اس طرح کی غلطی معیوب ہے، اس اصلاح کے لیے تنہائی کا موقع ڈھونڈا گیا، آپ بھری بزم میں بھی یہ بات کہہ سکتے تھے۔ مگر حضرت کا لطف عمیم دیکھیے، کہ لوگوں کے درمیان کچھ کہنا پسند نہ فرمایا۔

حضرت نے دوسری بات یہ فرمائی کہ نمازِ مغرب میں میری نگاہ آپ پر جا کر ٹھہری اور خیال آیا کہ امامت کے لیے آپ کو بڑھادوں، مگر کانوں کے ترشے ہوئے بال نے مجھے روک دیا، میں نے عرض کیا، کہ زلف کی خواہش میں یہ بال میں نے بڑھا رکھے ہیں، اور خط بناتے ہوئے حجام نے اجازت کے بغیر ہی کانوں پر قینچی چلادی ہے، حضرت نے فرمایا، جب نیت خیر کی ہے تو کچھ حرج نہیں، ایک وقت کی امامت کے لیے کتنی دور تک نگاہ گئی، اس کا نام ہے، شرعی احتیاط اور اسے کہتے ہیں تقویٰ شعاری، -مسائل کی کن نزاکتوں پر اس کی نگاہ ہے اور وہ اپنی نجی زندگی میں احتیاط کی کن حدوں کو چھو رہا ہے، دوسرے کو کیا معلوم ایک قیمتی روایت ملاحظہ فرمالیجیے:

میرے عہدِ اہتمام میں حضرت مولانا عبد الواجد قادری ادارۂ شرعیہ کے صدر مفتی تھے، ایک دن فرمانے لگے، کہ مہتمم صاحب کل کی ڈاک میں ایک عجیب معاملہ سامنے آیا، ایک لفافہ کھولا، تو اس میں میرا ہی لکھا ہوا جواب نظر آیا، میں پریشان ہوا کہ ڈاک تو لوٹ کر آئی نہیں، یہ دوسرے لفافہ میں میرا ہی جواب کیوں لوٹا جب کاغذ کھول کر دیکھا تو حاشیہ پر ایک سطری تحریر نظر آئی -یہ تحریر حضور امین شریعت کی تھی، لکھا تھا:

"مفتی صاحب سوال پوری حاضر دماغی کے ساتھ پڑھیے اور کامل توجہ کے ساتھ دوسرا جواب تحریر فرمائیے

مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں نے سوال بغور پڑھنے کے بعد اپنا جواب پڑھا تو پانی پانی ہو گیا، پورا جواب ہی الٹا ہو گیا تھا، ایک سفر سے آیا تھا، نیند کے خمار میں جواب لکھا، اور دوسرے سفر پر روانہ ہو گیا، جس کے نتیجے میں جواب کچھ کا کچھ ہو گیا، استفتاء پیش کرنے والے امام صاحب سے صرف اسی قدر کہا، کہ دوسرے جواب کا انتظار کیجیے فرمایا، اگر حضرت یہ کرم نہ فرماتے، اور وہیں پر میرا جواب قلم زد کر کے خود جواب تحریر فرما دیتے تو میرا بھرم کیا رہ جاتا"

یہ زرف نگاہی ان میں کیوں نہ ہوتی، وہ ادارۂ شرعیہ کے سالار کارواں تھے، وہ سواد اعظم اہل سنّت کے اکابر میں تھے، وہ ناخدایان ملت میں بلند بام شخصیت کے مالک تھے، وہ اسلاف کے محاسن کے آئینہ دار تھے، وہ اخلاف کے لیے نشانِ راہ تھے، ان کی نقل و حرکت ضبط تحریر میں لائی جانے والی تھی، ان کے لیل ونہار اسلاف کی تاریخ کا ایک باب بننے والے تھے

نگہ بلند، سخن جاں نواز و دل پُرسوز   یہی ہے، رختِ سفر، میر کارواں کے لیے

رانچی کے اسی قیام کے دوران میں جب صبح کی نماز کے لیے اٹھا تو وقت کم رہ گیا تھا، وضو کر کے وقت کے اندر نماز فجر ادا کر لی لیکن حضور امین شریعت کا کمرہ بند تھا، اور سورج بلند ہونے تک بند ہی رہا، دوسرے دن نسبتاً کچھ پہلے اٹھا، آج بھی حضور امین شریعت کا کمرہ بند تھا، عید گاہ سے نماز پڑھ کر آیا تو بھی کمرہ بند ہی پایا کسی قدر مایوسی ہوئی، اور خیال آیا، کہ کوئی اٹھے نہ اٹھے حضرت کو تو اٹھ ہی جانا چاہیے پھر کیا جی میں آیا کہ دروازہ کے قریب جا کر دراز سے جھانکا تو دیکھا، کہ مصلّی پر قبلہ رو بیٹھے وظائف میں مشغول ہیں، مجھے اپنے گمان پر بڑی ندامت ہوئی اور حدیث پاک "ظنوا بالمومنین خیرا" یاد آئی یعنی ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے حق میں ہمیشہ نیک گمان چاہیے، یہاں تو ایک عام مومن کی بات نہ تھی، سوادِ اعظم اہل سنت کے مقتدا ایک عبقری شخصیت کے متعلق گمان کا سوال تھا، میں دل ہی میں بے حد شرمندہ

تھا،کب اٹھے،ضروریات سے فارغ ہوکرکب اندر گیے کہ جاتے وقت کوئی دیکھ نہ پایا۔

"یک لقمۂ صبح گاہی" آپ کامعمول تھا،جب وقت ہوتا تو دروازہ کھلتا اور لوگوں سے ملاقاتیں ہوتیں،وہ میرے لیے پہلاموقع تھا،اس کے بعدسفر وحضر میں برابر یہی معمولات دیکھنے میں آئے میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ یہ ادائے دل پزیر کبھی رقم کروں گا آج جب قلم لے کر بیٹھا ہوں تو آنکھوں کاسرور کہہ رہا ہے۔

فریاد کر رہی ہے،یہ ترسی ہوئی نگاہ　　دیکھے ہوئے کسی کو،بہت دن گزر گیے

بست پور ضلع مظفر پور کے مدرسہ کا جلسہ تھا حضور امین شریعت بحیثیت صدر اجلاس وہاں رونق افروز تھے میں بھی مدعو تھا،شام کو وہاں پہنچا تو حضرت کوموجود پایا،۳ر بجے شب تک جلسہ ہوتا رہا،صلوٰۃ وسلام اور حضرت کی دعاء پر جلسہ ختم ہوا،تورات کا کچھ حصہ باقی تھا،سبھوں نے اپنی اپنی جگہ پکڑلی تھی،مگر حضرت کو دیکھا کہ مدرسہ کے برآمدے میں ایک چار پائی پر چارزانو بیٹھے ہیں۔

حضرت کااس طرح تنہا بیٹھا رہنا مجھے اچھا نہیں لگا،وقت کوغنیمت جان کر میں قریب پہنچا اور سلام کیا حضرت مجھے دیکھتے ہی پھڑک اٹھے اور فرمایا،آئیے آئیے آپ ہی کی تو تلاش تھی،پھر فرمایا،کہ جلسہ ایسے وقت میں ختم ہوکہ ایک پوری نیند کاوقت نہ رہے،تو سونا خطرے سے خالی نہیں،مجھے ایسے آدمی کی تلاش تھی،جوطلوعِ فجر تک ساتھ دے سکے،اس کے لیے میں کسی ایسے شخص کو کہہ بھی نہیں سکتا تھا،جس پر انتظار کی گھڑیاں گراں گزریں۔

سبحان اللہ!نیکی کی راہ کاساتھی بھی چاہیے اور یہ بھی گوارا نہیں کہ کوئی جبراً ساتھ دے،طلوع فجر کے انتظار میں جولمحے بیت گیے،وہ لوٹ کر پھر کبھی نہیں آئیں گے،ان لمحات کی لذتیں میں کبھی نہیں بھولوں گا،بزرگوں کی صحبتوں میں بیٹھ کر اکتساب فیض،کم نصیبوں کااور اہل علم کی مجلسوں میں شریک ہوکر علمی استفادہ کم عقلوں کا کام نہیں۔

۱۹۷۷ء میں بہار کی ساتوں کمشنریوں میں ادارۂ شرعیہ کی جانب سے عظیم الشان اجلاس کا

اہتمام کیا گیا تھا، جس میں اہل سنت کے اکابر ومشاہیر شریک ہوئے تھے، چونکہ یہ میرے عہد اہتمام کی بات ہے، اس لیے تمام جلسوں میں حضور امین شریعت کے ساتھ ساتھ تھا، اگر جلسہ ختم ہونے کے بعد رات باقی رہتی تو حضرت آرام فرماتے اور صبح کو سب سے پہلے بیدار ہوتے، ضروریات اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد سونے والوں کو الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہہ کر تین آواز دیتے، اور بجز میرے کسی کو نام لے کر بیدار نہ فرماتے۔

میری ناقص رائے میں حضرت کا الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہہ کر آواز دینا اور کسی کا نام نہ لے کر پکارنا اس لیے تھا، کہ غافل کے کانوں تک پیغام پہنچا دیا جائے، تاکہ حکم شرع پر عمل ہو جائے اور لوگوں پر جبر کے الزام سے دامن محفوظ بھی رہے کیونکہ ہر انسان کی نیکی و بدی، خود اسی کے لیے ہے، ہم پر تو صرف بات پہنچا دینا ہے، اور بس اب رہا یہ سوال کہ نام لے کر مجھے بیدار کیوں فرماتے تھے، یہ تو حضرت کا کرم تھا، کہ مجھ ناکارہ پر اعتماد فرماتے تھے کہ یہ کسی حد تک نمازوں کا (خانقاہ کی تربیت کے فیضان کا سنوارا ہوا) پابندی کرتا ہے، میرا آواز دینا اس پر گراں نہیں گذرے گا"۔

مداح النبی استاذ الاساتذہ مولانا مصطفی رضا شبنم کمالی پوکھریروی علیہ الرحمہ نے اپنے ایک مقالہ میں حضور قبلہ گاہی کے محاسن و مکارم اور فضائل و جلالت علم و فضل پر لکھتے ہوئے لکھا:

"مجھے اچھی طرح یاد ہے، کہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ محلہ برہم پورہ مظفر پور کا ایک طالب علم تھا، محلہ کی مسجد میں مولانا غلام محی الدین مدنی پوری رحمۃ اللہ علیہ امامت کے فرائض انجام دیتے تھے، اور مدرسہ میں تعلیم بھی، عم محترم مولانا سید الزماں صاحب حمدوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی محلہ کے ایک مکان میں اقامت پزیر تھے یہ ۱۹۴۸ء کی بات ہے، اسی سال عم محترم کی قیام گاہ پر پہلے پہل اس عظیم شخصیت کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، اس زمانے میں حضرت کا قیام مشہور مقام جائس میں رہتا تھا، عم محترم سے ملاقات کی خاطر یہاں تشریف لائے ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پُر وقار شخصیت میں جہاں حسن و جمال تھا، رعب و جلال بھی واضح تھا میں

دور سے ٹکٹکی لگائے دیکھتا تو رہا مگر قریب ہونے کی جرأت نہ کرسکا، خواہش تو تھی کہ مجھ سے بھی کچھ باتیں کرتے، مسجد میں ایک دن صبح کے وقت میں اپنی درسی کتابیں یاد کر رہا تھا، ان ہی کتابوں میں فن منطق کی ایک کتاب "مرقات" میرے سامنے تھی، حضرت آ کر بیٹھ گیے، اور پوچھا کیا پڑھ رہے ہو، میں نے جواب دیا مرقات، فرمایا میں تم سے کچھ سوال کرتا ہوں جواب دو مجھ سے جو جواب ممکن ہوسکتا تھا دیا از راہ کرم ایک سبق بھی پڑھا دیا، اور اس طرح سمجھا دیا کہ تمام باتیں اُسی وقت میرے ذہن میں نقش کر گئیں اس طرح حضرت نے ایک سبق پڑھا کر مجھے بھی شاگردوں کی فہرست میں داخل کرلیا، وہیں حضرت سے قریب ہونے اور گفتگو کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوگئی، یہ پہلا موقع تھا اس کے بعد حضرت کی وفات تک بار بار ملاقات اور زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہا، حضرت کی مجلسوں میں بیٹھ کر باتیں سننے اور کرنے کے مواقع ملتے رہے، اور میں حضرت کے علم وفضل، زہد وتقویٰ، ذکاوت وذہانت، حسنِ اخلاق اور خوبی کردار کا معترف ہوتا گیا، اور میں بجا طور پر آپ کے خطابات والقابات کو زیادہ سے زیادہ درست اور صحیح سمجھنے لگا۔

آپ یقیناً اپنے عہد کے، سلطان المناظرین، رئیس المتکلمین، استاذ الاساتذہ، عظیم مفتی اعظم دانشور، نبّاض وقت، ہمدرد قوم، رہ نمائے ملت، پیکر اخلاق ومحبت، علماء کے مربی اور سرپرست کی حیثیت سے آخر وقت تک ممتاز اور نمایاں نظر آئے، میں نے جہاں حضرت کی مجلسی گفتگو میں رموز ونکات کی گھتیاں سلجھی ہوئی دیکھیں، وہیں میدان خطابت میں رشد وہدایت کے چشمے اُبلتے ہوئے دیکھے، جہاں میں نے حضرت کی ذات میں، خلوص بے پایاں کی تنویر دیکھی، دلائل وشواہد سے بھرپور اثر انگیز تحریر بھی دیکھی۔

جلسوں اور کانفرنسوں میں حضرت کے ساتھ مجھے بھی شرکت اور حاضری کے مواقع ملے، میں نے دیکھا کہ اپنی ذات سے زیادہ شریک ہونے والے علماء کے طعام وقیام کی فکر فرماتے، ناشتہ اور کھانے کے وقت خاص طور پر جب سبھی موجود ہوتے، تب ہی، اپنا ہاتھ بڑھاتے، اور سب کی طرف خصوصی توجہ بھی رکھتے، تقریر کے لیے حضرت کی باری آتی، تو اس وقت تک جلسہ گاہ نہیں جاتے، جب تک مقرر کی

تقریر مکمل نہ ہو جاتی۔

میں نے حضرت کی زبان فیض ترجمان سے تقریریں تو بہت سی سنیں لیکن مدرسہ عزیزیہ مکرّم پور ضلع مدھوبنی (بہار) میں جو حضرت نے تقریر فرمائی تھی وہ میرے ذہن میں محفوظ ہے، حضرت نے عوام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

"آپ لوگوں نے اردو کی پہلی کتاب پڑھی ہوگی، اس کی ابتداء اسی سے ہوتی ہے کہ "اللہ پاک اور بے عیب ہے، اس جیسا کوئی نہیں" پھر اسی جملہ پر دلائل و براہین کے ساتھ مکمل تقریر فرمائی پہلے تو اللہ تعالیٰ کے وجود پر تقریر فرمائی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے پر واضح بیان دیا، پھر اس کے پاک اور بے عیب ہونے پر جو تقریر فرمائی تو اسی میں بدعقیدوں، اور گمراہوں کے اقوال باطلہ کو حوالہ جات سے نمایاں کیا، ان کی باطل تحریریں، اور عبارتیں، کتابوں سے ظاہر اور آشکار کیں، اس کے بعد وہابی دیوبندی، مودودی قادیانی اور اسی قسم کے کئی گمراہ جماعتوں سے دور رہنے اور ان سے قطع تعلق کی نصیحت پر مبنی اپنی تقریر کا اختتام فرمایا۔

جلسوں اور کانفرنسوں میں آخر میں حضرت سلطان المناظرین مفتی اعظم کانپور کی تقریر ہوتی تھی تقریر کے بعد وہ اوراد و وظائف یاذ کر و اذکار و اشغال میں مصروف رہتے تھے۔ یہاں تک کہ فجر کی اذان ہو جاتی تھی مسجد قریب ہوتی تو مسجد جا کر نماز ادا کرتے، ورنہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ کر آرام فرماتے تھے، اندازہ کرنے والوں نے اندازہ کیا کہ دن رات میں سونے کے لیے بہت کم وقت صرف کرتے تھے، اور میں نے جب بھی دیکھا بیداری کے عالم ہی میں دیکھا، قول و فعل میں مطابقت کا حسین منظر حضرت کی ذات میں نمایاں نظر آیا، آپ کا ظاہر باطن یکساں تھا۔

حسنِ جسمانی کے ساتھ اگر لباس میں بھی پاکیزگی اور نفاست ہو تو لوگ کہتے ہیں کہ حسن میں چار چاند لگ جاتا ہے، یہی حال حضرت کا بھی تھا، الحمد للہ حسنِ خداداد کا یہ عالم تھا، کہ جو دیکھتا وہ دیکھتا ہی رہ جاتا، کشادہ پیشانی میں ایسی چمک دمک گویا علم و معرفت کی سینکڑوں شمعیں ایک جگہ روشن کر دی گئیں ہوں،

چہرہ ایسا بارعب اور ایسی وجاہت گویا اپنے وقت کا شہنشاہ مسندِ علم پر جلوہ فرما ہو چشم وابرو ہو یا دندان ولب، ناک ہو یا کان۔ یہ طرہ کہ لباس، سلیقہ اور صفائی کا بدرجہ اتم تھا، جب آپ کوئی لباس زیب تن فرماتے، تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ

بلکہ لباس کو زینت عطاء فرما رہے ہوں،

عام طور پر سر پر سفید لکھنوی طرز کی دوپلّی ٹوپی استعمال کرتے تھے، ہاں جلسوں میں شرکت کے وقت خوب صورت قسم کا عمامہ باندھتے تھے، جس کے باندھنے کا بھی ایک مخصوص انداز تھا، اسے دیکھ کر اہل نظر یہ فیصلہ کرنے میں حق بجانب تھے، کہ عمامہ حقیقت میں ایسے ہی سر والوں کے لیے زیبا ہے۔

عمر میں اضافہ کے ساتھ، جب داڑھی کے تمام بال بالکل ہی سفید ہو چکے تھے، تو اس کی چمک اور اس کا حسن بھی قابل داد اور لائق صد آفریں تھے، پورے چہرہ اور جسم کے اعضاء سے ضعیفی کے کوئی آثار واضح نہیں تھے، جھُریوں کا تو کہیں نام ونشان بھی نہ تھا، شکن سے چہرہ خالی تھا، ایسے عالم میں ایک دن حیرت سے میرے چھوٹے بھائی (پروفیسر ڈاکٹر) انجم کمالی نے مجھ سے کہا، کہ بھائی جان! کیا کوئی سفید خضاب بھی نکلا ہے؟ میں نے کہا ایسا تو نہیں ہے، اس نے کہا پھر حضرت کی داڑھی کے تمام بال اتنے سفید اور چمکیلے کیوں ہیں؟ میں حضرت سے پوچھنے جاتا ہوں، میں نے کہا ہمت تو پوچھ کر دیکھو، لیکن اس نے پوچھنے کی جرأت نہیں کی، اس لیے کہ عیاں راچہ بیاں۔

واقعی سفیدی کے ساتھ تابانی و درخشانی لیے ہوئے ایسی داڑھی، میں نے بھی کبھی بھی کسی کی نہیں دیکھی چہرہ اس قدر فروزاں اور روشن تھا، جسے دیکھ کر قدرت خدا کی یاد آتی تھی، یقیناً حضرت ان اھل اللہ میں تھے، جن کو دیکھ کر خدا کی یاد آجائے۔

عمر کے آخر میں شہر مظفر پور میں ایک خالص سنّی ادارہ یعنی دینی مدرسہ کے قیام کا جذبہ عروج پر تھا، اور آپ نے اپنے قدیم ترین رفیق حضرت مولانا سید الزماں حمدوی علیہ الرحمہ کو پوکھریرا سے مظفر پور بلایا، مولانا صاحب فرصت میں اپنے گھر پر تھے، مولانا مطیع الرحمن مہیش استھان والے، کو بلانے کے لیے

بھیجا، پھر دونوں حضرات کے باہمی مشوروں سے ایک تعلیمی ادارہ کی بنیاد کی بات طے ہوگئی، اور مدرسۂ دینیہ غوثیہ کی بنیاد پڑگئی۔

ادارۂ شرعیہ بہار کے قیام میں حضرت کی قربانیاں آپ زر سے لکھی جانے کے قابل ہے، ادارہ کے تحت ہونے والی تبلیغی کانفرنسوں میں عالم ضعیفی میں بھی دور دراز علاقوں کا سفر کیا، اور اپنی پریشانیوں کا کسی پر اظہار بھی نہیں ہونے دیا، امین شریعت کی حیثیت جو مفید ترین مشورے دیے، اور اپنی صائب اور محکم رائے سے نوازا، ان میں کچھ پر عمل کرنے کے بعد بھی فروغ وترقی کی راہیں، آج بھی کشادہ نظر آتی ہیں، بہر کیف، آپ نے امین شریعت، کے پُر وقار عہدہ کو زینت بخشا اور صحیح معنوں میں حضرت کی ذات اسم بامسمیٰ "امین شریعت" تھی"

ایک مرتبہ میں رمضان المبارک کے موقع سے کانپور گیا، معلوم ہوا کہ سلطان المناظرین مفتی اعظم کانپور اپنے مدرسہ ہی میں تشریف فرما ہیں، ملاقات کا جذبہ جو حصول برکت پر شامل تھا، دل میں پیدا ہوا، اور مدرسۂ احسن المدارس قدیم نئی سڑک پہنچا، حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، حضرت سے کچھ دیر تک مخصوص ذاتی معاملات پر باتیں ہوئیں، میرے والد محترم مولوی حسن رضا کمالی رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت باحیات تھے ان کے متعلق اور میری بستی کے مخصوص لوگوں کے متعلق احوال دریافت کیے، اور میں ادب کے ساتھ جواب دیتا رہا اس واقعہ کے بیان میں بظاہر کوئی خاص بات نظر نہیں آتی لیکن غور کیجیے، خلوصِ قلب، خلق ومروت لوگوں سے بے پناہ محبت اور قربت کا ثبوت باطن میں ملتا ہے، نام لے لے کر توجہ سے حالات دریافت کرنا اور اچھی خبر پر چہرہ سے قلبی کیفیت کا اظہار، مسرت وشادمانی کے ساتھ کرنا، اور اندوہناک خبر پر تکلیف کا اظہار کرنا، یہ حضرت کے وسعتِ اخلاق اور سچے قلبی تعلقات کی دلیل ہے۔

ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ کی جب پہلی منزل تیار ہو چکی تھی، اور اس کے افتتاح کے موقع پر علمائے کرام کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا تھا، اس موقعہ سے اس عمارت میں مدرسۂ شرعیہ کے قیام کی بات بھی چلی تھی، تو حضرت سلطان المناظرین امین شریعت نے جو قابل قدر باتیں کہی تھیں وہ مجھے اب تک

یاد ہیں، اور مستقبل کی رہنمائی کے لیے ان کی عظمتِ فکر پر روشن دلیل ہیں، حضرت نے فرمایا تھا۔

''ادارۂ شرعیہ بہار جس کے قیام کا مقصد پورے بہار کے سنّی مسلمانوں کی بروقت رہنمائی اور اُن کے مسائل کا حل ہے، اس میں مدرسہ کا قیام چہ معنیٰ دارد، مدارس تو پورے بہار میں پھیلے ہوئے ہیں، ہی اور اگر کہیں کمی ہے، تو وہاں قائم کر کے اس کی تکمیل کی جائے، پٹنہ میں بھی قائم کرنا لازمی ہو تو الگ سے قائم کیا جائے، لیکن ادارۂ شرعیہ کو مدرسہ نہ بنایا جائے ورنہ یہ صرف مدرسہ ہی تک محدود رہ جائے گا اور جو ادارہ کے قیام کا اصل مقصد ہے، وہ بالکل فوت جائے گا، کیا ادارۂ شرعیہ کے قیام کا مقصد ایک مدرسہ ہی کا اضافہ ہے تو پھر اس کے لیے، تگ و دو اور جدّ وجُہد کی حاجت کیا تھی، مدرسہ کو ادارۂ شرعیہ کی عمارت سے بالکل ہی الگ ہونا چاہیے، بلکہ کوئی مدرسہ پٹنہ میں قائم ہو تو، اس کا نظم ونسق دوسرے ہاتھوں میں ہو، اور ادارۂ شرعیہ بہار پورے بہار کے مدارس دینیہ حقہ کے لیے سرپرست کی حیثیت سے ہو۔

جب کوئی بات کثرتِ رائے کی ہوتی تھی تو حضرت یہ فرما کر خاموش ہو جاتے تھے، کہ مجھے جو کہنا تھا وہ میں نے کہہ دیا، جب اکثر کی رائے اس کے علاوہ ہے تو میں جبر واکراہ کا قائل نہیں، آپ لوگوں کی جو مرضی ہو وہ کیجیے، یہاں بھی حضرت نے اپنا مفید مشورہ تو ضرور دیا مگر جبر واکراہ کی طرف مائل نہیں ہوئے''۔

سکینتِ قلب اور ضبطِ نفس

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے محاسن اخلاق ومکارم میں ایک نمایاں وصف سکون وسکنیت اور ضبطِ نفس بھی تھا، ناگوار سے ناگوار امور اور باتوں کو شرافت وضبطِ نفس سے بے اثر کر دیتے، گویا کہ کچھ تھا ہی نہیں، تیز وتند لہجہ میں گفتگو فرماتے ہوئے کبھی دیکھا ہی نہیں گیا، ایک بیان کے سلسلہ میں فرمایا،

''ہمارا نفس ہمارے قابو میں ہے''،

نفس پر قابو اور اس کو بے بس کر دینے کی عظمت ورفعت کو وہی سمجھ سکتا ہے، جس کو اولیاے پاک پروردگار کے محاسن ومکارم اور احوال وخصائص کے گہرے مطالعہ وملاحظہ کی جوہری خوبیاں عطاء ہوئی ہیں، یا پھر جس نے اکابرِ رجال دین پاک کے احوال کی کتابوں کا ان کے اتباع سنت اور کیفیت باطنی

کے فیوض وحصول کی غرض سے مطالعہ کیا ہوگا، باطنی مدارج ومراتب کا عرفان اُنہیں افراد واشخاص کو حاصل ہوتا ہے، جن کو خدمت وصحبت میں حاضری وحضوری میں استفاضہ کی سعادت حاصل ہوتی ہے، سمندر کی گہرائی وگیرائی کا حال اسی کو معلوم ہوتا ہے جو غوّاص وشناور ہوتا ہے، بحر توحید میں غرق غوّاصوں کو یہ احوال جود وکرم الٰہی سے حاصل ہوتے ہیں، سیدنا سلطان الاولیاء نظام الدین محمد محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں ایک شخص حاضر آیا، اس کے ہاتھ میں کتاب تھی، حضرت محبوب پاک نے پوچھا کون سی کتاب ہے، عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک احوال کی کتاب ہے، حضرت محبوب پاک نے فرمایا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال تو اہل حال کے قلوب میں ہیں یوں کہو، اقوال کی کتاب ہے۔

ترکِ منکرات ومکروہات

محبوبۂ حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ واکمل السلام سیدتنا عائشہ صدیقہ حمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نہی عن المنکر کا بیان کرتے ہوے ارشاد فرمایا، "سب سے بڑا نیک کام ان امور سے اجتناب کرنا ہے، جن کو خدا اور سول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع اور حرام قرار دیا ہے، جب بندہ منہیات شرعیہ سے پورا پورا اجتناب کرتا ہے، تو اس کے باطن میں ملکوتی صفت پیدا ہوجاتی ہے"۔

خواجۂ خواجگان عطاء النبی فی الہند خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی رضی اللہ عنہ نے ایسے بندہ خاص کو تارک کا لقب دیا ہے،

"وصیت ہمیں است کہ آں چہ خدا ورسول منع کردہ است آں نکنی"

حضرت خواجۂ عالمیان نے یہ بھی وصیت فرمائی کہ

"خدا نہ پوچھے گا کہ تم ہمارے لیے کیا لے کر آئے، بلکہ پوچھے گا بتاؤ تم نے ہماری خاطر کیا چیز ترک کی تھی"،

دراصل وہی بندۂ خاص اس درجہ پر فائز ہوا جس کو خداوند کریم نے "عین شریعت کبریٰ" تک پہنچایا۔ اس رخ سے حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی مبارک زندگانی کے لمحات اور اعمال و کردار منفرد وممتاز تھے، اور یہ

حضرت کا امتیاز اور خاص وصف تھا،فقیر راقم الحروف کو نسبت فرزندی کے علاوہ تلمذ و ارادت کا بھی شرف حاصل ہے،اس نے اوراد و اشغال کی تلقین کی درخواست کی تو فرمایا

"نماز باجماعت التزام سے پڑھو،کلمۂ توحید کا ورد رکھو،درود شریف کی کثرت رکھو،
قرآن پاک کی تلاوت لازمی کرلو،ایک منزل تلاوت کا معمول کرلو،منہیات شرعیہ
سے اجتناب معمول بنالو،یہی تمہارے لیے اوراد و اشغال ہیں"

جو لوگ حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر طالب سلوک ہوتے،ان کو نماز باجماعت کا التزام اور حلال وحرام کے امتیازات کی خاص تاکید فرماتے،شجرہ طیبہ میں آخری سطور میں اسی کی تاکید و تلقین شامل کی وہ مبارک تلقین یہ ہے:

"نماز پنجگانہ باجماعت،تلاوتِ قرآن مجید،درود شریف کی کثرت،اکل حلال،
جھوٹ سے پرہیز،یہ ہر حال میں لازم وضروری ہے،بدکردار کی صحبت سے پرہیز کرو
اور بدعقیدہ کی صحبت تو زہرِ قاتل ہے"۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ فرماتے تصوف کا کمال سلوک منکرات و مکروہات شرعیہ سے اجتناب ہے،ہزار ہا تسبیحات اور ہزار ہا نوافل کی ادائے گی،اور بجا آوری آسان ہے،طبیعت اس کے لیے تیار ہوتی ہے،لیکن ترکِ منکرات اور منہیاتِ شرعیہ سے اجتناب بہت ہی مشکل کام ہے،اور ہزار ہا باطل پر فتح پانے اور نفس کا سر کچلنے کے بعد اس مقام واحوال کا قلب میں مقام بنتا ہے،چنانچہ ان محاسن سے سرفرازی کے لیے،سالکین کو سورۂ اخلاص اور یا غفور بعد نماز عشاء ہزار ہزار بار ورد کی تلقین فرماتے ہوئے فرماتے تھے،کہ یہ ورد اس راہ کے لیے طبیعت و مزاج کے بنانے کے لیے بے حد مفید ہے،جب مزاج بن جاتا ہے،تو خود بخود منہیات کے ترک کے اسباب جو دخداوندی سے موجود ہوجاتے ہیں،

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی خدمت میں باالتزام حاضری دینے والے پاک دل،پاک نہاد مولانا محمد سعید جیلانی کانپوری مرحوم نے فقیر راقم الحروف سے بیان کیا،کہ میں راج گانک پور مدھیہ

پردیش بسلسلۂ بیان بلایا گیا،لوگوں نے بیان کیا کہ یہاں حضرت مفتی اعظم کانپوری تشریف آوری ہوئی تھی،ایک بڑے مسلمان تاجر نے حضرت کی دعوت کی،آپ نے قبول فرمایا،تشریف لے گیے، دسترخوان بچھایا گیا،کھانا آگیا حضرت نے پہلا ہی لقمہ منہ میں رکھا تھا کہ زبان کٹ گئی،فرمایا کیا بات ہے؟ کیا یہ ممنوعات میں سے ہے،یہ فرما کر رک گیے،صاحب خانہ کو بلایا صاحب خانہ پہلے ہی وہاں سے ہٹ چکے تھے،آنے کو تو وہ آگیے مگر اصرار پر بھی خاموش ہی رہے،دوسروں نے بتایا کہ ان کا شراب کا کاروبار ہے،مسجد کے امام صاحب نے عرض کیا حضور میں چاہتا تھا،کہ عرض کردوں چونکہ میں یہاں ہی کا باشندہ ہوں ان کی طرف سے نقصان کا اندیشہ تھا۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ ایسا ہی واقعہ،سنبھل پور میں بھی پیش آیا تھا،یہاں صاحب خانہ کے نصیب میں ہدایت تھی وہ حاضر رہے،نادم ہوئے،حضور قبلہ گاہی کا دعوت قبول کرنا اور معاملہ کا وقوع پزیر ہونا صاحب خانہ کا ہادی بن گیا،حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے عرس چہلم کا عظیم الشان اجلاس خانقاہ نقشبندیہ سریاں شریف ضلع اعظم گڑھ کے سجادہ نشیں حضرت سید شاہ قاسم میاں نقشبندی نے منعقد کرایا تھا،اس کے اشتہار میں ترکِ منکرات کا خصوصی ذکر چھاپا گیا،اور خانقاہ فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی کے ایک تعزیتی رپورٹ میں اس خاص وصف کا ذکر لکھا گیا تھا۔

حضرت محبوبۂ حبیب رب العالمین علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام نے فرمایا،کہ حضور ﷺ کو جب دو امر میں اختیار دیا جاتا تو حضور ﷺ ہمیشہ سہل اور آسان امر کو اختیار فرماتے تاوقتے کہ اس میں کسی قسم کی معصیت نہ ہو،حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے ایک قدیم ترین شاگرد مولانا حکیم شاہ محی الدین نظامی بلرام پوری علیہ الرحمہ دیدوزیارت کے لیے حاضر ہوئے،اور عرض کیا حضور میں پوری آزادی سے اپنی باتیں عرض کرتا ہوں،اجازت دیں،فرمایا،میری طرف سے بھی پوری آزادی کی اجازت ہے، تاوقتے کہ کوئی قول معصیت وحرام نہ ہو،منع نہیں کرتا۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ دعاء ومناجات کے لیے جب بھی بارگاہ کبریائی میں ہاتھ پھیلاتے تو یہ

التجاء ضرور کرتے اور یہ سوال ضرور کرتے۔

اَللّٰھُمَّ اِنّا نسئلک فعلَ الخیراتِ وترک المنکراتِ وحُبَّ المساکین

اے اللہ ہم تجھ سے اچھے کاموں کی توفیق کے اور ترے ناپسند کاموں سے بچے رہنے کی اور لاچاروں کی محبت کے سوالی ہیں۔

ترکِ منکرات اور افعالِ خیرات ومبرات اور محبت مساکین کا اقوال واعمال میں پورا لحاظ فرماتے، حضور قبلہ گاہی کے مخلصین اگر کبھی از خود مدرسہ کے لیے زر اعانت پیش کرتے، تو فرماتے کاغذ میں لپیٹ کر رقم کی تعداد مدرسہ کے نام لکھ دو، اگر کبھی بغیر محفوظ فرمائے، رقوم صدری یا شیروانی کی جیب میں رکھ لیتے، واپس ہو کر دفتر کے ناظم صاحب کو طلب کر کے فرماتے اس میں سے روپے نکالیے، وہ نکال کر پیش کرتے، تو فرماتے اس کو لے جائیے اور مدرسہ کے رجسٹر میں لکھ لیجیے، صدر صاحب مرحوم حاجی عبدالرزاق قریشی اور سلامت اللہ قریشی رفاقتی ناظم اعلیٰ نے جب یہ معاملہ کئی بار دیکھا تو کہا، خط لکھ کر معلوم کر لیا جائے گا کہ کتنی رقم آپ نے حضرت کے سپرد کی تھی، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا ہاں یہ تو ہوسکتا ہے لیکن وہ کیسے بتا پائیں گے کہ کون سا روپیہ مدرسہ کے لیے دیا ہے، اب تو رقم مخلوط ہوگئی ہے، لے جائیے نہ جانے کون سا روپیہ مدرسہ کا ہے اور کون سا میرا ہے، لے جائیے۔

حضور قبلہ گاہی اپنے عہد کے بزرگوں کا جب ذکر فرماتے، تو ان کی امتیازی خوبیوں کا ضرور ذکر فرماتے، احتیاط کا لفظ حضرت ابوالبرکات مفتی اعظم بریلی شریف اور امام اہل سنت استاذ الکل حضرت مولانا شاہ احمد حسن چشتی صابری فاضل کانپور کے علمی وروحانی جانشین حضرت مولانا شاہ محمد عبیداللہ چشتی نظامی فخری سلیمانی قطبِ کانپور کے لیے استعمال فرماتے۔

ان دونوں بزرگوں کے شاگرد، مولانا شاہ محمد عبدالرحیم جہاں آبادی گیاوی علیہ الرحمہ ۷۵سنہ ۱۳ھ/ ۱۹۵۵ء سے قبل سیاحت کرتے ہوئے، کانپور تشریف لائے، حضور قبلہ گاہی کا نام نامی سن کر دید وملاقات کے لیے تشریف لائے، ان کی زبانی ان کے احوال سنے تو متاثر ہوئے، اور ان سے کہا

مدرسہ کی مسجد میں امامت فرمائیں انہوں نے قبول فرمالیا، مدرسہ کے حجرہ میں قیام کیا، سردیوں کا موسم آیا، کانپور میں اس زمانے میں محفل میلاد شریف کا انعقاد کثرت سے ہوتا تھا، ٹھنڈ جب زیادہ پڑی، جائس کے مخلص و مرید عبدالرزاق مرحوم چسٹر تیار کرکے لائے جب ٹھنڈ زیادہ ہوتی، شیروانی پر اس کو پہن لیتے، ایک موقع تھا، جب مولانا صاحب بھی حضور کے ہمراہ ہی حجرہ میں آگیے، اور نظر پڑتے ہی بلا تامّل چسٹر کے کالر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا یہ کیا ہے؟ حضور نے فوراً ہی چسٹر اتار کر کھونٹی پر لٹکا دیا، برسوں گرد آلود چسٹر ٹنگا رہا، شوکت علی نام کے ایک صاحب الہ آباد کے رہنے والے تھے، گورنمنٹ کے بڑے آفیسر تھے، کسی گڑبڑی کے جرم میں برخواست کر دئیے گئے، بڑی کلفت میں پڑے اسی زمانے میں حاضر ہوئے ان کی حالت ملاحظہ فرمائی تو غم ناک ہوئے، فوراً کھڑے ہو کر چرڑا اتارا، جھاڑا اور ان کو پہنایا اور کچھ روپے مرحمت فرمائے، کھانا کھلوایا، اپنے پاس ٹھہرایا اور ملازمت دلوائی۔

حاجی صوفی محمد علی حسین صاحب تاجر چرم پیچ باغ، حضور قبلہ گاہی کی خدمت کے مستقل حاضر باش بزرگ تھے، ایک دن وہ تشریف لائے اور مولانا صاحب سے متعلق ناروا باتیں کرنے لگے، مولانا صاحب نے صوفی صاحب کی دین داری کے پیش نظر ان کو کسی امر میں ہدایت فرمائی تھی اور وہ بھی برملا، صوفی صاحب کی باتیں سنیں اور فرمایا اور محبت سے فرمایا ایسا نہ کہیے، مولانا صاحب بہت محتاط بزرگ ہیں، آپ کی خیر خواہی میں انہوں نے آپ کو ایسا کہا انہوں نے پاسداری تو دونوں کی، دین پاک کی بھی اور آپ کی بھی، صوفی صاحب کا تکدر دور ہوگیا۔

مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب اپنے سنی علماء کے بے حد قدرداں تھے جب کسی عالم اہل سنت کی تشریف آوری کی خبر پاتے، کچھ نہ کچھ لے کر ان کے پاس پہنچ جاتے، مولانا ابوالوفا فصیحی اور مولانا مفتی شریف الحق دونوں کانپور آئے مولانا ان کے پاس پہنچے، موخر الذکر پاؤں پھیلائے سگریٹ کا دھواں اُڑاتے رہے اور طرز نشست بھی شریفانہ نہ تھی، مولانا صاحب نے ہدایت کی اس طرف سے ناروا باتیں ہوئیں، مولانا صاحب واپس ہوئے، عصر کے قریب دونوں علماء اور مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی، حضور قبلہ گاہی

اور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی زیارت کے لیے پہنچے اسی دوران مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب بھی آگیے، حضور قبلہ گاہی اور حضرت مجاہد ملت دونوں بزرگ ان کو دیکھتے ہی کھڑے ہوگیے، مجاہد ملت نے آگے بڑھ کر دست بوسی کی، مولانا مفتی شریف الحق امجدی نے سرگوشی میں مجھ سے پوچھا یہ کون ہیں، میں نے بتایا، حضرت محدث سورتی کے شاگرد، امام اہل سنت استاذ الکل امام یگانہ شاہ احمد حسن صاحب کے شاگرد ہیں، اور یہ دونوں بزرگ حضور قبلہ گاہی اور حضرت مجاہد ملت کے دادا اُستاذ ہیں، مفتی شریف الحق صاحب جب رخصت ہو کر باہر نکلے، مسکرا مسکرا کر پہلی ملاقات کی کیفیت بیان کی، یہ سن کر سب متحیر ہوں گے، کہ انہوں نے آخر حیات میں جبکہ مرض کا استیلا ہوگیا تھا اُن کے بوڑھے فرزند لینے کے لیے کانپور پہنچے، جاتے وقت راقم الحروف سے جو حاضر تھا، فرمایا، حضرت مفتی اعظم سے کہہ دینا کہ تمنا تھی، کہ ان کے ہاتھ پر سلسلہ میں داخل ہو جاؤں گا لیکن اس کا موقع نہیں ملا، لیکن میری بیعت قبول کریں، حضور قبلہ گاہی واپس تشریف لاے، تو مولانا صاحب کی ساری باتیں سنا دیں اور بیعت کرنے اور سلسلہ میں داخل کرنے کے لیے تمنا بھی عرض کر دی، سن کر متأثر اور مغموم ہوئے اور فرمایا، مولانا صاحب نے حضرت شاہ عبداللطیف صاحب کی صحبت پائی اور مولانا شاہ احمد حسن صاحب قبلہ کی خدمت میں رہے، محدث سورتی سے پڑھا، مگر مشیت ایزدی کہ بیعت کسی سے بھی نہ کی۔

ایک بار راقم الحروف نے عرض کیا، کہ آواز وطن پریس والا مولوی حشمت اللہ وہابی کہہ رہا تھا، مولانا حشمت علی خاں کا اندازِ بیان بہت غلط ہے، سن کر برجستہ فرمایا، ''بیان'' تو صحیح ہے، اگر دل حق کو قبول کرنے والا ہے تو بیان کی صحت کو دیکھے گا، ایک بار حضور قبلہ گاہی دولت سرا، کے برآمدے میں بعد مغرب تشریف فرما تھے، عرض کیا کہ اُن کو۔حضرت شیر بیشۂ سنت کو اپنے ہی علماء اہل سنت ناپسند کرتے ہیں، فوراً فرمایا، ہاں! لیکن

''ہیں عاشق رسول''

اُن کو ناپسند کرنے والے کس زمرہ میں آتے ہیں، اسی سے سمجھ لو۔

ردِّ منکرات

حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کا طرز دعوت وارشاد حکیمانہ اور داعیانہ تھا، فرمایا، ہر عالم کو مذہب کی وکالت کا حق نہیں، احکام بتا سکتے ہیں، دینی دعوت میں ردِ منکرات اور باطل کا مٹانا بھی شامل ہے، اس وقت ۱۳۷۹ھ میں لکھا ہوا ایک خط پیش نظر ہے جسے آپ نے اپنے ایک مسترشد جناب محمد عمر عرف تلو صاحب جائسی کو تحریر فرمایا تھا۔

"ماں باپ نیک ہوں یا بد، اولاد پر اس کی ہر بات میں فرمانبرداری ہے اور جو بات، حکمِ خدا اور رسول کے خلاف ہو اس میں ماں باپ یا کسی پیر عالم کی تابعداری نہیں، ماں باپ اولاد کو ناجائز راہ پر پا کر اس کے دفعیہ کی قدرت رکھتے ہوئے نہ روکیں تو سخت گنہگار، بلکہ اس اولاد کے گناہ میں بھی برابر کے شریک ہیں۔

واضح بات یہ ہے کہ ماں باپ جس بُرائی میں مشغول ہوں، اولاد کو اس میں مشغول ہونا نہ چاہیئے اور نہ کوئی ایسی تدبیر کی جانی چاہیئے جس سے اس بُرائی میں مدد ملتی ہو، وہ والدین خدا اور رسول کے نزدیک مستحق عذاب ہوں گے، لیکن اولاد پر دیگر امور میں اطاعت ضروری ہوگی جو قانونِ شریعت کے خلاف نہ ہو"۔

مسلمان عوام ناسمجھی سے محرم الحرام کے دنوں میں ایسے افعال کے مرتکب ہوتے ہیں جو شرعاً جواز کے دائرہ سے باہر ہیں جلوسوں میں ناگفتنی تماشے کرنے سے باز نہیں آتے اور وہابیہ دیوبندیہ فرقہ ان امورِ غیر مشروع کے ساتھ جائز ومباح امور کو بھی کفر وشرک اور حرام ومعصیت کہنے کی قبیح حرکت کرتا ہے، ضریح مبارک کی نقل بنانا شرعاً جائز لیکن جن زائد امور کا ارتکاب کیا جاتا ہے وہ اس کی حد سے باہر ہے۔ حضور پُرنور قبلہ گاہی کی حکیمانہ تلقین نے اُن کے آگے بند باندھا، علم اور جلوس احترام واکرام کے ساتھ نکالنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اس کی پابندی پر زور دیا اور اس کا پابند بنایا جس پر عمل درآمد ہوا، نہ کرنے والی باتوں کا ذکر بھی نہ فرمایا خود ہی فرمایا الانسان حريصٌ علىٰ مامنع جہاں

جہاں ایسی صورتیں پیش آئیں آپ نے جواز کی حد پر زور دیا اور وہاں کے مسلمان برضا اسی حد کے اندر رہے۔ اس طرح وہابیہ کی باطل کوششوں کو ناکام بنایا، محرم کا جلوس اور علم شرعی دائرے میں جاری رکھ کر عظیم شہادت کی یادگار کی عظمت و شوکت بھی باقی رکھی، اس طرح اظہار خراجِ عقیدت کا عوامی طور وطرز بھی قائم رہا۔

اگر کسی نے غفلت ولاپرواہی سے اپنے یہاں کی دعوت میں اہل اہوا وہابیوں کو بھی دعوت میں شریک کیا اور اپنے احباب کو بھی شریک دعوت کیا، جب اہل سنت وہاں پہنچیں تو ان کو کیا کرنا چاہیے، اس دعوت کا مقاطعہ کر کے واپس ہونا چاہیئے، ایسے مواقع پر حضور قبلہ گاہی کی حکیمانہ ہدایت تھی، کہ مدعو اہل سنت، غافل مذہب سُنّی داعی دعوت طعام کو علیحدہ لے جا کر کہے آپ نے اپنے یہاں بدمذہبوں کو بھی مدعو کیا ہے اور ہم اہل سنت کو بھی مدعو کیا ہے اور ایسا آپ نے پہلی بار کیا ہے، آپ ہم لوگوں کا حصہ ہمارے سپرد کر دیں، ہم کھلالیں گے، آئندہ احتیاط رکھیں ورنہ ہم لوگ آپ کی دعوت سے الگ رہیں گے، چنانچہ جہاں بھی ایسے مواقع پیش آئے اسی ہدایت پر عمل درآمد ہوا، اس طرح اس غافل، طریق اہلِ سنت کے برگشتہ ہونے کی راہ مسدود کر دی ورنہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ضد میں آکر وہ مذہبِ اہلِ سنت ہی چھوڑ بیٹھا۔

ماہ رمضان المبارک میں جیسی نزہت ونکہت ایمان مشام بیزی کی بہار ہوتی ہے، اس کے قریب ہی اہلِ تجارت کی تجارت میں افزونی ہوتی ہے، شب وروز دکانیں کھلی رہتیں ہیں، لاوڈاسپیکر کا استعمال زوروں پر ہوتا ہے، گانے کی بھی ریکارڈیں بجتی ہیں حضور قبلہ گاہی کے معمولات بھی فزوں ہوتے، ایک بار چند افراد کو بھیج کر دوکانداروں کو بلوایا اور فرمایا ریکارڈنگ کیجیے لیکن گانے بجانے سے پرہیز کیجئے، اذان اور نمازوں کے اوقات میں ریکارڈ اور لاوڈاسپیکر بند کر دیں اور نماز میں شریک ہوں، چنانچہ دوکانداروں نے اس کی پابندی کی اور آپ کی تلاوت بھی جاری رہتی، اس میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا تھا۔

لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

لاوڈ اسپیکر کا وجود آپ کے سامنے ہوا اور اس کے استعمال کی کثرت بھی آپ کے سامنے ہوئی، یہاں تک کہ اس کا استعمال مساجد شریف میں بھی شروع ہوا، ابتداء اذان سے ہوئی، اس کے بعد نمازوں میں اس کا استعمال ہونے لگا اور نماز میں اس کا استعمال جائز نہیں، دوسری طرف غافل نمازی اور کریلا نیم چڑھا، تجدّد پسند امام، کی روش اور شورش و یورش کو بڑھتا ہوا دیکھ کر فرمایا، لاؤڈ اسپیکر کو ضروری سمجھتے ہو، تو مکبّر کو بھی شامل کرو، چنانچہ مکبّرین بھی مقرر کیے جاتے، یہ برسوں پہلے آپ کا معمول تھا۔ آپ نے کبھی لاوڈ اسپیکر پر نماز نہیں پڑھائی اگرچہ وہاں اس کا استعمال ہوتا تھا راقم الحروف والدہ ماجدہ کی معیت میں حج و زیارت کے ارادہ سے بمبئی روانہ ہوا، فرطِ ذوق میں آپ بھی بمبئی تک پہنچے، جمعہ کا دن آیا تو، نماز جمعہ کے لیے زکریا مسجد شریف پہنچے، یہاں حضرت مولانا سید شاہ محمد حامد اشرف علیہ الرحمہ امام وخطیب تھے، آپ نے پہلی صف میں ان کی اقتداء میں نماز پڑھی، یعنی امام کی اصل آواز سنی اور اقتداء کی۔

طہارتِ باطن اور شرافتِ نفس

بارگاہ خداوند کریم سے حضور قبلہ گاہی کو طبیعت کی طہارت اور نفس کی شرافت کی نعمت عطاء ہوئی تھی علم وعقل، محبت ومعرفت کے حقیقی انوار آپ کے پاک قلب میں جگمگاتے تھے، شرافت نفس میں صلۂ رحمی اور اتفاق واتحاد اور مربوط رہنے اور رکھنے کی سعی تام کا اہتمام تھا، فرماتے

”جوڑنا بڑا کام ہے اور توڑنا بُرا کام ہے“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

”میں صلۂ رحمی کے لیے بھیجا گیا ہوں، قطع تعلق کے لیے نہیں بھیجا گیا ہوں“

اس سنت کی اتباع میں صلۂ رحمی کرنے میں سبقت کرنے والے تھے۔ آپ کسی مسلمان سے قطع تعلق نہیں کرتے تھے، آپ میں حق کی ہیبت تھی، کسی کو ازخود لب کشائی کی جرأت نہیں ہوتی تھی اگرچہ

آپ کریم تھے، بڑے سے بڑے مخالف کی حرکتوں کو نادانی فرماتے، ایک بار وطن سے رخصت ہورہے تھے، معلوم ہوا کہ شاہ سید خلیل احمد وارثی صاحب آئے ہوئے ہیں شاہ صاحب حضور قبلہ گاہی سے آکر ملا کرتے تھے، اور آپ انکی دعوت بھی کرتے تھے، مگر ایک زمانے سے جن کے یہاں ان کا قیام رہتا تھا، وہ حضور قبلہ گاہی سے برگشتہ اور بداطوار تھے، حضور قبلہ گاہی نے راقم الحروف سے فرمایا، رکشا والے کو کہو، آگے بڑھے میں شاہ صاحب سے ملاقات کرکے آتا ہوں، اسکے بعد جائے قیام پر پہنچے اُن برگشتہ نے آپ کو آتے دیکھا تو نا ملائم الفاظ کہتے ہوئے، اپنے گھر کے اندر چلے گیے لوگوں نے بھی نا سائشتہ باتیں سنیں مگر ان کی ناگفتی کے جریح کلمات کا آپ پر کوئی بھی اثر نہیں ہوا، خاموشی سے شاہ صاحب سے ملاقات کی، اور نکل کر رکشا پر بیٹھے چند ماہ بعد ان صاحب مکان پر آفت آئی سخت بیمار ہوئے اسی زمانے میں حضور کا وطن جانا ہوا تو سر راہ منتظر بیٹھے تھے، جب رکشا پاس سے گزرا سلام کیا مصافحہ کیا، اور تعویذ کے طلب گار ہوئے چند دنوں بعد راقم الحروف کی شادی کی تقریب ہوئی، وہ صاحب آکر شریک ہوئے، اور اپنا کھانا لے گیے، ان صاحب کے اطوار میں ان کی کم عقلی کا بے حد دخل تھا، وہ فتنہ گروں کی سازش کا جلد شکار ہو جاتے تھے، اور اس کی وجہ سے معاشرہ میں فساد و فتنہ پھیل جاتا تھا۔

حضور قبلہ گاہی کے ایک قرابت دار تھے، ان کی کدورت کا تنور ان کے دل میں دھکتا رہتا تھا، ان کی حسد کا آگ ان کو چین نہیں لینے دیتا تھا وہ ظاہر میں آکر ملاقات بھی کرتے تھے، بوقت ملاقات حضور قبلہ گاہی اپنی روش پر خیریت دریافت فرماتے پوچھتے کب آئے، ان صاحب نے ایذا رسانی میں نام پایا تھا اور ان صاحب کا وطیرہ ہی بن گیا تھا، کہ جب بات کرتے بُرائی ضرور کرتے، اس کے طور الگ الگ تھے، نشانے پر حضور ہی رہتے تھے، انہوں نے ہم سبھوں کی غیر موجودگی میں گھر میں گھس کر قاتلانہ حملہ بھی عزیزی مسعود میاں سلمہ پر کیا قصور یہ تھا کہ انہوں نے ایک شخص کو گاؤں سے نکالنا چاہا اور اسے بہت زدوکوب کیا، اہل محلہ کے کہنے پر مسعود میاں سلمہ نے اس کی بیوی کو گھر میں پناہ دی۔

وطن میں ایک شخص عجیب طبیعت کے تھے، حضور کی خدمت بھی بہت کرتے تھے، جب نماز

شروع کرتے تو اذان، جماعت اور مسجد شریف کی خدمت پوری پابندی سے کرتے، اور جب ترک کرتے تو سب ترک کرتے، داڑھی کا بھی صفایا کر ڈالتے، حضور قبلہ گاہی کو ایذا پہونچانے میں بھی کمی نہیں کرتے، گاؤں اور اطراف والوں کو تکلیف دینے میں شہ زور تھے، طاقت ور تھے، پیل تن تھے، پوری بستی میں نام پائے ہوئے تھے، انہیں بد اطواریوں کی وجہ سے ایک مسلمہ کی مدفون لاش نکلوانے کی مذموم حرکت کر گزرے تھے، مسلمانوں نے فتاوے منگا کر ان کا مقاطعہ کیا، اس اجتماعی بائی کاٹ کی وجہ سے وہ مشکل میں پڑے، حضور قبلہ گاہی وطن تشریف لے گیے، اہل موضع نے معاملہ آپ کے سامنے بھی رکھا، یہ صاحب یہ سمجھ کر آپ کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے تھے، کہ آپ کی وجہ سے یہ معاملہ ختم ہو جائے گا، یہ صاحب جب کچھ کہتے آپ فرماتے کہ تم نے حالات اتنے بگاڑ دیے ہیں اور لوگوں کو اس قدر دشمن بنالیا ہے کہ میرا کچھ کہنا بھی مشکل ہو گیا ہے، اپنی حالت سدھارو اللہ تعالیٰ کرم کرے گا تو کوئی صورت پیدا کر دے گا، ان صاحب کا مقاطعہ نماز و جماعت سے بھی جاری تھا، عید کا چاند نکلا تو معمول کے مطابق نماز فجر کے لیے بھی مسجد شریف پہنچے اور وہ آخری صف میں جا بیٹھے، آواز بلند ہوئی، صف سے نکلو، مسجد سے باہر جاؤ، چند لمحات میں اجتماعی آواز بلند ہوئی، مسجد سے نکلو، حضور قبلہ گاہی نے مصلائے امامت سے لوگوں کو ہاتھ سے خاموش رہنے کے لیے اشارہ فرمایا، آوازیں بند ہوئیں تو فرمایا، اس کا ظلم تو ہے ہی، اب آپ لوگوں کی طرف سے بھی ظلم شروع ہو گیا، اس کو مسجد میں اللہ کی یاد سے روکا جا رہا ہے، یہ بھی ظلم ہے، اِدھر وہ صاحب کھڑے ہاتھ جوڑے معافی مانگتے رہے، اس پر بھی آواز بلند ہوئی تو فرمایا یہ تو اللہ سے معافی مانگ رہا ہے، اس سے ان کو روکنے کا حق نہ ہم کو ہے نہ آپ کو ہے، یہ حق مولیٰ تعالیٰ کا ہے وہ معافی دیتا ہے، توبہ قبول فرماتا ہے، ہم سب بھی معاف کریں اور جماعت و نماز سے نہ روکیں، لوگوں نے کہا عید گاہ میں نہیں جا سکتا، فرمایا وہاں بھی یہ نماز ہی پڑھنے جائے گا اور چند گھنٹوں بعد ان صاحب نے وہاں بھی نماز پڑھی، مگر دونوں نمازیں آخری صف میں ادا کیں۔

خاندان والوں قرابت داروں اور محلہ و گاؤں اور حلقۂ اہل سنت کے لوگوں کو افتراق و انتشار سے

بچائے رکھنا اوران میں اتحاد واتفاق قائم کرنے کی سعی کرنا اوراس میں کامیاب ہونا بھی کبریت احمر کا حکم رکھتا ہے، لاریب اہل خاندان، قرابت وقریہ کے ماسوا اطراف وجوانب کے لوگوں کے مابین اختلاف وشقاق کو مٹانا حضور عظیم البرکت کا ایک بڑا کارنامہ ہے، تو آپ کے کمالِ اخلاص وللہیت کی بے نظیر علامت اور اعتماد وبھروسے کی شان بھی ہے۔ یہی وجہ ہے، کہ خاندان کے معمر اور عمر رسیدہ بزرگ کہتے مولانا صاحب چراغ ہیں ان کی وجہ سے اُجالا ہے روشنی ہے، خاندان کے چراغ ہیں۔

جب بھی وطن تشریف فرماہوتے، حاجت منداپنی اپنی غرض لے کرآتے اوراپنی اپنی باتیں بتاتے، دکھ سناتے آپ فریق ثانی کو طلب کرتے اوران سے معلوم کرتے، معلومات کی تہہ تک پہنچتے، اس کے بعد دونوں کو بلاتے، اگر معاملہ ایسا ہوتا، کہ اپنی خانقاہ شریف میں طے کرسکتے ہیں تو طے کردیتے، ورنہ اصل جگہ پرتشریف لے جاکر معاملہ کو سمجھتے، اور دونوں فریقوں کو مخاطب کرکے فرماتے کہ آپ دونوں ایسا ایسا کرلیجیے دونوں آپ کی بات برضاورغبت قبول کرتے، سوائے مصالحت وصلح کے کسی فریق کی جانب داری اور طرف داری کا سوال ہی نہ تھا، درمیانی راہ نکال کرراضی کردیتے۔

راقم الحروف نے ان پاک نہادوں کو دیکھا تھا، ان لوگوں میں نفسانیت اور خودرائی کا آزار نہ تھا قبول حق والا دل رکھتے تھے، بعد کے زمانے میں اِنہیں بزرگوں کے اخلاف جب اختلاف اور حق تلفی میں پڑتے، ان میں سے ایک فریق کا یہ بیان ضرور ہوتا تھا کہ والدصاحب کے زمانے میں مولانا صاحب کا، حضرت صاحب کا، یہ فیصلہ ہوا تھا، جب لوگوں میں اختلاف کی کوئی صورت آپڑتی تب صاحب معاملہ آپ کی تشریف آوری کے منتظر رہتے، ان کو یقین حاصل تھا کہ آپ آئیں گے تو معاملہ کا کوئی حل نکل آئے گا، اور بفضلہ تعالیٰ ہوتا بھی ایسا ہی تھا، اتحاد واتفاق کی فضا قائم رکھنے کی ہر ممکن سعی جاری رکھتے، جب تک سادہ دلوں کا وجود رہا ایسا ماحول قائم رہا اور برکات محسوس ہوتے رہے، مگر جب سادہ دلوں کے وجود سے بساط خالی ہوگئی، سب ایک ایک کرکے جوار رحمتِ رحمان میں جابسے تب دیکھا گیا، کہ تین چار افراد نے خودرائی دکھائی اور چونکہ وہ انگریزی مدرسوں کے پڑھے ہوئے تھے اوراسی ماحول میں

زندگانی کی صبح وشام گزارتے تھے، انہوں نے جدّت دکھائی معاملات کے تصفیہ کے لیے مداخلت کی، حیلہ جوئی کی خوش نمابات یہ کی کہ انتظار کی زحمت گوارا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے ہم لوگ بھی ہیں، بس اسی گام پر اختلاف کی اساس پڑگئی اتفاق واتحاد کی دیواروں میں شگاف پڑگیے، لوگ ٹکڑوں ٹکڑوں میں بٹ گیے، اور جلد ہی وہ دور بھی آگیا جب جزائے اعمال کے طور پر اختلاف وتفریق ڈالنے والے بھی بے حقیقت نظر آنے لگے، اتحاد واتفاق کی برکتیں رخصت ہوگیں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے آخرِ دور حیات میں ادبار کا یہ ماحول پوری شدت سے برپا ہوا، بس خال خال افراد تھے جو حضور قبلہ گاہی کی طرح اندوہ گیں اور مغموم تھے۔

راقم الحروف وطن آیا یہاں کے پُرشور ماحول کا ذکر خط میں لکھ بھیجا اس کا آپ پر بے حد اثر ہوا، فوراً جواب آیا

”پرسوں تمہارا خط ملا، مولیٰ تعالیٰ رحم وکرم فرمائے، افسوس ہوا، نادانی کا جواب نادانی سے دینے کی کوشش نہ کی جائے، سکوت کے ساتھ اپنے کام میں مشغولیت بہترے افکار سے نجات دلائے گی، طبیعت اضمحلال کی طرف مائل ہے-میں مکان آنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا، ایک موت کی تمنا، اس زمین پر تھی، اب وہ بھی نہیں۔ (۲۳رجون ۱۹۷۳ء)

تصفیہ طلبی کے لیے رجوع، صرف مسلمانوں میں ہی محدود نہ تھا، اطراف کے غیر مسلموں تک اس کا دائرہ وسیع تھا یہ امت دعوت بھی آپ کی عنایتوں سے فیض یاب تھی، عموماً ان کے ممتاز ترین افراد آپ کے پاس آتے اور پہروں آپ کے پاس بیٹھتے، آپ کا لطفِ عمیم ان پر بھی تھا، چنانچہ ان کی سرکردے گی میں اپنے معاملات پیش کر کے انصاف واطمینان حاصل کر لیتے، اور یہ سلسلہ آپ کے دور حیات تک جاری رہا۔ غیر مسلموں کے نادار بھی حضور قبلہ گاہی کی مالی نوازشوں سے حصہ پاتے اور کثرت سے آتے۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے یہاں، ایک عجیب معاملہ دیکھنے میں آتا تھا فریقین معاملہ میں سے اگر کوئی فرد مرید یا تلمیذ ہوتا اُسے اپنے حقوق سے دست برداری کا حکم دیتے، اس قسم کے

معاملات صاحب واقعہ نے سنائے حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے راقم الحروف سے خود بیان فرمایا، ایک بار جائس شریف کے دورے سے واپس تشریف لائے، بہت خوش، انبساط و بہجت فرادواں کے ساتھ فرمایا" ننھے میاں، اور منے میاں کے معاملات طے ہوگیے، پھر خلاف معمول تفصیل فرمائی کہ حاجی محمد بشیر کو تو تم جانتے ہو، وہ حسب معمول آئے اور کہا (ننھے میاں تو بہت فہیم اور ذکی ہیں) حضرت ننھے میاں کا کہنا ہے، کہ حضرت استاذ محترم آئے ہوئے ہیں ان سے آپ جا کر کہیں، کہ معاملہ رفع کرادیں، میں نے حاجی بشیر صاحب سے کہا، ننھے میاں شاگرد ہیں، منّے میاں مرید ہیں، وہ خود کہیں، ان کو کس نے روکا ہے، حاجی بشیر صاحب نے ننھے میاں کو یہ بات بتادی، ننھے میاں آئے اور تصفیہ کے لیے کہا، میں نے منّے میاں کو بلایا جب یہ آگیے تو میں نے ننھے میاں سے کہا ہاں! آپ اپنی بات کہیے انہوں نے معاملات کہنے شروع کیے، ایک ایسا موقع آیا کہ جب انہوں نے اپنی بات کو مؤکد کرنے کے لیے قسم کھالی، منّے میاں نے بلاوقفہ قسم کھا کر ان کی باتوں کی تردید کردی، میں نے اس وقت منّے میاں سے کہا میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آپ کھڑے ہو کر سب کے سامنے کہہ دیجیے، مجھے جائدا اور ملکیت میں سے کچھ بھی نہیں چاہیے، منّے میاں نے کھڑے ہو کر اعلان کردیا تب ننھے میاں بھی کھڑے ہوئے اور کہا، حضرت میں آپ کے سامنے کہتا ہوں، کہ میں منّے میاں کو اتنا دوں گا جو ان کے حصہ سے بھی زیادہ ہوگا"۔

اس واقعہ کے بعد حضور قبلہ گاہی، کچھوچھا مقدسہ عرس میں حاضر ہوئے، حضرت سرکار کلاں مولانا شاہ سید محمد مختار اشرف سجادہ نشیں علیہ الرحمہ نے آپ سے کہا

"مولانا یہ آپ کی شخصیت کی برکت ہے جس کی وجہ سے اتنی بڑی بگڑی بات بن گئی،
ہم لوگ تو صلح وصفائی کرانے میں تھک کر بیٹھ گیے"۔

رائے بریلی کے اطراف و جوانب کی آبادیوں کی آبادیاں، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے دامن ارادت سے وابستہ ہے محمد حنیف نامی ایک شخص موضع ڈیہہ کے ساکن نے راقم الحروف کو سنایا، ہمارے یہاں کے دو مریدن میں باغ کی ملکیت کا جھگڑا تھا، حضرت صاحب جب آئے تو حضرت صاحب کے

پاس معاملہ پیش ہوا،

آپ نے ایک فریق سے فرمایا تم کہہ دو، میں باغ پر اپنے دعویٰ سے الگ ہوتا ہوں، انہوں نے بھرے مجمع میں کہہ دیا، دوسرا فریق بھی مرید تھا وہ شرمندہ ہوا تھوڑی دیر سر جھکائے بیٹھا رہا، پھر اس نے کہا کہ حضرت میری گزارش ہے، اجازت ہو تو کہوں فرمایا اجازت ہے، کہو، اب کھڑا ہوا بولا حضور باغ تو انہیں کا ہے اب آپ اپنی زبان سے ان سے کہہ دیں کہ باغ تمہارا ہے راقم الحروف سے بھی ایک معاملہ کے دوران فرمایا تم کہہ دو میرا کوئی حق نہیں ہے یہ میرے ایک رفیق درس مولانا حافظ محمد ادریس رفاقتی صاحب کے مابین ایک معاملہ کا فیصلہ تھا جس میں میری طرف سے بڑی خطیر رقم کا مطالبہ تھا۔

کلکتہ کے ایک سائل کا جواب

سنہ ۱۹۷۰ء میں کلکتہ سے حضور قبلہ گاہی کی خدمت میں ایک استفتاء آیا، اس میں "انوار قادری" نام کی کتاب کی کچھ عبارتیں منقول تھیں، انوار قادری کے مولف نے آغاز کتاب میں لکھا تھا کہ

"میں نے اس کو معتبر اور مستند کتابوں کے حوالوں سے لکھا ہے"

اسی میں مولوی عبدالحئ اور نامی وہابی مولوی اسماعیل دہلوی کی صراط مستقیم بھی شامل تھی، حضور قبلہ گاہی نے جواب تحریر فرما کر بھیج دیا، سوال حضرت مولانا حاجی شاہ محمد عبدالرشید خان اشرفی فتح پوری ناگپوری علیہ الرحمہ سے بھی ہوا تھا، جوابوں کو مستفتی نے چھاپ دیا اس کی وجہ سے کلکتہ میں خاصہ اضطراب پیدا ہوا، وہاں کوئی عباس خاں کلکتہ پولیس کے محکمہ میں ملازم تھے ان کا ایک لمبا چوڑا رجسٹرڈ خط لفاف میں آیا، انہوں نے بقلم خود دستخط میں اپنے نام کے ساتھ صوفی لکھا تھا، جن باتوں کو لکھا تھا اس نے مولوی حیدر علی ٹونکی حاجی مولوی اسماعیل دہلوی کی روایت دہرادی، زبان حد درجہ بازاری اور طرز نگارش بھی ناشائشتہ، خاتمہ خط میں انہوں نے لکھا تھا:

"جب کلکتہ کے کورٹ میں آپ پر مقدمہ دائر ہوگا، تب آپ کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ

آپ مفت کے مفتی ہیں وغیرہ وغیرہ"۔

حضور قبلہ گاہی نے ان کو تین سطری خط لکھ کر بھیج دیا۔

"آپ کا خط ملا، اگر آپ کے نزدیک میرا جواب درست نہیں ہے تو ملک میں علماء کرام موجود ہیں، ان سے جواب حاصل کریں اور جو جواب آئے اس پر عمل کریں اور جواب سے فقیر کو بھی مطلع کریں"۔

عباس خاں کانسٹبل نے اس مشورہ پر تو عمل نہیں کیا اُستاذی شمس العلماء مولانا حکیم محمد نظام الدین صاحب الہ آبادی علیہ الرحمہ کے ایک الہ آبادی شاگرد مولانا فرید سے ایک کتابچہ لکھوا کر چھپوا دیا اس کی روش تحریر خاں صاحب سے کچھ مختلف نہ تھی خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ بھی مولوی فرید کے اُستاذ تھے، انہوں نے راقم الحروف سے فرمایا مولوی فرید بے ادب ہے، جب سے میں نے اس کی کتاب دیکھی ہے، اس سے بات بند کر دی ہے، اسی زمانے کے قریب راقم الحروف نے کتاب کے ناشر مولانا شاہ علی احمد جید القادری سے کتاب کا ایک نسخہ بھجوانے کے لیے کہا، اُنہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا عبارتوں کے قابل مواخذہ ہونے کی وجہ سے اس کی پھر سے کتابت کرائی جارہی ہے، عباس خاں صاحب اور مولوی فرید صاحب کے معارف کے بیان کے بعد تھوڑا اساذ کر اس کا بھی جو حضرت سیدی عارف باللہ مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن علیہ الرحمہ کے ایک مرید نے ان سے منسوب کر کے لکھا ہے انہوں نے پہلے تو یہ کہا کہ "یہ فتاویٰ مناسب طور پر نہیں صادر کیے گیے" دوسری بات حضرت مجاہد ملت عارف اجل کی طرف منسوب کی کہ انہوں نے ان سے دریافت کیا تم کیا کہتے ہو، انہوں نے کہا، کہ یہ اس علم کی اصطلاح کی رو سے جس توحید الٰہی کے بارے میں لکھا ہے، اس کے پیش نظر یہ غلط نہیں ہے" حضرت مجاہد ملت متعجب ہوئے اور سوال کیا کہ وہ کیسے منزل توحید میں معبود کا انتفا کیسے؟ اس گام پر بحر الحقائق نے تلقین کا باب وا کیا، جسے سن کر مجاہد ملت نے بقول ان کے "ٹھنڈی سانس لی" حضرت مجاہد ملت کا سوال اور آخر میں ٹھنڈی سانس لینے کا بیان بفرض صدق صحیح بھی ہو تو اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ وہ

ان مرید کے کہنے سے پہلے ان حقائق سے ناواقف تھے، اور بقول ان مرید کے مجاہد ملت لاعلم تھے، بحرالحقائق نے حضرت جامی قدس سرہ کا بیان مراتب توحید کا تونقل کیا، مگر ان کا علم حقائق اس بیانسے عاجز رہا، کہ فتویٰ کس قول پر ہوگا، اور حکم شارع علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کیا ہے، ان کی نظر سے کم از کم فتاویٰ رضویہ میں مراتب توحید کا بیان گزرا ہوتا تو ان کے اپنے مرشد کو بقول ان کے ٹھنڈی سانس لینی نہ پڑتی، انہوں نے حضرت مجاہد ملت کی زبان سے یہ بھی کہلوا کر "بغیر سمجھے بوجھے" اس قسم کا فتویٰ دے دیا، ان کی پردہ دری کردی ہے، "سمجھنے بوجھنے" کی بھی نعمت کبریٰ کس کے یہاں تھی، حضرت مجاہد ملت اور قبلہ گاہی حضور امین شریعت کے رفقاء اور تلامذہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں۔

مسجد اقصیٰ شریف کے لیے ایک اجلاس

مسجد اقصیٰ شریف میں یہودیوں کی شرارتِ طبعی کی وجہ سے آتش زنی ہوئی تمام عالم اسلام میں اس کے خلاف اجتماعی جلسے ہوئے، ہندوستان کے بھی تمام شہروں میں مسلمانوں نے جلسوں اور جلسوں کے ذریعہ احتجاج کیا، سنی جمعیۃ علماء کانپور نے بھی سنی جمعیۃ کا اجلاس منعقد کیا، ارکان سنی جمعیۃ حضور قبلہ گاہی کی خدمت میں آئے اور دعوتِ شرکت دی، اپنا جلسہ تھا اپنے سنی حضرات نے اہتمام کیا تھا، حضور قبلہ گاہی اجلاس میں پہنچے، تو دیوبندیوں کو بھی موجود پایا، معلوم ہوا کہ ان کو بھی دعوت دی گئی ہے، اس اجلاس کے انعقاد کے بعد ہی لکھنؤ سے چلا ہوا رافضی وہابی فتنہ کانپور بھی پہنچا، یہاں بھی روافض کے خلاف اجلاس ہوئے، نئی سڑک کے سنّی نوجوانوں نے رافضی مخالف اجلاس کیا اور ایک شیعہ مجتہد کو بھی بلایا، جب صبح ہوئی، دیواروں پر ایک اشتہار جلی قلم سے چسپاں دیکھا گیا اور وہی اشتہار حضور کی خدمت میں بھی پہنچایا گیا، اشتہار بزم قادری رضوی کی طرف سے تھا، اور بنام فتویٰ تحریر مولانا محمد یعقوب حشمتی دھانے پوری کی تھی، حضور قبلہ گاہی نے اشتہار ملاحظہ فرما کر سکوت فرمایا، اسی دن ظہر کی نماز کے بعد بزم قادری رضوی حشمتی کا وفد حضور کی خدمت میں حاضر آیا، قائد وفد نے جرأت سے گفتگو کی جو اپنے ہی جماعت اہل سنت کے عظیم مقتداء، رہبر و رہنما کے حضور کسی بھی حیثیت سے پسندیدہ نہ تھی اور نہ ہی ان کی کوئی دینی پیشوائی

حیثیت تھی، انہوں نے ایک سادہ کاغذ پیش کر کے کہا کہ اپنے قلم سے توبہ نامہ تحریر فرما دیں، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا، فقیر گناہوں سے تو توبہ کرتا ہی رہتا ہے، آپ کے کہنے سے لکھ بھی دیتا ہوں، راقم الحروف طلبہ کو پڑھانے میں مشغول تھا، وفد کی آمد کی اطلاع ملی تو دوسرے اساتذہ کے ساتھ حاضر مجلس ہوگیا، اسی وقت حضور نے قلم کھولا تھا، فقیر نے کچھ عرض کرنے کی اجازت طلب کی، فرمایا کہو، راقم الحروف نے وفد کے ارکان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :

''اسی کانپور میں ۱۳۱۱ھ میں مجلس ندوۃ العلماء کا پہلا تین روزہ اجلاس ہوا تھا، مدرسۂ فیض عام کی دستار بندی کا جلسہ بھی ہوا تھا سنّی، نیچری، رافضی سب شریک ہوئے تھے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی شریک ہوئے تھے، دستار بندی کے جلسہ میں اور دستار باندھنے میں بھی شریک رہے، سندوں پر دستخط کیا، میرے پاس مدرسۂ فیض عام اور مجلس ندوۃ العلماء کے اجلاس اول کی بھی روئداد موجود ہے، مجلس مؤید الاسلام لکھنؤ کا اجلاس حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہ نے طلب کیا، دعوت نامہ چھاپ کر بھیجا، اس دعوت نامہ میں رافضی مجتہدوں کے نام بھی داعیوں میں تھے، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے شمس العلماء علامۂ اجل مولانا ظہور الحسین نقشبندی فاضل رام پوری صدر المدرسین مدرسۂ اہل سنت منظر اسلام کی سرپرستی وقیادت میں، لکھنؤ وفد بھیجا، جس میں حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت صدر الشریعہ قدس سرہما بھی شریک تھے اسی لکھنؤ میں نجدی مظالم وتسلّط اور انہدام کے خلاف سخت احتجاجی اجلاس قرار پایا اس میں جماعت رضائے مصطفی کے وفد نے شرکت کی جس میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا، استاذ العلماء مولانا رحم الٰہی صاحب اُستاذ العلماء مولانا حکم نعیم الدین فاضل مراد آبادی، اور حضرت مفتی اعظم بھی تھے روافض اور سنّی علماء کا مجمع تھا، مولانا حسرت موہانی نے خطبہ صدارت پڑھا''۔

وغیرہ واقعات سے استدلال کرتے ہوئے وفد کے ارکان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ کو حوالہ دیکھنا ہو تو نیچے چل کر میری درس گاہ میں دیکھ لیں، میں کھول کر دکھا دوں گا، وفد کے موقف کی غلطی کو جب بیان کر چکا حضور قبلہ گاہی نے قلم رکھ دیا، اس کے تھوڑی دیر بعد وفد کے ارکان خاموشی سے اٹھ کر

جانے لگے، نیچے جا کر میں نے بے حد اصرار کیا کہ جب میں دکھلانے پر بجد ہوں، تو دیکھنے کے لیے تیار کیوں نہیں، مگر جواب میں سب خاموش رہے، سنا گیا کہ شہر میں جب واقعات پھیلے تو ارکان وفد کہتے تھے کہ مفتی اعظم نے دستخط کر دیا ہوتا مگر ان کے محمود "گھامڑ" نے روک دیا، گھامڑ اس حلقہ کا چلتا ہوا جملہ ضرب المثل کی حد تک زبانوں پر جاری تھا۔

تذکرہ علماء اہل سنت پر اعتراض کا جواب

سنہ ۱۹۷۰ء میں راقم الحروف نے اولیاء علماء کے مبارک احوال و واقعات میں تذکرہ علماء اہل سنت نام کی کتاب شائع کی پاکان اہلِ سنت نے قبول کی نظروں سے ملاحظہ فرمایا اور کتاب کو ایک دینی خدمت فرمایا، راقم الحروف نے اس کتاب میں حضرت شیر بیشۂ سنت عاشق الرسول مولانا محمد حشمت علی خاں علیہ الرحمہ کا بھی ذکرِ خیر لکھا، حضرت کے داماد مولانا ملک نیاز احمد علیہ الرحمہ خاص شفقت فرماتے تھے، انہیں کی زبان سے سنا تھا، کہ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ کینسر کا مرض ہے، تذکرہ میں ویسا ہی لکھا گیا، کتاب بھی چھپ گئی، بلرام پور ضلع گونڈا یوپی کے حضرت موصوف کے بڑے فدائی، بڑے شیدائی مسترشد ماسٹر عبدالوہاب عبید الحشمت صاحب نے بڑا سخت نوٹس لیا، ان کا رجسٹرڈ خط حضور قبلہ گاہی کے نام نامی کانپور پہنچا، پڑھنے کے بعد مجھے طلب فرمایا اور خط دے کر فرمایا اس کا جواب لکھ کر مجھے دکھاؤ، راقم الحروف نے ذیل کے مضمون کا خط لکھ کر پیش کیا۔

"آپ کا عنایت نامہ حضور قبلہ گاہی کے ذریعہ دیکھنے کو ملا آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے غلطی سے آگاہ کیا، آپ نے اغلاط کا ذکر کیا، اور صرف ایک غلطی کی نشاندہی کی دیگر اغلاط پر بھی مطلع کریں تو ممنون ہوں گا، ان سب کی تصحیح طبع ثانی میں چھاپ دی جائے گی، جس جز میں حضرت شیر بیشۂ سنت کا ذکر ہے آپ جیسا چاہیں، لکھ کر چھپوا دیں، میں شامل شدہ جز کو الگ کرا کر آپ کے تحریر کردہ جزء کو شامل کر دوں گا، آپ جلد توجہ کریں، ابھی بڑی تعداد میں کتاب موجود ہے"۔

حضور اقدس نے ملاحظہ فرما کر فرمایا بہتر ہے بھیج دو، اس کے بعد کیا ہوا، وہ حیرت کن ہے ماسٹر

صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا، جواب میں خاموش رہے، کہاں تو وہ شوراشوری اور کہاں یہ بے نمکی۔

ایک بار حضور قبلہ گاہی کی خدمت میں مداری سلسلہ کے کسی فرد کا استفتاء آیا، سوال تھا

"رب العالمین، رحمۃ اللعالمین، مدار العالمین" ایک ساتھ لکھنا کیسا ہے؟"

جواب میں تحریر فرمایا،

"حضرت مخدوم بدیع الدین قطب المدار رضی اللہ عنہ اکابر اولیاء اللہ میں باعظمت صاحب فیض بزرگ ہیں، مگر جو ترتیب سوال میں مذکور ہے، درست نہیں ہے"

اس جواب پر روزنامہ پیغام کانپور میں ایک مداری صاحب کی طرف سے چیلنج چھپا، لوگوں نے اخبار پیش کیا، آپ نے پڑھا، پڑھ کر فرمایا، یہ لغو باتیں ہیں، اور اس طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی، ایک ہفتہ بعد مفتی نیپال حضرت مولانا الحاج انیس عالم قادری مقیم سیوان کا چیلنج چھپا کہ "مداری صاحب تاریخ اور مقام سے بذریعہ اخبار آگاہ کریں میں مناظرہ کرنے کے لیے تیار ہوں" اس کے جواب میں مداری صاحب کی طرف سے خاموشی رہی۔

عالم کی حُرمت

کلکتہ سے مولانا ارشد القادری صاحب نے جام کوثر پندرہ روزہ اخبار جاری کیا، بہت مقبول ہوا، لیکن جلد ہی اس کے ذمہ داروں کے درمیان شدید اختلاف رونما ہوا، حضور قبلہ گاہی کلکتہ میں موجود تھے فیصلہ کے لیے اجتماع ہونا قرار پا گیا، ذمہ داروں کی جماعت کی قیادت حضرت مجاہد ملت کر رہے تھے، یہ جماعت مولانا ارشد القادری کے خلاف جارحانہ تیوروں کے ساتھ غلط باتوں کی تشہیر کر رہی تھی، اس مجلس میں بھی اسی کا مظاہرہ ہو رہا تھا، حضور قبلہ گاہی نے بیان فرمایا "جب میں نے ایسی حالت دیکھی مولوی حبیب الرحمن صاحب سے کہا کہ کیا یہ لوگ آپ کے مرید ہیں، انہوں نے کہا ہاں! ہیں، میں نے کہا آپ ان لوگوں سے کہیے کہ سب باہر جائیں" مجاہد ملت نے سب سے کہا وہ سب باہر گیے، تب مولانا ارشد سے کہا دروازہ بند کر دو، اس کے بعد میں نے مجاہد ملت سے کہا یہ بنام مولانا مشہور ہیں، ان کی اہانت آپ کی

قیادت میں؟ تعجب کی بات ہے مجاہد ملت کا صفائی کا بیان پورا بھی نہ ہونے پایا تھا، کہ میں نے ارشد سے کہا بیٹھے کیا دیکھتے ہو، حضرت کے قدم پکڑ کر معافی مانگو، ارشد نے اٹھ کر فوراً قدم پکڑ لیے اور رو رو کر معافی مانگی، مجاہد ملت بھی روتے رہے"۔

حضرت مجاہد ملت کل ہند تبلیغ سیرت کے صدر محترم تھے، حکومت مخالف، اور مسلم حمایت تقریر کی وجہ سے گرفتار ہو کر سلطان پور جیل میں تھے، مولانا ابوالوفا فصیحی غازی پوری تبلیغ سیرت کے کل ہند ناظم اعلیٰ ہو چکے تھے، حکیم انعام اللہ غازی پور تبلیغ سیرت کے صدر تھے، دونوں میں اختلافات ہوئے، حضور قبلہ گاہی اس وقت صدر تھے اس لیے ان دونوں کا مقدمہ فیصلہ کے لیے حضور قبلہ گاہی کے پاس پیش ہوا، مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں نے غاز یپور سے ۲۶ر جولائی ۱۹۷۵ء کو حضرت قبلہ گاہی کی خدمت میں خط بھیجا۔

"۱۷ر جولائی کو حضرت سلطانپور سے غازی پور آگیے، مولوی ابوالوفاء اور حکیم صاحب ۲۱ر جولائی کو حضرت سے جیل میں ملے تھے اور پھر صرف حکیم صاحب ۲۸ر جولائی کو ملاقات کریں گے، نتیجہ سے اور حضرت کے مشورہ سے مطلع کروں گا، یہاں سے حکیم صاحب کُل کاغذات حضور کی خدمت میں ارسال کر چکے ہیں، حضرت کا خیال تھا، کہ استعفیٰ لے لیا جائے، اب ۲۸ر جولائی کو کیا حکم دیتے ہیں، پھر مطلع کروں گا"۔

۲۶ر اگست کو حکیم انعام اللہ صاحب نے حضور قبلہ گاہی کی خدمت میں کارڈ لکھا

"مکرم محترم صدر صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب قبلہ نے جیل میں بلا کر مجھے سختی سے ہدایت کیا ہے کہ میں آپ کو مولانا ابوالوفاء صاحب کے بارہ میں من جانب مولانا مذکور تحریر کروں، کہ مولانا نے فرمایا ہے کہ مولانا ابوالوفاء صاحب کے متعلق جو کارروائی ان کے روبرو تھی، اس میں اس قدر تاخیر کیوں ہو رہی ہے تاخیر سے تبلیغ سیرت کو کافی نقصان پہنچ رہا ہے، لہٰذا اگر ابھی تک کوئی کارروائی نہ کی ہو تو فوراً فیصلہ کر دیا جائے، اور اس کی اطلاع بذریعہ اخبار شائع کر دی جائے، تاکہ جو لوگ معلوم کرنا چاہتے ہیں، ان کو معلوم ہو جائے مولانا بہت بے چینی سے معلوم کرنا چاہتے ہیں"۔

مولانا ابوالوفا فصیحی صاحب نے مئی میں خط لکھا، جو ۱۱ مئی کو کانپور کے ڈاک خانہ میں موصول ہو کر حضور قبلہ گاہی کو دستیاب ہوا۔

"حضرت صدر محترم

سلام مسنون

غازی پور تبلیغ سیرت کی جانب سے اگر کوئی دعوت نامہ آپ کے پاس پہنچ گیا ہو تو نامنظور فرما دیجیے گا، کیونکہ میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور میں بہت جلد اس سلسلہ میں آپ سے ملاقات کرنے والا ہوں، کیونکہ اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ مولوی الحاج نعیم اللہ خاں صاحب نے میرے خلاف۔ بہت سی خلافِ واقعہ قیاس آرائی اور غلط فہمی کی بنا پر آپ لوگوں کو مجھ سے بدگمان بنانے کی کوشش کی ہو گی، انشاء اللہ تفصیلی ملاقات کے بعد حقیقت حال سامنے آجائے گی، اگر اٹاوہ والوں نے مجھے مدعو کیا تو وہاں، ورنہ پھر کانپور میں آپ سے ملاقات کروں گا"۔

اتر پردیش کے گورنر کے، ایم منشی کی کتاب ری جلس لیڈر کی اشاعت کے بعد مسلمانوں کے درمیان شدید احتجاجوں کا جلسہ وجلوس کا سلسلہ جاری تھا، اسی سلسلہ میں مولانا فصیحی صاحب کانپور آئے اور ملاقات کی حضور قبلہ گاہی نے ایک بیان تحریر فرمایا، اصل کی نقل مولانا حافظ ابوالکلام مظفر پوری نے تیار کی مولانا فصیحی صاحب نے روزنامہ سیاست کانپور کے دفتر میں لے جا کر دے دیا بیان سر صفحہ نمایاں چھپ گیا، اس کے ہفتہ کے اندر روزنامہ پیغام کانپور میں حضور قبلہ گاہی کے بیان کے خلاف حضرت مجاہد ملت کا بیان چھپا، حضور قبلہ گاہی نے اس کو ملاحظہ کیا تو چند سطری خط تحریر فرمایا، کہ "فیصلہ کا اعلان اخبار میں شائع کرانے کا آپ نے پیغام بھیجا جب فیصلہ اخبار میں شائع ہو گیا تو اس پر اعتراض شائع کرا دیا، آپ کا یہ عمل میری فہم سے باہر ہے" اس کے بعد مجاہد ملت کا معذرت کا خط آیا

پنڈ شریف ضلع مونگیر بہار کی خانقاہ منعمیہ ابوالعلائیہ شاکریہ کے سجادہ نشیں مولانا الحاج سید شاہ قمر الہدیٰ علیہ الرحمہ مدرسہ حنفیہ بخشی محلہ پٹنہ جیسے نامور اور معتبر مدرسہ کے تعلیم یافتہ نہایت متقی، مستقیم سنی

حنفی بزرگ تھے حضرت ملک العلماء فاضل بہار بھی اُن کے خلیفہ مجاز تھے، شاہ قمر الہدیٰ منعمی ابو العلائی نے ایک کتاب تصنیف فرمائی حضرت ملک العلماء نے اس پر تصدیق وتقریظ تحریر فرمائی، شاہ صاحب نے اپنی کتاب میں ایک حدیث درج فرمائی اور اس کا درجہ بیان کیا، شاہ صاحب کے مریدین کا حلقہ اڑیسہ میں بھی بڑا تھا، اُن کے مریدوں اور جبلپیوں سے معارضہ رہتا تھا، کتاب کی اشاعت اس حلقہ میں ہوئی تو دوسرے حلقہ میں بھی پڑھی گئی، غلطی کی تلاش پر خاص توجہ مرکوز رہی، اور اُسے ڈھونڈ نکالا، اور اس پر نقد ونظر کی تیاری کے لیے ایک جماعت منظم کی گئی، ان لوگوں نے حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ سے سادہ بزرگ کو بھی اس میں شامل کرلیا، اور وہ اپنی سادگی کی وجہ سے اس میں شامل بھی ہوگیے، مجاہد ملت نیک کاموں کے لیے حضور قبلہ گاہی کی شرکت لازمی سمجھتے تھے، اس کام میں بھی شمولیت کی دعوت دی، حضور قبلہ گاہی نے نہایت ہی مؤدت ومحبت کے ساتھ اُنہیں مشورہ دیا کہ شاہ قمر الہدیٰ صاحب کی کتاب میں مندرج حدیث کی حیثیت کے تعین مدارج پر نقد ونظر آپ نہایت ضروری سمجھتے ہیں تو لکھ کر شاہ صاحب کو بھیج دیں، چھاپیں نہیں، مگر حضرت مجاہد ملت کی جماعت پر بعض کوتاہ اندیشوں کا غلبہ تھا، اس لیے کتابچہ نقد ونظر کا چھپ کر منظر عام پر آگیا، شاہ قمر الہدیٰ ابو العلائی کے ساتھ حضرت ملک العلماء پر طنز وتعریض کی گئی، حضور قبلہ گاہی اہل سنت کے مابین اس طرح کے امور کو ناپسند فرماتے تھے اور ان سے دور رہتے تھے یہی آپ کا مشرب تھا۔ سرزمین کانپور پر سُنّی جمیعۃ علماء کا کل ہند اجلاس ہورہا تھا، اس دور میں راقم الحروف مدرسہ اسلامی عربی اندرکوٹ میرٹھ میں حضرت سیدی صدر العلماء علامہ اجل عارف اکمل مولانا الحاج سید غلام جیلانی محدث وقطب میرٹھ کی خاص خدمتِ اعلیٰ میں تحصیل علام میں مشغول تھا، ایک دن بوقت درس لال کرتی کوٹھی خان بہار کے رکن مولوی غلام محمد صابری آپہنچے یہ حضرت صدر العلماء کے شاگرد بھی رہ چکے تھے، حضرت اُستاذ مکرم نے کانپور کی سُنّی کانفرنس کی تیاریوں کا حال دریافت فرمایا مولوی غلام صابری نے درمیانِ جواب حضور قبلہ گاہی کے خلافِ شان بات کی حضرت اُستاذ مکرم نے غلام صابری کو یہ کہہ کر روکا، خاموش رہو، اُن کو میں تم سے زیادہ جانتا ہوں، برسوں ساتھ رہا اور ہے مفتی اعظم کانپور

بڑے صلح کل اور اہل سنت کے درمیان اتحاد و اتفاق کے داعی ہیں، جن لوگوں کی تم نے بات کی، وہ شریر و اشرار، مفسد ہیں، حضور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ ا یک بار وطن میں تشریف فرما تھے اور باہر بنگلہ دیوان خانہ میں تشریف فرما تھے، راقم الحروف اور برادرِ عزیز مسعود میاں حاضر تھے، جبھی ایک شخص اس طرف سے گزرا، اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا جا رہا تھا، اس کی وجہ سے پاؤں میں ٹھوکر لگی اور وہ منہ کے بل گر گیا، مسعود میاں اس پر ہنس پڑے، مسعود سلمہ کی یہ بات آپ کی طبیعت کے خلاف تھی، فرمایا "کسی کی تکلیف پر خوشی ظاہر کرنا، دنائت (کمینہ پن) ہے"۔

مناظرہ مابین سنی علماء

کانپور کی سرزمین پر باہر سے گئے ہوئے علماء ہی، دینی قائد تھے، انہیں میں مولانا حکیم فرید الدین بہاری اور مولانا محمد محبوب صاحب مبارک پوری بھی تھے مولانا بہاری حضرت استاذ العلماء مولانا شاہ عبد الکافی الہ آبادی علیہ الرحمہ کے تلمیذ و مرید و خلیفہ تھے وہ اول اول حضرت استاذ زمن مولانا شاہ احمد حسن صاحب فاضل کانپور کے، مدرسہ دار العلوم میں صدر المدرسین ہو کر آئے، چونکہ حکیم بھی تھے عرصہ کے بعد مشغلہ تدریس ترک کر کے طبابت اختیار کر لیا، وعظ و تقریر کا بھی سلسلہ جاری رکھا، ایک مقام پر شہر کے جلسہ میں مولانا محبوب صاحب اشرفی اور حکیم صاحب یک جا ہوئے، حکیم صاحب کچھ وارستہ حال بھی تھے اور کبھی کبھی ماورائے مذہب اہل سنت باتیں بھی شدت سے کہتے تھے، چنانچہ حکیم صاحب نے اپنی تقریر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف شان باتیں کہیں، حضرت مولانا اشرفی صاحب نے برملا ان کے روبرو ان کے دعاوی کا رد کر دیا، بات مناظرہ و مباحثہ کی ٹھہر گئی مولانا اشرفی صاحب نے حکم کے لیے حضور قبلہ گاہی کا نام لیا، حکیم صاحب نے توثیق کر دی، حکیم صاحب کو معلوم تھا، کہ مولانا اشرفی خوردی کی نسبتوں کے باوجود حضور قبلہ گاہی سے بُعد رکھتے ہیں، حکیم صاحب کا خیال تھا، کہ حضور قبلہ گاہی اس وجہ سے ان کے مسلک کی تصدیق نہ کریں گے، تاریخ مقرر پر عمائد اہلِ سنت کنگھی محال کی مسجد میں جمع ہوئے، اور تینوں حضرات بھی الگ الگ وہاں پہنچے، مولانا

حکیم فریدالدین صاحب بہاری سے حضور قبلہ گاہی نے فرمایا آپ اپنے دعویٰ کی تقریر کریں، انہوں نے اپنے انداز سے تقریر کی، ان کی تقریر ختم ہوئی تو مولانا اشرفی صاحب سے فرمایا آپ اپنے دلائل بیان کریں، ان کی بھی تقریر پوری ہوئی، ان دونوں کی تقریروں کی تمامی پر حضور قبلہ گاہی نے فرمایا مولانا محمد محبوب صاحب نے جس مسلک کے دلائل کی تقریر کی ہے، یہی مسلک و مذہب اہل سنت کا ہے اور یہی حق ہے، اس مناظرہ میں سرگرم شریک حامی سنت حافظ عبدالحمید صاحب فتحپوری کا بیان تھا، کہ حکیم صاحب اپنے خواص میں کہتے تھے کہ بھیا نے جولاہے کی طرفداری کردی۔

تواضع وتحمّل اور بے نفسی

رب کریم جل شانہ کے فضل عمیم نے حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کو جلالتِ علم، فضل باطن اور شرفِ خاندانی سے سرفرازی کے ساتھ متواضع و متحمل بھی بنایا تھا، ضبط نفس اور وقار جیسے اعلیٰ ترین خصائل حمیدہ کو دیکھ کر لوگ عام طور پر متحیر ہوتے تھے، خستہ سے خستہ حال اور بدخصال کو بھی حقیر اور بُرا نہ جانتے تھے، بات وہی تھی کہ قلب پر نگاہ تھی، قالب پر کم تھی، توقع رکھتے تھے، کہ صالحین کی صحبت میسر آئے گی تو قالب بھی درست ہوجائے گا، ایک بار کا واقعہ ہے، کہ وطن تشریف لانا ہوا مہوا حاجی پور کے مخلصین نے محفل پاک پڑھنے کی دعوت دی اور بلا کرلے گیے، واپس ہوئے تو ہمراہ آئے، ان کو استنجا کی ضرورت تھی، پانی لاکر دیا، وہ گیے تو راقم الحروف نے عرض کیا، بڑا بے ادب ہے، ساتھ آیا ہے، ننگے سر بھی ہے اور پینٹ شرٹ میں ہے، سن کر فرمایا ایسا نہ کہو دل اسلام پسند ہے، یہ ڈاکٹر محمد مستقیم تھے دینی کاموں کے خادم۔ دل اسلام پسند ہے کا جملہ احقر کو ہمیشہ یاد رہتا ہے۔

کانپور کے دورِ قیام میں، جمعرات کے دن بعد نماز ظہر حاضر خدمت ہوا تنہا تھے اور مطالعہ میں مشغول تھے خیال نہیں کون سی کتاب مطالعہ میں تھی، حاضر ہوا، تو نگاہ اٹھائی اور بغیر کسی سابقہ گفتگو کے فرمایا، کہ علماء قلب نے فرمایا ہے، کہ زمین سے سبق حاصل کیا کرو، یہ فرما کر زمین سے خاک جمع کی اور

ایک چٹکی خاک ہتھیلی پر رکھ کر پھونک سے اڑادی، پھر فرمایا ایسے ہو جاؤ، تب بات ہوئی لاریب، حضور قبلہ گاہی کی قدسی نہاد شخصیت ایسی ہی متواضع و منکسر تھی۔

حضور قبلہ گاہی کے ہمراہ ایک بار گجرات و کاٹھیاواڑ کے طویل دورہ پر گیا، دھوراجی سے، جونا گڑھ ہو کر ویراول اور کوڈی نال جانا تھا، دینی خدمت گزاروں کی دید و ملاقات معمولات میں داخل تھی اس وقت جونا گڑھ میں مارفانی گھرانا دینی خدمت گزاروں میں نام ور تھا، حامی سنت حاجی نور محمد مارفانی سادہ وضع دینی کاموں کی طرف ہمہ تن متوجہ تھے، اس کی وجہ سے ان سے بے حد محبت فرماتے تھے، ان سے ملاقات کے لیے جونا گڑھ تشریف لے گیے تھوڑی دیر بعد نماز ظہر کے لیے مسجد شریف گیے، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ماہ مبارک تھا اور ذکر پاک کی محفلیں جاری تھیں اس کے لیے ایک نامور عالم مدعو تشریف فرما تھے، وہ صحن مسجد شریف میں پختہ چبوترے پر بیٹھے تھے، حضور نے سلام میں تقدیم کی، انہوں نے بیٹھے بیٹھے سلام کا جواب دیا، حضور نے ان سے خیریت دریافت فرمائی اس کا جواب بھی اسی معمول پر، وہ نہ صرف سن وسال میں بہت خورد تھے، بلکہ ان کے بعض استاذ حضور قبلہ گاہی کے شاگرد تھے یا بعض ان کے اساتذہ جونیر تھے، ان عالم کا طرز عمل حسنِ ادب سے عاری تھا جو ہم کابوں کو تعجب میں ڈالے ہوا تھا، جونا گڑھ سے رخصت ہو کر ویراول کے لیے ٹرین میں بیٹھے حضرت حاجی سید بلال شاہ صاحب بخاری صاحب کی درگاہ کے سجادہ نشیں بھی ہم رکاب سفر تھے، انہوں نے کہا،

"حضور یہ عالم تو عجیب ہیں، آپ کھڑے رہے، عالم صاحب بیٹھے رہے، ذرا بھی ادب اور تعظیم سے پیش نہ آئے" فوراً فرمایا "ہم کیا؟ اور ہماری تعظیم کیا، ہم ہیں ہی کیا ہیں، ایسی باتوں کی طرف دھیان بھی نہ جانا چاہیے"۔

ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ کے مرکزی دفاتر کے لیے عمارت کی تعمیر کا نظام تیار ہو چکا تھا، مولانا ارشد القادری نے عرض کیا حضور گجرات سے تعمیر کے لیے سرمایہ فراہم ہونا چاہیے، حضور نے فرمایا، بہت اچھا، اور اپنے خاص خادم تلمیذ مولانا قاری محمد اسمٰعیل رفاقتی ٹنکاروی مقیم احمد آباد حال مقیم لندن برطانیہ کو خط

لکھا،اور توجہ دلائی،انہوں نے نظام سفر بنایااس کے مطابق گجرات کادورہ ہوا راقم الحروف سے روداد سفر بیان کرتے ہوئے،مولانا ارشد القادری صاحب نے بیان کیا کہ قاری اسماعیل ٹکاروی صاحب حضور امین شریعت اور ہم لوگوں کو ایک ایسے شخص کے یہاں لے گیے،جو سلیقہ بڑنے سے بڑا مغرور و متکبر نکلا ہم لوگ اس کے دروازہ پر گلی کے پاس دیر تک کھڑے رہے،بار بار کی اطلاع کے بعد بھی وہ گھر سے نہ نکلا ہم لوگ دیر تک کھڑے رہے،مجھے اس کی حرکت بے حد بُری لگی عرض کیا" حضور کی عزت وآبرو ہم لوگوں کو زیادہ عزیز ہے،اس طرح کھڑے رہنے سے ہماری توہین ہے،صاحب خانہ ظالم بڑا مغرور ہے ابھی تک باہر نہیں آیا۔محمود میاں! آپ جانتے ہیں،حضور امین شریعت نے کیا جواب دیا تھا فرمایا تھا

"ہم کیا ہیں اور ہماری عزت ہی کیا ہے؟ اصل عزت اور آبرو اسلام کی ہے،اور اسی میں ہماری عزت وآبرو ہے،آپ نے یہ نہ دیکھا کہ ہم کس کام کے لیے آئے ہیں،کام اور مقصد پیش نظر ہو تو عزت ہی عزت ہے"۔

محمود میاں! ہم نے جب حضور امین شریعت کی زبان مبارک سے یہ باتیں سنیں تو خیال صدیوں پہلے بیت المقدس کی وادی کی طرف مڑگیا،جب راجل قافلہ سالار نے کہا تھا،اصل عزت تو اسلام کی ہے،یہ سر بلند ہے تو ہم بھی سر بلند ہیں" ان صفات کے حامل سالار کارواں کی زبان سے جب ہم نے وہی صدا سنی تو دل کا ملال جاتا رہا،اور اپنے سالار کارواں کی عظمت سے دل معمور ہوگیا۔

۱۹۵۴ء کے بیس برس بعد ۱۹۷۴ء میں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ جمشید پور تشریف لے گیے،حضور قبلہ کے خلیفۂ مجاز ڈاکٹر مولانا مشتاق احمد صاحب مدھوپوری ہمراہ خدمت تھے،وہ کہتے ہیں،کہ ہم نے شدت سے محسوس کیا،کہ علامہ ارشد القادری صاحب خدمت سے بے توجہ ہیں،اس سے مجھے رنج ہوا اور میں نے عرض بھی کر دیا،جواب ملا کام بہت ہے،اسی میں ان کی مشغولیت ہے انہیں کا بیان ہے،کہ جھریا مناظرہ کے موقع پر بھی ایسا ہی دیکھنے میں آیا،پیر و مرشد کی خدمت کا خیال اُس معمّر اور باخدا بزرگ کو تھا جس کو دنیا مجاہد ملت کہتی ہے۔

مولانا رکن الدین اصدق چشتی نظامی فخری مدظلہ لکھے ہیں، کہ "۱۹۷۷ء میں ادارہ شرعیہ بہار کے زیراہتمام ریاست کی تمام کمشنریوں میں سات تنظیمی کانفرنس منعقد ہوئی تھی، وقتی طور پر یہ کانفرنسیں بہت کامیاب تھیں، گرچہ نتائج کے اعتبار سے زیادہ مفید نہ رہیں، چونکہ یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا، میر کارواں حضور امین شریعت تھے، اور علامہ ارشد القادری محرک وداعی تھے، شرکاء اجلاس میں مجاہد دوراں حضرت مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی، فخر بہار حضرت مولانا حضرت مولانا محمد میاں کامل سہسرامی اور خطیب الہند، مولانا شاہد رضا کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

رانچی، جھریا، پورنیہ، دربھنگا، مظفرپور، حاجی پوران سات مقامات پر سلسلہ وار سات کانفرنس ہوئی تھیں۔ جھریا کانفرنس کے بعد ہمارا پورا قافلہ دھنباد اسٹیشن سے بذریعہ پاٹلی پترا اکسپریس روانہ ہوا جو کیول اسٹیشن پر اتر کرتن سکھیا میل کا انتظار کر رہا تھا۔ ٹرین آئی بالکل بھری ہوئی علامہ ارشد القادری مجاہد ملت اور امین شریعت دونوں بزرگوں کو سوار کرنے اور جگہ دلانے کی کوشش میں لگ گیے، میں رسیدات، کاغذات کے بنڈل میں گھر کر رہ گیا، دیگر حضرات اپنے سامانوں کے ساتھ، جگہ کی تلاش میں دور پڑے، قلی جس کے سر پر امین شریعت کا بستر تھا اور ہاتھ میں کنڈیا تھی اس افراتفری کا فائدہ اٹھا کر نکل بھاگا، تھوڑی دیر بعد کچھ کشادگی نظر آئی تو مجاہد ملت کا بستر لگا دیا گیا اور امین شریعت کی بیڈنگ تلاش کرتے ہوئے، علامہ، ہم لوگوں تک پہنچے، مگر وہ تو قلی لے جاچکا تھا، حادثہ کا علم ہوتے ہی علامہ سراسیمہ ہوگیے، اور بڑی خجالت سے جا کر یہ اطلاع دی لیکن اللہ اللہ!! بڑا پاکی شان، صرف یہی نہیں کہ کسی برہمی کا اظہار نہ فرمایا بلکہ چہرے پر ملال کے آثار بھی نہ دیکھے گیے، چند لمحوں کے بعد کنڈیا کی ضرورت پیش آئی، جس میں ضرورت کی بہت چیزیں تھیں، علامہ پھر پھلانگتے ہوئے، ہم لوگوں کے پاس آئے کنڈیا بھی موجود نہیں تھی، ذمہ داری کے احساس سے علامہ کے قدم بوجھل ہوگیے، انہیں واپس جا کر، اطلاع دینے میں ندامت مانع تھی، کہ کنڈیا بھی نہیں ہے، مگر اس کے علاوہ اور چارہ کار بھی کیا تھا، جا کر دبی زبان میں عرض کیا حضور کنڈیا کا بھی پتا نہیں ہے، اس جواب پر آپ نے اس قدر فرمایا قیمتی سامان تو

بستر بند میں تھا لیکن ضرورت کنڈیا کی زیادہ تھی اس کے علاوہ کبیدگی کا کوئی شائبہ نظر نہ آیا، اسے تحمل اور صبر علی المصیبۃ کا اعلیٰ نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس وقت کا منظر بڑا عجیب تھا جو آنکھوں میں اب تک بسا ہوا ہے، دونوں بزرگ آپس میں الجھے ہوئے تھے، مجاہد ملت چاہتے تھے کہ بستر پر امین شریعت تشریف رکھیں اور امین شریعت سوچتے تھے کہ میرا بستر تو جا ہی چکا ہے، میری وجہ سے مجاہد ملت کو کیوں تکلیف ہو، بالآخر دونوں بزرگ نصف نصف حصہ پر تشریف فرما ہوئے، محبت، یگانگت اور اُستاذ بھائی (رفیق دراست) کی قدردانی کا یہ دلکش نظارہ تھا۔

آنکھوں میں اک نمی سی ہے، ماضی کی یادگار
گزرا تھا اس مقام سے، اک کارواں کبھی

مولانا رکن الدین چشتی فخری کی تحریر میں گزرا کہ کنڈیا کی زیادہ ضرورت تھی تو اس میں کلوخ کے لیے مٹی کے ڈھیلے تھے جس کے آپ پابند تھے، اس میں مسواک اور لوٹا اور مصلّٰی رہتا تھا اور کچھ ضرورت کی طبّی دواؤں کے سوا، چھوٹا سا پاندان رکھا رہتا تھا، اور قیمتی سامان بستر بند میں تھا اسکی وضاحت یہ ہے کہ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ راقم الحروف کی زیر نگرانی قدیم آبائی مسجد شریف کی تعمیر توسیع کے ساتھ کروا رہے تھے، اور اس کے کل کے کل مصارف اپنے پاس سے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے تھوڑا تھوڑا دیتے تھے، مذکورہ اجتماعات سے فارغ ہو کر وطن تشریف لائے تو فرمایا آٹھ ہزار روپے مسجد شریف کے لیے رکھے تھے، مگر قلی ہی بستر بند لے کر بھاگ گیا، خیر اللہ کریم ہے۔

ہم بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹی بہن جس کا دو تین برس کی عمر میں انتقال ہوا اس بچی کا دل چھوٹا تھا اس لیے درد کا دورہ پڑتا تھا اور گھنٹوں رہتا تھا جو دیکھتا وہ بھی مضطرب ہوتا ماہ رمضان المبارک میں جو درد اٹھا وہ آخر سانس تک رہا، اس حالت میں راقم الحروف مظفر پور لے کر گیا، شب کے آخر حصہ میں اسی شدت کرب میں انتقال ہو گیا، سحری کے بعد مظفر پور سے نعش لے کر والدہ ماجدہ اور دیگر افراد کے ساتھ روانگی ہوئی، گھر والوں سے حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے فرمایا محمود میاں نعش لے کر آرہے

ہیں، جب گاڑی پہنچی پاس میں آئے اور مثالی صبر وتحمل کے باوجود نعش دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر آئے، غالباً مرحومہ کی موت کے ساتھ شدت کرب کی یاد نے محزوں و مغموم کیا یہ پہلا موقع تھا جب راقم الحروف نے حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی حق بیں آنکھوں میں آنسو دیکھے اس کے بعد دو مواقع اور آئے جب آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

اک آنسو کہ گیا، سب حال، دل کا
وہ سمجھتا تھا کہ یہ ظالم بے زباں ہے

تحمل وتواضع اور صبر وشکر کے بہت سے واقعات ہیں، جن سے شخصیت کی باطنی کیفیات واحوال کا اظہار ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ کریم بندہ نواز نے آپ کو اپنے جود و کرم سے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں، ان نعمتوں کے معترف بہت سے تھے تو دوسری طرف ان نعمتوں کو دیکھ کر حسد کرنے والے بھی تھے، اور اس کی وجہ سے وہ برائیاں اور غیبت کے مرتکب بھی ہوتے تھے لیکن آپ کا وہی حال تھا، جو آپ کا مقولہ تھا، کہ برائی کا جواب برائی سے اور نادانی کا جواب نادانی سے دینے کی کوشش نہ کی جائے، خاموشی اور تحمل کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہنا چاہیے، اس سے ہزاروں تکالیف پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

جناب مسعود عالم صدیقی رفاقتی او برا ضلع سون بھدر دینی کاموں کے انصرام میں متوجہ رہتے ہیں، انہوں نے اپنے ہی ساتھی اور حلقہ کے افراد کی طرف سے دقتیں کھڑی کرنے کے واقعات پر مشتمل خط لکھ کر بھیجا، جواب میں ان کو لکھا:

"حالات کی ناسازگاری میں ہوش کے ساتھ عزم وہمت سے کام لینا چاہیے،
اپنی شخصیت اور توہین وتذلیل کا کوئی احساس نہ ہو-اپنوں کو اپنا ہی سمجھو
،چاہے، وہ تمہارے لیے غیریت ہی برتیں، اصل مقصد، ملت کی خدمت ہو"

مولانا دوست محمد چشتی نظامی فخری، گورکھپوری علیہ الرحمہ بسلسلۂ امامت وخطابت کانپور میں حضور قبلہ گاہی کے ورود سے پہلے سے مقیم تھے، مسلسل آنا ان کا معمول تھا، ایک دن دس گیارہ بجے کے قریب،

نہایت برہم اور منقبض تیز تیز قدم آتے دکھائی پڑے، راقم الحروف کا دورِ طفولیت تھا، آگے بڑھا تو جھڑک دیا اور سیدھے حضور قبلہ گاہی کے حجرہ میں داخل ہو گیے، عقب سے بندہ بھی پہنچ گیا، سلام کر کے خلاف معمول کھڑے رہے، حضور نے بیٹھنے کے لیے فرمایا، مگر کھڑے کھڑے خلاف توقع کلمات زبان سے نکالتے رہے اتنے برہم کہ منہ سے جھاگ نکل رہی تھی بے حد بے قابو بے لگام جملے ادا کرتے رہے، حضور قبلہ گاہی نے باصرار فرمایا آخر کوئی بات تو کہیے جس نے آپ کا یہ حال کر رکھا ہے، بیٹھ کر کچھ تو بتایئے آخر مولانا صاحب بیٹھ گیے کہنا شروع کیا کچھ کہا ہی تھا کہ پھر بے قابو ہو گیے، آخر آخر تک یہی کیفیت رہی واقعہ یہ تھا، کہ کانپور میں ایک عالم مقیم تھے، مولانا دوست محمد صاحب اُن سے بھی ملاقات کرنے جاتے تھے، ان عالم صاحب کا دل حضور قبلہ گاہی کی طرف سے صاف نہ تھا، اگر چہ ارادت و بیعت اور رشتۂ تلمذ میں حضور قبلہ گاہی کے خورد اور رفیق دراست کے تلمیذ تھے، ان سب کے باوجود کبیدگی حد کو پہنچی ہوئی تھی اور نا ملائم باتیں کہا کرتے تھے یہی باتیں مولانا دوست محمد صاحب کو سننے کو ملتی تھیں اس دن اُن عالم صاحب نے کچھ زیادہ ہی خلاف شان باتیں کہیں، جس سے مولانا دوست محمد صاحب بے حد برہم ہوئے اور انہوں نے بھی بے قید باتیں کہیں اور یہ کہہ کر اٹھے کہ جب آتا ہوں ایک ہی بات شروع کر دیتا ہے، مفتی اعظم کی غیبت کرتا ہے برا کہتا ہے، برسوں سے مفتیٔ اعظم کے یہاں بھی جاتا ہوں، اتفاق سے بھی کوئی بات سننے کو نہیں ملتی، مولانا دوست محمد صاحب مثنوی شریف کا وعظ خوب کہتے تھے، اور عارفانہ کلام حضور کو سناتے تھے، اس کا ذکر بھی آئے گا۔

پختہ کلامی اور احتیاط

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے خصائل حمیدہ اور فضائل مکارم اخلاق میں پختہ کلامی اور احتیاط بھی خاص وصف تھا، اور یہ وصف، عام مجالس اور گفتگو اور خاص افراد کی محفلوں، تقریروں اور تحریروں میں بھی نمایاں تھا آپ کی فکر مستقیم، آپ کی رائے صائب تھی، بمبئی کی سرزمین پر اہل سنت کی تنظیم کل ہند سنی جمعیۃ علماء کی تاسیس کے لیے مشاورت ہو رہی تھی، آپ بھی موجود تھے، اکابر اہل سنت میں حضرت

محدثِ اعظم قدس سرہ بھی تشریف فرما تھے اس وقت کے صفِ اول کے اکابر کرام اور متعدد ذی ہوش سوادِ اعظم اہلِ سنت کے اُبھرتے علماء سواد اعظم کے معاملات ومسائل پر اپنی اپنی رایوں کا اظہار کر رہے تھے لیکن حضور قبلہ گاہی خاموش تھے، حضور محدث اعظم قدس سرہ نے حضور قبلہ گاہی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا آپ خاموش ہیں، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا،

"ہم اپنی شرافت کی وجہ سے کچھ کہنے سے مجبور ہیں، اور اس سے بڑی مشکل یہ ہے کہ حکومتِ وقت شرافت کی باتیں سمجھنے اور قبول کرنے سے اس سے زیادہ مجبور ہے، شرافت کے دائرے میں ہی رہتے ہوئے جدو جہد جاری رکھی جائے"۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی زبان سے کبھی کوئی ایسی بات نہیں نکلتی جس سے بعد میں رجوع کرنا پڑا ہو، جو بات نکلی، نپی تلی نکلی، جو بھی کہتے کم سے کم الفاظ میں کہتے، اور جو تحریر کرتے وہ بھی مختصر سے مختصر ہوتا، آپ کے ایک مرید مسترشد لمبی تحریروں کے لکھنے کے عادی تھے ان کو ہدایت تحریر فرمائی کہ خط مختصر لکھا کرو اور صرف کام کی باتیں لکھا کرو، خط میں پانچ، سات، نو اور گیارہ سطروں سے زیادہ نہ لکھو، چنانچہ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے جتنے بھی خطوط راقم الحروف نے لوگوں سے حاصل کیے ان میں سے کسی میں بھی گیارہ سطروں سے زائد سطریں دیکھنے کو نہیں ملیں، آپ کی ایجازی اور مختصر تحریروں کو پڑھ کر ایک بار آپ کے صدیق حمیم رفیق قدیم مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ قدس سرہ نے آپ کو خط میں تحریر فرمایا تھا کہ

"میں ابن حاجب سا دماغ کہاں سے لاؤں جو آپ کی مختصر تحریر کو سمجھے، تھوڑی تفصیل کر دیا کریں"۔

حضور قبلہ گاہی کا اصول تھا کہ اگر کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا، اور طبیعت ومزاج حاضر نہیں تو فوراً فرما دیتے کہ اس وقت دماغ میں جواب حاضر نہیں ہے، اس وقت بھی اس سے بھی آگے بڑھ کر جواب دیتے جب کوئی مدعی اس ارادہ سے سوال کرتا کہ آیا اس دقیق مسئلہ کا آپ کو علم بھی ہے، یا نہیں ہے؟

Scanned with CamScanner

سوال سن کر فرماتے مجھے معلوم نہیں،اس کے بعد کبھی پھر خالی ذہن ہو کر سوال کرتا تو واضح جواب دیتے، ایسے کئی حضرات ہیں،جنہوں نے اپنی وارداتیں بیان کیں اور پوچھا ایسا کیوں فرماتے تھے،راقم الحروف نے اپنی نارسا فہم کے مطابق جواب عرض کیا کہ ایسا اس لیے کرتے تھے تا کہ لوگوں کی انا کو خوشی حاصل ہو اور حضور کے خیال میں جواب دینے میں دل کو ابتہاج ملنے کا موقع ملتا جواب نہ دے کر اس کی خوشی کو توڑ دی۔

مسلکِ اعتدال

حضور پرُنور قبلہ گاہی قدس سرہ کے خصائصِ کبریٰ میں ایک عظیم وجلیل خصوصیت اعتدال و توسط بھی تھا،ہر معاملہ میں اعتدال وتوسط،چاہے ان کا تعلق محاسن ومکارم کے اوصاف سے ہو،چاہے، معاشرت ومعاملات سے ہو،چاہے وہ عقیدت ومحبت الطاف وعنایات سے ہو،چاہے،غضب ورضا سے ہو،ہر جگہ اعتدال وتوسط پر عمل تھا،عزیزی مولانا مفتی محمد الیاس ولی بارہ بنکوی مقیم کانپور نے اپنے اُستاذ مشہور عالم مولانا بدرالدین احمد صاحب علیہ الرحمہ کی بات سنائی کہ انہوں نے فرمایا کہ

> ”میں نے علماء ومشائخ کے پورے طبقے اور حلقے میں اعتدال وتوسط حضرت مفتی اعظم،کانپور دامت برکاتہم کی ذات میں پایا“۔

یہ رائے اس مبصر عالم کی جن کی صلابت کی شہرت دور دور ہے۔

حضور پرُنور قبلہ گاہی قدس سرہ کے اعتدال کے سلسلہ کے کئی واقعات راقم الحروف کے علم میں ہیں،مثلاً وہ واقعہ گزرا،جب مدرسہ احسن المدارس کے صدر المدرسین مولانا سید احمد صاحب جائسی کا انتقال ہوا،اور اہل مدرسہ حضرت مولانا محمد محبوب علی خاں صاحب کو لانے کے لیے گئے تو انہوں نے مدرسہ کی مسجد شریف میں جمعہ کی اذانِ ثانی کی خارج از مسجد شریف ہونے کی شرط رکھ دی۔اہل مدرسہ کو یہ منظور نہ ہوا،وہ واپس لوٹے،لیکن یہ میری آنکھوں کا دیکھا ہوا ہے،کہ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے کانپور تشریف فرمائی کے برس ہی ایک جمعہ میں تقریر فرماتے ہوئے حاضر نمازیوں سے مخاطب ہوتے ہوئے

اذانِ خطبہ کاذکر کیا کہ اس کی اصل جگہ، خارج مسجد ہے اور فرمایا آپ سب کی رائے ہو تو آج ہی سے اذان ثانی خارج مسجد وہاں سے شروع کرادی جائے اور ہاتھ سے اس مقام کی طرف اشارہ فرمایا، سب کا جواب تھا ضرور شروع کرادیں، لہٰذا محراب امامت کی اتری دیوار میں جگہ بنوائی اور دو تختے اس میں ڈلوائے، جو آج بھی استعمال میں ہے، یہی حال دار العلوم حضرت شاہ عالم احمد آباد سے ملحق مسجد درگاہ حضرت سید علی گاندھی میں وقوع پذیر ہوا، اگر چہ حضور پُرنور قبلہ گاہی کی تشریف آوری سے قبل سلسلۂ رضویہ سے تعلق رکھنے والے علماء کرام اسی مسجد شریف میں نماز ادا کرتے تھے، وطن میں موجود ایک فاتر العقل ایک مسئلۂ شرعی کے بارے میں اڑ گیا میں نے بھی رد میں شدّت دکھائی، اس کا علم حضور قبلہ گاہی کو ہوا تو فرمایا، ایک بار بتادیا، ہو گیا، پیچھے پڑنے کا کیا فائدہ، تمہارا کام بتادینا ہے، نہ کہ عمل کرانا ہے۔

ریاست جونا گڑھ کا ایک علاقہ، ویراول بندر ہے، یہاں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہاں ایک بزرگ مولانا سید شاہ غلام حسین شاہ گزرے ہیں وہ حضرت سید عبد الرحمن بغدادی نقیب الاشراف دربار قادریہ بغداد شریف کے مرید خاص اور سیف المسلول امام شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ کے خلیفۂ مجاز تھے، بعد کے زمانے میں اُن کی اولادوں کی ایک شاخ بدایوں شریف سے وابستہ رہی، دوسری شاخ نے پیلی بھیت اور بریلی شریف میں پڑھا، مسئلہ اذان ثانی کے وقت سے ان دونوں حلقوں کے افراد میں جو بعد ہوا، اس کا سلسلہ اب بھی برقرار ہے، حضرت سید ممتاز حسین شاہ بدایونی طبقہ ہیں، اور مسئلہ اذان ثانی خارج از مسجد شریف کے شدّت سے مخالف شاہ سید ممتاز حسین صاحب کا راسخ تعلق سب کے پیش نظر تھا۔ عرب چوک جامع مسجد کے پیش امام، کچھ زیادہ ہی ہوشیار تھے، انہوں نے عرض کیا، حضور! سید ممتاز بابو کی مخالفت کی وجہ سے اذانِ خطبہ، خارج مسجد نہیں ہو پاتی، اگر حضور فرمائیں گے تو وہ تیار ہو جائیں گے، حضور قبلہ گاہی نے سن کر بہت اچھا فرمایا پوراواقعہ حضرت موصوف نے راقم الحروف سے فرمایا، کہ پیش امام نے قبلہ و کعبہ سے کہا، جمعہ کی نماز کے لیے تیاری فرماتے ہوئے قبلہ و کعبہ نے فرمایا ممتاز بابو اذان خطبہ باہر ہو کیا حرج ہے، میں نے عرض کیا جیسی حضور کی مرضی، میں نے تابعداری کی، ورنہ کس کی مجال تھی،

اُنہیں کے عزیز قریب سید جعفر علی شاہ پور بند شہر میں مقیم تھے، وہ بڑے راسخ الاعتقاد اہل سنت تھے، لیکن وہ کسی بھی رضوی امام کی اقتداء نہ کرتے تھے اور نہ ہی کسی رضوی سے تعلق رکھتے، جب حضور قبلہ گاہی کا انہوں نے دیدار کیا، تمام افرادِ خاندان کے ساتھ سلسلہ عالیہ میں داخل ہوگیے، ان کی وابستگی بڑھتی گئی۔

احتسابِ نفس، حسنِ ظن کا جذبہ، غیبت سے نفور

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے اوصاف اور مکارم اخلاق میں احتسابِ نفس، حسنِ ظن بھی بہت نمایاں اوصاف تھے، رب العزت جل جلالہ نے آپ کے ساحتِ سینہ کو صفائے باطن کی نعمتِ عظمیٰ سے بدرجۂ اتم منور بنایا تھا، اس لیے سوءِ ظن کا آپ کے یہاں دور دور تک پتا نشان نہ تھا خالق کائنات نے آپ کو مکارمِ اخلاق کا آفتاب بنایا تھا، حسنِ ظن کے وفور کو مسلسل دیکھتے رہنے کی وجہ سے ایک دن راقم الحروف نے عرض کیا، کہ کوئی کیسا ہی بداحوال اور ناپسندیدہ افعال کا مرتکب ہو آپ تو اس کو اچھا ہی سمجھتے ہیں، فرمایا،

> "جب تک کسی کی ذات میں کھلی ہوئی معصیت نہیں دیکھتا تب تک اس کو اچھا ہی سمجھتا ہوں تم لوگوں کی طرح نہیں کہ اول سے ہی بُرا جانوں، برا سمجھوں، ہماری نظر اپنے حال پر پہلے جاتی ہے، دوسروں کے معائب پر نظر رکھنے سے پہلے اپنے نفس کا احتساب ضروری ہے، دوسروں کی غلطیاں گنانے سے پہلے اپنی غلطیاں دیکھو"۔

علم وعقل، محبت ومعرفتِ حقیقی، اخلاص واخلاق کے رتبۂ علیا پر سرفرازی نے حضور قبلہ گاہی کو ذمائم اخلاق سے پاک طبیعت وطینت عطاء کی تھی، اسی کا لازمی نتیجہ تھا، کہ آپ کی نظر قلب پر رہتی تھی، جب کبھی قلب وقالب میں اختلاف کی صورت ملاحظہ فرماتے تو قلب کی درستگی پر نظر جاتی، فرماتے کہ جب قلب درست ہے تو قالب کی درستگی میں دیر نہیں لگے گی، یہی وجہ تھی کہ آپ کی نظر عیوب پر نہیں جاتی تھی، اگر کسی شخص نے کبھی کسی کے ذمائم اخلاق کا ذکر چھیڑ دیا فرماتے دل کا اچھا ہے، انشاءاللہ جلد ہی یہ بات جاتی رہے گی۔ جن کے بارے میں ایسا فرمایا اس کا ظہور بھی ہوا۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی مبارک محفل غیبت سے پاک تھی اس صفتِ حسنہ کے اتصاف واہتمام کا سبھی اہل اخلاص کو علم تھا اس لیے ان میں سے کسی کو کسی کی شکایت کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی اگر کسی ناواقفِ مزاج نے آکر شکوہ وشکایت کا دروازہ کھولا، کچھ دیر سننے کے بعد فرمادیتے۔بہت ہوگیا اب چپ رہو وہ بھی آپ کی طرح انسان ہیں آپ سے ان کو کچھ دکھ پہنچا ہوگا اس بھری دنیا میں آپ کے کچھ مخالف بھی تھے اور آپ کے خلاف بولا بھی کرتے تھے دوسروں کے حوالوں سے ذمائم وعیوب کی آپ کی طرف نسبت بھی کرتے تھے، چونکہ آپ کی ذات قدسی نہاد اس سے بَری تھی فرماتے،ان کو غلط فہمی ہوگئی ہے،ان صاحب کی بات درست نہیں۔

جیسا کہ سنتِ الٰہیہ ہے اچھوں کے درمیان ایک بُرا بھی پیدا فرمادیتا ہے آبائی گاؤں میں بھی ایک شخص ایسے بھی موجود تھے، جن کے جبر واستبداد سے اہل قریہ سراسیمہ اور خوف زدہ رہتے تھے، کچھ لوگ ان کے ساتھی بھی تھے،ان کا کام ہی یہ تھا،کہ خلاف بولا کریں،بدنظمی پھیلائیں،لیکن ان کا آپ کے یہاں کچھ اثر نہ تھا ایک بار فرمایا،اس کو حرام وحلال کا فرق نہیں،ورنہ آدمی باہوش ہے۔

اُنہیں صاحب نے ایک موقع پر سخت ظالمانہ سلوک کیا وہ برادرِ عزیز مسعود میاں کے قتل کے ارادہ سے حملہ آور ہوئے،ہفتوں بعد حضور قبلہ گاہی کو راقم الحروف نے اطلاع دی،وطن پہنچنا ضروری ہوا، مسعود سلمہ اور اماں جان نے بڑی دل گیری سے واقعات سنائے،میں نے مسعود میاں سلمہ سے کہا ہمارے ساتھ چلو اور واقعات بتاؤ چنانچہ خدمت میں حاضر ہوئے اور مسعود سلمہ سے کہا ہاں سناؤ،انہوں نے واقعات تفصیل سے سنائے دیر بعد خاموش ہوئے تو حضور قبلہ گاہی نے پوچھا سب سنادیا انہوں نے کہا جی ہاں!اس وقت فرمایا،یہ تو تم نے گاؤں والوں کی باتیں سنائیں،اپنی نہیں سنائی اپنی بھی سناؤ۔

غیرتُ وحمیّت

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی ذات گرامی میں گام گام پر اعتدال وتوازن کا مظاہرہ ہوتا،تو ساتھ ساتھ غیرت وحمیّت کی بھی جلوہ فرمائی تھی،لیکن اس میں بھی اعتدال کارفرما ہوتا،پہلے زمانے میں حج

کعبہ اور زیارت اقدس کے لیے اہل طاعت و ذوق سو دو سو روپیوں کو لے کر سفر کرتے، پانی والے جہاز کا کرایہ ادا کرتے، اپنے ہاتھ سے کوئی کوئی کھانا پکالیتا، کھانا کیا ہوتا، کھچڑی ہوتی تھی، ستّو ہوتا تھا، قناعت کے ساتھ، حج و زیارت اقدس سے ارجمندی و سرفرازی مل جاتی تھی، اس زمانے میں بھی حج کمیٹی تھی، حکومت کا کنٹرول ہوتا، اس کا ایک چیرمین بھی مقرر ہوتا، اس کے ایک چیرمین مظفر پور کے ایک مشہور وکیل لیڈر مولوی محمد شفیع داؤدی مقرر ہوئے انہوں نے جہاز پر کھانا پکانے پر پابندی لگا کر اس کی قیمت مقرر کردی، غریب مسلمان اس قیمت کے بقدر حج و زیارت اقدس کا شرف حاصل کر لیتا تھا، اسی زمانے میں پارلیمانی اور صوبائی الیکشن مقرر ہوگیا، مولوی محمد شفیع داؤدی وکیل نے اپنی صوبائی پارٹی بنائی وہ علاقہ ترہت کے مقبول سماجی لیڈر تھے، وہ خود بھی صوبائی اسمبلی کے امیدوار ہوئے اور انتخابی دوروں میں نکلے، حضور پرُنور قبلہ گاہی قدس سرہ کے حقیقی بڑے ماموں سے مولوی شفیع داؤدی کی قرابت تھی، چنانچہ وہ اُن کے پاس بھی تشریف لائے، اس وقت آپ کے بڑے ماموں نے آپ کو بلایا، آپ تشریف لے گئے، آپ کے ماموں نے متعارف کرایا، اور ان کی اعانت کے لیے زور دے کر کہا، حضور پرُنور قبلہ گاہی قدس سرہ نے حاجیوں کے کھانے کی قیمت مقرر کرنے کی زحمت و دقّت کی بات نکالی، اور مولوی شفیع داؤدی کی سخت گرفت کی اور روبرو فرمایا ان حالات کی موجودگی میں اعانت کی بات تو دور ہے، میں آپ کی قبیح حرکت سے مسلمانوں کو آگاہ کروں گا اور آپ کے حق میں ووٹ ڈالنے سے روکوں گا، چنانچہ ہر دل عزیز اور مسلم عوامی مقبولیت کے باوجود مولوی شفیع داؤدی انتخاب جیتنے میں ناکام رہے، غیرت و حمیّت ہی تھی، کہ آپ کانگریس پارٹی سے کنارہ رہے، کانپور اور اس کے علاوہ مقامات پر کانگریسی آتے، دعاء اور اعانت کے طالب ہوتے اس وقت اُن سے فرماتے، یہ کام ہمارا نہیں ہے، آپ نے تقسیم ہند کے بعد کبھی بھی ووٹ نہیں ڈالا، ایک بار اسی موقع پر فرمایا، بریلی کا تو مسلک ہی کانگریس مخالف ہے۔

سلیم اللہ بنارسی اور ظفرادیبی کا معاملہ

دینی غیرت وحمیّت کا مظاہر ہوتا رہتا تھا، مولوی ظفرادیبی دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں مدرس تھے، وہ آضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ کے مصداق تھے، اُن کے افعال واقوال مذہبِ اہلِ سنت کے خلاف ہوا کرتے تھے، وہ سُنّی درسگاہ میں طلبہ کے ذہن میں اعتزال کی بدبو بھرا کرتے تھے اور یہ ہر کسی پر ظاہر تھا،ظفرادیبی مقرر بھی تھے، وہ کمیونزم کے خلاف تقریریں کرتے تھے، اسکول وکالج والوں کے طبقے میں ان کی تقریر مقبول تھی، وہ جلسوں میں بلائے جاتے، چنانچہ ڈاکٹر پروفیسر فاروق احمد صدیقی نے بتیا چمپارن میں ایک جلسہ منعقد کیا اور اس جلسہ میں شرکت کے لیے حضرت مولانا سید الزماں حمدوی علیہ الرحمہ کے توسط سے مدعو کیا، حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ نے دعوت قبول فرمالی، فقیر راقم الحروم جو گھر آیا ہوا تھا، خط لکھ کر آگاہ فرمایا، کہ میں برونی اکسپریس سے فلاں تاریخ کو بتیا چمپارن کے جلسہ میں شرکت کے لیے آرہا ہوں، تم ساتھ چلنے کے لیے مظفر پور آجاؤ، میں حسبِ حکم مظفر پور پہنچا اور اسٹیشن سے بس اڈہ ساتھ میں آیا، مختصر سامان بس میں رکھ دیا، اتنے میں مولانا مفتی انیس عالم قادری مفتی نیپال اس طرف سے گزرے دیکھا تو ملاقات کی اور دریافت کیا، کہاں تشریف لے جارہے ہیں، آپ نے بتادیا، مفتی صاحب نے کہا جلسہ کے اشتہار میں ظفرادیبی کا بھی نام ہے، فرمایا، سامان اتارلو، گھر چلو، چنانچہ دولت کدہ تشریف لائے، اس کے بعد کانپور واپس تشریف لے گئے، وعدہ کر کے عدم شرکت کی وجہ مولانا سید الزماں صاحب کو تحریر فرمادی، اور زادِ راہ کی پوری رقم واپس لوٹادی، اس مرحلہ کے بعد مولانا سید الزماں صاحب کا خط پہنچا مولانا نے لکھا تھا، حضرت تشریف لاتے، ظفرادیبی کو واپس کردیا جاتا، میں مطیع ومنقاد ہوں مولانا کے الفاظ مکمل یہی تھے،ظفرادیبی کے مداحوں کی بھی کمی نہیں۔

مولوی سلیم اللہ بنارسی جو صوفی سلیم اللہ بنارسی سے مشہور تھے نئے انداز کی تقریر خوب کرتے تھے، وہ آل انڈیا تبلیغ سیرت میں شریک ہوئے، اس کے رکن بنے، اجلاسوں میں شریک ہوتے، تقریریں

بھی کرتے لیکن مشیّت الٰہی کہ اُن کے اندر مذہبی تذبذب پیدا ہوا، ان کو سمجھایا گیا لیکن وہ اصلاح پذیر نہ ہوئے، اس کے بعد اگر کسی جلسہ میں شرکت کے لیے مدعو ہوئے اور صوفی سلیم اللہ کی بھی شرکت معلوم ہوئی تو شریک نہیں ہوئے، ان احوال کو اہل سنت نے بار بار دیکھا تو ان پر ظاہر ہوگیا کہ صوفی سلیم اللہ بنارسی کا عقیدہ اب صحیح نہیں رہا وہ صلح کلی ہوگیے ہیں اس وقت سے اہل سنت نے ان کو مدعو کرنا چھوڑ دیا، بعد کے دور میں صوفی سلیم اللہ کی طرف سے ایک کتاب "مفتی اعظم کی نمازِ جنازہ" نام کی شائع کرائی گئی، اس میں حضرت سیدی ابوالبرکات مولانا مصطفیٰ رضا مفتی اعظم قدس سرہ اور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ کی اعلیٰ و بالاشان میں مکروہ جملے لکھے گیے، حضور پرُنور قبلہ گاہی قدس سرہ کا نام نامی بھی آیا لیکن آپ پر کوئی حملہ نہ تھا، لیکن جب وہ کتاب آپ کو بھیجی گئی، اور آپ کو ملی، جگہ جگہ سے پڑھ کر رکھ دی اور صرف اس قدر فرمایا مولوی سلیم اللہ نے اپنی عاقبت خراب کرلی، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، اس کے چند عرصہ بعد ہی مولوی سلیم اللہ بیمار ہوئے، بستر سے لگ گیے اور پورا بدن سکڑ کر کھڑی بن گیا، اسی حال میں انتقال کر گیے۔ معاذ اللہ رب العٰلمین۔

شجاعت وتہوّر

حضور پرُنور قبلہ گاہی قدر شجیع و متہوّر تھے، گھوڑے کی سواری میں بھی مہارت حاصل تھی، آپ کا نشانہ بھی بہت درست تھا، اڑتی ہوئی چڑیا کو مار گراتے، گھڑے پر رکھی ہوئی چیز پر اس طرح نشانہ لگاتے کہ رکھی ہوئی چیز کے پڑا نچے اڑ جاتے، اور گھڑا سلامت رہتا، کمان میں مٹی کا خاص انداز کا گولا کا ابنار مسجد شریف کے ایک گوشے میں بھرا رکھا رہا کرتا تھا مٹی میں روئی کی آمیزش سے گولا تیار کرایا گیا تھا، ایک دن کھیت کے میدان میں نیل گایوں کا ریوڑ دکھائی پڑا، آپ نے بھاگتے ہوئے، نیل گائے پر نشانہ سادھا، اور دوڑتے ہوئے نیل گائے کو مار گرایا، لوگ دوڑے، ذبح کرکے آپس میں گوشت تقسیم کیا۔

بنوٹ میں بھی حضور پرُنور قبلہ گاہی کو کمال حاصل تھا، یہ فن آپ نے جائس شریف ضلع راے بریلی کے دورانِ قیام جناب محمد فاروق صاحب محلہ قضیانہ کلاں سے سیکھا تھا، ایک بار دیر رات گیے، یکہ

پرکسی مقام کاسفر کیا آبادی سے باہر لٹیروں نے للکا کر روکنا چاہا گھوڑا ایکہ تیز گام تھا، سائیس نے سرپٹ دوڑا دیا، جائس آئے تو حاضر باش جناب محمد فاروق صاحب ساکن قضیانہ کلاں کو واقعہ سنایا وہ لکڑی یعنی بنوٹ کے ماہر اُستاد تھے، اُنہوں نے چند خاص گُر بتائے جو اس فن کے راز تھے اور ساتھ میں یہ بھی کہا آزمائش کے لیے چند دنوں اس کی عملی مشق کی ضرورت بھی پڑے گی، چنانچہ مدرسہ تاج المدارس کے میدان میں چند دنوں مشق کی۔

بنوٹ کے فن میں مہارت حاصل ہوئی، فاروق صاحب کہتے کہ مولانا صاحب یہ گُر تو برسوں کی مشق کے بعد بھی حاصل نہیں ہوتے، آزادیِ ہند کے چند برسوں بعد کی بات ہے، میں بہت ہی چھوٹا تھا دیکھتا تھا، کہ عشاء کی نماز کے بعد چند نوجوان جو بوڑھے ہو کر انتقال کر چکے ہیں، اُن کے ہاتھوں میں مضبوط لاٹھیاں ہوتیں، تاڑ کے درخت پر دونوں ہاتھوں سے پوری قوت سے لاٹھیاں چلاتے، وجہ یہ تھی کہ اس طرح ہاتھوں کی جھنجھنی نکل جائے گی اور ہاتھ مضبوط ہو جائے گا۔ حضور قبلہ کو دیکھتا تھا، کہ دو ہاتھ کا ڈنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور سیکھنے والے، تابڑ توڑ لاٹھیاں ایک ساتھ چلاتے اور آپ صحیح سالم اُن کے درمیان سے نکل جاتے، کبھی ان میں سے کسی کی لاٹھی اسی مرحلہ میں چھین لیتے اور اُسی پر وار کرتے دیتے، فرماتے اگر کوئی حملہ آور ہو ایک پیسہ رومال کے گوشے میں باندھ کر اس کی ہتھیلی کی رگ پر مار دوں تو وہ بے تاب ہو کر گر پڑے گا اور اگر اس کا پنجہ ہاتھ میں آجائے تو ساری انگلیاں بے کار ہو جائیں گی، ان فنون کو مردانہ مجاہدانہ فن فرماتے، سن سینتالیس کے قبل کے حالات میں آپ نے گاؤں کے نوجوانوں کو اس طرح تیار کر دیا تھا کہ وہ ہزاروں کو بھگا دیں، اس زمانے میں گاؤں کے باہر باغ میں اکھاڑا بنوایا، نوجوان اس میں کشتی لڑتے اور ورزش کرتے ظہور الحسن پہلوان ان کو لڑاتے، آپ بھی تشریف فرما رہتے، اور دیکھا کرتے، کشتی کے فن کے رموز بھی جانتے تھے، بیوان کے حاجی عدالت نٹ، کی کرتبوں کی تعریف فرماتے، ایک لفظ یاد رہ گیا کہ ہے کہ حاجی عدالت اَنتی خوب مارتے تھے۔

باطنی کیفیات و مقامات

حضرت سلطان الاولیاء خواجہ سید نظام الدین محمد اولیاء محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے دربار کے اعلیٰ و بالا خادم اور مقرب و محبوب خلیفۂ مجاز حضرت خواجہ برہان الدین غریب ہانسوی خلد آبادی مولود ۶۵۴ھ؍ وصال ۷۳۸ھ نے اپنے مخصوصین کی مجلس میں ارشاد فرمایا کہ:

"بعض آدمی کہتے ہیں، کہ ہم تیس برس سے شیخ الاسلام نظام الدین قدس سرہ کے مرید ہیں، دعاء گو کہتا ہے، کہ اگر تم مرید ہو تو گواہ لاؤ یعنی شیخ کے اخلاق سے تم نے کیا سیکھا ہے، اگر ان کو خلال دیں تو خلال کرنا نہیں جانتے"۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے پیر بھائی، اور مشہور مبلّغ اسلام حضرت سید غلام بھیک نیرنگ فقیر اللہ شاہ علیہ الرحمہ نے حضرت مرشدُ العالم مخدوم الاولیاء شاہ علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی رضی اللہ عنہ کے خصائص کبریٰ اور فضائل اسنیٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"آپ سے کبھی کوئی شرعی لغزش نہیں ہوئی، آپ نے کسی کے دل کو آزار نہیں پہنچایا، آپ نے کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہیں فرمایا، آپ نے کبھی کوئی ایسا لفظ نہیں فرمایا، جو کانوں کو مکروہ معلوم ہو۔- آپ نے مذہب و مشرب میں تقلیدی حیثیت کو محبوب رکھا، اربابِ حاجت کی حاجات کو رفع کرنا آپ کا جبلّی شِعار ہے بھائی بندوں کی محبت، مہمانوں کی عزت آپ کے خصائص سے ہے"

باطنی کیفیات اور معمولات

حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کا شرعی احتیاط و تقویٰ اکابر اولیاء و علماء کے مابین مسلم تھا اسی طرح ترکِ منکرات اور منتھیات شرعیہ سے اجتناب کی خصوصیت بھی معروف رہی، فضل رب تبارک و تعالیٰ

سے آپ اہل اللہ علماء میں ممتاز تھے، احقر راقم الحروف نے اپنی ۳۵ سالہ باخبری اور معیت کے دوران آپ کی زبان مبارک سے کبھی بھی اور کسی وقت بھی جلوت وخلوت میں کوئی ایسا لفظ نہیں سنا، جو کانوں کو مکروہ معلوم ہو، آپ کے دل میں کبھی بھی کسی وقت بھی کسی کے بارے میں آزار رسانی کا خیال نہیں آیا، آزار پہنچانا تو دور کی بات ہے۔

حاجت روائی اور مہمانوں کی تکریم

سائلوں کی حاجت روائی آپ کے معمول میں شامل تھی، مگر حاجت روائی مخفی فرمائی جاتی تھی، سفر میں ہوں یا جائے اقامت کانپور میں ہوں، یا وطن میں تشریف فرما ہوں اگر کوئی حاجت مند دیر تک بیٹھا رہا اور کسی حجاب سے اپنی حاجت نہیں کہہ سکا، تو پوچھتے کچھ کہنا ہے؟ پھر وہ اپنی عرض کرتا، صدری میں ہاتھ ڈالتے، اگر روپے مل گئے تو دیدیے، ورنہ وقت بتادیتے اس وقت اس کی حاجت پوری فرمادیتے، ایک بار راقم الحروف اندرون حویلی جارہا تھا اور حضور پرنور قبلہ گاہی اندر سے باہر جارہے تھے ایک معمر حاجت مند دروازہ پر کھڑتے تھے، ان کے پاس سے گزرتے ہوئے بند مٹی بڑھا کر کچھ دیا اور خاموشی سے خانقاہ شریف کی طرف چلے، اہل قرابت کی دستگیری اور چارہ گری معمول میں شامل تھی، جب آپ وطن تشریف لاتے، ایسے مرد وعورت آپ کے گرد موجود رہتے۔

مہمانوں کی تکریم کوئی آپ سے سیکھے، وطن میں مہمانوں کی آمد پر بے حد خوش ہوتے، خلاف معمول اُن سے باتوں میں مشغول رہتے، اچھا اور خوش ذائقہ کھانا کھلاتے، اگر کوئی مہمان عزیز ایسے وقت آجاتا، جب کوئی نہوتا خود اندرون حویلی تشریف لے جاتے لوٹے میں پانی لاتے، کھانا کھلانے کے وقت موجود رہتے، کبھی پوچھتے کہ کھانا کیسا لگا، ایک بار بازار کا دن تھا، سب بازار سامان خودنی لانے گیے تھے، گھر کا کوئی فرد بھی حاضر نہ تھا راقم الحروف گھر کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ مہمان عزیز کے لیے گھر کے اندر سے چار پائی لے کر خانقاہ کی طرف جارہے ہیں اس وقت تیز قدم آگے کی طرف بڑھایا، وہ مہمانِ عزیز

بھی سامنے سے دوڑ کر آگے بڑھے اور چار پائی لے لی، وہ مہمان عزیز ڈیٹھی اسلام پور ضلع دیناج پور بنگال کے مولانا علاء الدین صاحب تھے اس وقت مدرسہ علیمیہ دامور پور مظفر پور میں مدرس تھے، زمانہ قیام میں جمعرات کو آتے اور جمعہ پڑھ کر واپس ہوتے، اُن کے ساتھ درس کی کوئی کتاب بھی ہوتی، جسے وہ حضور قبلہ گاہی سے پڑھا کرتے تھے، اسی موقع پر احقر نے آپ سے عرض کیا کہ یہ تو آپ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، ان کی تکریم کے لیے ایسی زحمت فرمائی، فرمایا، علماء کی اگر ہم عزت وتکریم نہ کریں گے تو اور کون کرے گا؟

ایک بار وطن تشریف لائے تو کاٹھیاواڑ گجرات کے محترم مقام، کبیر پور کوڈی نال شریف کے مخلص مرید صادق قائم اللیل اور صائم النہار حضرت محمد صدیق باپو بھی ہمراہ تھے، یہ تارک الدنیا اور مستجاب الدعوات بزرگ ہیں۔ ان کے افطار اور سحری کا سامان خود لے جاتے، جناب صوفی محمد صدیق باپو کاٹھیاواڑ کے دورے میں بھی ساتھ ساتھ رہتے تھے، ایک بار کاٹھیاواڑ کے مشہور شہر دھواجی تشریف لے جانا ہوا، وہاں کے مشہور دار العلوم مسکینیہ کے مدرسین علماء زیارت وملاقات کے لیے پہنچے صوفی محمد صدیق باپو بھی پاس میں موجود تھے، دوران گفتگو ایک بڑے عالم نے کہا حضور، صوفی صدیق باپوا گرچہ قائم اللیل اور صائم النہار عبادت گزار اور نیک بزرگ ہیں لیکن حضور یہ جاہل ہیں، حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا، ہاں! لیکن دل کے سچے ہیں، حضرت شاہ عبدالوہاب عرف دادا باپو قادری جیلانی حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کے محبوب ومقرب مرید وخلیفۂ مجاز مجلس میں حاضر تھے، ان کا بیان تھا، کہ حضور پیر ومرشد کے جواب سے سب علماء اور خصوصاً گفتگو کرنے والے عالم صاحب شرمندہ ہو کر سرنگوں ہو گیے، انہیں صوفی محمد صدیق شاہ باپو کو ایک جمعہ سے پہلے کرتا پاجامہ، شیروانی پہنے ہوئے اور خاص طرز کا عمامہ باندھے ہوئے خانقاہ شریف میں تخت پر بہت خوش دیکھا، قریب جا کر کہا یہ سب تو آپ کو بہت اچھا لگ رہا ہے کہاں سے یہ نعمتیں ہاتھ آئیں، اس وارفتۂ راہ خدا تارک الدنیا نے کہا یہ سب پیر مرشد پاک نے کرم کیا ہے گھر سے لا کر سب پہنایا اور عمامہ بھی اپنے ہاتھوں سے باندھا، اسی اثنا میں

حضور پرنور قبلہ گاہی تشریف لے آئے اور راقم الحروف سے پوچھا صدیق باپو کیسے لگ رہے ہیں، میں نے عرض کیا آپ نے ان کو بہشتی لباس پہنایا ہے اور عمامہ باندھا ہے تو ضرور یہ اچھے اور بلند دکھائی دے رہے ہیں، اسی لباس سے صوفی صدیق باپو نے جمعہ کی نماز پڑھی، اور اسی طرح روزانہ حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ اپنے پُرمحبت ہاتھوں سے اُن کے سر پر عمامہ باندھتے رہے۔

جب کبھی سفروں اور کانپور سے گھر تشریف لاتے، حاجت مندوں کو خبر ہو جاتی، لوگ دور دور سے اپنی عرض لے کر آتے کوئی تعویذ کا طلب گار ہوتا، کوئی اپنی حاجت پیش کرتا، کھانے کا وقت ہوتا تو کھانا ضرور کھلاتے، نزدیک سے آنے والوں کو بھی شریک طعام کراتے، دینی افراد، اور علماء کی تکریم زیادہ کرتے، دور سے آئے ہوئے مہمان چند دن کے لیے آتے، جب رخصت ہوتے، تو فرماتے، ایک دو دن اور رہو وہ اصرار کرتے فرماتے اچھا بہتر ہے جاؤ حسبنا اللہ و نعم الوکیل یہ تجربہ کی بات ہے کہ جس کو رخصت طلب کرتے وقت روکا، اور حسبنا اللہ و نعم الوکیل کہا وہ جاتا انتظار کرتا بس نہ ملتی تو بازار سے عشاء کے وقت واپس ہوتا، دیکھتے تو فرماتے، کہا تھا، رُکے نہیں، اچھا ہوا آگیے۔

مولانا ڈاکٹر مشتاق احمد صاحب مدھوپوری ایک بار حاضر ہوئے، وہ دور جا کر بیٹھے ہوئے تھے، اُن کو بلوایا اور فرمایا کہ اتنی دور سے چل کر آئے اور دور بیٹھے ہو، پاس میں بیٹھو اور کچھ پوچھو اور کچھ سنو، صحبت سے کچھ حاصل کرو، ورنہ آنے کا فائدہ کیا؟ صوفی عبد الغنی فتوح آباد مدھوپور بھی آتے، ان سے حضور قبلہ گاہی محبت سے ملتے، اور باتیں کرتے، ان کی سنتے اور ان کو سناتے، ایک بار حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کا مدھوپور جانا ہوا، قیام حسبِ معمول مولانا مشتاق احمد صاحب کے یہاں ہوا، صوفی عبد الغنی صاحب حاضر خدمت ہوئے، اس وقت اور دوسرے حضرات بھی پہنچے اور سلام کے بعد دست بوس ہوئے، صوفی صاحب نے بھی سلام کیا اور دست بوس ہوئے، کچھ دیر حاضر رہ کر گھر واپس گیے، وہاں انہوں نے احباب سے کہا ہمارے پیر صاحب بڑے بزرگ اور مفتی اعظم ہیں مگر لوگوں سے ہاتھ چومواتے ہیں، یہ اچھا نہیں لگتا، اس کے بعد وہ جب بار حاضر ہوئے اور جو واقعہ گزرا اس سے متعلق عرصہ کے بعد ڈاکٹر صاحب

نے مجھ سے فرمایا عبدالغنی بھائی جب آئیں، پوچھیں کہ کیا معاملہ ہوا تھا، پہلے تو صوفی عبدالغنی صاحب خاموش رہے میرا اصرار بڑھا تو کہا، کہ کیا کہوں نالائقی ہوئی، ہم حضور سے مل کر گھر گیے، ہمارا گاؤں تین میل کی دوری پر ہے، وہاں ہم نے اپنے ملنے والوں سے کہا، ہمارے پیر صاحب تو بڑے بزرگ ہیں، مفتی اعظم ہیں، مگر لوگوں سے ہاتھ چومواتے ہیں، یہ اچھا نہیں لگتا، پھر اسی دن شام کو ملنے آیا اور دست بوسی کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حضور صاحب نے اپنا سیدھا پاؤں بڑھادیا اور کہا قدم چومو، پھر الٹا پاؤں بڑھایا اور فرمایا اس کو بھی چومو، میں حکم کی تعمیل کرتا رہا، اور دل میں خوف زدہ بھی تھا کہ ہمارے پیر کتنے بڑے روشن ضمیر اور روشن دل ہیں اور ان کا کان کتنی دور کی باتیں سن لیتا ہے، اس وقت سے ہم اپنے حضور کے پاؤں چومتے ہیں۔ الغرض یہ کہ بھائی بندوں کی محبت علماء کی عزت، طلبہ پر شفقت اہل حاجت کی حاجت روائی بھی حضور قبلہ گاہی کے خصوصی خصائص میں سے ہے، آنے والے مہمانوں کو مخفی طور پر ہدیہ وتبرک کہ کر کچھ مرحمت بھی فرماتے، اس خواہش کا بھی اظہار فرماتے کہ ہمارے دسترخوان پر چالیس پچاس مہمان ہوا کریں تو ہم کو خوشی ہو۔

سیدی ومولائی غوث زماں حضرت شاہ محمد مختار اشرف سجادہ نشین قدس سرہ (حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کے پیر ومرشد کے پوتے اور جانشین وظائف اشرفی کے دیباچہ میں حضور مخدوم الاولیا مرشد الانام محبوب رضی اللہ عنہ کے مزید خصائص تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اعلیحضرت کے مزاجِ مبارک میں نہایت استغنا اور کمالِ بے نیازی تھی، نہ کبھی امراء ووالیانِ ملک سے ملنے کا خیال خاطر مبارک میں آیا، نہ کسی کے سامنے کوئی استدعاء پیش کی کلمۂ شکایت سے زبان آشنا نہ ہوئی حتی کہ گرماو سرما کی شدت و برودت یا سفر میں راستوں کی ناہمواری، اس کی بھی تو کبھی شکایت نہ فرمائی۔

راضی برضاء الٰہی ہونے کی صفت جیسی اعلیٰ حضرت کے احوال میں مشاہدہ کی جاتی تھی، شاید کسی دوسری جگہ دیکھنے کو مل سکے، تمام اوقات مشغولِ عبادت رہتے تھے،

سفر،حضر،تندرستی و بیماری کسی حال میں حضرت کا کوئی ورد قضا نہ ہوسکا"۔

وظائف اشرفی شریف کے دیباچہ شریف کی مذکورہ بالا آخریں سطریں جب راقم الحروف نے پڑھیں تو صاف معلوم ہوا کہ اپنے ہی ابی وشیخی مولائی قدس سرہ کے خصائص پڑھ رہا ہے، سرمو کوئی کمی و بیشی نہیں ہے، صفاتِ مرشد میں ایسا غرق ہوجانا، منازلِ قرب ووصول کا پتاونشان بتاتا ہے، مسندِ اشرفیہ کی زیب وزینت، اظہاراشرفیت مولانا سید شاہ محمد اظہارِ اشرف دامت برکاتہم سجادہ نشین نے بھی ان صفات کی طرف رہنمائی کی چنانچہ تحائفِ اشرفی شریف کے مقدمہ میں آپ کے ذکر میں لکھا:

"مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ کی ذات بھی نمایاں خصوصیات کی حامل تھی، آپ کی زندگی پر آپ کے پیر ومرشد کا گہرا نقش تھا، آپ بحرِ معرفت کے درِ نایاب ہوگئے تھے، اور آپ نے سلسلۂ اشرفیہ کے فیضان سے ایک عالم کو سیراب کردیا اور اس وقت آپ کے صاحبزادے مولانا مفتی محمود احمد اشرفی اپنے والد ماجد کی خوبیوں کے مظہر ہیں۔ آپ کا فیضان معرفت عام تھا، جس پر بھی نظر عنایت ہوگئی اس کو سنوار دیا"۔

امین شریعت وقار طریقت بفیض کرم اشرفی اعلیٰ حضرت

اداشانِ محبوبیت کہہ رہی ہے یہی تو ہے مرشد کی کامل عنایت

خطیب الامّت حضرت مولانا سید شاہ محمد مدنی الاشرفی الجیلانی دامت برکاتہم نے تحریر فرمایا۔

"ایک قدرآور عظیم المرتبت بے شمار گمراہیوں کو راہ راست پر لانے والی، بے شمار جاہلوں کو علم وآ گہی کی مسند پر بٹھانے والی، خدمتِ دین وسُنّت کے وسیع میدان میں تجدیدی کارنامہ انجام دینے والی ذات ستودہ صفات کی کماحقہ تعریف میرے بس کی بات نہیں۔

صاحبِ فضل لاجواب تھا وہ   اشرفی باغ کا گلاب تھا وہ

شاہ سمنان کی آنکھ کا تارا   غوث وخواجہ کا افتخار تھا وہ

اور جب یہ آفتاب فضل وکمال غروب ہوتھااس وقت دل سے یہی آواز نکلی تھی

ہر طرف تیرگی کا ڈیرہ ہے　　　ہاں نکل آیا بھی سویرا ہے

ورنہ پھر شب کا حال کیا ہوگا　　　سر پر سورج ہے اور اندھیرا ہے"

استغنااور بے نیازی

خانوادہ اشرفی احمدی کے رکن رکین، اور حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کے تلمیذ مولانا سید شاہ نعیم اشرف جائسی سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ احمدیہ جائس نے حضور قبلہ گاہی کے خصائص وخصائل بیان کرتے ہوئے فرمایا، حضرت الاستاذ کے یہاں طلب وسوال کا کوئی پتا نہ تھا دنیا کی طرف کوئی توجہ وطمع نہ تھی، اگر ہوتی، تو دولت دنیا کی کمی نہ ہوتی" راقم الحروف نے ایک باز بمبئی میں ملاقات کے دوران میں حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کے پیرومرشد کے پوتے، اشرف العلماء مولانا الحاج سید شاہ محمد حامد اشرف اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ سے پوچھا، آپ نے ابا جان کو کیسا پایا، اشرف العلماء عرصہ سے علیل و بیمار تھے، لیٹے ہوئے تھے میرے سوال پر ان پر خاص کیفیت طاری ہوئی۔ سوئے آسمان نظر کرتے ہوئے فرمایا دنیا سے کوئی شغف نہ تھا۔

صدر المشائخ زینتِ مسندِ اشرفیہ حضرت سیدی شاہ اظہار اشرف دامت برکاتہم نے ایک بار بڑے جذبہ میں فرمایا، کہ اعلیحضرت اشرفی میاں کے خلفاء میں ایسے رتبہ اور پایہ بزرگ ہوئے ہیں، جو یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ اس قبر میں مردہ ومیت نہیں ہے بلکہ پتھر رکھ دیا گیا ہے" یہ واقعہ و یجاپور قصبہ، ضلع مہسانہ گجرات کا ہے، اسکا بیان آگے آرہا ہے۔

حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کو اللہ رب العزت جل شانہ نے اپنے فضل عمیم سے شانِ محبوبیت و مقبولیت بخشی تھی آپ کے حلقہ میں بڑے بڑے صاحبانِ دولت وثروت تھے، مگر ان کی دولت وثروت کی طرف آپ کی کوئی توجہ ہی نہیں تھی، کبھی بھی اور کسی حال میں بھی ان سے نہ اشارۃً اور نہ کنایۃً کسی چیز کے

طالب ہوئے، یہ تو بارہا کا دیکھا ہوا ہے کہ اگر کسی سے پان بھی بازار سے منگوایا اور پیسہ دینا، خیال میں نہ آیا، وہ پان لے کر آیا، فوراً فرمایا پیسہ دینے کا خیال نہ رہا، کتنے کا ہے، اگر نہیں بتایا، واپس کرایا، بتادیا تو پیسہ لینا ضرور ہوا اور نہ واپس، خاص خاص خادموں اور مریدوں کو تمنا رہ گئی کہ حضور کچھ کام مجھ سے فرماتے اور میں وہ خدمت بجالاتا۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے پرانے مرید و شاگرد مولانا قاری محمد عثمان عبدالرحمن، ہمت نگری تھے، حضور کا ان کے یہاں قیام تھا مکان بوسیدہ اور خام تھا، انہوں نے دل گیر ہو کر عرض کیا کہ حضور دعا کر دیں مکان بن جائے اس کی وجہ سے بڑی سبکی ہوتی ہے لوگ حقیر نظروں سے دیکھتے ہیں، حضور نے پہلے تو دعا فرمائی پھر فرمایا مکان کی بوسیدگی و درد یگی سے کیا ہوتا ہے۔ اپنے اندر وہ بات اور وہ خوبی پیدا کرو کہ جنگل میں بھی رہو، تو خلائق ٹوٹ پڑے، اس کے بعد ہی مکان قاری صاحب کا بن گیا۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے اپنے مکان کا یہ حال تھا کہ وہ مٹی کی دیواروں پر سفال پوش تھا، بڑے ابا کی توجہ سے بنا تھا جب ہم سب چچازاد بھائی بڑے ہوئے تو والدہ ماجدہ نے توجہ دلائی کہ بچے بڑے ہوئے ان کے لیے گھر کی ضرورت ہوگی، جواب میں فرمایا، چند روزہ چار دن کی زندگی کے لیے کیا یہ گھر کافی نہیں ہے، والدہ ماجدہ کی تجویز سے اور ان کی اپنی جائداد کی پس ماندہ رقم سے گھر بنانے کے لیے اینٹیں بنوا کر پکوائی گئیں، نئے مکان کی تعمیر شروع ہوئی، جس میں والدہ ماجدہ کی رقم زیادہ لگی اور حضور قبلہ گاہ کی کم، پچاس برس ہونے کو آئے مکان ناتمام کا ناتمام ہے، دار بقاء کے سر و سامان کی فراہمی اور اس میں توجہ مدام تھی اس دارِ دنیا میں مسافرانہ زندگانی برتی، کفن کا کپڑا بھی ہمیشہ ہمیشہ ساتھ رکھتے۔

ولائے نبوی اور تشرّع و تسنن

حضور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ اپنے وقت میں اسلامی اقدار کے چراغ تھے، تو اس کی وجہ صاف ظاہر و عیاں تھی کہ آپ کی زندگانی اور اس کے لمحات انوارِ مصطفائی سے منور و تاباں تھے،

شریعت مطہرہ کے احکام کی ظاہری و باطنی اتباع میں انوارِ شریعت نمایاں تھے اور ان کی اتباع آپ کی طینت اور طبیعت بن گئی اور اس کا ایک نمایاں خاصہ ترکِ منکرات واحتیاط تھا آپ کی زندگانی اپنے آقاء ومولیٰ ﷺ کی یادوں کی جلوہ گاہ تھی ،نام پاک لیتے وقت اور سننے کے وقت ایک خاص کیفیت ہوتی ،فرماتے ہم نے اُن کو مانا اور ان کے ماننے والوں کو مانا، یہی ہمارا دین ہے، ہمارا ایمان ہے، اسی طرز زندگانی کا نمایاں اظہار تھا، کہ آپ تعصب وتحزّب سے دور و نفور تھے اور اہل ایمان اہل سنت کے قدر داں تھے اور ان کو محبت واحترام سے دیکھتے اور ان میں جو جس قدر پابند شرع ہوتا اسی قدر اس کا اکرام زیادہ کرتے ۔حضور قبلہ گاہی شرفِ حضوری سے سرفراز ہوئے۔

حبشی کی دید سے بے پایاں مسرت

ولائے پاک حضرت حبیب پاک ﷺ میں غرق زندگی کے واقعات میں حبشیوں کی دید کا منظر بھی تھا، چونکہ آپ از اصحابِ تمکین تھے، اس لیے آپ کے یہاں سُکر کا گزر نہ تھا لیکن پھر بھی اس کا اظہار ہو ہی جاتا تھا، راقم الحروف ایک تقریب کے سلسلے میں آپ کی معیت وہمرکابی میں اتر گجرات کے شہر وی جاپور گیا، مولوی شہاب الدین، صاحب کے یہاں قیام تھا، ایک لڑکا اُن کے یہاں ملازم تھا، جب وہ آیا تو آپ نے راقم الحروف کو اس کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا، یہ حبشی قبیلہ کا ہے، اس سے قبل میں نے کسی حبشی کو دیکھا نہیں تھا متوجہ کرتے وقت ایک بشاشت وابتہاج آپ کے چہرہ سے نمایاں تھی، اسی دورہ میں کاٹھیاواڑ بھی جانا ہوا، دھوراجی شہر سے جونا گڑھ کے درمیان کار سے گزر ہو رہا تھا آپ نے حضرت حاجی سید بلال شاہ علیہ الرحمہ سے فرمایا، ابھی تک کسی حبشی کو نہیں دیکھا، اسی لمحہ سامنے ایک حبشی کو کھڑا پایا بے حد خوش ہوئے، ایک بار دھوراجی سے جونا گڑھ کا سفر ہو رہا تھا، حضرت شاہ سید بلال قادری سے یک بیک مخاطب ہوئے، ابھی تک کوئی حبشی نہیں دکھائی پڑا، اس کلام کے دوران میں سامنے ایک حبشی لڑکا دکھائی پڑا، خوش ہوگیے، فرمایا وہ سامنے حبشی لڑکا کھڑا ہے، گاڑی رکوائی اور اس کو

بلایااورنقدی مرحمت فرمائی اورآگے کاسفر جاری رکھا محمد بھائی بغدادی کے یہاں دعوت تھی ،ان کے ایک بیٹے کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا یہ حبشی ماں کابیٹا ہے۔

حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے لشکر میں بوقت جہاد طبل لگانے والے بزرگ کا مزار جام پور شریف میں ہے اوراس گاؤں میں صرف انہیں کے اولاد حبشیوں کا قبیلہ آباد ہے،فقیر کادو بار ساتھ جاناہوا،معمول کے خلاف دیکھا کہ بڑی تعداد میں کیلے اور چاکلیٹ رکھواتے ،پہلے نقارچی بزرگ کے آستانہ پر جاتے ،آمد کی خبر پاکرتمام حبشی جمع ہوجاتے،آپ چٹائی پر اُنہیں کے درمیان بیٹھتے اوراپنے ہاتھ سے سب کو کیلے اور چاکلیٹ تقسیم کرتے اورخاص مسرت چہرہ سے نمایاں ہوتی،صبح جاتے تو مغرب بعدواپسی ہوتی،یا پھرکل ہوکرواپس ہوتے،حبیب سیٹھ سے کہہ کران سب کی دعوت بھی کرتے۔

اِن دوروں میں حضور پُرنور قبلہ گاہی کے مقرب ومحبوب مرید وخلیفہ مجاز سید عبدالوہاب شاہ داداباپو، رحمۃ اللہ علیہ ہمراہ ہوتے اُنہیں نے بیان کیا کہ حضور قبلہ گاہی پیر ومرشد قدس سرہ کے ہمرکاب دیُوجانا ہوا،یہ پہلی بارجاناہوا،تولوگوں کے کہنے پراس یادگار قافلہ مسجد کو دیکھنے تشریف لے گئے جس کے بارے میں عام روایت ہے کہ اس کی تعمیر جناتوں نے کی،بعد میں سلاطین گجرات نے اس کو پھر سے بنوایا، لوگوں نے کہا کہ حضور اس پر کیا لکھا ہوا،اس کو آج تک کوئی نہیں پڑھ سکا،فرمایا اچھا ایسا ہے، میں پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں،سیڑھی منگائی گئی،بدقت آپ سیڑھی پر چڑھے،ایک نظر ڈالی،اور پڑھ کرسنایا،جامع مسجد دیو کے امام صاحب کولکھوا بھی دیا،انہیں امام صاحب نے کہا کہ حضوران جناتوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ صحابی تھے،انہوں نے حضرت---سے بیعت کی،آپ نے سنااورفوراً فرمایا،آپ نے کہا کہ وہ صحابہ بھی تھے،تو،ان کواس چودھویں کے پیر سے مرید ہونے کی ضرورت کیا تھی،وہ جن کوئی اور ہوں گے،جنہوں نے بیعت کی ہوگی،حضرت سید عبدالوہاب شاہ داداباپو نے کہا امام صاحب نے جب حضور کی زبان سے ایسا سنا تو بالکل خاموش اورشرمندہ ہوگئے۔نظام شرع کے قیام کے لیے حضرت رب العزۃ جلّ جلالہٗ ہرعہدہ میں اپنے بندگان میں چندکومقرر فرمادیتا ہے،آپ فرماتے

ہمارا،کام"ترویج شریعت ہے"،بلاریب یہی کارِ مصطفائی ہے۔

مسجد شریف کی حاضری

حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ سے معمولات،نہایت منضبط اور مقرر و باقاعدہ تھے،ہر کام کا وقت مقرر تھا،اور حفظِ اوقات بے مثل تھی۔زندگانی کے کم پیش پچاس برس سفروں میں گزرے،پاسبانِ ملت حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی الہ آبادی سفروں میں اکثر ساتھ رہتے تھے،انہوں نے بیان فرمایا،کہ حضرت امین شریعت سفروں میں بھی جس قدر احتیاط کرتے تھے وہ بے نظیر مجاہدہ و ریاضت ہی تو ہے حضور قبلہ گاہی کے معمولات میں سفر بھی کوئی فرق نہ تھا،ہر کام کا وقت مقرر تھا خطوط کے جوابات اور فتاویٰ کی تحریر کا بھی مقرر نظام تھا،وطن میں دولت کدہ میں تشریف آوری کے اوقات بھی مقرر تھے،نمازِ بانیاز کا بھی وقت مقرر تھا،مرکزِ اقامت کانپور میں تشریف فرما ہوتے،مسجد شریف میں اذان کی آواز سنتے ہی مسواک اور تولیہ لے کر حجرہ شریف سے مسجد شریف میں جاتے،سفروں میں جس مقام پر تشریف فرما ہوتے،اذان کے فوراً بعد ہی محلہ کی مسجد شریف پہنچ جاتے،آخر زمانہ حیات میں جب ذیابیطیس کے عارضہ کی وجہ سے کثرتِ بول عارض ہوا،سفروں میں مسجد شریف کی حاضری کے معمول میں فرق آیا۔سفروں کے دوران ٹرین میں سفر ہو رہا ہے،نماز کا وقت آیا،وضو فرمایا اور نمازِ بانیاز ادا کر لی،ٹرین کی روانگی میں وقت ہوتا تو سنن و نوافل بھی ادا فرماتے ورنہ فرض پر اکتفا فرماتے،واپس آ کر اوراد پورے کرتے۔

سفروں کے دوران نماز بانیاز کے لیے مسجد شریف میں جاتے تو مقرر امام ہی کی اقتداء میں نماز بانیاز ادا کرتے،اگر شرعی خامی خود ملاحظہ فرماتے یا پھر کسی معتمد و ثقہ و متدیّن نے امام کے بارے میں کوئی بات بتادی تو جماعت خود کراتے،قصر کی نمازوں کی وجہ سے بھی امامت سے احتراز فرماتے، بہت ہی زیادہ اصرار پر مغرب و فجر کی جماعت کرا دیتے تھے،آپ کی نماز بانیاز اور خشوع و خضوع والی نماز بانیاز کا ذکر اگلے صفحات میں لکھے جائیں گے،ہمارے سردار حضراتِ فقہائے کرام نے طہارت و وضو

کاباب پہلے باندھااوران کے مسائل واحکام بیان فرمائے ہیں،اس میں حکمتیں ہیں،نورانیت ہے، مراتب ہیں، ہم بھی انہیں کی پیروی میں اولاً طہارت ووضوسے متعلق لکھ رہے ہیں،خدائے پاک پروردگارجل شانہٗ طہارت ووضوکے برکات وانوارسے بہرہ کاملہ عطاءفرمائے آمین، آمین۔ بجاہ حبیبه الکریم علیه افضل الصلٰوة واکرم السلام۔

حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ عام حالات میں پردہ کی جگہ میں غسل فرماتے،اوراونچی جگہ پر بیٹھتے،اورمسنون ومستحب طریقے پر غسل تمام فرماتے،احیاناً کسی خاص خادم سے پیٹھ پرصابون لگواکر ملواتے،عریاں بدن شاذونادردیکھنے میں آئے،آپ کے آقائے نعمت پیرومرشداوپرکاکرتااتارکروضو فرماتے تھے،حضورقبلہ گاہی وضوکرنے سے پہلےٹوپی اتارلیاکرتےاورآستینوں کوسمیٹ لیتے اہتمام سے وضوکرتے وضوسے پہلے مسواک کرتے،چہرے پرلوٹے سے پانی بہاتے پانی بہانا معمول تھا ارکانِ وضوسے فارغ ہوکرتولیہ سے آہستہ آہستہ پانی خشک کرتے،وضوکے دوران بہت الحاح سے ماثور دعائیں پڑھتے تھے دیکھنے میں آتاہے،کہ وضوکے بعدوضوکرنے والوں کے چہروں میں نورکی لہرآتی ہے،حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کے مبارک چہرہ میں نورانیت اورہی زیادہ نمایاں ہوتی تھی،تازگی اورشگفتگی قابل دیدہوتی،آپ کاوضوتوضّأ فأحسن الوضوء خرجت خطایاہ من جسده حتی تخرج من نفحت اظفاره کانمونہ پیش کرتاتھا کانپورمیں اقامت کے زمانے کےعلاوہ جگہوں میں مقام قیام ہی سے وضوسے فارغ ہوجاتے،وضوکرنے میں ہرحصہ کواچھی طرح ملتے تھے پاؤں کے تلوے اورایڑیاں اورانگلیوں کی جوڑوں کواچھی طرح دھوتے،دس منٹ میں وضوسے فارغ ہوجاتے،جس وقت وضوکی تیاری کرتے،چہرہ کی رنگت میں ایک دیگرکیفیت محسوس ہوتی،سکون وسکینت اوراستغراق ہوتا،ہیبت اورجلالِ حق کاظہورہوتا۔

نمازِ بانیاز،حضورِقلب

نمازِ بانیاز کے لیے جب کھڑے ہوتے،اس میں اضافہ ہوتاجاتا،چوں کہ نمازِ نیازاعظم فرائض

ہے،اس لیے اس کی ادائیگی اس کے اداب ارکان کی رعایت کے ساتھ سب سے بڑھ کرمجاہدہ وریاضت ہے اور ہزار ہاراتوں کی عبادت سے بڑھ کر ہے ارکان کے آداب کے لحاظ سے اللہ جل شانہ کا قرب حاصل ہوتا ہے،موجودہ پندرہویں صدی ہجری کے پہلے دوسرے،تیسرے سالوں میں دار آخرت کی طرف کوچ کرنے والے اکابر کرام وعظام،جن سے بزم اسلام میں اُجالااور رونق و بہار رہی،سب کے سب کسی خاص صفت میں ممتاز اقران و اماثل رہے،حضور پرنور قبلہ گاہی،قدس سرہ ترک منکرات اور حقیقتِ صلوٰۃ کے بہرۂ کاملہ سے ممتاز ومنفرد رہے،بارگاہ کبریائی میں حضوریٔ قلب وقالب اور سکون وسکنیت سے کھڑے ہوتے،اورخشوع وخضوع اور نہایت عجز سے قیام میں رہتے،تحیر کے ساتھ رکوع کرتے،اور سجدہ میں سرنیاز رکھتے تو فرطِ عبدیت کا صاف نظارہ دکھائی پڑتا،بندہ کی حاضری بارگاہ بے نیاز میں کس طرح ہوتی ہے،حضور پرنور قبلہ گاہی کی نمازِ بانیاز اپنی مثال آپ تھی،یہ جو کچھ لکھا گیا وہ صرف کسی کسی نماز بانیاز کا حال نہ تھا،بلکہ لاریب آپ کی سبھی نمازِ بانیاز کا ایسا ہی حال تھا،ایسی نمازوں کو"حضورقلب"کی نماز کہا جاتا ہے۔

سنن وآداب کی رعایت اور حضوریِ قلب وقالب کی نمازوں کا حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ خاص ذکر فرماتے،اور غرق بحرِ توحید حضرت حاجی سید وارث علی شاہ قبلہ دیوہ شریف کا ارشاد کا بھی ذکر فرماتے کہ جب مقام سیدن پور ضلع بارہ بنکی میں حضور مرشد العالم مخدوم الاولیاء شاہ علی حسین اشرفی جیلانی رضی اللہ عنہ خاص نماز بقرعید کی امامت کے لیے حضرت حاجی صاحب کے حکم سے بلائے گیے،اور نماز عید کے بعد حضرت حاجی صاحب نے فرمایا ایسے امام ملیں تو میں بھی نماز باجماعت پڑھوں،حضور پرنور مخدوم الاولیاء غوثِ زمانہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حاجی صاحب کے بارے میں تحریر فرمایا تھا کہ

"اس قوتِ باطنی کا درویش زمانہ کوئی نہ ہوگا،حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہ ایک بڑے پایہ کے ولی کامل تھے،اللہ سے محویت کا غلبہ تھا،کہ بظاہر بات چیت کرتے تھے،مگر یک لمحہ کے لیے محویت وحدہ لاشریک لہ سے غافل نہ تھے،میں ان کو عارف باللہ اور صاحب مقاماتِ عالیہ جانتا ہوں"۔

حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ اپنے مربیٔ روحانی کے شیخ اجازت حضرت حافظ شاہ عبدالعزیز اخوند جی قطبِ دہلی قدس سرہ کی بھی نمازِ حضوری قلب کا اکثر ذکر فرماتے تھے، حضور پرنور قبلہ گاہی فرماتے تھے، کہ ہمارے حضرت قبلہ نے لطائفِ اشرفی کی طباعت کے سلسلہ میں دو سال، دہلی میں قیام فرمایا، اسی دور میں حضرت اخوند صاحب کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے حضرت قبلہ کے مراتب بلند ملاحظہ فرمائے تو نماز کی امامت کے لیے آگے بڑھایا اور ایک عشرہ اپنا مہمان رکھا۔ اور چالیس وقتوں کی نماز حضور قلب والی پڑھوائی اور اپنے سلاسل اولیاء کی خصوصی اجازت عطا فرمائی" حضرت اخوند جی نے دسویں محرم الحرام ۱۲۹۴ھ کو وصال فرمایا۔

اسی زمانے میں دہلی شریف میں خانقاہ حضرت شاہ غلام علی نقشبندی مجددی قدس سرہ میں حضرت شاہ ابوالخیر محی الدین نقشبندی مجددی وسادہ ارشاد پر رونق افروز تھے، ان کی نماز بانیاز اور حضوریِ قلب کا شہرہ تھا، حضور پرنور قبلہ گاہی کی زبانِ مبارک پر ان کا بھی ذکر آتا تھا، حضوریِ قلب کا ذکر و بیان آپ کی زبان پر بطرز حروف وحکایت نہ تھا بلکہ وہ خود آپ کا حالِ احوال تھا۔

حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کی نماز بانیاز کے آداب واجبات اور سنن و مستحبات اور ارکان کے آداب کے لحاظ کو پاک نہاد، صاف باطن مسائل نماز کی تحقیق کا ذریعہ بھی جانتے تھے، مولانا المفتی عبدالواحد قادری رضوی جیلانی دربھنگوی نے راقم الحروف سے بیان فرمایا کہ

> "ہم اس حیثیت سے بھی حضور امین شریعت قدس سرہ کی نماز کو دیکھا کرتے تھے، کیوں کہ آپ کی نمازیں اپنے مرشد کامل کی نمازوں کا عملی نمونہ ہوتی تھیں، جس طرح اُن کو پڑھتے دیکھا ادا کرتے تھے، توقیر و تعظیم اور خشوع وخضوع اور عاجزی والی آپ کی نماز تھی جس سے اتباع شریعت اور اتباع سنت کے کمال کا پتا حاصل ہوتا تھا"۔

۱۳۷۷ھ کے اوائل کا زمانہ تھا، جب آپ بیدار ہو کر اپنے حجرہ خلوت سے نیچے تشریف لائے یہ مدرسہ حسن المدارس کی قدیم عمارت کے زمانے کا واقعہ ہے، استنجا خانہ مسجد شریف مدرسہ کے باہر تھا،

برسات کا زمانہ تھا، کیچڑ پھیلی ہوئی تھی، آپ نے قدم بڑھا کر استنجاء خانہ میں جانا چاہا، جبھی قدم پھسل گیا بائیں پاؤں کی درمیانی ایڑی میں سخت موچ آئی، فوراً اُٹھے اور استنجا سے فارغ ہوئے، مسجد شریف کے دکھنی حصہ میں باب مسجد شریف سے ملحق غسلخانہ تھا، اس میں جا کر غسل فرمایا اور طہارت حاصل کی، جب اذان ہوئی، مؤذن صاحب مدرسہ کے طالبِ علم تھے، وہ اس طرف گیے تو دیکھا اور اورسہارا دے کر مسجد شریف میں لے گیے، اب درد کی تکلیف نے اثر دکھایا، اسی طالب علم کی مدد سے سنت کی ادائے گی کے لیے کھڑے ہو گیے، نمازِ بانیاز کا وہی حال تھا جو ہمیشہ ہوتا تھا، پہلی رکعت پوری کرلی لیکن دوسری رکعت کے لیے کیسے قیام کریں؟ اطمینان سے بیٹھنے والی نشست سے بیٹھ گیے، اور دیوار پر پشت لگائی اور داہنے قدم سے کھڑے ہو کر رکعت ثانیہ پوری کر کے نماز مکمل کرلی، بعد کے دنوں میں درد نے شدت دکھائی۔ اس وقت نمازیں بیٹھ کر ادا کرتے لیکن جیسے ہی درد میں تخفیف محسوس کی قیام کے ساتھ نماز شروع کر دی، اور مہینوں اسی نیچے کے حصہ میں باب مسجد شریف کے قریب رہے، اور اسی جگہ صحاح ستہ شریف کا دورۂ حدیث کراتے رہے، عیادت کرنے والے مخلصین آتے اور مزاج پرسی کرتے تو فرماتے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اچھا ہوں افاقہ ہو رہا ہے۔

ان احوال کو دیکھ کر امیر المومنین فی الحدیث حضرت سیدی امام بخاری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیثِ قدسی کے یہ مبارک الفاظ یاد آئے:

وماتقرب الی عبدی شئ احبَّ الی ممّا افتر صفتُ علیه وما

یز الی عبدی یتقرب إلیّ باالنوافل

میرا بندہ مقرّب میرے عائد کردہ فرائض ہی سے میرا قرب پاتا ہے۔ اور نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔

مقرّبین کے نماز ادا کرنے میں اور ہمارے نماز پڑھنے میں جوہری فرق و امتیاز ہے۔ ان کی نمازیں کیفیت وحضوری کی حامل ہیں، لاصلوٰۃ الا بحضورِ قلب ہماری نمازیں اہل غفلت کے

احوالِ نماز کا مُظہر ہیں ان کی نمازیں نمازِ بانیاز ہیں، جن کو حقیقتِ صلوٰۃ سے کچھ حصہ عطا ہوگیا وہ ان کی نمازوں کو دیکھ کر فیض حاصل کرتا ہے، نماز جامع عبادات ہے، تلاوتِ قرآن بھی ہے، حدیث بھی ہے، فقہ بھی ہے، ذکر بھی ہے، فکر بھی ہے، نمازِ بانیاز آسان نہیں ہاں! اُن کو آسان ہے جن پر فضل و کرم ہوگیا، نماز اہم و اعظم فرض ہے، اور کیوں نہ ہو، جب کہ جن کی شانِ محبوبی کی اور عبدیت کی نقل و حرکت کے مجموعہ کے ارکان کا نام نماز ہے، صلوٰۃ ہے، انہوں نے فرمایا: ارحنی یا بلال۔ تو ان اداؤں سے مکیف نمازوں کا مقام و مرتبہ بڑا ہے۔ ان آنکھوں کو ایسے چند نمازیوں کی دید و ملاقات کا شرف حاصل ہوا، نئی سڑک کانپور میں حاجی محمد اسلام حضرت اُستاذ العلماء مولانا مشتاق احمد صاحب صابری علیہ الرحمہ کے پاک نہاد اصحاب میں تھے، وہ علیل ہوئے، چند وقت ہو گئے حضور قبلہ گاہی نے ان کو نمازوں میں نہ دیکھا تو معلوم فرمایا، اطلاع ملی کہ حاجی صاحب، بہت علیل ہیں، نقل و حرکت دشوار ہے۔ آپ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اپنی بے نہایت محبت کی وجہ سے حاجی صاحب آپ کو دیکھ کر رو پڑے، چوں کہ کمزوری بے حد تھی بیٹھنا چاہا لیکن معذور رہے۔ آپ نے از راہ محبت فرمایا حاجی صاحب آپ لیٹے رہیں، کچھ پڑھ کر ان پر دم فرمایا اور راقم الحروف سے فرمایا تم بیٹھو، اور خود واپس تشریف لے گیے، حاجی صاحب نے راقم الحروف سے فرمایا، میں بڑے بڑے بزرگوں کی خدمت کا حاضر باش ہوں، بہتوں کی اقتداء میں نمازیں ادا کیں ہیں، میاں کی نماز کو دیکھ کر بزرگوں کی زبانوں سے سنی ہوئی نماز یاد آتی ہے، استاذ زمن مولانا شاہ احمد حسن صاحب قبلہ کی نمازوں کا بھی، بہت چرچا تھا۔

حاجی علیم الدین صاحب مرحوم والد قاری مقیم الدین صاحب۔ بہت ہی معمر تھے، ان کو حضرت شاہ عبد اللطیف صاحب چشتی نظامی فخری علیہ الرحمہ آستانہ ستھن شریف جیسے یگانہ آفاق صاحبِ اثر و نفوذ قطب زمانہ سے بیعتِ ارادت کا شرف حاصل تھا، حضرت شاہ صاحب قبلہ کے اوصاف و فیوض میں نمازِ بانیاز کا خاص شہرہ تھا، حاجی محمد علیم الدین صاحب بساط خانہ سے چل کر حضور قبلہ گاہی کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنے آتے تھے، اور کہتے اپنے حضرت کی سی نماز پڑھنے آتا ہوں۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ فجر کی فرض نمازوں میں اکثر وبیشتر سورۂ ق کی تلاوت فرماتے کبھی سورۂ مائدہ کا آخری رکوع سورۂ نجم سورۂ مدّثر سورۂ دھر، سورۂ نوح، سورۂ الفجر، سورۃ البلد، سورۂ ذاریات، اور عمّ یتساء لون پڑھتے، عشاء کی نمازوں میں سورۂ بقرہ کی آخری تین آیات کی تلاوت فرماتے اور کبھی سورۂ والضحیٰ اور سورۂ الم نشرح پڑھتے مغرب کی نمازوں میں سورۂ تین اور سورۂ قدر سورۂ زلزال سورۂ أرأیت الّذی، سورۂ کافرون، سورۂ اذاجاء، سورۂ تبت یدا، سورۂ اخلاص تلاوت فرماتے، جمعہ کی نمازوں میں عمداً سورۂ سبح اسم اور سورۂ غاشیہ کی تلاوت کا معمول تھا اور یہ سب سنت نبوی کی اتباع کے پیش نظر تھا، آپ حافظ نہ تھے، لیکن حفاظ کو تراویح میں بتایا کرتے تھے، جمعۃ المبارکہ کے خطبہ میں خطبۂ علمی کا پانچواں خطبہ ارشاد فرماتے، عید الفطر اور عید الضحیٰ میں عموماً زبانی خطبہ دیتے اور احیاناً خطبۂ رضویہ خطبۂ عیدین بھی پڑھا کرتے تھے، چوں کہ حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ نے زمانۂ طالب علمی دار الخیر اجمیر مقدس میں دار العلوم معینیہ عثمانیہ کے استاذ ادب عربی وتجوید وامام صندلی مسجد شریف سے تجوید کا فن پڑھا تھا مخارج صحیح ترادا فرماتے اور تلاوت میں وقف جائز کا لحاظ بھی فرماتے اور یہ بے حد مشکل کا کام ہے۔

حضور پرنور قبلہ گاہ قدس سرہ کو مسجد شریف میں داخل ہوتے وقت دیکھا کہ آپ مسجد شریف میں پنجوں کے بل چلا کرتے عرصہ کے بعد حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت گزری کہ حضور اکرم خاتم النبیین حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں پنجوں سے تشریف لے جاتے، اس میں کیا سر مخفی ہے اس کو خدا جانے بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ طرز عمل خشیت کو ظاہر کرتا ہے، حضرتِ معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا، کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے، انہوں نے جواباً فرمایا کہ ہاں پڑھا کرتے تھے، حضور قبلہ گاہی اس معمول نبوی کے بھی پابند تھے اور مواظبت کے ساتھ چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔

اورادواذ کاراوردُعائے خشوع

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نمازِ فجر کے بعد بجانب مشرق متوجہ ہو کراوراد پڑھتے، آخر میں اپنے سلسلہ کا شجرۂ منظوم پڑھتے اس کے بعد دعاء کے لیے ہاتھ بلند کرتے، بازو پسلیوں سے الگ ہوتے، اور دونوں کفِ دست ملے ہوتے، اور منہ کے مقابل ہوتے، اس کے بعد نہایت خشوع اور خضوع و مذلّت سے مناجات شروع فرماتے اولاً درودِ تنجّینا اللّٰھم صلی علیٰ سیدنامحمد صلٰوۃً تُنجِّینا بھا من جمیع الاھوال و الآفات، و تقضی لنا بھا جمیع الحاجات وتطھرنا بھا من جمیع السیأت، وترفعنا بھا عندک اعلیٰ الدرجات، وتبلّغنا بھا اقصی الغایات، من جمیع الخیرات فی الحیاتِ و بعد الممات انک علیٰ کل شئٍ قدیر = ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم۰ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنةً و قنا عذاب النار اورسورۂ آل عمران کی آیت ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لّدنک رحمه انک انت الوہاب۰ ربنا انک جامع الناس لیوم الاریب فیه انک لا تخلف المیعاد۰ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفر عنّا سیاٰتنا وتوفنا مع الابرار۰ ربنا واٰتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیامة انک لا تخلف المیعاد۰ ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للّذین اٰمنو بربنا انک رؤف رحیم۰ اللّٰھم رب لا تذرنی فرداًوانت خیر الوارثین۰ یا حنان یا منان اُمُننَ علینا بمنک و فضلک یا کریم یا کریم اللّٰھم انّا نسئلک فعلَ الخیرات

وترک المنکراتِ و حب المساکین، ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریاتنا قرۃ اعین وجعلنا للمتقین اماما وغیرہ دعائیں اکثر فجر کی نمازوں کے بعد پڑھتے اس کے علاوہ اور بھی مناجاتیں ہیں۔

زندگانی مبارک کے آخر زمانے میں تقریباً ۲۰؍برس قبل حضور پرنور قبلہ گاہی کی ہمرکابی میں وطن آنا ہوا، ایک دن فجر کی جماعت کرانے کے لیے فرمایا، بندہ نے توقف کیا، فرمایا آگے بڑھو جماعت کراؤ، اس کے بعد تازندگی مسجد شریف مدرسہ احسن المدارس قدیم اور وطن کی مسجد شریف میں نمازوں کی جماعت کراتا رہا، یاد آتا ہے کانپور میں عصر کی نماز کے بعد دعاء والتجاء کے لیے رخ پھیرے ہوئے دعاء کر رہا تھا، جبھی حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کے چہرہ کی طرف نظر گئی، دیکھا کہ آپ کا بدن لرز رہا ہے، اور چہرہ پر خشیت کا گہرا اثر ہے راقم نے بجاہ حبیبک علیہ التحیۃ و السلام پر دعا تمام کردی، آپ دعاء کے بعد بھی تھوڑی دیر اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے، اس کے بعد اٹھتے۔

دو۲، دُرویشوں کی نماز

کان پور میں دو درویش بہت ہی مشہور اور ممتاز مقیم تھے، ایک مولانا محمد حنیف صاحب بارہ بنکوی تھے، وہ حکیم تھے اور حکمت کرتے تھے، متقی اور پرہیزگار تھے ان کو مولانا شاہ سید محمد میاں مارہروی نے اپنا خلیفہ مقرر کیا اور کانپور کے مریدوں کی نگرانی سپرد کر رکھی تھی وہ ان کی بزم قاسمی کے صدر بھی تھے، مولانا شاہ سید محمد میاں صاحب اور عاشق الرسول مولانا حشمت علی خاں صاحب میں اختلاف ہوا، حکیم صاحب کو حضرت عاشق الرسول کا طریقہ حق نظر آیا، اس وقت وہ ان سے وابستہ ہوگیے، یہاں بھی ان کا بڑا اکرام و اعزاز ہوا، بزم قادری رضوی کے صدر بنادیئے گیے، حکیم صاحب کو عرصہ کے بعد یہاں بھی کمیاں معلوم ہوئیں، خلافت اور صدارت سے دست بردار سب یکسو ہوگیے۔ فرماتے میں حضرت غوث پاک سے مرید ہوگیا ہوں، ان کی نماز بھی اب کسی کی اقتداء میں نہ ہوتی تھی، آخر زمانہ حیات میں عیدین اور کبھی کبھی جمعہ حضور پُرنور قبلہ گاہی کی اقتداء میں ادا کرتے تھے، فرماتے غوث پاک کے حکم سے مفتی اعظم صاحب

کی اقتداء کرتا ہوں، جب ان کی زندگی کا آفتاب لبِ بام آیا بیمار ہوئے تو اپنے وطن گیے، وہاں وفات پائی، دوسرے بزرگ حضرت شاہ عبداللطیف صاحب گوشہ نشین تھے وہ چالیس برسوں سے گھر سے باہر نہ نکلے ان کو معلوم ہوا کہ حضور قبلہ گاہی ان کے پیر بھائی ہیں تو پہلے عیدین پڑھنے آتے، اس کے جمعہ مبارکہ، پڑھنے آئے، وہ بہت معمّر اور ناتواں تھے۔

رمضان المبارک کا معمول اور تلاوت شریف

حضور پر نور قبلہ گاہی قدس سرہ کے رمضان المبارک کے معمول میں قرآن مجید کی تلاوت کو خاص اہمیت حاصل تھی آپ کی تلاوت کا انداز اور پُر خشوع لہجہ بھی منفرد اور بے مثل تھا، لہجہ جوش و خروش کا ہوتا تھا اور اس سے خاص کیفیت کا اظہار ہوتا تھا حضور پر نور قبلہ گاہی قدس سرہ کے پاک نہاد مخلص مولانا واحد علی شیدا رفاقتی صاحب نے بھی اس کا بیان لکھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ پیر و مرشد حضور امین شریعت قدس سرہ کو قرآن پاک کی تلاوت کا خاص ذوق عطا ہوا تھا، غیر معمولی وارفتگی سے قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تھے بندۂ خاص کی پہچان بتائی گئی ہے کہ اس کا دل قرآن پاک کی تلاوت سے اور نماز سے اور مسجد میں بیٹھنے سے نہیں گھبراتا، بندۂ خاص کے دل کا قرار تین چیزوں میں ہے، اللہ تعالیٰ نے ان تینوں صفات سے بھی پورا پورا حصہ عطاء فرمایا تھا"۔

حضور قبلہ گاہی ماہ مبارک میں کثرت سے قرآن پاک کی بلند آواز سے تلاوت فرماتے، یہی معمولِ نبوی بھی تھا بعد سحر سے تلاوت میں مشغول ہو جاتے، بعد نماز فجر دو گھنٹے استراحت فرماتے، وضو سے فارغ ہو کر تلاوت میں مشغول ہو جاتے، زوال کا وقت آتا، تلاوت روک کر استفتا کے جوابات تحریر فرماتے، زوال کا وقت ختم ہوتے ہی پھر تلاوت شریف میں مشغول ہوتے، درمیان میں نماز ظہر ادا کر کے پھر تلاوت کا سلسلہ تا عصر جاری رہتا، تقریباً تیس ۳۰ ختم کا معمول تھا، بعد ختم قرآن مجید سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات کی ضرورت تلاوت فرماتے، اس کی حکمت یہ ہے کہ صحابۂ کرام نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ لوگوں میں کون لوگ بہتر ہیں، فرمایا حال اور مرتحل، اس کے بعد اس کی تشریح کرتے ہوئے

فرمایا کہ حال اس کو کہتے ہیں کہ جو کسی منزل پر اترے اور مرتحل کسی منزل سے کوچ کرنے کو کہتے ہیں یہ حدیث اسی پر صادق آتی ہے جو قرآن ختم کرتا ہے اور ختم کے بعد سورہ فاتحہ اور بقرہ کی آیتیں پڑھتا ہے۔ تلاوت کے وقت دور تک آواز پہنچتی تھی، یہی معمول نبوی ہے، تلاوت کرتے ہوئے کسی کسی وقت مصحف شریف کے صرف ایک ہی صفحہ کی دید میں گزر جاتے، غالباً یہ مرحلہ تدبّر قرآنی کا ہوتا تھا، احیاناً آواز گلو گیر بھی ہو جاتی تھی اور آنسو چشمانِ مبارک میں تیرتے ہوتے، اور دیدۂ حیرت سے مصحف شریف کو دیکھتے، کبھی کبھی دورانِ تلاوت جسم میں لرزہ کی کیفیت بھی طاری ہو جاتی تھی، حضور قبلہ گاہی جب عصر کے وقت تلاوت پوری کرتے اس وقت ایک خاص کیفیت ہوتی تھی۔

ماہ مبارک میں افطار کھجور اور زمزم شریف سے کرتے تھوڑا چنا کھاتے، اور نماز کے لیے تیار ہو جاتے، مغرب اور اوّابین کی نمازوں کے بعد مقام قیام پر آکر بیٹھتے تھوڑی دیر بعد پان کھاتے، اس کے بعد قدرے قلیل پچاس گرام کھانا کھاتے، عشاء کی اذان کے ساتھ ہی مسجد شریف میں حاضر ہوتے سنت اور فرض نماز کے بعد تراویح میں شرکت فرماتے، تقریباً ۲۰؍ برس فقیر راقم الحروف سے تراویح میں قرآن پاک سنا، ایک بار ختم تراویح کی محفل میں قطبِ زمانہ امامِ اہل سنت اُستاذ الکل حضرت مولانا حافظ شاہ احمد حسن صابری قدس سرہ کے بڑے پوتے حضرت الاستاذ مولانا الحاج الحافظ القاری امداد احمد صاحب صابری علیہ الرحمہ نے شرکت کی اور فقیر کا قرآن پاک سنا تو حضور قبلہ گاہی قدس سرہ سے فرمایا صاحبزادہ کو ہمارے پاس آنے کے لیے کہیں، میں ان کا دور سنوں گا، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا، بندہ نے تعمیل کی، حضرت الاستاذ قاری صاحب کے والد ماجد حضرت شیخ العرب والعجم مولانا مشتاق احمد صاحب صابری مکہ معظمہ مدرسہ صولتیہ میں شیخ الحدیث تھے قاری صاحب نے مکہ مکرمہ میں حفظ کیا تھا، زبردست یادداشت تھی، تلاوت فرماتے تو دریا کی موّاج لہریں اور موجیں بھی وجد میں آتیں، قاری صاحب کی دلی توجہ سے ان کا فیض فقیر کی طرف جلد منتقل ہوا، دور سے سننے والے کہہ دیتے قاری امداد احمد پڑھ رہے ہیں، یاد بھی مستحکم ہوئی، عہد ماضی میں کانپور میں رونق افروز مقیم علماء اخیار سبھی قرآن مجید کے حافظ تھے اس لیے ماہ

مبارک کے آخر میں شبینہ کا معمول زوروں پر ہوتا، حضور قبلہ گاہی نے حضرت الاستاذ قاری امداد احمد صاحب علیہ الرحمہ سے اپنی خواہش کا اظہار فرمایا کہ شبینہ ہو، آپ اور محمود ایک دو حافظ صاحب جن کو آپ منتخب کریں، قرآن پاک سنائیں، پہلے گیارہ پارے فقیر کے لیے مقرر ہوئے وقتِ مقرر پر فقیر شبینہ کے لیے کھڑا ہوا تو پڑھتا گیا انیسویں پارے پر رکوع کیا، دوسری رکعت میں تلاوت شروع کی تو ڈھائی بجے شب میں والناس پر رکوع کیا سجدے اور قعدے کے بعد سلام پھیرا، سب کے سب حاضرین دوڑ پڑے، کوئی پاؤں دبا رہا تھا کوئی پیٹھ اور کمر دبا رہا تھا، کوئی ہاتھ دبا رہا تھا، انہیں میں آقائے نعمت سیدی مولائی دین پناہی حضور ر نور قبلہ گاہی قدس سرہ اور حضرت الاستاذ مشفق و کریم حضرت قاری صاحب قبلہ بھی تھے، سب بے حد خوش وجد و کیف کا سماں تھا مگر اس محنت و مشقت نے رنگ دکھایا، طبیعت ہفتوں علیل رہی۔

نماز تراویح سے فراغت کے بعد حضور قبلہ گاہی اپنے حجرہ شریف میں تشریف لے جاتے مخلصین بھی ساتھ ہوتے اس وقت چنا سامنے رکھا جاتا سب اس میں شرکت کرتے، خیر سے یہ محفل اس وقت تمام ہوتی جب آپ لوٹے کی طرف ہاتھ بڑھاتے اس وقت ۱۰ / دس بجا ہوتا، اور استنجے کے لیے تشریف لے جاتے حاضرین بھی رخصت ہوتے، بستر لگ جاتا، سرمہ لگا کر داہنے رخ پر ہتھیلی رخسار کے نیچے رکھ کر پڑھتے ہوئے لیٹ جاتے، پھر کسی سے بات نہ کرتے مگر یہ کہ خدمت کرنے والے بدن دبانے والے نے کوئی دینی بات دریافت کی تو اس کی بات کا جواب دیا، آپ اس وقت سلطان الاذکار میں مشغول ہوتے وہ بندگانِ خاص جن کو سلطان الاذکار کے انوار حاصل ہوتے ہیں، جب وہ محوِ استراحت ہوتے ہیں، تو دیکھنے والوں کو ان کے اعضاء جسم جدا جدا دکھائی پڑتے ہیں، حضور قبلہ گاہی کے اعضاءِ جسم کو بھی لوگوں نے جدا جدا دیکھا تو گھبرائے اور لوگوں کو خبر کر دیا جسم کے ٹکڑے ٹکڑے پڑے ہیں ساتھ لے کر آئے تو آپ کو بیٹھا دیکھا۔

نظام الاوقات

حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کے تمام اوقات منضبط اور مقرر تھے، احیاناً اس میں فرق آتا تھا،

نماز فجر کے بعد کے اوراد واذکار اور چاشت کی نماز سے فارغ ہوتے تو مسجد شریف سے اپنے حجرہ میں جاتے، گھر پر تشریف فرما ہوتے تو خانقاہ دیوان خانہ میں جا کر بیٹھتے، ناشتہ حاضر کردیا، اس وقت چاہے، ایک بسکٹ ہی کیوں نہ ہو کھا کر پانی پی لیتے، گھر پر تشریف فرما ہوتے نواسی پوتی بلانے آجاتیں، ان کی انگلیوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے اندرون خانہ جاتے پانی آجاتا، ہاتھ دھوتے، دسترخوان لگ جاتا ناشتہ آجاتا، بچیاں گھیرے رہتیں، پہلے ان کو حصے دیتے، تب خود تناول فرماتے، وہ اپنے حصے کھا کر پھر سے حصوں کی طلب میں منتظر رہتیں بار دیگر پھر سے دیتے، اطمینان سے کھانے سے فارغ ہو کر دعائے ماثورہ قدرے اونچی آواز سے نہایت عاجزانہ پڑھتے، اور مسنون طریقہ پر ہاتھوں کو دھوتے، اس کے بعد پان کی ڈبیا سے پان نکال کر کھاتے، اس وقت جب کہ یہ سطریں لکھی جارہی ہیں، مبلغ اسلام مولانا ارشد القادری علیہ الرحمہ کی بھی یادیں آرہی ہیں، موصوف سفروں میں ساتھ رہتے تھے اور دوروں کا اہتمام بھی وہی کرتے اور حسبِ عادت سب کام خود کرنا چاہتے تھے اس لیے ان امور کی انجام دہی میں تاخیر بھی لازمی تھی، کھلانے پلانے کے بھی وہ مہتمم بن جاتے، چنانچہ جب تاخیر ہو جاتی تو خود نظروں سے اوجھل ہو جاتے، اور ناشتہ کرانے پر کسی اور کو مامور کر دیتے، مبلغ اسلام بڑی معصومیت سے ذکر کر کے کہتے کہ "ایک لقمہ صبح گاہی" میں دیر ہو جاتی، تو ناراضی کا منظر دیدنی ہوتا،

دوسری طرف یہ بھی دیکھا گیا کہ فقیر کی حضرت مشفقہ مادر کریمہ جوارِ رحمت میں جا بسیں، اس وقت مسجد شریف سے نکل کر خانقاہ شریف میں جا بیٹھتے تھے، جب بلانے کے لیے کوئی پہنچا تو اندر حولی گیے، اسی موقع پر ایک دن راقم الحروف کی اہلیہ سے فرمایا، کہ بچے چھوٹے ہیں، صبح صبح ان کے پیشاب پاخانہ کا وقت ہوتا ہے، سب سے فراغت کے بعد ہی چولہا جلاؤ، جلد ناشتہ تیار کرنے کی ضرورت نہیں، شفقتِ عمیم کے یہ الفاظ راقم الحروف نے اپنے کانوں سے سنے،

جب گھر پر قیام ہوتا ناشتہ کے بعد تھوڑی دیر بیٹھتے پھر واپس خانقاہ شریف میں جا کر بیٹھتے، ملنے والے حاجت مندوں کے علاوہ حضرت داداجان علیہ الرحمہ کے پاس بیٹھنے والے معمر حضرات آجاتے،

ان کو پان کھلاتے، اوران سے باتیں کرتے،عموماً پُرانے زمانے کی نیکیوں کی بات ہوتی، ان بزرگان خاندان کی اکثریت آپ کے دامن ارادت سے وابستہ تھی، دوسرے مقامات سے طالبانِ دیدار آجاتے، حاجت مند پہنچتے، سنت نبوی کے مطابق آنے والوں سے فرماتے، کچھ کہنا ہے، کیسے آنا ہوا،تعویذ کے طلب گاروں کو تعویذ مرحمت فرماتے، اس کو داھنے بازو میں باندھنا ہے، اس کو پینا ہے، کوئی آسیب زدہ حاضر کیا جاتا تو اس پر دم کرتے تیل پڑھ کر دیتے فتیلہ دھونی کے لیے دیتے، ایک بار راقم الحروف بھی حاضر تھا، ایک شخص کو تعویذ لکھ کر دیا تھوڑی دیر کے بعد اس سے تعویذ لے کر کھولا، کاغذ سے سارے نقوش غائب تھے، مرگی کے مریضوں کو مرغ کے دل کے خون سے لکھ کر تعویذ فرماتے اس خون میں مشک وزعفران حل کراتے اوراس سے تعویذ لکھتے تعویذ کا کبھی بھی کوئی ہدیہ نہیں لیتے، اگر کسی نے ہدیہ قبول کرنے پر اصرار کیا تو جواب تھا، کہ اس کی حاجت نہیں، حضرت بخاری صاحب کی درگاہ واقع دھوراجی کاٹھیاواڑ میں قیام فرما تھے، اک شخص نے دوسو روپے کرلا کر نذر کیے، اس سے فرمایا، اس کے روپے بنوالاؤ، روپے لے کر آیا تو دو روپے خود رکھے باقی حاجت مندوں میں تقسیم کر دیے، راقم الحروف نے اس بارے میں معلوم کیا تو فرمایا قتل کے مقدمے سے رستگاری کے لیے تعویز دینے کے لیے حضرت پیرو مرشد قدس سرہ نے دوسو روپے لینے کی ہدایت فرمائی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا تھا، کہ اگر حاجت ہو تو رکھو ورنہ دو روپے خود لے کر باقی حاجت مندوں میں تقسیم کر دو یہ اسی کی تعمیل تھی جو تم نے دیکھا۔

ایک دن دس بجے دن کے قریب مستورات تعویذ کی طلب گار حاضر تھیں، فقیر راقم الحروف حاضر ہوا، ایک ضعیفہ کے بارے میں فرمایا یہ مولوی محمود عالم نیر پور والے کی بہن ہیں، یہ مولانا صاحب دیوبندی تھے دو برس قبل وہ ضعیفہ حاضر ہوئیں تھیں، اور کہا تھا کہ میرے بیٹے کی شادی میرے بھائی مولوی محمود عالم کی بیٹی سے ہوئی ہے، کئی بچے پیدا ہوئے اور مر گیے، حضور پر نور قبلہ گاہی نے ان کو تعویذ مرحمت فرمایا اور فرمایا جب بچہ کی ولادت ہو جائے تو یہ تعویذ اس کے گلے میں ڈال دیا جائے۔ بچہ کی ولادت ہوئی تعویذ اس کے گلے میں ڈال دیا گیا، اس کے نانا مولوی محمود عالم نے دیکھا تو بیٹی کی

سرزنش کی کہ یہ کیا خرفات پہنا رکھا ہے، بڑی بہن نے سنا تو ان پر برسیں کہ بچے پیدا ہو ہو کر مر گئے اب یہ مولانا صاحب کی دعاء سے زندہ ہے تو تم سے دیکھا نہیں جاتا۔

گیارہ بج جاتا تو کھانے کے لیے بلاہٹ ہوتی، مہمان آئے ہوتے ان کے ساتھ کھانا کھاتے ورنہ اندرون حویلی جا کر کھانا کھاتے، وہاں سے آ کر کچھ دیر تک قیلولہ کرتے، نماز کا وقت ہو جاتا تو استنجا اور وضو کر کے مسجد شریف حاضر ہو جاتے اور اذان کہتے اذان پوری قوت سے کہتے، فجر کی نماز کے لیے حاضر ہوتے تو پہلے مسجد شریف میں جاروب کشی کرتے مصلّی بچھاتے اور سرسوں کے تیل کا چراغ روشن کرتے، اگر کوئی بزرگ آ گیے تو وہ اذان کہتے، ان بزرگوں میں عبدالرحیم صاحب مرحوم، وحیدالحق صاحب مرحوم اور محمد شعیب بیکاؤ صاحب مرحوم اور آخر زمانے میں عین الحق وحیدالحق مرحوم اذان کہتے تھے،

آخر کے بیس برسوں میں راقم الحروف جماعت کراتا تھا ورنہ اس سے قبل کے زمانے میں حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ خود نماز کی جماعت کراتے تھے، ظہر تا عصر دینی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور ملنے والے ہوتے تو ان سے متوجہ رہتے، عصر کے بعد مسبّعات عشر پابندی سے پڑھتے بات بھی نہیں کرتے اور نہی پان کھاتے، مغرب کے بعد اوّابین اور اوراد سے فارغ ہو کر مسجد شریف سے نکلتے اس کے تھوڑی بعد اگر مہمان ہوتے کھانا آجاتا سب کے ساتھ کھانا کھاتے، بزرگان قریہ آجاتے، اور مجلس شروع ہو جاتی آنے والے مہمان، مسترشدین، علماء صلحاء شریک محفل ہوتے، دیر بعد عشاء کی اذان و نماز ہوتی، نمازیں ادا کر کے نمازی اور مہمان رخصت ہوتے، سالکین سلوک اذکار و اشغال میں لگ جاتے، دیر گیے، حضور قبلہ گاہی بستر پر استراحت کے لیے، لیٹ جاتے، سوتے وقت رومال چہرے پر ڈال لیتے، پاس انفاس کرتے ہوئے سوتے، یہ وطن میں تشریف آوری کے وقت کا معمول تھا۔

کانپور میں تشریف فرما ہوتے تو اگر تدریس کتب کرتے تو ناشتہ کے بعد درس کا سلسلہ شروع ہو جاتا، گیارہ بجے تک درس دیتے، ملنے والے آجاتے تو ان کی باتیں سنتے، دینی خدمت گاروں کی آمد ہوتی تو ان کی طرف متوجہ ہوتے، کھانا کھا کر کسی کتاب کا مطالعہ کرتے، نماز ظہر کے بعد پہلے فتاویٰ لکھتے، آئے ہوئے خطوط کا

پابندی سے جواب تحریر فرماتے،کسی کتاب کی تحریر مدنظر ہوتی تو ظہر بعد تصنیف کا کام کرتے عصر کا وقت ہو جاتا تو اخبار دیکھتے بعد کے زمانے میں اخبار کے مطالعہ کا معمول ترک کر دیا تھا،مغرب بعد اہلِ اخلاص آنے لگتے،عشاء بعد مخصوصین کی مجلس ہوتی کانپور کے ابتداءِ قیام کے زمانے کا ایک واقعہ ہے کہ عشاء بعد جناب شاہ محمد حنیف صاحب فضل رحمانی کاملی،حامیِ سنت حافظ عبدالحمید صاحب فتح پوری وغیرہ حاضرِ مجلس تھے،جبھی شاہ محمد حنیف صاحب نے حضور قبلہ گاہی سے کہا کہ حضور رات ایک محفل میں ایک شخص کے سر پر شیطان سوار ہو گیا تھا شاہ صاحب نے سبھی سینوں کو بڑی شین کہا،اس پر سبھی لوگ خوب ہنسے،اگلی شب محفل ہوئی تو حضور قبلہ گاہی نے فرمایا ہنسی کی وجہ سے پوری شب قلب پر تاریکی اور بے چینی چھائی رہی۔

اگر کسی مقام پر محفل شریف پڑھنی ہوتی تو وہاں تشریف لے جاتے،حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ ذکر پاک کی محفل شریف کو "محفل شریف" فرماتے پروگرام نہیں کہتے تھے،بڑے ادب،اور قلبی شغف سے ذکر پاک کرتے تذکیر کے وقت حاضرین محفل شریف پر سکوت وکیفیات کا ورود ہوتا،درمیان درمیان میں درود شریف کا ورد ہوتا تھا ولادت شریف کے وقت کے یمن وبرکت کا ذکر کرتے ہوئے،تذکیر کی محفل شریف تمام فرماتے،صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا،دعاء ہوتی بارہ بجے شب میں محفل شریف تمام ہوتی،یہ مقرر وقت تھا۔

جب سفروں اور دوروں کا سلسلہ وسیع ہوا،بعض بعض علاقوں میں قیام طویل ہوتا،تو معمولات میں تبدیلی ہوتی،جائس شریف کے قیام کے زمانے میں دن بھر آنے والوں کا سلسلہ رہتا،دیہاتوں سے آنے بکثرت ہوتے ان کی آمد کا خیال ہوتا،ان کی باتیں سنتے،جائس شریف میں خانوادۂ سادات، ساداتِ جیلانیہ اشرفیہ کے ارکان تشریف لاتے تو ان کو اپنے ہی پلنگ پر پاس بٹھاتے،ان سے خصوصی احترام واکرام فرماتے،ان سے بڑی محبت سے باتیں کرتے ان میں حضرت شاہ نعیم اشرف ننھے میاں، اوران کے بھائی حکیم سید عزیز اشرف صاحب مولانا سید کلیم اشرف اوران کے بھائی مولانا سید علیم اشرف اور سید جواد اشرف صاحب اور حضرت شاہ حضور اشرف صاحب کے صاحبزادگان اور بھیکی پور شریف کے مولانا جلال الدین صاحب تاجی کثرت سے تشریف لاتے۔

باب ۹

فیوض و برکات

رشد و ارشاد و مواعظ

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے دین متین کی ہمہ جہت خدمت کی، اپنے نورِ علم سے طالبانِ علوم دینی کی کمالِ شغف سے تکمیل کرائی، وعظ و تقریر سے عوام و خواص کو مستفیض فرمایا، اصلاحِ احوال فرمایا، دینی بیداری کا جذبۂ حسنہ پیدا کیا، تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے اسلامی اقدار کے احیاء اور استحکام کی سعی تام کی، فتاویٰ کے اجراء کے وسیلہ سے امتِ مسلمہ کو احکام شریعت کا پابند بنایا، رشد و ارشاد، ہدایت و تبلیغ کے سفروں کے دوران مشکلات آڑے آئیں لیکن خلوص وللہیت دین کے اخلاص اور فدائیتِ راہ حق کے جذبوں سے سرشار صبر و سکینت اور استقلال کے ساتھ حق کی تبلیغ و ترویج کے لیے مسلسل مجاہدے میں رہے، حق کی نصرت و ترویج کے لیے قتل کی دھمکیاں دی گئیں اور سازشیں کی گئیں آبروریزی کا خوف دلایا گیا لیکن مفسدین کو کیا معلوم تھا کہ دین حق کی خدمت میں آپ اپنی آبروریزی کو اپنی عزت و ارجمندی یقین فرماتے تھے، یہ زندگی ایک امانت ہے، حق کی صیانت و حفاظت کے لیے دی گئی ہے، اعانت

ونصرت کے لیے چل پڑے تو چل پڑے، باطل سے زور آزما ہوئے، اور اس پر غالب آئے، حق کا اُجالا پھیلا، بارہ برس کی چھوٹی سی عمر میں دینِ حق کی نعمتوں اور عظمتوں کے حصول کے لیے نکل پڑے، فضل رب کے انوار سے بہرہ یاب ہو کر سپہرِ علم و معرفت پر مثالِ شمس و قمر درخشاں ہوئے، آپ نے اپنے علم سے اور عمل و کردار کی طہارت و پختگی سے اسلامی عظمت کا چراغ روشن کیا، جہاں بھی آپ کے مبارک قدم گیے، فیوض و برکات کی بارش ہوئی، ایمان کا، عمل کا، اُجالا پھیلا، یقین واذعان اور محبت معرفت حقیقی کی مثالیں قائم ہو گئیں ؎ سراجِ صد ہزاراں زَرفشاں ماند

وعظ وتذکیر کی محافل میں محوّیت

دلش روشن ز انوارِ الٰہی بیانش گنجِ اسرارِ الٰہی

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے ساحتِ سینہ کو کریم بندہ نواز نے اپنی تجلیاتِ اسرار کا گنجینہ اور حقائق کا مخزن بنایا، نطق وگویائی کی نعمت عظمٰی سے کمال درجہ نوازا، وعظ وتذکیر کا خاص ملکہ اور خوبیاں مرحمت فرمائیں، آپ دریائے بیان تھے، آپ کا موعظۂ حسنہ حکمت خداوندی کا ترجمان اور مواعظ وارشادات حکمۃ بالغہ کا مواج ذخّار دریا ہوتا، آپ کے تذکیر کی شہرت وفیضان کا غلغلہ بلند تھا، جب ممبر تذکیر و تبلیغ پر جلوس فرماتے سامعین آپ کی صورت کی زیبائی ہی کو دیکھ کر محو ہو جاتے، قادری حسینی عمامہ برسر، الگ متاثر کرتا، وعظ وتذکیر کے لیے جانے سے پہلے وضو فرماتے، بیٹھ کر پائجامہ پہنتے، اس کے بعد کھڑے ہو کر عمامہ باندھتے، ممبر پر بڑے ادب سے بیٹھتے، گویا بارگاہ کریم میں حاضر ہوں، کچھ دیر خاموش رہ کر حمد وصلوٰۃ کا بزبان عربی خطبہ پڑھتے اس کے بعد انتہائی تکریم سے علی العموم درود تنجینا پڑھتے اور سامعین سے بھی پڑھواتے اس کے بعد بیان شروع فرماتے، بیان پہلے آہستہ آہستہ شروع فرماتے، پھر بیان اپنے عروج پر پہنچتا، آپ کی محویت کے ساتھ سامعین پر بھی محویت طاری ہو جاتی محفل پر سکوت کا عالم طاری ہو جاتا، اکثر حاضرین پر خوف وخشیت کا غلبہ ہو جاتا تو رونے کی آواز سنائی دینے لگتی۔ بے خود ہے کوئی،

مدہوش کوئی - کا وجد وکیف کا منظر ہوتا، درمیان درمیان میں درود شریف کا ورد کرتے وعظ نہایت ہی ادب سے کرتے، سکون واطمینان اور تعظیم وتوقیر ہر آن ملحوظ ہوتا، یہ محفل کس کے نام کی ہے، کس کا ذکر کیا جا رہا ہے، آپ کے دلِ پاک منزل پر اس کا خاص اثر ہوتا، مولانا شاہ علاء الدین طالب القادری تیغی مظفر پوری نے بیان کیا، کہ کلکتہ کی سرزمین پر حضرت امین شریعت مفتی اعظم کانپور کا جلسہ تھا میں بھی حاضر تھا، ہزاروں کا مجمع تھا، مجھے دوران بیان میں نیند آ گئی، خواب دیکھا، نصیبہ بیدار ہوا کہ کسی بزرگ کی تقریر ہو رہی ہے، بغل والے سے پوچھا یہ کون بزرگ تقریر فرما رہے ہیں، بتایا، صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے ہیں یہ سن کر نیند ٹوٹ گئی بیان وہی تھا لیکن اس جگہ حضرت اقدس امین شریعت مفتی اعظم کانپور تشریف فرما ہیں اور بیان ان کا ہو رہا ہے۔ اسی دن سے مجھ کو یقین ہو گیا کہ آپ نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے مواعظِ حسنہ کا خاص انداز تھا، آپ کا وعظ وتذکیر مجبوبانہ ہوتا، تذکیر و وعظ کا مرکزی مرکز، ذات پاک خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وفواضل ہوتے، تعظیم وتوقیر پر بیان کا دائرہ گردش کرتا، قلوب میں تاثیر کرتا، محفل پر محویت طاری ہوتی اور سننے والوں پر حال طاری ہوتا:

محویّت چھا گئی، جب حسنِ بیاں یاد آیا — دل تڑپ اُٹھا وہ اندازِ بیاں یاد آیا
جھومتی پھرتی ہے، وہ دنیائے تصور اب بھی — جب کبھی موعظۂ پیرِ مغاں یاد آیا

فرقۂ باطلہ اور اہلِ سنّت کے فرق وامتیاز کے لیے فیصلہ کن بیان فرماتے کہ جس کے دل میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، تکریم وتعظیم، حضرات صحابۂ کرام کی عظمتِ شان اور اہلِ بیت کرام کی جلالت مکان، اولیاء اللہ کی عزت ووقار میں ذرا سا بھی کمی ہو، زبان لڑکھڑاتی ہو، وہ اہل سنت وجماعت کا مخالف ہے، گمراہ ہے، بے دین ہے، ان سے بچو، یہ آگ ہیں، ایمان کو جلا دیں گے، غرض کہ حضور قبلہ گاہی کے فیضانِ تذکیر کا قلب پر اثر پڑتا، تذکیر ووعظ کی برکتوں سے ایک عالَم خدا پرست، ذاکر وشاغل پابند شرع بن گیا۔ محبت نبوی کا بیان اور اتباع کا بیان آپ ہی جیسے کمالِ متبع شرعِ ظاہر وباطن کا حصّہ تھا،

Scanned with CamScanner

آپ کے عالم ربانی عارف حقانی کا یقین اہل سنت کے مخالف مذہب کو بھی تھا۔ چنانچہ کانپور کے بساط خانہ محلہ کے وہابی بھی کہتے تھے، کہ عالم ربانی تو مفتی اعظم صاحب ہیں، آپ کا سخت مخالف بھی اس کا قائل تھا، کہ آپ عالم ربانی ہیں، متقی ہی نہیں، سراپا تقویٰ ہیں۔ عالم جلیل مولانا شفیق احمد شیخ الحدیث دارالعلوم غریب نواز الہ آباد لکھتے ہیں کہ

"آپ کا فتویٰ تو فتویٰ عمل بھی فتویٰ مانا جاتا تھا"

حضور پرُنور قبلہ گاہی قدس سرہ کی ایک محفل وعظ وتذکیر کا ذکر مولانا صوفی واحد علی شیدا رفاقتی صاحب بیان کرتے تھے کہ شاہ پور عرف سیدوں کا پروا ضلع سلطانپور کے جناب سید طفیل احمد رفاقتی نے بیان کیا کہ:

"ہمارے گاؤں میں ایک شب حضرت قبلۂ عالم کے وعظ پاک کی محفل تھی تقریباً دس ہزار افراد پر مشتمل مجمع تھا، دور دور اطراف کے افراد جمع تھے، معمول کے مطابق کثیر تعداد میں غیر مسلم بھی حاضر تھے، آپ کے موعظۂ حسنہ کی تاثیر میں مجمع ڈوبا ہوا تھا تبھی دور سے ایک سانڈ آتا ہوا دکھائی پڑا، مجمع میں داخل ہو کر ممبر کی طرف بڑھتا گیا لوگ ہٹتے گئے کچھ لوگوں نے ہٹانا چاہا، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا، مت بولو، دیکھو کس طرف جاتا ہے، سانڈ جھومتا ہوا تخت کی طرف چلا اور قریب پہنچ کر حضرت اقدس کے قدموں پر منھ کر کھڑا ہو گیا، آپ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اب جاؤ، وہ سانڈ الٹا پیچھے کو چلا اور چلا گیا، اس وقت مجمع سے دو غیر مسلم کھڑے ہوئے اور کہا لوگو، یہ سانڈ کہاں کا ہے، لوگوں نے لاعلمی ظاہر کی انہوں نے کہا آپ لوگ مانیں چاہے نہ مانیں، سانڈ کے روپ میں اور ہی کوئی تھا جو ہجرت (حضرت) صاحب کا ادب سکھانے آیا تھا، سید طفیل احمد صاحب نے فرمایا، اس واقعہ کا بہت چرچا ہوا"۔

یہ حقیقت عام سے عام ہے اور عامی سے عامی مسلمان بھی اس سے واقف ہے، وہابی فرقہ نے

ڈیڑھ سو برس سے سادے اور بھولے مسلمانوں کے درمیان میں پہنچ کر اہل سنت سوادِ اعظم کے عقائد پر غارت گری کو اپنا دین و ایمان بنا رکھا ہے، شرک و بدعت کے حربوں سے یلغار ان کی زندگانی کا اصل اصول ہے، بدعات و کفریات کی تعلیمات کو وہ ایمان و اسلام کا رکن اعظم مانتے ہیں، ان کی ان حرکتوں سے شورش و بے چینی پھیلتی ہے، اہل سنت کے قلوب مجروح ہوتے ہیں، ایسے گام پر وہ اپنے ہادیوں اور رہبروں کو اطلاع دیتے ہیں۔ ایسا ہی ایک موقع آیا جب بارہ بنکی ضلع قصبہ حیدر گڑھ کے اہل سنت نے حضور پُر نور قبلہ گاہی کو اطلاع دی کہ وہابیوں نے شورش برپا کر رکھی ہے، مناظرہ کا چیلنج بھی دے رہے ہیں، حضور تشریف لائیں، اس کی اطلاع درِ دولت پر ملی، آپ اطلاع پا کر ٹرین سے سفر کر کے بارہ بنکی اسٹیشن پر پہنچے راقم الحروف بھی ہمراہ تھا۔ ڈبے میں بے حد بھیڑ تھی، نکلنا مشکل ہو رہا تھا فرمایا، میں کھڑکی سے باہر نکلتا ہوں تم سامان دیدینا چنانچہ کھڑکی سے پلیٹ فارم پر اترے، اس طرح اترنے سے ہاتھ کے کولھے میں شدید موچ آئی، داعیوں میں کوئی بھی موجود نہ تھا، خود بارہ بنکی سے بس کی سواری سے مقامِ موعود پر پہنچے، تب داعیانِ سادہ لوح حاضر ہوئے اور عدم حاضری کی معذرت کرنے لگے، فرمایا ہم تو اسی کام کے ہیں، یہ کہہ کر اصل معاملہ کی طرف توجہ مبذول کی، مناظرہ کی نوبت نہیں آئی شب میں جلسۂ رشد و ہدایت ہوا، آپ کا موعظۂ حسنہ ہوا، جس نے قلوب کو پختہ کیا، شانے کی موچ کا درد تا زندگانی رہا لیکن کبھی بھی کسی وقت بھی اس کا ذکر لب پر نہیں آیا۔

"دین پاک کے کسی کام آسکتا ہوں تو پانچ پیسہ کا کارڈ بھیج دینا کافی ہے اس پر عمل کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ اس مقام کے اہل سنت کا طبقہ غرباء کا تھا، چنانچہ واپسی کے وقت جب ان لوگوں نے بیس روپے نذر کے پیش کیے فرمایا، اس کو رکھو، پھر سے جلسہ کرنا، اپنی طرف سے بھی روپے دئیے، ایسا آپ کا معمول تھا، جہاں ضرورت سمجھتے، وہاں انتظام کے لیے اپنی طرف سے روپے دیتے۔ آمد و رفت کا خرچ اپنے پاس سے کرتے، بعض مقامات پر خود تشریف لے جاتے اور جلسہ کا انتظام کراتے، دیہی علاقوں میں ایسا اکثر ہوا کرتا تھا۔

مولانا الحاج ظفر الحسن صاحب قادری حامدی پوکھریروی نے بیان کیا کہ بتھوا بازار مناظرہ کے بعد ہماری دعوت پر ہمارے مدرسہ جلال پور ضلع چھپرہ تشریف لائے، اس وقت بڑی دردمندی سے فرمایا، مولانا آپ مدد کریں، تھوڑا سا وقت نکال کر ہمارے ساتھ رہیں، ایک بیل گاڑی کا انتظام کریں، لاؤڈ اسپیکر اور چند دریاں کرایہ پر حاصل کریں، اور دیہاتوں میں مواعظ و تقریر کی باری باری تاریخوں کی اطلاع کرا دیں، وہاں کے لوگوں پر کسی قسم کا بار نہ ڈالیں، چنانچہ میں نے اس پر عمل کیا دوروں میں ساتھ رہا، تقریریں ہوئیں اس کا خاصا اثر ہوا۔

ارہر کی دال اور روٹی چٹنی رغبت سے کھاتے، جس سے میزبان خوش ہوتا، دیہاتی حلقوں کے دوروں میں آپ کے مکارم اخلاق کا خوب خوب اظہار ہوتا، ہر کسی سے اس کے مزاج کی باتیں سنتے اور اس کی رعایت سے اس کی سمجھ کی مطابق گفتگو فرماتے، معمرّ افراد کا اکرام فرماتے، ان کی باتوں کو توجہ سے سنتے اور ان کی گزارش قبول فرماتے، کوئی اپنے گھر لے جانے کی گزارش کرتا تو ضرور جاتے، حاجت مندوں کی مالی مدد فرماتے لیکن خفیہ مدد فرماتے، آپ کے دست مبارک کی لکھی ہوئی تعویذوں کی برکتوں کا بے حد شہرہ تھا، تعویذ کے طلب گاروں کی بھیڑ کی بھیڑ جمع رہتی، ان کی طلب پر ان کو تعویذ نقوش مرحمت فرماتے، پانی، تیل اور لوبان وغیرہ دم کر کے عنایت فرماتے، جس سے اُن کو کثیر فوائد حاصل ہوتے، ایک بار کا واقعہ ہے کہ دولت کدہ پر ایک شخص آیا تعویذ کا طلب گار ہوا، آپ نے تعویذ لکھ کر دیا، تعویذ پانے کے بعد بھی وہ شخص بیٹھا رہا، پندرہ منٹ کے بعد اس سے تعویذ طلب فرمایا، کھول کر اس کو دکھایا نقوش و حروف غائب تھے فرمایا ابھی میں نے تمہارے سامنے لکھا تھا، اس نے کہا جی ہاں، بار دیگر لکھ کر دیا اور فرمایا ابھی موم جامہ کر کے گلے میں ڈال دو، دیر نہ کرو، خطوط و حروف کیوں غائب ہوئے، اس بارے میں پوچھنا خیال میں نہیں آیا۔

اُمّتِ دعوت

حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کی خدمت میں غیر مسلم بھی حاضر ہوتے، آپ ان سے ملتے اُن کی

باتیں سنتے، ان کے حوائج کا مداوی کرتے، ان کی مالی مدد بھی فرماتے، ایک غیر مسلم رام اقبال سنگھ ساکن سوبرسا، نے اپنے والد کے بارے میں بتایا کہ ہمارے بابوجی بیمار پڑے تو مولانا بابا کے پاس آئے آپ نے دوا بھی دی اور پرہیزی کھانا کھانے کے لیے روپے بھی دئیے۔ قریب کے گاؤں قلی سرائے کے ایک اور غیر مسلم نے بیان کیا کہ ہماری مرتو ہوگئی ہوتی پرنتو مولانا باباکی دیا اور کرپا سے، ہم جیوت رہے، بچھمی سنگھ ریلوے میں آفیسر تھے، وہ بہت آتے تھے، دیر تک بیٹھے تھے، باتیں سنتے تھے، انہوں نے راقم الحروف سے کہا، کہ ہماری پوسٹنگ بنارس میں بھی تھی، ایک دن لاؤڈ اسپیکر سے پرچار میں مولانا بابا کا نام سنا، رات میں جلسہ میں گیا آپ کی تقریر ہو رہی تھی، دور سامنے جا کر کھڑا ہوگیا کچھ دیر کے بعد ایک آدمی آئے اور کہا چلیے آپ کو حضرت مفتی اعظم صاحب نے بلایا ہے، میں ان کے ساتھ گیا اور تخت پر بیٹھ گیا، جلسہ کے بعد ساتھ لے گیے اور کھانا کھلوایا، آپ کے کہنے سے ایک ہفتہ تک مرزاپور اور الہ آباد میں ساتھ رہا، آپ کی سنگت میں، بہت اچھی اچھی باتوں کا گیان پراپت ہوا، مولانا بابا کو میں نے اپنی بیٹی کی بیاہ میں بلایا، آپ گھر پر آئے اور کچھ دیر بیٹھ کر واپس گیے۔

شاہ مئو علاقہ جائس میں دو برہمن بھائی میں ایک کی صرف ایک بیٹی تھی، اس کو کوئی اولاد نہ تھی، وہ دونوں آپ کے پاس بیٹی کے لے کر آئے اور اپنی محرومی بیان کی حضور قبلہ گاہی نے فرمایا اولاد تو ضرور ہوگی اور تعویذ مرحمت فرمایا، مدت پوری ہونے پر بیٹا پیدا ہوا، وہ بچہ حضور قبلہ گاہی کے عرس چہلم میں حاضر ہوا، ساتھ والوں نے بتایا یہ حضرت صاحب کا بالکا ہے۔ کانپور پھول باغ میں ایک سندھی غیر مسلم پیر کوٹھ شریف صوبہ سندھ کا باشندہ اور پیر صاحب پگارا کا معتقد تھا، قادری نسبت سندھی کانپور میں ایک دن ظہر بعد حاضر خدمت ہوا اور پیر صاحب کا خط پیش کیا، خط پڑھ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک دن اس نے اپنے گھر پر چلنے کی درخواست کی آپ نے قبول فرمایا اور تشریف لے گیے چونکہ بڑا تاجر تھا، اس کے یہاں مسلم ملازم بھی، بہت تھے وہ سب موجود تھے، انہیں لوگوں نے کھانے پینے کا نظم کیا، کچھ دیر کے لیے اس نے تخلیہ کی اجازت طلب کی، کہا باتیں ہوئیں، وہ معلوم نہ ہو سکیں، بہر حال وہ ہمیشہ حاضر خدمت

ہوتا اور حاضری کے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا جواب میں آپ بھی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ فرماتے، اس سے معلوم ہوتا کہ وہ مشرف باسلام ہو چکا تھا اور نہ اب جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ نہ فرماتے، کیونکہ اکثر دیکھا گیا کہ کوئی غیر مسلم حاضر ہوا، اس نے کہا سلام، آپ نے جواب میں صرف سلام فرمایا۔

حضور قبلہ گاہی، موضع سانڈا ضلع باندا تشریف لے جاتے، اس قریہ میں برہمنوں کی کثیر آبادی ہے، آپ کی آمد کی اطلاع پا کر وہ ملنے آتے، ایک بار وہ لوگ آئے تو پرانے بزرگوں کی باتیں کیں، انہیں باتوں کے آپ سے بھی طالب ہوئے، آپ نے فرمایا کہ پہلے حلال روزی آسانی سے فراہم ہوتی تھی، حلال دانے کی برکت ہوتی تھی، قلب کا تزکیہ خود بخود ہوتا تھا، دوسرے یہ کہ پہلے کے بزرگ ریاضت بھی بہت کیا کرتے تھے، ایک برہمن نے کہا کیا اب بھی ایسے بزرگ ہیں، جو گہرے کوئیں میں کود یں اور نکل آئیں اور چوٹ بھی نہ لگے، فرمایا، یہ تمہارے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، یہ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے مرتاض، قائم اللیل اور صائم النہار فدائی مرید جناب شاہ امام علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ تھے، ان لوگوں نے کہا ہاں یہ تو ہیں، جناب شاہ صاحب علیہ الرحمہ، اسی موضع کے رہنے والے تھے، ۱۶ برس کی عمر بھی جب جذب رحمت الٰہی نے اُن کو اپنی طرف کھینچا، وہ گھر سے نکل پڑے، پہاڑوں، پہاڑوں پر بسیرا کرتے، پتیاں کھاتے اور روزہ رکھتے، کثرت سے نوافل پڑھتے، عرصہ بعد نیچے اُترے، جہاں چاہا، چلتے چلتے رک جاتے، چند دن بعد وہاں سے بھی کوچ کرتے، عید بقر عید میں روزہ رکھتے، عاشق الرسول شہر بیشہ سنّت مولانا محمد حشمت علی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے شہرت سُنی تو ملاقات کے لیے تشریف لے گیے اور فرمایا عید بقر عید میں روزہ رکھنے سے روکا گیا ہے، بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ اُٹھ کر شاہ صاحب چل دیئے، شاہ صاحب نے خود بیان کیا کہ میں نے سفر میں سنا کہ بہت بڑے بزرگ مفتی اعظم کانپور وعظ فرمانے کے لیے آنے والے ہیں، دل کھینچا، میں بیان سننے کے لیے پہنچ گیا، دیکھا تو یہ دیکھا کہ یہ وہی بزرگ ہیں، جن کو میں نے عربوں کے لباس میں برسوں پہلے دیکھا تھا، واقعہ یہ ہوا تھا کہ باندا اور جھانسی کے علاقوں میں بہت بڑے مندر ہیں اور سادھو سنت تیاگی اور غیر تیاگی بھی بہت رہتے ہیں، اُن سے بحث میں یہ طے پا گیا کہ چلو باری باری

گہرے کوئیں کو دیں اور خود نکلیں جو کامیاب ہوگا وہ اپنا مذہب مذہب تیاگے گا میں نے بسم اللہ کہہ کر چھلانگ لگا دی اور جب نکلنے کا ارادہ کیا تو عربوں کے لباس میں ایک بزرگ کو دیکھا انہوں نے کنوئیں میں ہاتھ بڑھا کر مجھے اوپر نکال لیا اور خود غائب ہوگیے، جلسہ میں حاضری کے موقع پر وہی صورت دیکھی تو، پہلی بات جو زبان سے نکلی وہ یہ تھی، کہ حضور میں ابھی تک کسی کا غلام نہیں بنا مرید کر کے مجھے غلام بنالیں، غلام بن گیا، شاہ صاحب نے کہا کہ حضور قبلہ عالم نے برہمنوں سے فرمایا کہ کوئیں میں کو دے اور نکل آنے والے یہ تمہارے سامنے بیٹھے ہیں، تو مجھے تعجب ہوا کہ غلام نے تو کبھی اس کا ذکر اپنے آقا سے کیا نہیں اور آپ کو معلوم ہے، بعد کے زمانے میں جب ہم کابی کی سعادت حاصل ہوئی اور پیہم واقعات نظر کے سامنے گزرے تو یقین ہو چلا کہ قلوب کے احوال پر حضرت پیر ومرشد قبلہ کی نگاہ ہے۔

جناب شاہ صاحب نے بیان کیا کہ ایک بار سخت پریشانی میں پڑا جائس کے علاقہ میں ہم کاب تھا ایک پروا سے دوسرے پروا، پیدل جاتے ہوئے اپنی پریشانی کا حال کہا اور یہ بھی کہہ کر گزرا کہ ہم کو یقین ہے کہ مخالفت ہمارا کچھ بگاڑ نہ سکے گا، آقا نے سننے کے ساتھ پلٹ کر فرمایا، کہ جب یقین ہے کہ مخالف کچھ بگاڑ نہ سکے گا تو پھر شکوہ کیوں؟ پھر فرمایا، کہ ہم کو تو پورے ہندوستان میں ایک بھی یقین والا نہیں ملا۔

حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کی خدمت میں ایک شخص آیا، وہ مرید بھی تھا لمحوں کے بعد اس نے اپنے احوال کہنے شروع کیے، کہتے کہتے کہنے لگا، حضور صاحب میں جب نماز کے لیے تحریمہ کہتا ہوں میرے باطن پر یہ کیفیت مکمل طاری ہوتی ہے، کہ خدا مجھ کو دیکھ رہا ہے، پھر یہ کیفیت ہوتی ہے کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں ایسی کیفیت رکوع میں ہو جاتی ہے، جب سجدہ میں جاتا ہوں، تو چاروں طرف سے نور ہی نور کا گھیرا نظر آنے لگتا ہے، میرا اپنا وجود ختم ہو جاتا ہے اور میں نے خدا ہو جاتا ہوں، اس شخص نے جوں ہی آخری جملہ کہا معاً آپ نے استغفار و توبہ پڑھا، اس پر شدید ناراضگی فرمائی، اس سے توبہ کرایا کلمہ پڑھوایا، اس کے بعد وسوسہ شیطانی سے حفاظت کے لیے ایک ورد تلقین فرما کر اس راہ کی خطرناکیوں کا بیان فرمایا۔

منشی سید نور الحسن صاحب نیر پوری دولت کدہ پر قیام کے دوران روز حاضر ہوتے، سادہ وضع

نیک طبع تھے۔ اُنہیں کی موجودگی میں چند افراد بیعت ہوئے، منشی جی نے بتایا کہ میں بھی مرید ہو گیا ہوں، سیدھولی ضلع دربھنگہ گیا تھا، وہاں دیوبند سے حضرت شیخ الاسلام آئے تھے، لوگوں نے مجھے بھی مرید کرادیا، سنتے ہی حضور پُرنور قبلہ گاہی نے فرمایا، منشی جی آپ بھی کہاں پھنس گیے، منشی جی نے کہا، کیا وہ سُنّی نہیں ہیں، فرمایا وہ سُنّی ہی نہیں تو حنفی کہاں سے ہوگا وہابی دیوبندی ہے، منشی جی، نے کہا تو ہم سے غلطی ہوگئی، آپ ہی ہم کو مرید بنالیں، اسی وقت ان کو سلسلہ میں داخل فرمالیا اور دیر تک عقائد اہلِ سُنّت بیان فرمایا اور دیوبندی مذہب کے بطلان بیان فرماتے ہوئے بندہ سے حفظ الایمان نکلوا کران کو سنایا اور دکھایا اور فرمایا اب اگر کبھی سیدھولی جانا ہو تو وہاں کے لوگوں سے اس کو پوچھیے۔

راقم الحروف کے نانیہال میں پوکھریرا کے حضرات علماء اولیاء کی بے حد آمد ہوتی تھی انہیں کی توجہ سے سالانہ جلسہ بھی ہوتا تھا، ایک جلسہ میں مظفر پور کے دیوبندی مدرسہ جامع العلوم کے مولوی جمیل وغیرہ کو بھی دعوت دی گئی، وہ سب پہنچ بھی گیے، حضرت مولانا شاہ ولی الرحمن پوکھریروی علیہ الرحمہ نے یہ سب معاملہ دیکھا تو جلسہ میں شرکت سے جُدا رہے، اس کے بعد سے اُن کی آمد کا سلسلہ بند ہوا تو جلسہ کا بھی سلسلہ بند ہوا، حضور پُرنور قبلہ گاہی کی شادی یہاں کے دین دار رئیس وزمین دار مولوی امیر الدین حسین بابو کی چھوٹی دختر سے ہوئی، یہ رشتہ دینی خیر وبرکت کے فیضان کا بھی باعث بنا، پوکھریرا کے سُنّی علماء کی آمد اور قیام اور منقطع جلسہ کے احوال مسموع ہوئے تو، جلسۂ میلاد النبی ﷺ کے انعقاد کی سعی کی، جلسہ ہوا اور عظیم فیوض وبرکات کا سماں ہوا، پوکھریرا کے سُنّی علماء کی تشریف آوری ہوئی، دیوبندی مولویوں کی آمد کا سلسلہ بند ہوا، نانا مرحوم کو بنوایا ہوا مسجد کے جانب پورب، بہت بڑا بنگلہ تھا، دن میں آپ وہاں پر رہتے، لوگوں کی آمد ہوتی، اسی زمانہ کا واقعہ ہے، جو بندہ کو اچھی طرح یاد ہے، آپ نے بہت انبساط اور شرح کے ساتھ فرمایا کہ:

سُنّی حنفی اور وہابی دیوبندی کی پہچان

"سُنّی حنفی کی اور وہابی دیوبندی بدمذہب بے دین کی اس زمانے میں سب سے

آسان پہچان یہ ہے کہ اس کے سامنے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا جائے اگر ان کا نام سن کر اس کے چہرہ پر خوشی دکھائی پڑے تو جان لے کہ یہ صحیح العقیدہ اہل سنّت سنّی حنفی ہے اور اگر چہرہ سے ذرا سا بھی ناگواری محسوس کرے تو سمجھ لے کہ بدمذہب بے دین ہے وہابی، دیوبندی ہے"۔

فیض صحبت کی برکتیں

حضور قبلہ گاہی کی مجالس، روحانی تطہیر وتزکیہ کا دار الشفاء تھیں، جلالت شان اور عظمت مکان اور ہیبت حق کے باوجود، آپ کی خدمت میں ہر طرح کے لوگ آتے، آپ ان کی خیریت پوچھتے صالح اور غیر صالح کی کوئی پابندی نہ تھی، بہت عمومیت تھی، ایسے ہی آنے والوں میں ایک صاحب بے حد مے نوش تھے، مگر حاضر ہوتے تھے، ایک دن بڑی عاجزی سے کہنے لگے حضرت صاحب سب لوگ مرید ہو گیے ہم نہیں ہوئے، ہم بھی مرید ہوں گے، فرمایا، بہت اچھا، فرمایا تھوڑی سی چینی کا شربت بنالو، خود ہی پیسے دیے، اس کے بعد فرمایا وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھ کر آؤ، حکم کی تعمیل کی، اس وقت ان کو سلسلہ میں داخل فرمالیا، جب تک وہ حاضر رہے بے حد محبت وشفقت بھری نظروں سے ان کو دیکھا کیے، حضور قبلہ گاہی کی نظر ان صاحب کے احوال پر تھی، کہ اب تبارک وتعالیٰ نے اُن کو توبہ کی توفیق خیر بخشی اور وہ تائب ہوئے، اس طرح کے تائبین کی کثیر تعداد کا فقیر کو ذاتی علم ہے، جن کی اگلی زندگانی انوار شریعت مصطفوی، سے مجلّٰی رہی، ایک معمر شخصیت بے حد مئے نوش تھے، صرف پہلی بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کی نگاہ ان پر بار بار جاتی تھی، آپ اُن کو جانتے تھے، تھوڑی دیر بعد وہ بولے، حضرت ہمارا دل آپ سے مرید ہونے کو چاہتا ہے، آپ نے فرمایا ہاں! توبہ بڑی بات ہے، اور وضو نفل کی تاکید سے پہلے ہی ان کو سلسلہ میں داخل فرمالیا، اس کے بعد ان کی زندگی کا انقلاب بھی دیکھا، حوائج سے فراغت کے بعد اکثر اوقات مسجد میں موجود، صالحین کرام کے بارے میں لکھا گیا ہے، ان کی

تکبیر تحریمہ چھوٹتی نہ تھی، ان صاحب کے لیے یہ ممکن نہ تھا، کہ مسجد شریف میں اذان ہو رہی ہو اور مسجد شریف میں موجود نہ ہوں، ایسے کھوئے سے رہتے، کہ اگر ظہر و فجر کی اذان انہوں نے دی تو قبل از وقت یا بہ دیگر وقت پر اذان دی گئی، پہلے مئے نوشی کی سرمستیاں تھیں، ماضی پراگندہ تھا، اب محبت الٰہی کی تجلیاں تھیں، اس میں ہوش و خرد سے واسطہ نہ تھا، ان کا نام محمد سلیم مرحوم تھا۔

حسنات الدھر برکۃ العصر

حضور پُرنور قبلہ گاہی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ کا شروع شروع میں عمومی بیعت لینے کا معمول نہ تھا، لیکن جب اس کے برکات ملاحظہ فرمائے، تو بیعت لینے کا عمومی دروازہ کھول دیا، آپ کی نگاہ اس پر تھی کہ داخل سلسلہ ہونے والا کسی نہ کسی منزل میں اپنے مرید ہونے کی لاج ضرور رکھتا ہے اور کھلے ہوئے منکرات وسیّات سے گریزاں رہنے کی سعی کرتا ہے اور یہ توبہ اور بیعت اس کے لیے منکرات کا وقایہ بن جاتا ہے اور بکثرت افراد و اشخاص کو حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے انفاسِ قدسیہ کی برکت سے توبہ و انابت کی دولتِ اسنیٰ ملی اور بہتوں کو وصل حق میسر آیا، فیض یافتگان صحبت بھی ہدایت و رہنمائی میں مثل ستاروں کے ہوں گے لاریب آپ سرّ یزداں، حسنات الدھر اور برکۃ العصر تھے۔

حضور اکرم شافع الشافعین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

ہماری امت میں ہر دور میں ایسے افراد کا وجود ہوتا رہے گا، جن کی طبیعت میں محبت اور سلامتی ہوگی اور طبیعتیں متوازن ہوں گی، ان پر غفلت کا غلبہ نہ ہوگا، ان کے قلوب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مشتاق ہوں گے، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے ہوں گے، فلاح پانے والے ہوں گے۔

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ،

یہ افراد اہل سابقون ہوں گے یعنی نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہوں گے، ان کے طفیل اللہ جل شانہ مخلوق کو روزی دے گا، ان کی وجہ سے زمین پر بارش ہوگی، وہ اپنے ماتحت کو تکلیف

نہیں دیں گے، نہ ہی کسی پر دست درازی کریں گے، انہیں دنیا کی کسی چیز کی طمع بھی نہ ہوگی، وہ دنیا ومافیہا کے احوال سے آنکھیں بند رکھتے ہیں، ان کی باتیں شیریں ہوں گی اور نہایت درجہ متقی و پرہیز گار ہوں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا،

ایسے افراد جن کو یہ مراتب ملیں گے، ان کو صوم وصلوۃ کی کثرت اور تسبیح وتہلیل پر مداومت کی وجہ سے یہ فضیلت نہیں ملے گی، بلکہ حسنِ اخلاق، صدق وتقویٰ حسنِ نیت، اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نصیحت ووعظ، صبر وحلم اور ذلت سے پاک عاجزی کی وجہ سے یہ فضیلت اور یہ مقام حاصل ہوگا، انبیاء زمین پر اللہ کے اوتاد ہیں ہماری امت کے یہ افراد ان کے بدل ہوئے انہیں ابدال کہا جائے گا۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے برکات وفیوض میں یہ عام بات تھی، کہ جس آبادی میں کثرت سے تشریف لے گیے اور جن غریب اور مفلوک الحال کے گھروں پر قیام فرمایا، اس میں روزی کی کثرت اور خوشحالی ضرور پیدا ہوئی، جو محتاج تھے وہ غنی ہوئے جو دوسروں کے محتاج ودست نگر تھے، انہوں نے دوسروں کی دستگیری کی۔

قحط اور استسقا کی نماز

آپ کے وصال شریف سے سات آٹھ برس پہلے اتر پردیش کے علاقہ میں سخت قحط پڑا، شدت گرمی سے لوگوں اور جانوروں کا بُرا حال تھا، اسی زمانے میں کانپور کے سائنوں کی ایک تعداد حاضر خدمت ہوئی اور عرض گزار ہوئی کہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے گرمی سے سخت پریشانی ہے، دعاء فرمائیں کہ بارش ہو، آپ نے معاً فرمایا ہم سب مل کر دعاء مانگیں، اس کے لیے جاجموٴ شریف کی عیدگاہ کا میدان مقرر فرمایا، وقت مقرر پر تشریف لے گیے، ہزاروں مسلمان جمع تھے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ استسقاء کی نماز

پڑھائی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ، آسمان پر بادل کی گھٹا چھائی، بارش ہونے کے چھینٹے پڑے، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا اعلان کر دو، کل کانپور کی عیدگاہ میں سب جمع ہوں وہاں یہ نماز پڑھی جائے گی، لیکن وہابیوں نے اس مختصر وقت میں خفیہ تیاری کی اور عیدگاہ میں پہنچ گئے، اُن کے امام عیدین نے نمازِ استسقاء پڑھائی، جیسے جیسے وقت بڑھتا گیا، دھوپ کی تمازت میں شدت آتی گئی، اس وقت وہابیوں ہی نے عام طور پر ملامت کی اور سب نے کہا کل حضرت مفتی اعظم نے دعاء کرائی تو بارش کے چھینٹے بھی پڑے اور دھوپ کی گرمی بھی ہلکی پڑی، عیدگاہ کے امام نے گرمی بڑھادی۔

صلاح وفلاح واتحاد

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے وجود سے صلاح وفلاح اور اتحاد کی تابشیں پھوٹتی تھیں، خصومات کے فیصلے بھی فرماتے، کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ نے کوئی فیصلہ فرمایا ہو اور فریقین نے اس کو قبول نہ کیا ہو، احیاناً اگر کبھی ایسا وقوع پزیر ہوا تو اس کا انجام بہت ہی بُرا ہوا، ادارۂ شرعیہ کے منصوبوں کے استحکام اور ابلاغ کے لیے جب اجلاسوں کا سلسلہ قائم ہوا، تو مظفر پور شہر میں یادگاری اجلاس ہوا، حضور قبلہ گاہی کی اقامت گاہ پر اجلاس میں مدعو علماء و مشاہیر، علامہ ارشد القادری، مولانا مفتی شریف الحق امجدی، مولانا سید الزماں صاحب قبلہ، مولانا خواجہ سید رکن الدین اصدق چشتی وغیرہم موجود تھے، جبھی محبی مولانا شاہ علی احمد جید القادری اور مولانا مفتی محمد قاسم صاحبان نے میری حاضری کا فائدہ اُٹھا کر حضرات کرام کے سامنے فقیر اور مولانا سید الزماں صاحب علیہ الرحمہ کے درمیان دینی اختلاف کے تصفیہ کا معاملہ رکھ دیا، علامہ ارشد القادری میری طرف متوجہ ہوئے، فرمایا آپ اپنا دعویٰ بیان کریں، ابھی اپنے دعویٰ کا بیان شروع بھی نہیں کیا تھا، کہ حضور قبلہ گاہی نے فرمایا،

"میں مولانا سید الزماں صاحب کو مکرّم رکھتا ہوں، محمود ان سے معافی مانگیں اسی میں ان کی سعادت ہے،

فقیر حکم کی تعمیل میں کھڑا بھی نہ ہوئے پایا تھا، کہ مولانا مفتی شریف الحق صاحب نے عرض کیا
حضور! محمود میاں صاحب اگر چہ خورد ہیں، مگر بات ان کی بزرگ ہے،
ان کو کہنے کی اجازت دی جائے"

فقیر نے جب اپنا دعوائی بیان پیش کیا تو مولانا سید الزماں صاحب قبلہ نے قسم کے ساتھ اس کا انکار کر دیا، میں نے بھی بقسم ان کے انکار کو رد کیا، میرے طرزِ عمل پر مولانا مفتی شریف الحق صاحب نے فرمایا، محمود میاں آپ کی فضیلت پر روشن ہے، قسم کے ساتھ انکار مدعیٰ علیہ کا حق ہے، مفتی صاحب کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی علامہ ارشد القادری گویا ہوئے، مفتی صاحب آپ کی بات درست ہے، لیکن محمود میاں قبلہ اور مولانا سید الزماں صاحب کی گفتگو کی کڑیاں ملانے سے محمود میاں کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے، یہ کہہ کر مولانا سید الزماں صاحب قبلہ کی طرف، متوجہ ہوئے فرمایا مولانا آپ کیا کہتے ہیں، مولانا سید الزماں صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا میں مفتی نہیں ہوں، مفتیانِ کرام کا متبع ہوں، علامہ ارشد القادری نے مولانا مفتی شریف الحق امجدی کو متوجہ کیا، انہوں نے فرمایا، محمود میاں صاحب نے جن علماء پھلواری کے اقوال و ضلال وکفریات کا بحوالہ ذکر کیا وہ کافر ہیں، کیوں کہ وہ توہین شان پاک ﷺ کرنے والوں کے حمایتی ہیں، ان کی حمایت ان کے کافر ہونے پر متفرع ہے، علامہ نے مولانا سید الزماں صاحب سے فرمایا آپ نے فتویٰ سن لیا، جواب ملا میں اس کو مانتا ہوں اور کافر مانتا ہوں۔ حضور قبلہ گاہی کا ایماء ہوا، میں نے مولانا سید الزماں صاحب قبلہ سے عرض کیا آپ نے اہلِ حق کے موقف کی تائید فرمادی تو پہلے بھی آپ میرے بزرگ تھے، اب اِس موقف پر میں پھر آ گیا آپ مجھے معاف فرمائیں، مولانا نے آبدیدہ ہو کر گلے لگایا، میرے دعویٰ میں بزرگانِ بریلی شریف خصوصاً اعلیٰ حضرت امام اہلِ سُنّت قدس سرہ کی پُر زور حمایت اور ان کے دینی کمالات اور حمایتِ سُنّت اور نکایتِ بدعات کی مضبوط وکالت تھی، جبکہ مولانا معظم، اہل پھلواری کے طرف دار تھے، اس موقع کے حاضرین کے بہت سے افراد اب بھی موجود ہیں۔

باب ۱۰

کشف و کرامات

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے کثیر ارادت مند شہر جالون اور اس کے اطراف کے مواضعات میں بھی ہیں، دینی سرگرمیاں بھی وہاں بلندیوں پر ہیں، صلابت دینی میں بھی اس کا امتیاز ہے، چمن کی زینت جس طرح گلوں سے ہوتی ہے، تو خاروں کا وجود بھی وہاں دکھائی پڑتا ہے، یہاں کے متوسلوں میں چند افراد اسی ذہنیت کے تھے، جن کی وجہ سے شورش برپا رہتی تھی، اخوان روحانی کی دعوت پر فقیر کا جانا ہوا تو مخلصوں کے درمیان آداب پر گفتگو کی، اسی محفل میں مقبول نام کا ایک شخص موجود تھا، اس نے زبان کھولی، اعتراض کیا فقیر نے جواباً کہا شیخ کے انفاس کی برکتوں سے، جو منزل آتی ہے، اس کے متعلق واصلان حق کی خاص اصطلاح، فنافی الشیخ کی ہے، اس نے پھر کہا یہ تو پیر پرستی ہوئی، میں نے عرض کیا، یہی حق پرستی کی پہلی منزل ہے، اس گام پر وہ اٹھ کر چلا گیا اور اپنی بولی میں میرا نام لے کر کہا کہ محمود میاں صاحب تو بت پرستی کی تعلیم دیتے ہیں، مقبول نے کچھ مولویوں سے استفتاء کیا، جیسا سوال تھا ویسا جواب آیا لیکن چونکہ واقعہ کے شاہدین کثرت سے تھے، اس کے منگائے ہوئے فتاوے بے اثر رہے، خطیب

مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ اور مولانا مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ کا جالون جانا ہوا، تو اس نے ان کے پاس پہنچ کر فریاد کی، پہلے تو ان دونوں نے حقائق پر روشنی ڈالی لیکن جب مقبول کی لے تیز ہوتی تو دونوں نے اس کو سرزنش کی لیکن وہ خاموش نہیں ہوا، ماہ دو ماہ کے وقفہ سے حضور قبلہ گاہی کسی نہ کسی سلسلہ میں تشریف لے جاتے تھے، اس کے بعد جانا ہوا، تو مقبول بھی پہنچا، "پیر پرستی تو بت پرستی ہے"، سے اپنی بات شروع کی، صحیح صورت پر آپ نے روشنی ڈالی اور اُسے سمجھایا لیکن وہ "پیر پرستی، بت پرستی" کی رٹ لگائے رہا، اس وقت آپ کے چہرہ سے ناراضگی کا صاف اظہار ہو رہا تھا، اب زبان کھلی تو فرمایا:

"مقبول! پیر پرستی ہی، حق پرستی ہے، پیر پرستی کو تو بت پرستی کہتا ہے تو ــــــ تو بت پرستی ہی کرے گا"۔

حاضرین مجلس کا بیان ہے، کہ اس وقت سب پر ہیبتِ حق چھا گئی، سب لرز گیے، خاص حالات میں آپ کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات وقوع پزیر ہو کر رہتے تھے، چند ماہ کے بعد لوگوں نے سر کی آنکھوں سے دیکھ لیا، مقبول گھنٹا بجاتا تھا، اس کا آخر انجام بت کدہ کے دروازہ پر ہوا، اور اسی جگہ پر موت بھی ہوئی، نعوذ باللہ من غضب اولیائہ۔

کلکتہ فساد کے ہولناک فساد میں اہل اسلام کے جان و مال کا بے حد نقصان ہوا، امدادی چندے کے لیے جماعتیں سرگرم ہوئیں، کانپور کے مسلمانوں نے بھی اس میں بڑا حصہ لیا، شفیع آباد جامع مسجد کے امام کی قیادت میں وفد کلکتہ پہنچا وفد کے ارکان، واپس لوٹے تو قائد وفد پر گڑبڑی کا الزام لگایا چندہ دینے والوں نے بھی حساب کا مطالبہ کیا لیکن ناکام رہے، بات بڑھی، عوامی مطالبہ نے زور پکڑا، عوام نے حضور قبلہ گاہی کی خدمت میں رجوع کیا، اس کے لیے مجلس مشاورت ہوئی، تمام معاونین نے جمع ہو کر اپنے اپنے چندوں کا جو لاکھوں کی گنتی میں تھا حساب مانگا، سخت ہنگامہ ہوا، امام صاحب کی خیانت کا ثبوت کھل کر سامنے آیا، لیکن وہ حساب نہ دینے پر اڑ گیے، اب مطالبہ اُن کی منصب امامت کی معطلی کا آیا، اس کی وجہ سے بات بے حد بڑھ گئی، اس کے بعد امام صاحب نے شرّی لوگوں کو اپنے ساتھ اکٹھا

کیا، منصبِ امامت پر قابض رہے، امام صاحب نے اس کے بعد خفیہ طور پر چھوٹے چھوٹے کتابچے چھپوا کر سبھی پر بے حیا، ناجائز تہمتیں لگوائیں، کیا علما، کیا ائمہ، کیا عمائد اہلِ سنت حضور قبلہ گاہی کے سوا، سب ہی زد پر ہوئے، ایک دن ظہر کے بعد، شہر کے ایک جلیل القدر عالم مولانا محمد محبوب اشرفی صاحب کو حضور قبلہ گاہی کی خدمت میں سراسیمہ بیٹھا دیکھا، اُن کے ہاتھ میں لفافہ اور ایک مطبوعہ پرچھا تھا، جس میں اتہامات درج تھے، حضور قبلہ گاہی نے ان محترم عالی سے فرمایا آپ صبر کریں اور خاموش رہیں، اس کا انجام اس اتّہام سے بھی بدتر ہوگا، چند ماہ بعد لوگوں نے دیکھ لیا، کہ امام صاحب کی کیسی رسوائی ہوئی، اور کس رسوائی کے ساتھ وہ امامت کے منصب سے برطرف کیے گیے۔

جائس شریف سے، بجانب شمال، حسن کا پوردا، اور اس کے اطراف کے مواضعات بھی حلقۂ ارادت مندوں سے بھرے ہوئے ہیں گو جرمسلم کی آبادیاں ہیں، نیکیوں کا اُجالا بھی ہے اور بدوضع لوگ کی اعمال امن سفر بھی کی شر باریاں بھی ہیں جھگڑا لڑائی، قتل وضرب کی بھی کمی نہیں، چنانچہ ایک بار آپ کی تشریف فرمائی سے قبل باہمی لڑائی میں ایک قتل کا حادثہ رونما ہو چکا تھا، فریقین وابستگان سلسلہ میں تھے، حضور قبلہ گاہی کی خدمت میں فریقین بھی معمول کے مطابق حاضر خدمت تھے، واقعہ کا آپ کا علم ہو چکا تھا، آپ نے دل گیری سے اپنے ملال کا اظہار فرمایا اور مصالحت کے لیے تاکید فرمائی، مقتول کے وارثوں کی طرف سے بدلے کی بات شدّت کہی گئی، آپ خاموش و مغموم دیر تک ان کی سنتے رہے، اس درمیان میں پُرملال رہے، جب زبان کھلی تو فرمایا۔

جب نہیں مانتے ہو، تو آٹھ نو قتل اور ہوں گے۔

عزیز گرامی چودھری محمد حنیف رفاقتی مقیم لکھیم پور اور اُن کے بھائیوں نے بتایا، آٹھ قتل اس سلسلہ کے ہو چکے ہیں، معاذ اللہ منہ۔

حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ اپنے مدرسہ، مدرسۂ احسن المدارس قدیم کی مسجد شریف میں نماز و اوراد سے فارغ ہو کر اپنے حجرہ میں جا رہے تھے، جبھی ایک شخص پر نظر ٹھہر گئی، جو بیٹھ کر نفل پڑھنے جا رہا

Scanned with CamScanner

تھا، آپ نے اس سے فرمایا نفل بھی کھڑے ہو کر پڑھا کرو حنفی مذہب میں کوئی بھی نماز بیٹھ کر نہیں ہے، اس ناسمجھ نے کہا کیا بیٹھ کر نہیں ہوتی، آپ نے جواب دیا تو بیٹھے رہو، یہ کہہ کر آگے بڑھ گیے، اس کے بعد اُس نے اُٹھنے کا ارادہ کیا تو اُٹھنے کی طاقت نہیں، بہت کوشش کی اور روتا اور کہتا میاں معاف کر دیں، غلطی ہوگئی، آپ حجرہ سے اتر کر تشریف لائے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر کے فرمایا جاؤ گھر جاؤ۔

قلم ہی چلائے گا

فقیر راقم الحروف بہت چھوٹی عمر کا تین برس کے آس پاس کا تھا، جبھی کھمبے سے لگ کر کھیل رہا تھا، ایک ہم عمر بچے نے ہاتھ چھڑا دیا جس کی وجہ سے راقم الحروف گر گیا، بائیں ہاتھ کی ہڈی میں چوٹ آئی، مرہم پٹی کی گئی لیکن ورم قائم رہا حضور پُرنور قبلہ گاہی، اقامتِ کانپور کے دوسرے تحفیظ قرآن پاک کے لیے ہم ماہ لیے گیے، یہاں کریم بخش مرحوم اور رحمت اللہ پہلوان مرحوم مرہم پٹی کا کام کرتے تھے، آپ نے مجھے ان کو دکھایا اور انہوں نے بڑی محبت سے سکائی کر کے مرہم پٹی کا کام شروع کیا، چند دنوں بعد ہڈی ملائم ہوئی، تو دونوں طرف لوہے کی پٹی لگا کر باندھ دیا، اس کی وجہ سے تکلیف بڑھ گئی اور میں حافظ محمد سعید صاحب مرحوم کے پاس پڑھنے نہیں گیا، حافظ صاحب جب عصر کی نماز مدرسہ کی مسجد شریف میں ادا کرتے تھے، جب آئے تو مجھے معلوم کیا، میں مدرسہ کی دوسری منزل پر لیٹا رہا تھا، حافظ صاحب نے میرا یہ حال دیکھا تو محبت سے وجہ پوچھی اور ہاتھ بڑھا دیا، انہوں نے فرطِ محبت سے پٹی کھول دی اور کریم بخش اور رحمت اللہ پہلوان کو بُرا بھلا کہا، بلکہ دوسرے دن ان کی دکان پر جا کر لڑے بھی، حضور سید الوالا قبلہ گاہی سفر سے واپس ہوئے تو دونوں بھائیوں نے حافظ صاحب کی شکایت کی، آپ نے فرمایا رہنے دو، ہل تو چلائے گا نہیں، قلم ہی چلائے گا، آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے، جملے میرا مقدر بن گیے۔۔۔۔۔ تقریر، تدریس سے تہیں زائد، اوقات کا حصہ قلم کا ہاتھ میں رہنا ہے، جس سے اللہ جل شانہٗ کا اس کے حبیب پاک ﷺ اور آپ کے آل اطہار ازواج کا صحابۂ کرام کا آپ کی امت کے اخیار کا ذکر لکھا کرتا ہوں، ؎ کرم پر کرم ہے، دیا ہے تمہاری

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ دوسری بار حج و زیارت کی حاضری کے بعد کانپور میں اپنی جائے اقامت، مدرسۂ احسن المدارس قدیم، کی پہلی تعمیر کے حجرہ میں تشریف فرما تھے، جمعرات کا دن تعطیل کا تھا اس لیے ظہر کے بعد حجرہ میں گیا، آپ دکھن رخ کر کے بیٹھے تھے میں بھی جا کر بیٹھ گیا، آپ کسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول تھے، بایاں پاؤں داہنے پاؤں پر تھا میرے دل میں خطرہ گزرا، دینی کتاب سے پاؤں اونچا ہے، اس خطرہ کے ساتھ ہی، آپ نے کتاب کی طرف نظر کی اور اُٹھا کر اپنے کی الماری پر رکھ دی اور میری طرف دیکھا۔

سیدی حضرت مولانا سید شاہ محمد حامد اشرف کچھوچھوی نے حضور پُرنور قبلہ گاہی کے مناقب بیان کرتے ہوئے بیان فرمایا، میں ممبئی سے وطن جانے کے قصد سے چلا، اس زمانے میں جھانسی میں گاڑی بدلنی ہوتی تھی، جھانسی پہنچ کر ارارہ کیا کہ ایک دن کے لیے کانپور اتروں گا اور حضرت مفتی اعظم کے پاس قیام کروں گا، کانپور پہنچا تو حضرت کو موجود پایا کھانے کا وقت تھا، باورچی سے کھانا منگوایا، جس میں اہتمام تھا، فرمایا حامد میاں یہ کھانا آپ کے لیے پکوایا ہے، میں نے کہا میں نے تو اپنے آنے کی اطلاع نہیں کی تھی، کیسے معلوم ہو گیا، بعد میں باورچی نے بتایا کہ صبح صبح میاں نے مجھے بلوا کر کہا تھا کہ ایک مہمان کے لیے زیادہ پکالینا۔

سیٹھ حاجی ابراہیم بھائی مرحوم حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کے یکے از مخلصین میں انہوں نے حضور کی تشریف آوری کے موقع پر گیارہویں شریف کی نیاز کے لیے کھانا پکوایا، فاتحہ حضور قبلہ گاہی سے دلوائی، مدعو حضرات کے علاوہ بھی زیارت وملاقات کے لیے آنے والے موجود تھے۔ بہت سے قصبہ کے لوگ بھی آ گئے ان لوگوں کو دیکھ کر حاجی صاحب نے کہا مجھے، پریشانی معلوم ہوئی، جا کر خدمت میں عرض کیا کہ کھانا تو پانسو افراد کے لیے ہی پکوایا ہے، افراد تو بہت ہیں، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا یہ نیاز حضرت غوث کے لنگر کی ہے، اگر پانچ ہزار بھی افراد آ جائیں کھانے میں برکت ہوگی، سبھی کو کافی ہوگا یہ فرما کر اپنا رومال عطاء فرمایا اور فرمایا اس سے دیگ کو ڈھک دیں اور بسم اللہ پڑھ کر نکلوائیں اور وہاں پر بیٹھے

رہیں، کھانا نکلنا شروع ہوا، شام تک کھانا جاری رہا، آخر میں جب اُٹھے دیگ میں بریانی اور زردہ بچا ہوا تھا، جو بعد تقسیم ہوا۔۔۔۔۔۔ اس طرح کے واقعات راقم الحروف نے بھی بہت دیکھے، جب ہمارے گھر کوئی تقریب ہوئی، لوگوں کی ضیافت کی گئی، کھانا بچا اور تقسیم ہوا، لوگ تبرک کے نام پر طالب ہوئے حضور قبلہ گاہی نے مسکراتے ہوئے ان کی طلب پوری کرنے کی ہدایت فرمادی، گاؤں کی پریشان حال بیوگان اور یتیموں اور لاچاروں کو مستقل کھانا دیا جاتا، جس کا سلسلہ اب بھی جاری ہے، جواد کریم جل شانہ ہمیشہ جاری رکھے۔

بارش ہوگی

والدہ ماجدہ مشفقہ مرحوم کی پہلی برسی پر راقم الحروف نے ایصال ثواب کے لیے میلاد النبی ﷺ کی محفل شریف اور دعوتِ مساکین اور ضیافتِ احباب واصحاب کا اہتمام کیا، مولود شریف پڑھنے کے لیے محترم مولانا حاجی سید رکن الدین اصدق چشتی اور محترم مولانا محمد اسلم رضوی اور مولانا حاجی مطیع الرحمن کو مدعو کیا، شب میں مبارک محفل، مولود شریف کی منعقد ہوئی، تقریریں ہوئیں، صبح کو مہمانوں کی ضیافت ہوئی، جب اس سے فراغت ہوئی دریافت فرمایا، مہمانوں کا ناشتہ ہوگیا ہو، فرمایا شامیانہ جلد کھولدو، شامیانہ کھولتے کھولتے مہمان مصافحہ کرکے رخصت ہونے لگے اُدھر ہوا چلنے لگی، آسمان پر سیاہ بادہ چھایا اور بشدت بارش شروع ہوگئی رخصت ہونے والے واپس آئے ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

مولانا فیضان احمد قادری رضوی پوکھریروی نے بھی اسی قسم کا ایک واقعہ تحریر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> "ساکنانِ مادھوپور، سلطان پور اور ائی ضلع مظفر پور کی پیہم کوششوں کے بعد ایک مرتبہ آپ نے مادھوپور کے ایک دینی جلسہ میں شرکت فرمائی، اختتام جلسہ کے بعد جامعہ، قادریہ مقصود پور اورائی تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا، سواری کے لیے رکشا کا انتظام کیا گیا، رکشا پر سوار ہونے سے پہلے آپ نے آسمان کی جانب سر

اُٹھایا نہ گھٹا چھائی تھی اور نہ آسمان میں کہیں بارش کا کوئی، اثر تھا، فرمایا" بارش ہوگی"
اتنا کہہ کر برآمدے میں تشریف لائے اور موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور اس قدر
ہوئی کہ کھیت، کھلیان، ندی نالے، سب جل تھل ہوگئے، کرشمۂ قدرت دیکھیے کہ بارش
ہوئی بھی تو بس بستی کے ارد گرد اور اس سے متصل دوسری بستیوں میں پانی کا پتا
تک نہیں تھا"۔

معظم برادر روحانی وایمانی مولانا قاری حاجی قمر الدین پیرزادہ صاحب نے متعدد بار بیان فرمایا کہ حاجی حافظ عبد الرحیم بھورا سیٹھ کے ساتھ ہم حاضر ہوئے، حضور پیر و مرشد حضرت امین شریعت محبوبِ خدا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا فلاں مقام پر جلسہ ہے وہاں جانے کا وعدہ کرلیا ہے، وہاں جانا ہے، مگر وہاں کے لوگ ابھی تک آئے نہیں غریب لوگ ہیں نہ جانے کس پریشانی میں ہوں حاجی عبد الرحیم نے عرض کیا حضور ٹرک ہے لے آؤں فرمایا اچھا لے آؤ، ہم لوگ چلے عصر کا وقت نازک تھا، جاپانیر پہنچے تو آبادی سے باہر جامع مسجد نظر آئی جو غیر آباد تھی، پانی کا پتا نہ تھا، حضور پیر و مرشد نماز کے واسطے مضطرب تھے، اتنے میں آسمان پر ابر آیا پندرہ منٹ زوردار بارش ہوئی خالی حوض بھر گیا اس کے پانی سے وضو فرمایا نماز ادا کی، فارغ ہو کر خوش ہوئے کہ وضو کا کیسا سامان فراہم ہوگیا۔

حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ ۱۳۸۰ھ کے اواخر میں دار العلوم حضرت شاہ عالم قدس سرہ احمد آباد تشریف لے گیے، اس کے بعد سے آخر زندگانی تک گجرات کے خطہ پر حضور پرنور قبلہ گاہی کی خصوصی توجہ رہی اور یہ خطۂ اولیاء کبار آپ کی التفاتوں کا خصوصی مورد بنا رہا، سال کے دو تین ماہ گجرات کے خطوں میں رونق افروزی کے ہوتے۔

قصبہ وی جاپور اُتر گجرات

اُنہیں علاقوں میں اتر گجرات کا قصبہ وی جاپور بھی ہے یہاں سادات مودودیہ اور سادات شاہیہ

بخاریہ کے اشراف گھرانے کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزند اکبر حضرت شاہ محمد صاحب کے احفاد بھی آباد ہیں، دینی خدمتوں کے اُجالا، اور مذہبی محفلوں کی رونق ہیں، انہیں میں مولانا الحافظ القاری نثار احمد علیہ الرحمہ بھی تھے اور مولوی رشید احمد اور ان کے بھائی، مولوی شہاب الدین صاحب بھی ہیں، ان لوگوں کی محبتوں کی وجہ سے حضور پرنور قبلہ گاہ کا قیام زیادہ رہتا تھا۔

برادر گرامی مولوی شہاب الدین صاحب خدمت میں گوئے سبقت لیے ہوئے تھے، ہمہ وقت حاضر خدمت، ہر ضرورت کا ہمہ وقت لحاظ، بڑے مزاج شناس، عقیل وفہیم، وہ وعظ کی محفل رشدوارشاد کا خاص اہتمام کرتے، دور دور خبر کرتے، مہمانوں کی ضیافت کے لیے بڑی مقدار میں کھانا پکواتے، جب تک قیام رہتا، بڑی رونق اور چہل پہل رہتی صاف صاف معلوم ہوتا کہ دینی بازار لگا ہوا ہے اہل اسلام اس بازار سے متاعِ آخرت خرید رہے ہیں رشدوارشاد کی وجہ سے مجالس خیر المجالس کا منظر پیش کرتیں، سادات کرام محترم مقام پر بیٹھائے جاتے، جناب سید کاظم حسین مودودی، جناب سید امداد حسین صاحب جناب سید اکبر علی صاحب اور اُن کے برادران گرامی عشاء بعد کی محفل میں شریک ہوتے، جناب سید امداد حسین علیہ الرحمہ ذی علم شخصیت تھے، باکیف بھی تھے، وہ فرماتے تھے کہ جب میں حاضر رہتا حضرت قبلۂ عالم میری طرف بار بار متوجہ ہوتے، سید اکبر علی صاحب حضور قبلہ گاہی کے ورود کے استقبال کرنے والوں میں پیش پیش رہتے تھے، نعرہائے تکبیر ونعرہ رسالت، حضرت مفتی اعظم کانپور لگانے میں ان کا فلک رسا نعرہ مشہورِ زبانِ خلائق تھا، نعرہ بلند کرتے وقت بے خود ہوجاتے۔

طالبین بیعت کا بھی ہجوم رہتا لوگ دور دور سے حاضر ہوتے اور سلسلہ میں داخل ہوتے، ان کو راہ سلوک کی تلقین ہوتی، شریعتِ مطہرہ کے احکام کی اہمیت کا بیان ہوتا، اس کی پابندی کی تاکید ہوتی، ذکر کی محفلیں ہوتیں، مولانا قاری نثار احمد صاحب علیہ الرحمہ باکیف تھے، ان پر ذکر کے درمیان کیف طاری ہوجاتا اور بے خود ہوجاتے غرض یہاں کی محفلیں نور با ہوتیں مولانا قاری نثار احمد صاحب ذکر وشغل کے ساتھ دینی علوم کا مطالعہ بھی بکثرت کرتے تھے جید الاستعداد تھے، وہ بھی حاضرِ مجلس رہتے، وہ اکثر علمی وفنّی

دقائق کے بارے میں استفسار کرتے، اُن کے جوابات کے بعد ایک دن حضور پرنور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ نے اُن سے فرمایا، اور بتاکید فرمایا، کہ ان محفلوں میں عوام کے دینی فائدے کی باتیں معلوم دریافت کیا کرو۔ایسی باتیں کیا کرو جن میں عوام کا فائدہ ہو، علمی وفنی باتوں کے لیے دوسرا وقت رکھو۔

جعلی قبر کا اظہار اور ہنگامہ

حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کاوی جاپور میں قیام تھا، جبھی یہ بات عام ہوئی، فلاں مقام پر ایک قبر ظاہر ہوئی ہے، اس کی وجہ سے عوام کا میلہ لگا ہوا ہے، لوگوں نے وہاں پر عرس کا میلہ بھی لگا دیا ہے، آپ تک بات پہنچی تو آپ نے فرمایا قبر نہیں ہے، لوگوں نے جعلی قبر بنالی ہے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے پاس قصبہ کے اشراف وعمائد آئے، اور عرض کیا وہاں چل کر مجمع عام میں اصل حقیقت بیان فرمادیں، ان کے اصرار پر حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ وہاں تشریف لے گئے، اور مجمع عام میں بات بتا کر واپس لوٹے، اس وقت دو طبقوں میں لوگ بٹ گیے بڑا طبقہ جعلی کہنے والوں کا تھا دوسرا اصلی قبر کہنے والوں کا تھا، دوسرا گروہ سبّ وشتم پر اُتر آیا، اس وقت اِسی دوسرے گرہ کے مؤثر فرد نورخاں مرحوم بھی تھے، ان کو ہدایت ہوئی، اور انہوں نے برادر گرامی مولوی شہاب الدین صاحب کو جا کر اصل واقعہ بتادیا کہ ہم لوگوں نے گونمنٹ کی خالی پڑی ہوئی زمین پر قبضہ کرنے کا پلان بنایا، اور اس کے لیے قبرستان جا کر ایک پرانی قبر کا پتھر کا تعویذ لے آئے اور تاریک رات میں بہت گہرائی میں اُسے گاڑ دیا بارش ہونے کی وجہ سے پتا بھی نہیں چلا کہ زمین کھودی گئی ہے، کچھ دن بعد چرچا کروایا کہ بشارت ہوئی ہے کہ ایک بزرگ کہتے ہیں، ہمارا مزار بناؤ، اور عرس کا میلہ لگاؤ۔لوگوں کو جمع کیا جن میں ہم لوگ پیش پیش تھے، چنانچہ قبر کی تلاش کے لیے مٹی ہٹائی گئی، تعویذ نکل پڑا۔لوگوں نے مان لیا اور میلہ لگ گیا، مولوی شہاب الدین صاحب نے نورخاں مرحوم سے کہا یہ باتیں تم لوگوں کے سامنے کہہ سکتے ہو، انہوں نے کہا ضرور کہہ دیں گے، حضرت صاحب کی بات حق ہے، ہم لوگوں نے نقلی بنائی ہے اس پر عمل درآمد ہوا، رات میں محفل ہوئی عوام کا بے

پناہ مجمع تھا، نور خاں صاحب مرحوم نے سب کے سامنے نقلی قبر کی بات کہہ دی سب خوش ہوئے، حق کا بول بالا ہوا، مفتی اعظم کانپور پیر و مرشد زندہ باد کے نعرے لگے، تعویذ کو واپس قبرستان میں رکھ دیا گیا، چبوترے وغیرہ توڑ دیے گیے عرس کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔

حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کی عادت کریمہ تھی کہ اسلامی اقدار کی تبلیغ اور شریعت مطہرہ کی ترویج کے لیے مقامی حضرات میں سے اہلِ صلاح وفلاح کو مقرر فرما دیتے تھے، اور ان کے ناموں کا مجمع عام میں اعلان بھی فرما دیا کرتے تھے، چنانچہ یہاں اپنے دو شاگرد و مسترشد مولانا الحاج الحافظ نثار احمد صاحب فاروقی اور مولانا القاری رشید احمد فاروقی کو جلسۂ عام میں اجازت وخلافت عطاء فرمائی اور اُن کے سروں پر عمامہ بھی باندھا، عوام نے ان دونوں سے مصافحہ کیا دست بوسی کی، معانقہ کیا۔

ہمت نگر

قصبہ وی جاپور سے بجانب مشرق، ہمّت نگر سنّی بوہرہ جماعت کی کثیر آبادی والا مرکزی شہر ہے، اور دینی قدروں سے آراستہ، پُر رونق خطہ بھی ہے، یہاں حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کے قیام دارالعلوم حضرت شاہ عالم آباد کے زمانے کے شاگرد و مرید مولانا القاری محمد عثمان عبدالرحمن صاحب مقیم تھے، اور وہاں کی مسجد شریف کے امام وخطیب تھے، اور دیگر حضرات داخل سلسلہ تھے، ان کی خاطر سے ان کی دعوت پر ہمت نگر تشریف لے جاتے، چند مخلصین باری باری اپنے یہاں لے جاتے، قاری عثمان صاحب کا مکان اگرچہ کچھ فاصلہ پر تھا، لیکن نماز کے لیے پنجوقتہ مسجد شریف میں حاضر ہوتے، ہمہ وقت محفل میں حاضر ہوتے، چوں کہ تاجروں کا شہر ہے عشاء بعد دیر تک حاضرین حاضر رہتے۔

دارالخیر، دارالافتاء

ساکنانِ ہمت نگر کی دین سے رغبت ملاحظہ فرمائی تو آپ نے مناسب خیال فرمایا، کہ اس شہر میں دین کی باتیں بتانے کے لے ایک باہوش عالم کی موجودگی ضروری ہے چنانچہ ان مخیر تاجروں کو

متوجہ فرمایا،سب نے قبول کیا،مولانا مفتی غلام نبی صاحب دھولقوی کو یہاں کے قیام کے لیے مقرر کیا مولانا موصوف دارالعلوم شاہ عالم کے زمانہ قیام میں تدریس کے علاوہ افتاء کی نقل کا کام بھی کیا تھا،چنانچہ وہ یہاں تشریف لائے مہلت مسجد میں دارالافتاء قائم ہوا،اس طرح ایک بڑی دینی ضرورت دعوت خیر کی پوری ہوئی۔

ہمّت نگر میں قیام کے دوران مواعظ حسنہ کی عام مجالس بھی ہوتیں،اور آپ کے مواعظ ہوتے اِنہیں مجالس میں مولانا قاری محمد عثمان صاحب کے سر پر خلافت واجازت کی دستار باندھی عملیات ونقوش کی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی حاجت مند قاری صاحب کے یہاں حاضر ہو کر شفا پاتے۔ہمت نگر کے سابق راجہ عرصہ سے علیل رہتے تھے،علاج ومعالجہ کی کمی نہ تھی مگر صحت نہیں ہوتی تھی،سنّی بوہرہ جماعت والوں سے ان کے تعلقات تھے،انہوں نے راجہ سے ذکر کیا اور حضور سے چل کر دیکھنے کی گزارش کی،حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کو وہ لوگ لے گیے،راجہ صاحب نے اعزاز واکرام سے استقبال کیا اور اپنا حال عرض کیا آپ نے ان پر دم کیا اور تعویذ لکھ کر مرحمت فرمایا قاری صاحب ساتھ تھے،ان سے کہا،کہ روزانہ عصر بعد آکر راجہ پر پھونک ڈالیں،چنانچہ قلعہ سے مقرروقت پر گاڑی جاتی،قاری صاحب دم کر کے واپس آتے۔

حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ،ہمت نگر میں رونق افروز تھے،جب وہاں کا ساکن ڈاکٹر عبدالرحمن ڈوئی وطن میں آیا،اس کی شہرت ہوئی کہ وہ نائیجریا میں اسلامک اسٹیڈیز کا پروفیسر ہے حاجی نذیر احمد صاحب ہرادو والا نے بتایا حضور یہ میرا کلاس فیلو تھا،اب وہابی دیوبندی ہوگیا ہے،حاجی صاحب کے ذریعہ حضور نے اسکو بلوایا مگر وہ نہیں آیا،تب حضور نے چند سوالات لکھ کر دیے کہ اس کا جواب لکھوالائیں،پڑھ کر اس نے جواب لکھنے سے انکار کیا اس وقت لوگوں پر ظاہر ہوگیا،کہ اس کا عقیدہ غلط ہے وہابی ہوگیا ہے، اس موقع پر وہ سوالات حاجی ابراہیم بھائی ہرادو والا نے چھپوا کر تقسیم کیا،اس طرح اہل سنّت اس کی صحبت کے غلط اثر سے محفوظ ہوگیے۔

ایک دورِقیام میں یہاں ایک خوب صورت اور وسیع وعریض نئی مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی مدینہ مسجد اس کا نام رکھا گیا، اہل شہر کی درخواست پر حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ نے جمعہ کی نماز پڑھ کر نماز کا افتتاح کیا، حافظ محمود احمد رفاقتی نے برسوں اس میں نماز پڑھائی حافظ صاحب تجارت کے ساتھ حفظ بھی کرتے تھے، انہوں نے خط کے ذریعہ رہنمائی چاہی کہ حفظ یہاں اپنے گھر پر رہ کر مکمل کروں یا کسی مدرسہ میں داخلہ لے کر مکمل کروں، جواب میں تحریر فرمایا حفظ مکمل کرنے کے لیے گھر یا مدرسہ کی قید نہیں گھر پر بھی مکمل کیا جاسکتا ہے چنانچہ انہوں نے اپنے گھر پر ہی رہ کر حفظ مکمل کیا۔

موئے مبارک کی تشریف فرمائی کا جشن

مدینہ مسجد شریف میں نماز کے بعد ارکان نے عرض کیا حضور، حضور حبیب پاک ﷺ کا مستند بال مبارک شریف جونا گڑھ میں ہے، حضور کرم فرمائیں تو ایک شاخ مل جائے گی، حضور پرُنور قبلہ گاہی قدسرہ نے حاجی نور محمد مارفانی صاحب کو خط لکھا اور آمد کی تاریخ بھی لکھ دی بھی بسول پر ہمت نگر کے اہل سنت ہمراہ گیے، حاجی مارفانی صاحب نے ان سب کی ضیافت کی، اور بال مبارک شریف حضور پرُنور کو سونپا آپ نے کھڑے ہو کر قبول کیا آنکھوں سے لگایا، سر پر رکھا، اسی طرح سر پر رکھے ہوئے حال میں ہمت نگر تک آئے، شاندار جلوس نے استقبال کیا، دوسرے دن حضور نے بال مبارک شریف کی زیارت کرائی۔

تصویر کا مسئلہ

مولانا قاری محمد عثمان صاحب کی مسجد شریف میں مراد آباد کے مشہور عالم مولانا نذیر الاکرم صاحب آکر قیام فرماتے یہ حضور قبلہ گاہی کے پیر بھائی تھے، اس تعلق سے قاری عثمان صاحب سے خاص ربط تھا، مولانا کے پاس حضور مخدوم الاولیاء قطب زماں شاہ علی حسین اشرفی رضی اللہ عنہ کی تصویر تھی، بمبئی اسٹیشن پر ایک انگریز نے جمال باکمال کو دیکھا اور متاثر ہو کر تصویر نکالی، اور ایک نوٹ کے ساتھ بمبئی کے ہفتہ روزہ انگریزی اخبار میں شائع کرادی، قاری عثمان صاحب کی درخواست پر مولانا نے اس کی کاپی کرا کر قاری

صاحب کو دے دی، انہوں نے قرآن کے آخر میں رکھ لیا، چاندرات کو اس کو دیکھنا معمول بنا لیا، اور سادگی اور لاشعوری میں سب باتیں حضور کو لکھ بھیجیں، حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ نے ان کو جواب میں تحریر فرمایا، ”جس چیز کو شریعتِ مطّہرہ نے حرام قرار دیا ہے، اس کا رکھنا کیوں کر جائز ہے“؟

قاری عثمان صاحب نے راقم الحروف کو تعجب سے بتایا کہ جب چاند نکلا اور میں نے حسبِ معمول غلاف کھول کر قرآن پاک نکالا، اور آخر میں دیکھا تو مرقع موجود نہ تھا، ہمت نگر کے تاجران، ہمت نگر سے باہر دور دور علاقوں میں تجارت کرتے ہیں، وہ لوگ بھی بغرض یمن و برکت حضور قبلہ گاہی کو اپنے تجارتی مقام پر لے جاتے، اپنے پیر و مرشد کے فدائی جناب خسرو شاہ نظامی رفاقتی کہتے ہیں حضور نے دریافت فرمایا اس علاقہ میں اور بھی مسلمان رہتے ہیں میں نے عرض کیا وجے نگر میں کچھ گھر پٹھانوں کے ہیں، اتنے میں وہاں کے چند آدمی از خود آگیے، اور بات وہاں ایک بزرگ کے مزار کی آگئی، فرمایا ایسا نہیں ہے۔

کانٹھا شریف

گجرات کے شمالی خطہ میں حضرت مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کے دستار بدل شیخ حضرت قاضی محمود خطیب عباسی کا آستانہ موضع محمود آباد کانٹھا شریف میں واقع ہے، یہاں کے صاحبزادگان بزرگ زادے اولاً حضور پرنور قبلہ گاہی کے سلسلہ تلمذ میں شامل ہوئے ان کی اعلیٰ نسبتی کی وجہ سے ان پر توجہ تام ہوئی اور ان میں مولانا حاجی قمر الدین پہلے پہل سلسلہ میں داخل ہوئے، مولانا قمر الدین قطبی اور ان کے برادر بزرگ مولانا احمد حسین صاحب بھی ارادت مندوں میں شامل ہوئے، اسی طرح بکثرت بزرگ زادگان متوسل و مرید ہوئے، انہیں کی وجہ سے حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کانٹھا شریف تشریف لے جاتے حاجی مولانا قمر الدین صاحب کے سفال پوش مکان میں قیام ہوتا، وعظ کی محفل بھی آراستہ ہوتی، رشد و ارشاد کا دور جاری ہوتا، مولانا حاجی قمر الدین راوی ہیں کہ حضور پیر و مرشد امین شریعت محبوب خدا قبلہ ایک بار روضہ میں زیارت اور فاتحہ کے لیے حاضر ہوئے، اور دیر تک حاضر رہے، جب فارغ ہوئے

تو پائیتیں مرقد مبارک سے ہاتھ مس کر کے چہرہ پر پھیرا، باہر آئے تو خادم نے پوچھا، حضرت محمود قطب نے بہت ٹائم روکا، حضور اُن کے دیدار سے مشرف ہوئے تو عرض کیا حضرت محمود قطب کا حلیہ مبارک کیسا ہے؟ فرمایا، داڑھی کے بال چاندی ہیں یعنی کچھ سفید اور کچھ کالے ہیں چھدرسی ہیں یعنی گھنے نہیں۔

ایک موقع پر شب میں وعظ و تذکیر کی محفل شریف ہوئی، صلوٰۃ و سلام اور دعاء کے بعد حضور قبلہ گاہی نے مولانا حاجی قمر الدین صاحب کے سر پر عمامہ شریف باندھا، اور اپنے سلاسل اولیاء اسانید حدیث کی اجازت دیگر خلافت مرحمت فرمائی، اور مولانا احمد حسین مرحوم کو بھی اجازت و خلافت مرحمت فرمائی، کانٹھا شریف میں بکثرت افراد سلسلہ طریق میں داخل ہوئے، انہیں میں جناب بھی تھے، جو ۲۰۰۲ء کے قیامت خیز فساد میں شہید کیے گیے بلوائیوں نے ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو بھی شہید کیا اور ندی کے کنارے لے جا کر گاڑ دیا تھا ہنگامہ فرو ہونے پر مرکزی حکومت کے کارندوں نے تفتیش کی تب قبروں کا پتہ چلا، لاشیں نکالی گئیں، چھ ماہ کی مدت تمام ہونے پر بھی لاش صحیح سالم نکلی اخباروں میں اس کا ذکر ہوا۔

مخلصین و متوسلین دور دور سے زیارت و ملاقات کے لیے پہنچتے اور اپنے یہاں لے چلنے کی خواہش کا اظہار ہوتا، ان کی گزارشوں پر ان کے علاقوں میں جاتے، جدید راجدھانی گاندھی نگر سے قریب تر مقام چھالا نامی مقام سادات و شیوخ کا بڑا گاؤں ہے، یہاں بھی بکثرت بار تشریف لے گیے، اور کئی کئی دن قیام فرمایا، وعظ و تذکیر بھی فرمائی، رشد و ارشاد کے سلسلہ میں پورے گاؤں کے مرد عورت داخل سلسلہ ہوئے شاید ہی کوئی بچا ہو جس کو مریدی کا شرف حاصل نہ ہوا، یہاں کے اہل اخلاص شیخ کی محبتوں میں فدا ہیں، عام شاہراہ پر سنّی مرکز دار العلوم شاہ رفاقت قائم کر کے فیضانِ مرشد عام کر رہے ہیں، اہل چھالا اپنے نومولود بچوں کا نام رکھتے ہیں تو حضور قبلہ گاہی کے نام کا پہلا جز ضرور شامل کرتے ہیں۔

کالاواڈ

کاٹھیاواڑ کے مشہور ضلع جام نگر کا سب ڈویزن کالاواڈ بھی حضور پُر نور قبلہ گاہی قدس سرہ کے خصوصی الطاف و عنایات و فیوض و برکات کا خاص مورد ہے، یہاں بھی تشریف آوری ہوتی اور کم از کم ایک

ہفتہ قیام ہوتا، آپ کی تشریف آوری پر عید کا سماں ہوتا، وعظ و تذکیر کی مجلس قائم ہوتی، دیگر دنوں میں تجارتی مشغلہ کے باوجود حاضرین کی کثرت رہتی، سب کی خواہش ہوتی کہ سرکار ہماری دعوت قبول کریں اور ہمارے گھر میں قدم رکھیں انکی یہ خواہشیں پوری کی جاتیں، اگر چہ طبیعت علیل ہوتی عشا کے بعد کی مجالس دینی ہوتی، یہاں کے دینی رہبر جامع مسجد کے امام وخطیب مولانا حاجی سید حسین صاحب بخاری دھوراجوی علیہ الرحمہ تھے، یہ حضرت صدر الافاضل مولانا حکیم نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کے شاگرد اور مرید تھے، حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ حضور پر نور قبلہ گاہی قدس سرہ کے پیر و مرشد کے مرید و خلیفہ تھے، اس نسبت سے دونوں طرف سے خاص تعلق تھا، ادھر سے الطاف وعنایات تو مولانا سید بخاری کی طرف سے عقیدت ومحبت اور جذبہ خدمت، ان کی پاک نہادی ملاحظہ فرما کر حضور پر نور قبلہ گاہی قدس سرہ نے ان کو خلافت واجازت کی نعمت کبریٰ بھی عنایت فرمادی، اور محفل عام میں ان کے سر پر عمامہ باندھا، اور مستعملہ ٹوپی اور عبا بھی مرحمت فرمایا شوراشٹر کاٹھیاواڑ کا خطہ کالاواڈ، حضور پر نور قبلہ گاہی قدس سرہ کے وارفتہ مسترشدوں اور مخلصوں کا شہر ہے جواپنے دینی اخلاص، ثباتِ سنیت اور صلابتِ عقیدہ کی وجہ سے دور ونزدیک مشہور ہیں۔ موجودہ دور میں جناب حسین شاہ میر وارفتگان اور عقیدت کیشان کے سرحلقہ ہیں، عرس مبارک کی محفلوں کے خصوصی منصرم میں ہیں، ہمہ وقت مربوط ہیں اور پورے خطہ کو وابستہ اور مربوط کر رکھا ہے، رب العزت ان کے برکات وحسنات سے سب کو فیض یاب فرمائے آمین۔

قصبہ پڈدھری متصل راج کوٹ بھی کثیر مسلم آبادی کا خطّہ ہے، یہاں حضور قبلہ گاہی کے شاگرد مولانا عثمان غنی جامع مسجد میں امام وخطیب تھے، اُن کی دعوت پر حضور قبلہ گاہی کا وہاں جانا ہوتا تھا، تین چار یوم قیام فرماتے، یہاں بھی وعظ و تذکیر کی محفل ہوتی آپ احکام شریعت پر کاربندی کا بیان فرماتے، اس سے ماحول میں بہتری کا فیضان پھیلا، مسجد نمازیوں سے معمور ہوئی، اس میں مولانا کی توجہ بھی شامل تھی۔ حضور قبلہ گاہی نے ان کو سلاسل اولیاء کی خلافت دی، انہوں نے مدرسوں کے قیام پر توجہ دی اور اسی میں مشغول ہیں، دھرول میں دارالعلوم امین شریعت قائم کر رکھا ہے، ان کا تعلق اسی کے ساتھ ہے۔

ویراول بندر

کاٹھیاواڑ کا ایک دوسرا علاقہ جو ساحل سمندر پر آباد ہے، وہ ویراول بندر ہے، یہاں دینی روحانی فیوض و برکات کے سلسلے کا بیان مولانا سید شاہ ممتاز حسین ترمذی مدظلہ نے لکھا ہے اس کا خلاصہ انہیں کے الفاظ میں لکھا جاتا ہے۔

ہر عہد اور زمانے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے چند ہی مقبول بندے ہوا کرتے ہیں، جن کو روشن قلب اور روشن نظر سے سرفراز کیا جاتا ہے، ہمارے حضور پرنور شیخ لاثانی رسول پاک ﷺ کے سچے غلام اور سچے تابعدار تھے، اسی غلامی و تابعداری نے حضور اقدس کے قلب مبارک کو روشن اور منور کر دیا، حضور کی قوت کاشفہ بے حد تھی، بار بار کے تجربہ کی وجہ سے ہم سرکار کی خدمت اقدس میں روبرو حاضری سے گھبرائے تھے کہ کہیں ہمارے عیوب ظاہر نہ ہو جائیں لیکن قربان سرکار کی شفقت و پردہ داری پر کہ آپ نے ایسا کبھی نہیں کیا کشف و کرامات حضور کے بہت سنے ہیں، اس مقام پر وہی لکھتا ہوں جو چشم دید ہیں، حضور اقدس جب بھی ویراول رونق افروز ہوتے، احقر کفش بردار مؤدبانہ حاضر رہتا، ایک بار کی تشریف آوری کے وقت کفش بردار غیر حاضر تھا پاؤں میں زخم نکل جانے کی وجہ سے چلنا پھرنا بالکل بند تھا، حضور نے احقر کو غیر حاضر پا کر دریافت فرمایا ممتاز بابو کہاں ہیں، لوگوں نے کیفیت عرض کر دی، فرمایا عصر بعد اُن کو دیکھنے جائیں گے، مجھے اطلاع دی گئی، میں خوشیوں سے بھرا ہوا تھا، کہ مرکز عقیدت کا جلوہ نظروں کے سامنے آ گیا، اور غلام نے دوڑ کر قدمبوسی کی، مبارک قدموں کو چوما، حضور اقدس نے مزاج پرسی فرمائی، غلام نے خود ہی چائے بنائی، پی کر تعریف فرمائی، میں دیکھتا تھا کہ حضور کی نظر میرے زخم کی طرف تھی، لیکن کچھ نہ فرمایا، شب میں وعظ مبارک کی محفل تھی، فرمایا ممتاز بابو عشاء کے بعد ہماری تقریر ہے، ضرور آئیں، غلام نے عرض کیا ضرور آؤں گا انشاء اللہ تعالیٰ، دس پندرہ منٹ کے بعد مقام قیام عرب مسجد عرب چوک تشریف لے گئے، چلتے وقت فرمایا آپ آرام کریں، لیکن غلام چند قدم ساتھ چلا، دوبارہ

آرام کے لیے فرمایا، احقر قدم چوم کر واپس آیا، کچھ دیر کے بعد احقر کو خیال آیا کہ زخم کی وجہ سے درد کی تکلیف تھی، زخم پر نظر گئی، نہ زخم تھا نہ درد کی تکلیف تھی، علم الیقین تو پہلے حاصل تھا، اب عین الیقین حاصل ہو گیا، کہ حضور پاک کے غلاموں کو تو ایسی امور میں تصرف کا اختیار عطا کر دیا جاتا ہے۔

ویراول میں حضور قدس کے مریدوں میں محمد بھائی ڈرائیور بغدادی والا نیک وصالح اور پابند حضور سے قوی نسبت رکھتے ہیں، عاشق صادق ہیں، ویراول میں رونق افروزی کے وقت ہر سال پابندی سے نیاز کا کھانا پکوا کر کھانا اور شیرینی پر نیاز و فاتحہ حضور اقدس ہی سے دلواتے تھے، ایک موقع پر ان کے مکان کے متعلق فرمایا، تمہارا مکان تو بہت چھوٹا اور جھونپڑا ہے، محمد بھائی نے کہا جی ہاں حضور، حضرت حاجی سید بلال میاں قبلہ نے اور احقر نے عرض کیا کہ حضور کی کرم کی نظر ہو جائے تو یہ یہ جھونپڑا محل بن جائے گا، مگر کہ کر احقر خاموش ہو گیا، سرکار نے فرمایا مگر آگے کیا، کہئے، احقر نے عرض کیا دعائے خیر فرمادیں، کہ ٹرک ان کا ذاتی ہو جائے، حضرت حاجی سید بلال میاں قبلہ نے فرمایا، میری بھی یہی درخواست ہے، دس پندرہ منٹ بعد حضور قبلہ عرب مسجد کے مہمان خانہ میں واپس گیے، وہاں چند لوگ حاضر تھے، سرکار نے اپنی شیروانی میں ہاتھ ڈالا اور کچھ نکال کر باوقار آواز میں فرمایا محمد بھائی یہاں آؤ اور یہ گیارہ روپے لو، اور ڈبّے میں ڈال دو اور اپنی ہستی کے مطابق اس میں پیسے ڈالتے رہو، خیال رکھنا کھولنا نہیں، اس کے بعد سرکار دھوراجی تشریف لے گیے تقریباً ایک ماہ بعد ہی جس ٹرک کے محمد بھائی ڈرائیور تھے، وہ ٹرک ان کا ذاتی ہو گیا۔

احقر کفش بردار کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضور اقدس سے حزب البحر شریف پڑھنے کی اجازت طلب کروں لیکن سرکار کی بارعب ہستی کی وجہ سے عرض کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، ایک دن مغرب کی نماز باجماعت کے بعد حاضر ہوا، خود ہی فرمایا کچھ کہنا ہے، کچھ پڑھنے کی اجازت چاہیئے، عرض گزار ہوا جی ہاں، حزب البحر شریف کی اجازت چاہیئے فرمایا حزب البحر شریف آپ کے پاس ہے، عرض کیا جی ہاں ہے، فرمایا وضو ہے؟ اور کتاب حضور کے ہاتھوں میں دے دی، کتاب کھول کر دیکھی اور فرمایا، پڑھیے، پڑھنا ختم ہوا تو پڑھنے کے خاص خاص رموز و اسرار آہستہ سمجھایا، اس کے بعد

فرمایا، ہم نے آپ کو حزب البحر شریف پڑھنے کی اجازت دی، اسی مجلس میں دعاے رجال الغیب اور دوسرے بہت سے عملیات ونقوش کی اجازت عطا فرمائی۔

صبح کے وقت حضرت سرکار ناشتہ کے بعد حاجت مندوں کو نقوش تعویذ تحریر فرما کر دے رہے تھے محمد ابراہیم وکیل اس وقت طالب علم تھے ان کے دل میں وسوسہ آیا کہ سرکار بازاری روشنائی سے تعویذ لکھ رہے ہیں، اسی وقت حضور ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، دیکھو اس میں بازار کی روشنائی نہیں ہے حضور ایک دعوت میں شریک تھے، کسی چیز کی ضرورت پیش آئی اور ان کو بھیجا انہوں نے واپس ہو کر بتایا کہ مؤذن صاحب نہیں ہیں۔ چند لمحے کے بعد فرمایا اب مؤذن آگیے ہیں، حجرہ کے باہر بیٹھے ہوئے ہیں۔

محلہ پٹیل واڑا کے لوگوں نے وعظ وتذکیر کی محفل شریف کا انعقاد طے کیا اور دعوت دی مگر جب حساب لگایا تو آمد سے خرچ زیادہ ہو رہا تھا سب فکر میں پڑ گیے کہ اب کیا ہوگا، آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ اب کیا ہوگا؟ اسی درمیان میں حضور سرکارِ اقدس نے حاضرین مجلس سے فرمایا جو اشخاص دعوت دینے آئے تھے، ان کو کوئی پہچانتا ہو تو بلا لائے، ایک شخص نے کہا حضور پہچانتے ہیں، چنانچہ گیے اور ہمراہ لے آئے حضور سرکار نے ان سے فرمایا تم کس فکر میں پڑ گیے، خرچ کم پڑتا ہے تو لو یہ روپے اور انتظام میں خرچ کرو اور مصلّی کے نیچے سے روپے نکال کر دینے لگے، ان کے انکار کے باوجود اصرار کیا ان لوگوں نے کہا دعاء ہے تو کوئی مشکل نہ ہوگی، اور واپس گیے جلسہ ہوا خرچ سے زائد آمد ہوئی، احقر سید ممتاز حسین عرض کرتا ہے کہ تبلیغ دین حق کے مالی تعاون کرنا حضور اقدس کے معمول میں داخل تھا، جس مقام پر ملاحظہ فرماتے کہ یہاں کے مسلمان جلسہ کرانے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں، ان کے جلسۂ وعظ میں اپنے خرچ سے تشریف لے جاتے اور دیگر لوگوں کو بھی لے جاتے، اور روپے دیتے کہ اسکو خرچ میں شامل کرلو، وعظ وتذکیر اہل اللہ کا خاص مشغلہ ہے، وہ اس کو عبودیت کا ایک اہم رکن تصور کرتے ہیں، اس میں جلب ومنفعت کی امید وآس لگانا اس فعل حسن کو عبادت کی فہرست سے خارج کر دیتا ہے، تبلیغ اور رشد وارشاد کا کام آپ کے نزدیک ایک بڑی اہم مذہبی ودینی فریضہ تھا، دنیا کی طمع اور اس کی حرص سے آپ

بہت ہی دور تھے۔

احقر راقم الحروف سید ممتاز حسین عرض کرتا ہے کہ حضور اقدس سرہ کو "پاس انفاس"، جس کو "سلطان الاذ کار" بھی کہا جاتا ہے اس کی طرف بڑی توجہ تھی لسانی وزبانی ذکر واذ کار کے ساتھ اس طرف متوجہ رہا کرتے تھے، بلاضرورت باتوں سے سرکار کو پرہیز کامل تھا، خاموش ہوتے تو صاف صاف معلوم ہوتا کہ متوجہ بحق ہیں، حضور اقدس سارے مسلمانوں کے ظاہر و باطن کو خدائے پاک اور اس کے پیارے حبیب پاک کا تابعدار دیکھنے کی تمنا رکھتے آپ کی کوشش ہوتی کہ مسلمانوں کا ظاہر و باطن یکساں و شفاف ہو جائے، حضور اقدس اللہ اللہ سننے اور سنانے کے مشتاق رہتے، جی چاہتا ہے کہ حضور اقدس کے وہ ارشادات گرامی کا ذکر کروں جس میں آپ نے خدا تعالیٰ اور حبیب پاک ﷺ کے ذکر کا مقام بتایا حضور اقدس نے فرمایا:

"معلوم ہے خدا کا نام کہاں سے لیا جاتا ہے؟ یا رسول اللہ کہاں سے پکارا جاتا ہے؟ اس کی جگہ اور مقام کیا ہے؟ جگہ اس کی قلبِ مومن ہے، یہ اس کے ذکر کا مرکز ہے، ہر باطل پر غلبہ پا کر تب قلب سے یہ صدا نکلتی ہے، جب اس میں اللہ کریم جل شانہ کی اور اس کے حبیب پاک کی یاد پیوست ہوتی ہے، تو اب کوئی ہوا اس کے اوپر اثر کرنے والی نہیں ہے، ناممکن ہے، ناممکن ہے، کہ باطل کا گزر اس کے پاس ہو جائے، چھین لے جانا تو بہت دور کی بات ہے، قرآن پاک اس کا شاہد ہے، ان مراحل سے گزرنے کے بعد قلب حاکم ہو جاتا ہے، محافظ بن جاتا ہے، اعضاء کو بھٹکنے اور گمراہ نہیں ہونے دیتا ہے"۔

تو خیر حضور اقدس نے احقر سے فرمایا ممتاز بابو بورڈ پر لکھ دیجئے، اعلان کر دیجئے، کہ چاہے جس سلسلہ کا ہو اس کی بیعت کسی سے بھی ہو، نمازِ عشاء کے بعد حلقۂ ذکر میں شریک ہو، عشاء کی نماز کے بعد حلقۂ ذکر شروع کرایا لا الٰہ الا اللہ اور الا اللہ اور اللہ اللہ حضور اقدس کے دل کی آواز، سبحان اللہ پوری مجلس ذکر کے انوار میں غرق ہو گئی، ذکر جہر کے لیے حضور اقدس کی آواز نہایت ہی مناسب تھی، بعد کے تجربے نے بتایا کہ یہ خوبی پاس انفاس کی وجہ سے بھی تھی، دیر تک پوری قوت کے ساتھ یہ عرفانی مجلس جاری رہی، آخر میں دعائے

خیر فرمائی، اس کے بعد حاضرین سے فرمایا ہم ممتاز بابو کو اپنا خلیفہ مقرر کرتے ہیں، یہ وقت کچھ ایسے جذبہ کا تھا کہ سرکار نے دوبارہ ذکر پاک شروع کرایا اور بہت دیر تک اس کا سلسلہ رہا الحمدﷲ!

صبح ہوئی تو ترک جماعت کے چند افراد نے حاضر خدمت ہو کر دو عدد عمامے نذر کیے اور عرض کیا یہ آپ کی اور ممتاز بابو کی نذر کے ہیں، حضور میری طرف دیکھ کر مسکرائے فرمایا کھڑے ہو جائیے، میں نے تعمیل کی حضور اقدس نے عمامہ سر پر باندھا، صدر صاحب ہار پہنایا، چند منٹ کے بعد حضور نے فرمایا کہ تم نے جو عمامہ مجھ کو دیا ہے یہ مجھے پسند نہیں ہے، ممتاز بابو کا عمامہ اچھا ہے، احقر نے اتار کر پیش خدمت کر دیا چانچہ دوسرا عمامہ باندھا، بات یہ تھی کہ ہمارا عمامہ کم قیمت کا تھا اور حضور اقدس کا قیمتی تھا۔

حضور اقدس شیخ لاثانی قدس سرہ کی ذات گرامی کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ کو خوف خداوندی اور احتسابِ آخرت کا خیال شدت سے تھا، یقین کی دولت سے سرفراز تھے، خوف و حزن سے بالکل نڈر تھے، اعمال میں منہیات سے پرہیز کامل میں تو لاثانی تھے، زندگانی کے ۶۵ ربرس مسلسل سفر میں گزرے، لیکن احتیاط و تقویٰ کے خلاف کوئی فعل آپ سے سرزد نہ ہوا، حضور اقدس کی ایک بہت بڑی شان یہ بھی تھی کہ آپ زیادہ تر خاموش رہتے، جس سے وقار ظاہر ہوتا تھا لیکن اس میں ایک بہت بڑا راز چھپا تھا، حضور اقدس کا بہ طرز رسول پاک ﷺ کے اتباع میں تھا، اور زبان کی نگرانی بھی مقصود تھی، فرماتے تھے، بولنے کا بھی حساب ہوگا، ہر آن مراقب و مشاہد نور حق کا جلوہ حضور اقدس کی ذات میں ہم کو رب کریم نے دکھایا و لیکا مل و مکمل آپ کی ذات مبارک تھی۔

ما شمارا نورِ مطلق، دیدہ ایم نور مطلق را، ہمہ حق دیدہ ایم

مدھو پور اور، گریڈیہہ

حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ مدت دراز سے مشرقی بہار اور مغربی بنگال کے خطوں میں رشد و ارشاد ہدایت اور تبلیغ دین کے لیے تشریف فرما ہوتے، اور بہت دنوں تک ان علاقوں میں قیام فرما ہوتے ان خطوں کے واقعات و فیضان کے متعلق حضور پرنور کے مسترشد اور خلیفۂ مجاز ڈاکٹر مولانا صوفی

مشتاق احمد صاحب زید مجدہ نے یہ تحریر قلم بند کی ہے وہ لکھتے ہیں:

"حضرت قبلۂ عالم مدھو پور میں ایک جلسہ کو خطاب فرمانے کے لیے تشریف لائے، آپ کی معیت میں مولانا ظہور احمد صاحب مظفر پوری اور مولانا غلام مصطفیٰ صاحب بھاگلپوری اور سوداگر محمد ابراہیم لکھنوی اور دیگر علماء کرام ہمراہ تھے، راقم الحروف اس وقت تک داخل سلسلہ نہیں ہوا تھا، دل میں تھا کہ مولانا محمد قائم داناپوری یا مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوں گا، حضرت قبلۂ عالم کو دیکھتے ہی خیال بدل گیا آپ کی طلعت دیکھتے ہی دل آپ کی طرف مائل ہوا، اور جلد سے جلد غلامی اختیار کرنے کا خیال آ کر راسخ ہوگیا لیکن جلسہ میں آپ کی تقریر نہیں ہوسکی، جلسہ کو وہابیوں نے درہم برہم کر دیا، ہم لوگ جلسہ سے واپس اسٹیشن آگیے لیکن حلقہ ارادت میں داخل ہونے کا خیال بے چین کیے ہوا تھا۔ اچانک حضرت قبلۂ عالم میری طرف مخاطب ہوئے، اور ارشاد فرمایا، گھبراؤ نہیں بہت جلد ملاقات ہوگی، حضور واپس تشریف لے گیے، چھ ماہ بعد کمل پور کے جلسۂ مناظرہ میں تشریف لائے، محرم کی دسویں تاریخ مناظرہ کے لیے مقرر ہوئی تھی، حضرت قبلۂ عالم کی تشریف آوری طوفان ایکپرس سے ہوئی تھی، چوں کہ کرماتاڑ میں ٹرین نہیں رکتی تھی اس لیے مدھوپور میں ٹرین بدلنے کے انتظار میں ویٹنگ روم میں ٹھہرنا ہوا، مولانا حافظ غریب اللہ نشتر نعیمی سے میں نے کہا حضرت سے دریافت کریں کہ کھانے کا انتظام کیا جائے تھوڑی سی خاموشی کے بعد فرمایا، لائیے میں فوراً گھر گیا اور کھانے کا سامان لے آیا، کھانا تناول فرمانے کے بعد میری طرف مخاطب ہوے اور فرمایا آپ کو میرے ساتھ چلنا ہے، حضرت قبلۂ عالم کے ساتھ ٹرین کے ذریعہ یہ میرا پہلا سفر تھا، کرماتاڑ سے کمل زور تک بیل گاڑی پر چلے، راہ میں علامہ ارشد القادری بھی آ کر مل گیے، کمل پورہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ تاریخ دسویں محرم سے بڑھا کر بارہویں کو مقرر ہوگئی ہے۔

جام تاڑا کے اجلاس میں شریک ہونے کے لیے طوفان ایکپریس کے ذریعہ حضور اقدس کانپور سے تشریف لائے، آمد آمد کی خبر سے مدھوپور کے مریدین ومتوسلین جمع ہوگیے تھے، راقم الحروف کی طبعت ان دنوں بہت ہی زیادہ علیل تھی، ڈاکٹروں نے کہہ دیا تھا کہ دل بڑھ گیا ہے، زور سے بولنا اور چلنا

مشکل تھا میں بھی اس مجمع میں جا کر کھڑا تھا، گاڑی آئی تو شیدائی حضرات ٹوٹ پڑے، کوئی دست بوسی کر رہا ہے کوئی قدم بوسی کر رہا ہے، بھیڑ کم ہوئی تو حضرت قبلہ عالم کی نگاہ کرم میری طرف متوجہ ہوئی آپ نے دیکھا تو فرمایا کیا حالت بنا رکھی ہے، یہ سن کر میری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ پڑا، فرمایا کہ کیوں پریشان ہو، تمہیں کچھ نہیں ہوا ہے چلو میرے ساتھ میں ہمرکابی میں چل پڑا، اس وقت آپ نے کچھ پڑھنے کے لیے بتایا اور ایک نسخہ تجویز فرما دیا خدا کی شان مرض ختم ہوگیا۔

جام تاڑا اسٹیشن پر مولانا غریب اللہ صاحب اور مولانا علیم الدین نعیمی صاحب موجود تھے، وہاں سے پرسنی جانا تھا، اس لیے ریلوے مسافر خانہ میں کچھ آرام فرمایا، دو شخص آئے اور تالاب کے پاک کرنے کا مسئلہ پوچھا، حضور نے مسائل بتائے، اتنے میں مولانا غریب اللہ صاحب نے حضور کو جگا دیا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسلہ پوچھنے والے جنوں سے تھے، مولانا نے جگا دیا ورنہ وہ اور کچھ مسئلے پوچھتے، اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر بس سے روانہ ہوئے، راستہ میں ایک تالاب کے قریب، ہم لوگوں نے رک کر عصر کی نماز ادا کی نماز کے بعد حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا اسی تالاب کے بارے میں مسئلہ پوچھا تھا، ہم لوگوں نے تالاب کے کنارے پہنچ کر دیکھا تو تالاب گندہ تھا پانی کی نکاسی کی کوئی صورت نہ تھی۔

آسنسول میں دیوبندیوں نے مناظرہ کا چیلنج دیا تھا مگر مناظرہ تو نہ ہوسکا، تقریریں ہوئیں، جلسہ کے بعد حضور کو کھڑگپور جانا تھا، راقم الحروف اسٹیشن تک ساتھ آیا ٹکٹ لانے کے لیے مجھ سے فرمایا اور روپے دیے، کاؤنٹر پر بتایا گیا کہ اب کھڑک پور کے لیے کوئی ٹرین نہیں ہے راقم الحروف نے واپس آکر بتایا، فرمایا نہیں، ابھی گاڑی لگی ہوئی ہے چلو اندر چلیں اندر گیے تو گاڑی لگی ہوئی تھی، گارڈ سے جا کر پوچھا تو بتایا کہ دو تین گھنٹا پہلے گاڑی کو روانہ ہوجانا چاہیے تھا مگر نہ جانے کس وجہ سے لیٹ ہوگئی۔

گریڈیہہ میں اکبر پنڈت نے اپنی مسلسل تقریروں سے وہابیت کے جراثیم پھیلائے، اہل سنت نے حضور قبلۂ عالم کو دعوت نامہ بھیجا اور صورتِ حال سے مطلع کیا۔ آپ نے حمایت مذہب اور نصرتِ حق کے لیے وقت عطاء فرمایا اور تشریف لے آئے، مگر یہاں آکر علیل ہوگیے، ناسازیِ مزاج کے باوجود

ایک ہفتہ تک روزانہ بیانات ہوتے رہے، بخار کی شدت کی وجہ سے نہ کھاتے نہ پیتے مگر رات کے جلسے میں نہ آواز میں کمزوری محسوس ہوتی اور نہ بیان میں کمی معلوم ہوتی، گھنٹا ڈیرھ گھنٹا بیان فرماتے، وہ بھی ایک دو دن نہیں، مسلسل ایک ہفتہ تک احقاقِ حق اور اثباتِ حق کے لیے یہ درمندی اور تکالیف کی برداشت، اہل اللہ کا حق ہے، جس سے حضرت قبلہ عالم سرفراز تھے، دیوبندیت کے جراثیم اڑ گیے۔

گریڈیہہ میں صدر جماعتِ دیوبند، مولوی حسین احمد ٹانڈوی کے نام کا مدرسہ حسینیہ قائم تھا، دیوبندی وہابی مولوی سرگرم عمل تھے، شہر پر وہابیت کے اثرات تھے، رحمتِ الٰہی موجزن ہوئی، حضرت قبلہ عالم نے اپنے شاگرد و خلیفہ مولانا ظہور احمد صاحب کو یہاں بھیجا، وہ تشریف لا کر لائن مسجد کے امام و خطیب ہوئے، ان کی توجہ اور جدوجُہد سے منتشر اہلِ سنت مجتمع ہوئے بیداری کی لہر آئی حضرت قبلہ عالم کی تشریف آوری ہوئی، موعظہ حسنہ کی مجلسوں کا انعقاد ہوا، ایمان پرور وعظ و تذکیر نے قلوب کو نور ایمان سے جگمگایا، عوام و خواص اہل سنت خدمت میں حاضر ہوئے، دور ارشاد جاری ہوا کثرت لوگ سلسلہ میں داخل ہوئے، انہیں میں جنگلی سوداگر قریشی محلہ کے مشہور تاجر بھی تھے، یہ صدر دیوبند کے چالیس سالہ قدیم مرید تھے، حضرت قبلہ عالم کی ہدایت سے ہدایت ہوئے، ان کے گھر کے سبھی سلسلہ مریدین میں مربوط ہوئے

لائن مسجد میں مدرسہ رضویہ قائم ہوا، حضور قبلہ عالم نے سرگرم سرپرستی فرمائی خدام و مریدین کو اس کی اعانت کے لیے متوجہ فرمادیا، اس کے استحکام کے لیے تحریری اپیل جاری فرمائی۔

عزیز گرامی قدر، پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی صدر شعبہ اردو، بہار یونیورسٹی، مظفر پور، صوبہ بہار نے تحریر کیا "حضور امین شریعت کو قسّام ازل نے کچھ ایسی پُرنور شکل و شباہت عطا فرمائی تھی کہ واقعی آپ کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا، حدیث پاک میں اللہ کے ولیوں کی یہ علامت بتائی گئی ہے کہ اذا رأوا ذکر اللہ (وہ جب دیکھے جائیں تو اللہ یاد آئے) اس طرح آپ کو ولی کامل بلا تکلف کہا جاسکتا ہے۔ آپ جس محفل میں موجود ہوتے مرکز توجہ بن جاتے ؎

ہزار، مجمع خوبانِ ماہ رو ہوگا   نگاہ جس پہ ٹھہر جائے گی وہ تو ہوگا

برادر گرامی وقار عارف رضا قادری صاحب کا پوکھریرا کے ایک ممتاز علمی وطبّی گھرانے سے تعلق ہے، لیکن بعض ناگزیر حالات کے تحت اُن کو کچھ دنوں کے لیے ایک دیوبندی مدرسے میں تعلیم حاصل کرنی پڑی، صحبت اغیار نے اپنا رنگ دکھایا اور آپ بعض اعتقادی مسائل میں متزلزل ہو کر دیوبندی نقطۂ نظر کی ترجمانی کرنے لگے، آپ کو عمّ مکرم حافظ صغیر احمد کمالی پوکھریروی کی زبانی اطلاع ملی، کہ حضور امین شریعت کچّی سرائے مظفر پور میں ایک صاحب کے یہاں رونق افروز ہیں، آپ فوراً حضرت سے کچھ سوالات کرنے کی غرض سے وہاں پہنچے، خود ان کا بیان ہے کہ جب حضرت کے چہرے پر نظر پڑی تو اُن کے رعبِ ایمانی اور جلالتِ علمی سے وہ کانپ اُٹھے اور سارے سوالات بھول گیے، یہ بات آج بھی اُن سے تحقیق کی جاسکتی ہے، حضرت نے پوچھا کچھ کہنا بھی ہے انہوں نے کہا نہیں حضور ؎

صد سالہ دورِ چرخ تھا، ساغر کا ایک دور
نکلے جو میکدے سے، تو دنیا بدل گئی

بال اور ناخون کی نمودگی

حضور پُر نور قبلہ گاہی کے خاص ترتیب کردہ حضرت شاہ سید عبدالوہاب شاہ قادری حموی کوڈی نال شریف عاشقوں میں تھے اپنی خاص الماری جس میں بزرگوں کے تبرّکات محفوظ تھے لکڑی کا ایک ڈبا نکالا اور اس کو کھول کر راقم الحروف کو دکھایا اور فرمایا، یہ ناخون مبارک اور بال مبارک پیر و مرشد حضور امین شریعت قدس سرہ کے ہیں، ایک موقع پر حضور نے ناخن اور بال کٹوایا، یہ بال مبارک داڑھی مبارک کا ہے، ناخون پہلے چھوٹا تھا اور مبارک بال شریف بھی چھوٹا تھا، اب ناخن بڑا ہے اور بال شریف بھی بڑا ہوگیا ہے، انہوں نے راقم الحروف کو دو سال بعد پھر زیارت کرائی تو اس وقت وہ بڑھ کر ڈبا کے گول دائرے کے برابر ہوگیا تھا، حضرت شاہ عبدالوہاب قادری حموی اپنے جد اعلیٰ حضرت مخدوم شاہ سید رزق اللہ شاہ حموی کے عرس کے موقع پر اس کی زیارت کراتے تھے اور زائرین کو خاص طور پر متوجہ کر کے پوچھتے تھے، کہ تم نے پچھلے برس بھی زیارت کی تھی، بتاؤ بڑھا ہوا ہے کہ نہیں، زائرین تائید کرتے ہیں کہ ضرور بڑھا

ہوا ہے، اس وقت حضرت شاہ صاحب فرماتے کہ دیکھو ہم کیسے خوش نصیب ہیں کہ ہم کو ایسے پیر ملے جن کا ناخون اور بال مبارک شریف بھی زندہ ہے، اور نمو پاتا ہے"۔

مولانا انوار احمد نعیمی جلال پوری لکھتے ہیں کہ:

"جب دار العلوم وارثیہ لکھنؤ کے لیے زمین خریدی گئی تو حضور امین شریعت لکھنؤ تشریف لائے، تو زمین کو دیکھنے کے لیے زمین پر تشریف لے گیے، تو اپنی چھڑی سے ایک خاص انداز میں گھماتے ہوئے ہر چہار طرف سے زمین کا حصار فرمایا اور فرمایا یہاں پر بہت جلد سُنّیت کا قلعہ تعمیر ہوگا، علم کا چشمہ جاری ہوگا اور ایک عالم سیراب ہوگا اور جو اس ادارے سے محبت کرے گا آباد رہے گا، جو دشمنی کرے گا، برباد ہوگا، حضور امین شریعت کی اس دعاء کا بھر پور مشاہدہ کیا جارہا ہے، دار العلوم وارثیہ حضور امین شریعت کی دعاؤں کا ثمرہ ہے"۔

مولانا محبوب علی خاں کی رہائی کی بشارت

حضرت مولانا محمد محبوب علی خاں لکھنوی، محب سُنّت اور مقتدیانِ اہل سنت بزرگ تھے، چند برسوں سے ممبئی مدن پورہ کی سنی جامع مسجد میں امام وخطیب تھے، ان کی ذات ممبئی کے اہل سنت کی مرجع تھی، عرصہ سے ممبئی کے وہابی مسجد شریف پر قبضہ کی تاک میں تھے ایک دن انہوں نے ہنگامہ کر دیا، اسی میں اُن کا سر غنہ مارا گیا، سارا وبال وہابیوں نے حضرت کے سر منڈھا اس کی وجہ سے ان کی گرفتاری ہوئی، اس خبر سے اہل سنت مغموم ہوئے۔ حضرت مولانا عمر الوارثی ایڈیٹر ماہنامہ سنی لکھنؤ نے حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کو واقعہ بتایا، آپ نے فرمایا اگر چہ واقعہ سخت ہے، لیکن مولیٰ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مولانا رہا ہو جائیں گے، حضرت مولانا عمر الوارثی نے اس پیشن گوئی اور دعاء کا بیان ماہنامہ سنی میں لکھ کر چھاپا بھی اور ۱۳۷۵ھ میں رہائی ہوئی تو بار دیگر اس کا ذکر کیا۔

باب ۱۱

حج وزیارت کے سفر

حج وزیارت کا پہلا سفر

غالباً یہ واقعہ ۱۳۷۳ھ کا ہوگا، والدہ ماجدہ مرحومہ مغفورہ دو بہن اور راقم کے ساتھ کانپور میں مقیم تھیں، ایک دن صبح صبح حضور قبلہ گاہی نے اماں جان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا آج آخر شب میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی، امیر المومنین نے چوَنّی مرحمت فرمائی، اور کچھ دعاؤں کے جملے فرمائے چونکہ اماں جان دیہات کی پُر فضا آب وہوا میں رہنے والی تھیں، کانپور کے میلوں کے دھوؤں اور چمڑے کی بدبو کی فضاؤں کی وجہ سے علیل ہوگئیں اور علالت بڑھتی گئی، تب یہ ہونے لگا کہ بڑی بہن کچّی پکّی روٹیاں پکاتیں اور ہوٹل سے میں سالن خرید کر لے آتا، سب مل کر کھا لیتے، ایک دن روٹی پکی، حضور قبلہ مدرسہ سے پڑھا کر تشریف لائے تو فرمایا حاجی بھورے کے ہوٹل سے سالن لے آؤ اور پیسے دیے، جب میں ڈبا لے کر ہوٹل پہنچا اور سالن لینے کے لیے ڈبا اور پیسہ بڑھایا حاجی بھورے نے پوچھا، روٹی بھی؟ میں نے کہا نہیں، تو پیسہ اور ڈبا یہ کہتے ہوے واپس کیا کہ سالن نہیں ہے، میں واپس آیا اور حاجی بھورے نے جو کہا تھا وہ کہ دیا، خوب اچھی طرح یاد ہے آپ نے فرمایا "نہیں ہے تو نہیں ہے" اس

واقعہ کو سات آٹھ ماہ گزرے جب ایک دن ظہر بعد حاجی بھورے صاحب خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے میاں! میرا ہوٹل سب سے زیادہ چلتا تھا، لوگ لائن لگا کر کھانا کھاتے تھے اور اب تو حال یہ ہوگیا ہے کہ کئی کئی دن کی ہانڈی ہو جاتی ہے ختم ہونے کا نام نہیں ہوتا، اب تو کئی دن سے چند ہی گا ہک آتے ہیں ایک بار مسجد کے استنجا خانہ کی مٹی چولہے میں لگوادی تھی، خیال ہوا اسی کی سزا ہے، دوسری ایک گاڑی مٹی ڈلوادی اور چولہا توڑ وادیا نیا بنوایا مگر حالت بد سے بدتر ہے، حاضر ہوا ہوں کوئی تدبیر کر دیں، دعاء کر دیں ہوٹل میں آ کر قدم رکھ دیں، راقم الحروف کو خوب یاد ہے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا حضرت نے میری طرف دیکھا اور حاجی صاحب سے پوچھا ایسا کب سے ہو رہا ہے، انہوں نے کہا سات آٹھ ماہ سے، حضرت قبلہ گاہی نے حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر حسب معمول پڑھا، اور ان کو رخصت کیا جب وہ چلے گیے تو مجھ سے فرمایا دیکھا اور مسکرائے، حاجی صاحب کا ہوٹل پھر سے چل پڑا، ان کا اعتقاد بڑھا تو بڑھتا گیا، اور ایک وقت وہ آیا جب انہوں نے حج و زیارت کی پیش کش کر دی اور اصرار کے بعد حضور قبلہ گاہی نے قبول فرمالیا، پاسپورٹ وغیرہ کی تیاری شروع ہوگئی، گھر تشریف لائے اور راقم الحروف کی بڑی بہن کی شادی کی تقریب انجام دی، یہ تقریب شعبان ۱۹۵۴ء کے اوائل میں انجام دی، اور شوال المکرم میں کانپور تشریف لے گیے وہاں جانے کے بعد دیندار لوگوں نے مخفی طور پر آپ سے حاجی صاحب کی مشکوک حالت بیان کی، آپ نے خاموشی سے سنا اور خاموشی سے اپنا عزم جاری رکھا، ایک دن حاجی صاحب کو بلا کر تنہائی میں فرمایا شادی کی تقریب کے بعد اتنے روپے بچ گیے ہیں جو حج کے اخراجات سے زیادہ ہیں، اس لیے آپ کی طرف سے اعانت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، غالباً حاجی بھورے مرحوم بھی سمجھ گیے اور کہا جیسی حضرت کی مرضی، مگر میری سعادت تو اسی میں ہے، بہر حال حضور قبلہ گاہی نے اپنے مصارف سے حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔

پہلی بار کی حاضری میں کانپور سے عازم سفر ہوئے، وطن سے ہم سفر بڑے نانا کے فرزند راقم الحروف کے خالو الحاج محمد حنیف صاحب تھے شوال کی چھٹی تاریخ ۱۳۷۴ھ کو روانگی ہوئی۔ بمبئی میں

باصرار حضرت مولانا محب الرضا محمد محبوب علی خاں قادری رضوی مجددی قدس سرہ خطیب و امام جامع مسجد مدن پورہ اپنے یہاں لے گیے، آپ کے معلم سید سلیمان عنقاوی تھے خیر سے تاریخ مقرر پر بحری جہاز سے سفر ہوا، حج کے مناسک ادا ہوئے، حضور قبلہ گاہی کی زبان مبارک سے صرف اس قدر سننے میں آیا کہ مقاماتِ مقدسہ میں حاضریوں اور عمرہ کے بعد زیادہ وقت حرم شریف میں قرآن پاک کی تلاوت وطواف گزرتے تھے کسی کسی دن علماء ومشائخ، جو عرب وعجم سے گیے تھے ان سے ملاقاتوں کے لیے جاتے، آپ کے شیخ ومرشد برحق کے نواسے حضرت محدث صاحب قبلہ بھی حج کے لیے گیے ہوئے تھے، ان کی قیام گاہ پر جاتے اور ان کی مجلس میں شریک ہوتے، حضرت محدث صاحب قبلہ سے جب پہلی بار ملاقات کی اور ان کی زیارت کی تو انہوں نے پان دیتے ہوے فرمایا، لیجیے اپنا محبوب تحفہ، حضور قبلہ گاہی نے لے کر سامنے رکھ لیا حضرت محدث صاحب قبلہ نے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے، جواب میں فرمایا، میں تو اس کو بمبئی میں چھوڑ آیا ہوں، نمایاں صفات وعادات کے بیان میں یہ تفصیل لکھا جائے گا کہ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ عادات کے تابع نہ تھے عادات ان کے تابع تھے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے صدیق حمیم رفیق قدیم مجاہد ملت عارف باللہ مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب علیہ الرحمۃ بھی حج کے لیے گیے تھے، ان کا ساتھ زیادہ رہتا تھا، اکثر جماعت کی نماز ساتھ ادا کرتے تھے، زیادہ تر امامت آپ کراتے کبھی کبھی حضرت مجاہد ملت بھی امامت کراتے تھے، جمعہ کی نماز بھی باجماعت ہوتی تھی، جماعتیں مقام ابراہیم کے پاس ہوتی تھیں، ایک جمعہ کو نماز کے بعد جو مصافحہ کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک عالم نے حضور قبلہ گاہی کے ہاتھ بھی چومے اور قدم بھی چوم لیا، اس کے بارے میں بیان آگے آرہا ہے، لاکھوں مسلمان حج کے لیے جاتے ہیں، وہابی نجدی امام کی اقتداء کر لیتے ہیں اس کے متعلق حضور قبلہ گاہی کا ارشاد تھا، "جو لوگ نماز کو نماز سمجھتے ہیں، وہ نجدی وہابی کی اقتداء نہیں کرتے"

مناسکِ حج کی ادائے گی کے بعد حضور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے مدینۃ المنورہ حاضر ہوئے، یہاں زیادہ سے زیادہ وقت حاضریٔ مواجہ پاک میں گزارتے، قرآن شریف

کی تلاوت کی کثرت اور درود پاک کا ورد و شغل، دلائل الخرات شریف کا ورد کرتے، بقیع شریف کی زیارت، سید الشہداء کی زیارت اور روزانہ حاضری میں کچھ وقت علماء و مشائخ کی زیارت و ملاقات کا تھا، انہیں میں مولانا شاہ ضیاء الدین احمد قطب مدینۃ المنورہ کی خدمت میں حاضری وحضوری بھی تھی ان کی خواہش پر ان کے یہاں مدحت پاک کا بیان کیا، حضرت مدنی علماء مشائخ عرب و پاکستان سے بلند لفظوں میں تعارف کراتے، حضرت مدنی قدس سرہ، حضرت محدث سورتی کے شاگرد تھے، امام اہل سنت، فاضل بریلوی کے مرید وخلیفہ تھے دو تین قرن بغداد مقدس میں حاضر رہے، وہاں سے مدینۃ المنورہ حاضر ہو گیے، انہوں نے وہاں کے مرجع انام شیخ سیدی شمس مغربی سے خصوصی فیض حاصل کیا، اور مجاہد اعظم حضرت سید احمد شریف سنوسی سے بھی فیض پایا تھا، مشائخ ہند میں حضور پر نور مخدوم الاولیاء شاہ علی حسین اشرفی میاں قدست اسرارھم سے بھی فیض یاب ہوئے تھے، حضرت قطب مدینۃ المنورہ نے ان تمام بزرگوں کے سلاسل اولیا اور اسانید احادیث کی اجازت دی چونکہ مطبوعہ سندِ سلاسل ختم ہو چکیں تھیں، حضرت قطب مدینہ نے فرمایا اس کی نقل تیار کریں نام کی جگہ باقی رکھیں حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے بھی اجازت لے کر اس کی نقل تیار کرائی چنانچہ ان کی سند جس کا عکس ان کے خدام نے چھاپ دیا ہے حضرت اقدس کے قلم سے ہے، حضرت قطب مدینۃ المنورہ نے مجاہد اعظم سید احمد سنوسی قدس سرہ کے سلسلۂ قادریہ معمریہ میں کلمۃ التوحید پڑھنے کی سند بھی تفویض فرمائی اور سلسلۂ قادریہ معمریہ کے دو اور قلیل الوسائط شجرے اپنے خاص قلم سے لکھ کر مرحمت فرمایے۔

۲۸ محرم ۱۳۷۵ھ مدینۃ المنورہ میں حضرت شیخ علی بن محمد بن یوسف باشلی مدنی علیہ الرحمہ نے دلائل الخیرات شریف کی اجازت مرحمت فرمائی اور نام کو اس طرح لکھا اخانا و حبیبنا فی اللہ الرّاکع الساجد مولانا الاجل الشیخ العارف باللہ رفاقت حسین اسی طرح حضرت مولانا القاری سعد اللہ المکی نے حزب البحر، دلائل الخیرات اور قصیدہ بردہ شریف کی اجازت عطاء فرمائی۔

نجدی قاضی اور قاضی القضاۃ سے مکالمہ ومناظرہ مکہ مکرمہ میں

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ دوماہ تک کم وبیش مکۃ المکرمہ میں حاضر رہے اور جماعت کی نماز پڑھتے پڑھاتے رہے یہ امرِ الٰہی تھا کہ اتنی مدت تک کہیں سے مخالفت واعتراض کی آواز نہیں اٹھی، صرف ایک نماز جمعہ کے بعد ایک عالم نے قدم چوما ان کو نجدی سپاہیوں نے پکڑا، اور محکمۂ امر بالمعروف کی طرف لے چلے تو آپ بھی ان کے ساتھ ہوگیے،، نجدی حاکم سے، جو گفتگو ہوئی۔ وہ آپ کے بیان میں موجود ہے، حضور اقدس قدس سرہ نے ایک بار ارشاد فرمایا، مکۃ المکرمہ سے مدینۃ المنورہ میں جب ہماری حاضری ہوئی بغیر کسی سابق تعارف کے مولانا الشیخ علاء الدین محمد البکری المدنی نے تشریف لا کر کہا، کہ مکہ مکرمہ کے واقعہ کا یہاں، بہت اثر ہے، احتیاط ضروری ہے، ان کی مراد یہ تھی، کہ یہاں جماعت نہ کی جائے، یہ مولانا علاء الدین، خیر آباد شریف کے مشہور مہاجر عالم اجل اور عارف اکمل مرجع افاضل مولانا محمد علی حسین خیر آبادی المدنی قدس سرہ کے صاحبزادے اور ماہر علوم وفقہ تھے۔

حضور قبلہ گاہی نے یہ بھی فرمایا کہ مولانا علاء الدین صاحب کی بات تو ہم نے سن لی لیکن نماز با جماعت کی پابندی ہی کو احتیاط جانا، فرمایا کہ جس ذات گرامی کی ہدایت کی تعمیل میں ہم نے جماعت کا التزام کیا، یہ کیسے ہوسکتا تھا، کہ ہم انہیں کے دربار میں حاضر رہ کر جماعت کا ترک گوارا کرلیتے، ہماری جماعت قائم رہی، پاکستان کے علماء بھی ہماری جماعت میں آکر شریک ہوتے، چند دن کے بعد طلبی ہوئی لیکن آپ دوسرے دن تشریف لے گیے جب آپ نجدی قاضی القضاۃ کے یہاں جانے لگے تو مجاہد ملت کو اطلاع ملی، وہ بھی ہمراہ ہوگیے وہاں کیا گفتگو ہوئی اس کا بیان آرہا ہے، جناب صوفی سید ممتاز حسین شاہ ترمذی ویراولی لکھتے ہیں کہ "پٹیل واڑ اویراول شہر میں حضور اقدس کا مبارک وعظ ہو رہا تھا، جلسہ گاہ سے باہر چند اشخاص گفتگو کر رہے تھے، ایک نے کہا، کہ حضرت قبلہ نے مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں عرب

کے سب سے بڑے عالم وہابی سے مناظرہ کیااور ان کولاجواب کر دیا،دوسرے نے کہا،کہ یہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی ہے،کہ عرب کے عالموں سے حضرت کامناظرہ ہوا ہو،دونوں اپنی اپنی باتوں پر مصر تھے یکا یک عنانِ توجہ بدلا اور آپ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مناظرہ ومباحثہ کا بیان شروع کر دیا،اللہ! اللہ کیسی صفائے باطن تھی"حضور قبلہ گاہی کا یہ طریقہ نہ تھا،کہ ان حقائق کو قلم بند فرماتے اور نہ ہی کسی کو اس کا امر فرماتے،ایک دورہ میں ہمت نگر میں جناب حاجی عبدالغنی رفاقتی وی جاپور والوں کے یہاں حسب معمول قیام تھا،ان کے بہنوئی حاجی ابراہیم صاحب مرحوم اہل اخلاص کی خواہش پر حضور قبلہ گاہی نے اس کا بیان کیااور حاجی صاحب نے ٹیپ میں صدابند کرلیا،اسی کی نقل یہاں حرف بحرف درج کی جارہی ہے۔

"علمائے اہل سنت وجماعت کاایک طبقہ ساتھ تھا۔نماز چونکہ وہابیوں کے پیچھے ہوتی نہیں اس لیے ہم لوگوں کی جماعت الگ ہوتی تھی،جماعت کاالگ ہونا حکومت کی نگاہ میں آگیا کہ ہم لوگ اپنی نماز الگ پڑھتے ہیں،اس کے بعد ایک جمعہ آیا تو ایک دم کھل گیااور ظاہر ہوگیا،کہ جمعہ کی نماز ہم لوگوں نے ان کی جماعت کے بعد ادا کی،اسی طرح ہم ہر نماز الگ پڑھتے،جماعت کے ساتھ،اور جمعہ خطبہ کے ساتھ مستقل پڑھتے تو ہمارا طریقہ بڑا شاق گزرا حکومت کے اوپر،اس لیے کہ یہ نیامعاملہ تھا،اور غالباًاس سے پہلے کبھی ایسی شکل پیدا بھی نہیں ہوئی،جولوگ نماز کو سمجھتے ہیں وہ نجدیوں کی اقتدا نہیں کرتے،اپنی نماز الگ پڑھ لیتے ہیں،مگر ہم لوگوں نے جمعہ کی باجماعت نماز کعبہ شریف ہی میں ادا کی جمعہ کے بعد جو مصافحہ کاسلسلہ چلاتو ایک مولانا صاحب نے قدم چوم لیا۔چومنے سے،ہم کو بھی احساس ہوا،خیر ہم کچھ ہٹے،مگر نجدی سپاہی نے جھٹ گھیر اڈالا اور مولانا کاہاتھ پکڑلیا،آگے بڑھے،اور ان سے کچھ بحث ومباحثہ اور پوچھ گچھ شروع کر دی،،ہم مصافحہ میں مشغول تھے،آدمی کافی تھے،جب ہم فارغ ہوئے۔ہم نے پوچھا کیابات ہوئی؟نجدی سپاہی بولا تو اس کا خدا ہے اور یہ تیرا بندہ ہے کہ تجھ کو سجدہ کرتا ہے،ان کو کہا چلو،میں نے کہا میں بھی چلوں گا،جب میں چلا تو اور،بہت سے آدمی ساتھ ہوگیے،حرم کعبہ کے احاطہ میں ان کا ایک محکمہ ہے قانون نافذ کرنے کا،جہاں ایک جج بیٹھتا ہے،لیکن اس وقت وہ نہ

تھا، تو اب وہ سپاہی دوسری طرف لے گیا، جہاں سب سے بڑا قاضی مکۃ المکرمہ بیٹھتا ہے، تو اس کے پاس معاملہ پیش ہوا، نجدی سپاہی نے سنایا کہ یہ لوگ آئین کی بغاوت کرتے ہیں، نماز کی جماعت اپنی الگ کرتے ہیں، مولانا کی طرف اشارہ کر کے کہا، یہ آدمی کو سجدہ کرتا ہے، بڑا قاضی رپورٹ سن کر بولا کہ یہ بڑا جرم ہے، کفر ہے، شرک ہے، لیکن ہم تم پر سزا اس لیے قائم نہیں کر سکتے کہ تم دوسری حکومت کے آدمی ہو، دوسری جگہ کے ہو، توبہ کرو اور توبہ نامہ لکھواور عہد کرو کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کروں گا تم نے یہ بہت بڑا گناہ کیا ہے۔

جب نجدی اپنا باطل حکم سنا چکا تو میں ذرا سا اور آگے بڑھا، کہ اس کے بالکل قریب ہو جاؤں، اس کے بعد میں نے کہا میں اس معاملہ میں کچھ آپ سے کہنا چاہتا ہوں، اس پر قاضی بولا تم کون ہو، میں نے کہا میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں، اور اس معاملہ سے متعلق ہوں، جو آپ کے پاس پیش کیا گیا، اور جس پر آپ نے ابھی ابھی حکم سنایا ہے، قاضی نے سپاہی کی طرف اشارہ کیا مطلب و مراد اس کی یہ تھی، کہ کیا میں بھی اس معاملہ سے متعلق ہوں، سپاہی نے کہا، ہاں یہی وہ ہے جس کو سجدہ کیا گیا، اس کے کہنے پر اب ہمارا تعلق قاضی کے نزدیک ظاہر ہو گیا، اب اس نے کہا کہو کیا کہنا چاہتے ہو، میں نے کہا یہ فیصلہ جو آپ نے کیا ہے اسلام ہی کے خلاف نہیں، کافر، مشرک، یہود و نصاریٰ جتنے بھی دنیا کے اندر مذاہب ہیں، ان سب کے خلاف ہے، اسلام تو بہت محتاط مذہب کا نام ہے تو اسلام کو کون کہے، دنیا کے باطل سے باطل مذہب میں بھی ایسا قانون نہیں، اتنا سن کر قاضی جھٹ مولانا کی طرف مخاطب ہوا، مولانا نے کہا میں نے سجدہ نہیں کیا، اور غیر خدا کو سجدہ حرام جانتا ہوں، میں نے تو قدم چوما ہے اور یہ جائز ہے، اب وہ میری طرف مخاطب ہوا، اور بولا اب تو بیان ہو گیا، میں نے کہا، ہاں ہو گیا، کہا فیصلہ وہی ہے جو پہلے تھا، یہ شرک ہوا یہ کفر ہوا، توبہ کرے اور اقرار نامہ لکھے، اس ہٹ دھرمی پر میں نے کہا، آپ لوگ حدیث پر عمل ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور حدیث کے خلاف بول رہے ہیں اور فیصلہ کر رہے ہیں، یہ فیصلہ نافذ ہونے کے لائق نہیں ہے، تو پوچھا اس نے کہ کیا میں حدیث کے خلاف بول رہا ہوں؟ میں نے کہا

سب کا سب حدیث کے خلاف ہے، ایک شمّہ بھی حدیث کا اس کے اندر نہیں ہے بلکہ مغایبت ہے، مخالفت ہے، اتنا سن کر قاضی نے کہا اس کا ثبوت کیا ہے، میں نے کہا حدیث کا ذخیرہ تو آپ کے یہاں ہے نکال کر دیکھ لیجیے، کہا کون سی حدیث؟ میں نے کہا کہ جون سی کتاب دی جائے، کہا ایک کا نام بتاؤ، میں نے کہا مشکوۃ شریف ہی لے لیجیے، بہر حال اس نے کتاب نکلوائی، ڈھونڈھا، بھلا اس کو کاہے کو ملے، میں نے زور دے کر کہا، مجھے کتاب دیجیے، خیر کتاب دے دی، میں نے صفحہ کھول کر اس کے ہاتھ میں دے دیا، اس نے پڑھا، گردن ہلاتا ہے، پھر بولتا ہے، کہ ہاں مگر یہ جائز نہیں، میں نے کہا یہ آپ اپنی حیثیت سے آگے بول رہے ہیں، امّتی کی بولی یہ نہیں ہے، کہ حدیث پانے کے بعد کہے ناجائز ہے، اس کا حق آپ کو نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ کسی رسول کو بھی نہیں ہے، رسول کی بات رسول ہی سے منسوخ ہوتی ہے، مگر خاتم المرسلین کی بات تمہارے نزدیک کوئی منسوخ کرنے والا ہو تو بتاؤ، اب اس کے چہرہ سے بے بسی ظاہر ہو رہی تھی، میں نے زور دے کر تقبّل یدیہ و رجلیہ لوگ حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ و التسلیمات میں حاضر آئے اور آپ کے دست مبارک کو بھی چوما اور قدم پاک بھی چومے، میں نے گرجتے ہوئے کہا۔

نبی تو چپ ہونے والے نہیں ہوتے ہیں، ناجائز کام کیا جائے اور وہ خاموش رہیں، اگر قدم چومنا اور ہاتھ کا چومنا حرام ہوتا، کفر و شرک ہوتا پہلی ہی بولی میں حضور فرما دیتے کے یہ حرام کام ہے، یہ شرک ہے، یہ کفر ہے، ہم اس کو مٹانے کے لیے آئے ہیں، قائم کرنے کے لیے نہیں آئے۔

ہمارے اس بیان کو سننے کے بعد چاہیے تو یہ تھا، کہ قاضی اپنے فیصلہ کی غلطی سے رجوع کرتا، اور اپنی غلطی کا اقرار کرتا اتنی واضح دلیل کو پڑھ کر اور سن کر اپنی بات کو رکھتے ہوئے، بولا، کہ ایسا کام نہیں ہونا چاہئے جو شرک ہو، قاضی سے ہماری گفتگو کی خبر پا کر ایک بڑا مجمع وہاں پہنچ گیا، جس میں مصر کے، شام کے، عراق کے علماء بھی تھے، جب میں نے کہا کہ یہ آپ کا فیصلہ صرف اسلام ہی کے نہیں، ساری کائنات کے خلاف ہے جی، تو ایک آواز گونج گئی سبحن اللہ کی، اور بہت سے علماء آ کر تھپکی دینے لگے، جب

قاضی کی مجلس سے باہر نکلے تو موجود مجمع کے تقریباً سبھی افراد معانقہ ومصافحہ کرنے لگے، بعد میں معلوم ہوا کہ نجدیوں نے ایامِ حج میں اس معاملہ کو طول دینے سے پرہیز کیا اور اس کی تدبیر یہ کی کہ اس معاملہ کو اپنے سب سے بڑے قاضی کے یہاں پہنچایا، ان کا سب سے بڑا قاضی مدینہ منورہ میں رہتا ہے۔

مدینہ منورہ میں قاضی القضاۃ سے مباحثہ ومناظرہ

مکہ معظمہ سے جب مدینہ منورہ پہنچے، یہاں حاضر ہوتے ہی اطلاع ملی کہ تمہارا معاملہ قاضی القضاۃ کے یہاں پیش ہو چکا ہے، جب بھی طلبی ہو جائے، یہ معلوم کر کے بڑی مایوسی ہوئی کہ قاضی حاکم وقت ہے، اگر اس نے یہی فرمان نافذ کر دیا کہ آج ہی نکل جاؤ یہاں سے تو ہم کیا کریں گے؟ اس لیے اپنے لوگوں سے ہم نے کہا، کہ سامان ٹھیک کر کے رکھ لو۔ یہ کہہ کر وضو کیا اور قاعدہ کے مطابق دو رکعت نفل پڑھنے کے لیے مواجہ شریف میں حاضر ہو گیے، صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ نذر گزارنے کے بعد اپنی درخواست لگائی کہ

"حضور ﷺ! نہ معلوم کتنی تمناؤں کے بعد حضور ﷺ نے نگاہ کرم فرمائی ہے، اور دربار عالی میں اپنے ناچیز غلام کو حاضری کا اِذن بخشا ہے، تو وہ جو حضور ﷺ کا وعدہ ہے، وہ تو پورا ہو جائے اور اتنے دن دربار میں حاضر رہ سکوں، جتنے دن کی حضرت نے بشارت دی ہے، کہ اتنی نماز ہماری مسجد میں جو ادا کرے گا تو ہم اس کی شفاعت کریں گے۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم کو سینتالیس ۴۷ نمازیں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا یعنی مقدار سے سات نمازیں ہم نے زیادہ پڑھیں، جب ہم اپنی مراد کو پہنچ چکے تو اُدھر سے زنجیر ہلی، نجدی حکومت کے لوگ عشاء کے بعد ہی ہماری قیام گاہ پر آئے اور ان میں سے ایک نے کہا قاضی القضاۃ نے آپ کو طلب کیا ہے، ہم نے کہا کہ اگر ہم کو لے جانا ہے تو ہتھ کڑی لے آؤ وہ ہمارے ہاتھ میں لگاؤ، تم آگے آگے چلو، ہم پیچھے پیچھے چلیں اور اگر ہماری خوشی سے ہم کو لے جانا ہے تو ہم آج نہیں جائیں

گے،قاصد بولا ٹھہرو ہم آتے ہیں۔خیر وہ آیا اس نے کہا اچھی بات ہے کل، چنانچہ اسی وقت وہ لوگ آگیے آے اور کہا چلو، ہم نے کہا ابھی تو ایک نماز پڑھی ہے دوسری صلوٰۃ باقی ہے اس میں بہت دیر لگی، تہجد کی نماز تھی، صلوٰۃ عربی میں نماز کو بھی کہتے ہیں اور درود کو بھی کہتے ہیں، تو ہم نے اس کو اس خیال سے کہا تھا کہ ایک صلوٰۃ ابھی پڑھ لی ہے دوسری باقی ہے، وہ صلوٰۃ سمجھ گیا تہجد، ہم نے کہا وہ صلوٰۃ نہیں آو ہمارے ساتھ، مواجہ اقدس میں لے گیے صلوۃ وسلام پیش کیا یانبی سلا م علیک یار سول سلا م علیک اس میں کافی وقت لگ گیا، پھر دل ہی دل میں ہم نے درخواست لگائی کہ ظالم کے پاس جا رہے ہیں، نہ جانے کیا سانحہ پیش آجاے، خیر ہم فراغت کے بعد قاصدین کے ساتھ چلے، اور پہنچ گیے، قاضی القضاۃ کی مجلس میں، بڑا انتظام یہاں دیکھا کہ کافی تعداد میں سنتریوں کا پہرہ تھا، بندوقوں پر جو سنگین لگی تھیں، بجلی کی طرح چمکتی تھیں، جہاں پر ہم کو بٹھایا گیا وہاں پر جلّاد شمشیر لیے کھڑا تھا۔

خیر صاحبو! ہم دروازہ میں داخل ہوئے تو دیکھا، کہ کرسیوں پر پچاسوں آدمی بیٹھے ہیں، ایک اوپر بیٹھا تھا، وہ قاضی القضاۃ تھا وہ آگے آیا اس نے ہاتھ بڑھایا، ہم نے بھی ہاتھ بڑھادیا اس نے کہا مر حبا اھلا و سھلاً کیسے ہو، کہا چلے آئیے، کرسی رکھی ہوئی تھی، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا بیٹھ جائیے اس کے بعد وہ بھی بیٹھ گیا۔

ہم نے اِدھر اُدھر دیکھا، عرب میں دستور ہے کہ دیوار میں اس چٹائی کی طرح جیسے یہ ہے، پتھر ہی میں بنادیتے ہیں اس کے اوپر قیمتی قالین بچھاتے ہیں، کرسیوں پر جن کو جگہ نہیں ملتی وہ اُسی پر بیٹھ جاتے ہیں، یا جس کو زیادہ پھیلاؤ لینا ہوتا ہے اسی پر بیٹھ جاتا ہے، میں بھی کرسی پر جا کر بیٹھ گیا، قاضی فوراً کھڑا ہو گیا، زور سے کہنے لگا لالا لک ھذا الکر سی میں نے کہا لا یجو ز للمسلمین الجلو س علیہ، مسلمانوں کے لیے اس پر بیٹھنا جائز نہیں اب سناٹا ہو گیا، یکدم، کوئی چارہ کار نہیں ہے، یک دم سکوت چھا گیا، وہ کرسی سونے کی تھی، اس کے اندر چاہے لوہا ہو، چاہے لکڑی ہو، کچھ بھی ہو قاضی کو مہر سکوت لگ گئی، ہم نے اس کو فال خیر سمجھا۔

کچھ دیر کے بعد ہم نے ہی گفتگو کا آغاز کیا اور پوچھا کہ آپ نے ہم کو کیوں بلایا ہے، اس نے کہا ہم نے سنا ہے کہ آپ ہندوستان کے بہت بڑے عالم، اور بہت بڑے درویش ہو، اس لیے ہم نے آپ کی صحبت میں رہنے اور آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کے لیے مدعو کیا ہے، میں نے کہا اچھی بات ہے، یہ بات ہو رہی تھی کہ چائے آگئی مختلف اقسام کی چائے گیارہ فنجان پینے کے بعد میں نے کہا، بس، اب آگے نہیں، میں نے سوچا گیارہویں والا ہوں، وہ بولا اب آگے نہیں، اسی درمیان قاضی، ہندوستان کے بارے میں سوالات کرتا رہا، ملکی حیثیت سے میں اُس کے جواب دیتا رہا، اس کے بعد چائے کا قصہ ختم ہوا، تو اس نے کہا، کہ آپ اجازت دیں تو ہم آپ سے کچھ مسائل معلوم کریں، میں نے کہا اگر آپ مسئلہ معلوم کرنا چاہتے ہیں، تو ہم کو اردو میں بولنے کی اجازت دیں، ہم عجمی ہیں، عربی تکلم کا کم اتفاق ہوتا ہے، اردو بولنے میں ہم کو آسانی ہوگی، بولا مجھے معلوم ہو چکا ہے، کہ یہ آپ کا انکسار و تواضع ہے۔ (حضور قبلہ گاہی عربی روانی اور مخصوص لہجے میں بولتے تھے۔)

عدم اقتداء کی وجہ، عملی اور اعتقادی اختلافات

خیر اس نے کہا تم جماعت سے نماز نہیں پڑھتے اس کی کیا وجہ ہے؟ اور ایسا کیوں کرتے ہو؟ میں نے کہا اس کے دو سبب ہیں ایک وجہ اعتقادی ہے، اور ایک وجہ عملی ہے، یعنی ایک کام میں ہمارے آپ کے فرق ہے، ایک عقیدے میں ہمارے آپ کے فرق ہے، دو خرابیاں ہیں۔

وہ پوچھتا ہے کہ وہ عملی فرق کیا ہے، عملی اختلاف کیا ہے؟ ہم نے کہا عملی اختلاف یہ ہے کہ آپ کے امام، حد شرع سے کم داڑھی رکھتے ہیں یعنی داڑھی کٹا دیتے ہیں، آپ کے کسی امام کی داڑھی شریعت کے مطابق نہیں ہے، دوسری بات یہ کہ لاؤڈ اسپیکر کے اوپر نماز پڑھتے ہیں، اور ان دونوں صورتوں میں ہم حنفیہ کے نزدیک اقتدا، صحیح نہیں ہے، لکن هذان ضعيفان الوجه القوى اشديد بيننا وبينكم فى الاعتقاديات انكم متبعو اللشيخ محمد بن عبدالوهاب النجدى

الذی کفرہ علماء العرب والعجم یہ جو وجہ ہے یہ ہے کمزور، اصل اختلاف جو ہمارے اور آپ کے درمیان میں ہے وہ عقیدہ کا ہے، کیونکہ آپ لوگ محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے تابع ہیں، اور اس کے کفریات کے اوپر علمائے اسلام نے اس کو کافر کہا ہے، تو جو اس کے کفر کا تابع ہے، وہ بھی کافر ہے، ہم کو ہمارے رسول پاک نے مسلمان کی اقتداء کا حکم دیا ہے، نہ کہ کافر کے۔

اتنا میرا کہنا تھا کہ وہ اٹھ کر غضب کی حالت میں کھڑا ہو گیا، عام لوگ جو موجود تھے، انکے رونگٹے کھڑے ہو گیے، الحمدللہ ہمارے اوپر کوئی اثر نہ پڑا، اسی غضب کی حالت میں چلتا رہا، تمام لوگ خوف زدہ تھے، اب کیا حکم دیتا ہے، بہر حال وہ کچھ دور جا کر کھڑا ہو گیا، اس مجلس میں جو نجدی علماء بیٹھے تھے، ان میں کا ایک اٹھ کر میرے پاس آیا، اور کہا آپ نے مسلمانوں کے امیر و حاکم کو غضب ناک کر دیا، اس کا نتیجہ کیا ہوگا، آپ مسافر ہیں، کہہ دیجیے، جو ہوا سو ہوا، اب نہیں ہوگا، اگر آپ کی نماز نہیں ہوتی ہے، اس امام کے پیچھے تو دھرا لیجیے گا، اس نے یہ سبق دیا معاملہ رفع دفع ہو جائے گا، ورنہ وہ آئے گا جلاد کو حکم دے گا، اتنا جو اس نجدی عالم نے کہا تو ہم کو غصہ آگیا، ہم نے کہا، تمہارے اماموں نے تمہارے پیشواؤں نے جو اللہ کو غضب ناک کیا، رسول اللہ کی توہین کر کے اس پر تم کو شرم نہیں آتی، یہ سب میں نے گرج کر کہا بس وہ اُٹھ کر بھاگا، دربار ہے نہ، جہاں زور سے بولنا بھی بے ادبی ہے، لیکن ہم پر اس کا کیا اثر۔ بے ادبی کا کیس اگر لاگو ہوگا وہ ہی پکڑا جائے گا، اب قاضی لوٹ رہا ہے، حالت وہی غضب کی ہے ایسا ہم کو اس کے چہرہ سے اندازہ ہوا۔

خیر صاحب! ہم کلمہ وغیرہ پڑھ کر تیار ہو گیے، اور الحمدللہ ہم تو ہر وقت تیار رہتے ہیں، موت کا کیا خوف، یہ تو بڑے کریم کے دربار کی حاضری ہے، قاضی آکر اپنی جگہ بیٹھ گیا، جب وہ آرہا تھا، جب بھی اس کو دیکھ رہا تھا بیٹھا جب بھی اس کو دیکھ رہا ہوں، وہ مجھے دیکھتا ہے، تو بھی اس کو دیکھ رہا ہوں، وہ مجھے دیکھتا ہے اور نظر جھکا لیتا ہے، اور میں مسلسل اس کو دیکھے جا رہا ہوں، میں نے سوچا اب دو ہی شکل ہے، کہ یا تو حکم دے گا قتل کرو، یا یہ کہ بحث کرے گا کہ تم نے ہم کو کافر کیسے کہا، یہی دو بات ذہن میں آئی تھی، غالب

یہی تھا کہ قتل کا حکم دے گا، بحث کیا کرے گا۔

لیکن الحمدللہ! اس پر ایسی ہیبت غالب ہوئی کہ وہ نہ تو قتل کا حکم کر سکا، اور نہ یہ پوچھ سکا کہ ہم کو کافر کیسے کہا مخاطب ہوا، تو سوال دوسرا تھا، وہ یہ تھا، کہ تم علمِ غیب نبی کے قائل ہو، میں نے کہا صحیح سنا ہے، میں ہی کیا سارا عالم اسلام اس کا قائل ہے، اور ہمارا علمِ غیب نبی، کا قائل ہونا قرآن کے حکم کے مطابق ہے، اور میں نے قرآن پاک کی آیت پڑھ دی، اس نے لا یعلم الغیب الا اللہ اللہ کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں، اس پر میں نے بحمدللہ برجستہ کہا، کہ جس اللہ نے یہ کہا اسی نے یہ بھی فرمایا مَا كَانَ اللهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ اللہ ایسا نہیں ہے کہ علم غیب ہر کس و ناکس کو دے دے، بلکہ اس کے لیے رسول کا انتخاب کرتا ہے، اس کی چیز ہے علم غیب اسی کا ہے اور جس کو چاہے دے دے۔

بہر حال کچھ دیر تک بحث ہوتی رہی، کہتا رہا یہ مطلب نہیں وہ مطلب نہیں، ہم نے کہا، جو آیت ہم نے پڑھی ہے اسی کا مطلب کہہ دیجیے، جو اس سے ٹکرائے نہیں، اس لیے کہ کلام میں ٹکراؤ اسی کے ہوگا، جو بھولتا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کی وہ ذات پاک ہے، جو سب عیب سے پاک ہے، جھوٹ سے بھی پاک تو ترجمہ ایسا کیجیے کہ یہ آیت نہ اس سے ٹکرائے اور نہ وہ اس سے ٹکرائے، تو ہم سے کہتا ہے، کہ تمہارے اوپر بھی یہ ذمہ داری ہے میں نے کہا بیشک قرآن ہمارا، اللہ ہمارا ہم اس کے خلاف کیسے بول سکتے ہیں، پوری ذمہ داری ہماری ہے، کہا تم ہی بولو، میں نے کہا یہ علم غیب جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے بالکل صحیح ہے، اس کا علم اپنا ہے کسی کا دیا ہوا نہیں، اپنے آپ ہے، اور رسولوں کا علم اللہ تعالیٰ کے دیے سے ہے، اپنے آپ نہیں تو جہاں پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اللہ ہی غیب جانتا ہے، بالکل صحیح ہے، اب اس کے بعد فرماتا ہے، کہ جس کو ہم چاہتے ہیں، جی، تو اب یہ آیت نہ اس سے ٹکراتی ہے، اور نہ وہ اس سے ٹکراتی ہے، وہ آیت بتاتی ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہی غیب والا ہے، اس کا یہ علم کسی کا دیا ہوا نہیں کسی سے لیا ہوا نہیں کسی سے سیکھا ہوا نہیں اس کی ملک ہے۔

مثال اس کی یوں لے لو،کہ ایک شخص کسی چیز کا مالک ہے،اور کہے کہ ہم نے فلاں کو دیا،تو اس میں کیا شبہ اس میں اعتراض کی کیا گنجائش،وہ مالک ہے،اُس مالک نے کسی کو قانون کا علم دیا ہو تو اس کا نام وکیل پڑ گیا کسی کو ڈاکٹری کا علم دے دیا تو اس کا نام ڈاکٹر پڑ گیا،یہ سب اسی کی دین ہے، قانون کا علم آپ کو دے تو آپ وکیل کہلانے لگو بخوشی،اور غیب کا علم نبی کو دے تو آپ.نبی کے لیے ماننے کو کہنے لگو شرک ہے،حرام ہے،کفر ہے،دولت دے تو دولت مند کہلانے لگو،حکومت دے دی تو مَلِک و بادشاہ کہلانے لگو،یہ سب دیا ہوا تو آخر اُسی مالک کا ہے،پھر آپ کہلانے والے کون تو جب آپ سب کچھ کہلا سکتے ہیں تو نبی کو نہ کہنے کے کیا معنی؟اس کی طرف سے پانچ سوالات تھے۔

محفل مولود شریف اور قیام

ایک سوال یہ بھی تھا کہ تم ایک محفل قائم کرتے ہو،اور اس کا نام محفل میلاد رکھتے ہو،اور آخر میں کھڑے ہو جاتے ہو،اور اس میں سلام پڑھتے ہو،کیا یہ جائز ہے،میں نے کہا جی ہاں!یہ خبر آپ کو ملی ہے، وہ صحیح ہے،لیکن یہ بحث کی چیز نہیں ہے،اس نے کہا کیوں؟میں نے کہا،یہ آپ کے یہاں بھی جائز ہے، بحث کی چیز وہ ہے،جس میں ہمارا اور آپ کا اختلاف ہے،کہنے لگا ہمارے یہاں ناجائز ہے،میں نے کہا نہیں ایسی بات نہیں ہے،نجدی علماء جو وہاں تھے،ان سے پوچھا،انہوں نے کہا یہ جھوٹ بولتا ہے،بہتان باندھتا ہے،ہمارے یہاں جائز نہیں،میں نے کہا یہ سب بھونکتے ہیں،یہ سن کر اس کو غصہ آگیا،میں نے کہا سنیے،میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہوں،نہ کہیں کا بادشاہ،نہ کہیں کا وزیر،ایک معمولی انسان ہوں جب میں یہاں داخل ہوا تو آپ کہاں تھے؟کہا یہیں پر،میں نے کہا پھر جب میں دس پانچ قدم پر تھا تو آپ کہاں تھے،کہا یہیں پر،میں نے کہا آپ کرسی پر تھے،کہا،ہاں!جب آپ نے ہم کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے،آگے بڑھے،ہمارے استقبال میں اور مرحبا کہہ کر ہم کو لائے،کہا ہاں!میں نے کہا تو اگر کسی کے لیے تعظیم ناجائز ہوتا تو نہ آپ کھڑے ہوتے،نہ مولانا صاحبان چپ رہتے قاضی القضاۃ نے فوراً کہا یہ تعظیم

نہیں ہے، یہ تو مہمان کی تعظیم ہے، میں نے کہا سبحن اللہ جس ذات گرامی نے ہم کو مہمان کی تعظیم کا حکم دیا، ہم ان کی تعظیم کرتے ہیں، تعظیم ہی تو ہے، آپ بھی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، ہم بھی تعظیم کرتے ہیں، اختلاف کیا ہے؟ کچھ دیر اس پر بحث رہی، مگر اس کا جواب وہ کیا دے سکتے تھے، یا کوئی دوسرا کیا جواب دے سکتا ہے، میں نے زور دے کر آخر میں کہا کہ تم دنیا والوں کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہو، ہم دین والے کی تعظیم کرتے ہیں، بس فرق اس میں ہوا مگر ہے تعظیم تمہارے یہاں بھی۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

ایک سوال یہ بھی اس نے کیا، کہ تم یارسول اللہ پکارتے ہو، یا غوث پکارتے ہو، کیا یہ جائز ہے، میں نے کہا یقیناً جائز ہے ورنہ پکارتے کیسے؟ ناجائز ہوگا تو کیسے پکاریں گے؟ کہا یہ تو شرک ہے الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہ اس مسئلہ پر کچھ دیر تک بات ہوتی رہی، تو میں نے کہا تو یارسول اللہ پکارنا منع ہوگیا، تو اگر کوئی پکارنا چاہے تو وہ کیا پکارے؟ تو وہ بولا یا اللہ کہو، میں نے کہا، کہ دنیا میں جو یارسول اللہ کہنا رائج ہے تو اگر اس کو چھوڑ دیں تو مسلمان پوچھیں گے نا کیوں چھوڑا؟ آپ موحّد ہیں، قرآن پر عمل کرتے ہیں، قاضی بولا، بیشک! میں نے کہا پھر تو وہ آیت ہم کو سنا دیجیے جس میں یا اللہ ہو، جب ہم نے دیکھا کہ سنانے میں سب عاجز ہیں، اور بات مکمل نہیں ہو رہی ہے تو ہم نے کہا ان لم تستیطیعوا باتیان اٰیۃٍ فیھا بلفظ یا اللہ فاطلبوا منی باتیانِ آیۃ فیھا یارسول اللہ اگر آپ یا اللہ والی آیت نہیں سنا سکتے ہیں تو مجھ سے یارسول اللہ والی آیت پوچھیے انا اٰتیکم بایات لاتعدوا ان تحصوھا انشاء اللہ میں آیتیں پڑھوں گا کہ آپ گن نہ سکیں گے۔

قاضی القضاۃ بولا، من القرآن؟ میں نے کہا ای انتم من العرب انکم لاتحتاجون الی معنیٰ اٰیۃٍ یعنی آپ عرب ہیں، میں آیات پڑھتا ہوں، آپ معنیٰ سمجھ لیں، تو میں نے پڑھا یایھا الرسول - یاایُّھا المدثر - یاایھا المُزَّمِّل - یاایُّھا النَّبی اتنا ہی پڑھا تھا کہ کہنے لگا بس بس!!

ایک بات نکتہ کی

ایک بات نکتہ کی رہ گئی وہ یہ کہ جب میں نے گفتگو کا آغاز کیا اور مجھ سے کچھ پوچھنا چاہا تو میں نے اس سے کہا، کہ آپ مجھ سے گفتگو من حیث الاسلام کریں گے کہ من حیث الحکومۃ والسیاست بادشاہت کی حیثیت سے بات کریں گے، کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے؟ وہ بول اُٹھا، لا ولا من حیث الاسلام تب میں نے فوراً کہا، تو بس ہمارے آپ کے درمیان قرآن وحدیث حَکَم ہوگا۔

آخر سوال

آخر سوال اس کی طرف سے یہ تھا، کہ تم نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تکفیر کیسے کی؟ اور تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟ یہ سوال ذاتی حیثیت بھی اپنے اندر رکھتا ہے، میں نے کہا خیار امت علماء عالم اسلام نے اس کے اقوال کی وجہ سے اس پر کفر کا فتویٰ دیا، ہم علمائے امت کے تابع ہیں، اب بولا، تمہاری ذاتی رائے بھی اس معاملہ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، میں نے کہا الحمدﷲ! ہم مذہب ودین میں اپنی ذاتی رائے نہیں رکھتے، ہم کتاب وسنت اور اجماع امت کے تابع ہیں، اس کی روشنی میں اس کا کفر ثابت ہے، اور ہم اس پر یقین رکھتے ہیں، اور جو اس کے کفری اقوال کا تابع ہے اس کو بھی اسی زمرہ میں داخل کرتے ہیں، بولا، ہم سب شیخ محمد ابن عبدالوہاب کے تابع ہیں، ہم کو کیا سمجھتے ہو، میں نے کہا کیا اس کے کفر کے بھی تابع ہو؟ اس کا وہ جواب کیا دے سکتا تھا، بس یہ سن کر وہ جھنجھلایا اور غصہ میں بولا۔

أمر کم ان تصلوا مع امامنا ولا تصلوا منفردین الااقمت علیکم الحدود

ہم تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم ہمارے امام کے ساتھ نماز پڑھو اور اگر تم نے اپنی الگ جماعت قائم کی تو سزا قائم کردیں گے۔

جب اُس نے کہا سزا قائم کردیں گے تو میں نے پوری جرأت ایمانی کے ساتھ زور دے کر جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقاًط پڑھ دیا، کہ اللہ کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ حق غالب آگیا اور باطل ذلیل ورسوا ہوانے کے لیے ہی ہے، تب اس نے مجھ سے سوال کیا، کہ کیا باطل رسوا ہوا؟ میں نے کہا، ہمارے اور آپ کے درمیان طے ہوا تھا، کہ بات اسلامی قانون کے مطابق ہوگی، قرآن وحدیث حکم ہوگا، ہم اسلامی حیثیت سے بات کر رہے ہیں، بادشاہی حیثیت سے نہیں، جی، اور قرآن وحدیث کے جواب میں آپ کی جرأت کہ اقمت علیکم الحدود، ہم تم کو تختۂ دار پر چڑھا دیں گے، پھانسی دیں گے، تلوار سے کاٹیں گے، قرآن وحدیث کا نام چھوڑ کر، لوہے کا سہارا، تو جو بات ہمارے آپ کے درمیان طے تھی، اس کے خلاف ہو رہا ہے، کیوں ہو رہا ہے اس کے لیے کوئی دلیل آپ کو نہ قرآن میں مل سکی اور نہ حدیث میں مل سکی اور بات تو دراصل یہ ہے، کہ آپ کا اور آپ کے مقتداء کا، بنائے مذہب ان دونوں پر ہے، ہی نہیں۔ ہمارا ہے۔ ہم نے دلائل کے انبار لگا دیے، الحمدللہ تو کہتا ہے۔

رُح اِلٰی بِلَادِکُمْ وَلَا تُکُونُو مِنَ الْمُفْسِدِیْنِ

آپ لوگ جائیے مگر کوئی بات فساد کی نہ ہونے پائے۔ میں نے کہا شکریہ۔

ہماری طلبی کی اطلاع بڑی تیزی سے پھیل گئی، علمائے کرام اور عوام یہاں آ کر باہر جمع ہونا شروع ہو گیے اس لیے جب، ہم احقاقِ حق اور ازھاق باطل کر کے باہر آئے تو دیکھا، بڑا مجمع ہے، سنّی اور وہابی اور دیوبندی بھی، سب انتظار میں کھڑے ہیں، وہابی تو جنازہ دیکھنے کے لیے آئے تھے، جب ہم کو باہر سنیوں نے دیکھا تو سبھی معانقہ کے لیے دوڑ پڑے اور جو وہابی تھے۔ ناکام اور خائب وخاسر چلتے رہے، ہم نے اسی جگہ اعلان کیا کہ نجدی حکومت اپنی پوری طاقت کے ساتھ ہمارے مقابلہ میں آئی، اور خائب وخاسر ہو کر شرمندہ ہوئی اگر کوئی وہابی نجدی، دیوبندی پاکستان کا ہو یا ہندوستان کا کہیں کا ہو، بس اسی میدان میں وہ بھی آجائے، اس کے بعد جب تک ہم حاضر رہے، علماء اعلام اور مشائخ عظام کی تشریف آوری اور

آمد کا سلسلہ بندھ گیا، سب آآ کر دریافت کرتے کیا بات ہوئی ؟ کیا بحث ہوئی ؟"

ٹیپ رکارڈ میں محفوظ بیان بالخیر مکمل ہوا، صرف یہ بیان باقی رہ گیا، کہ اس واقعہ کے بعد نماز منفرد پڑھی یا باالجماعت ؟ خالو جان محترم حاجی محمد حنیف صاحب رئیس بلتھی رسول پور ضلع مظفر پور، رفیق سفر حج وزیارت تھے انہوں نے بتایا کہ جب قاضی القضاۃ نے الگ جماعت پر سزا کی بات کہی اور تنبیہ کی تو مولانا حبیب الرحمن صاحب نے اقرار کرلیا، کہ اچھا جماعت نہیں کریں گے، اور انہوں نے یہ بھی بیان کیا، کہ جب مولانا حبیب الرحمن صاحب قاضی کی مجلس سے نکلے تو ہمارے حضرت ان پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا آپ نے کیوں اقرار کرلیا، راقم الحروف نے کبھی بھی حضور قبلہ گاہی کی زبان مبارک سے زوائد کا بیان نہیں سنا۔ حضرت مجاہد ملت کے مخلصوں کی تحریرین بھی اس بیان کی مؤید ہیں۔

ابن عبدالوہاب نجدی کے عقائد

عالم اسلام کے معتمد علیہ امام اجل اور فقیہ اعظم شیخ الاسلام عارف باللہ حضرت سیدی ابن عابدین شامی قدس سرہ نے نجدیوں کے احوال میں تحریر فرمایا ہے،

"کما وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوہاب الذین خرجوا من مجد وتغلّبوا علی الحرمین وکانو ینتحلون مذہب لحنابلہ لکنھم اعتقد وابھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واتباعوا بذلک قتل اھل السنّۃِ وقتل علماء ھم حتی کسّرَ اللّٰہ شوکتھم وخزبِ بلادھم وظفر بھم مساکر المسلمین عامۃ ثلاث ومأتین

جیسا کہ واقع ہوا ہمارے زمانے میں، عبدالوہاب نجدی کے تابعداروں کے درمیان کہ وہ لوگ نجد سے نکلے اور حرمین شریفین پر قبضہ کیا اور وہ سب اپنے کو حنبلی مذہب بتتے تھے لیکن وہ اعتقاد رکھتے تھے کہ بس وہی مسلمان ہیں، اور اگر کوئی ان کا مخالف ہے تو وہ مشرک ہے، یہ ان کا عقیدہ تھا، ان لوگوں نے اس کی وجہ سے اہل سنت کو قتل کیا اور علماء اہل سنت کو بھی قتل کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان

کی شوکت کو توڑ دیا، اوران کے شہروں کو برباد فرمادیا۔ ۱۲۳۳ھ میں مسلمانوں کے لشکر کو ان پر فتح دی"۔

زین الحرم حضرت شیخ الاسلام سیدی امام سید احمد زینی وحلان قدس سرہ وصال ۱۳۰۴ھ نے ان وہابیوں کی زیادتی کے بیان میں مستقل کتاب تحریر فرمائی اور تو اور مولوی حسین احمد صدرالمدرسین دارالعلوم دیوبند نے وہابیوں کی زیادتی اور طغیان وتمرد کا بیان مفصل لکھا چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں لکھا کہ:

صاحبو! محمد ابن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرہویں صدی میں نجدِ عرب سے ظاہر ہوا، اور چونکہ خیالاتِ باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا، اس لیے اہل سنت وجماعت سے قتل وقتال کیا، ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا۔

ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں، سلف صالحین اور ان کے اَتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے، بہت سے لوگوں کو بوجہ اس تکلیف شدید مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا، اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گیے۔

الحاصل وہ ایک باغی، خوں خوار اور فاسق شخص تھا، اس وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس سے اور اس کے اَتباع سے دلی بغض تھا، اور اس قدر ہے، کہ اتنا قوم یہود، سے ہے اور نہ قوم نصاریٰ سے، نہ مجوسی سے، نہ ہنود سے غرض کہ وجوہات مذکورہ الصدر کی وجہ سے، ان کو اس طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے۔

اور بے شک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا چاہیے وہ لوگ یہود ونصاریٰ سے اس قدر رنج وعداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں"۔ ص ۴۲

"محمد ابن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ عالم وتمام مسلمانِ دیار مشرک وکافر ہیں، ان سے قتل وقتال کرنا، ان کے اموال کو چھین لینا، حلال وجائز ہے، بلکہ واجب ہے"۔ (ص: ۴۳)

"نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے، انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک

ہے جب تک وہ دنیا میں تھے، بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین، موت میں برابر ہیں"۔ (ص:۴۳)

زیارت رسول مقبول اور بالخصوص آستانہ شریف وملاحظہ روضۂ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت وحرام وغیرہ لکھتا ہے، اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور وممنوع جانتا ہے، لا تشدّ الرحال الا الی ثلثۃ مساجد۔ ان کا مستدل ہے، بعض ان میں سفر زیارت کو زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں اگر مسجد نبوی جاتے ہیں، تو صلوٰۃ وسلام ذات اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پڑھتے اور نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعاء وغیرہ مانگتے ہیں"۔ (ص:۴۶-۴۷)

شانِ نبوت اور حضرت رسالت میں علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو مماثل ذاتِ سرورِ کائنات خیال کرتے ہیں، اور نہایت تھوڑی فضیلت زمانۂ تبلیغ کی مانتے ہیں، اسی وجہ سے توسل دعا میں آپ کی ذات سے، بعد وفات ناجائز کہتے ہیں، اور ان کے بڑوں کا مقولہ ہے کہ معاذ اللہ نقل کفر، کفر نباشد کہ:

"ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے، ہم اس سے کتے کو دفع کر سکتے ہیں، اور ذات فخر عالم تو یہ بھی نہیں کر سکتے"۔ (ص:۴۷)

"نجدی وہابیہ کہ وہ اس کو حرام جانتے ہیں، یہ عبادت یا مستحبات میں اعلیٰ درجہ کی مستحب ہے، تب تو سنتِ مؤکدہ کے طبقہ علیہ میں سے ہوئی، یا قریب واجب ہے، تو جو حدیثیں اس باب میں وارد ہوئی ہیں، وہ سب قابل اعتبار وعمل ہیں، ان سب باتوں میں وہابیہ مخالف صریح ہیں، اور وہ جملہ احادیث کو اس بارہ میں موضوع، اعلیٰ درجہ کی ضعیف جانتے ہیں، کہ جب سفر مدینہ کا کرے تو مثل وہابیہ مسجد کی نیت کرے، کیونکہ وہ کہتے ہیں، کہ مدینہ طیبہ کا سفر کرنا جائز نہیں، مگر بہ نیت مسجد شریف"۔ (ص:۴۶-۴۷)

مسئلہ مرغوب کی تائید وتوثیق

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کا بحکم شریعت مطہرہ یہ ارشاد کہ "نماز وہابی نجدی کی اقتداء میں ہوتی

نہیں، جولوگ نماز کو نماز سمجھتے ہیں، وہ اپنی نماز اور اپنی جماعت الگ سے کرتے ہیں، انہیں پاک نہادوں میں خانقاہ چشتیہ دانا پور ضلع پٹنہ کے سجادہ نشین حضرت شاہ محمد قائم صاحب چشتی نظامی علیہ الرحمہ بھی تھے جنہوں نے حاضری کی پوری مدت میں اپنی نماز اپنی جماعت سے پابندی سے پڑھی، پٹنہ کے غیر مقلد وہابیوں اور پھلواری کے مولوی عون احمد قادری نے کھلے اور چھپے اعتراضات کیے، ہنگامہ کھڑا کیا، جب بہت ہو گیا تو شاہ صاحب نے قلم سنبھالا اور نجدی ضلالت کے بیان اور اس کے بطلان میں ایک جامع کتاب لکھ دی، اس کتاب کی اشاعت اور اس کے پھیلانے میں حضور قبلہ گاہی نے حضرت شاہ صاحب کی معاونت فرمائی، مسئلہ مرغوب نے نجدی اور نجدی نماز پسندوں کے حلقوں میں زلزلہ ڈال دیا، اور خفیہ اور اعلانیہ محفلوں میں اور اخباروں اور رسالوں میں آہ وفغان اور نالہ وشیون کی محفل ماتم برپا ہوگئی دوسری طرف حضرت شاہ محمد قائم صاحب نے مقتدایانِ اہل سنت کی خدمت میں مسئلہ مرغوب کے نسخے ارسال فرما کر رائیں حاصل کیں اور بار دیگر اشاعت میں ان سب کو شامل کیا، سب سے پہلی تصدیق مسئلہ مرغوب کی تائید وتصدیق میں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی شامل کی۔

”سلطان المناظرین، اُستاذ الاساتذہ مفتی زمانہ

حضرت مولانا الحاج رفاقت حسین قبلہ مفتی اعظم کانپور“

رسالہ موسومہ ”مسئلہ مرغوب“ جو حضرت مولانا شاہ محمد قائم صاحب قبلہ دانا پوری کی تصنیف ہے، جس نے واقعات کے آئینہ میں نجدیت ووہابیت کے پردہ ہائے باطل کو چاک کر کے ایسی مجسمہ تصویر کھینچ دی ہے، کہ ہر دین سے ادنیٰ تعلق رکھنے والا ان کے پیچھے، ایک نماز ہی کیا ان سے سارے اسلامی تعلقات، ناجائز وحرام سمجھ لے گا۔

مصنف اس بے لاگ تبصرہ اور بلاخوفِ لومۃ لائم اہل سنت کی صحیح رہبری، پر لائق صد ستائش ہیں، مولیٰ تعالیٰ انہیں اور زیادہ مرتدین کی نقاب کشائی کی اور عوام کو کلمۂ حق قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ فقیر رفاقت حسین غفرلہ (۲۰/ جنوری ۱۹۶۳ء)

حج وزیارت کادوسرا سفر
مقاماتِ مقدسہ میں حاضریاں

پہلے سفرحج وزیارت کے بعد (سنہ ۱۳۷۴، ۱۹۵۸ء) ہی سے آپ کے دلِ عشق منزل میں زیارت وحج اور مقاماتِ متبرکہ میں حاضری کاارادہ گھر کر چکا تھا، بکرمہ تعالیٰ شوال المکرم (سنہ ۱۳۷۷ھ/ سنہ ۱۹۵۷ء) کو یہ ارادہ عمل میں آگیا، تمام ترتیاریوں کے بعد گھر تشریف لائے، چند دن قیام کرکے کانپور روانہ ہوئے، روانگی سے قبل والدین کریمین کی قبروں پر حاضر ہوئے، فاتحہ پڑھی اور وہاں سے واپس آکر حضرت والدہ ماجدہ کو پانسو روپے دیے اور فرمایا چھوٹی بچی کی شادی کے لیے ہیں، زندگی کے ایام باقی رہے واپس آیا تو خود شادی کی تقریب انجام دوں گا۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے زیارتوں اور حج بیت اللہ شریف کاارادہ فرمایا تو مشہور زمانہ بزرگ شیخ العصر حضرت حاجی شاہ عبداللطیف چشتی نظامی فخری عاقلی قدس سرہ ستھن شریف کے فدائی مخلص ومرید حاجی محمد صدیق صاحب اور حاجی محمد حنیف صاحب نے ہمراہ چلنے کی درخواست کی، یہ دونوں برادران کانپور کے بڑے تاجروں میں تھے ان دونوں سے حضور قبلہ گاہی کے خصوصی روابط تھے، اس کی وجہ سے ان کی درخواست سن مسکرائے اور فرمایا ضرور چلیے لیکن ایک شرط ہے، وہ یہ کہ پاؤں دبانا ہوگا، دونوں بھائی، خدارسیدہ قطب عصر، برکت دھر کے دامن ارادت اور خدمت گزاری کے فیوض سے ارجمند تھے انہوں نے کہا، کہ یہ تو ہماری سعادت ہے کہ ایسے سفر میں ساتھ کا شرف اور سعادت کی یہ خدمت حاصل ہو، لیکن پھر کیا ہوا، اس کا ذکر آگے آئے گا۔

حضور قبلہ گاہی امین شریعت قدس سرہ کو حضور فرد الافراد سلطانِ بغداد غوث الثقلین قطب الکونین سیدنا الشیخ عبدالقادری الحسنی الحسینی الصدیقی رضی اللہ عنہ سے نسبت خاصہ تھی آپ کو حضرت غوث اعظم کی ارادت وغلامی کا شرف حاصل تھا آپ کی بیعت سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ معمریہ میں کل چھ واسطوں سے تھی، اس

کے علاوہ سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ معمریہ کی سات اجازتیں صرف سات واسطوں سے حاصل تھیں مخدوم الاولیاء شاہ علی حسین[1] اشرفی محبوب ربانی، حضرت شاہ محمد امیر[2] کابلی رام پوری، حضرت ملا عبدالکریم[3] اخوند، حضرت شاہ منور بغدادی[4] الہ آبادی، حضرت شاہ دولہ[5] دریائی گجراتی حضرت غوث[6] الثقلین رضی اللہ عنہ)

دربارِقادریہ میں حاضری اور زیارت

جب سفر سعادت کی اولین منزل حضرت قادریہ میں حاضر ہوئے، باب الشیخ میں حضرت سیدنا پیر ابراہیم صاحب بغدادی قدس سرہ نے کسی سابقہ تعارف کے بغیر بلا بھیجا حاضر ہوئے تو معانقہ و مصافحہ خاص سے نوازا، خصوصی دعوت کی اور اپنا مہمان رکھا، اپنی محلسرا میں قیام تجویز فرمایا لیکن حضور قبلہ گاہی نے اپنی اور اپنے ہمراہیوں کی سہولیات کی وجہ سے معذرت طلب کی، معذرت تو قبول ہوئی لیکن ضیافت اپنی طرف برقرار رکھی، اور اپنے مہمان خانہ میں خاص حجرے عنایت کیے، حضرت نقیب الاشراف ایک شب اپنے ہمراہ خاص قبر مبارک انوار فیوض و برکات کی حاضری کے لیے لے گیے، دیگر حاضرین نے بھی حاضر ہونا چاہا لیکن اجازت نہیں دی، حضور قبلہ گاہی کے ہمراہ ماسٹر سید عبدالرشید حسنی قطبی ساکن ہسوہ بھی تھے اور ان کو حضور سے بیعت کا شرف حاصل تھا، ان کو حضور قبلہ گاہی کی درخواست پر حاضری کی اجازت ہوئی گھنٹوں بعد حضرت پیر ابراہیم صاحب باہر تشریف لائے، قریب روضہ باہر لوگوں کا جم غفیر تھا، جو ان عنایات کو دیکھتا غرق عقیدت و احترام اور محو حیرت ہوتا، حاجی سید عبدالرشید قطبی ہسوی جب اس واقعہ کو سناتے تو ان پر محویت طاری ہو جاتی تھی۔

نہرِ فرات کا پانی

دوسرے سفر حج و زیارت سے شرف یابی کے بعد مخلصوں نے خاص خاص واقعات سنانے کی درخواست کی تو فرمایا، کہ آستانہ امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حاضری کے لیے جا رہا تھا، جون کا مہینہ تھا بڑی شدت کی گرمی پڑ رہی تھی، نہر فرات پہلے بڑا دریا تھا، اب چھوٹی سی نہر ہے، پیادہ دریا طے

کرتے وقت پانی بہت ٹھنڈا معلوم ہوا، چلّو میں پینے کے ارادہ سے پانی لیا، کہ فوراً یاد آگیا کہ یہی وہ پانی ہے، جو حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیتِ کرام کے خانوادہ کے افراد اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اعوان وانصار پر بند کر دیا گیا تھا، اس خیال کے آنے کے ساتھ ہی ہاتھ سے پانی گر گیا، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے بس اتنا ہی بیان فرمایا تھا کہ دل پر رنج واندوہ کی کیفیتوں کا ہجوم ہو گیا، اس لیے یہ بیان یوں ادھورا رہ گیا۔

تلاوتِ قرآن مجید پر ایک مردِ خدا کا استعجاب

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کو قرآن مجید کی تلاوت کا خاص ذوق عطاء فرمایا گیا تھا، غیر معمولی وارفتگی کے ساتھ بلند آواز سے تلاوت کرتے، بندہ مومن کی پہچان زبان نبوی سے یہ ارشاد ہوئی کہ بندہ مومن کا دل قرآن پاک کی تلاوت میں لگتا ہے، یعنی اس بندہ کے دل میں قرآن پاک کی تلاوت کے اُنس کا نور ڈال دیا جاتا ہے، دوسری پہچان یہ ارشاد فرمائی گئی کہ اس کا دل مسجد شریف میں لگتا ہے، اسے انوار نظر آتے ہیں، اس مقام خاص، میں بندہ مومن کو بہجت وسرور حاصل ہوتا ہے، تیسری پہچان یہ ارشاد فرمائی گئی کہ بندہ مومن کا عشق منزل دل نماز میں لگتا ہے، ان ارشادوں پر جتنا تدبُّر کیا جائے گا اسرارِ حق اسی قدر مُنکشف ہوتے جائیں گے۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے احوال طیّبہ میں یہ تینوں صفات بہت نمایاں تھے، اللہ جل جلالہ کا یہ آپ پر فضل خاص تھا، آپ تلاوت شریف کرتے تو صاف صاف معلوم پڑتا تھا کہ اس دوران آپ پر یہ احساس طاری ہے، کہ یہ کس کا کلام ہے، اور کس محبوب بندہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا نزول ہوا ہے، صوت وآواز کے اُتار چڑھاؤ کی ہر کیفیت سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کا ساحتِ سینہ، تلاوت پاکِ قرآنی سے معمور و پُرنور ہے، سننے والوں پر بھی اس کا انعکاس پڑتا تھا۔

بابُ الشیخ دربارِ قادریہ میں حاضر ہو کر قرآن پاک تلاوت میں ایک دن مشغول تھے جبھی بغدادِ

مقدس کے ایک عارف عالم دین حاضری کے لیے حاضر ہوئے تو آپ کی تلاوت کی آواز اُن کے کانوں میں مسموع ہوئی وہ دیر تک تلاوت قرآن کی کیفیت سے انبساطِ روحانی حاصل کرتے رہے، دیر بعد جب آپ تلاوت شریف سے فارغ ہوئے تو وہ بڑھ کر آگے آئے سلام کر کے مرحبا مرحبا کہہ کر معانقہ کیا، مبارک باد دی، اور یوں گویا ہوئے کہ:

شیخ! آپ کی تلاوت شریف کی بڑی شان ہے، لہجہ اور صوت کے اتار چڑھاؤ سے بالبداہت معلوم ہوتا ہے کہ تدبّرِ قرآنی کا آپ کو وافر حصہ عطاء ہوا ہے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے فرمایا جب میں نے اُن عارف عالم کی زبان سے یہ جملے سنے تو الحمد للہ کہا۔

جامعۂ امام اعظم کے شیخ کا اعترف و اصرار

حضور قبلہ گاہی حنفی المذہب ہونے کے ساتھ حنفی مذہب کے عارف فقیہ محقق تھے دربارِ قادریہ کی حاضری کے موقع پر حضرت امام الائمہ، کاشف الغُمہ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے دربار میں بھی حاضریاں دیتے تھے اور تلاوت پاک کرتے تھے، دربار سے وابستہ اور ملحق مدرسہ بھی ہے ایک دن آپ وہاں تشریف لے گیے، اس وقت شیخ الجامعہ درس دے رہے تھے، اصولِ فقہ کی کوئی کتاب زیر درس تھی حضور قبلہ گاہی قدس سرہ سادہ لباس میں تھے اسی حالت و وضع میں جا کر طلبہ کی صف میں بیٹھ گیے، سبق ختم ہوا تو شیخ الجامعہ سے فرمایا آج کے سبق کی تقریر میں میرے کچھ شبہات ہیں، ان کو عرض کرنے کی اجازت دیں، شیخ الجامعہ نے جلدی سے کہا عرض کرو، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے فرمایا، میں نے ان کی تقریر پر اعتراض کی تقریر کی، جواب دینے کے بجائے انہوں نے تعارف حاصل کرنا چاہا، فرمایا، کہاں پڑھا؟ اور کہاں پڑھاتے ہیں معلوم ہونے پر فرمایا، میری دلی خواہش ہے کہ آپ یہاں رہ جائیں، ہر قسم کی سہولت دینا میرا کام ہے، حضور نے جواب میں فرمایا، ہندوستان میں فقیر کی زیادہ ضرورت ہے، دین پاک کی خدمت کا بڑا کام فقیر کے ذمہ ہے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ نے فرمایا، میں نے شیخ الجامعہ کی

خواہش پر ہدایہ اور مسلّم الثبوت کے پانچ چھ اسباق کے درس دیے، شیخ الجامعہ دربارقادریہ میں بھی چند بار ملاقات کے لیے تشریف لائے ان کے ساتھ ان کے تلامیذ اور دیگر علماء بھی ہوتے تھے۔

دربارقادریہ باب الشیخ میں ایک اربعین کی حاضری وحضوری کا شرف حاصل ہوا، اس درمیان میں معروفِ انام بزرگوں کی بارگاہوں میں حاضریاں دیں، جن میں زیادہ تر مشائخ سلسلہ تھے، ۶؍ذی الحجہ تک یہاں حاضر رہے۔

دربارِقادریہ میں اربعین شریف

حضور قبلہ گاہی کے معلّم سابق معلّم سید سلیمان عنقاوی تھے آپ اور آپ کے سب رفقاء کی رقمیں سید سلیمان عنقاوی نے جمع کرالیں تھیں بار بار کی یاد دہانی کے باوجود زرِامانت انہوں نے بغداد میں نہیں بھجوائی چھٹی ذی الحجہ تک تمام تر کوششیں رائیگاں گئیں، اس وقت فیضانِ غوثیہ سے عراقی سفارت خانہ کا خاص نمائندہ آپ کی تلاش میں باب الشیخ پہنچا، اور صدا لگائی من مولانا الشیخ رفاقت حسین الھندی؟ پہلی ہی صدا پر حضور قبلہ گاہی نمائندہ کے پاس گئے اس نے ہاتھ پکڑا، اور ٹیکسی میں بٹھا کر عراقی سفارت خانہ لے گیا، ہوائی جہاز کے ٹکٹ کے ساتھ ویزا دے کر مرحبا مرحبا یاشیخ کہہ کر رخصت کیا اور کہا ٹکٹ کی رقم آجائے گی۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ باب الشیخ لوٹے اور رخصتانہ سلام عرض کی اور حضرت نقیب الاشراف پیر سید ابراہیم القادری قدس سرہ کی خدمت میں جا کر دعاء لی یہاں سے رخصت کے وقت پیر صاحب نے تبرکات مرحمت فرمائے معانقہ کر کے رخصت کیا، اس وقت وہاں پر ایک حقیقت شناس عارف بھی موجود تھے اور سب حالات سے آگاہ تھے، انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔

شیخ! آپ جا بھی کیسے سکتے تھے، آپ کو تو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے روکا تھا، جب اربعین کرالیا، نعمتیں تفویض کر دیں، تو مہمانی کی رخصتی میں جہاز کا ٹکٹ بھی دیا اور بکمال اعزاز واکرام رخصت

کی اجازت بھی دے دی۔

حرم مکی میں دوسری حاضری

آٹھویں ذی الحجہ کو صبح صبح حضور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ مکہ معظمہ پہنچ گیے، دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی، طواف کیا، حجر اسود کو بوسہ دیا، قیام گاہ پر واپس آئے حرم مکی میں تلاوت قرآن مجید اور طواف پنجگانہ کا وارفتگانہ عمل جاری رکھا، مناسک حج کے بعد چند ایام مکہ معظمہ کی حاضری میں آثارات مقدسہ غار حرا وغیرہ کی زیارات کیں، عمرے کے ادا کیے، اساتذہ، مشائخ اور والدین کریمین کی طرف سے عمرے کیے، اس بار کے سفر حج وزیارت میں مشہور عالم ربانی عاشق الرسول شیر بیشۂ اہل سنت مولانا ابوالفتح محمد حشمت علی خاں لکھنوی علیہ الرحمہ بھی شریک تھے وہاں وہابیت کے مسائل پر نجدی عالموں سے رئیس الحنفیہ کی موجودگی میں مباحثہ ومناظرہ ہوا حضور قبلہ گاہی بھی اس مجلس میں شریک تھے چنانچہ ہندوستانی اخباروں میں وہابیوں نے افواہ پھیلائی کہ حضرت شیر بیشۂ سنت کو مکہ میں گرفتار کرلیا گیا تھا، اس وقت بزم قادری رضوی کے ارکان کی خواہش پر حضور قبلہ گاہی نے اصل واقعہ کے اظہار میں ایک اخباری بیان لکھ کر ان کے سپرد فرمایا وہ اسی زمانہ میں کانپور کے مشہور روز نامہ اخبار سیاست جدید میں شائع ہوا، بیان کا تراشا برسوں تک فقیر راقم الحروف کے پاس رہا، اور اب جب کہ اس کی نقل کی ضرورت ہے اخباری بیان کا وہ تراشا کاغذوں اور کتابوں میں اوجھل ہے، اس کے بعد ہی حضرت مولانا محمد محبوب علی خاں علیہ الرحمہ غازی اہل سنت کی کانپور میں آمد ہوئی، بزم قادری رضوی کے ارکان نے کرنیل گنج میں جلسہ کیا حضور نے صدارت کی غازی اہل سنت نے بیان فرمایا، اور تمام واقعات پر روشنی ڈالی اور حضور قبلہ گاہی کی شان والا کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔

منیٰ میں رفیق حج کھو گیے حضور قبلہ گاہی ان کی تلاش میں نکلے، کچھ دور کے فاصلے پر وہ پاکستانی حضرات کے خیمہ میں بیٹھے، ہوئے ملے، حضور قبلہ گاہی کو دیکھ کر رونے لگے، حاجی صاحب نے حضور قبلہ گاہی

سے اپنا تعلق بیان کر دیا تھا، پاکستانیوں نے کچھ ریال جمع کر کے ان کو دے دیے تھے، حضور قبلہ گاہی سے مل کر پاکستانی سب بے حد مسرور ہوئے، ان میں کے اکثر حضور قبلہ گاہی کے رفیق دراست محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد چشتی صابری کے شاگرد و مرید تھے، حضور قبلہ گاہی نے ریالوں کا حال سنا تو فرمایا، یہ کانپور کے رئیسوں میں ہیں خیر سفر میں اس کی اجازت ہے مگر حاجی صاحب نہ مانے ریال واپس کر دیے، پاکستانی ساتھ ساتھ آئے اور مکۃ المکرمہ میں بھی قیام گاہ پر آتے جاتے رہے، وہ سب خوش تھے کہ اس بہانے سے ان کو اپنے استاذ و شیخ کے عالی قدر رفیق دراست کی زیارت و دید کا شرف حاصل ہو گیا۔

حرم پاکِ نبوی میں حاضری و حضوری

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے حالِ قلب کا پتا لگانا مشکل امر تھا، لیکن رفقاء سفر خصوصاً حاجی سید عبد الرشید صاحب حسنی قطبی ہنسوی سفر کے جو واقعات بیان فرماتے تھے، اس سے باطنی کیفیت کا اظہار ہوتا تھا، کہ آپ کا دلِ عشق منزل مدینہ طیبہ کی حاضری و زیارت کے لیے بے تاب و ملتہب تھا، خیر سے وہ دن اور وہ وقت بھی آیا جب آپ اس دیار پاک کی حاضری کے لیے عازم سفر ہوئے، مدینہ منورہ حاضر ہونے کے ساتھ ہی غسل کیا کپڑے بدلے، اور حاضر بارگاہ ہو گیے، نماز شکر پڑھی، صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا تلاوت کا شرف حاصل کیا، قیام گاہ پہنچے، وہاں سے قطبِ مدینۃ المنورہ حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین احمد قادری قدس سرہ کی زیارت کے لیے گیے، کچھ دیر وہاں بیٹھے اس کے بعد اجازت لے کر حاضر بارگاہ ہوئے، صلوٰۃ وسلام پیش کیا اور اپنی جماعت سے ظہر کی نماز ادا کی، ظہر کے قبل کے اوقات میں مقامات مقدسہ کی زیارت کے لیے جاتے اور واپس ہو کر معمولات میں مشغول ہو جاتے، کسی کسی دن مدینہ طیبہ کے علماء و مشائخ کی ملاقاتوں اور زیارتوں کے لیے جاتے عشاء کے بعد قطب مدینہ منورہ کے دولت کدہ پر حاضر ہوتے، کسی کسی دن ان کے امر و ارشاد کی تعمیل میں وعظ بیان فرماتے، دیر رات تک ان کی محفل میں شریک رہتے اور وہاں موجود ہند و پاک سے حاضر آئے علمائے کرام سے ملاقاتیں کرتے، نماز تہجد

کے وقت حاضرِ دربار ہو جاتے، اشراق کے بعد قیام گاہ پر آتے اور اہل اخلاص سے ملاقاتیں کرتے، مدینہ طیبہ کے ساکنیں اور وہاں موجود علماء اولیاء ضیافت کرتے تو وہاں بھی جاتے۔

حاضری وحضوری کی مدّت تمام ہوئی اور آپ کو اذن واجازت واپسی کی ملی، صلوٰۃ وسلام کے بعد عرض گزار ہوئے، قدموں میں پڑا رہنے دیا جائے، روضہ سے آواز سنی ہم اپنے کام کے لیے تم کو ہند بھیج رہے ہیں، تم ہمارے لیے جا رہے ہو، خیر سے آپ اسی کام پر مامور ہو کر ہندوستان لوٹے۔ جب کبھی کوئی مرد صالح، حج وزیارت کے سفر پر جاتے وقت حضور پُرنور قبلہ گاہی کی خدمت میں زیارت ودعاء کے حاضر ہوتا، بشفقت اس سے ملتے اور رخصت کے وقت کھڑے ہو کر مصافحہ کرتے ہوئے اس کا ہاتھ چومتے اور اس کے پیچھے کچھ دور ساتھ چلتے اور جب کبھی کوئی واپسی میں ملاقات کے لیے آتا، کھڑے ہو کر اس کا استقبال کرتے اور جھک کر قدم چوم لیتے، جس پر وہ متعجب ہوتا، راقم الحروف جوان کا فرزند، شاگرد اور مرید وغلام ہے، اس نے سفر حج وزیارت دونوں والدہ ماجدہ کی خدمت گزاری کے طفیل شرف حاصل کیا، مشایعت کے لیے کانپور سے بمبئی تک ساتھ ہوئے اور جہاز تک پہنچانے آئے، واپسی میں کانپور کے اسٹیشن پر نظر پڑتے ہی اس گنہ گار، کا فوراً پاؤں چوم لیا، آنکھوں کو چوما۔

اولیائے ہند کی زیارتوں کا سفرِ سعادت

۱۹۶۵ء میں ہندو پاک کی آویزش ہوئی، اسی سن میں حضرات اولیائے پاک پروردگار کے آستانوں کی زیارتوں کے لیے شدِّ رحال کا جذبہ آپ کے دل عشق منزل میں پیدا ہوا، محلہ چھوٹی عیدگاہ، نئی سڑک کانپور کے پاس مقیم ایک حاضر باش زیارتوں کے لیے بسوں کا انتظام کرتے تھے۔ اُن سے ذکر فرمایا کہ میرا ابھی ارادہ ہو گیا ہے، میں بھی حضرات کرام کی زیارتوں کے لیے چلوں گا، مقرّر تاریخ پر عشاء کی نماز کے بعد بس روانہ ہوئی، پہلی منزل حضرت قطب المدار کا آستانہ مکن پور شریف تھا، وہاں سے آگرہ حضرت شیخ سلیم چشتی، حضرت سیدنا امیر ابو العلاء اکبر آبادی اور کلیر شریف حضرت صابر پاک رضی اللہ عنہ کی

بارگاہوں میں حاضری دیتے ہوئے دہلی شریف حاضر ہوئے، پہلی حاضری سلطان الاولیاء حضرت سیدنا خواجہ سید نظام الدین محمد زری زر بخش کج کلاہی محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے دربار کی تھی جس کی طرف زیادہ کشش قلبی تھی، حضرت قطب الاقطاب میں حاضر ہوئے، حضرت روشن چراغ دہلی خواجہ نصیر الدین محمود اودھی کے آستانہ پر حاضر ہوئے یہاں سے دار الخیر اجمیر مقدس میں خواجۂ خواجگان خواجۂ پاک رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ عوام میں مشہور ہے کہ سات بار اجمیر شریف کی حاضری سے ایک حج کا ثواب ملتا ہے اس مقام پر دو باتیں اور یاد آئیں، دار العلوم شاہ عالم کے دورِ قیام میں ایک شخص نے سوال نامہ بھیجا جو اسی مضمون کا تھا، آپ نے جواب لکھا کہ اجمیر شریف میں حاضری دینے سے برکت اور فیض حاصل ہوتا ہے، حج کا ثواب، حج کرنے سے ملتا ہے، مسئلۂ شرعی کا بیان بھی ہے اور حسنِ ادب کی تعلیم بھی ہے، دوسرا واقعہ حاجی محمد ایوب جاسی مرحوم نے بیان کیا تھا انہوں نے بتایا کہ میں نے حضور پیر و مرشد قبلۂ عالم کی خدمت میں عرض کیا، حضور اہلیہ کا اجمیر شریف عرس میں جانے کا خیال ہے، حضور پیر و مرشد قبلۂ عالم نے فرمایا، اس بار اکیلے جا کر حاضری دے آؤ، حاجی صاحب نے اپنی اہلیہ کو بتادیا اور وہ تنہا حاضری کے لیے گیے۔

حضور پُر نور قبلہ گاہی قدس سرہ کی بارگاہ میں فقیر راقم الحروف نے برکۃ المصطفیٰ فی الہند حضرت شیخ محقق امام عبد الحق محدّث دہلوی قدس سرہ کے مرقد مبارک پر حاضری کی اور وہاں درگاہ کی بظاہر ویرانی کا تأسّف سے ذکر کیا، آپ نے ملال سے سنا اور چند لمحے خاموش رہنے کے بعد فرمایا، جب میں پہلی بھیت میں دادا اُستاذ حضرت مولانا وصی احمد محدّث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضر ہوا، مولانا فضل الصمد مانا میاں ہمراہ تھے، ایصال ثواب اور زیارت کے بعد واپسی میں مانا میاں نے یہاں کے متعلق بھی وہی بات کہی، جو تم نے ابھی کہی ہے اس کے بعد دیر تک اسی موضوع پر اپنے تاثرات بیان فرماتے رہے۔

خیر آباد شریف کے حضرت مقبول قلندر

خیر آباد شریف میں حضرت شاہ مقبول احمد قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی و درویشی کا بہت شہرہ تھا، کانپور

سے بھی اہل حاجت ان کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے،ان میں آپ کے پاس آنے والے بھی ہوا کرتے تھے،انہیں سے آپ نے فرمایامیں بھی ان کی زیارت وملاقات کے لیے چلوں گا،چنانچہ ایک قافلہ کانپور سے چلا،جب خیر آباد شریف پہنچے میاں، پر سکر کا بے حد غلبہ تھا،قطع خلائق تھا، آپ کے چھوٹے بھائی نے اندر جا کر خبر دی تو انکار فرمایا وہ واپس آئے اور معذرت کر دی۔حضور پرُنور قبلہ گاہی نے خلاف معمول فرمایامیں تو ملاقات کے لیے آیا ہوں،ملاقات کروں گا،ملاقات ہوگی،اسی دوران میاں شاہ مقبول قلندر آپہنچے،ہاتھ پکڑا اور معانقہ کیا،اور فرمایا بہت دنوں بعد ملاقات ہوئی،حضور پرُنور قبلہ گاہی نے دریافت فرمایا کہاں ملاقات ہوئی تھی،جواب تھا،دارالخیر اجمیر مقدس میں،مدینہ طیبہ میں آپ کو یاد نہیں؟ وہ اُستاذ العلماء مولانا حکیم سید برکات احمد چشتی صابری بہاری ٹونکی کے شاگرد رشید تھے،جب جذب الٰہی ہوا،ترک علائق فرمایا،خلق دور دور سے اُن کے در پر پہنچتی تھی،شاہ میاں مقبول احمد صاحب نے ضیافت کے بعد رخصت کیا،دور تک مشایعت کی معانقہ کر کے رخصت کیا،حضرت شاہ مقبول میاں کی خدمت میں آزاد ہندوستان کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو اسی زمانے میں طلب دعاء کے لیے خیر آباد شریف گیے تھے۔یہ ۱۹۵۵ء کا زمانہ تھا۔

پیرانِ پٹّن میں تبرکات کی زیارت

خطہ میمون گجرات کا دارالحکومت احمد آباد کے قیام سے پہلے نہر والہ پیران پٹن تھا جس طرح یہ خطہ شاہ وقت کا دارالحکومت کا تھا،اسی طرح یہ شہر اولیاء وعلماء کا مسکن تھا،اسی وجہ سے یہ شہر پیران پٹن بھی مشہور رہے،انہیں بزرگوں میں حضرت سلطان ھود بھی تھے،ان کے خاندان میں بزرگوں کے تبرکات موجود ہیں،حضور قبلہ گاہی کے مخصوص مخلص مرید سید کاظم حسین صاحب نے ایک دن دوران گفتگو میں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ سے اس کا ذکر کیا،آپ نے زیارت کا اشتیاق ظاہر کیا،سید موصوف پیرانِ پٹن گیے اور انتظام کر کے واپس آئے تاریخ مقرر پر علی الصباح پیران پٹن گیے اور تبرکاتِ کثیرہ کی زیارت کی سید کاظم حسین صاحب سے فرمایا،اتنی کثیر تعداد میں تبرکات تو استنبول ترکی میں بھی موجود نہیں ہیں۔

باب ۱۲

ہم عصر پاکانِ اُمت

رونقِ دینی، بزرگانِ عصر، خاصانِ خدا

حضور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ کے ابتدائی زمانے میں بڑے بڑے مشائخ زماں، اولیاء علماء کے بابرکت، فیوض سے ہندوستان کی سرزمین مطلع انوار وتجلیات تھی، انوار و فیوض کی مواج لہریں اہل ایمان کو سیراب کرتیں تھیں، خدا طلبی اور خدا جوئی کا جذبہ صادقہ مسلمانوں کے دلوں میں موجزن تھا، تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر اولیاء و مشائخ کی خانقاہیں تھیں اور وہاں سے فیضان کا باڑا بٹتا تھا، دلوں کی صفائی ہوتی تھی، تنویر و تجلیۂ باطنی، اوراد و اذکار اور اشغال کی تلقین جاری تھی، تبتّل و انابت کی چاندنی چھٹکی ہوئی تھی، شب دیجور کا تو گویا دور دور پتا ہی نہ تھا۔ اہل اللہ مسند نشینانِ خانقاہ کی حکومت کا سکّہ قلوب میں تھا نہ بے علم صوفیہ تھے اور نہ ہی بے نسبت علماء تھے، علماء ظاہر تھے تو وہ بھی ظاہر شریعت پر عمل پیرا تھے، حضور قبلہ گاہی کے عہد شباب کا عہد، مدارس کے علماء، خانقاہوں کے اولیاء و صوفیہ کے وجود سے جوت جگ اُجالا تھا، اس کے بعد رفتہ رفتہ مدرسوں، خانقاہوں کے مذکورہ خصائص تاریخ کا حصہ بنتے گیے، اور ایک نئے دور کا آغاز ہوا اور آغاز ہوا تو بری طرح ہوا، امتیازات کے ساتھ ہوا۔

اس عہد کے اہلِ خانقاہ کا سلوک وتصوف حال تھا، مگر اب دور دور تک دیکھیے تو بُرا حال بن گیا ہے، اس عہد کے اہلِ خانقاہ میں پہلے اپنے ہی نفس کا احتساب تھا مگر اب دیکھیے تو اکتساب (کمائی) کا ذریعہ بنالیا گیا ہے، پہلے تصوف استتار تھا (پردہ پوشی اور اخفاء) تھا مگر اب تو اس کو اشتہار بنالیا گیا ہے پہلے کے علماءِ شریعت اور اہل خانقاہ میں سادگی تھی، مگر اب طمطراق بنالیا گیا ہے، تصوف تخلّق (سیرت سازی) تھا اب تملّق (درباداری) ہو کر رہ گیا ہے، صاحبانِ تصوف کی خانقاہیں اور جماعت خانے، زاویے اور تکیے، اور دائرے، رسول پاک علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام کے حال وقال کی حالی درس گاہیں تھیں حضرت جامی قدس سرہ کے شعر کی مصداق تھیں ؎

خوشا مسجد ومدرسہ، خانقاہے

کہ دروے بود، قیل وقال محمد ﷺ

مگر اب دیکھیے، تو نقالیں بن کر رہ گئیں مگر نقالی بھی اصل کی نہیں، درویشوں اور فقیروں کی جھولی میں پہلے سب کچھ تھا مگر اب مال کے سوا کچھ بھی نہیں، پہلے قدم راہ مولیٰ میں اٹھتے تھے، اب حال یہ ہے کہ قدم طلب اَموال اور تکثیرِ مال کے لیے اٹھتے ہیں ؎

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

وہ دکان اپنی بڑھا گیے

خانقاہوں سے مدارسِ کا وجود الگ نہ تھا، مگر جب ضابطوں کی وجہ سے مدرسے الگ ہوئے، اہل خانقاہ نے مدرسوں کو خانقاہوں سے مربوط رکھا یہی وجہ تھی، کہ تربیتِ روح اور تعمیرِ احوال اور تنویرِ قلب کے لیے مقررہ نصاب تعلیمی میں سلوک وتصوف کی کتابیں شامل کی جاتیں رہیں، اور ان کا قالی وحالی درس ہوتا رہا، یہی وجہ یہ ہے کہ درس نظامی مرتب کردہ قطب الاقطاب ملا امام نظام الدین محمد سہالوی لکھنوی کا پڑھنے والا کبھی غلط راہ پر نہ پڑسکا، اسلامی علوم کے اساتذہ، چاہے ان کا علمی فیضان، بحر وبر کو محیط ہوتا، وہ اہل اللہ کے متوسلوں میں ضرور شامل ہوتے تھے، ان کی خدمت کی برکتوں سے ان کے تلامیذ بھی تجلیۂ

قلب سے بہرہ وافرہ رکھتے تھےلیکن اب کتابی علماء کے حلقے کی بساط پلٹ چکی ہے،ان کی انا اُن کو شانِ خودنمائی پر برانگیختہ کرتی ہے، ریاء وسمعہ سے دائرے سے باہر نہیں جاتے، سادہ دل مسلمان کے قلوب اِسی وجہ سے ان کی طرف مائل نہیں ہوتے۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے عہد کے عہدِ وسطیٰ کے اکثر علماء اولیاء صبغۃ اللّٰہی رنگ کے تھے، وہ اسلام کی شان تھے، تو اس کی پہچان بھی تھے، مختصر یہ کہ یہ حضراتِ کبار عہدِ اول کا اُجالا تھے، وہ سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں غرق تھے، اس لیے اس کے انوار سے ان حضرات کے قلوب منور و مجلّٰی تھے اور ان کی ذاتیں محبوبی شان کی جلوہ گاہیں تھیں، وہ معرفت وعلم وعمل کے آفتاب و ماہتاب سے بھی بڑھ کر تھے اور ان کے نظر کردہ فیض یافتگان غیرتِ شمس وقمر تھے، اُن کے پاک سینے مہبطِ انوارِ تجلّیاتِ الٰہیہ تھے، حضور قبلہ گاہی کے ان سب سے خصوصی نیازمندانہ قلبی روابط وتعلقات تھے، اور ہم عصروں اور ہم عہدوں سے محبت وودادا اور وِلا کا تعلق تھا، اور تمام کی تمام یہ سعید اسعد ذاتیں باہم ایک دوسرے سے مربوط تھیں اور کنفسٍ وّاحدٍ کا روح پرور نظارہ سامنے تھا۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی مبارک زندگانی کے ابتدائی بارہ برس تو حضرت والد ماجد اور نانا بزرگوار کے کنارِ عطفت میں گذرے، وہاں سے بہار شریف مدینۃ الالیاء اور خطۂ پاک جونپور گیے جہاں علماء اولیاء کی جگہ جگہ ارشاد کی مسندیں بچھی ہوئیں تھیں، وہاں سے دارالخیر اجمیر مقدس میں حضرت خواجہ خواجگان کے عرش آستان پر جا ٹھہرے، یہاں سے عروج وارتقاء کا الگ ہی دور شروع ہوا، اور آپ علماء اولیاء کے زمرے میں شامل ہوئے، یہاں سے ارجمندیوں اور سرفرازیوں کی سوغات لے کر اس وقت کے مرکز اہل سنت بریلی شریف میں داخل ہوئے۔

اہلِ شرف کی توقیر

حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ اہل علم اہل فضل، اہل شرف کی آمد پر کھڑے ہوجاتے، اس میں

کسی خاص قسم کی قید نہ تھی، چاہے وہ آپ کے مرید اور شاگرد ہی کیوں نہ ہوں، آپ کے یہاں سب سے زیادہ تعظیم وتکریم کا یہ معمول تھا کہ آپ آنے والے کے لیے اپنا رومال بچھادیں اور اس پر اُن کو بٹھائیں، حضرت مخدوم المشائخ مولانا سید شاہ محمد مختار اشرف قدس سرہ سجادہ نشیں سرکار کلاں کچھوچھا مقدسہ اور چند دیگر علماء ومشائخ کے ساتھ آپ کی تواضع کا یہی طریقہ اور طرز وروش تھی، جو سنتِ حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے مطابق تھی۔ رسول کریم ﷺ جب کسی کے ساتھ خاص اعزاز کا معاملہ فرماتے تو اُن کے لیے اپنی چادر مبارک بچھادیتے۔

امام اہل سنت حضرت حجۃ الاسلام

اس وقت کے امام اہلِ سنت شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا قدس سرہ کا قرب واختصاص حاصل ہوا، جس کا ذکر کیا جاچکا ہے یہاں ہی حضرت قدسی منزلت سیدی ابوالبرکات مفتی اعظم قدس سرہ کا تقرّب حاصل ہوا، جس کا سلسلہ اُن کے آخر دورِحیات تک رہا، حضرت سیدی ابوالبرکات مفتی اعظم قدس سرہ کی عنایات اور عرفان مآبی کا یہ حال تھا کہ جب ان کا آخر زمانہ آیا اور اکنافِ عالم کو اپنی باطنی اور روحانی ضوفشانیوں سے ضوفشاں کر کے اپنے مرکز ارشاد میں خلوت گزیں ہوئے اور عشّاق نے زیارت و دید کے لیے ہجوم کیا تو کانپور کے اطراف وجوانب کے افراد ورجال سے فرمایا اتنی دور کیوں آئے؟ اب تو مفتی اعظم، مولانا رفاقت حسین صاحب ہیں، اُن کی خدمت میں جایا کرو، اسی زمانے میں دارالعلوم غریب نواز الہ آباد میں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ تشریف فرما تھے، جلسہ میں مولانا ارشد القادری صاحب بھی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے دریافت کیا حضور! اس وقت غوثِ وقت کون ہیں؟ برجستہ ارشاد فرمایا، مفتی اعظم ہیں، مولانا نے پوچھا اُن کے بعد کون غوثِ وقت ہوگا؟ فرمایا کوئی ہوگا، قابل لحاظ وغور یہ امر ہے کہ مولانا ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اس اسرار باطنی کا اظہار وانکشاف حضور قبلہ گاہی قدس سرہ سے کیوں چاہا، کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ صاحبِ نسبت، صاحبِ منصب اور صاحبِ خدمت ہی اس سر کا کشف کرے گا۔

اعظم العلماء مولانا سید شاہ محمد سلیمان اشرف قدس سرہ

سلیمان اشرف سرِ اہلِ تقویٰ   بعلم و عمل والہ دین اشرف

حضرت ممدوح ائمہ اسلام اور عرفاء پیشین کے اس قافلے کے فرد فرید تھے، جن سے بزم اسلام منور تھی حضور قبلہ گاہی قدس سرہ پر ان کی عنایات و الطافِ خاصہ کی کوئی نہایت نہ تھی، ان کی دید و ملاقات سے سرفرازیوں کے لیے علی گڑھ کا سفر بھی کرتے تھے، حضور قبلہ گاہی ان کی جلالتِ علمی اور علوِ باطنی کے بے حد معترف و مداح تھے۔

حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ

حضرت اُستاذ العلماء (۱۳۶۷ھ) کی بلند و بالا شخصیت مرجع اکابر کرام تھی، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کو اپنی جبلّی سعادت اطواری کی وجہ سے ان کا بھی خصوصی تقرّب حاصل تھا، یہی وجہ تھی کہ حضور قبلہ گاہی کو جامعہ نعیمیہ کے دستار بندیوں اور امتحانوں کے اجلاس میں بلایا جاتا تھا اور نعیمی علماء بے حد اخلاص سے ملتے تھے۔

حضرت محدثِ اعظم کچھوچھہ مقدسہ قدس سرہ

خواجگانِ چشت اہلِ بہشت کی سج دھج اور غوثی قادری خانوادے کے رکن خاص اور جلالت شان اور عظمتِ مکان کے مظہر و منظر، حضرت صدر اہلِ سنت محدثِ اعظم قدس سرہ کی عنایات و توقیر تو آنکھوں دیکھی ہے، حضور قبلہ گاہی کے پیر و مرشد کے نواسے تھے، حضور ان کے سامنے دوزانو مؤدب سے بیٹھتے، اور خاموش رہتے تھے، اُدھر سے توقیر و تعظیم کی برسات تھی طالب بیعت افراد کو انہیں سے بیعت کی ترغیب دیتے بلکہ ساتھ لے جا کر مرید کراتے، ایک موقع پر تکریم و توقیر کے کمال کے ساتھ ناخوش لہجہ میں فرمایا، آپ کب تک فیض کا دروازہ بند رکھیں گے، میرے نانا جان کے فیض کا دروازہ کیوں بند کر رکھا

ہے، شجرہ شریف چھپوائیے، اور طالبانِ بیعت کو سلسلہ میں داخل کیجیے، حضور قبلہ گاہی خاموشی سے سب سنتے رہے اور اس کے بعد ہی شجرہ چھپوایا، اور قدیم اہل جائس سلسلہ میں داخل ہوئے۔

مبلغِ اسلام مولانا غلام قطب الدین برہمچاری قدس سرہ

حضرت ممدوح اپنے عہد کے جلیل المقام والمکان مبلغ اسلام تھے، ان کے دستِ مبارک پر ڈیڑھ لاکھ مشرکوں نے اسلام قبول کیا تھا، بڑے بڑے دو بورے مشرکوں کی چوٹیوں کے ان کی وصیت کے مطابق ان کی قبر مبارک میں تختے پر رکھے گیے، ان کے نہایت ہی ہونہار اکلوتے فرزند مولانا سید غلام زین العابدین دار العلوم معنیہ عثمانیہ میں پڑھتے تھے اور حضرت مبلغ اسلام کے برادر زادہ رئیس العلماء المحققین مولانا سید غلام محی الدین الجیلانی محدث میرٹھی تو ہم سبق تھے اس ناتے حضرت مبلغ اسلام، اجمیر شریف حاضر ہوتے تھے، اور حضور قبلہ گاہی چونکہ اُن کے بیٹے اور بھتیجے کے دوست تھے، اس وجہ سے بھی شفقت فرماتے، اور بشارتوں پر مشتمل دعاؤں سے نوازتے تھے، رہتک پنجاب جاتے ہوئے کار کے ہوئے حادثہ میں ۱۸/رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ میں وصال ہوا اپنے وطن سہسوان ضلع بدایوں میں دفن ہوئے۔

مصباح العارفین شاہ مصباح الحسن مودودی چشتی قدس سرہ

حضرات چشت اہل بہشت کے پیر زادے، حضرت مودود حق چشتی کے گلشن کے گل نو بہار علوم اسلامی کے بحر ذخار علم اسرار حقائق کے گوہر تابدار، صدر مجلس علماء اہل سنت مولانا خواجہ سید عبد الصمد مودودی چشتی فخری حافظی کے اکلوتے فرزند، اور سلطان العلماء شیخ الاسلام مولانا شاہ محمد ہدایت اللہ فاضل رام پور کے علوم میں تلمیذ اجل اور شیخ المحدثین مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ کے علوم حدیث میں ممتاز شاگرد، علم و معرفت کے آفتاب و ماہتاب، کثیر الفیوض بزرگ تھے، حضور قبلہ گاہی اُن کی عظمت

شان کے معترف ومداح تھے،اوران کا بے حد احترام واکرام کرتے تھے،حضرت مصباح العارفین کانپورتشریف فرماہوتے توضرورملاقات کے لیےتشریف لاتے،ان کے متعلق بیانات پچھلے صفحات میں لکھے گیے ہیں،انہوں نے وفات پائی تو وصیت کے مطابق حضور قبلہ گاہی نے نماز جنازہ پڑھائی فقیر راقم الحروف کے اُستاذ کریم حضرت صدرالعلماء المحققین محدث میرٹھی بھی جنازہ کی نماز میں شریک تھے۔

حضرت ملک العلماء مولانا ظفرالدین

حضرت ملک العلماء مولانا ظفرالدین قادری رضوی فاضل بہاری علیہ الرحمہ دورآخر کے امام بخاری تھے،ان کا ایک خاص مقام ومرتبہ تھا،وہ مرجع اہل سنّت تھے،حضرت قبلہ گاہی علیہ الرحمۃ کے متعلق فرماتے یہ ہمارے زمانے کے حضرت مولانا سید سلیمان اشرف ہیں ان سے دین پاک کی خدمت کی بڑی توقعات ہیں،ایسے مخلص اور بے ریا عالم پہلے زمانے میں ہوا کرتے تھے،رجب ۷ سنہ ۱۳ھ میں کانپورمیں ایک عظیم الشان اجلاس ہوا تھا،حضرت ملک العلماء اس میں مدعو تھے۔راقم الحروف کو اسی زمانہ میں حضور قبلہ گاہی کی معیّت میں پہلی بار زیارت کاشرف حاصل ہوا۔

باب ۱۳

رونقِ دینی ہم عہد "رِجال دین" پاکانِ امت

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے دورِارشاد اور تبلیغ وہدایت اور دینی جدو جہد کا وقتِ عروج آیا اور آپ صاحبِ منصب وخدمت حضرات کے زمرہ میں داخل کیے گیے، اس وقت اُن حضرات صاحبان، خدمت وارشاد میں ہم مسلکی اور ہم سفری رہی، اور یہ حضرات آپ کے زمرۂ احباب واخلاص میں داخل ہوئے بعض حضرات سے زمانۂ طالب علمی سے محبت ومؤدت قائم تھی، ان میں سے ہر ایک علم وعمل، معرفت ویقین کے گوہر تابدار اور مہر سپہر اسلام کے آفتاب وماہتاب تھے۔

غریق بحرِ توحید حضرت قطب المشائخ شاہ مختار اشرف قدس سرہ سجادہ نشین کچھوچھا مقدسہ

حضرت سرکار کلاں، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے پیر ومرشد کے پوتے، خلیفہ اور جانشین تھے اور فرمان واعلان کے بموجب بجائے پیر ومرشد، جب کبھی کانپور تشریف فرما ہوئے روزانہ دس بارہ بجے دن تک اور شام کو عصر تا قبل عشاء حضرت سرکار کلاں کی خدمت میں مقام قیام پر حاضری دیتے، جب پہلی بار

محلہ مسجد تقی مصری بازار میں جانے کے لیے حضور روٹی والی گلی سے صبح وشام گزرے لوگ متعجب ہوئے کہ میاں روزانہ صبح وشام کہاں تشریف لے جاتے ہیں جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ کے پیر ومرشد کے سجادہ نشین تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کی خدمت میں حاضری کے لیے جاتے ہیں تو لوگوں کا سرکارکلاں کی خدمت میں ہجوم لگنے لگا۔

حضور سرکارکلاں قدس سرہ سب باتیں آپ سے کہا کرتے تھے، یہ تو آفاق عالم میں مشہور ہے، کہ دیار پورپ کا وہ خطہ جو ضلع اعظم گڑھ کہلاتا ہے، حضرت قدوۃ الکبریٰ سلطان مخدوم میر سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی رضی اللہ عنہ کے فیوض وبرکات سے سات سو برسوں سے فیض یاب چلا آرہا ہے، جب سفر کی سہولتیں عنقا تھیں، سو برس قبل مخدوم الاولیاء حضرت اشرفی میاں قبلہ رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی سواری سے ان اطراف کا دورہ فرمایا، اور تبلیغ ورشد کا فیضان جاری کیا، اسی میں مدرسہ اہل سنت مصباح العلوم اشرفیہ کا قیام بھی تھا، حضور نے اس کی سرپرستی اور ترقی کی ذمہ داری اپنے نواسے حضرت محدث اعظم کو سپرد فرمائی، برسوں ان کی بابرکت سیادت وقیادت سے دارالعلوم اشرفیہ ترقی کے بام کی طرف بڑھتا رہا جب ان کا وصال ہوا، حضرت سرکارکلاں، سرپرست ہوئے، برسوں بعد برائے نام ان کی سرپرستی کا اعلان ہوا، حضرت سرکارکلاں نے اس گام پر اپنی معزولی کا اعلان شائع کرادیا، اس کے بعد حضرت سرکارکلاں کی کانپور میں تشریف آوری ہوئی مدرسہ احسن المدارس قدیم میں حضور قبلہ گاہی کے پاس تشریف فرما تھے، حاضرین میں علماء وعمائد شہر بھی تھے جبھی حضرت سرکارکلاں نے رنج میں فرمانا شروع کیا، کہ دارالعلوم اشرفیہ کی ترقی کے لیے میں نے آستانہ اشرفیہ خانقاہ سرکارکلاں میں اپنے نانا دادا اور والد کی آرزوں اور تمناؤں کا مدرسہ، جامعہ اشرفیہ کچھوچھا ختم کردیا، اب مبارک پور اشرفیہ کے علماء نے میری سرپرستی برائے نام کر کے میرے استخفاف کا اقدام کیا ہے حضرت سرکارکلاں اسی قدر کہہ پائے تھے کہ حضور قبلہ گاہی نے کہنا شروع کردیا کہ:

"آپ تو سارے اہل سنت وعلماء اہل سنت اور سبھی مدارس اہل سنت کے صدر وسرپرست ہیں جو سرپرست مانے اس کے بھی سرپرست ہیں، جو نہ مانے اس

کے بھی سر پرست ہیں، اشرفیہ کی سر پرستی آپ کے لیے وجہہ اعزاز وافتخار نہیں،
آپ کی سر پرستی اشرفیہ کے لیے اعزاز اور وجہ اعتماد ہے"۔

حضور قبلہ گاہی نے اسی قدر فرمایا تھا کہ حضرت سرکارکلاں کا رنج ومحن دور ہوگیا چہرہ پر بشاشت کے آثار نمودار ہوگیے، راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضور قبلہ گاہی کا سارے اہل سنت کا سر پرست کہنا اس طرف مشیر ہوگا کہ دار العلوم اشرفیہ کے صدر المدرسین حضرت اُستاذ العلماء مولانا شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی اور اس دور کے اکثر علمائے ہند مخدوم الاولیاء حضور اشرفی میاں قبلہ غوث العصر کے زمرۂ مریدین میں داخل تھے اور حضور مخدوم الاولیاء نے اپنی زندگانی کے آخر سال میں "**اعلان وفرمان**" کے ذریعہ اپنے تمام مریدین وخلفاء کو حضرت سرکارکلاں کے زیر تابع فرمان رہنے کا اعلان اور بجائے "میرے مرشد مانئے" کا فرمان جاری کر دیا تھا حضور قبلہ گاہی قدس سرہ اس اعلان وفرمان کے مطیع وتابع تھے۔

حضرت برہان الملّۃ قدس سرہ

حضرت برہان الملّۃ قدس سرہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلی کے شاگرد، مرید، خلیفہ تھے خاص نظر کردہ تھے، تدبّر وعقل کی بلندیوں پر فائز تھے، اُن کے دینی وملّی کمالات وکارنامے بڑے عظیم وجلیل ہیں، حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ سے روابط بھی اسی راہ سے قائم ہوئے، جو بڑھتے گئے، حضرت برہان الملۃ قدس سرہ حکمتِ بالغہ اور معاملہ فہمی اور تدبیر کی وجہ سے حضور پُرنور قبلہ گاہی سے مشورہ طلب کرتے اور اپنے علاقہ کے دینی معاملات میں دعوت دے کر بلاتے چنانچہ ایک موقع پر وہابی دیوبندیوں نے مناظرہ کا چیلنج دیا، انہوں نے قبول فرمایا مناظر کی حیثیت سے حضرت برہان الملۃ نے حضور پُرنور قبلہ گاہی کو بلایا مگر مناظرہ نہیں ہوا جلسہ ہوا جس میں اپنے ہاتھوں سے حضرت برہان الملۃ نے گل پوشی کی۔ اس کی روئداد ماہنامہ سُنّی لکھنؤ میں چھاپی گئی۔

پیکرِ نورانی حضرت شاہ جیلانی میاں قدس سرہ

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ دارالخیر اجمیر مقدس سے جب جا کر پہلی بار آستانہ عالیہ رضویہ کے مدرسہ اہل سنت منظرِ اسلام میں مقیم ہوئے حضرت امام اہل سنت شیخ الاسلام حجۃ الانام مولانا شاہ محمد حامد رضا قدس سرہ نے مدرسہ اہل سنت میں تدریس کی خدمت سپرد کی اور دارالافتاء میں صدر مفتی مقرر فرمایا، اس وقت یہاں جن حضرات سے خصوصی رابطہ قائم ہوا اس کے درۃ التاج حضرت شاہ جیلانی میاں ہوئے، تقریباً ہر وقت کا ساتھ رہتا تھا، اس الفت وو داد کو حضرت حجۃ الاسلام شیخ الانام نے بار بار دیکھا تو ایک بار بہت مسرور انداز میں فرمایا آپ کی تو جیلانی سے خوب دوستی ہے، تو اس کو کارگر بھی بنائیے اور ان کو بھی اس کام میں لگائیے، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا کہ اس کے بعد جب کبھی جیلانی میاں ہمارے پاس آ کر بیٹھتے میں کسی بھی طرح علمی فنی گفتگو شروع کر دیتا، اور بحث وتحقیق کی طرف لگ جاتا جیلانی میاں جوش وخروش سے گفتگو کرنے لگتے کتابیں نکلوائیں جاتیں، حوالوں پر حوالے دیکھے جاتے، جیلانی میاں کا ذہن دراک تھا بہت جلد گہرائی میں پہنچ جاتے تھے، حضرت حجۃ الاسلام اس منظر کو دیکھتے تو خوش ہوتے تھے۔

قبلہ عالم حضرت شاہ جیلانی قدس سرہ صاحب خدمت بزرگ تھے، ان کی زبان میں بے حد تاثیر تھی، ان کے دم کرنے سے گونگے زبان والے ہو گیے، ان کی تقریر اور موعظہ حسنہ قلب میں اتر جاتی تھیں، وہ خدمت اسلام میں پگھلتی ہوئی فروزاں شمع تھے، وہ اخلاص ووفا اور علم ومعرفت کے پیکر تھے، جب حضور قبلہ گاہی جائس شریف سے کانپور تشریف فرما ہوئے تو حضرت جیلانی میاں کا دورہ بھی کانپور میں شروع ہوا، بار بار آنا ہوتا قیام بیکن گنج ناظر باغ میں انور خاں محبوب بیڑی کمپنی کے جنرل مینیجر رضی میاں صاحب کے یہاں ہوتا تھا، نئی سڑک مدرسہ احسن المدارس قدیم درمیان راہ میں پڑتا تھا، سواری کا رکشا رکوا کر حضور قبلہ گاہی سے سلام ومصافحہ کرنے کے لیے اُتر جاتے، مشایعت کے لیے سڑک تک حضور قبلہ گاہی بھی جاتے اور کسی طالب علم کو ہمراہ کر دیتے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ رکشا رکوا کر سڑک پر رہتے اور حضور قبلہ گاہی کو بلوا

بھیجتے، آپ جا کر ملاقات فرماتے اور جائے قیام پر ملاقات کے لیے جاتے، حضور قبلہ گاہی احمد آباد تشریف لے گیے تو جائس وغیرہ کے اطراف کے مریدوں کو ہدایت فرمادی تھی کہ جب ضرورت ہو جیلانی میاں کو بلا لینا، چنانچہ ان علاقوں میں مشقت بھرا انہوں نے دورہ کیا۔

ایک زمانے میں کانپور کے وہابیوں نے جشن عید میلاد النبی ﷺ سے متعلق خرافاتیں چھاپیں، حضرت جیلانی میاں نے وہابیان ہند کو للکارا، کہ تم اپنے مولویوں کو بلاؤ اور جہاں چاہو، مناظرہ ومباحثہ کرلو، اشتہار پر اشتہار چھاپے لیکن کوئی سامنے نہ آیا، ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں وہابیوں اور دیوبندیوں کو دعوت دی کہ تم مسلمانوں کو کافر ومشرک کہنے اور توہین رسول پاک کرنے سے توبہ کرکے اپنی دنیا اور آخرت سنوار بنالو ورنہ تم اپنے نجدی اور دیوبندی علماء کو بلاؤ ہم سلطان المناظرین مولانا رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور اور اجمل العلماء مولانا محمد اجمل شاہ مفتی سنبھل کو ساتھ لے کر مناظرہ کے لیے تیار ہیں نجد کہو وہاں اور دیوبند یو کو کہو یہاں، غرض دینی جدوجُہد میں رفاقت ہر گام پر رہی حضرت شاہ جیلانی میاں کا وصال ہوا تو حضور قبلہ گاہی نے فرمایا اب مدرسہ کا کیا ہوگا فکر ہوئی تو کارِ دینی کی۔

قدسی نہاد مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن قدس سرہ

حضرت مجاہد ملت قدس سرہ صوبہ اڑیسہ کے بڑے زمیندار تھے، مدرسۂ سبحانیہ جامع مسجد الہ آباد میں علوم اسلامیہ کی بحث وتدقیق کے ساتھ تکمیل کی، مزیدِ علو استعداد کے لیے ۴۹-۱۳۵۰ھ میں دار الخیر اجمیر مقدس کے دار العلوم معینیہ عثمانیہ کے زمرۂ طلبہ میں داخل ہوگیے دار العلوم کی روئداد میں اگرچہ ان کا نام نامی درج نہیں ہے لیکن یہ متحقق ہے کہ آپ نے زمرۂ طلبہ میں شامل ہو کر علماء دار العلوم سے علوم کی تحصیل کی، اس زمانے میں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ سے ملاقات ہوئی اُسی وقت سے دوستی قائم ہوگئی جس کا اظہار تازندگانی باقی رہا حضرت مجاہد ملت دار الخیر سے مراد آباد جا کر استاذ العلماء صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے درس حدیث میں شامل ہوئے اور برس دو برس مدرسۂ اہل سنت میں درس دینے کے

بعد مدرسۂ سبحانیہ الہ آباد چلے گیے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ مرکز اہل سنت سرکار رضویہ بریلی شریف میں ایک برس استفادہ وافادہ کے بعد قصبۂ منورہ جائس شریف کے مدرسہ محمدیہ جامع مسجد میں خدمتِ صدارتِ مدرسین پر بھیج دیے گیے، جائس شریف الہ آباد سے دور نہیں، چند گھنٹوں کا ریل سے سفر کا فاصلہ ہے، دونوں حضرات ایک دوسرے کی باز دید وملاقات کے لیے جائس سے الہ آباد اور الہ آباد سے جائس شریف جاتے آتے رہے۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کانپور جیسے مرکزی شہر میں جب منتقل ہوئے اور عرفاء پاک پروردگار کی اصطلاح کے مطابق اصحابِ خدمت میں شامل کیے گیے تو حضرت مجاہد ملت بھی تدریس کی خدمت سے کنارہ کش ہو کر صاحبِ خدمت کے زمرہ میں شامل ہوئے تو دونوں حضرات قدسی نہاد دین وملت کی حاجت روائی اور محافظت کی راہ پر چل پڑے، قدم قدم پر تعاون، دینی خدمت کے ہر گام پر ساتھ ساتھ، حضرت مجاہد ملت کی جب بھی یوپی میں تشریف آوری ہوتی، کانپور پہنچ کر ملاقات کرنا ضروری تھا، بقول خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ چھوٹی سے چھوٹی باتوں میں مشورہ طلب کرتے تھے، حضرت مجاہد ملت جوش وجذبہ سے اپنی رائے کا اظہار کر رہے ہوتے باں جلالت شان وعظمت مکان درمیان میں حضور قبلہ گاہی فرماتے کہ بہت ہو گیا بس کیجیے خندہ لب دیکھتے اور بیٹھ جاتے حضرت مجاہد ملت کے مریدین وتلامذہ ان کی ناخوشی کے وقت حضور قبلہ گاہی کی پناہ پکڑتے، حضور قبلہ گاہی اپنے ساتھ لے جاتے، ساتھ دیکھ کر مسکراتے، یہ مسکراہٹ خوشنودیِ مزاج کا مظہر ہوتی مختصر یہ کہ ان کے مریدین وخدام کے حضور قبلہ گاہی پناہ گاہ تھے، حضور قبلہ گاہی کا کسی مقام پر جانا ہوتا اور معلوم ہو جاتا کہ حضرت مجاہد ملت قیام فرما ہیں، تو ملاقات کے لیے پہنچ جاتے، ایک بار دار العلوم غریب نواز الہ آباد، میں جلسہ تھا، حضور قبلہ گاہی کو معلوم ہوا کہ حضرت مجاہد ملت اپنے جامعۂ حبیبیہ میں رونق افروز ہیں، مولانا نظامی سے اپنا ارادہ ظاہر کیا انہوں نے رکشا منگوا کر ایک طالب علم کو ہمراہ کر دیا جب جامعہ آ گیا حضور رکشا سے اُترے حضرت مجاہد ملت صحن میں چارپائی پر لیٹے مخالف سمت کسی سے محوِ گفتگو تھے، حضور قبلہ گاہی نے چارپائی کے بالکل قریب

جا کر سلام کیا آواز سنی تو سلام کا جواب دیا اور فوراً اٹھ کھڑے ہوئے مصافحہ و معانقہ کے بعد مجاہد ملت نے کہا بیٹھیں حضور نے کہا پہلے آپ بیٹھیں، کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی اس کے بعد حضور قبلہ گاہی رخصت ہو کر باہر آئے اور رکشا پر بیٹھ گیے تب تک حضرت مجاہد ملت کھڑے رہے۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کا دھام نگر حضرت مجاہد ملت کے مکان پر بہت جانا ہوتا تھا، ان کی والدہ ماجدہ کی طرف سے منعقد محفل مولود شریف حضور قبلہ گاہی جا کر پڑھا کرتے تھے، ربط و مودت کا یہ بھی حال تھا، کہ اگر کسی دوسرے شیخ کے مرید کے گھرانے کے کسی فرد نے حضور قبلہ گاہی قدس سرہ سے سلسلہ میں داخل ہونے کی درخواست کی، تو اس کو انہیں سے مرید ہونے کی تلقین کی لیکن یہ اختصاص حضرت مجاہد ملت کے مرید گھرانے کے فرد کے ساتھ خاص تھی، اس کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے فرماتے ایک ہی بات ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور قبلہ گاہی کے تمام خواص ان کو اپنا بزرگ مانتے ہیں، اور حضرت مجاہد ملت کے تمام قدیم تلامیذ و مریدین آپ کو اپنا مخدوم و بزرگ مانتے ہیں، یہی حال حضرت مجاہد ملت کے خاندان کے تمام افراد کا تھا، حضرت مجاہد ملت کا وصال بمبئی میں ہوا، اطلاع ملی تو بے حد مغموم ہوئے جنازہ کی نماز میں شرکت کا موقع ملنا ناممکن تھا، حضور قبلہ گاہی ہمت نگر اتر گجرات کے دورے پر تھے، متعدد مقامات پر زیارت و ایصال ثواب کی مجالس کروائیں اور خود شریک رہے، عرس چہلم میں احمد آباد سے وایا راے پور دھام نگر پہنچے، خاندان کے افراد و اشخاص قدیم احترام سے پیش آئے تمام تقریبات خاندان والوں نے آپ کی سرپرستی میں کرائیں حضور قبلہ گاہی نے فرمایا میں نے جلسہ میں مولوی عبدالوحید کو بلا کر ان کی سجادہ نشینی کی دستار بندی کی رسم ادا کر دی، خاندان والوں نے قبول کیا، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا مولوی نظام الدین اور مولوی مشتاق ہمارے ساتھ مقیم تھے، تمام تقریبات میں ساتھ جاتے اور ساتھ واپس آتے۔

سیدی حضرت مجاہد ملت اپنے خطوط میں سیدی الوالد قبلہ گاہی کو ہمیشہ "**صدیق حمیم، مخلص قدیم**" سے مخاطب کرتے، حقائق آگاہ ڈاکٹر مولانا شاہ مشتاق احمد رفاقتی مدھو پور خلیفۂ مجاز حضور قبلہ گاہی دین پناہی

نے روایت کی کہ جھریا مناظرہ کے بعد کھانے وقت دونوں خاصانِ خدا موجود تھے اور دیگر علماء کے علاوہ حضرت مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی بھی شریک طعام تھے، انہوں نے حضرت مجاہد ملت سے سوال کیا آپ دونوں اجمیر شریف میں کس طرح رہتے تھے حضرت مجاہد ملت اُٹھے اور حضرت قبلۂ عالم کے ہاتھ سے گوشت کی بوٹی چھین کر منہ میں رکھ لی اور فرمایا اس طرح رہتے تھے، علامہ ارشد القادری نے ایک بار راقم الحروف سے فرمایا، حضور امین شریعت کا تو حضرت مجاہد ملت سے دوستانہ تھا راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ باوجود ہم درسی ہم عصری کے حضور قبلہ گاہی اُن کے کمالاتِ باطنی کے بے حد معترف و مُقر تھے فرماتے تھے کہ:

پیر ہیں تو مفتیِ اعظم اور مجاہد ملت، اس کے بعد سب ہیں

ایسا اعتراف و اقرار با کمال بے نفسوں میں ہی ملے گا، بہت سی باتیں مشاہدہ میں آئیں، تو ایک وقت راقم الحروف نے حضرت مجاہد ملت سے دریافت کیا کہ ہم عصر اور ہم سبق کی اس قدر اطاعت کی وجہ سمجھ میں نہ آئی، فرمایا چالیس برس کا ساتھ ہے (۴۹، ۱۳۵۰ھ) ان کی ذات پر، اُن کے تدبّر پر، اُن کے فہم پر کمال علم و عرفان پر پورا پورا اعتماد ہے، ناخوشی اور ناراضی کا کیا گزر؟ ایک بار ارشاد فرمایا ایسا بلند مقام دُرویش اس دور میں نہ ملے گا۔

من تن شدم، تو جاں شدی، من جاں شدم تو تن شدی
تا کس نگوید بعد ازیں، من دیگرم، تو دیگری

حضرت سیدی مجاہد ملت کے وصال کے بعد حضور قبلہ گاہی بار بار فرماتے، میرے سب ساتھی چلے گیے اب مجھے بھی جانا ہے، چنانچہ مجاہد ملت کا پہلا عرس آنے سے ایک ماہ پہلے جوار قدس میں جا بسے تغمد اللہ قبر هما۔

غزالیِ عصر صدرُ العلماء الرّاسخین مولانا سید غلام جیلانی محدث میرٹھی قدس سرہ

حضور قبلہ گاہی کا ان سے دار الخیر دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس درگاہ معلّٰی میں ہم سبقی کا تعلق

ہوا، جو بڑھا تو دوستی پر منتج ہوا، ہمہ وقت کا ساتھ، درجۂ تکمیل اعلیٰ سے فراغت کے بعد بریلی شریف میں متقدمین کی کتابوں کی خواندگی میں ساتھ، اُن کو حضرت صدرالافاضل نے جائس شریف کے مدرسۂ محمدیہ جامع مسجد کی خدمتِ صدارت پر بھیج دیا حضور مدرسۂ اہل سنت منظر اسلام میں تدریس وافتاء پر مامور ہوے، حضور غزالی عصر کو نواب حبیب الرحمن خاں شیروانی نے وہاں سے کرنال بھیج دیا حضرت حجۃ الاسلام نے حضور قبلہ گاہی کو جائس شریف بھیج دیا، سولہ برسوں کے قیام کے بعد حضور قبلہ گاہی کانپور رونق افروز ہوئے دوسرے برس حضور قبلہ گاہی کے حلقۂ درس میں مولانا خواجہ سید محمد اکبر مودودی چشتی اور ان کے برادر اصغر مولانا خواجہ محمد اصغر علیہ الرحمہ شریک درس ہوئے یہ دونوں حضرت غزالی عصر کے بڑے اور چھوٹے داماد تھے، ان دونوں کے جدامجد کے عرس میں پھپھوند شریف ضلع اٹاوہ میں سالانہ شرکت کرتے اور صاحبزادیوں کو بلا کر لے جاتے، اس طرح ۱۳۷۰ھ سے باز دید اور ملاقاتوں کا سلسلہ پھر سے شروع ہوا سروقد بلند و بالا، انبوہ ڈاڑھی، چہرہ پُر وجاہت اور منور، جگمگاتا، بڑے سادہ وضع، بھولے بھالے مگر علوم وفنون میں نادرۃ العصر امام تھے، غضب کی قوت تدریس تھی، حضور قبلہ گاہی کے پیر بھائی تھے، دونوں میں زبردست اتحاد اور بے تکلفی تھی، خلاف معمول گھنٹوں گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا تھا، طیبت ومزاح بھی کرتے تھے، کانپور آکر ملاقات کرنے والوں میں حضرت غزالی عصر بھی تھے، کبھی ایسا بھی ہوا کہ تینوں، حضرت غزالی عصر، حضرت مجاہد ملت کانپور میں یکجا ہو گیے تو معلوم ہوتا کہ تینوں (۱۳۴۹ھ) پچاس قبل کے دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس کے دارالاقامہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور دونوں حضرت غزالی عصر سے طیبت ومزاح میں لگے ہوئے ہیں، فقیر راقم الحروف اُستاذی الکریم امام الحکمۃ شمس العلماء مولانا حکیم محمد نظام الدین بلیاوی اور حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے امر ومشورہ سے عالَم اسلام کی شہرہ آفاق درسگاہ مدرسۂ عالیہ رام پور جس کے بانی قطب زمانہ ملک العلماء امام ملا عبدالعلی محمد بحرالعلوم لکھنوی قدس سرہ وصال ۱۲۲۵ھ تھے، جس کے ایک زمانے میں پرنسپل اور رئیس المدرسین امام زمانہ علامہ محمد فضل حق چشتی فاضل خیرآبادی بھی تھے) سے میرٹھ حضرت غزالی عصر کی خدمت میں گیا اور ۴ برس اُن سے محنت

وتوجہ اور خدمت گزاری سے پڑھا، ان کی شفقت وعطوفت کا خاص مورد رہا، اسی زمانے میں کانپور میں مشہور سنّی کانفرنس ہوئی حضرت الاستاذ غزالی عصر بھی تشریف لے گیے تھے، مجھ سے کانپور چلنے کے لیے فرمایا تھا، اس زمانے میں مجھ پر تحصیل علوم کا شغف بے پایاں طاری تھا، بجز نماز جمعہ کے مدرسۂ اسلامی عربی کے صدر دروازے سے باہر بھی نہ جاتا تھا، واپس تشریف لائے تو مسرور تھے فرمایا حافظ! تمہارے والد نے پوچھا محمود کا کیا حال ہے میں نے جواب دیا محمود کا حال محمود ہے ۴۰ ربرسوں کے بعد کانپور آیا، دل میں یہ جذبہ گامزن کہ آخری کتابیں ابا جان سے پڑھوں گا، سب کتابیں پڑھنے کی خواہش تو کلیۃً پوری نہ ہوئی جب دستار بندی کا موقع آیا، حضور قبلہ گاہی نے حضرت مجاہد ملت کو دعوت کا خط بھیجا، وہ تشریف لائے تو بنارس سے بنارسی عمامہ تیار کرا کے لائے حضرت استاذ کریم غزالی عصر عمامہ اور عبا لائے، عمامہ حضرت مجاہد ملت کا باندھا گیا تینوں بزرگوں نے فضیلت کی اس بے علمے کے سر پر دستار باندھی، اس موقع پر دسترخوان پر صدر العلماء الراسخین غزالی عصر کے داہنی طرف حضرت قبلہ گاہی اور بائیں طرف قدسی منزلت حضرت مجاہد ملت تشریف فرما تھے اور دیگر علماء بھی تھے مثلاً مفتی شریف الحق صاحب مولانا شاہ رجب علی صاحب، مولانا مشتاق احمد نظامی صاحب حاضر تھے حضرت غزالی عصر کو قلاقند مٹھائی بہت پسند تھی فرمایا حافظ! قلاقند نہیں لائے، فوراً واپس ہوا اور دو سیر قلاقند مٹھائی لا کر حضرت غزالی عصر کے سامنے رکھ دی جب انہوں نے ایک ٹکڑا اٹھایا، حضور قبلہ گاہی نے ان سے فرمایا پہلے فاتحہ پڑھو، حضرت غزالی عصر نے اپنے خاص لہجہ میں فاتحہ شروع کی جب، تعوذ وتسمیہ کے بعد **الحمدللہ رب العلمین** تک پہنچے حضور قبلہ گاہی نے **بسم اللہ** پڑھ کر قلاقند کا ایک ٹکڑا اُٹھا کر منہ میں رکھ لیا، حضرت الاستاذ غزالی عصر کی سادگی کا منظر دیدنی تھا تلاوت چھوڑ کر فرمایا ارے سب کھا جائے گا حضرت مجاہد ملت خوب مسکرائے سبھی علماء مسکرائے لیکن حضرت مجاہد ملت نے فاتحہ پوری پڑھی، پھر فرمایا ابھی تک لڑکپن نہیں گیا تلاوت چھوڑ کر مٹھائی کھانے لگا، اس مجلس میں جتنے علماء تھے سب شاگرد تھے، مرید تھے اس معاملہ کو دیکھ کر خوب محظوظ ہوئے۔

حضرت الاستاذ غزالی عصر عربی فارسی مدرسہ بورڈ یوپی کے ممبر تھے، اس میں شرکت کرکے کانپور پہنچے اس زمانے میں چاند پرسفر کا مسئلہ چھڑا ہوا تھا، حضرت الاستاذ نے بھی اپنا موقف ظاہر کردیا تھا صحیح النظر فی صعود القمر شائع کرادی تھی، علامہ ارشد القادری بھی کانپور آئے ہوئے تھے، اور اس وقت موجود تھے انہوں نے بہت ڈرتے ڈرتے کہا، حضرت نظر کا صلہ تو الی آتا ہے، حضرت غزالی عصر نے برجستہ فرمایا، کچھ پڑھا بھی ہے؟ علامہ ارشد القادری تو خاموش ہوگیے، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا پڑھا ہے یا نہیں پڑھا ہے، سوال کا جواب آتا ہے تو جواب دو، ورنہ اقرار کرلو کہ جواب نہیں آتا، اس گام پر غزالی عصر نے سترہ وجوہات بیان فرمائیں کہ نظر کا صلہ جب یہ آئے گا تو یہ معنیٰ ہوں گے۔

ایک بار حضرت الاستاذ تشریف لائے تو بعد ظہر میں بھی حاضر ہوا، حضور قبلہ گاہی نے فرمایا تمہارا یہ اُستاذ فن نحو کا امام کہلاتا ہے، اس کے بعد حضرت الاستاذ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا **ایاک نعبد وایاک نستعین** کی ترکیب کرو، حضرت الاستاذ نے ترکیب کردی، حضور قبلہ گاہی نے زور دے کر فرمایا اس کی ترکیب یہی ہے حضرت الاستاذ نے ترکیب بدل دی اس وقت حضور پُرنور قبلہ گاہی نے فرمایا بالکل بے وقوف ہے، صحیح ترکیب چھوڑ کر غلط ترکیب کردی حضرت الاستاذ نے فرمایا بے وقوف بناتے ہو صحیح کو غلط کرواتے ہو، ان واقعات کے پس منظر میں دونوں حضرات کے مابین صمیمیتِ قلبی کا بیان کرنا تھا، کہ کیا اخلاص تھا اور کیسی محبت ومؤدت تھی، ، جو، اب کبریت احمر ہے

علی گنج سیوان صوبہ بہار میں غوث الوریٰ کالج کی طرف سے تعلیمی کانفرنس منعقد تھی، حضور قبلہ گاہی تشریف لے گیے تھے، علامہ ارشد القادری بھی بیٹھے تھے حضرت مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی تشریف لے آئے، انہوں نے حضرت الاستاذ کے وصال کی خبر سنائی پہلے تو کلمہ ترجیع پڑھا پھر دعاء کے لیے ہاتھ اُٹھائے فاتحہ پڑھی کچھ دیر خاموش رہ کر فرمایا، ہمارے ساتھیوں میں سب سے زیادہ قابل تھے، علامہ ارشد القادری نے کہا اپنے ہم سبق اور ہم عصر کے کمال کا ایسا اعتراف نادر ہے، حضرت مجاہد ملت بھی آگیے، اُن کو معلوم ہوا تو وہ بھی مغموم ہوئے اور دیر تک ان کا ذکر خیر کرتے رہے حضرت الاستاذ کے جلسۂ

چہلم میں دونوں بزرگ ساتھ ساتھ میرٹھ گیے، وفاداری بشرط استواری کا عملی نمونہ پیش کیا۔ اور دوشنبہ چار بج کر ۱۰ منٹ ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۹۸ھ مطابق ۸ مئی ۱۹۷۳ء تھا جب آپ نے جوارِ قدس کی راہ لی۔ بلاشک آپ صاحب خدمت اور میرٹھ کے شاہِ ولایت تھے ایک مجذوب درویش نے بھی یہی کہا تھا۔

بحر العلوم علامہ عبد الحفیظ حقانی مفتی آگرہ قدس سرہ

سرو قد بالا، بیضاوی چہرہ، انبوہ ڈاڑھی، آدھی سے زائد سفید، طہارت وتقدسِ باطن ظاہر سے بھی عیاں، علوم وفنون میں شانِ جامعیت، زبردست قوتِ استحضار، حسن بیان کے گنجہائے گراں مایہ، گھنٹوں تقریر کا سلسلہ جاری رہتا، شرق تا غرب، جنوب تا شمال ارض ہندان کی تقریروں سے گونجتی رہتی، مذاہب اربعہ کے دقائق پر گہری نظر، سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کے معاملات ومسائل کے فلاح کے لیے، دل دردمند، اکابر کی دعاؤں کی مقبولیت کے مظہر، معاصر کے محبوب اصاغر کی آنکھوں کا سرور، تدریس ہو یا تقریر وتصنیف سب پر یکساں، ماہرانہ مہارت اور مضبوط گرفت اتنے محاسن ومکارم کے مجموعے کا نام نامی، بحر العلوم حضرت علاّمہ عبد الحفیظ حقانی مفتی آگرہ تھا۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے پیر بھائی تھے، وہ بہت ہی کثیر الفیوض عالم گر باپ اُستاذ العلماء مولانا عبد المجید قادری آنولوی قدس سرہ کے سپوت بیٹے تھے، جو امام اہل سنت مولانا شاہ عبد القادر محب رسول بدایونی کے اجل تلمیذ ومرید اور مرشدُ العلماء حضرت شاہ علی حسین اشرفی میاں کے خلیفۂ مجاز تھے اجازت وخلافت کا شرف حضرت بحر العلوم کو بھی حاصل تھا، حضرت بحر العلوم غیر منقسم ہندوستان کے بڑے بڑے مدارس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور، جامعہ حمیدیہ بنارس، جامعہ نعمانیہ دہلی، لاہور کی علمی صدارت کی مسند کو زینت دینے کے بعد آگرہ کی شاہی مسجد کے مسندِ افتا پر فائز تھے۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ سے نہایت درجہ اتحاد ومؤدت تھا، امت مسلمہ کی دینی فلاح کی فکری دردمندی میں دونوں ہم قدم، کانپور تشریف آوری کے وقت ملاقات کے لیے آنا لازمی تھا، اس عہد وزمانہ

پر نظر ڈالیے تو صاف نظر آئے گا، کہ ہمارے دینی مقتداء اہل اخلاص تھے، بے نفس تھے، نفسانیت کا دور دور پتا بھی نہ تھا حضرت بحر العلوم پاکستان کے شہر کراچی چلے گیے، وہاں اور ملتان جامعہ انوار العلوم میں پھر سے بحرِ علم و فن مواج ہوا، ایک جہاں سیراب ہوا۔ یہاں ہی پانچویں ذی الحجہ ۷۷ ۱۳ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۵۸ءکو وصال ہوا۔

عارف باللہ مولانا شاہ فضل الصمد مانا میاں پیلی بھیتی قدس سرہ

اس وقت عرب و عجم میں علم حدیث کا کثیر الشیوع سلسلۂ حدیث، شیخ المحدثین مولانا شاہ وصی احمد محدث مدنی سورتی ثم پیلی بھیتی سے جاری ہے، اسی نادرۂ روزگار محدثِ زمانہ کے حفید اکبر مولانا شاہ فضل الصمد تھے، ان کی والدہ اویس زماں حضرت مولانا شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادی کی نواسی تھیں، ان کی عقیقہ کی محفل میں امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی بھی شریک ہوئے تھے اور انہیں نے حضرت گنج مرادآبادی کی نسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے فضل الصَّمد نام رکھا تھا گھر والے باہر والے مانا میاں کہا کرتے تھے، حضرت شاہ مانا میاں کہا کرتے تھے، میں اعلیٰحضرت کی گود میں کھیلا ہوا ہوں، تو یہ تھے حضرت شاہ مانا میاں یہ تقسیم ہند کے بعد کانپور آگیے، امام اہل سنت اُستاذ زمن مولانا شاہ احمد حسن قدس سرہ آپ کے والد کے خالو تھے، یہاں آ کر مطب کھولا، وعظ و ارشاد کا سلسلہ جاری ہوا، تقریر مقبول انام ہوتی تھی کھڑے کھڑے ذکر محامدِ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، بالاقد، بیضاوی چہرہ، انبوہ ڈاڑھی جیسے نور کا ہالہ، مسکراتے تو شانِ دل ربائی ظاہر ہوتی۔

حضرت شاہ مانا میاں کو اکثر صبح کو دو گھڑی بعد یا سہ پہر کو حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے پاس بیٹھا دیکھتا مولود شریف کی مبارک محفلوں میں ساتھ ساتھ جاتے، بڑی محبت، بڑی الفت، سن پیدائش بھی ایک سن کی تھی، یہ حضرت شاہ مانا میاں، اس وقت عارف سالک تھے، اس کے بعد ان کا سلوک جذب کی طرف بڑھا، بڑھتا گیا مجگواں شریف ضلع بارہ بنکی کے سجادہ نشین حضرت شاہ دانش علی صاحب سے رسم و راہ

ہوئی تو جذب پیدا ہوا، مونچھوں کے سواسب صاف، ضرب جرس محبوب معمول بن گیا، اب مستقر پیلی بھیت ہوا، کانپور آتے تو خادم میاں کے یہاں فرد کش ہوتے کالی چادر سے سر اور موںھ ڈھکے، مسکراتے ہوئے حضور قبلہ گاہی کے پاس مستِ خرام آئے اور بیٹھ گیے حضور نے موںھ پر سے چادر ہٹاتے ہوئے فرمایا، یہ کیا کیا؟ انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا، قلم اُٹھایا کاغذ پکڑا لکھنا شروع کیا لکھتے رہے، پھر یکا یک کھڑے ہو گیے، اور قوالوں کے رنگ و آہنگ میں حضور قبلہ گاہی کی شان میں قصیدہ پڑھتے رہے دیر تک یہ عمل جاری رہا تھک گیے، بلکہ بے سدھ ہو گیے، افاقہ ہوا تو فرمایا میرا انعام لاؤ، حضور قبلہ گاہی نے مصلّٰی کا کنارہ اٹھا دیا، چوّنی مسکراتے ہوئے اٹھائی، کہا پان کھلاؤ، پان کھا کر ے

مورے بالم، رفاقت پیا

گاتے ہوئے واپس گیے، حضرت شاہ مانا میاں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے مرید و خلیفہ تھے، وہ اصحابِ خدمت میں اونچے رتبہ پر فائض ہوئے، جو بات زبان سے نکلتی امر الٰہی سے متجاب ہوتی۔

مدّاح النّبی مولانا شاہ محمد عمر الوارثی لکھنوی

حضرت مولانا شاہ محمد ہدایت رسول رام پوری لکھنوی کے فرزند ارجمند تھے، شاہ ہدایت رسول صاحب مرید و خلیفہ نور العارفین شاہ ابوالحسن احمد نوری مارہری کے تھے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ان کے کمالات اور فضائل اسنیٰ کے پیش نظر ان کو شیر بیشۂ سنت کا لقب دیا تھا، مولانا شاہ محمد عمر الوارثی، حضرت شاہ سید محمد ابراہیم وارثی خواہر زادہ حضرت حاجی شاہ وارث علی قدس سرہ کے مرید خاص تھے، اور دورِ آخر میں وارثیوں کے سر حلقے تھے، حلقۂ وارثیہ کی محفلیں ان کے مواعظ حسنہ سے منور تھیں، وہ صوفی عالم تھے، علم و فقر کا حسین و جمیل مجموعہ تھے، دینی خدمتوں کی بجا آوری میں حضور قبلہ گاہی کا ساتھ ہوا، مقاصد کی تکمیل میں دونوں کا مزاج یکساں مخلصانہ تھا، اس وقت دیارِ ہند میں سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت میں نشریاتی تبلیغ کا کام ناپید تھا، دونوں کے مشورے سے ماہنامہ سنّی لکھنو کا اجراء ہوا، گویا شب دیجور میں رشد و ہدایت کا چاند طلوع ہوا،

یہ خالص سنّی ماہنامہ تھا کسی خاص گروہ کا ترجمان نہ تھا، نہ تحزّب کی سُمیّت سے مسموم تھا سوادِ اعظم اہلِ سنت کے حلقوں میں اس کو خوب پزیرائی حاصل ہوئی اس کے سروق پر یہ شعر ہمیشہ چھپا کرتا تھا۔

بتاے گا یہ سنّی، اہلِ سنت، کس کو کہتے ہیں
طریق مصطفی کیا ہے؟ شریعت کس کو کہتے ہیں

حضرت مولانا عبدالعزیز محدث مراد آبادی قدس سرہ

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے رفقاء دراست اور پیر بھائیوں میں تھے، حضرت اُستاذ العلماء علم وفضل کے قطب مینار تھے، چند برسوں کے سوا انہوں نے اپنے پیر مرشد العالم مخدوم شاہ علی حسین اشرفی الجیلانی کچھوچھوی قدس سرہ کے قائم کردہ مدرسہٗ اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کی علمی دینی تعمیر وترقی میں زندگانی گزاردی، قانع وبے طمع تھے اسلاف کبار کی روش پر دینی علوم کی ترویج میں لگے رہے، خدمت اسلام کے لیے افراد سازی کا گراں بہا کارنامہ انجام دیتے رہے، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ خدمت دینی علمی میں اپنے دو رفقاء درس ایک اُستاذ العلماء دوسرے پاکستان میں محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب کی وقیع خدمت کاذ کرفرماتے، بلاشبہ یہ دونوں اپنے ملک میں شہریارِ علم تھے۔

مبارک پور، یوپی کا پوربی خطہ ہے، اور کانپور مغربی خطہ ہے، دونوں میں دوری بھی ہے، اس لیے ملاقاتیں بہت کم ہوتی تھیں، اُستاذ العلماء کا جلسوں میں عمومی شرکت کا معمول نہ تھا، پڑھانا، پڑھوانا کام تھا، اُستاذ العلماء اس میں کھرے تھے، علوم دینی کی خدمت پر وہ مامور تھے، اس شعبہ میں ان کا فیضان جاری ہوا، مدرسہٗ اہل سنت اشرفیہ سے دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ ہوا، اگلا مقام جامعہ کا تھا، اب وہ دینی علوم کے جامعہ کی طرف رواں دواں ہوا، رکاوٹیں آڑے آئیں، مشکلات سامنے آئیں، ان مشکلات کو دور کرنے کے لیے حضرت اُستاذ العلماء نے اعانت چاہی، مقاصد کی تکمیل وتحصیل کے لیے حضور قبلہ گاہی نے بڑھ کر ان سے تعاون کیا، جامعہٗ اشرفیہ کی مجلس انتظامیہ کی باوقار رکنیت قبول کی، مبارک پور تشریف لے گیے معمول

کے مطابق پُرانے مدرسہ کے مکان میں جواب حضرت جلالۃ العلم اُستاذ العلماء کی جائے اقامت تھی قیام فرمایا، مفید مشورے دیے یہ تو سب جانتے ہیں کہ سجادہ نشین سرکارکلاں حضرت غوث الوقت مولانا سید شاہ محمد مختار اشرف صاحب قبلہ دارالعلوم اشرفیہ کے سرپرست تھے، ناسمجھ ارکان نے ان کی سرپرستی اعزازی چھاپ دی، حضرت سرکارکلاں نے اپنا عزل نامہ شائع فرما کر علیحدگی اختیار کی اور گراں رنج بھی ہوئے، حضور قبلہ گاہی نے خود راقم الحروف سے فرمایا:

"میں نے حافظ صاحب کو مشورہ دیا کہ آپ کی سعادت اسی میں ہے کہ آپ کچھوچھہ مقدسہ حضرت محمد میاں کی خدمت میں جائیں اور اکیلے جائیں، اور اُن کو راضی کریں"۔

حضرت اُستاذ العلماء محدث مرادآبادی نے مشورہ قبول کیا، اور کچھوچھا مقدسہ حاضر ہوئے، اور اپنا عمامہ اتار کر حضرت سرکارکلاں کے قدموں میں رکھ دیا، اور روئے، سرکارکلاں کی چشمان بھی پُر آب ہوئیں، صاحبزدگان پیرزادگان اشرفیہ بھی پہنچ گیے، ناراضی کے کلمات کہنے لگے، مگر حضرت اُستاذ العلماء سب کچھ خمیدہ سر خاموش سنتے رہے، دیر ہوئی تو، اِدھر سے ہمراہی سفر، علّامہ ارشد القادری بول پڑے، حضرت اب اُٹھیے چلیے۔ بہت ہوگیا حضور قبلہ گاہی کی فراست کے سامنے عیاں تھا، کہ حافظ صاحب تنہا جائیں گے تو راضی کر کے اٹھیں گے، کوئی اور ساتھ ہوگا وہ کام بگاڑ دے گا آخر وہی ہوا، اعتدال وتوازن کی راہ یہی تھی، کہ ناخوش وناراض خوش وراضی ہوں، کار دینی آگے بڑھتا رہے، حضور قبلہ گاہی نے آخر دم تک اس دینی مرکز سے وابستگی رکھی، اُستاذ العلماء کے بعد کے دور میں۔ بحر العلوم مولانا مفتی محمد عبدالمنان صاحب نے آزردہ خاطر ہو کر استعفیٰ نامہ داخل کیا، تو حضور قبلہ گاہی نے بشفقت ان کا استعفیٰ نامہ ان کی شیروانی کی جیب میں رکھ کر ان کو راضی کر دیا۔

رسڑا ضلع بلیا کے حامیِ سنت تاجرِ چرم مصطفی اشرفی صاحب کانپور آتے تو کثرت سے حاضر خدمت ہوتے ایک بار آئے تو بتایا کہ فلاں مسئلہ پوچھنے کے لیے دارالعلوم اشرفیہ گیا اور اپنا تبصرہ بیان کیا حضور قبلہ گاہی نے ان کے پیشے کی مناسبت سے فرمایا سب ٹینر نہیں ہوتے، مسائل حافظ صاحب سے

معلوم کیا کرو، وہ ٹیبنز ہیں یہ بتا کر حضرت اُستاذ العلماء پر اپنا اعتماد و اعتبار بھی ظاہر کر دیا۔

شمس العلماء حضرت مولانا قاضی شمس الدین احمد فاضل جونپوری قدس سرہ

پچھلے صفحات میں لکھا جا چکا ہے، کہ قاضی صاحب حضور پُر نور قبلہ گاہی قدس سرہ کے چند اسباق میں رفیق تھے، بڑے ذہین اور طباع تھے، کالج کی تعلیم کے دوران علوم اسلامی کی طرف متوجہ ہوئے تو کمال حاصل کیا، حضور قبلہ گاہی سے اُسی زمانے میں قریب ہوئے، تعلقات بڑے مستحکم تھے، قاضی صاحب بڑے مستقل مزاج مدرس تھے، دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ مبارک پور جب جامعۂ اشرفیہ کے دور میں داخل ہوا، آپ وہاں شیخ الجامعہ کی حیثیت سے بصد احترام بلائے گیے، بعد کے حالات سے آزردہ ہو کر جامعۂ حمیدیہ بنارس واپس آئے، اُسی زمانے میں حضور پُر نور قبلہ گاہی قدس سرہ بنارس تشریف لے گیے اور قاضی صاحب کے پاس قیام ہوا تو شب میں قاضی صاحب نے پوری داستان سنائی۔ آپ نے فرمایا، میں نے ان کی باتیں خاموشی سے سنیں، پھر سو گیا، صبح کو باصرار درسگاہ میں لے گیے اور دورۂ حدیث کے طلبہ کو باصرار مجھ سے اجازت اسناد حدیث دلوائی۔ انہیں طلبہ میں بہرائچ ضلع کے قاری صدیق حسن بھی تھے، طلبہ کے سامنے بڑا لمبا چوڑا خطبۂ فضائل دیا۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ ہمارے اکابر ایسے ہی باکمال اور متواضع تشخص کے حامل تھے، ان پر اللہ جل شانہ کی ہزار ہا صد ہزار ہا رحمتیں نازل ہوں۔

اُستاذ العصر حضرت مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری قدس سرہ

حضرت اُستاذ العصر، حضور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ دارالخیر اجمیر مقدس میں رفیق درس تھے اور پیر بھائی بھی تھے اور بیعت میں مؤخر تھے، اجمیر مقدس سے سرفرازی کے بعد دونوں خدمت دین میں مشغول ہوئے۔ حضرت اُستاذ العصر کا بحر علمی برسوں ان کے مرشد کے دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ مبارک پور موجزن رہا، دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ سے فارغ نامی علماء جن کا وجود امت کے لیے

رحمتوں اور برکتوں کا خزانہ ثابت ہوا، ان کی تذہیب وتربیت میں حضرت اُستاذ العصر کا بڑا حصہ رہا آخر میں وہ جامعہ حمیدیہ بنارس میں فیض رساں رہے، حضور قبلہ گاہی سے ان کا جو معاملہ دیکھا، اس نے بتایا کہ حضرت اُستاذ العصر بھی خاص دوستوں میں ہیں اور آخر میں یہ کہ

اجماع کردہ اند ہمہ اہل نظر		درآلِ اشرف اشرفی بزرگ تر

کہنے والا بھی سوادِ اعظم اہل سنت کے علمائے راسخین کے بزرگ تر طبقہ کا فرد جلیل تھا۔

حضرت مولانا قاری امداد احمد صابری علیہ الرحمہ

استاذی حضرت قاری صاحب، امام اہل سنت اُستاذ الکل مولانا شاہ احمد حسن فاضل کانپوری کے بڑے پوتے اور شیخ العرب والعجم اُستاذ العصر علامہ اکبر مولانا شاہ مشتاق احمد فاضل کانپوری شیخ الحدیث مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے بڑے صاحبزادے، دس برس کی عمر میں مکہ معظمہ میں حافظ قاری ہوئے۔ دس برس مکہ معظمہ میں تعلیم پائی، تلاوتِ قرآن میں راقم الحروف نے ان کی نظیر نہ پائی، اسلامیات و معقولات کے جید عالم، بلند و بالا قد، خوب منور چہرہ حضور پُرنور قبلہ گاہی کے محب اور معتقد، ایک موقع پر ایک شخص نے اُن سے مدرسہ جامع العلوم پٹکا پور کانپور کے دیوبندی مفتی محمود حسن گنگوہی سے، سوال کیا زیادہ قابل ہیں یا مفتی اعظم کانپور، قاری صاحب نے فوراً فرمایا، دونوں کے درمیان علمی مباحثہ کرالو تم کو سوال کا حل مل جائے گا۔ پھر فرمایا مولانا رفاقت حسین صاحب تو خاموش بحرالعلمیں، مفتی محمود گنگوہی دیوبند مدرسہ کے صدر مفتی ہوئے۔

خادمانِ دین، اصاغر محبوب علماء

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے عہد میں اصاغر علماء کی بھی ایک بڑی تعداد تھی جو آپ سے اختصاص کا تعلق رکھتی تھی دینی علوم اور اہل اسلام سوادِ اعظم اہل سنت کی خدمات میں سرگرم عمل اور مصروفِ جدوجہد تھی، آپ ان سے محبت سے ملتے تھے قبول کی نگاہ سے ان کو دیکھتے تھے، انکے ذکر کے

ساتھ آپ کی بہت سی دینی علمی روحانی خدمات وابستہ ہیں ان میں سے چند بہت ہی خلصۂ خاصان کا یہاں ذکر لکھا جاتا ہے۔

مولانا عبدالہادی انوار شاہ وارثی کانپوری

بجنور ضلع میں قصبہ نگینہ مردم خیز خطہ تھا، مولانا حافظ عبدالرزاق صاحب وہاں کے متوطن تھے، چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں امام اہل سنت اُستاذ الکل مولانا شاہ احمد حسن قدس سرہ کے حلقۂ درس میں کانپور پہنچ کر داخل ہوئے، ان کی دستار بندی کا جلسہ مجلسِ ندوۃ العلماء کے اجلاس اول کے ساتھ مدرسۂ فیض عام مکھنیا بازار میں منعقد ہوا اُستاذ العلماء مولانا مفتی محمد لطف اللہ علی گڑھی نے دستار باندھی، اور سند تکمیل دی، اس پر حاضرِ مجلس علماء، فاضل بریلوی، مولانا محمد علی، شاہ محمد سلیمان پھلواروی نے بھی دستخط ثبت کیے، مدرسۂ فیض عام کے جلسۂ دستار بندی کی روئداد میں، سند منقول ہے اس میں مولانا حافظ عبدالرزاق نگینوی کا نام مندرج ہے، اس اختصاص سے ان کے تجر علمی کا حال ظاہر ہوتا ہے مولانا عبدالرزاق صاحب کو حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت کا اور خلافت کا شرف حاصل تھا، بانس منڈی کے تاجروں نے وسیع وعریض مسجد شریف بنائی تو مدرسہ بھی قائم کیا، مدرسہ امداد العلوم نام مقرر ہوا اور آپ اس کے سربراہ ہوئے آپ اپنے استاذ کے زمانے ہی میں مرجع طلبہ بن گیے تھے۔

استاذ گرامی کے صاحبزادگان کی بھی آپ نے علمی و تعلیمی خدمت کی، آپ کے سبھی صاحبزادگان عالم وفاضل، دین کے خادم اور اہل اسلام کے مخدوم تھے، مولانا محمد عبدالکافی ان میں نامور تھے، وہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے خاص مریدوں میں تھے اور مولانا محمد علی جوہر اور خطیب الامت مولانا شاہ عبدالماجد قادری بدایونی کے دینی ملی خاص رفیقوں میں تھے، کانپور کی سرزمین سے بڑی بڑی تحریکیں اُٹھیں، آپ اس کے رہبر ورہنما تھے، اس کا تاریخی ریکارڈ موجود ہے۔

مولانا عبدالہادی انوار شاہ وارثی مولانا شاہ عبدالکافی کانپوری کے فرزند اکبر تھے اور اس وقت

کانپور کے سرگرم عمل عالم تھے، حضور قبلہ گاہی کے ورود کانپور کے وقت ملاقات ہوئی قربت بڑھی، دینی کاموں کا پھیلاؤ ہوا، عرصہ کے بعد ان کا رجحان طبع فقر وسلوک کی طرف ہوا، سید حیدر علی شاہ وارثی قنوجی کے حلقہ بگوشوں کے زمرہ میں شامل ہو کر احرام پوش فقیر وارثی ہوگیے، ایک عرصہ کے بعد کسی شناسا سے حضور قبلہ گاہی نے ان کے بارے میں دریافت کیا اور ملاقات کے لیے کہلوایا دیکھا کہ ظہر کے بعد حضور قبلہ گاہی کے حجرہ میں انوار شاہ جلوہ افروز ہیں اور بے حد بشاشت قلبی سے دونوں مصروفِ تکلم ہیں انوار شاہ وارثی کے چہرہ پر انوار کی بارش تھی۔

شمس العلماء مولانا حکیم محمد نظام الدین بلیاوی الہ آبادی

شمس العلماء مشرقی یوپی کے ضلع بلیا کے قریب کے ایک گاؤں کے باشندے تھے، آپ کے والد ماجد صاحب حضرت مولانا شاہ عبد العلیم آسی رشیدی قدس سرہ کے مرید تھے، ان سے فرزند کی ولادت کی دعاء کرائی، آپ پیدا ہوئے جب کچھ شعور ہوا ساتھ لے کر پیر ومرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر حصول علم کی دعاء کرائی، دعاء کے بعد فرمایا بچہ کو دیوبند کے مدرسہ میں نہ بھیجنا وجہ یہ ہوئی کہ آپ کے ایک مرید تھے، ان کے بیٹے محمد ابراہیم تھے، علوم کی تحصیل مدرسۂ حنفیہ جون پور میں کی وہاں سے دیوبند کے مدرسہ میں گیے، بس وہابی ہوگیے، وہابیوں کے علامہ اور مدرسۂ دیوبند کے ناظم تعلیمات صدر المدرسین سب ہوگیے۔

شمس العلماء نے ابتداءً استاذ العلماء علامہ مقبول احمد خاں دربھنگوی اور استاذ العلماء مولانا مقبول احمد صاحب سے مدرسہ حمیدیہ دربھنگا میں پڑھا مدرسۂ فیض الغرباء آرہ میں علامہ محمد ابراہیم سے تعلیم پائی وہاں سے ۱۳۴۹ھ کے اواخر میں دار الخیر اجمیر مقدس دار العلوم معینیہ عثمانیہ درگاہ معلّٰی میں داخل ہوئے، نور الانوار تک یہاں پڑھا مولانا سید آل مصطفی مارہروی اور علامہ عبد المصطفی الازہری وغیرہ آپ کے رفیق درس ہوئے حضرت الاستاذ نے صدر العلماء المحققین مولانا العلامہ سید غلام جیلانی قدس سرہ سے خارج اوقات

میں ملاحسن کا درس لیا یہاں ہی حضرت مجاہد ملت سے قریب ہوئے، اوران کے ساتھ مدرسہ اہل سنت مراد آباد چلے گیے چند برس بعد مدرسہ سبحانیہ الہ آباد ساتھ گیے وہاں حضرت مجاہد ملت سے بحث وتحقیق سے علوم کی تکمیل کی، حضرت الاستاذ محدث میرٹھی ان کی علوِ استعداد کے پیش نظر ان کو ملا نظام الدین کہتے تھے، حضور قبلہ گاہی سے نہایت تعظیم وتوقیر سے ملتے تھے، اور فرماتے کہ ہمارے یہ سب بزرگ اس عہد میں اسلامی عظمت کی شان ہیں، حضور قبلہ گاہی کی باطنی طہارت اور پختہ علمی استعداد کا برملا اظہار فرماتے تھے، وہ فقیر راقم الحروف کے تعلیمی مربی تھے، بڑی محبت فرماتے تھے، حضرت شمس العلماء اپنے دوشاگردوں کے بارے میں فرماتے تھے، یہ دونوں علامہ تو ہوسکتے ہیں مگر انسان نہیں ہوسکتے ان میں سے ایک مرحوم ہو چکے ہیں، ایک بغرضِ فساد زندہ ہیں، حضور قبلہ گاہی نے ان کی سعادت اطواری کی وجہ سے راقم الحروف کی تعلیمی نگرانی وتربیت ان کے سپرد کی برسوں مدرسہ عالیہ رام پور میں جہاں وہ مدرس اول تھے، راقم الحروف نے ان سے اور دیگر اساتذہ سے پڑھا، انہیں کے مشورہ سے میرٹھ حاضر ہوا وہ علم وعقل اور مسند تدریس کے بادشاہ تھے۔

خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی

خطیب مشرق سواد اعظم اہل سنت کے اجلاسوں کی رونق، درس گاہوں کی زینت علمی استعداد پختہ، طبعی رجحان معقولات کی طرف، گویا کہ وہ معقولی متکلم اسلام تھے، مدرسوں کے بانی، اور سرپرست، سنی تنظیموں کے فعال رکن رکین، شرق تا غرب ان کی خطابت کی دھوم، ملتِ مسلمہ کی پاسبانی پر مستعد، اپنے اکابر کے معتقد ومطیع حضور قبلہ گاہی سے خاص علاقہ، ناممکن کہ کانپور پہنچیں اور حاضر ہو کر حضرت کی چوکھٹ نہ چومیں، جو فرمایا اس کی تعمیل کی، حضور قبلہ گاہی کی عنایات بھی ان پر بے حد تھیں، پاسبان ملت نے ان کو لکھ کر اعتراف کیا، ان کا قلب اپنے بزرگوں کی عظمتوں کا گنجینہ تھا، پاسبان ملت پاؤں دبانے کی بھی خدمت کرتے، بستر خود ہی لگاتے، حضور قبلہ گاہی کے حضور ان کو باتیں کرتے کم خاموش زیادہ دیکھا، حضور قبلہ گاہی نے اہل اہوا، وہابیوں، دیوبندیوں کے باطل دعاوی کے ابطال اور احقاقِ حق کے لیے جن

افراد واشخاص کی تربیت فرمائی ان میں ایک نہایت ممتاز شخصیت پاسبانِ ملت کی بھی تھی، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے وصال کے بعد ماہنامہ پاسبان الہ آباد میں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے متعلق مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کیا تھا اس کی پہلی قسط میں اس تربیت کا بیان لکھتے ہوئے لکھا تھا۔

"گویا میں اس طرح مفتیِ اعظم کانپور کے دامن کرم میں مناظرہ کی ٹریننگ حاصل کرتا رہا، زندگی کے یہی وہ قیمتی لمحات ہیں، جو خاک اور ذرّوں کو کندن بناتے ہیں"۔ (پاسبان جنوری ۱۹۸۴ء)

مبلغ اسلام علامہ ارشد القادری

آل انڈیا تبلیغ سیرت کے مقاصد کی تبلیغ وترویج کے ابتدائی زمانے میں حضرت علامہ ارشد القادری حضور قبلہ گاہی سے مرابط ہوئے، جمشید پور میں سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت اور وہابیوں کے درمیان احقاقِ حق اور ابطال باطل کے لیے مناظرہ طے ہوا، حضور کی رائے پر ان کو اہل سنت کا وکیل اور مناظر مقرر کیا گیا نصرتِ حق کے بل پر اور حضور قبلہ گاہی کی اعانت سے انہوں نے باطل کے بطلان پر کامیابی حاصل کی علامہ مناظروں میں اور اہل سنت کے جلسوں میں ساتھ جاتے تھے اس طرح برسوں تربیت پاتے رہے، حضور قبلہ گاہی نے ہر گام پر ان پر شفقت وعنایت کی نظر رکھی، ان کا برطانیہ کا پہلا سفر، حضور قبلہ گاہی کے تلمیذ اور مخلص خادم مولانا قاری محمد اسماعیل یوسف ٹنکاروی مقیم برطانیہ کے ذریعہ ہوا، علامہ ارشد القادری حضور اقدس کی بارگاہ کے خدمت گزار بھی تھے اور اسی کے ساتھ ڈرتے بھی بہت تھے اس کی وجوہات تھیں ایک وجہ یہ تھی کہ حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی ذات گرامی ان کے لیے مامن تھی، اس کی وجہ سے وہ اپنے حریفوں اور معاندوں کے زغوں سے محفوظ ومامون رہتے تھے۔ وہ اپنی بعض خاص تحریریں ملاحظہ واصلاح کے لیے بھی پیش کرتے اور کبھی پڑھ کر سناتے۔

متوکل بزرگ حضرت سید بلال شاہ

موصوف، کاٹھیاواڑ کے مشہور شہر دھوراجی کے مشہور عارف متوکل بزرگ تھے، حضور پُرنور قبلہ

گاہی قدس سرہ سے دار العلوم مسکینیہ دھوراجی کے دورِ قیام میں ملاقات ہوئی، تو تعلقات قائم ہو گیے، بعد کے زمانے میں کاٹھیاواڑ کے دوروں میں ہمہ وقت ساتھ ہوتے، ہفتہ دس دن اپنے یہاں مہمان رکھتے، علماء کو دعوت دے کر بلاتے اور کھانے پر حضور کے ساتھ بٹھاتے، صرف ایک بار حضور قبلہ گاہی کے ہمراہ دھوراجی گیا، دھوراجی اسٹیشن آنے سے پہلے ان کا نام لیا اور فرمایا متوکل بزرگ ہیں اتنے میں گاڑی رکی، ان پر نظر پڑی تو فرمایا ان کا ہاتھ چومنا لہٰذا میں نے اس کی تعمیل کی گھر کے قیام کے زمانے میں ان کے ذکر پر فرمایا مغرب میں شاہ بلال صاحب اور مشرق میں صوفی یوسف صاحب خود مرجع ہوتے ہوئے بھی میری بے حد خدمت کرتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ رجب علی بلبل ہند

ان کو حضور قبلہ گاہی سے غیر معمولی شغف وارتباط تھا، وہ حضور قبلہ گاہی کے دینی معتمدین میں سے تھے اعلیٰ درجے کے دینی خطیب، نہایت درجہ تقویٰ شعار، عابد و مرتاض، نمونۂ سلف، فخرِ خلف تھے ان کی کانپور میں تشریف آوری بہت ہوتی تھی، جب تک کانپور میں مقیم رہتے، بار بار حاضر ہوتے نماز کا وقت ہوتا انہیں امامت کے لیے بڑھا دیتے، جمعہ کی نماز سے پہلے تقریر کے لیے کھڑا کر دیتے، خطبۂ جمعہ انہیں سے پڑھواتے ان کے وطن میں ان کے قائم کردہ مدرسۂ عزیز العلوم نانپارہ کے جلسوں میں بخوشی باالالتزام شرکت فرماتے، ان کے علوِ مرتبت ظاہری و باطنی کی وجہ سے ان پر چشمِ رضا تھی۔

مولانا مفتی شریف الحق امجدی

مفتی صاحب حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے رفقاء وراست کے تلمیذ تھے، خوردانہ حاضر آتے، مدرسہ احسن المدارس کے جلسوں میں مدعو ہوتے، وہ جب بھی کانپور آتے، ملاقات و زیارت کے لیے ضرور حاضر ہوتے، آپ ان سے محبت کا سلوک روا رکھتے، ان کی دینی خدمات کی قدر کرتے، نگاہ کرم اور خندہ لبی سے

ان کی طرف متوجہ رہتے۔

سحبان الہند مولانا ابوالوفا فصیحی غازی پوری

مولانا فصیحی صاحب کا خاندان اکابر علماء مشائخ کا خاندان تھا، دیارِ پورب میں اس خاندان کو سوادِ اعظم اہل سنت احناف کی مقتدائیت حاصل تھی، ان کے پر دادا، مولانا محمد فصیح صاحب مقتدائے وقت بزرگ تھے، سر سید احمد خاں جب غازی پور میں برسرِ ملازمت تھے، اور اس وقت تک وہابیت کی مسمومیت سے محفوظ تھے۔ اس وقت انہوں نے وہاں اسکول قائم کیا تو اس کی بنیاد مولانا فصیح صاحب سے رکھوائی، مولانا فصیح صاحب اور ان کے فرزند شاہ امانت اللہ اور پوتے شاہ ابوالخیر صاحب وہابیوں اسماعیلیوں کے لیے قہرِ الٰہی بنے رہے، صادق پور کے وہابیوں کا تو ناطقہ بند کر رکھا تھا، وہابیوں سے ردّ وکد اور مباحثوں کی کارروائیوں کی وجہ سے حکیم عبدالحی رائے بریلوی نے نزہۃ الخواطر کی آٹھویں جلد میں اس خاندان کو کم علم اور بدعات کا حامی وناصر لکھ کر دل کا بغض وعناد ظاہر کیا۔

مولانا فصیحی کو حضور قبلہ گاہی قدس سرہ اپنے حلقہ میں لائے، ان پر لطف بے پایاں مبذول رکھی، اجلاسوں میں ان کو ساتھ لے جاتے، سوادِ اعظم اہل سنت کی تنظیموں جماعت رضائے مصطفی، تبلیغ سیرت، سنی جمعیۃ علماء کے ناظم اعلیٰ ہوئے، ان کے دادا شاہ ابوالخیر فصیحی کو حضرت مخدوم الاولیاء شاہ علی حسین اشرفی میاں رضی اللہ عنہ نے اجازت وخلافت دی تھی، حضور قبلہ گاہی کی توجہ سے حضرت محدث اعظم کچھوچھوی قدس سرہ نے ان کو اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔

مولانا دوست محمد گورکھپوری

ان کا ذکر گزر چکا ہے، ان پر خاص نظر تھی، ہم عمر بھی تھے، وہ بڑی دل سوزی اور پر درد لحن میں عرفاء پاک پروردگار کا کلام سناتے تھے، حضور قبلہ گاہی کی مجالس میں اگرچہ کلام سنانے کا معمول نہ تھا، مگر مولانا کلام سناتے، جب حضور قبلہ گاہی نے دار العلوم شاہ عالم احمد آباد میں ان کو دار العلوم کا مبلغ مقرر کرایا

تو اس زمانے میں بالعموم وہ عارفانہ کلام سناتے اگر وہ خود نہیں سناتے تو سنانے کے لیے فرماتے مولانا صاحب ڈوب کر شروع کرتے

رخ دن ہے یا مہرِ سما، یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں
شب زلف یا مشکِ ختا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ان کا باطنی انجذاب بڑھتا جاتا ہے

ممکن میں یہ قدرت کہاں، واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں، یہ بھی ہے خطا، یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں

حق یہ کہ، ہیں عبدِ خدا، اور عالم امکاں کے شاہ
برزخ میں وہ سرِّ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ادھر حضور پُرنور قبلہ گاہی سے، ضابط عارف اور مقرّب بارگاہ واہ اور حق کہتے اور خاص کیفیت میں مولانا کی طرف دیکھتے، تو ان کی بے خودی اور بڑھ جاتی اور مولانا جھوم کر پڑھتے

بلبل نے گل اُن کو کہا، قمری نے سروِ جانفزا
حیرت نے جھنجھلا کر، کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ صاحب کلام نے جس عالم میں یہ کلام کہا تھا اسی عالم کا یہاں فیضان طاری ہے۔ اس کلام کی تکرار آدھ گھنٹہ ضرور رہتی اور ایک خاص کیف اور سماں طاری رہتا تھا۔

۞

باب ۱۴

سلوک ومعرفت

اصحابِ باطنی مردان کار

بحرحقیقت، خیرالامت، حضور قبلہ گاہی امین شریعت قدس سرہ کی ذات مبارک اور رشد وارشاد وتبلیغ وابتداء سے انوار ربانی کی کرنیں پیدا ہوئیں، آپ کا سلوک وطریق، احکام شرعی کی تابعداری اور انوار مصطفائی کی کامل پیروی سے منور رہا، ایک عالم آپ کے فیضِ صحبت اور تلقین وارشاد سے پابندِ شرع بنا، عقیدہ اہل سنت میں ضلالت اور اتباع شرع ظاہر وباطنی ان کی پہچان بنی، آپ کے اقوال مبارک اور اطوار واعمال سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ آپ کا کام شریعت مطہرہ کو رواج دینا تھا، اس لیے آپ کے دامن کرم سے وابستگان اس رانگ میں رنگے، یہی آپ کا سلوک تھا، جو قریب ہوا وہ ضرور فیض یاب ہوا، حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ تمام طاعات میں 'ترک منکرات' اور عبادات میں نماز کی پابندی کو سب سے بڑی عبارت وبندگی فرماتے، اور ادونوں پر خود پورے پورے عامل تھے، آپ مسجد شریف کی نماز

جماعت کے پابند تھے، چاہے سفر میں ہوں، یا حضر میں ہوں مقررہ اوقات میں نماز ادا کرتے، اس کے بعد کلمۃ التوحید اور درود شریف اور قرآن پاک کی تلاوت کو سلوک و معرفت فرماتے تھے قرب و وصول کے یہی یہی وصول آپ کے نزدیک اصل تھے، ترک منکرات کے بارے میں فرماتے، یہ بڑا ہی مشکل کام ہے، اس کی پابندی سے صفتِ ملکوتی پیدا ہو جاتی ہے، اس کے بعد ہر کام طاعت ہی طاعت ہے، آپ کو طریقۂ عالیہ، قادریہ میں ارادت کی بیعت حاصل تھی آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو پیر تحریر فرمایا، لیکن ۲۵ برسوں کے درمیان شاذ افراد کو داخل سلسلہ فرمایا، آپ کی خدمت میں طالبین ارادت سلسلہ میں داخل ہونا ہے کا جملہ عرض کرتے، جب زندگانی کے آخری ۲۵ برسوں میں سلسلہ کا اجراء ہوا تو زوروں پر ہوا، بڑی تعداد میں اہل باطن آپ سے قریب ہو کر فیض یاب ہوئے، آپ نے ان کی ظاہری و باطنی تربیت فرمائی اور ازخود ان کو خلافت و اجازت عطاء فرمائی، دو تین افراد ایسے بھی ہیں جن کی بیعت دوسرے شیوخِ وقت سے ہے، ان کی بے حد طلب پر سلسلہ کی اجازت مرحمت فرمائی، آپ نے کل ۲۳ افراد کو خلافت و اجازت عطاء فرمائی اُن کے نام یہ ہیں:

اصحابِ خلافتِ سلاسل اَولیا

(۱) حافظ قاضی سید عابد حسین کٹنی ضلع جبل پور

(۲) مولانا سید احسان علی باندوی

(۳) مولانا شاہ ظہور احمد مظفر پوری

(۴) مولانا حافظ قاری نثار احمد فاروقی، ویجاپور اتر گجرات

(۵) مولانا قاری حاجی قمر الدین کانٹھا شریف

(۶) مولانا قاضی محمد عثمان، ہمت نگر

(۷) مولانا سید نظر احمد بخاری، جامع مسجد کچھ، بھوج

(۸) مولانا سید حسین میاں بخاری، کالاواڑ، جام نگر

(۹) مولانا قاری عباد الرحمن، پری ہار، آسنسول

(۱۰) ڈاکٹر مولانا مشتاق احمد صاحب، مدھو پور، سنتھال پرگنہ، جھارکھنڈ

(۱۱) مولانا احمد حسین کانٹھا شریف

(۱۲) صوفی سید شاہ عبد الوہاب دادا باپو جیلانی کوڑی نال شریف، کاٹھیاوار، گجرات

(۱۳) مولانا سید شاہ احمد علی جیلانی، کوڑی نال شریف

(۱۴) سید شاہ ٹاور جیلانی

(۱۵) سید شاہ حسن جیلانی، کوڑی نال شریف

(۱۶) سید شاہ حسن علی جیلانی قطب کوڑی نال شریف

(۱۷) سید شاہ ممتاز حسین ترمذی ویراول بندر

(۱۸) حاجی سید رشید احمد بخاری مسجد دھوراجی

(۱۹) مولانا رشید احمد ویجاپوری

(۲۰) مولانا محمد یوسف منوری، ڈمٹھی اسلام پور، دیناج پور

(۲۱) مولانا محمد اشرف سراتھو ضلع الہ آباد

(۲۲) مولانا محمد معین الدین احمد آباد

(۲۳) مولانا حاجی عثمان غنی شاہ دھرول، جام نگر

ان خلفاء میں حضرت قاضی سید عابد حسین، مولانا احسان علی باندوی، مولانا شاہ ظہور احمد، مولانا قاری نثار احمد، مولانا قاری حاجی قمر الدین، مولانا عباد الرحمن، مولانا مشتاق احمد اور جناب شاہ سید عبد الوہاب جیلانی، صاحبان ذکر و تلقین وصلاح ہیں اور ان سے سلسلۂ قادریہ کا اجراء ہوا اور ہو رہا ہے، اور طالبانِ حق ان سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

فقیر راقم الحروف غفرلہ حضرت والدہ ماجدہ کی خدمت گزاری کے طفیل حج و زیارت کے سفر

کے روانہ ہوا،حضور بھی بمبئی تک ساتھ تشریف لے گیے ،صابوصدیق مسافر خانہ کی بالائی منزل میں مقیم ہوئے،ایک دن دو پہر کو تنہائی تھی،تبھی بطریق تلقین،بغیر کسی سابقہ بیان کے فرمایا مشائخ و اولیاء وسیلہ اور زینہ ہیں،اصل ذات پاک حضور ﷺ کی ہے،سب یہیں پہنچتے ہیں سب کا مقصود ذات پاک ہے،اسی لیے میں سب اہل سنت کو اپنا سمجھتا ہوں،چاہے جس سلسلہ سے وہ وہاں تک پہنچتے ہوں، اس نظریہ میں پورے ہندوستان میں میں منفرد ہوں لاریب آپ کی زندگانی اس کی عملی تفسیر و بیان تھی،یہ ہمارا مرید ہے،یہ ہمارا شاگرد ہے،کہ تفرّق وتحزّب سے آپ کی ذات مبارک پاک تھی۔

اصحابِ ارادت وانتساب

حضور پُرنور عظیم البرکۃ امین شریعت خیر الامت قدس سرہ کے مریدوں اور منتسبوں کی بڑی تعداد صاحب برکت وفضیلت ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آقا کی فضیلت و برکت سے خادم میں بھی برکت و فضیلت آتی ہے،اوراس سے فیضان جاری ہوتا ہے حضور پُرنور قبلہ گاہی کی صحبت و برکت سے یہ حضرات آپ کی بتائی ہوئی راہ پر مستقیم ہیں،اور خاموشی سے اپنے مولیٰ جل شانہ کی طاعت و بندگی میں مشغول ہیں اور مخلوق اُن کے نفوس کی برکتوں سے فیض یاب ہے ان کا نہ کسی سے جھگڑا ہے اور نہ ہی اختلاف اور نہ وہ کسی کی بدگوئی وغیبت کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کا بُرا چاہتے ہیں اور نہ ہی کسی سے حسد کرتے ہیں،دنیا کی آرزوں سے اُن کے دل خالی ہیں،طمع وسوال وطلب کا ان کے یہاں دور دور پتا نہیں،ان لوگوں کے احوال کی حضور قبلہ گاہی ستائش میں فرماتے یہ لوگ مرتاض اہل ریاض ہیں فالحمد للہ علی منہ و کرمہ حضرت شاہ محمد صدیق اور حضرت شاہ امام علی باندوی شاہ محمد حنیف شاہ واحد علی رفاقتی کانپوری،زرین شاہ مجذوب نمازی شاہ مجذوب انہیں میں تھے ان کے علاوہ بھی بہت سے ہیں حضور کے اہل ارادت میں عوراتِ صالحات صاحب ریاضت تھیں آپ فرماتے میرے اہل سلسلہ میں دو عورتیں صاحب مقام و مرتبہ ہیں۔

طریقۂ بیعت اور اس کے کلمات

حضور پُرنور قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں طالبانِ برکت وفیض، مرید ہونے کے لیے حاضر ہوتے، عرض کرتے، حضور سلسلہ میں داخل ہونا ہے فرماتے .بہت اچھا، اس کے بعد فریافت فرماتے، وضو ہے، طالبِ بیعت عرض کرتا کہ ہے تو فرماتے دو رکعت نمازِ شکرانہ کر کے آؤ، اور تھوڑا شربت لانے کے لیے فرماتے، اپنے قریب بٹھاتے گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بٹھاتے اور مضبوطی سے اس کا ہاتھ دونوں ہاتھوں سے پکڑتے اور اس کو بھی مضبوطی سے ہاتھ پکڑنے کی ہدایت فرماتے اور فرماتے جو کہوں تم بھی کہو یہ ہو جاتا تو نہایت خضوع وخشوع سے کلمات تلقین فرماتے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ یا اللہ میں میں توبہ کرتا ہوں اپنے تمام گناہوں سے جو میں نے جان کر کیا یا بے جانے کیا، ان سب سے سچّی صحیح توبہ کرتا ہوں، اپنے حبیب پاک کے صدقہ میں ہماری توبہ قبول فرما اور ہم کو اس پر قائم رہنے کی توفیق عطاء فرما۔

یا اللہ میں اقرار کرتا ہوں کہ تیرے حرام فرمائے ہوئے کو حرام جانوں گا اور جن کو تو نے حلال فرما دیا ہے، حلال سمجھوں گا۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھوں گا اور رمضان کے روزے رکھوں گا ترا کرم ہوا تو زکوٰۃ بھی ادا کروں گا اور تیرا فضل ہوا تو حج بھی ادا کروں گا۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ ہر بے دین، بدمذہب وہابی، دیوبندی، قادیانی، تبلیغی، رافضی ہر گمراہ فرقہ والوں سے دور رہوں گا پرہیز کروں گا۔

یا اللہ! میں اپنے دین کی، ایمان کی، دنیا کی، قبر کی، حشر کی، نشر کی سب کی حفاظت کے لیے بھلائی کے لیے تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وہ سلسلہ قبول کیا جو حضرت علی مشکل کشا شیر اخدا کرم اللہ وجہہ الکریم کو ملا، اور اُن سے سلسلہ بسلسلہ حضرت پیرانِ پیر، پیر دستگیر، غوث اعظم محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملایا، اللہ میں اسی قادری سلسلہ میں مرید ہوتا ہوں، اس سلسلہ کی رحمت، نعمت، برکت ہم پر ہمارے ماں باپ پر بھائی، بہنوں پر، اولادوں، رشتہ داروں پر، پڑوسیوں پر، سب پر نازل فرمایا، اللہ ہم کو اُنہیں بزرگانِ سلسلہ کی محبت میں دنیا میں قائم رکھ اُنہیں کی محبت میں ہمارا خاتمہ فرما اور قبر سے اُٹھا اور اُنہیں کی جماعت میں زمرہ میں حشر فرما، آمین بجاہ حبیبیہ علیہ التحیۃ والتسلیم ـــــ فرماتے ہوئے چہرہ پر ملتے، اور داخل سلسلہ سے مصافحہ فرماتے شیرینی ہوتی تو فاتحہ کے بعد تھوڑا خود چکھ کر اس کو دیتے اور فرماتے اس کو خود کھالو، شربت ہوتا تو اس کو تھوڑا پی کر اس کو دیدتے۔

تلقین و تعلیم

عورتوں کو عمامہ پکڑا کر تلقین فرماتے، حرام سے بچنے کے کلمات کے بعد ناچنے، گانے، غیبت سے بھی احتراز کا اقرار و تلقین فرماتے، نماز کی پابندی بحسبِ شرع کی زور دے کر تاکید فرماتے، اسی سلسلہ میں **عورت کی نماز** کے نام سے بے حد عام فہم ضروری مسئلہ نماز کی کتاب تصنیف فرمائی اس کو پڑھ کر نماز سیکھنے کی تاکید فرماتے **عورت کی نماز** اردو، گجراتی، ہندی رسم الخط میں چھاپی جارہی ہے۔ اس کے بعد کلمۃ التوحید، سوا لاکھ اور درود شریف سوا لاکھ کی تعداد پوری کرنے کی تلقین فرماتے، مردوں کو عقائد وسلوک میں مشائخ سلسلہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کی تلقین فرماتے کبھی فرماتے کہ یا پھر مجدد دین و ملت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ کرو، تمہید ایمان بھی انہیں کی لکھی ہوئی کتاب ہے اس کا بھی مطالعہ کرتے رہو، جو افرادِ سلسلہ دینی خدمات میں ہوتے اور طالبِ تلقین وفیوض ہوتے فرماتے، منکرات سے بچیں، فرائض کی پابندی کریں، اکل حلال کھائیں صدقِ مقال کا لحاظ رکھیں اخلاص وتوکل سے دینی خدمات کریں یہی آپ کے لیے تلقین سلوک ہے، یہی سلوک صحابہ کرام کا ہے، اولیائے متقدمین کا ہے، حقوق العباد سے غافل نہ ہوں، ماں باپ کا ادب اور ان کی خدمت وخیال ہر آن رہے، ایک مخلص مرید محمد عمر جائسی صاحب کے نام کا خط ہدایت سامنے ہے، ان کو تحریر فرمایا:

"ماں باپ نیک ہوں یا بد، اولاد پر اس کی ہر بات میں فرماں برداری ہے، اور جو بات حکم خدا اور رسول کے خلاف ہو، اس میں ماں باپ یا کسی پیر، عالم کی تابعداری نہیں، ماں باپ اپنی اولاد کو ناجائز راہ پر پا کر اس کے دفعیہ کی قدرت رکھتے ہوئے نہ روکیں تو سخت گنہ گار بلکہ اس اولاد کے گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

واضح بات یہ ہے کہ ماں باپ جس بُرائی میں مشغول ہوں اولاد کو اس میں مشغول نہ ہونا چاہیے، اور نہ کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیئے جس سے اس بُرائی میں مدد ملتی ہو، وہ والدین خدا اور رسول کے نزدیک مستحق عذاب ہوں گے، لیکن اولاد پر دیگر امور میں اطاعت ضروری ہوگی، جو قانونِ شریعت کے خلاف نہ ہو، کچھ دنوں بعد نماز عشاء چارسودو (۴۰۲) مرتبہ یہ پڑھا کرو، وَمِنۡ كُلِّ شَيۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَيۡنِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ"۔

فقیر راقم الحروف نے استقامت عمل صالح کے لیے دعاء کی درخواست کی اور ورد طلب کیا فرمایا، رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَيۡتَنَا وَهَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ۝ کا ورد رکھو اس سے استقامت نصیب ہوتی ہے سورۂ کافرن نماز مغرب کے بعد پڑھو یہ قبر کا چراغ ہے۔

فرمایا کلمہ، نماز، تلاوت اور درود شریف میں سب ہے، یہی تعلیم شریعت ہے، اور یہی احسان و سلوک ہے، اسی میں حقائق ہیں قرب و وصول کی بھی یہی اسلم راہ اور طریقہ ہے۔ بس اخلاص چاہیئے، ظاہر شریعت کی بھی پابندی بہت بڑا شغل ہے، دینی خدمت میں دنیوی فائدہ کا خیال انتہائی لغو ہے، خداوند کریم رزاق مطلق ہے۔ وہی کھلاتا ہے، سب کو کھلاتا ہے، جانوروں کو بھی کھلاتا ہے، نہایت ہی افسوس کی بات ہے کہ سب کو خدا کے رزاق ہونے کا یقین ہے، لیکن مولویوں کو اس کا یقین اور بھروسہ نہیں ہے، خود مدارس قائم کرتے ہیں اور مسلمانوں کے بچوں کو پڑھنے کے لیے لاتے ہیں، لیکن مولویوں کے بچے اسکول میں انگریزی پڑھتے ہیں۔ اس سے مسلمانوں کا خیال منتشر ہوتا ہے کہ اتنے بڑے عالم ہیں اور

اپنے بچوں کو انگریزی کے اسکولوں میں پڑھاتے ہیں اگر بہتر نہ ہوتا تو وہ ایسا ہرگز نہیں کرتے اس کو دیکھ کر عام اہل اسلام اسی راہ پر چل پڑتے ہیں، اس سے بڑا نقصان ہوتا ہے، ہمارے پیر و مرشد حضرت اشرفی میاں قبلہ کا سارا گھرانہ عالم ہے، ہمارے استاذ حضرت صدر الشریعہ کی سبھی اولادیں عالم و فاضل ہیں، سب کو روزی مل رہی ہے، دین پاک کی خدمت کرتے رہے ہو سب اپنے اپنے وقت پر مل جائے گا۔ ضرورت کے مطابق انگریزی پڑھو اجازت ہے، لیکن پہلے دین کی تعلیم حاصل کرو۔

حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کی خدمت میں خواص اہل دل اہل حال صاحبان فضل علم حاضر تھے، وحدۃ الوجود کا ذکر آ گیا فرمایا اس کا تعلق قلب اور حال سے ہے، الفاظ اس کے بیان سے قاصر ہیں، حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ بحر الحقائق کاشف الاسرار میں انہوں نے اس کا بیان لکھا ہے، حضرت ملک العلا، ملا عبد العلی، بحر العلوم فرنگی محلی نے شرح مثنوی معنوی میں اس پر کلام فرمایا ہے، جو کچھ نظر میں آتا ہے، حباب کی طرح کچھ حقیقت نہیں رکھتا، راقم الحروف بھی حاضر خدمت تھا اس نے عرض کیا کہ اس معنی سے انکار نہیں لیکن اس سے حقیقت وحدت کی کثرت میں حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کے قول کے مثل ظاہر نہیں ہوتی، ارشاد فرمایا، کثرت نظر میں ہے اور معنی میں وحدت محض ہے، پھر فرمایا حضرت شیخ اکبر دریائے علم تھے ان کی کتابوں سے بھی معلوم ہوتا ہے، کہ علامہ زمان وحید زمانہ تھے، وہ ایسے بحرِ ذخار تھے کہ ان کے بیان کا پایاں نہیں، ان کی مراد سمجھنے کی لیے۔ بہت بڑا مرتبہ چاہیئے، حضرت شیخ کے کلمات اہل ظواہر کی نظر میں لایعنی ہیں، قصور ان کی فہم کا ہے ورنہ سراسر حق ہے۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کے ساتھ اعتقاد و رسوخ حد کمال کو پہنچا تھا۔ معقولی بحثوں میں بھی حضرت شیخ اکبر کا کلام سند میں لاتے، فرمایا حضرت شیخ اکبر کی تصانیف جن علوم پر مشتمل ہیں، ان تک صرف منتہی کی رسائی ہے، ناقصوں کے لیے ضرر رساں ہے۔

اشبیلہ کے حاکم نے مکہ معظمہ کو زر کثیر روانہ کیا، جس کو یہ امانت سپرد کی تھی اس کو ہدایت دی تھی کہ یہ مال اسی پر خرچ ہوگا، جو روئے زمین پر سب سے بڑا عالم ہو، یہ اتفاق ہی تھا کہ اس برس مکہ معظمہ

میں اتنے مشائخ،فقہاء،علماء،محدّثین اور علوم وفنون کے ماہرین جمع ہوگیے ہوں،اس برس حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی بھی حاضر ہوئے انہوں نے حضرت شیخ اکبر کے بارے میں رائے دی،کہ مال مذکورہ کا حضرت ابن عربی شیخ اکبر کے سوا کوئی بھی حقدار نہیں،جب وہ شخص مال حوالہ کر چکا کہ تو حضرت شیخ اکبر نے فرمایا،کہ اجماع کے ٹوٹنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں یہ مال نہ لیتا،اس نے وضاحت چاہی تو فرمایا کہ اشبیلیہ کے حاکم نے ارادہ کیا کہ میری وجہ سے روئے زمین کے حاکموں پر فخر کرے،جبکہ وہ جانتا تھا کہ میرے سوا اور کسی کو نہ ملے گا،اس کارخیر میں تفاخر نے اس کی جگہ لے لی،جب بعد میں حاکم کو اس کی اطلاع ملی تو وہ رویا اور کہا شیخ نے سچ کہا ہے،میرا یہی ارادہ بڑائی کا تھا۔

فقیر راقم الحروف نے بیعتِ ارادت حاصل کرنے کے عرصہ کے بعد عرض کیا کہ معمولات مطابق اربعین کی تمنا ہے فرمایا،نماز کی پابندی کے ساتھ تلاوتِ قرآن پاک کا ورد تلاوت لازم کرلو رہا اربعین چلہ کا معاملہ تو زبان اور آنکھ اور کان کے محرّمات سے چالیس دن تک حفاظت کرو یہی تمہاری اربعین ہے،رہا مروّجہ چلہ تو تم کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔

بندہ نے ایک دن تنہائی میں عرض کیا،کہ لطائف اشرفی میں ہے کہ ایک پیر کے مرید کو دوسرے پیر کے مرید سے نہ ملنا چاہیے اس کے بعد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کے دو مریدوں کے ساتھ سفر کرنے کا ذکر اور ایک مرید کا دوسرے شیخ کی خدمت میں جانا اور اُن سے متاثر ہو کر ایک ہفتہ ان کی خدمت میں رک جانا منتظر کا پیر بھائی کے پوچھنے پر کہنا کہ ان کے اقوال اور محبت ایسی بھائی کہ ان کے پاس ٹھہر گیا دوسرے کا کہنا کہ اپنے شیخ نہیں یاد آئے کہنا نہ بلکہ ان کی نسبت شیخ پر غالب آئی دوسرے کا سن کر اُٹھ کھڑا ہونا اور ھذا الیوم فراق بَیْنِیْ و بینک وہاں سے چل دینا واقعہ سنا کر منتظر تلقین ہوا،فرمایا:

''ایسا بیعتِ ارادت والوں کے لیے ہے اور آج کل بیعت تو بیعت برکت بھی نہیں ہوتی آج کل رسمی و رواجی بیعت ہوتی ہے،کوئی کوئی بیعتِ ارادت سے سرفراز ہوتا ہے،رسمی بیعت بھی فوائد سے خالی نہیں،اس زمانے میں یہ

بھی بہت ہے، بیعت رسمی کا ایک فائدہ راہ ہدایت پر رہنا بھی ہے''۔

تمام دینی کاموں کی صدارت

یہ وہ جملہ ہے جو والدہ ماجدہ مغفورہ کے فاتحہ چہلم کے بعد اندرون خانہ خاص محفل میں ہم چاروں بہن بھائیوں کی موجودگی میں تقسیم کار کے متعلق ہدایت فرمایا، جس کا خاص انداز اور مکمل جملے یہ تھے بڑی بیٹی کی طرف دیکھ کر فرمایا بڑی تو تم ہو لیکن شریعت مطہرہ میں اعتبار فرزند کا ہے اس کے بعد فقیر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، سنو، بڑے تم ہو اور میرے تمام دینی کاموں کی صدارت تمہارے ذمہ ہے! موقع ملا تو اعلان بھی کردوں گا، ورنہ یہاں تمہارے علاوہ اور ہے ہی کون ہے۔

سلاسل اولیاء

والدہ ماجدہ کی رحلت کے بعد حضور قبلہ گاہی کو کانپور پہنچانے ہمراہ گیا، ایک دن نماز ظہر کے بعد حجرہ میں گیا اور بیٹھ گیا تھوڑی دیر کے بعد فرمایا، یہ بکس لاؤ، فقیر اُٹھا اور چھوٹا سا بکس تھا اُٹھا کر سامنے رکھ دیا، آپ نے کھولا اور اس میں سے محفوظ طریقہ پر رکھا کاغذ نکالا اس کے اندر ایک کاغذ اور تھا اُسے میری طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا یہ تم کھولا تو ایک مطبوعہ تھا اور دوسرا قلمی تھا، مطبوعہ میں سر عنوان سند اجازۃ کلمہ التوحید مرقوم ہے۔

قلمی کاغذ دو چھوٹے صفحوں میں ہے، حضرت شیخ الاسلام مولانا شاہ ضیاء الدین احمد مدنی قدس سرہ کے اسناد احادیث اور سلال اولیا تفاصیل پر مشتمل ہیں، تحریر حضور قبلہ گاہی کے قلم کی ہے، نام کی خالی جگہ پر اور آخری میں دستخط کی تحریر حضرت شیخ الاسلام مدنی کے ہاتھ کی ہے، حضرت شیخ الاسلام مولانا ضیاء الدین مدنی نے اپنی اس سند کی دو نقل کروائی تھی دوسری سند حضرت سیدی عارف باللہ مولانا شاہ حبیب الرحمن قدس سرہ کو مرحمت فرمائی، بطور یادگار و تبرک اس کی نقل درج کرتا ہوں۔

حضور پُر نور عظیم البرکت امین شریعت بحر حقیقت قدس سرہ کو سلاسل اولیاء کی پہلی اجازت و

خلافت مطلقہ اپنے پیر ومرشد حضرت شیخ اکبر مخدوم الاولیاء مرشد العلماء الاخیار الابرار مولانا حاجی سید شاہ ابو احمد محمد علی حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین حضرت کچھوچھا مقدسہ نے دار الخیر اجمیر مقدس میں عطا فرمائی، حضور مخدوم الاولیاء کو بکثرت مشائخ و اولیاء سے سلاسل اولیاء کی اجازت حاصل تھی، ان کو حضرت مخدوم شاہ اشرف حسین کے واسطے سے، خاندانی خلافت سلسلۂ عالیہ، قادریہ اشرفیہ، چشتی اشرفیہ زاہدیہ اشرفیہ، شطاریہ اشرفیہ نقشبندیہ اشرفیہ، کے علاوہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ منعمیہ کی اجازت بواسطۂ جناب حضور امین الاولیاء مولانا سید شاہ امین احمد فردوسی سجادہ نشین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری حاصل تھی۔

ان کے علاوہ حضور مخدوم الاولیاء کو سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کی اجازت حضرت شاہ خلیل احمد صفی پور شریف سے حاصل تھی، سلسلۂ چشتیہ نظامیہ فخریہ کی اجازت حضرت حافظ شاہ احمد حسین شاہ جہاں پوری نے مرحمت ہوئی تھی، مارہرہ شریف کے حضرت شاہ آل رسول احمدی نے اپنے تمام سلاسل کی اجازت دی حضرت مارہروی کو ان کے اُستاد علوم وفنون نور مطلق حضرت مولانا نور الحق فرنگی محل نے اپنے سلاسل قادریہ رزاقیہ کی بھی اجازت مرحمت فرمائی۔ انہوں نے حضرت امام عارف باللہ، بحر العلوم فرندگی کا سلسلۂ صدیقیہ بھی عطاء فرمایا۔ حضرت مارہروی نے اپنے استاذِ حدیث حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے ان کا سلسلہ علوم مناميہ بھی پایا۔

حضور پُر نور قبلہ گاہی امین شریعت بحرِ حقیقت قدس سرہ کو خاص بریلی شریف میں حجۃ الاسلام شیخ الانام حضرت مولانا شاہ محمد حامد رضا قدس سرہ نے سلاسل اولیاء کی بھی اجازت عامہ مطلقہ مرحمت فرمائی، تیسری اجازت سلاسل اولیاء کی حجۃ العصر حضرت صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی اعظم قدس سرہ نے مرحمت فرمائی، چوتھی اجازت خلافت حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین احمد قطبِ مدینۃ المنورہ نے مرحمت فرمائی، اُن کو حضرت مولانا شاہ عبد الباقی فرنگی محلی مدنی سے بھی اجازت تھی اور حضرت شیخ احمد شمس مغربی مدنی سے بھی سلاسل اولیاء کی اجازت دی تھی، اور ان کو اپنے شیخ قطب الارشاد مجدد دین وملت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی سے اجازت مطلقہ تھی، حضرت شیخ اکبر مخدوم الاولیاء مولانا سید شاہ ابو احمد علی حسین اشرفی جیلانی

کچھوچھوی نے خلافت خاص دی۔ان کے علاوہ ان کو مجاہد اعظم حضرت امام سید احمد شریف سنوسی المدنی قدس سرہ سے اجازت حاصل ہوئی۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے سلسلہ قادریہ منوریہ میں حضرت شاہ منور علی بغدادی الہ آبادی قدس سرہ شیخ معمر ہیں جن کی عمر مبارک پانسو برس سے زائد کی ہوئی اس طریقہ میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پانچ واسطے ہیں، حضرت مجاہد اعظم سید احمد شریف کے سلسلہ قادریہ سنوسیّہ میں حضرت شیخ عبد العزیز معمر شیخ ہیں ان کی ولادت ۵۸۱ھ میں وادی فاطمہ میں ہوئی اور وصال ۱۲۷۶ء میں قندہار افغانستان میں ہوا، منوریہ کی طرح اس میں بھی پانچ واسطے ہیں، حضرت مجاہد اعظم کے یہاں دو اور سلسلہ قادریہ ہے اس میں چھ واسطے ہیں۔

حضور پُرنور عظیم البرکت قدس سرہ کے سلسلۂ بیعت ارادت میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے درمیان کل پانچ واسطے ہیں، اس اقربیت کے فیضان کے آپ مظہر اتم واکمل تھے، طریقۂ نبویہ کے اتباع ظاہری میں درجہ کمال پر فائز تھے تو اتباع طریقۂ نبویہ کے باطنی اتباع پر اس سے بھی بڑھ کر تھے، اسی وجہ سے بارگاہ نبوی کی حضوری کا تعلق ورابطہ، ہر رابطہ سے بڑھ کر تھا۔حضور قبلہ گاہی کے شب وروز کے احوال کے مشاہدہ کے علاوہ آپ کی فکر واقوال سے بھی اس کی تائید وتصدیق ہوتی۔فقیر راقم الحروف غفرلہ حضرت والدہ ماجدہ کی خدمت گزاری کے طفیل حج وزیارت کے سفر کے روانہ ہوا، حضور بھی بمبئی تک ساتھ تشریف لے گیے، صابو صدیق مسافر خانہ کی بالائی منزل میں مقیم ہوا، ایک دن دوپہر کو تنہائی تھی، تبھی بطریق تلقین بغیر کسی سابقہ بیان کے فرمایا مشائخ واولیاء وسیلہ اور زینہ ہیں اصل ذات پاک حضور کی ہے، سب یہیں پہنچتے ہیں سب کا مقصد ذات پاک ہے، اسی لیے میں سب اہل سنت کو اپنا سمجھتا ہوں، چاہے جس سلسلہ سے بھی وہ وہاں تک پہنچتے ہوں۔اس نظریہ میں پورے ہندوستان میں میں منفرد ہوں لاریب آپ کی زندگانی اس کی عملی تفسیر و بیان تھی، یہ ہمارا مرید ہے یہ ہمارا شاگرد ہے، کہ تفرّق وتحزب سے آپ کی ذات مبارک پاک تھی۔

سلاسل اولیاء

سلسلہ عالیہ قادریہ جلالیہ اشرفیہ

بخش دے یارب شفیع دوسرا کے واسطے
سرور و سید محمد مصطفےٰ کے واسطے

دین و دنیا کی مری سب مشکلیں آسان کر
حضرت مولا علی مشکل کشا کے واسطے

کر عطا حسن عمل کے ساتھ حسن خاتمہ
شہ حسن بصری امیر الاولیا کے واسطے

میرا سینہ ہو الٰہی اور ہو تیرا حبیب
اس حبیب عجمی کی شان دلربا کے واسطے

یا الٰہی رنگ داؤدی میں مجھ کو رنگ دے
حضرت داؤد طائی خوش ادا کے واسطے

یا الٰہی امر بالمعروف کی توفیق دے
حضرت معروف کرخی رہنما کے واسطے

یا الٰہی مجھ پر ہر سر خفی کر دے جلی
شہ سری سقطی کے کشف حق نما کے واسطے

یا الٰہی ہو جنود حق میں میرا بھی شمار
حضرت شیخ جنید پارسا کے واسطے

یا الٰہی دولت صدق و صفا کر دے نصیب
حضرت ابو بکر شبلی با صفا کے واسطے

اے مرے اللہ اے رحمٰن کر فضل و کرم
عبد واحد شہ تمیمی کی سخا کے واسطے

دین و دنیا کی عطا کر دیجئے سب فرحتیں
حضرت ابو الفرح طرطوسی خدا کے واسطے

یا الٰہی حسن نیت حسن ایماں کر عطا
بوالحسن ہنکاروی پیر ھدیٰ کے واسطے

عاقبت میری مبارک میری دنیا ہو سعید
بوسعید شہ مبارک باخدا کے واسطے

الغیاث الغیاث یا غیاث العالمین
غوث اعظم بندۂ قدرت نما کے واسطے

ذکر حدادی کی جلوہ ریزیاں کر دے عطا
شہ علی حداد میرے پیشوا کے واسطے

بخش دے یارب مجھے دارین کی ساری فلاح
اس علی افلح کے زہد و اتقا کے واسطے

مجھ پہ یارب جھوم کر برسے ترا ابرِ کرم
حضرت ابو الغیث بحر عطا کے واسطے

فضل فرما اور مردہ دل کو دے دے زندگی
ابن عیسیٰ فاضل حق آشنا کے واسطے

رات دن برسا کرے ذوق عبادت کی گھٹا
شہ عبید غیشی با اتقاء کے واسطے

دین کو میرے جلالت کر عطا اے ذوالجلال — شہ جلال الدین بخاری رہنما کے واسطے

دونوں عالم کی شرافت بخش دے مولا مجھے — اشرف سمناں مرے غوث الوریٰ کے واسطے

آنکھ میں دے نور میرے رزق میں دے برکتیں — نور عین عبد رزاق اولیا کے واسطے

میری دنیا ہو حسیں اور میرا عقبیٰ ہو حسیں — شہ حسن سردار بزم اتقیا کے واسطے

دل میں ہو عشق محمد لب پہ ہو حمد خدا — شہ محمد اشرفی شاہ ہدیٰ کے واسطے

میرا سر ہو اور سودائے محمد مصطفیٰؐ — حضرت سید محمد اولیاء کے واسطے

حسن کی سرکار میں مجھ کو رسائی ہو نصیب — شہ حسین ثانیٔ پیر ہدیٰ کے واسطے

مجھ کو اپنا بندہ کہہ کر یاد فرمائیں رسول — سید عبد الرسول رہنما کے واسطے

جس طرف دیکھوں نظر آئے مجھے نورِ خدا — شاہ نور اللہ نور الاصفیا کے واسطے

یا الٰہی تو مجھے راہ ہدایت پر چلا — حضرت شاہ ہدایت رہ نما کے واسطے

قبر میں تیری عنایت حشر میں ہو تیرا فضل — حضرت شاہ عنایت کی سخا کے واسطے

یا الٰہی ہر گھڑی نذر عبادت میں کٹے — نذر اشرف سید اہل صفا کے واسطے

اے خدا تیری نوازش ہر گھڑی مجھ پہ رہے — شہ نواز صاحب جود و عطا کے واسطے

یا الٰہی ہر صفت میں اشرفی انداز ہو — شہ صفت اشرف ہمارے رہ نما کے واسطے

مست کر دے مست رکھ اور اپنے مستوں میں اٹھا — حضرت سید قلندر کی ولا کے واسطے

یا الٰہ العالمین منصب مرا کر دے بلند — سید منصب اعلیٰ کی ارتقا کے واسطے

یا الٰہی عزت و دولت سے مالا مال کر — شاہ اشرف صاحب عز و علا کے واسطے

یا الٰہی حمد سے تیری کبھی غافل نہ ہوں — شاہ ابو احمد ہمارے پیشوا کے واسطے

دے رفاقت حشر میں سب مرشدان پاک کی — شہ رفاقت حضرت محبوب خدا کے واسطے

حامد و محمود اور حماد احمد کر مجھے! — میرے مولیٰ اس محمود بے نوا کے واسطے

مغفرت ہو میری اور مولا مرے ماں باپ کی — قادری دربار کے سب اولیاء کے واسطے

سلسلۂ عالیہ چشتیہ

یاالٰہی میں تیرے عز و جلال کے صدقے
محمد عربی کے جمال کے صدقے

علی ولی و حسن بصری اور ابن زید
فضل صاحب فضل و کمال کے صدقے

طفیل تارکِ شاہی جناب ابراہیم
حذیفہ مرعشی باکمال کے صدقے

ہُبیرۃ البصری اور حضرت ممشاد
شہ ابوالاسحاق اہل حال کے صدقے

طفیل بو احمد اور بو محمد کے
شہ ابو یوسف کے جمال صدقے

طفیل خواجہ مودودی و حاجی عثمان
ولی ہند معین خوش خصال کے صدقے

طفیل قطب و فرزند و نظام و شیخ سراج
علاء دین ولی بے مثال کے صدقے

طفیل اشرف غوث جہاں و نور العین
حسین و جعفر شیریں مقال کے صدقے

طفیل سید محمود و سید راجو
جناب احمد نیکو خصال کے صدقے

طفیل زندہ جاوید شاہ فتح اللہ
مراد پیر بہائے کمال کے صدقے

طفیل شاہ توکل علی و شہ داؤد
نیاز اشرف باوجد و حال کے صدقے

طفیل حاجی اشرف مرشد پاک
انہیں کے فضل انہیں کے کمال کے صدقے

برآئیں اشرفی پاک کے صدقے مرادیں
محمد اور محمد کی آل کے صدقے

طفیل شہ رفاقت قطب زمن
انہیں کے جود اور جمال کے صدقے

گدائے خواجگان چشتیت محمود بے نوا
دے کمال اس کو بھی اپنے کمال کے صدقے

جو آکے بسلسلۂ اشرفی میں ہو داخل
وہ بخشے جائیں محمد کی آل کے صدقے

باب ۱۵

تصانیف وتالیفات

حضور پُرنور عظیم البرکت قدس سرہ نے دینی ضرورت کے وقت کتابیں اور رسالے بھی تحریر فرمائے ان میں چند رسائل احباب اصحاب کے اصرار و استدعا پر تحریر فرمائے، آپ کا اسلوب سادہ اور سلیس ہے، بیان میں حد درجہ کی وضاحت ہے دقیق سے دقیق مسائل و موضوعات پر تقریر ہو یا تحریر حقائق پر غایت رسوخ کی وجہ سے عام فہم ہیں، حضور پرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کی پہلی تصنیف دارالعلوم اہل سنت منظرِ اسلام بریلی کے دورِ قیام کی ہے اس تصنیف کے مسودہ کا اکثر حصہ منتشر موجود ہے یہ کسی کتاب ''دو اسلام'' نام کے اغلاط بیان کے ابطال میں تحریر فرمایا، حجۃ الاسلام شیخ الانام مولانا شاہ محمد حامد رضا فاضل بریلی کی تصدیق بھی۔ ان کے قلم سے موجود ہے، ساتھ ہی جگہ جگہ اضافے بکثرت سے ہیں حضرت ابوالبرکات مولانا محمد مصطفیٰ رضا مفتی اعظم قدس سرہ کی تقریظ بھی ہے اور اُن کے قلم سے بھی اضافے ہیں۔

فوائد حامدیہ

یہ مجموعہ حضرت حجۃ الاسلام شیخ الانام مولانا شاہ محمد حامد رضا علیہ الرحمہ کے درس تفسیر بیضاوی کے بیانوں پر مشتمل ہے، جس میں بسم اللہ شریف اور سورۃ الفاتحہ کے حقائق و اسرار کا غایت محققانہ بیان ہے، صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان حقائق کے پردہ میں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کاشف الاسرار کی زبان بول رہی ہے۔ سبحن اللہ کیا بیان ہے؟ حضور پُر نور قبلہ گاہی قدس سرہ نے ان پانچ اسباق و افادات کو روز کا روز قلم بند کیا اور بعد میں ملاحظہ کے لیے پیش کیا اور خوشی کا اظہار فرمایا، حیرت کی بات ہوئی کہ ملاحظہ فرما کر جب واپس فرمایا تو ایک حرف کی بھی ترمیم اور اضافہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا تو یہ فرمایا کہ کیا ہی کمال ضبط ہے۔ آپ حامل حقائق ہیں، حضور قبلہ گاہی کے رفیق دراست حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ نے باصرار حاصل کر کے اس کی نقل کی، فقیر راقم الحروف نے اس کا نام فوائد حامدیہ تجویز کیا ہے، کاپی سائز کے ۸۵ صفحات ہیں۔

تذکرۃ الفاروق کا ذکر آ چکا ہے، **عورت کی نماز** کا بھی ذکر گزر چکا، **الیاسی جماعت** کا بھی بیان ہو چکا ہے۔

تحفۂ حنفیہ

راجستھان کے کسی علاقہ میں رشد و ہدایت کے سلسلہ میں تشریف لے جانا ہوا، حضور پُر نور قبلہ گاہی قدس سرہ اس وقت دار العلوم حضرت شاہ عالم احمد آباد کی رونق و زینت تھے، غیر مقلد وہابیوں نے آپ کے ایک متمول مرید سے اپنے جلسہ کے لیے چندہ طلب کیا، اس نے کہا ہمارے پیر صاحب کو بھی دعوت دو تو ہم تیار ہیں سارا خرچ ہماری طرف سے ہے، وہ مرید احمد آباد حاضر ہوا، آپ نے احقاق حق کے پیش نظر شرکت فرمائی۔ ملا جلا مخلوط جلسہ تھا آپ کی تقریر آخر میں رکھی گئی۔ آپ نے ڈیڑھ گھنٹہ تقریر فرمائی، جب تقریر پوری ہوئی تو دہلی کے ایک غیر مقلد وہابی مولوی نے تقریر کی اور حضور کے بیان کردہ مسائل و عقائد کے بعض حصوں کی تائید کی اور بعض حصوں پر کلام کیا جب اس نے دعاء پر تقریر ختم کی، حضور قبلہ گاہی

کرسی پر جا بیٹھے، اس پر کچھ بات بڑھی، اہل سنت بھی کثیر تعداد میں شریک تھے، انہوں نے کھڑے ہو کر کہا حضرت شیخ الحدیث کی تقریر پر جلسہ ختم تھا، آپ کے عالم نے تقریر شروع کر دی تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ اب حضرت شیخ الحدیث کی تقریر پر ہنگامہ کیس؟ اتقریر ہوگی، اس کے بعد حضور کی تقریر شروع ہوئی، پُر اثر موعظۂ حسنہ سے غیر مقلدیت وہابیت کے اباطیل کے پڑا نچے اُڑ گئے، حضور قبلہ گاہی نے اختتام بیان پر فرمایا تو آئیے بارگاہ حبیب پاک میں کھڑے ہو کر بھی صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کریں قیام تعظیمی اور صلوۃ وسلام دعاء کے بعد اہل مجلس مصافحہ ودست بوسی کے لیے ٹوٹ پڑے، اکثر وہابی مولوی صلوۃ وسلام ودعاء کے بعد رخصت ہو گئے، بعض نے کھلے عام کہا آپ کے بیان کردہ مسائل سے ہم پر حق واضح ہو گیا۔ اس کے بعد ہی، مسائل مذہب ومسلک احناف پر تحفۂ حنفیہ تحریر فرمائی جو طبع ہو کر تقسیم ہوئی۔

قادیانی کذاب

اس کا ذکر کیا جا چکا ہے ترجمۂ وتفسیر

جماعت رضائے مصطفیٰ کے ارکان نے گیارہ پارہ کی تفسیر کی دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد کا ترجمان ماہنامہ طیبہ نے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی تفسیر چھاپی۔

شیعی مذہب

یہ رسالہ رافضیوں کے مذہب کے اباطیل کے ازالہ کے لیے تحریر فرمایا، اندازِ بیان نہایت متین اور واضح کہ جاہل سے جاہل تر بھی سمجھ لے، عوام اہل سنت رافضیوں کے فریب میں نہ آئیں، رافضیوں کی مستند کتابوں کے حوالے سے واضح فرمادیا کہ روافض اہل بدعت وناحق ہیں، یہ ائمہ اہل بیت کے بھی گستاخ ہیں اور حضرات اہل بیت کرام نے اِن کو دھتکارا ہے، اور رافضی سے ان کو مخاطب کیا ہے، اس کتاب کا مسودہ ۸۰ صفحات پر باریک قلم سے محفوظ ہے۔ اگرچہ ناتمام ہے، پھر بھی مبحث کے بیان میں مفید ہے، اس کی طباعت بھی منصوبہ میں شامل ہے۔

امتناع النظیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خطیب مشرق پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ ماہنامہ پاسبان الہ آباد کا ''عقائد نمبر'' شائع کرنے کا اعلان کیا، اس وقت انہوں نے امتناع النظیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر چند صفحوں کا جامع مضمون لکھنے کی درخواست کی، موضوع کی اہمیت اور علامہ نظامی سے محبت کی وجہ سے مضمون لکھا، اور ان کو بھیج دیا، اس کے بعد اسی موضوع کو تفصیل سے لکھا، اس موضوع پر تحریر کی اولیت کا شرف سرخیل علماء خیر آبادی، علامہ امام فضل حق چشتی خیر آبادی کو اور علمائے کانپور کو حاصل ہوا، چنانچہ علامہ امام خیر آبادی کی کتاب، رسالہ امتناع النظیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اولیت حاصل ہوئی، امکان نظیر کے ابطال میں نہایت مدلل کتاب ہے۔ علمائے کانپور کا فتاویٰ بے نظیر دوسری اہم کتاب ہے۔ اس میں تعددِ خواتم اور تحقق امثال کے باطل عقیدہ کا پرانچہ اڑایا گیا ہے، حضور پُر نور قبلہ گاہی کا یہ رسالہ ان دونوں کا عطر ہے، لیکن ترتیب ان سب سے الگ ہے، قرآن مجید، تفاسیر، احادیث، شراحِ احادیث، کلامِ علماء اصفیا سے استناد کر کے ایسا مدلل و برہن کیا ہے کہ علم کلام کی بلند پایہ کتاب بن گئی ہے، راقم الحروف کے اصرار پر اس کو عربی میں منتقل کرنا منظور کیا، اکثر حصہ عربی میں منتقل کر پھر توجہ دوسری طرف ہوگئی، عربی تحریر کا اسلوب مسلم الثبوت شیخ الاسلام علامہ امام قاضی القضاۃ ملا محب اللہ چشتی بہاری علیہ الرحمہ کی کتاب کا ہے، دوسرا کوئی اگر لکھے تو ایک مضمون کو چند صفحوں میں لکھے گا، لیکن یہاں چند سطروں میں وہ محفوظ، کاپی سائز پر ۹۶ صفحات پر اردو میں اور عربی میں تقریباً اس کا ادھا حصہ مع شئے زائد کے ہے اس کو بھی مکمل چھپوانا نظام میں شامل ہے۔

قرآن اور ابلیس

دار العلوم حضرت شاہ عالم احمد آباد کے دور قیام میں مدراس سے کسی وہابی کی کتاب ''قرآن اور شرک''، ایک معتمد نے بھیجی اور جواب کی درخواست کی، آپ نے اس کا جواب لکھا، وہابی اباطیل کے پڑانچے اڑا دیئے، شایان دید ہے، اس کا مبیضہ مولانا الحافظ القاری الحاج نثار احمد ولی اللہی رفاقتی علیہ

الرحمہ نے تیار کیا اصل مدراس کو بھجوایا، اس کے علاوہ ۶۵ کتابیں اور بھی ہیں جو اوروں کے نام سے شائع ہوئیں اس لیے اُن کے نام نہیں لکھے گئے۔

کشکولِ رفاقتی

اس کے علاوہ آپ کے مختارات فوائد ہیں جو دوران مطالعہ آئے اور آپ نے اُن کو بیاض میں نقل کیا، ان کو نقل کیا جائے تو دو ڈھائی سو صفحوں میں طبع ہوں اردو، فارسی، عربی میں اصل عبارات ہیں کشکول رفاقتی یہ نام فقیر نے تجویز کیا ہے، اس کی بھی طباعت کا عزم ہے۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے،

مجموعۃ الفتاویٰ

مختلف اوقات میں مختلف اشخاص نے فتاویٰ بھی نقل کیے، جس کی دو جلدیں فقیر کے پاس ہیں۔

شرح ترمذی شریف

حضرت مولانا محمد طیب خان صاحب تلمیذ استاذی الکریم حضرت صدرالعلماء مولانا سید غلام جیلانی محدث میرٹھی قدس سرہ نے عرض کیا، حضرت صدرالعلماء نے بخاری کی شرح لکھی ہے۔ حضور مسلم شریف یا ترمذی شریف کی شرح لکھ دیں فرمایا ترمذی ہی بہتر رہے گی موصوف نے بہترین کاغذ کا چرمی مجلد تیار کرا کے برائے فاتحہ شیرینی لے جا کر پیش کیا، فاتحہ کے بعد بسم اللہ لکھ کر برجستہ خطبہ حمد و نعت تحریر فرمایا بوقت قیام روزانہ تھوڑا تھوڑا تحریر فرمایا، مجلّد کا خاصہ حصہ تحریر فرمایا عرصہ تک کام رکا رہا، اس کے بعد پھر توجہ ہوئی تو ۴۰۰ صفحوں کی یہ بیاض تحریر سے پُر ہوگئی، فرمایا کہ خاصہ کام ہوگیا ہے، میری یہ شرح انور شاہ کشمیری کی شرح سے بہتر ہے۔ طوالت بیان سے پاک ہے مقدمہ میں ترمذی شریف کے خصائص بھی تحریر فرمائے، شرح چونکہ مولانا محمد طیب خاں صاحب نعیمی لطیفی علیہ الرحمہ کی التماس پر تحریر ہوئی تھی اور انہوں نے اس کی طباعت کی ذمہ داری بھی لی تھی لہٰذا مجلد ان کے حوالہ فرمادی، وہ اُنہیں کے پاس تھی ان کا انتقال ہوگیا ہے، فقیر کی توجہ اس زمانہ میں اُن سے حاصل کرنے کی نہ ہوئی، کہاں ہے، کس کے پاس

ہے،فی الحال اس کا پتابتانا مشکل ہے۔

الحقيقة المحمديه

حضرت علامہ امام عارف باللہ شاہ وجیہ الدین احمد شطاری احمدآبادی قدس سرہ کی مبارک کتاب الحقیقۃ المحمدیہ کی شرح کے طور پر مستقل کتاب، حقائق واسرار کے بیان میں بے مثل تصنیف ہے، منتہی اہل علم وعرفان ہی اس سے فیض یاب ہوسکتے ہیں، عام علماء کا اس کو سمجھنا ناممکن ہے۔اگرچہ اردو میں ہے۔

حقیقتِ جماعتِ اسلامی

ابوالاعلیٰ مودودی، جن کا نام اور کام اب چھپا ہوا نہیں، ان کے عقائد اور افکار طشت از بام ہیں ''وہابیت وخارجیت کے نئے لباس میں میدانِ صحافت میں داخل ہوئے، مغربی علوم کے دلدادہ اور وہابی، دیوبندی علماء نے ان کی روش تحریر، اور طرز بیان کی داد دینے میں زمین آسمان کو برابر کر دیا، جماعتِ اسلامی تحریک کا آغاز تھا جب اہل حق علماء اہل سنت میں سے پہلے پہل حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ نے نام نہاد تحریکِ اسلامی کے اباطیل وضلالت کے ابطال میں چند جزو کا رسالہ تحریر فرمایا، اس پر ملنے کا پتا، مولانا سید الزماں عابدہ ہائی اسکول مظفرپور تحریر فرمایا، غالباً اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس زمانے میں مظفرپور کے مغربی علوم کے اساتذہ جماعتِ اسلامی کے سرگرم رکن تھے۔

باب ۱۶

وصال

زندگانی کا آخری سال، علالت اور وصال

پانچ بزرگوں کا وصال

ہمہ عمرش بزہد و اتّقا رفت   ہمہ گویند بہ عشقِ مصطفیٰ رفت

حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کے رفقاء درس میں سب سے پہلے محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا الحاج صوفی محمد سردار احمد صاحب چشتی صابری نے شب جمعہ یکم شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء میں شفاء خانہ کراچی میں وصال فرمایا اور اپنے مستقر لائل پور صوبہ پنجاب پاکستان میں سپرد جوار رحمت رحمٰن ہوئے، ان کے برسوں بعد، اُستاذی الکریم صدر العلماء الراسخین شہر یار علم و فضل حضرت مولانا الحاج سید غلام جیلانی چشتی اشرفی محدث میرٹھی نے شہر میرٹھ کے شفاء خانہ میں دوشنبہ سہ پہر

۲۹ جمادی الاولی ۱۳۹۸ھ ۸ مئی ۱۹۷۳ء میں وصال فرمایا، ان کی وفات کی اطلاع سیوان تعلیمی کانفرنس میں ملی آپ کو رنج وغم ہوا۔ آپ کے صدیق حمیم مخلص قدیم حضرت مجاہد ملت مولانا شاہ حبیب الرحمن بھی مدعو تھے۔ دونوں دوستوں پر گہرا غم طاری ہوا اور دونوں اُن کے چہلم کے موقع پر میرٹھ پہنچے، قبر پر جا کر فاتحہ پڑھی اور نم دیدہ واپس ہوئے بروز جمعہ ۶ جمادی الاولی ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۸۱ء کو حضرت مجاہد ملت نے ممبئی میں شفاخانہ میں وفات پائی، حضور قبلہ گاہی اس وقت گجرات کے شہر ہمت نگر میں تشریف فرما تھے، اطلاع پائی تو بے حد غم زدہ ہوئے اس وقت فرمایا ہمارے سبھی ساتھی چلے گئے اب ہم کو بھی جانا ہے۔ اسی کے چند ماہ بعد محرم ۱۴۰۲ھ میں اس دورہ کے غوث سیدی ابوالبرکات آل الرحمن محی الدین محمد مصطفیٰ رضا قادری مفتی اعظم بریلی شریف نے جوار رحمت کی راہ لی۔

بود ہر پنج پیر در یک عصر ہر یکے بادشاہ دنیا دین

فرمایا عہد خیر تمام ہوا، اب میں رہ گیا ہوں، جلد ہی میں بھی جانے والا ہوں، اس کے بعد جس دیار کا بھی دورہ ہوا۔ خصوصی مجلسوں اور عمومی محفلوں میں اسی کی تکرار ہوئی، فرماتے ہمارا یہ آخری سفر ہے، پھر آنا نہ ہوگا، مخلص سنتے تو بے تاب وغم زدہ ہوتے، کہ اب جلوۂ جاناں کی دید ان ظاہر آنکھوں سے نہ ہوگی۔

آخری علالت

بلبل ہند حضرت مولانا شاہ محمد رجب علی قادری نانپاروی علیہ الرحمہ پر حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی عنایتیں فزوں تھیں، آپ ان کے قائم کردہ مدرسہ عزیزیہ نانپارہ میں پابندی سے شرکت فرماتے تھے ابتدائے جون ۱۹۸۲ء میں سالانہ جلسہ تھا، آپ وہاں جانے کے لیے روانہ ہوئے ہمراہ مجاہد اہل سنّت صوفی عبدالجبار صاحب قادری رضوی ابراہیمی تھے، لکھنؤ پہنچے تو پان کے ڈبّے سے پان نکال کر کھایا، چھالیا نکالنے کے لیے بٹوا پکڑا، تو ہاتھ سے چھوٹ گیا، بار دیگر اُٹھایا تو ہاتھ سن معلوم ہوا، صوفی صاحب نے دیکھا تو گھبرائے، باصرار کانپور واپس لائے، ڈاکٹروں نے دیکھا تو کہا فالج کے مادہ کا اثر ہوا ہے، لیکن قابو میں ہے، جلد صورت افاقہ ہوگی، علاج جاری ہوا جس نے جہاں سنا، دوڑ پڑا اور زیارت کی سترہ شعبان المعظم

سن ۱۴۰۱ھ کو مظفر پور لائے گیے۔ برادر عزیز مسعود میاں اس وقت اسلام پور مظفر پور میں چمڑے کی تجارت کرتے تھے اور اہل وعیال کے ساتھ مظفر پور میں مقیم تھے، بغرض علاج وسہولت مظفر پور میں قیام ہوا، اہل سنت کے عمائد اور اہل محبت کو اطلاع ہوئی تو آنے والوں کا سلسلہ لگ گیا، مولانا شاہ علی احمد جید القادری ناظم اعلیٰ مدرسہ تیغیہ ماری پور مظفر پور اپنے علماء واحباب کے ساتھ عیادت کے لیے پہنچے۔

مولانا سید الزماں اور مولانا محی الدین کی مسلسل آمد

مگر آنے والوں میں خصوصیت خاصہ آپ کے دو قدیم ترین مخلصین کو تھی ایک بقیۃ الاسلاف، حضرت مولانا الحاج صوفی سید الزماں صاحب، حمدوی ہیڈ مولوی عابدہ مسلم ہائی اسکول مظفر پور آپ کے قدیم مخلص تھے آپ موصوف کو بہت مکرم رکھتے تھے موصوف سے حضور قبلہ گاہی کو گہرا تعلق خاطر تھا۔ اور مزید یہ بھی کہ موصوف دینی کاموں میں قدیم رفیق ومعاون تھے، دوسرے قدیم ترین شاگرد حضرت مولانا الحاج حکیم صوفی غلام محی الدین بلرام پوری تھے، یہ مرد سیاح تھے، درویش تارک الدنیا، تھے یہ اس وقت مظفر پور شہر کے ماری پور محلہ کی بڑی مسجد میں امام وخطیب تھے دونوں بزرگوار صبح و دوپہر اور شام آتے اور دیر تک بیٹھتے۔ حضور قبلہ گاہی دین پناہی، ان کی آمد سے مسرور ہوتے، باہم گفتگو فرماتے۔ حضرت مولانا سید الزماں صاحب معالجہ کے سلسلہ میں بھی متوجہ رہتے اور اپنے شاگرد ڈاکٹروں کو لاتے اور دکھلاتے شاگرد ڈاکٹروں کو دکھانے کے لیے ساتھ جاتے، برسات کا موسم آیا، برسات کے موسم میں مظفر پور شہر کی سڑکوں کی نالیاں، ندیوں کا منظر پیش کرتیں ہیں، ہر طرف جل تھل کا سماں مگر موصوف کی محبت وودادکو ہزار تحسین کا خراج، دقتوں کی پرواہ کیے بغیر پیادہ آتے جاتے، ہر دن کا یہی معمول تھا۔

شاہ بدر الدین پھلواروی اور گنگوہی کا ذکر

ایک دن تشریف لائے تو بزرگانِ پھلواروی کے ذکر کے دوران فرمایا، پھلواری شریف کے مولانا شاہ بدر الدین قادری صاحب نے مولانا شاہ عبد الماجد قادری بدایونی کے سامنے مولوی رشید احمد گنگوہی

کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہا، مولانا بدایونی نے اُن سے فرمایا آپ نے گنگوہی جیسے کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کیسے کہہ دیا، شاہ صاحب نے کہا جو جتنا بڑا گنہ گار ہوتا ہے اس کے یے ویسی ہی دعاء کی جاتی ہے، مولانا بدایونی نے فرمایا وہ بد بخت گستاخ و گمراہ تھا، صرف عاصی نہ تھا، شاہ صاحب نے اس کو سنا اور خاموش ہو رہے۔

علماء زمانہ کا ذکر

حضرت مولانا سید الزماں صاحب مسلمانوں اور علماء کے غیر کریمانہ اور غیر اسلامی اعمال و افعال کا ذکر کر رہے تھے جبھی قبلہ جسم و جان کعبہ ایمان حضور قبلہ گاہی نے بڑی حسرت سے فرمایا ہمارے زمانے میں چار علماء تھے، ان کی برکتوں سے پورا ملک کنٹرول میں تھا، اب اسی ضلع مظفر پور میں چار ہزار سے زائد اپنے ہی جماعت سوادِ اعظم اہل سُنّت کے علماء پائے جاتے ہیں لیکن بے برکتی کا ماحول ہے، کوئی کسی کے کنٹرول میں نہیں ہے۔

ماہ رمضان المبارک کی آمد اور آپ کا تحسر

علاج و معالجہ سے صحت ہوگئی، لیکن نقاہت اور ضعف فزوں تر تھا، معمولات و اذ کار اپنی قدیم روش پر تھے، حوائج وغیرہ میں کسی کی احتیاج نہ رہی نمازیں بطریق معمول کھڑے ہو کر پڑھتے رہے، ماہ رمضان المبارک تشریف لے آیا، سالانہ معمول جو عادت بن گیا تھا، قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے ہوتی، سحری کے بعد اس کا دور شروع ہوتا اور دوپہر کے وقت زوال شروع ہونے کے بعد بند ہوتا اور ظہر بعد سے پھر تلاوت تا عصر ہوتی، چند دنوں بعد راقم الحروف سے فرمایا،

افسوس اب تلاوت کی طاقت نہیں پاتا، بیٹھا نہیں جاتا

حسرت کے یہ کلمات جس میں ماندگی کی حکایت تھی آپ کی راضی برضا زندگانی میں پہلی بار سنے گیے، شرع و دین میں ایسی حالت میں آپ اس کے مکلف بھی نہ تھے، فقیر راقم الحروف سے فرمایا بزرگانِ دین کے احوال میں جو کتابیں ہوں وہ لے آؤ دوسرے دن گاؤں سے کتابیں لے جا کر حاضر کریں، حضرت شیخ

محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کے مبارک احوال کی کتاب لے جا کر حاضر کر دی احوال کی کتاب کو غایت توجہ کے ساتھ پڑھنا شروع کیا لیکن حد درجہ نقاہت کی وجہ سے یہ سلسلہ بھی قائم نہ رہ سکا اس حالت میں بھی لیٹتے کم ہی تھے، تسبیح ہاتھ میں ہوتی اور اس پر رومال، لحاظ اس کا تھا کہ کوئی دیکھ نہ لے،

ماہ مبارک قریب آیا تو بہت خوش دکھائی پڑے، چاند دیکھ کر ابتہاج وسرور بالا در بالا ہوا، سحری کھائی، روزہ کی نیت کی اور تلاوت شروع فرمائی۔ روزہ کی وجہ سے دواؤں کا استعمال ناممکن ہوا، حضرت مولانا سید الزماں صاحب اور مولانا حکیم شاہ غلام محی الدین نظامی صاحب نے یہ معاملہ دیکھا تو ہمت کر کے بار بار توجہ دلاتے، کہ شرعی تقاضہ ہے کہ جانِ مومن کی حفاظت کے لیے تدابیر اختیار کی جائیں، شرع مطہر کی تعمیل میں دواؤں کا استعمال ضروری ہے، بندہ نے عرض کیا کہ روزہ کا فدیہ روز کا روز ادا کر دیا جائے گا، خاموش رہ کر سنا، روزوں کا سلسلہ جاری رہا، ایک دن مولانا حکیم غلام محی الدین نظامی آئے تو ہم دونوں بھائیوں سے کہا کہ آج میں دوسرے انداز میں حضرت سے کہوں گا، چنانچہ انہوں نے پوچھا حضور جانِ مومن کی حفاظت کا شرع میں کیا حکم ہے، فرمایا واجب ہے، انہوں نے کہا جو واجب ترک کرتا ہے، وہ تو فاسق ہوا، اس جوابی سوال کو سُن کر ناراض ہوئے چونکہ وہ قدیم شاگرد تھے، انہوں نے اس حال میں ناراضگی کو تقاضائے وقت سمجھا لیکن حکیم صاحب کی بات کارگر ثابت ہوئی، سحری کھانے کے لیے تیار رہتے، پہلے دن فرمایا دوا لاؤ، دوا کھائی، پانی پیا، بس اس پر اکتفاء کیا، مغرب کے وقت افطار کے منتظر رہے، افطار کیا اب روزانہ کا یہی معمول بن گیا، مرض ونقاہت کی وجہ سے، ہم دونوں بھائیوں کو محزوں دیکھتے تو فرماتے یہ مرض الموت نہیں ہے۔

وطن میں آخری عید

عید قریب آئی تو فرمایا گھر چلیں گے، چنانچہ گھر تشریف لائے، صحرا میں آپ نے عید کی نماز قائم کرائی تھی چنانچہ عیدگاہ میں نماز ادا کی، خادم راقم الحروف کو نماز پڑھانے کا حکم دیا راقم الحروف کی اقتداء میں عید کی یہ پہلی نماز تھی، عید کے بعد چھوٹی بیٹی کی بڑی بیٹی کی شادی کا انصرام کرایا، یہ شادی بڑی

بیٹی کے بڑے بیٹے سے ہوئی راقم الحروف کو نکاح پڑھانے کا حکم دیا، فالج کے مادہ کا اثر بفضلہٖ تعالیٰ جا چکا تھا، جمعہ کی نماز مسجد شریف میں ادا فرماتے راقم جماعت کراتا۔ ذیابطیس کا عارضہ لاحق تھا، اس کا لازمی نتیجہ سلسل البول تھا، بار بار پیشاب کے لیے جاتے تھوڑا سا بھی خیال ہوتا تو لنگی تبدیل کرتے، راقم الحروف فوراً دھو کر سوکھنے کے لیے رکھ دیتا، در جن بھر لنگی موجود رہتی ایک دن پیشاب کر کے اُٹھے تو خون دکھائی پڑا، تہمد پر بھی خون کا اثر تھا، تہمد تبدیل کرایا، مظفر پور خبر کی مسعود میاں کار لے کر آئے، وہاں پہنچ کر ڈاکٹر کو دکھایا، حضرت مولانا سید الزماں صاحب بھی فوراً آ گئے، معالجہ شروع ہوا، افاقہ کی صورت نظر آئی لیکن نقاہت اور ناتوانی آگے کی طرف بڑھی لیکن آپ کے معمول میں کوئی فرق نہ آیا اب استغراق بڑھا، محویت بڑھی، طور بدلا، پھر یہ ہوا کہ وضو کر کے نماز پڑھی تھوڑی دیر بعد دریافت فرمایا، نماز کا وقت ہوگیا، عرض کیا جاتا کہ ابھی نماز پڑھی ہے تو ناراض ہوتے اور فرماتے نماز سے روکتا ہے، ایک وقت کی نماز کئی کئی بار پڑھتے، راقم الحروف نے حضرت سالم بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت پڑھی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض الوصال میں غشی ہوتی اور افاقہ ہوتا تو زبان مبارک سے نکلتا کہ نماز کا وقت ہوگیا یا نہیں اور سیر الاولیاء مؤلفہ حضرت خواجہ سید محمد کرمانی میں پڑھا کہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محمد بخاری قدس سرہ اپنے آخر زمانے میں جب آپ پر تحیّر اور استغراق کا عالم طاری تھا، فرماتے نماز پڑھ لی، نماز کا وقت ہوگیا، حضّار و خدّام عرض کرتے کہ آپ نے نماز پڑھ لی ہے۔ آپ فرماتے پھر پڑھ لوں، چنانچہ آپ ہر نماز کو دو بار ادا کرتے، چنانچہ عرصہ تک اسی عالم میں رہے۔ اس عالم تحیّر و استغراق میں حضور قبلہ گاہی قدس سرہ سے جب مسائل شرعی معلوم کیے جاتے یا از خود آپ بیان فرماتے سرِ مُو اس میں سہو کا نام نہ ہوتا، اس وقت معلوم ہی نہ ہوتا کہ کوئی مرض لاحق ہے۔

مدرسہ دینیہ غوثیہ

ایک برس پہلے آپ نے از خود مدرسہ دینیہ غوثیہ مظفر پور میں حضرت مولانا سید الزماں صاحب اور پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صاحب صدر شعبہ اردو بہار یونیورسٹی، مظفر پور کی قیام گاہوں پر جا کر ملاقات

کی اور مظفر پور شہر کے مشرقی علاقہ میں سُنّی خالص اسلامی دینی مدرسہ کے قیام کی ضرورت بیان کر کے اُن سے اعانت طلب کی اور حضرت مولانا سید الزماں صاحب کو اس کا ذمہ دار بنایا اور زمین کی تلاش کی بات کی اور خریداری کے لیے مقرر کیا، حضرت موصوف نے پیر مومن شاہ سمرقندی کی درگاہ کے قریب امام گنج میں مدرسہ کے لیے زمین تجویز کی، اس بار انہوں نے خواہش ظاہر کی، کہ چل کر زمین دیکھ لیں، حضور قبلہ گاہی نے فوراً آمادگی ظاہر کی، راقم الحروف کی نافہمی اور ناسمجھی کہ موصوف سے بے تکی بات کی کہ آپ حضور قبلہ گاہی کے مزاج کی ناسازی دیکھ رہے ہیں، سمجھ رہے ہیں، پھر بھی لے جانے پر اصرار، لیکن حضور قبلہ گاہی جانے پر آمادہ اور تیار تھے، رکشا منگایا گیا آپ تشریف فرما ہوئے، راقم الحروف ہمرہ ہوا، جب رکشا جامع مسجد کمپنی باغ مسجد جامع کے قریب سے گزر رہا تھا، راقم الحروف نے دریافت کیا، اسلام نے تو ذات پات کی جڑ کاٹ دی لیکن پھر بھی حدیث میں الائمۃ من القریش موجود ہے اس کی وجہ کیا ہے، اس کے جواب میں صرف اس قدر فرمایا، کشمیر میں زعفران پیدا ہوتا ہے لیکن یہاں نہیں، ہر قوم و قبیلہ کے الگ خصائص ہیں، سرداری قریشوں کی خصوصیت ہے، حضور قبلہ گاہی نے جا کر مدرسہ کو دیکھا تھوڑی دیر تشریف فرما رہے اس کے بعد واپس ہوئے۔

خوشبو کا ہجوم

ایک دن ظہر کے بعد حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے حجرہ استراحت سے بھینی بھینی خوشبو کی لپٹ باہر پھیلی اور آپ تیز قدم باہر تشریف لائے اور آگے کی طرف جانے لگے، راقم الحروف نے آگے بڑھ کر پوچھا کہاں تشریف لے جا رہے ہیں فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رخصت کرنے جا رہا ہوں چند منٹ رک کر واپس لوٹے اور باہر تخت پر تشریف فرما ہوئے، یہ تو اکثر ہوتا کہ حضور قبلہ گاہی حجرہ میں مصروف گفتگو سنائی پڑتے، جبکہ بظاہر یہاں کوئی بھی نہ ہوتا۔

ایک ناسمجھ کی بات

ایک دوپہر کو ایک مرید ماسٹر منظر نام کے آپہنچے، تخت پر بیٹھے اور بے تکی بات کرنے لگے کہ

حضور مرید کرنے کے لیے لوگ تنگ کرتے ہیں، حضور نے باطنی خلافت تو خواب میں دیدی ہے، لیکن ظاہری خلافت نامہ بھی تو ہونا چاہیئے، فرمایا تم سے کہہ تو دیا ہے، کہ بہار شریعت کے گیارہ حصّے کسی عالم سے پڑھ لو اور اس سے لکھوالاؤ کہ تم نے پڑھ لیا ہے۔

احسن المدارس کے ناظمِ اعلیٰ کی آمد

زمانۂ علالت میں کانپور کے آپ کے مدرسہ جامعۂ عربیہ احسن المدارس کے ناظم اعلیٰ سلامت اللہ قریشی صاحب آئے آپ اُن کو دیکھ کر مل کر بہت خوش ہوئے۔ اُنہوں نے سلسلہ میں داخل ہونے کی گزارش کی مسکراتے ہوئے فرمایا، ہاں تمہارا بھی حق ہے یہ کہہ کر اُن کو پیران طریقت کے سلسلہ میں داخل فرمالیا، شجرہ شریف پر اُن کا نام لکھ کر اُن کو عطاء فرمایا۔

خواجہ سید محمد اکبر چشتی کی آمد

ان کے جانے کے بعد حضور قبلہ گاہی کے قدیم شاگرد اور درویش عالم حضرت مولانا خواجہ سید محمد اکبر صاحب مودودی چشتی نظامی حافظی سجادہ نشیں آستانۂ عالیہ صمدیہ پھپھوند شریف ضلع اٹاوہ عیادت اور مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے حضور قبلہ گاہی اُن کو دیکھ کر مسرور ہوئے، ۴، ۵ دن ان کی آمد سے پہلے ان کا اور ان کے بزرگوں کا ذکر خیر حضرت مولانا سید الزماں صاحب سے فرماتے رہے، ان سے طے ہوا کہ دہلی میں حضور قبلہ گاہی کا علاج کرایا جائے، اُن سے فرمایا دہلی میں آپ ساتھ رہیں گے انہوں نے عرض کیا ضرور حاضر رہوں گا۔

معالجہ کے لیے دہلی کا سفر

جناب سجادہ نشین واپس گھر گیے تو سانڈ والے باباجی شاہ امام علی صاحب حاضر خدمت ہوئے، یہ قدیم خدّام میں تھے حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے خاص الطاف وعنایات کے مورد تھے، اُن سے فرمایا آپ بھی دہلی میں ساتھ رہیں گے وہ چند دن حاضر رہ کر واپس ہوئے، اُسی زمانہ میں ایک دن معروف خادم دین عالم ومبلغ مولانا الحاج مفتی محمد عبدالحلیم اشرفی رضوی مظفر پوری مقیم ناگپور عیادت مزاج کے

لیے حاضر ہوئے، حضور قبلہ گاہی کی مرضی کے مطابق آسام میل میں دہلی کا ریزرویشن کرایا گیا دو ٹکٹ فرسٹ کلاس کے اور ایک ٹکٹ تھری ٹائر کا فرسٹ کلاس میں مسعود میاں ہمراہ بیٹھے، راقم الحروف تھری کلاس میں بیٹھا۔ ۵/دسمبر ۱۹۸۲ء کو سفر ہوا، اسٹیشن تک مشایعت کے لیے حضرت مولانا سید الزماں صاحب اور مولانا حکیم غلام محی الدین نظامی وغیرہ ساتھ آئے، گاڑی وقت پر کھلی لیکن آگے جا کر رکی تو پورا دن رکی رہی، سہ پہر کو دوسرے دن کانپور کا اسٹیشن آیا، یہاں ہزاروں کا مجمع دیدار کے لیے بے تاب تھا، سب نے زیارت کی، باباجی شاہ صاحب کانپور سے ساتھ ہوگیے، اور میرے ساتھ بیٹھے پھپھوند کے اسٹیشن پر آستانہ عالیہ صمدیہ کے متوسلین موجود تھے، ٹرین رکی تو سب دوڑے، انہیں میں مجلس ندوۃ العلماء کے ارکان کے مکائد و مفاسد کے اصلاح طلبوں کی جماعت، مجلسِ علمائے اہل سُنّت کے ناظمِ عمومی عارف باللہ مولانا حکیم مومن سجّادہ صاحب کے پوتے جناب حکیم ضیاء السجّاد عرف حکیم سجن بھی تھے، جب تک ٹرین رکی رہی، سب حاضر رہے، اس وقت تک راقم اور شاہ صاحب حضور قبلہ گاہی کے پاس تھے، جب ٹرین چلی کانپور اسٹیشن کے بعد گفتگو کے دوران شاہ صاحب نے کچھوچھا مقدسہ میں مجلس سماع میں سنا ہوا کلام سنایا، خود بھی محظوظ تھے، راقم الحروف کو بھی محظوظ کیا، میں نے حضور قبلہ گاہی کے روبرو شاہ صاحب سے کہا، ہاں سنائیے وہ رکے اور ڈرے لیکن میرے اصرار پر انہوں نے سنایا، ہم سب نے سنا، حضور قبلہ گاہی نے بھی سنا اور خاموش رہے۔

جوار حضرت محبوب الٰہی میں قیام

گاڑی کی رفتار بہت سست تھی دس بجے شب کو ٹرین دہلی پہنچی حضرت مولانا خواجہ سید محمد اکبر صاحب اپنی جماعت کے ساتھ موجود تھے، اطمینان کے ساتھ باہر لاکر گاڑی میں بٹھایا، گاڑی سیدی مولائی سلطان المشائخ حضرت خواجہ سید نظام الدین محمد بخاری محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے آستانہ مقدس پر پہنچی، حضور قبلہ گاہی نے خواہش ظاہر فرمائی کہ پہلے دربار میں حاضری دے لوں اور زیارت کرلوں تو مقام قیام پر چلوں، آہستہ آہستہ حاضرِ دربار ہوئے چوکھٹ کو بوسہ دیا، روضہ کے دروازہ سے ہاتھ مس کیا چہرہ پر پھیرا، فاتحہ پیش

کیا کافی دیر کے بعد رخصت ہوئے۔ چوکھٹ سے ہاتھ مس کیا چہرے پر پھیرا، الٹے قدم واپس ہوئے۔

حضرت خواجہ سید اسلام الدین نظامی امام جامع مسجد درگاہ معلیٰ بھی آ گیے تھے، اُنہیں کے مہمان خانہ میں قیام تجویز ہوا تھا، مشرقی حجرہ میں قیام ہوا، شاہ صاحب مسعود میاں اُسی میں رہے، حضرت مولانا خواجہ سید محمد اکبر صاحب اور اُن کے خادم حافظ احمد رسول چشتی اور راقم الحروف بہت قریب کے حجرہ میں مقیم ہوئے۔

مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی اور مولانا سید اسرار الحق کی آمد

صبح کو راقم الحروف حضور قبلہ گاہی کے پیر و مرشد کے پیر زادے اور برادر زادے حضرت مولانا سید شاہ مظفر حسین کچھوچھوی ممبر پارلیامنٹ کے پاس گیا اور اُن کو صورتِ حال سے آگاہ کیا ان کے بعد قائد ملت مولانا سید سرار الحق صاحب ممبر راجیہ سبھا کے پاس پہنچا اور اُن سے علالت کا حال کہا، وہاں سے ذاکر نگر پروفیسر صغیر احمد صاحب انجینیر ولبھ بھائی ٹکنیکل کالج کے وائس پرنسپل کے پاس گیا اُن کو خبر کیا، واپس ہوا تو درگاہ معلّٰی میں مولانا خواجہ غلام آسی پیا مل گیے، ان کو تشریف آوری کا حال بتایا، وہ فوراً ساتھ ہو گیے، حاضر خدمت ہوئے، اُن کو حضور قبلہ گاہی نے دیکھا بہت خوش ہوئے آسی پیا دیر تک بیٹھے رہے، سہ پہر کو قائد ملّت مولانا سید اسرار الحق صاحب پہنچے اور فوراً رخصت ہو کر آل انڈیا میڈیکل انسٹیٹوٹ گیے وہاں انتظام کر کے واپس آئے اور چلنے کے لیے کہا، راقم الحروف شاہ صاحب حضرت مولانا سید محمد اکبر صاحب ساتھ گیے مولانا اسرار الحق صاحب ماہر ڈاکٹروں کو بلا لائے، انہوں نے توجہ سے دیکھا نسخہ لکھا، بھرتی کے بارے میں ڈاکٹروں نے کہا اس کی خاص ضرورت نہیں ہے، وہاں سے واپس ہوئے تو عشاء بعد حضرت مولانا سید مظفر حسین صاحب قبلہ تشریف لائے تو مزاج پُرسی کے بعد کہا کہ ایک ماہر ڈاکٹر سے بات کر کے آیا ہوں ساتھ چلیں اور اُن کو دکھلا دیں، بندہ نے مولانا سید اسرار الحق صاحب کے آنے اور ڈاکٹر کے یہاں لے جا کر دکھانے کی بات کہی انہوں نے فرمایا دکھانے میں کیا حرج ہے۔

دواخانہ میں

چنانچہ ڈاکٹر کے یہاں لے گیے، ہم سب بھی ساتھ گیے، اس نے دیکھا میڈیکل انسٹیٹوٹ کے ڈاکٹر کا نسخہ دیکھا تو اس میں تھوڑی ترمیم کردی دوا شروع ہوئی مثانہ میں چربی کا مادہ بڑھ گیا تھا، حضرت مولانا سید مظفر حسین صاحب نے مشنری شفاخانہ کے ڈاکٹر سے بھی بات کی اس نے لاکر دکھانے کی رائے دی، اس کی تجویز ہوئی کہ شفاخانہ میں داخل کردیا جائے، چنانچہ دوسرے دن شفاخانہ میں داخل کر دیئے گیے، شاہ صاحب اور مسعود میاں ساتھ رہے اور راقم علاج کی سہولتوں کے بارے میں لوگوں سے ملتا رہا۔ قریب دوپہر درگاہ معلّٰی سے چل کر شفاخانہ پہنچتا دیر رات کو درگاہ معلّٰی واپس آتا۔ دربدر پھرنے کی مشقت اور کلفت کو ملاحظہ فرماتے، تو ایک دن بڑی حسرت اور لجاجت بھرے لہجے میں چہرہ پر نظر کر کے فرمایا: میری وجہ سے تم کو بہت تکلیف اُٹھانی پڑ رہی ہے، عرض کیا آپ کے الطاف وعنایات کے سامنے میرا مارا مارا پھرنا کچھ بھی نہیں ہے اور پانچ سو روپے عطاء فرمائے اور فرمایا اس کو رکھو تمہارا بہت خرچ ہوتا ہے۔ چند دن بعد مشنری دواخانہ کے ڈاکٹر نے کہا اُن کو لے جائیے دوا جاری رکھیے ضروری ہو تو ایک ماہ بعد جنوری میں آپریشن کے لیے سوچا جائے گا۔

حضرت ازہری میاں کی آمد

حضور قبلہ گاہی نے ڈاکٹر کا مشورہ سنا فرمایا، حضرت محبوب الٰہی اپنے مہینہ میں اور ڈاکٹر اپنے مہینے میں چاہتے ہیں، ہسپتال سے رخصت ہو کر جوارِ درگاہ معلّٰی میں آئے اور اُسی حجرہ میں ٹھہرے جس میں قیام تھا، اس بار ایک دن ظہر کے بعد حضرت مولانا اختر رضا خاں ازہری میاں دامت برکاتہم دہلی آئے اور خبر ملی تو عبادت کے لیے پہنچے، انہوں نے سلام کیا آپ نے جواب کے بعد مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا اور ان کی دست بوسی کی، انہوں نے بھی دست بوسی کی پھر دیکھا گیا کہ حضور قبلہ گاہی نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھا، اپنی آنکھوں پر رکھا یہ نسبتوں کا احترام تھا، آپ اُن کے دادا جان سیدی عارف

باللہ حضرت حجۃ الاسلام شیخ الانام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں فاضل بریلوی کے الطاف وعنایات کے خاص مورد تھے، مولانا ازہری زمین پر بیٹھنے لگے تو ہاتھ پکڑ کر چارپائی پر بٹھایا۔ جب تک وہ تشریف فرما رہے عنایتوں سے لبریز گفتگو فرماتے رہے۔

پروفیسر حاجی صغیر احمد صاحب جائسی بھی مطلع ہو کر حاضر ہوئے، گھنٹا بھر بعد طالب رخصت ہوئے تو فرمایا آپ کے نانا اور دادا تو ہمارے پاس بیٹھنے سے گھبراتے نہیں تھے، حضور قبلہ گاہی جائس شریف میں قیام فرماتے تھے تو ان کے نانا دادا دونوں مستقل حاضر باش تھے یہ بات اسی کی طرف اشارہ تھی، وہ اجازت کر کے تھوڑی دیر کے لیے اپنے مسکن ذاکر نگر گیے اپنی ہمشیرہ محترمہ سے حضور قبلہ گاہی کی بات نقل کی، ان پر سن کر خاص اثر ہوا اور کہا کالج میں رخصت کی درخواست بھیجدو اور پاس میں جا کر بیٹھو، ایسا موقع اور ایسی محبت وشفقت کرنے والا اُن کے بعد دوسرا نہ ملے گا۔

گجراتی اہلِ اخلاص کی آمد

گجرات کے مخلص خادم مولوی شہاب الدین ویجاپور والے آگیے اُن کے ہمراہ اور دیگر اہل اخلاص بھی تھے، اُن کو دیکھ کر خوشی ظاہر فرمائی، محبت وارادت کے پیکر حاجی محمد عثمان مرزا قصبہ مانسا کو اطلاع ملی وہ چل پڑے، کانپور پہنچ کر یہاں سے چل کر شب میں درِ دولت پر حاضر ہوئے یہاں آ کر معلوم ہوا کہ حضور علاج کے لیے دہلی میں بارگاہ حضرت محبوب رضی اللہ عنہ کے جوار میں مقیم ہیں۔ حاجی صاحب صبح سویرے، دہلی کے لیے چل پڑے، حاضر خدمت ہوئے، اہلِ اخلاص میں جو بھی حاضر ہوتا اس کو دیکھ کر خوش ہوتے حاجی صاحب کے بھائی مرزا محمد اکبر بیگ بہت دنوں سے حاضر تھے، ۴ جنوری کو ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق شفاء خانہ میں داخل کرائے گیے، علاج شروع ہوا، اسی زمانے میں مولانا حاجی قمر الدین کانٹھوی گجرات سے آئے، حضور قبلہ گاہی ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

چہرہ کی نضارت

فشار الدم اور ذیابیطیس کا خاتمہ ہوگیا تھا جسم پر کے لباس ڈھیلے ڈھالے ہوگیے تھے، پر گوشت

اور توانا بدن گھٹ گیا تھا لیکن چہرہ پر بارش انوار کی چمک فزوں ترتھی، اس حال کو دیکھ کر راقم الحروف نے وفور بہجت میں ایک دن کہا کہ اس علالت اور ناطاقتی اور ناتوانی کے باوجود چہرہ پر تو اس کا ذرا بھی اثر نہیں ہے، اس کو سن کرنا گواری کے لہجے میں فرمایا، ہمارا جسم بیمار ہے، نہ کہ صورت۔ جیسے جیسے علالت بڑھتی جاتی تھی، اندر کی تابش بڑھتی جاتی تھی ؎

شعائیں ہوئیں، میرے چہرہ سے پیدا ترے رخ کو شمس الضحیٰ کہتے تھے

شفاء خانہ میں نماز کی جماعت

جوارِ حضرتِ محبوبِ پاک سے راقم الحروف دس گیارہ بجے دن کو ۱۵ میل کا سفر طے کر کے شفاء خانہ حاضر ہوتا اور عشاء بعد واپس ہوتا، اسی درمیان میں ظہر وعصر و اور مغرب وعشاء کی نمازیں ادا کیں جاتیں، جب راقم الحروف حاضر رہتا پلنگ سے اتر کر جماعت سے نماز ادا کرتے سنن ونوافل سب کھڑے ہو کر بغیر کسی کی مدد سے ادا کرتے تسبیح تو مستقل ہاتھ میں رہتی اس زمانے میں سر کے بال بڑے ہوگیے تھے، اس کا ذکر آیا راقم الحروف نے عرض کیا آپ اچھے ہو جائیں تو وہاں چل کر بال ترشوائیں، فرمایا ہاں میری بھی یہی نیت ہے اور خوشی ظاہری کی بعد میں حاضر افراد نے فقیر سے معلوم کیا اس کو ہم لوگ بالکل نہ سمجھے عرض کیا حج وزیارت کے سفر سعادت کی طرف اشارہ تھا۔

یوم الرَّحیل

دوشنبہ ۱۷ جنوری کو گیارہ بجے دن کو آپریشن کے بعد بخیر واپس آئے سب خوش ہوئے شکر بجا لائے، صدقات دیئے گیے، کھانسی متواتر آرہی تھی، جس کی وجہ سے سینے پر بلغم جم گیا تھا، دس بجے رات سے کچھ الجھن کے آثار ظاہر ہوئے، منہ دھلانے کے لیے فرمایا اور پاؤں بھی دھلانے کے لیے فرمایا، تقریباً بارہ بجے رات کے بعد بار بار داڑھی پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا اور، بہت ہی بلند آواز سے درود شریف اللّٰھم صلِّ علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آل سیدنا محمد وعلی آله واصحابه وازواجه ذرّیاته واهل بیته اجمعین وبارك وسلم کا شغل جاری کر دیا، صبح تک یہ عمل جاری رہا، صبح کو

ڈاکٹر آیا اس نے ایمرجنسی میں داخل کرایا، منگل کا دن پورا گزرا، اب بدھ کا دن آیا، ڈاکٹر نے بتایا نمونیہ کا اثر ہوگیا ہے، آخر وہ وقت بھی آ پہنچا جب آپ کے نفس مطمئنہ نے صدائے ارجعی سُنی اور آپ کی روح نے اس کو لبیک کہا، چہرہ پر مسکراہٹ پھیلی اور جوارِ قدس میں جا ملے،

صورتِ بے صورتی آمد بروں

باز شد انا الیہ راجعوں

وقت آخر پانس انفاس صاف صاف سنائی دینے لگا، سفر آخرت کے وقت بھی ہم دونوں بھائی حاضر خدمت تھے، دو تین منٹ پہلے راقم الحروف نے اپنے منھ سے برادر عزیز مسعود میاں سلمہ وحفظہ کا منہ ملا کر عرض کیا ہم محمود اور مسعود ہیں پہچانتے ہیں، گردن ہلا کر جواب دیا، سانس اور انگلیاں گردش میں تھیں وصال کے فوراً بعد گردن سمت قبلہ کی طرف از خود مڑ گئی اور انگوٹھا کلمہ کی انگلی کی آخری پور پر مستقیم ہوگیا،

حضور قبلہ گاہی دین پناہی قدس سرہ ابتدا ۱۱رجون ۱۹۸۲ء میں علیل ہوئے اور یہ سلسلہ ۱۹ جنوری ۱۹۸۳ء تک جاری رہا ان ایام میں بارہا فرمایا کہ ہمارے لیے منگل بدھ ہے جب شفاخانہ میں داخل کیے گیے اس وقت بھی منگل بدھ فرمایا حضور قبلہ گاہی نے حضرت سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی رضی اللہ عنہ کا مہینہ پایا تو دن بھی پایا، حضور قبلہ گاہی نے وصال سے دو دن پہلے راقم الحروف سے بہ تاکید فرمایا:

"جمعرات کے دن شام کی ٹرین سے ریزویشن کرالو، رکیں گے نہیں چلے چلیں گے"

ایک مبارک پر بشارت خواب

شفاخانہ کے بقایاجات کی دائیگی کے بعد ہم لوگ حضرت خواجہ اسلام الدین نظامی امام مسجد محبوبی کے مہمان خانہ میں آپ کو لے کر آئے، امام صاحب کی خواہش تغسیل وتکفین کی ہوئی، چنانچہ ان کے اہتمام میں غسل وکفن ہوا، پہلے حج وزیارت کا کفن ہمیشہ سفر وحضر میں بکس میں ساتھ رہتا تھا اس

میں مکفون ہوئے، خواجہ سید اسلام الدین نظامی نماز فجر کے بعد فوراً آئے اور اپنا خواب سنایا کہ:

"میں نے دیکھا کہ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین اولیاء کے مزار مقدس کا طواف کر رہے ہیں اور نورانی صورت حاضرین اپنی انگلیوں کے اشاروں کے ساتھ ایک دوسرے کو بتا رہے ہیں کہ یہ اللہ کے ولی ہیں اس آخری جملہ کے ساتھ میری آنکھ کھل گئی، اِدھر درگاہ شریف کی مسجد میں فجر کی اذان ایمان افروز آواز شروع ہوگئی"۔

قربِ سلطان المشائخ میں تدفین کی پیشکش

حضرت خواجہ سید اسلام الدین نظامی اس منظر کی دید کے بعد بے حد متاثر ہوئے، راقم الحروف سے بے حد اصرار کیا کہ میری ذاتی ملکیت کی زمین حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ کے سرہانے چالیس فٹ چوڑی اور ساٹھ فٹ لمبی ہے، حضرت مفتی اعظم کو یہاں لٹائیے، میں آج ہی اس کی رجسٹری آپ کے نام کر کے حوالہ کر دیتا ہوں، راقم الحروف کے دماغ میں حضور قبلۂ جسم و جان، کعبۂ دین و ایمان کی بارہا کی فرمائی ہوئی ہدایت محفوظ تھی وہ انہیں بتادی پھر بھی وہ مُصر رہے، ہمارے ہمراہی بھی اُنہیں کی رائے کے مؤید تھے، لیکن ہمارے نزدیک بے شمار دینی و دنیاوی فوائد کے باوجود ہدایت، حکم و امر کی حد تک تھی، اس تعمیل لازم جانی اور آپ کو وطن لانے کی تیاری شروع کردی۔

گجرات اور آل انڈیا ریڈیو کا اعلانِ وصال

مولانا سید اسرار الحق صاحب آگئے انہوں نے پہلا کام حضور قبلہ گاہی کے وصال کی عام اطلاع کا بذریعہ آل انڈیا ریڈیو دہلی سے کیا مرتب پروگرام میں ترمیم کرا کے اعلان کرایا، جو اسی شب میں ساڑھے سات بجے کی خبر میں عام ہوا، مولانا خادم رسول گیاوی نے کہا تھا میں نے خبروں کو سننے کے لیے اسی دن ریڈیو خریدا تھا، پہلی خبر حضرت امین شریعت مفتی اعظم صاحب کے وصال کی سُنی، اگر ریڈیو نہ خریدا ہوتا اور

ریڈیو نہ سنا ہوتا تو بعد میں اطلاع ملتی، روپے وصول ہو گیے، مولانا حاجی قمر الدین رفاقتی کانٹھا شریف نے احمد آباد ریڈیو سے اعلان کرایا۔

وطن کو واپسی

مولانا سید اسرار الحق صاحب نے پٹنہ کے لیے آسام میل کے دو ڈبے جنرل مینیجر ریلوے سے کہہ کر معمولی رقم پر ریزرو کروایا، جب ہم خدّام آپ کو لے کر روانہ ہوئے، راستہ میں گاڑی خراب ہو گئی، ایک خالی گاڑی والے نے برضا و رغبت نئی دلّی اسٹیشن پر لے جا کر پہنچایا، راستہ میں تاخیر ہونے کی وجہ سے ڈیڑھ گھنٹا انتظار کر کے اسٹیشن ماسٹر نے آسام میل کو روانہ کر دیا لیکن مولانا سید اسرار الحق صاحب کی توجہ سے ڈیلکس اکسپریس میں دو ڈبے ریزرو ہو گیے، صرف ۵۵ روپے خانہ پوری کے لگے، مولوی شہاب الدین صاحب مولانا سید محمد اکبر میاں شاہ صاحب و دیگر لوگ اور ہم دونوں بھائی حضور قبلہ گاہی کو لے کر ساڑھے چار بجے شام کو ڈیلکس اکسپریس سے روانہ ہوئے، مولانا سید اسرار الحق صاحب نے بے تاب ہو کر راقم الحروف سے معانقہ کیا اور رو رو کر وداع کیا، جب ۵ بجے شام کو ٹرین روانہ ہوئی اس وقت، اُس ہدایت کی طرف ذہن گیا جب دو دن پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ ''جمعرات کے دن شام کی ٹرین سے ریزرویشن کرا لو رکیں گے نہیں، چلے چلیں گے''۔ اسی تاخیر و روانگی کی طرف اشارہ تھا۔

کانپور اسٹیشن پر لاکھوں کا ہجوم

ٹرین روانہ ہو کر ساڑھے آٹھ بجے شب کو کانپور پہنچی، مولانا اسحاق علمی سیاست اخبار کانپور نے وصال کی اطلاع چوکھٹ میں پہلے صفحہ پر شائع کی اس سے، اطلاع پا کر لاکھوں کا مجمع اسٹیشن کے اندر اور باہر موجود تھا زبردست نعرہائے تکبیر و رسالت اور مفتی اعظم کا نعرہ بلند ہوا علماء اخیار اور عمائد دین اور اہل اخلاص نے آخری دیدار کی خواہش کی، راقم الحروف نے ان کی خواہش کا احترام کیا اور آخری دیدار کا موقع دیدیا ٹرین کے رکنے کا وقفہ صرف ۵ منٹ تھا لیکن اسٹیشن ماسٹر نے ۱۵ منٹ کر دیا، اشک بار آنکھوں

سے اکثر نے دیدار کا شرف حاصل کیا اس میں دیر لگی، بوگی کے پاس بھیڑ بہت ہوگئی، گارڈ نے التجاء کر کے ہجوم کو الگ گیا، ۱۵ منٹ کے بجائے ۲۵ منٹ پر ٹرین چل پڑی، اگلی منزل مغل سرائے تھی، اس کے بعد پٹنہ جنکشن تھا لیکن یہاں کوئی موجود نہ تھا کیونکہ پٹنہ میں کسی کو اطلاع نہیں پہنچائی گئی تھی، اسٹیشن پر حضور قبلہ گاہی کو اتارا گیا، بندہ سیدھا ادارہ شرعیہ، پٹنہ، سلطان گنج پہنچا، حاجی منّے میاں رضوی بریلوی سے بھی ملا، وہ ساتھ ہو گیے، ادارہ شرعیہ سے صرف مفتی عبدالواجد رضوی جنکشن آئے، ادارہ شرعیہ پٹنہ کے ارکان وموجودین کے اس سلوک سے راقم الحروف متاثر ہوا، ایمبولینس گاڑی کے ساتھ دو گاڑیاں اور کرلی گئیں، اسٹیشن پہنچ کر بصد ہزارہا احترام تابوت کو کاندھے پر باہر لائے اور چل پڑے ۴ بجے شام کو وطن کی سرزمین پر پہنچے، یہاں گزشتہ شام ہی کو حضرت مولانا سید محمد اصغر میاں پھپھوند شریف اپنے مخلصین کے ساتھ موجود تھے۔ مولانا سید الزماں صاحب اور عزیزی مولانا سید کلیم اشرف جائسی سلمہ اور متوسلان جائس شریف حاضر تھے، مولانا المفتی محمد مطیع الرحمن صاحب رضوی مہیش استھانوی بھی موجود تھے، انہوں نے خبر پائی وصال پُر ملال کی اطلاع کے ساتھ بذریعہ لاؤڈ اسپیکر سنیچر کی صبح نو بجے نماز جنازہ اور تدفین کا اعلان عام کروایا تھا، یہ بات انہیں سے فقیر کو معلوم ہوئی۔ عام اعلان کے مطابق نماز جنازہ میں شرکت کے لیے اہل سنت کے افراد کی آمد ہونے لگی، لیکن اعلان ونفیر کے بغیر تدفین تو شب میں ہو چکی تھی۔

جمعہ دو کی راتیں

برسوں پہلے وطن میں ایک جمعہ کو فقیر اذان عصر پکارنے کے لیے مسجد شریف جارہا تھا آواز دی محمود حاضر ہوا تو بغیر کسی تمہید کے فرمایا:

"آج جو شب آئے گی، وہ بھی جمعہ کی ہوگی"

ہر دن کی ایک رات ہوتی ہے جمعہ کی دو راتیں ہیں، فقیر حضور قبلہ جسم وجان کعبۂ دین و ایمان کی اشارت، عبارت، وضاحت کا خاصا فہم رکھتا ہے اور مزاج داں ہے، حضور قبلہ گاہی کے کلمات کو سن

کر اس شب میں مدفونین کی مغفرت کی بشارت کی طرف ذہن متوجہ ہوگیا، اس وقت حضور قبلہ گاہی کے ارشاد کریمہ کی تعمیل کا شدت سے احساس و خیال ہوا، اس پر استقامت ہو کر اس کی تعمیل کی طرف متوجہ ہوگیا، اہل اخلاص نے بعد مغرب کی طرف متوجہ کیا، بعض نافہم جلسے جلوس کے مولویوں نے اس شب میں جلسوں میں شریک ہونے کا عزم ظاہر کیا، مقصد یہ کہ مغرب بعد جنازہ کی نماز ہوجائے، ہمشیرہ کلانی کو بے وقت اطلاع ملی ان کو آنے میں دیر لگی وہ مغرب کے قریب آئیں، لہٰذا بعد نماز عشاء نماز جنازہ کا اعلان کرادیا بعد کے اقامتی حجرہ میں حضور قبلہ گاہی کو ان کے استراحت کے پلنگ پر رکھا گیا اور زیارت عام کے لیے دروازہ کھولا گیا، سبحان اللہ چہرہ مبارک پر فضل رب کی کیا نضارت تھی، حضرت مولانا سیدالزماں صاحب نے دیدار کیا تو کہا فی وجوھھم نضرۃ النعیم کی کیا ہی جلوہ باری ہے، اس میں تاریخ وصال پر غور کیا جائے، بارش انوار اور تبسم آمیز لب پر بھی زائرین کی نظر جاتی، ان دونوں کا بہت ذکرو چرچا رہا، حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کی اقدار دینی کی پاسداری کا یہ فیضان تھا، کہ اخلاف اولاد و ذریات کی آنکھوں سے اگرچہ آنسوؤں کے دریا بہہ رہے تھے، مگر آپ کی سکینت کا یہ اثر تھا، کہ گریہ و نوحہ کا دور دور کوئی پتا نہ تھا، پھر وہ وقت بھی آیا جب جنازہ آخری سفر کے لیے روانہ ہوا، گھر والوں نے آپ کے قدموں کو آخری بار چوما، آنکھوں سے لگایا، آخری دیدار کیا۔

آخری سفر جلوسِ جنازہ مبارکہ اور تدفین

سرو سیمنا، بصحرامی روی — سخت بے رحمی کہ بے ما، می روی

اے تماشا گاہ عالم، روئے تو — تو کجا بہر تماشا، می روی

دیدۂ سعدی، و دل ہمراہ تست — تانہ پنداری کہ تنہا، می روی

نماز عشاء کے بعد بصد ہزار احترام و اکرام کے ساتھ بادیدۂ گریاں جنازہ کا تابوت اٹھا، صلوۃ و سلام اور ذکر کلمۃ التوحید کے ساتھ کاندھے دینے والوں کا مجمع روانہ ہو کر دارالعلوم حضرت امین شریعت

کے وسیع میدان میں پہنچا، صف بندی ہوئی راقم الحروف نے بحیثیتِ امام قائم اور بحیثیت آپ کے مقررہ کردہ دینی کاموں کی صدارت اور بحیثیت ولی، ہمیشہ کی طرح، نماز جنازہ بھی پڑھائی پھر وہاں سے رات گیے بہر ودیعت اس مقام پر لائے گیے، جو آپ کا دیوان خانہ اور مقام استراحت اور مقام ارشاد رہا جس کے بارے میں آپ نے بارہا فقیر سے فرمایا تھا "ہماری جگہ یہ ہے، ہماری وجہ سے مسجد آباد ہوگی"، لحد مبارک میں وہ تمام تبرکاتِ مدینۃ المنورہ رکھا جو فقیر سفر حج وزیارت کی سعادت کے وقت اپنے ہمراہ لایا تھا جس میں خاص روضۂ منورہ اور مسجد نبوی شریف کی خاک پاک تھی اس طرح خاک طیبہ آپ کا مدفن بنا۔ صالحین زمانہ جناب شاہ صاحب باباجی اور پیرزادہ خواجگان چشت اہلِ بہشت مولانا سید محمد اصغر میاں مودودی چشتی پھپھوند شریف ضلع اٹاوہ یوپی مولانا محمد شفیع اعظمی علیہ الرحمہ ناظمِ اعلیٰ جامعۂ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ قبر مبارک میں اترے اور ۹ بج کر ۳۵ منٹ پر اس نعمت الٰہیہ کو ذکر کلمۃ التوحید کے ساتھ سپردِ رحمتِ رحمٰن کیا تلاوت وذکر اور شجرہ مبارکہ پڑھ کر فاتحہ پڑھی گئی اور آنسوؤں سے لبریز ماحول میں تقریباً ایک گھنٹا تک کلمۃ التوحید کا شدّ ومد کے ساتھ ذکر پاک ہوتا رہا۔

دور ونزدیک کے افراد واشخاص اپنے اپنے مکانوں کو گیے مہمان خواص تربتِ مبارک کے مواجہ میں خاموش ذکر وفکر کے لیے بیٹھے، دیر گئی رات تربت کو چوم کر مہمان خانہ میں آئے حضرت مولانا خواجہ سید محمد اکبر میاں اور حضرت مولانا سید محمد اصغر میاں نے شاہ صاحب باباجی سے فرمایا، چونکہ آپ خصوصی خادم ہیں اس سفر میں بھی آپ حاضر خدمت رہے، حضرت قبلہ کو آپ سے خاص اُنس ہے آپ تربت کے پاس حاضر رہیں، انہوں نے اس کی تعمیل کی حاضر رہے۔

ایک آواز

ان پر غنودگی طاری ہوگئی، "شاہ صاحب" کے پکارنے کی آواز سن کر متوجہ ہوئے وہ آواز حضور قبلہ گاہی کی تھی، جو اسی وقت انہوں نے آکر بتائی۔

سوالِ قبر سے محفوظ رکھا

حضور پُرنور قبلہ گاہی کے وصال کی تیسری شب راقم الحروف زیارت سے مشرف ہوا دیکھا جسم سے بھی تندرست، چہرہ پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اسی وقت صاحب لولاک ﷺ کا وہ مبارک ارشاد دماغ میں گونجنے لگا، جو سوال قبر سے رستگاری کے بارے میں زبان مبارک سے ادا ہوا تھا۔

فقیر نے متوجہ دیکھ کر عرض کیا، آپ کے ساتھ آپ کے رب نے کیا معاملہ فرمایا، جواباً فرمایا مولیٰ تعالیٰ نے اپنے کرم سے سوالِ قبر سے محفوظ رکھا۔

قبر پر روشنی

تاریخیں اندھیری راتوں کی تھیں لیکن تربتِ مبارک کے گرد اُجالا رہتا اور حاضر افراد صاف دکھائی پڑتے تھے۔

مجلسِ سیوم اور عرس چہلُم

تدفین کے بعد اوقاتِ مکروہیہ کے سوا، اہلِ اخلاص وارفتگان شب و روز ذکر اور تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول رہتے، حضرت مولانا سید محمد اکبر چشتی اور حضرت مولانا سید محمد اصغر چشتی اور مولانا شہاب الدین ویجاپوری وغیرہم کے مشورہ سے معمولاتِ سوادِ اعظم اہل سُنّت و جماعت کے مطابق چہلم شریف کی تقریبِ خیر و برکت کی تاریخیں مقرر ہوئیں اور محفل سیوم کے انصرام کا انتظام مرتب ہوا، محفل سیوم کے بعد تمام حضرات واپس گیے، شاہ صاحب اور دیگر چند اہلِ اخلاص جانے پر راضی نہ ہوئے، انہیں حضوری شیخ سے جدائی گوارا نہ ہوئی، محفل چہلم شریف کی تقریب میں مذکور دونوں برادرانِ بزرگ نے خاص حصہ لیا۔

علامہ ارشد القادری کا بے پایاں اخلاص اور انتظام

حضور قبلہ گاہی نے وصال فرمایا، اس وقت مبلغ اسلام علامہ ارشد القادری امریکہ میں تھے، وہاں سے ان کا تعزیتی خط آیا، واپس آئے تو فوراً زیارت وتعزیت کے لیے حاضر ہوئے اور تقریب چہلم شریف میں کیسے کیسے کیا کیا ہونا ہے، اس کا نظام بنایا، اس کے مطابق عمل ہوا، ضلع مظفر پور حاجی پور، سیتامڑھی، دربھنگہ، پٹنہ، چھپرہ، گریڈیہہ، مدھوپور، آسنسول، سمستی پور کے علماء اہلِ سُنّت، عمائد اہل سنت، تلامذہ و مریدین نے کثیر تعداد میں شرکت کی، بریلی شریف کے حضرات جائس شریف، کانپور، جالون، جھانسی رانی پور، اوبرا مرزا پور، احمد آباد، ہمت نگر، چھالا گاندھی نگر، مانسا گاندھی نگر، کارنٹھا شریف کے مخلصین جامعۂ اشرفیہ مبارک پور کے سرپرست مولانا عبد الحفیظ صاحب اور مولانا توصیف رضا خاں بریلی شریف اور دیگر علماء نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی، شب کے اجلاس کا مبلغ اسلام علامہ ارشد القادری نے نظام سنبھالا اور اپنی بے پایاں عقیدوں کا خراج پیش کیا، لنگر کے نظم میں ویجا پور کے سادات کرام جناب سید کاظم حسین صاحب، جناب سید امداد حسین صاحب نے اپنی قوت و ہمت کا غیر معمولی مظاہرہ کیا، پچھوند شریف کے دونوں بزرگ بھائیوں مولانا سید محمد اکبر چشتی، مولانا سید محمد اصغر چشتی نے دلی شفقت سے حالات و انتظام پر توجہ مبذول رکھی، مجلس چہلم شریف خیر سے انجام کو پہنچا تین شبانہ یوم جلسۂ عاشقانہ مجوبانہ رہا۔ تاثراتی خراج عقیدت کی نظمیں بھی بہت کہی گئیں، سب کی یہاں گنجائش نہیں، مولانا شاہ محمد علاء الدین طالب القادری نے بہت ڈوب کر نظم لکھی تھی، ان کی محبت وعقیدت کے پیش نظر اس کو یہاں پر نقل کیا جاتا ہے۔

مَنقبت

در صنعت توشیخ

حضور امین شریعت علامہ شاہ محمد رفاقت حسین مفتی اعظم کانپور علیہ الرحمہ

رہنمائے اہلسنت پیشوائے اہل دیں	ر	رہبر راہ طریقت اور شریعت کے امین
فاضل دوراں فقیہہ با کمال و بے مثال	ف	فاتح میداں و فخر قوم وملت فخر دیں
آسمانِ علم وفن کا آفتاب و ماہتاب	ا	اعظم آخر کہ اس کے بعد اب کوئی نہیں
قافلہ سالار ملت پاسبان دین حق	ق	قہر بر جان وہابیت وغیظ المرتدین
تازگی بخش و بہار گلستان معرفت	ت	تاجدار اہلسنت صدر بزم اہل دین
حیدر کرار کے علم وشجاعت کا نشاں	ح	حق پرست وحق شعار وصاحب حق الیقیں
سر بلندی، سر براہی، سر پرستی آپ کی	س	سب کو یکساں تھی مسلم چہ کہیں و چہ مہیں
یادگار اشرفی و نازش امجد علی	ی	یعنی شیخ الوقت وسچا مفتی شرع متیں
ناز پروردہ حضور غوث وخواجہ نظام	ن	نائب خیر الوریٰ رخ مظہر نور یقیں

طالبؔ ناشاد کو روتا بلکتا چھوڑ کر

چل بسا وہ حق کا پیارا سوئے فردوس بریں

بسم اللہ الواحد الباقی

۱۴۰۳ھ

تواریخ وصال

حضور قبلہ گاہی قدس سرہ کے وصال پر بہت سے حضرات نے تاریخیں کہیں، قطعاتِ تاریخی لکھے تاریخی مادہ نکالے حضرت برہان الملۃ مولانا شاہ عبد الباقی برہان حق صاحب قبلہ قطب الوقت نے راقم کے نام خط لکھا، اس میں بہت سے تاریخی جملے، قرآن مجید اور احادیث سے متخرج فرما کر تحریر فرمائے ایک قطعۂ تاریخی عربی، فارسی اور اردو کے تحریر فرمائے، افسوس ہے کہ وہ کاغذات اور کتابوں میں کہیں مستور ہیں۔ حضرت مولانا خواجہ سید محمد اکبر چشتی نے تو بہت سے کثیر مادہائے تاریخی نکالے۔ جناب خواجہ سید محمد ولی، ولی چشتی نظامی فخری سلیمانی مصباحی آستانہ صمدیہ پھپھوند شریف ضلع اٹاوہ اتر پردیش نے قرآن پاک کی آیت کریمہ سے تاریخی جملہ نکالا مادہ اور قطعۂ تاریخی لکھ کر ارسال فرمایا:

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ○ هُوَ اَهْلُ الْمَغْفِرَة

۸۳ ۱۹ء ۳ ۰ ۱۴ھ

یک بیک چھائی گئی کیوں؟ یہ اُداسی سب پر — سوگوار آج فضا ہے، مچا کیسا ہے غُل

کس کے اُٹھنے سے ہے، سُنسان چمن اہلِ سُنت — وہ اُٹھا، جس کی رفاقت کا زمانے میں تھا غل

وہ غلامِ شہ جیلاں، وہ عبیدِ اشرف — صدرِ بزم علماء، نائب سردار رسل

شمعِ بزم علماء، امجدی گلزار کا پھول — آج مرجھا گیا، شمعِ شبستاں ہوئی گل

علم و عرفانِ وادب کا کوئی عالم نہ رہا — منطق و فلسفۂ وفقہ کا ہوا گویا کہ قُل

فکر تاریخ ولی کو ہوئی، ہاتف نے کہا

لکھ دے تاریخِ وصال ان کی، تو "عابد مغفور"

۱۴۰۳ھ

مغفور سن سال ولادت اور عابد مدت عمر، دونوں کا حاصل سن وسال وصل ووصال بنا، اس بندہ ناسزا پر بھی فضل رب ہوا، فیضانِ مصطفائی سے سنین ہجری وعیسوی میں تاریخی مادے بہت ہی خوب خیال وفکر میں آئے

"مولانا حاجی شاہ رفاقت حسین ابدال" قدس سرہ ۱۴۰۳ھ

"قطب العالم مولٰینا رفاقت حسین محبوبِ خدا" قدس سرہ ۱۹۸۳ء

تعمیرِ درگاہ شریف

حضور قبلہ گاہی کے وصال شریف سے پہلے چوتھی ذی قعدہ بروز منگل شب بدھ ۱۴۰۰ھ میں مشفقہ والدہ ماجدہ مغفورہ کی وفات ہوئی، اُنہیں چونکہ بخوبی علم تھا کہ حضور قبلہ گاہی نے موجودہ مقام اپنے لیے تجویز فرمایا ہے، چنانچہ اُنہوں نے بھی اپنی خواہش ظاہر کر دی کہ میں بھی وہیں رہوں گی، میں بھی مسجد شریف کی اذان کی آواز سنوں گی، چنانچہ اسی مقام پر وہ محو استراحت ہیں، ان کی تقریب چہلم شریف کے بعد، ہم دونوں بھائی اور دونوں بہنوں کی موجودگی میں حضور قبلہ گاہی نے راقم الحروف سے اپنے خاص انداز میں فرمایا:

"اچھا سنو! ہمارے تمام دینی کاموں کی صدارت تمہارے ذمّہ ہے اور یہاں تمہارے علاوہ اور ہے ہی کون ہے، دالان (دیوانہ خانہ) میں ہماری قبر رہے گی، باقی حصہ میں تلاوت وتعلیم قرآن پاک کا مدرسہ رہے گا"۔

مجلس سیوم کے بعد مولانا سید محمد اصغر چشتی صاحب نے جن کو تعمیرات کا خاص ذوق عطاء ہوا تھا، نظری نقشہ درگاہ معلّٰی کا بنایا اور چہلم شریف میں آئے تو نقشہ بنا کر لائے فقیر نے ان سے حضرت سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین اولیاء کے روضۂ منورہ کے طرز پر بنانے کے لیے کہا تھا۔

وبجاپور اتر گجرات کے اہلِ اخلاص سید کاظم حسین صاحب سید امداد حسین صاحب سید علمبر دار حسین

صاحب تعمیر روضہ مبارک کی تعمیر کے لیے متحرک ہوئے، قصبہ چھالا ضلع گاندھی نگر کے حاجی محمد یوسف رفاقتی حاجی سید انور علی رفاقتی نے ہمت دکھائی، آخر میں جناب صوفی احمد حسین امام خسرو شاہ رفاقتی نظامی اور عزیز گرامی محمد امین انجینئر سرگرم ہوئے اُن سے مرحوم حاجی عثمان مرزا رفاقتی دیوانہ شاہ مستان متولی جامع مسجد مانسا نے تعاون کیا، ۲۵ شعبان المعظم سن ۱۴۰۳ھ کو تعمیر روضہ کا کام شروع ہوا۔

خوشبو کی لہر

جس وقت تربت مبارک کے سرہانے کی طرف بنیاد تیار کی جارہی تھی، اس وقت سبحن اللہ خوشبو کی وہ لہر اور لپیٹ پھیلی جس سے پورا خطہ معطر و معنبر ہوگیا کام کرنے والے اور سبھی حاضرین و ناظرین متعجب و متحیر ہوئے اور ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی، اس کے بعد سے وقفہ وقفہ سے بھینی بھینی سوندھی خوشبو کی مسلسل لپٹ کا چلنا عام واقعہ ہوگیا، وہ خوشبو اب بھی جاری ہے فالحمد للہ علیٰ ذالك۔

تعمیر کا ابتدائی کام جناب شاہ امام علی شاہ باباجی باندا کی اہلیہ کی طرف سے اس ہدیہ سے ہوا، جو اس عفیفہ نے دوران علالت اپنے کانوں کا سونے کا زیور بطور نذر و علاج شاہ صاحب کے توسط سے بھیجا تھا۔ جس کے بارے میں حضور قبلہ گاہی نے شاہ صاحب سے فرمایا اس کو رکھو کام آئے گا، ان عفیفہ نے آغازِ تعمیر روضہ کے وقت پھر سے کہلا بھیجا کہ اس کو تعمیر میں لگا دیا جائے اس کے بعد اور کون سا وقت کام کا آئے گا اگر ایسا نہ ہوا تو میں سمجھوں گی کہ میں بندی دنیا و دین سے محروم ہوں، ان کی عرض و تمنا قبول ہوئی، ان کی التجاء کے پیش نظر بندہ کو بیچ کر ابتدائی تعمیری سامان منگوایا گیا، حاجی محمد سلیم رفاقتی جالونی مقیم اٹاوہ کے توسط سے گنبد کی تعمیر کے لیے کالپی شریف سے خاندانی راج مستری کو لایا گیا، انہوں نے گنبد تک کا کام مکمل کیا، اس کے بعد کام رک گیا اور چار برسوں تک کوئی کام نہیں ہوا۔ وجہ اس کی مفسدین کی فتنہ پروریاں تھیں لیکن بفضل رب تعالیٰ، کام پھر سے شروع ہوا اور فدائے مرشد خسرو شاہ نے پھر سے ہمت کی

اور کام شروع ہوا، اسی درمیان میں سید امداد حسین صاحب نے انتقال کیا کام شروع ہوا تو آٹھ برس کا وقفہ اور لگا، تب جا کر مکمل ہوا، ان آٹھ برسوں میں بے حد مشقت کا سامنا کرنا پڑا اور روکاوٹیں ہوئیں وجہ اس کی یہی تھی کہ کچھ لوگوں کو اچھا کام اچھا نہیں لگتا تھا وہ اپنے خیال میں اس کو روکنے اور اس میں رکاوٹ ڈالنے کے درپے ہوئے۔ غلط اور بے بنیاد افواہ پھیلانے کا کام بھی زوروں پر ہوا، ان لوگوں کو غم اور رنج و ملال تھا کہ ان کی شورش و فتنہ انگیزی کے باوجود روضہ و درگاہ شریف کی تعمیر کا کام بخیر اور تمناؤں کے مطابق تمام ہوا، فالحمد للہ علی ذلك جب تعمیر مکمل ہوئی تو فقیر کے ذہن میں تکمیل تعمیر کا یہ تاریخی مادہ آیا ۔

دائرۂ دولتِ محبوبِ خدا عالی

۱۴۱۴ھ

فاضل جلیل مولانا عبدالرحمن صاحب رفاقتی پرنسپل جامعہ سُنّیہ گریڈیہہ، جھارکھنڈ نے نظم لکھی اس کے چند اشعار یہ ہیں ۔

اللہ اللہ! عظمتِ معیارِ محبوبِ خدا	مصدرِ فیضان ہے، دربارِ محبوب خدا
صدرِ محشر کے سپاہی، حشر میں فرمائیں گے	اِن کو مت چھیڑو یہ ہیں مے خوارِ محبوب خدا
دور تک پھیلا ہوا ہے لشکرِ اہلِ وفا	حضرت محمود ہیں، سالارِ محبوب خدا
فیضِ اشرف ہے پنہاں فیضی کے اشعار میں	ہیں مضامین آئینہ بردارِ محبوب خدا

عُرسِ مُقدّس اور معمولات

قل شریف، مواعظ، جلوس وغلاف، لنگر

کاروبارِ ہستی کا الگ نظام اور مشاورت کی محفلیں الگ ہیں، انتظامِ ملکی کے لیے جشنِ جلوس اور رنگ نشینی ہے سرحدی حدود کی حفاظت کے لیے لشکر کا نظام ہے، اس کی طاقت کے مظاہرہ کے لیے فوجی مشقیوں کا معمول ہے، اہلِ مدارس دینی سالانہ جلسوں اور دستار بندیوں کے ذریعہ اپنی کارگزاریوں کا اظہار کرتے ہیں اور عامۂ اہل اسلام سے لسانی اور درہمی تعاون حاصل کرتے ہیں اور اگلے منصوبوں کی تحصیل و تکمیل کے لیے رواں دواں رہتے ہی اپنے اپنے حلقوں میں تحصیل تعاون کے لیے دروں اور دروازوں پر پھیرے لگاتے ہیں، ان میں اہل اخلاص اور وفا پیشہ بھی ہوتے ہیں اور اس سے عاری عاملین بھی ہوتے ہیں، جن کے پیشِ نظر صرف منفعت ہوتی ہے۔

سلاطین باطنی اہل اللہ کا بھی ایک نظام ہے اور اس نظام کا اثر قلوب میں نفوذ کرتا ہے، سمع وطاعت اور ذکر وفکر، رضائے مولیٰ کے لیے اِن کے یہاں بھی مجالس کا انعقاد ہوتا ہے، آنے والے زائرین، سالکین، کاسبین، شاغلین ہوتے ہیں حاضر ہونے والوں میں کثرت، دل و دیدہ فرش راہ کرنے والے اہل اللہ کی ہوتی ہے، عرس کی محفلوں کے منعقد کرنے والے بزرگوں کے پیشِ نظر ایک نظام کا نفاذ تھا عرس کی مجالس کے انعقاد سے ان کا مقصود ہوتا تھا کہ، جن کے نفوس کا تزکیہ کرکے تنویرِ قلبی سے سرفراز کیا گیا ہے۔ اس موقع پر حاضر ہونے والوں کا جائزہ لیں کہ دور دراز خطوں میں جا کر مقیم اُن فرستادوں نے دلوں کو کیسے جگمگایا ان کے انفاس کی برکتوں سے کتنے قلوب نے طہارت وتقدس کی نعمت پائی اور ابتلاء و جفا کے کٹھن مرحلوں سے کیسے گزرے۔

اللہ اللہ کرنے والوں کے قافلے در قافلے اور کارواں در کارواں، عرس کی مبارک محفلوں میں حاضر ہونے کے لیے چل پڑتے ہیں تو ان کا یہ اجتماع خود خیر و برکت کے نزول کا مہبط و مورد بن جاتا ہے۔

صالحین کی موجودگی قلب کو متاثر کرتی ہے، ان کو دیکھ کر بہتوں کے قلوب متاثر ہوتے ہیں اوران کو رحمت الٰہی کی کشش اپنی طرف جذب کرتی ہے اوراُن کو توبہ وانابت کی دولت سرمدی سے سرفراز کردیتی ہے، عرسوں کے مقدس اجتماع کی یہ پہلی برکت ہوتی ہے اگلی رحمت فناء وبقاء کی برستی ہے،

حضور قبلہ گاہی کا عرس کے متعلق ایک وعظ

قبلۂ جسم وجان، کعبۂ ایمان حضور امین شریف حسنات الدھر برکۃ العصر قدس سرہ کا عرس مقدس کی مبارک محفل میں فرمایا ہوا، وعظ دستیاب ہوا، جس میں آپ نے عرسوں کے برکات وفیوض کو بیان فرمایا ہے۔

اولیاءاللہ کے فیضان کا وفات کے بعد زیادہ ہونا

یہ عرس کی تقریب ہے، ہم لوگ اس دیش کے نہ ہوتے اور کوئی کہتا کہ آج عرس کی تقریب ہے تو سمجھ جاتے، کہ کسی کی شادی ہو رہی ہے، مگر اس دیش میں رہتے ہیں اور بولی معلوم ہے اس لیے اُدھر دھیان بھی نہیں جاتا اور یہ سمجھتے ہیں، کہ کسی بزرگ کا یہ یوم وصال ہے، تو اس کی برکت حاصل کرنے کے لیے ماننے والے چاہنے والے اس دن میں خاص کر جمع ہوتے ہیں، تو جس طریقہ سے ایک انسان کو جس کی شادی ہو رہی ہے،

دربارِ محفلِ عرس، سراپا قدس

مسرت ہوتی ہے، تو اس سے زیادہ اللہ والوں کو مسرت اس دن ہوتی ہے، جب اِس کالبد خاکی کو وہ چھوڑ دیتے ہیں، اس بدن کو وہ چھوڑ دیتے ہیں، تو جب اِس بدن کو چھوڑ دیتے ہیں تو اب روح ہی روح رہ گئی، اصل چیز اس کی رہ گئی۔

آپ نے بھی کچھ تجربہ کیا ہوا، ایک عطر کی شیشی کو کسی چیز پر پٹخ دیجیے اور وہ چور چور ہو جائے، تو دور دور تک بیٹھنے والے اس کی خوشبو سے فائدہ اُٹھالیں گے، تو یہ بدن شیشی ہے، اوراس کے اندر وہ روح

ہے،تو بدن کے ساتھ جب تک وہ روح رہتی ہے،اس کا کام کچھ کم ہوتا ہے،۔۔۔۔۔ اولیاء اللہ کے فیوض و برکات اس ظاہری زندگی میں کچھ کم ہوتے ہیں ۔۔۔۔۔ کیوں؟اس لیے کہ یہ شیشہ لگا ہوتا ہے،اس بدن خاکی کے اندر وہ لپٹے ہوئے ہوتے ہیں اور جب اس کو چھوڑ دیتے ہیں تو۔۔۔۔۔ نور ہی نور ۔۔۔۔۔ ہوتا ہے ۔۔۔۔۔ روح ہی روح ۔۔۔۔۔ ہوتی ہے روحانیت کا غلبہ ہوتا ہے ۔۔۔۔۔ اور جو بھی ان سے ذرا دور ہو اور اس دن اُن سے ذرا سا قریب آ جاتا ہے،تو ۔۔۔۔۔ ان سے وہ بھی فیض اُٹھالیتا ہے،یہ نہیں کہ ان کی بارگاہ میں آ کر اُن کو شیشی ہی سمجھے،دور بھی کھڑا ہو تو یہاں کی خوشبو وہاں تک پہنچ سکتی ہے۔

یومِ وصال میں خصوصی فیضان و کرم

اولیاء اللہ کے فیوض و برکات کو حاصل کرنے کے لیے ایک دن مقرر ہوتا ہے،کون سا؟ کہ جس دن وہ رخصت ہوتے ہیں،جو دن ان کے اِس بدن کو چھوڑنے کا ہے ۔۔۔۔۔ بس اُسی دن،کیوں کہ یہ بھی پتا لگا کہ جس دن وہ دنیا کو چھوڑ دیتے ہیں وہ دن اُن کو یاد رہتا ہے،تو جو اس وقت اور اُس دن،ان کا متوسل اُن سے قریب ہونا چاہتا ہے،تو اس پر ان کا فیض زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے،تاریخ وصال میں اپنے ماننے والوں کی طرف زیادہ ان کی توجہ ہوتی ہے اور رجحان ہوتا ہے،تو بندگاہ خدا کا بھی،زیادہ سے زیادہ حاضری کا رجحان ہوتا ہے۔

اس لیے عرض کرتا ہوں کہ بزرگانِ دین کے مرید اور ماننے والوں کو،عرس کے دن کچھ زیادہ کوشش کر کے اور زیادہ توجہ کر کے ان کے مزار پر حاضری دینا چاہیئے،جو جتنا زیادہ خلوص و عقیدت کی جھولی بھر کر حاضری دے گا،اس کے مرادوں کی جھولی اتنی ہی زیادہ بھر دی جائے گی،اللہ تبارک و تعالیٰ بزرگانِ دین کے مزاروں پر حاضری کی توفیق عطا فرمائے۔

اولیاء اللہ کون ہیں؟ان کا کام کیا ہے؟

اور یہ بزرگانِ دین،جن کو ہم مانتے ہیں،جن کا دن عقیدت سے مناتے ہیں،یہ ہوتے کون

ہیں؟ اللہ کے ماننے والے، رسول پاک کے ماننے والے، یہ بولی ہم بھی بولتے ہیں، آپ بھی بولتے ہیں، سب کے سب بولتے ہیں، بات کیا ہے؟ جتنا ماننا بڑھتا ہی جائے گا، اتنا ہی درجہ بڑھتا جائے گا اور ماننے کا مطلب کیا ہوگا، ماننے کا مطلب یہ ہے کہ جو حکم ملا، اللہ کا رسول پاک کا، سر آنکھوں پر، اگر حکم دیا کہ آگ میں کود جاؤ، تو سوچنا نہیں ہے، کہ ایک منٹ کے بعد کیا ہوگا؟ کود جاؤ، اپنے ہاتھ سے اپنی گردن کاٹ لو، سونچنا نہیں ہے کہ حرام موت ہوگی کہ حلال موت، حلال تو وہی ہوگا جو اس کے حکم پر ہوگا، حرام وہ ہوگا جو اس کے حکم کے خلاف ہوگا، ہر چیز کی حلّت اس کا حلال ہونا، اس کا عبادت ہونا، اس کا ثواب ہونا، یہ حکم کی تعمیل پر ہے، حکم دیدیا، تعمیل، ایک وقت میں حکم دیدیا خنزیر حرام ہے، نہیں کھاسکتے، کھاؤ گے جہنم کی سزا ہے، اور اسی آدمی پر ایک وقت ایسا آیا کہ بیابان میں ہے، بغیر کھائے مر رہا ہے، اور سوا خنزیر کے گوشت کے کچھ ہے نہیں، اب حکم ملتا ہے کھاؤ، نہ کھاؤ گے تب گنہ گار ــــــ مالک کی مرضی ہے، یہاں کھاؤ تو جہنم میں جاؤ۔ اور ایک وقت وہ آیا کہ نہ کھاؤ تو سزا پاؤ۔ قدرت نے مومن کی جان کی بڑی عزت رکھی ہے اور اس نے موت سے بچنے کے لیے اور جانِ مومن کو بچانے کے لیے اس قادر مطلق نے ہم کو حکم دیا کہ اگر کوئی لقمہ تیرے منہ میں نہیں پہنچتا ہے، تو تیرا خاتمہ ہوجائے گا اور تیری روح پرواز کر جائے گی ایسے موقع پر حرام سے حرام اگر تیرے پاس موجود ہے تو اس کو استعمال کرلے تاکہ تیری جان بچ سکے۔

یہ میں نے کیوں عرض کیا اس لیے عرض کیا کہ اصل نگاہ ہماری اس کے حکم کی طرف ہے، اگر حکم ہے تو اس کا ماننا ہی ثواب ہے اور اگر اس کے حکم کو نہیں مانتا ہے اور اس کے حکم کے خلاف کرتا ہے تو وہ ثواب نہیں، سزا ملے گی، کوڑے لگیں گے جہنم کے، یہ نماز جو تونے پڑھی رسمی شکل کی مگر حکمِ رسول پاک کے خلاف تم نے کیا ہے تو خلاف کام کا، ثواب نہیں ہوسکتا، اجر کا کام نہیں کہلاسکتا ہے۔ بڑی سے بڑی چیز ان کے حکم کے مطابق ہے، تو سبحان اللہ! اگر ان کے حکم کے خلاف ہے تو وہی عذاب ہے، وہی قہر الٰہی ہے تو حکم ملا کہ

اے مردِ مومن!

جب تو ایمان لاچکا ہے، تو تجھے ایک دن مرنا تو ہے، ہی تو مرنے سے پہلے پہلے تم اپنا ایمان مکمل کرلو، اسلام مکمل کرلو، موت آنے سے پہلے تم مکمل تیار ہو جاؤ ـــــ اگر تم نے تیاری نہیں کی تو جو تمہارا حشر یہاں ہے، تو یہاں دکھائی پڑ رہا ہے، اس سے زیادہ بُرا حشر وہاں ہوگا، جو دکھائی نہیں پڑ رہا ہے نعوذ باللہ منہ۔

پیغام خداوندی کی دعوت و تبلیغ میں مشکلات کا سامنا

یہ سبق لے کر آئے جن کو ہم کہتے ہیں اولیاء اللہ ـــــ بہت دور دراز سے، آئے، بڑے مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے آئے کوئی خراسان سے آئے، کوئی بغداد سے آئے، کوئی سمنان سے آئے، کوئی سنجر سے آئے، کوئی مکہ معظمہ سے آئے، کوئی مدینہ منورہ سے آئے، ہزاروں میل سے چل کر آنا آج کل تو ہم کو کچھ تعجب نہیں معلوم ہوتا ہے لیکن جس زمانے کی بات ہے، اس زمانے میں تو کوئی سہولت نہیں تھی کہ آدمی پچاس میل کا سفر بھی بآسانی کرسکتا ہو۔

تو تمام تعلقات کو چھوڑا، دروازہ کو چھوڑا، اعزہ و اقارب کو چھوڑا، سب کو چھوڑا اور باہر آئے، آگیے، وہاں پہنچ گیے، جہاں دین نہیں ہے، ایمان نہیں ہے، اسلام نہیں ہے، اسلام کی بولی نہیں ہے، کہ یہاں اسلام کی بولی بولے، چاروں طرف سے نرغہ ہوگیا، چاروں طرف مخالفین رہتے ہیں ـــــ مخالفتوں کا طوفان اُٹھایا گیا لیکن یہ اولیاء اللہ ہیں کہ ہزار مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، لیکن اُن کے طرزِ عمل میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، وہی کلمۂ حق ہے، وہی اللہ کی طرف بلانا ہے، وہی رسول پاک کی طرف بلانا ہے الحمدللہ۔ ایک دن یہی تکلیفیں ان کو اپنے مقصد میں کامیاب کرتی ہیں اور حق کا بول، بالا ہوتا ہے۔

بے ادبوں کا انجام

یوں تو بہت سے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے بہت پڑھ لیا ہے، بہت تبلیغ کی ہے، لوگوں

نے دیکھا ہے، کہ کتّا پیشاب کر رہا ہے، اس کی قبر پر، دور نہیں، دلّی ہی میں جا کر دیکھو، بڑے بڑے مولانا کی قبروں کا یہ حال ہے، تبلیغی جماعت کا جو بانی ہے، پیشاب کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا لیکن ناک کی نیٹھ اور منھ کا بلغم اور جوتے چپل، یہ سب اس کی قبر کے اوپر اور قبر اسی احاطہ اور حلقہ کے اندر ہے، جو تبلیغی جماعت کا مرکز ہے، یہ نحوست اور سزا ہے اس بے ادبی کی، جو اس نے ساری زندگی کی اور اُسی کا پرچار کرتا رہا، تو جو اللہ رب العزۃ کی بارگاہ میں بے ادب ہو، رسول پاک کا گستاخ ہو تو وہ بدمذہب اس کا پیروکار جو اس کے سکھائے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی جناب میں گستاخ ہوا، رسول پاک کی توقیر وتعظیم کا منکر ہوا، وہ اپنے بے ادبی کے اُستاذ کا اور اس کی قبر کا کیا ادب کرے، تو ایسا کیوں ہے؟

تو یہاں ہی دنیا میں اس کا انجام بتا دیا جاتا ہے ــــ بتا دیا گیا کہ یہ کلمۂ حق اگر تسلیم کر لیا تو یہاں بھی امن ہے، اور وہاں بھی امن ہے، اور اگر تسلیم نہیں کیا تو نہ یہاں امن ہے اور نہ وہاں امن ہے، نہ مانا کلمہ، نہ مانو سہی، نہ مانا تو نتیجہ کیا ہوا؟ اس کا بیٹا نہیں، اس کا باپ نہیں، باندھ چھان کر رکھ دیا لکڑی رکھی، گھی رکھا اور دیا سلائی لگا دی، یہاں ہی پتا لگ گیا کہ فرشتے عذاب کے تو بعد میں آئیں گے، جس کے اوپر ناز تھا، باپ کے اوپر اولاد کے اوپر، آج وہی لکڑی میں رکھ کر تجھے آگ دے رہا ہے، اور تو جل رہا ہے اور وہ خوشی کا اظہار کر رہا ہے، کیوں کر رہا ہے اس لیے کہ تو نے اسی کا کام کیا تھا، آگ ہی والا کام کیا تھا، قدرت نے تیرا انجام تجھ کو یہاں ہی دکھلا دیا۔

اولیاءاللہ کے سبق کو فراموش کرنے کا انجام

بزرگانِ دین کی حرمت کا منکر تھا، تو مرتے ہی اُسی کے ماننے والے، اُسی کے چیلا چاپڑ، وہی پر تھوکتے ہیں اور پیشاب کرتے ہیں اور چلے جا رہے ہیں ــــ اللہ تبارک وتعالیٰ، اولیاءاللہ کے غضب سے بھی بچائے، اُن کے غضب کے اثرات بھی بہت بُرے سے بُرے ہو جاتے ہیں ــــ تو تشریف لے آئے، حکم ملا، اشاعتِ اسلام کرو، پھیلا یا دین کو ایمان کو، اب ان کا سبق بھول گیے، سبق

بھول گیے، تو اب دیکھو! کھڑے ہو کر گن لو، شاید سو آدمی بھی پورے نہ ہوں، (یہ محفل پاک بخاری شاہ مسجد شریف میں تھی) اور اگر کہیں ڈھول اول ہوتا پھر اس مسجد میں جگہ نہ ملتی، سڑک پر بھی لوگ ہوتے، تو اس سے اندازہ لگاؤ ظرف تمہارا کیسا بن گیا، پانی کا تھا اب وہ آگ کا بن گیا، آج تم نے جو اسلامی خوبیوں کو چھوڑا تو نتیجہ کیا نکلا، نہ گھر میں چین، نہ باہر چین، اور تم لوگوں سے کچھ زیادہ ہم کو پتا ہے، اس لیے کہ دن بھر تو کام چلتا ہے نہ، تو پتہ لگتا ہے ماں آئی، کیا ہے؟ بیٹا کماتا ہے، کوڑی نہیں دیتا ہے، باپ آیا کہتا ہے، بیٹا سنتا نہیں ہے، بیوی آئی شوہر کچھ دیتا ویتا نہیں ہے، شوہر آیا بیوی ناخوش ہے، رات دن یہی جھگڑے چل رہے ہیں، یہ انسان کیا ہے؟ زہر بن چکا ہے زہر بن چکا ہے۔ جس کے پاس بیٹھ جائے، اسی کو خراب کردے تو حکم ملا موتو اقبل ان تموتو ا، موت آنے سے پہلے اپنے آپ کو مار ڈالو، موت آنے سے پہلے مرجاؤ، تو یہاں بھی تمہارا نباہ ہو جائے، اور وہاں بھی تمہاری عاقبت سنور جائے، یہاں موت آنا چاہیئے۔

فنا کے بعد اولیائے کرام کو بقاء ملتی ہے

اپنے نفس امارہ کو جس نے بھی ختم کر دیا، جتنی ظاہری چیزیں ہیں، سب کو فنا کر دیا تو اب یہ درجۂ فنا سے گزر رہا ہے اور اب اسی کو بقا ملنے والی ہے تو جب بقاء مل گئی، تو وہ یہاں کے لیے بھی ہے اور وہاں کے لیے بھی ہے اور اکیلا نہیں ہے، جو بھی دامن سے وابستہ ہو جاتا ہے، اسی کو بقا بھی ملتی جارہی ہے، ــــــ یہ اولیائے کرام ہیں، رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہوں نے اپنے کو جلانے کو بتایا، جنہوں نے اپنے کو مٹانے کو بتایا، اپنی ہستی کو فنا کرنے کو بتایا اور جب ہستی فنا ہو گئی ہے تو اب وہیں سے درجات شروع ہوتے ہیں، مراتب شروع ہوتے ہیں تو یہ سب ہم لوگ بھلا چکے ہیں کوئی بات رہی نہیں۔

اولیائے کرام کے دربار سے حاجت روائی

حضراتِ اولیائے کرام کے دربار کی حاضری بڑی خصوصیات رکھتی ہیں، فیوض و برکات کی نعمت

یہاں ہی سے ملتی ہے،لیکن اب یہ حال ہے،کہ کسی بزرگ کی بارگاہ میں حاضر بھی ہوئے تو کوئی خاص مطلب ہے،کوئی خاص غرض ہے،اولاً تو خاص ایک ٹولی نکل چکی ہے،جو کہتی ہے،کہ ـــــ یہ ناجائز و حرام ہے،اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ،تمہیں بھی موقع مل گیا،کہ پھر کسی موقع پر حاضر ہو جائیں گے ـــــ ایک بات جسے ہم نے مان لیا کہ ـــــ یہ وہ ہیں جن کا رشتہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول پاک سے مربوط ہو چکا ہے تو ہم جب مان گئے تو ہمارا فریضہ اب یہ ہے کہ اب ہم اُن کے قدموں سے لگے رہیں۔

کیوں؟ اس لیے کہ یہیں پر رحمت اترتی ہے،یہیں برکت نازل ہوتی ہے،یہاں سے سہولتیں میسر ہوتی ہیں،یہاں سے مشکلات کا خاتمہ ہوتا ہے،اپنے نیک بندوں کے صدقہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اولیاء اللہ کے قدم پاک سے ہم کو لگے رہنے کی توفیق عطا فرمائے ـــــ ورنہ حالات تو بُرے سے بُرے ہوتے جارہے ہیں بد سے بدتر ہو چکے ہیں گمراہی پھیلتی ہوئی چلی جارہی ہے۔

یارسول اللہ کہاں سے کہا جاتا ہے

اب میں اپنی بات پھر دہراتا ہوا چلوں،یہ وہابی کہیں لندن سے نہیں آئے ہیں،یہ رافضی کسی زمین سے نہیں نکلے ہیں،یہ قادیانی کسی آسمان سے نہیں ٹپکے ہیں،یہ کون لوگ ہیں؟ یہی سُنّی لوگ ہیں۔یہی سنّی لوگ ہیں،جنہوں نے سمجھ لیا ہے کہ ـــــ ایک دفعہ ہم نے یارسول اللہ کہہ دیا بس کام چل گیا تو یہ کون سی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ کام چل گیا،یا کس نبی نے اعلان کیا ہے کہ کام چل گیا ـــــ وہ کون سا جرم ہے جو کہ اہل سنت و جماعت میں نہیں ہے۔ایک یارسول اللہ کہنے سے تمہارا زندگی بھر شراب پینا کیا یہ ثواب ہو جائے گا۔تمہارا جوا کھیلنا یہ کیا ثواب ہو جائے گا؟ تمہارا نماز نہ پڑھنا کیا یہ ثواب ہو جائے گا؟ تمہارا حج نہ کرنا کیا یہ ثواب ہو جائے گا؟

یارسول اللہ کہاں سے لیا جاتا ہے اور اس کی جگہ کیا ہے؟ ـــــ اگر یارسول اللہ،قلبِ مومن سے نکلتا ہے ـــــ مومن کے دل سے نکلتا ہے تو یہ اپنے مرکز پر پہنچ چکا ہے،اب اس کو کوئی میٹ نہیں سکتا ہے کہ ۵ برس کے بعد وہابی نہیں ہو جائے گا کہ آج تک ہم مولود شریف کرتے تھے،غلط تھا،

آج تک ہم فاتحہ پڑھتے تھے غلط تھا۔اب یہ بولی اُس کی زبان سے نہیں نکل سکتی ہے ـــــ اس لیے کہ اب اس کے دل میں رسول پاک کا نام نامی پیوست ہو چکا ہے۔اولیاء اللہ کی محبت پیوست ہو چکی ہے، کیوں کہ قلبِ مومن وہی مرکز ہے اور جو چیز اپنے مرکز میں پہنچ گئی ہے تو اب کوئی ہوا اس کے اوپر اثر کرنے والی نہیں ہے۔

اگر تم حلق کے اوپر سے کہتے ہو کہ ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں، ہم شیدائی ہیں، غوث پاک کے اور تمہارے منھ کے اوپر دیکھا تو ایک بال بھی نہیں ہے۔ بتاؤ! وہ کون نبی تھے اور وہ کون صحابی تھے، وہ کون اولیاء اللہ تھے جن کے چہرہ مبارک پر بال نہ تھا داڑھی نہ تھی ـــــ محبت کے یہ جھوٹے دعوے ـــــ اسی کا نتیجہ نکلا ہے کہ دو برس کے بعد وہابی ہو گیا پانچ برس کے بعد وہابی ہو گیا، کیوں ہو گیا آج نہیں ہو گیا، پہلے ہی وہابی تھا ـــــ جب گیارہویں کر رہا تھا جب بھی تھا۔جب وہ میلاد شریف میں شریک ہو رہا تھا جب بھی وہابی تھا ـــــ چھپا تھا اب ظاہر ہو گیا۔یہ ناممکن ہے کہ قلب کے اندر غوث کی محبت، رسول پاک کی محبت آجائے پھر باطل اس کو چھین لے ناممکن ہے۔ناممکن ہے ناممکن ہے۔

ہر باطل پر غلبہ پا کر تب یہ محبت قلب کے اوپر فائز ہوتی ہے اور جب قلب کے اوپر فائز ہوتی ہے تو وہ فائز المرام ہوتا ہے ـــــ تم ہم کو ٹھگ لو ہم تو گیارہویں کے کرنے والے ہیں، غوث پاک کے ماننے والے ہیں اور حال تمہارا یہ ہے کہ مسجد میں کبھی دیکھا نہیں تم کو، بتاؤ کہ ایسا آدمی غوث والا ہو سکتا ہے، جھوٹا ہے، دھوکا دیتا ہے اگر غوث والا ہوتا اور تیرے دل میں غوثِ پاک کی سچی چاہت ہوتی تو نماز کبھی نہ چھوڑتا، جوا کے قریب کبھی نہ جاتا، ہر حرام سے بچتا، ہر منکر کی طرف سے تیرے دل میں نفرت ہوتی، جس کو اللہ نے ناپاک و ناجائز فرمایا، رسول پاک نے جس سے بچنے کی تلقین فرمائی، منع فرمایا، تو اس کا پورا پورا پابند ہوتا ہو دکھائی پڑتا اگر تو ایسا ہوتا تب سچا ہوتا اور تیرا دعویٰ سچا ہوتا کہ تو غوثِ پاک کا شیدائی ہے، غریب نواز کا ماننے والا ہے، بزرگانِ دین کی تیرے دل میں عظمت ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نیک بندوں کی سچی عظمت وصحبت عطا فرمائے۔

عرس میں حاضری کیوں اور کیسے؟

یہ عرس کی مبارک تقریب ہے۔جس میں ہم سب حاضر ہوئے ہیں، کیوں حاضر ہوئے ہیں؟ صاحبِ عرس کے فیوض و برکات کے حاصل کرنے کے لیے ان کے ایصالِ ثواب کے لیے، ان کی یاد کی یادگار منانے کے لیے آئے ہیں۔ان کا وہ راستہ جس پر وہ گامزن رہے، معلوم کرکے اس پر چلنے کے لیے آئے ہیں، ان کا طریقہ حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں تو اس کے لیے ہم کو کچھ کرنا ہوگا۔اپنی پہچان بتانی ہوگی۔شکل وصورت بتانی ہوگی، کیوں؟

اس لیے کہ ہر دربار کا ایک یونی فارم ہوتا ہے، ایک خاص لباس ہوتا ہے۔جس سے پہچان لیا جاتا ہے کہ یہ کس دربار کا آدمی ہے تو عرس منانے والوں کا بھی ایک خاص لباس ہونا چاہیئے۔عرس منانے والوں کا ممتاز اور پاک طرزِ عمل ہونا چاہیئے۔ایسا طرزِ عمل کہ جس پر صاحبِ عرس کی مبارک زندگی کی جھلک ہو، قرآن پاک کی تلاوت ہو، کلمۂ طیبہ کا ورد ہو، درود شریف کی کثرت ہو، نماز باجماعت کی پابندی ہو، اگر تم نے ایسا کیا تو تمہاری حاضری بھی مبارک، تمہاری دنیا بھی مبارک، تمہارا عقبیٰ بھی مبارک، تمہاری آخرت بھی مبارک اور تمہارا حشر بھی مبارک۔

لیکن اگر تم مزارات اولیاء اللہ پر کھیل تماشا کرنے کے لیے آئے ہو، لغویات اور ناجائز حرکتیں کرنے کے لیے آئے ہو تو ظالمو بہتر ہے کہ تم مزارات اولیاء اللہ پر حاضر نہ ہو، دروازہ کے باہر ہی رہو، تمہارا نہ آنا ہی بہتر ہے کہ تمہاری یہ حرکتیں صاحبِ عرس کی تکلیف کا سبب بنتی ہیں، رسول پاک کی نافرمانی ہوتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس میں ناراضی ہے۔اپنے نیک اور محبوب بندوں کے صدقہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ناراضی سے بچائے اور توفیق خیر عطا فرمائے۔ وآخرد عوٰنا ان الحمدللہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیّد المرسلین و علیٰ اله و اصحابه و ازواجه و ذرّیاتہٖ و اھلِ بیتہٖ اجمعین و بارك وسلم

باب ۱۷

باقیاتُ الصَّالحَات اوراعقاب

بنا کردہ مساجد، مدارس مسترشدین، امورخیر تصانیف

حضور پُرنور قبلہ گاہی قدس سرہ کے باقیات الصالحات میں آپ کی بنا کردہ مساجد ومدارس اور امورِخیر اور آپ کے نفس قدسی سے فیض یاب مریدین وتلامیذ کی جماعت ہے، جن میں بعض کا اجمالی ذکر لکھا جاچکا ہے، آپ کے دیندار اور اتقیا، اصحاب کا بھی قدرے ذکر کردیا گیا ہے، اب دوسرے باقیات کا ذکر لکھا جاتا ہے،

ازدوَاج اوراولادیں

فقیر راقم الحروف کی دادی محترمہ نانی محترمہ اور جد امجد مکرم تینوں کے دادا اعلی التربیت، بڑے، منجھلے اور چھوٹے حقیقی بھائی تھے نانا محترم مولوی امیر الدین حسن صاحب، دیندار اہل خیر زمیندار تھے، ان کی ہمشیرہ کی شادی حضور قبلہ گاہی کے حقیقی چھوٹے دادا سے تھی، والدہ ماجدہ مغفورہ نانا جان کی اولادوں میں سب سے چھوٹی تھیں، بڑے ابا مرحوم مولوی قطب الدین احمد صاحب نے حضور قبلہ گاہی کی نسبت

کے لیے نانا جان سے کہا، انہوں نے منظور کیا، رواج رشتہ داری کے مطابق دعوت نامے کی جو کاپی بڑے ابا نے تیار کی، اس میں شادی کی تاریخ ۱۵ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۵ء مرقوم ہے، اولادوں میں بڑی بہن ہیں، ان سے چھوٹا راقم الحروف، مجھ سے چھوٹی بہن ہفت روزہ انتقال کر گئیں، ان سے چھوٹی ایک زندہ ہیں، اُن سے چھوٹے مسعود میاں سلمہ ہیں ان سے چھوٹی ایک بہن تھیں، جنہوں نے ڈھائی برس کی زندگی پائی جن کے انتقال کا واقعہ کسی مقام پر لکھا گیا ہے۔ ان مرحومہ کے انتقال کے بعد فرمایا میرا ارادہ نکاح کا نہ تھا ایک بار حدیث شرف نظر سے گزری کہ جس شخص کے بچے انتقال کر جائیں گے، وہ قیامت کے دن ان کے شفیع ہوں گے تو نکاح کا ارادہ ہو گیا، حضور قبلہ گاہی لڑکیوں سے زیادہ شفقت فرماتے، ان کو گود لیتے، ساتھ بٹھاتے۔

ان کی اولادوں میں صرف فقیر کے بڑے فرزند عالم دین ہیں جن کا نام بروز عقیقہ حضور نے محمد اور پکارنے کا نام "عامر" تجویز فرمایا عالم دین اور شاب صالح کا پورا پورا مصداق ہیں۔ ان کو حضور قبلہ گاہی کا دامن پکڑا دیا تھا، اپنے دادا جان کے طریقے پر ہیں باقی دوسرے پوتے بھی تعلیم یافتہ ہیں۔ خداوند قدوس ان کو دیندار اور صالح اور بامراد بنائے آمین۔

حضور قبلہ گاہی نے دینی کام جو مجھے سپرد فرمایا میں نے عامر میاں کو سپرد کر دیا ہے ان سے سلسلہ ارشاد جاری ہے، انتہائی متواضع خلیق مہمان نواز ہیں، کبر و ریا، غرور، تکبر، دنیاداری سے الگ تھلگ ہیں، مسجد شریف دارالعلوم حضرت امین شریعت، عرس شریف کا انتظام بحسن وخوبی انجام دیتے ہیں، اہلِ سلسلہ میں مقبول ہیں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصدق حمایت سنت اعانت راشدین اور صحت و سلامتی کے ساتھ قائم دائم رکھے، مقبول خلائق اور مجمع مکارم اقطار و امصار بنائے عمر دراز بافیض فرمائے، آمین آمین آمین۔

خاتمۂ کلام

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ○

وَ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ○